بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

کحل الجواہر

......﴿لا ربا البصایر﴾......

جلد دوم

جواب ’’ہدایہ مہدویہ‘‘ مولفہ مولوی زماں خاں صاحب رام پوری

(من تالیفات)

جامع علوم معقول ومنقول حاوی مسائل فروع واصول فخر قوم مہدویہ واقف

اسرارلدنیادانائے رموز شریعت وحقیقت حضرت مولانا مولوی سید نصرت صاحبؒ

جسکو

مجلس علمائے مہدویہ (ہند) نے بغرض افادہ قوم مہدویہ شائع کیا

۱۳۷۶ ہجری م ۱۹۵۷ء

www.khalifatullahmehdi.info

پیش لفظ

حَامِداً و مُصلِّیاً وَ تَسلِیما۔

الحمدللہ قوم مہدویہ کی مذہبی و تاریخی جلیل القدر کتاب ''کحل الجواہر'' کی دوسری جلد مجلسِ علمائے مہدویہ ہند کے زیر اہتمام شائع ہو رہی ہے۔ مولف کتاب ''فخر قوم'' اُستاذ العلماء علاّ متہ العصر حضرت مولانا سید نصرت علیہ الرحمہ کے مختصر حالات اور سببِ تالیف کے ضروری واقعات جناب مولانا سید نجم الدین صاحب افضل العلماء رکن مجلسِ علمائے مہدویہ ہند نے ''کحل الجواہر'' کی جلد اول کی ابتدا میں ''تعارف'' کے عنوان کے تحت ترجمۂ مولف علیہ الرحمتہ کے طور پر درج کئے ہیں ''کحل الجواہر'' جس قدر اہم ہے، اس کی تاریخ بھی طویل اور اہم ہے۔ اس کے لئے مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔

مختصر یہ کہ ابو رجاز ماں خاں رامپوری نے جو گذشتہ صدی ہجری میں نظام الملک نواب میر محبوب علی خاں والیِ سلطنت آصفیہ حیدر آباد دکن کے اتالیق تھے۔ نواب سر سالار جنگ اول مدار المہام وقت کی اجازت سے ۱۲۸۷ھ میں ایک کتاب موسوم بہ ''ہدیہ مہدویہ'' مذہب مہدویہ کے خلاف تیار کر کے کانپور کے مطبع نظامی میں طبع کروائی۔ اور حیدر آباد و بیرونجات میں شائع کی گئی۔ جو تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب صرف مذہبی جذبات کے تحت نہیں بلکہ بعض سیاسی اسباب کے پیشِ نظر لکھی گئی تھی اسلئے اعتراضات کا دایرہ کافی وسیع کر دیا گیا۔ مذہبی مسائل سے تجاوز کر کے تاریخی حالات و واقعات سماجی و خانگی معاملات اور قومِ مہدویہ کے کسی بھی فرد کے کسی بھی فعل و عمل کو نشانہ اعتراض بنانے کی کوشش کی گئی ہے خواہ وہ کہیں کا بھی باشندہ ہو۔

''ہدیہ مہدویہ'' میں جو انداز بیان اختیار کیا گیا ہے وہ مہدویہ کے لئے سخت دلخراش اور بے حد اشتعال انگیز ہے۔ مقتدائے مذہب امامنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں استہزاء، بدکلامی، افترا آت اور سلف سے خلف تک تمام بزرگانِ مہدویہ پر طعن و تشنیع اور روایاتِ مہدویہ میں تحریفاتِ لفظی و معنوی اور واقعات و حالات میں غلط بیانیاں، دلگداز طرزِ نگارش اور احکامِ دین و اُصولِ علم کی سب کچھ خلاف ورزیاں اس کتاب میں موجود ہیں۔

''ہدیہ مہدویہ'' کی اشاعت سے پوری قوم مہدویہ میں عام ناراضی اور سخت اشتعال کی لہر دوڑ گئی۔ حیدر آباد اور بیرونجات سے ''ہدیہ مہدویہ'' کے متعدد جوابات لکھے اور شایع کئے گئے۔ ان جوابات میں ''کحل الجواہر'' زیادہ تفصیلی اور ضخیم کتاب ہے اس کی طباعت و اشاعت کا قوم کو بے حد اشتیاق رہا ہے۔ لیکن اس کی طباعت و اشاعت پر حکومتِ حیدر آباد کی جانب سے سخت امتناع عاید رہا۔ اس لئے شایع نہو سکی۔

چنانچہ ایک واقعہ یہہ بھی ہے کہ ۱۳۰۴ھ میں جناب شیخ احمد صاحب مرحوم سوداگر اہل سکندر آباد (جد امجد جناب خاں بہادر عبدالکریم بابو خاں صاحب) نے ایک مطبع خرید کر ''کحل الجواہر'' کی طباعت کا کام شروع کرنا چاہا۔ اور اس کی اشاعت کا اشتہار جاری کیا۔ چونکہ کنٹونمنٹ سکندر آباد برٹش رزیڈنٹ حیدر آباد کے زیر حکومت تھا اور وہاں حکومت ہند کے قوانین نافذ تھے اس لئے امید تھی کہ وہاں کوئی مزاحمت نہ ہو سکے گی۔ لیکن حکومتِ حیدر آباد کی طرف سے رزیڈنٹ حیدرآباد کے پاس تحریک کی گئی اور ''کحل الجواہر'' کی

www.khalifatullahmehdi.info

طباعت واشاعت پر امتناع عاید کروانے میں کامیابی حاصل کی گئی۔

بلکہ حضرت مولف علیہ الرحمتہ کو مطلع کیا گیا کہ ''کحل الجواہر'' کی طباعت واشاعت سے نقضِ امن کا اندیشہ ہے۔ جہاں کہیں بھی اس کی طباعت عمل میں لائی جائے گی اس کی تمام تر ذمہ داری آپ کی ذات پر عاید ہوگی۔

سوءِ اتفاق سے اس وقت حکومت حیدرآباد کے مقتدر عہدوں پر وہی لوگ فایز تھے جنہوں نے ہدیہ مہدویہ کی تالیف میں کسی نہ کسی مقصد کے تحت شرکت واعانت کی تھی اسلئے وہی ''کحل الجواہر'' کی اشاعت میں مقدور بھر حایل رہے۔

غرض ایسے ہی بنیادی وجوہ واسباب سے عرصہ دراز تک طباعت واشاعت نہ ہوسکی جب حالات بدل گئے اور فضا سازگار ہوگئی تو بمصداق کل امور مرھون باوقاتھا ''کحل الجواہر'' کی تالیف کے کامل (۷۶) سال بعد ۱۳۶۸ھ م ۱۹۴۹ء جلد اول طبع وشایع ہوئی جو ''ہدیہ مہدویہ'' کے باب اول متعلق عقاید مہدویہ اور باب دوم متعلق تاریخ مہدویہ کے مدلل مبسوط ومضبوط جوابات پر مشتمل ہے اس کی طباعت کا سہرا جناب مولوی سید محمود صاحب مرحوم ساکن محلّہ کالاڈیرہ حیدرآباد دکن مہتمم آبکاری حکومت آصفیہ کے سر ہے جنہوں نے ذاتی زرکثیر صرف کیا ہے برّد اللہ مضجعہ۔

کحل الجواہر کی دوسری جلد جو شایع ہورہی ہے اس میں ''ہدیہ مہدویہ'' کے باب سوم کے جوابات ہیں خط کسی قدر خفی ہونے کے باوجود اس کی ضخامت ساڑھے سو صفحات پر مشتمل ہے جس میں مذہب مہدویہ کے بنیادی اہم مسایل زیر بحث آئے ہیں یہ پوری کتاب گویا ہدیہ مہدویہ کے مقصود بہ مسایل کا نچوڑ ہے اس لئے کہ مولف ''ہدیہ مہدویہ'' نے اپنی پوری صلاحیتیں اس باب سوم میں صرف کردی ہیں اور مذہب مہدویہ کے دلایل ثبوت کو غلط بے بنیاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس باب سوم کے مقابل ''ہدیہ مہدویہ'' کے بقیہ ابواب میں زیادہ تر پچھلے مباحث ہی کا مکرر اعادہ کیا گیا ہے۔

''کحل الجواہر کی یہ دوسری جلد ''ہدیہ مہدویہ'' کے باب سوم کے مہتم بالشان جوابات پر مشتمل ہے ہر اعتراض کا مکمل تجزیہ کر کے ہر جز پر بادلایل بحث کی گئی ہے۔ اور معترض کی بے اصولیاں غلط بیانیاں افترا پردازیاں اور متعصّبانہ تنگ نظریاں سب کچھ واضح طور پر دکھادی گئی ہیں۔ صرف فہرستِ مضامین کے دیکھنے سے ہی ان مباحث کی اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

''ہدیہ مہدویہ'' کی طرز نگارش کے بالمقابل ''کحل الجواہر'' میں جو وقار، حُسنِ بیان اور اخلاقِ محمدیہ صلعم کی جو پیروی جلوہ گر ہے وہ بھی اپنی آپ مثال ہے اور مولف علیہ الرحمتہ ہی کے شایانِ شان ہے اور بافضال الٰہی وبرکت اخلاق امامنا علیہ السلام معترض کا یہ بھی ایک بدیہی جواب ہے کہ ایک مہدوی کے اخلاق کا معیار اسقدر بلند پایہ ہے تو اس کے معصون عن الخطا مقتدا دامامؑ کے اخلاق کا کیا حال ہوگا؟!!! فاعتبروا یا اولی الابصار ۔مولوی عبدالحکیم صاحب منشی فاضل مولوی عالم نے نہایت مستعدی وتن دہی سے اس جلد کے اصل مرحمہ مسودہ کو بھی مروجہ رسم الخط کے مطابق صاف اور خوشخط نقل کیا جس سے طباعت میں بڑی مدد ملی آپ کے اس جوش مذہبی و خدمت قومی کی اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے۔ وآخر الدعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

فقیر ابوسعید سید محمود تشریف اللّٰہی معتمد مجلس علمائے مہدویہ ہند قطبی گوڑہ حیدرآباد آندھراپردیش

المرقوم ۱۴ر رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ مطابق ۴ر اپریل ۱۹۵۸ء

www.khalifatullahmehdi.info

از کلک گہر جناب قمر الشعراء سید ابراہیم صاحب قمرؔ حیدرآبادی

تضمین بر اشعار آبدار علاّمہ مندوزی صاحب المتخلص بہ ہوشؔ زاد لطفہٗ

نصرت دیں فخر ملت افتخار روز گار   فیض کی بہتی ہیں نہریں جسکی ابتک بے شمار
علم کی دنیا میں جس کا آج تک بھی ہے وقار   لے سرد گوئی کہ رفت از علام ناپائیدار
آنکہ چوں کحل الجواہر میگذار ویاد گار

سہل اور آساں نہ تھا لکھنا کچھ اس ہدیہ کا رد   مشکلیں لاکھوں ہی حائل درمیاں تھیں مثل سد
کردیا تصنیف لیکن آپ نے باجد و کد   چیست آں کحل الجواہر سرمہ چشم خرد
از تصانیف گزین نصر عالی تبار

ہست بر قرطاس لقطش مثل رہ پو یاں خلد   نبگردایں جابیاید از جہاں جو یان خلد
من ہماں گویم کہ میگویند مہ رویان خلد   دربیاض اوبیاض چشم گلرویان خلد
درمداردِ او سوادِ عینِ خوبانِ تتار

دیکھنے والے کے دل میں اپنا کرلیتی ہے گھر   اس کے ہر ہر لفظ میں ہیں لاکھ جوہر جلوہ گر
عالمانِ دہر حیراں ہیں دلایل دیکھکر   نظارے گردرسطور پاکش انداز و نظر
لشکر تائید حق بیند قطار اندرقطار

سچ تو یہ ہے دے جواب اسکا یہ طاقت تھی کسے   اعتراض اسکے عجب کچھ بے تکے بیڈھب سے تھے
کردیا پیدا و لیکن حق نے اپنے فضل سے   ہمچو تصنیفش نیامد در جہاں از صد یکے
چون مصنف یک نیامد فاضلے از صد ہزار

بعد ہدیہ چھہ برس تک حق نے دی جب اسکو ڈھیل   شاد تھا اپنی جگہ ہم کو سمجھکر بے دلیل
یہ نہ جانا تھا کہ اس کے رد کی یوں ہوگی سبیل   درسلاست بیعدیل و در فصاحت بے مثیل
از مقاصد مایہ دار و از فواید نکتہ بار

حضرت سمشی نے لکھا ہے جو اس پر حاشیہ   پڑھگئی ہے جس سے اس تیغ فصاحت کی جِلا
اسکی نسبت ہوشؔ صاحب نے قمرؔ سے یوں کہا   خوب شد کردش محشیٰ فاضلِ علامِ ما
تاکہ از انوار او تابندہ شد آئینہ وار

میں نے حضرت قمر الشعراء کی تضمین دیکھی ماشاء اللہ بڑی اچھی تضمین ہے اشعار کو اپنا لئے ہیں

المرقوم ۷رفبروی ۱۹۵۸ء

محمد سعاد اللہ خاں

مولوی کامل و متکلم سابق پرنسپل دار العلوم کالج

تاریخی تخمیس

چاپ شد کحل الجواہر یا برآمد آفتاب   شپرہ چشماں از و گشتند اندر پیچ و تاب
آرزو اندر دلِ مخلص چو بوے در گلاب   حاسداں راشد جگر از دیدنش مثلِ کباب
کورِ مادر زاد را سرمہ نمی آید بکار

آج سے سو سال پہلے کی زبان میں تھی کتاب   تھی ضرورت اس زمانے کی زباں میں ہو جواب
زاں سبب تدوین کردہ جانشین او شہاب   یعنے آمد آفتابی درمکانِ آفتاب
سایہ اش برقوم بادا تا قیامت بر قرار

اہل علم و فضل کتنے ایک ہیں اور متقی   دل میں اپنے رکھتے ہیں اسکی اشاعت کی خوشی
بارک اللہ قدر دان ہیں اسکے سارے مہدوی   سال میگویم قمر من نیز باصد خرمی
چاپ شد کحل الجواہر کانِ جوہر زرنگار

قطعہ توصیفی کحل الجواہر از حضرت منورؒ

اللہ نے اعلام کیا مہدیؑ کی حجت   اعجاز ہے تصنیف میاں سید نصرت
آنکھوں پہ اسے رکھتے ہیں ارباب بصائیر   نام اس کا سزاوار ہوا کحل الجواہر

ہدیہ تشکر

منجانب مجلس علمائے مہدویہ ہند

بخدمت علامتہ العصر مولنا شید شہاب الدین صاحب صدر مجلس علمائے مہدویہ ہند

صدر محترم مدظلہم لایق صد شکریہ ہیں کہ آپ نے کتاب لاجواب ''کحل الجواہر'' جلد دوم کی طباعت واشاعت کے لئے فراہمی سرمایہ کا اہم کام اپنے ذمہ لیا اور طباعت واشاعت کتاب کی اجازت مجلس کو دی۔اسی بنا پر مجلس کی جانب سے اشاعت عمل میں لائی گئی۔ اوراس کی اشاعت سے جمع ہونے والے سرمایہ کو مجلس علماء کا سرمایہ قرار دیا تا کہ مجلس علماء دوسرے قومی علمائے پیشین وحال کی مفید تالیفات وتصنیفات کی نشرواشاعت کی اہم خدمات انجام دے سکے۔

حضرت مولولفِ کحل الجواہر **تغمدہ اللّٰہ بغفرانہ** کے اس علمی فیضانِ جاریہ کے ساتھ ساتھ صدرِ محترم کا یہہ گرانقدر اور فقید المثال ایثار بھی فیض جاریہ اور باقیات الصالحات میں شامل رہے گا۔ **اللّٰھم زِدْفَزِد۔**

صدر محترم کی خدمت میں مجلس علمائے مہدویہ ہند کی جانب سے ہدیۂ تبریک وتشکر پیش کیا جاتا ہے کہ جو خدمت مجلس علماء کے تفویض کی گئی تھی وہ بفضل خدائے لایزال پوری ہوی۔یعنے کحل الجواہر جلد دوم طبع ہوکر قوم کے ہاتھوں تک پہنچنے کا مقدس فریضہ انجام پایا۔

قوم واقف ہے کہ استاذ العلماء علامہ سید نصرت **تغمدہ اللّٰہ بغفرانہ** کی حیات؟؟؟ میں کحل الجواہر کی طباعت واشاعت کی مسلسل کوشش ہونے کے باوجود جب اس میں کامیابی نہو سکی تو آپ نے جہاد بالقلم کی اس جلیل القدر امانت کو اپنے منتخب وممتاز فرزند اور وحید العصر جانشین مولنا سید شہاب الدین صاحب صدر مجلس علمائے مہدویہ ہند کے تفویض فرمادیا تھا۔

صدر محترم نے اس مقدس امانت کی حفاظت، اس کی تہذیب، حوالجات کتب اور مفید حواشی وغیرہ ضروریات کی تکمیل میں اپنے اوقات عزیز کا بڑا حصہ صرف فرمایا۔اور ہر ممکن موقع اور ذریعہ سے اس کی طباعت واشاعت میں ساعی رہے۔اللہ جلّ شانہ، کا شکر ہے کہ اس کے فضل وکرم سے یہہ دیرینہ تمنّا پوری ہوی۔ اور ''کحل الجواہر جلد اول'' ۱۳۶۸ھ میں آپ ہی کی نگرانی میں شائع ہوئی اور اب اسی کی ''جلد دوم'' بھی آپ ہی کی نگرانی میں شائع ہورہی ہے خدائے برتر سے دعا ہے کہ ''کحل الجواہر'' کی جلد سوم کی طباعت کو بھی وہ پایۂ تکمیل کو پہنچاے۔اور قوم کی اس وحید العصر ہستی صدر محترم کو صحت وتوانائی عطا فرمائے اور آپ کا سایۂ فیض آیہ مجلس اور قوم پر عرصۂ دراز تک قائم رکھے۔آمین ثم آمین۔

المرقوم ۱۷؍شوال المکرّم ۱۳۷۷ھ م ۷؍مئی ۱۹۵۸ء روز چہارشنبہ

فقیر ابوسعید سید محمود تشریف اللّٰہی

معتمد مجلس علمائے مہدویہ ہند

www.khalifatullahmehdi.info

فہرست مضامین کحل الجواہر

جلد دوم

سلسلہ نمبر	مضمون	صفحہ
۱	دلائل وعلامات کی تمہیدی بحث	۲۵
۲	کسی مسئلہ کے تصفیہ کیلیئے اسی مسئلہ کے مماثل فریقین کا متفقہ کوئی مسئلہ بنائے فیصلہ ہوسکتا ہے	۲۵
۳	امام مہدیؑ کے متعلقہ اخبار مغیب توریت وانجیل میں ذکر کردہ بشارات متعلقہ نبی آخر الزماں سے ٹھیک مماثل ہیں	۲۶
۴	اسلامی اصول اور خصوصاً اہل سنت کے مسلمہ اصول کی بنا پر علامات کا ماخذ صحیح وقوی ہونا چاہیئے	۲۷
۵	علامات کے متعلق ملا علی متقی کی یہ غلطی کہ بلالحاظ ضعیف وقوی وصحیح وسقیم، تمام علامات کا پایا جانا ضروری کہا ہے	۲۷
۶	تمام مذاہب کے پیرو اپنے مذاہب کی بنا انہی احادیث پر رکھتے ہیں جو ان کے پاس صحیح سمجھے جاتے ہیں	۲۷۔۲۸
۷	اخبار صحیحہ سے حجت لینا اور غیر صحیحہ سے نہ لینا قدیم اور سب کا مسلمہ دستور ہے	۲۹
۸	علمائے متکلمین نے رسول اللہ صلعم کے دعویٰ نبوت اور اخلاق کو اثبات نبوت کی قوی دلیل قرار دیا ہے اور انبیائے سابقین کی بشارات سے زیادہ حجت نہیں لی ہے	۲۹
۹	کثرت ظنون مفید یقین ہونے کی بحث	۲۹
۱۰	امام مہدی علیہ السلام کے فاطمہ النسب ہونے کی نسب شعب الایمان کے قول سے بحث	۳۱
۱۱	مہدی علیہ السلام کے فاطمہ النسب ہونے کی بحث	۳۲
۱۲	رسول اللہؐ کے سلسلۂ نسب میں اختلاف روایات	۳۳
۱۳	رسول اللہ صلعم اولاد اسماعیل سے ہونے کا معاندین اسلام کو انکار ہے (حاشیہ)	۳۵
۱۴	مورخین انساب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلعم ضرور اولاد ابراہیمؑ سے ہیں خواہ شجرۂ نسب میں نام زیادہ ہوں یا کم	۳۶
۱۵	امیر نعمت اللہ امام موسیٰ کاظمؑ کے بیٹے یا پوتے ہونے کی تحقیق	۳۶
۱۶	عرب میں پوتے کو دادا کا بیٹا کہنے کی مثالیں	۳۷
۱۷	تحقیق نسب کے متعلق حضرت عالم میاں صاحب کا مولف ہدیہ کو انتباہ	۳۷

﴿۱۸﴾	ثبوت نسب کیلئے عام شہرت وتواتر کافی ہے	۳۸
﴿۱۹﴾	امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات کا سنہ اور اس سے مستخرجہ حساب غلط ہے	۳۸
﴿۲۰﴾	مولف ہدیہ نے امام موسیٰ کاظمؑ سے امامنا علیہ السلام تک جو بارہ بطن بتائے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں بلکہ چودہ بطن ہوتے ہیں	۳۹
﴿۲۱﴾	عمروں کی جدول جس سے کوئی پشت ستّر سے متجاوز نہیں ہوتی	۴۱
﴿۲۲﴾	بڑی عمر میں اولاد ہونے کی چند مثالیں	۴۲
﴿۲۳﴾	مولف ہدیہ کا غلط تخمینہ رسول اللہ صلعم کے سلسلہ اجداد پر بھی وارد ہوتا ہے	۴۳
﴿۲۴﴾	آدم علیہ السلام تک سلسلہ نسب پر مولف ہدیہ کا غلط تخمینہ اور زیادہ قابل تعجب ہے	۴۴
﴿۲۵﴾	خلیفہ دوم بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے نسب پر حملہ اور اس کی تردید	۴۵
﴿۲۶﴾	حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے خلفاء راشدین حضرت رسول اللہ صلعم کے ہم جد ہیں	۴۶
﴿۲۷﴾	عام الفیل کی تحقیق (حاشیہ)	۴۶
﴿۲۸﴾	امیر نعمت اللہ امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد ہونے کی تحقیق	۴۸
﴿۲۹﴾	مورخین انساب کے بیانات میں اختلافات اور وہ موجب قطع ویقین نہیں ہیں	۴۹
﴿۳۰﴾	حدیث کذب النسابون سے بھی مورخ انساب کا قول موجب قطع ویقین نہیں ثابت ہوتا	۵۰
﴿۳۱﴾	تاریخ کا اصل ماخذ شہرت وتسامع ہے	۵۰
﴿۳۲﴾	دنیا میں ظہور پذیر شدہ تمام واقعات تاریخ عالم میں اور تمام سلسلہ ہائے نسب تاریخ انساب میں درج نہیں ہوے ہیں	۵۱
﴿۳۳﴾	پیغمبر اسلام کے ابراہیمی النسب ہونے کی معتبر شہادت شہرت وتواتر ہے	۵۲
﴿۳۴﴾	شجرات سے امامنا علیہ السلام کے کاظمی النسب ہونے کا ثبوت	۵۲
﴿۳۵﴾	کتب انساب سے امامنا علیہ السلام کے سلسلہ نسب کی تحقیق	۵۳
﴿۳۶﴾	مولف ہدیہ کا صرف کتاب عمدۃ الطالب پر مدار رکھنا اصولاً غلط ہے	۵۵
﴿۳۷﴾	مولف عمدۃ الطالب کا شیخ عبدالقادرؒ کے نسب پر حملہ	۵۵
﴿۳۸﴾	مولف ہدیہ کی بیجا تعلّی کی تردید	۵۹
﴿۳۹﴾	نبیرہ کو دادا کا ابن اور دادا کو کئے درجہ کے نبیروں کا اب کہنے کی مثالیں (حاشیہ)	۶۱

﴿۴۰﴾	مطلع الولایت کی روایت کی جو توجیہ ہے و پنج فضائل کی بھی ہے	۶۲
﴿۴۱﴾	مولف ہدیہ کا مہدویت و فاطمیت میں دورمحال سمجھنا غلط ہے	۶۳
﴿۴۲﴾	کسی خبر مغیب میں خود مخبر عنہ کی شہادت معتبر ہونے کی بحث	۶۴
﴿۴۳﴾	امام مہدی علیہ السلام کے والد کے نام کی نسبت۔مولف ہدیہ کے سات اعتراضات اوران کی تحقیق	۶۶
﴿۴۴﴾	امامنا علیہ السلام کے والد کا نام سید عبداللہ اور سید خاں عرف ولقب ہے	۶۸
﴿۴۵﴾	کسی کا خطاب زیادہ مشہور ہو جانے سے اصل نام کی نفی لازم نہیں آتی	۶۹
﴿۴۶﴾	امامنا علیہ السلام کے اولاد کا اصل نام سید عبداللہ ہونے کے قومی اور غیر قومی تاریخوں کے چند حوالے	۶۹
﴿۴۷﴾	میاں عبدالملکؒ و میاں عبدالغفورؒ اپنی کسی ایک کتاب میں حدیث یو اطی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی ذکر نہ کرنے سے لازم نہیں آتا کہ امامنا علیہ السلام کے والد کا نام سید عبداللہ نہ ہو	۷۰
﴿۴۸﴾	ملاعلی متقی امام علیہ السلام کی سیادت کے معترف ہیں	۷۱
﴿۴۹﴾	امام علیہ السلام کے والد اور والدہ کا نام بدل دینا غلط اور محض افترا ہے	۷۲
﴿۵۰﴾	امام علیہ السلام نے اپنے والد کا نام سید عبداللہ بیان فرمایا ہے	۷۲
﴿۵۱﴾	امام علیہ السلام کے اس فرمان کی تحقیق کہ اللہ تعالیٰ سید خاں کے بیٹے کو مہدیؑ بنانے پر کیا قادر نہیں ہے	۷۳
﴿۵۲﴾	لفظ عبداللہ کی معنوی تحقیق اور مولف ہدیہ کی لفظ نام اضافہ کردینے کی تحریف	۷۵
﴿۵۳﴾	سایل کے سوال کو دوسرے معنی پر محمول کرنا جائز ہے (حاشیہ)	۷۶
﴿۵۴﴾	ایک اعتبار سے کسی امر کی نفی اور دوسرے اعتبار سے اسی کا اثبات جائز ہونے کی بحث	۷۷
﴿۵۵﴾	عبداللہ کی نسبت علامہ شمسیؒ کی معنوی تحقیق (حاشیہ)	۷۸
﴿۵۶﴾	خاتم الانبیاء واولیاء اسمائے صفات کے مظہر اور خاتمینؑ اسم ذات اللہ کے مظہر ہونے کی تحقیق	۷۸
﴿۵۷﴾	رسول اللہ صلعم کے والدین کے ایمان کی بحث	۸۰
﴿۵۸﴾	امام اعظمؒ اور دوسرے مشاہیر علمائے اہلِ سنت ایمان والدینِ رسول اللہ صلعم کے قایل نہیں ہیں	۸۲
﴿۵۹﴾	زمین کو قسط وعدل سے بھر دینے کی بحث	۸۶
﴿۶۰﴾	زبان عرب میں الف لام کئی معنی کا فائدہ دیتا ہے مثلاً عوض مضاف۔معہود ذہنی یا خارجی۔جنس اور استغراق	۸۷
﴿۶۱﴾	تمام روئے زمین پر قسط وعدل اس طرح پھیل جانا کہ کوئی حصہ اس سے خالی نہ رہے عقل ونقل کے خلاف ہے	۸۹

﴿۶۲﴾	تمام روئے زمین پر عدل وانصاف کا پھیل جانا اور ملت واحدہ کا ظہور رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں نہیں ہوا تو مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں کیسے ہوگا	۸۹
﴿۶۳﴾	احادیث میں امام مہدی علیہ السلام کی مدت دعوت پانچ سال سے نو سال تک بتائی گئی ہے اس قلیل مدت میں تمام روئے زمین پر عدل وانصاف پھیل جانا ممکن نہیں	۹۰
﴿۶۴﴾	ملت واحدہ ہونا کتاب اللہ کی تصریحات کے منافی ہے	۹۰
﴿۶۵﴾	ملت واحدہ ہونا سنت صحیحہ کے بھی مخالف ہے	۹۳
﴿۶۶﴾	اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ اور تمام روئے زمین ظلم وجور سے پاک ہوجانا دونوں مسئلے باہم منطبق نہیں ہوسکتے	۹۴
﴿۶۷﴾	الف و لام کو استغراقی ماننے سے یہ سب عقلی ونقلی معارضات لاحق ہوتے ہیں	۹۵
﴿۶۸﴾	آیات واحادیث اور محاورات کی مثالیں جن میں ''الارض'' سے بعض حصہ زمین ہی مراد ہے	۹۵
﴿۶۹﴾	آیات واحادیث میں املا کے معنی تمام روئے زمین کو بھردینے کے نہیں ہیں	۹۷
﴿۷۰﴾	محاورۂ عرب کی چند مثالیں جن میں املاء الارض سے تمام روئے زمین مراد نہیں ہے	۹۸
﴿۷۱﴾	املا، قسط وعدل سے خلفاء اللہ کی تعلیمات کی اشاعت بھی مقصود ہوسکتی ہے۔ اس سے کفر کو بالفعل محو کردینا مقصد نہیں ہے	۹۹
﴿۷۲﴾	الرایات السود کی تحقیق کہ وہ شرط مہدیت ہیں کہ نہیں	۱۰۱
﴿۷۳﴾	حدیث میں فوج وسپاہ کا ذکر نہیں ہے	۱۰۲
﴿۷۴﴾	الرایات السود اور فوج وسپاہ لازم وملزوم نہیں ہیں اور فوج ونشان کا وجود بھی علامات مخصصہ مہدیت سے ہرگز نہیں	۱۰۲
﴿۷۵﴾	فوج کا لزوم فرض کیا جائے تو اس کے صادق آنے کے اسباب بھی منجانب اللہ کئی طرح کی موجود تھے	۱۰۲
﴿۷۶﴾	امام مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں امیر وسلطان نہیں تاکہ لوگوں کی اطاعت دنیا کیلئے نہ ہو	۱۰۳
﴿۷۷﴾	حدیث ثوبان اور خود مولف ہدیہ کے اعتراف سے اماماً کے ساتھ کالے نشان نہ ہونے کا اعتراض سراسر بے اصل ہے	۱۰۴
﴿۷۸﴾	من قبل خراسان کا معنی فی خراسان ہے	۱۰۶
﴿۷۹﴾	مولوی سید عیسیٰ صاحب کی چند غلطیاں مولف ہدیہ کی نظر میں	۱۰۸
﴿۸۰﴾	الرایات السود کی ترکیب توصیفی وترکیب اضافی کی تحقیق	۱۱۰

www.khalifatullahmehdi.info

۸۱	سود کا معنی لغوی سیادت لینے کی تحقیق کنز سے خلافت مراد ہونے کی بحث	۱۱۱
۸۲	بعض علمائے اہل سنت کی تاویلات باردہ حدیث ثوبان میں	۱۱۴
۸۳	مہدی علیہ السلام پر لفظ شاب صادق نہ آنے کا اعتراض اور اس کا جواب	۱۱۷
۸۴	سراج الابصار میں مندرجہ تینوں حدیثوں کی نوعیت کا بیان	۱۱۷
۸۵	کوئی خلیفۃ اللہ کم عمر مبعوث نہیں ہوا ہے	۱۱۸
۸۶	سن کے اعتبار سے بھی وقت دعوت امام علیہ السلام شاب کے مصداق ہونے کی تحقیق	۱۱۸
۸۷	پیدائش وطفولیت کے خوارق عادات اور دعویٰ ارہاصات کی نوعیت کے ہیں لغت ومحاورۂ عرب کے لحاظ سے لفظ شاب کی تحقیق کہ حسین وجمیل وقوی پر بھی شاب کا اطلاق صحیح ہے	۱۱۹
۸۸	حضرت رسول اللہ صلعم اور حضرت عمرؓ پر شاب کا اطلاق جن کی عمر ترسٹھ سال ہے	۱۲۱
۸۹	حدث کا معنی مرد خوش سخن وبسیار سخن ہے اور حضرت اس کے مصداق ہیں	۱۲۲
۹۰	امام مہدی علیہ السلام اور مجدد میں امور مابہ الامتیاز	۱۲۳
۹۱	امام مہدی علیہ السلام کی ذات خلیفۃ اللہ اور معصون عن الخطا اور ملہم من اللہ اور اس جہت سے مجتہدین سے اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہے اور مجدد کی یہ شان نہیں	۱۲۴
۹۲	محققین صوفیا کے نزدیک امام مہدی علیہ السلام خاتم دین (خاتم ولایت محمدیہ اور خاتم الاولیاءؑ) ہیں مجدد کی یہ شان نہیں ہے	۱۲۴
۹۳	امام علیہ السلام کا وجود اشراط قیامت اور ضروریات دین سے ہے لیکن مجدد کی یہ شان نہیں ہے	۱۲۴
۹۴	امام مہدی علیہ السلام پر ایمان لانا ضروری اور انکار کفر ہے۔لیکن مجدد کے انکار پر کوئی حکم عاید نہیں ہوتا	۱۲۴
۹۵	مجدد کے لئے مجددیت کا دعویٰ کرنا شرط نہیں ہے دوسرے لوگ اپنی رائے سے مجدد قرار دے سکتے ہیں	۱۲۴
۹۶	مجدد ایک ہی مقام اور ایک ہی وقت میں بھی متعدد ہو سکتے ہیں	۱۲۵
۹۷	منصب مہدیت کا مفہوم متعدد اور کسبی نہیں بلکہ نبوت کی طرح وہبی ہے	۱۲۵
۹۸	جناب مولف صاحب سراج الابصار نے بعض شارحین حدیث کے اقوال سنداً پیش کئے ہیں حدیث سے ستدلال نہیں کیا ہے	۱۲۵
۹۹	ایسے اقوال بنائے مذہب یا مذہب کے مدار وموقوف علیہ نہیں بلکہ مویدات کی حیثیت رکھتے ہیں	۱۲۶

﴿۱۰۰﴾	مولف ہدیہ نے محمد حنیفہ حضرت جعفر۔ابوقبیل سیوطی اور حضرت گیسودرازؒ وغیرہ کے اقوال کو غلط قرار دیا ہے جنھوں نے ظہور علامات قیامت کا زمانہ بتایا تھا	۱۲۶
﴿۱۰۱﴾	مولف ہدیہ کا ریل گاڑی کو دجال کا گدھا قرار دینا صحیح نہیں ہے(حاشیہ)	۱۲۷
﴿۱۰۲﴾	مجددین کی فہرست یا تفصیلات دوسرے علمائے اسلام کا نقل کلام ہیں علمائے مہدویہ کا ذاتی قول نہیں	۱۲۸
﴿۱۰۳﴾	دسویں صدی میں امام مہدی علیہ السلام کے ظہور ہونے کے اقوال کئی علمائے اسلام سے منقول ہیں۔	۱۲۹
﴿۱۰۴﴾	قیامت کی اشراط صغری واشراط کبری کی تحقیق (حاشیہ)	۱۲۹
﴿۱۰۵﴾	حدیث کیف تھلک امۃ الحدیث سے بھی امام مہدی علیہ السلام کا ظہور قیامت سے بہت پہلے ثابت ہوتا ہے	۱۳۰
﴿۱۰۶﴾	بعض اشعار یا الفاظ یا جملوں سے بحساب جمل سن وسال کے استخراج کی بحث کہ یہ بھی تخمین وقیاس ہے قطعی حجت نہیں	۱۳۱
﴿۱۰۷﴾	ظہور قیامت وعلامات قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے	۱۳۱
﴿۱۰۸﴾	اخبار مغیب کے ظہور کی تاریخ وسن نہیں بتایا جاتا	۱۳۱
﴿۱۰۹﴾	مولف صاحب شواہد الولایت نے امام علیہ السلام کے چند اسمائے صفات لکھے ہیں جن سے ان کے اصطلاحی معنی مقصود نہیں ہیں	۱۳۲
﴿۱۱۰﴾	ہر صدی پر ایک مہدی ہونا کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے	۱۳۲
﴿۱۱۱﴾	مولف صاحب شواہد الولایت کسی اور کتاب کے ناقل ہیں ان پر وضع حدیث کا طعن صحیح نہیں	۱۳۲
﴿۱۱۲﴾	مدعیان نبوت کی طرح مدعیان مہدیت کا علم کتب تاریخ وتذکرہ سے حاصل ہوسکتا ہے	۱۳۳
﴿۱۱۳﴾	راس صدی کی تحقیق کہ اس سے ابتدائے صدی مراد ہے یا آخری صدی	۱۳۴
﴿۱۱۴﴾	شارحین حدیث نے بھی راس صدی سے مراد ابتدائے صدی بیان کی ہے	۱۳۶
﴿۱۱۵﴾	رسول اللہ صلعم یا خلفائے راشدین پر مجدد کا اطلاق درست نہیں	۱۳۶
﴿۱۱۶﴾	مہدوی اپنے امام برحق کو نبی نہیں کہتے	۱۳۶
﴿۱۱۷﴾	امام مہدیؑ کا مدینہ طیبہ سے خروج کرنا غیر صحیح ہے	۱۳۷
﴿۱۱۸﴾	غیر ثقہ راویوں کی تفصیل یا زیادتی قابل قبول نہیں	۱۳۷
﴿۱۱۹﴾	مدینہ سے نکلنے کی حدیث مہدی علیہ السلام سے متعلق نہیں ہے	۱۳۸
﴿۱۲۰﴾	اصل حدیث میں ”یخرج رجل“ کے الفاظ ہیں مہدی کا نام نہیں ہے	۱۳۹

۱۲۱	اس حدیث میں ابن زبیر کے خروج کی پیشین گوئی ہے	۱۳۹
۱۲۲	بلحاظ لغت ومحاورہ لفظ ''مدینۃ'' کی تحقیق	۱۴۰
۱۲۳	آیات قرآنی میں لفظ مدینہ کا اطلاق دوسرے شہروں پر ہونے کی مثالیں	۱۴۱
۱۲۴	امام مہدیؑ کا قتل کے خوف سے بیعت لینا صحیح نہیں	۱۴۳
۱۲۵	دومرید کی بیعت ناکافی ہونے کا اعتراض اوراس کا جواب	۱۴۴
۱۲۶	اصحاب بدر کی تعداد کے موافق مہدیؑ سے لوگوں کی بیعت کرنے کی تحقیق	۱۴۴
۱۲۷	بعض الفاظ یا جملوں سے تاریخ نکالنے کی بحث	۱۴۵
۱۲۸	مقام ومنبر بیان کرنے میں صاحب پنج فضائل کی غلطی کی بحث	۱۴۶
۱۲۹	امام علیہ السلام کے مکہ میں دعویٰ مہدیت کرنے پر مولف کا اظہار شبہ	۱۴۶
۱۳۰	مریدین کی گواہی قابل قبول ہونے کی بحث	۱۴۷
۱۳۱	اس قسم کی گواہی اپنے ایمان وایقان کی شہادت ہوتی ہے	۱۴۸
۱۳۲	مہدیؑ کے بعد قحطانی کے ظہور کی تحقیق	۱۴۹
۱۳۳	مبہم الفاظ اور عام اوصاف کا مصداق کسی خاص شخص کو قرار دینا جائز ہے	۱۵۱
۱۳۴	حدیث ارطاۃ میں قحطانی اور اہل بیت کے ایک شخص کے تقدم وتاخر کی بحث	۱۵۲
۱۳۵	قحطانی امت محمدیہ کا آخری امیر ہے	۱۵۴
۱۳۶	اہل بیت کے ایک شخص سے مراد بندگی میاں سید خوندمیرؓ ہو سکتے ہیں	۱۵۵
۱۳۷	حدیث ارطاۃ کی رو سے اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ کا دعویٰ باطل ہوجاتا ہے	۱۵۵
۱۳۸	قیصر روم پر حملہ کرنا امام مہدی علیہ السلام یا مہدویہ سے متعلق نہیں ہے	۱۵۶
۱۳۹	دلیل ہشتم مکتوب ملتانی میں تحریفات اور جوابات	۱۵۷
۱۴۰	مکتوب ملتانی کا سبب تالیف (حاشیہ)	۱۵۷
۱۴۱	تحریفات کی تحقیق اور فتوحات کے متعدد نسخوں میں اختلاف	۱۵۸
۱۴۲	خود مولف ہدیہ کی نقل عبارت میں غلطیاں یا تحریفات	۱۵۸
۱۴۳	اقتباس۔ تلخیص۔ تضمین کو تحریف نہیں کہا جاتا	۱۵۹
۱۴۴	تضمین وتلخیص واقتباس تحریف کہا جائے تو صاحب فتوحات پر تحریف احادیث کا الزام عائد ہوجائے گا	۱۶۱

﴿۱۴۵﴾	تحریف اول۔حدیث۔لو لم یبق من الدنیا الایوم واحد مین رکن ومقام کے بیعت کا ذکر نہ ہونا تحریف نہیں ہے	۱۶۲
﴿۱۴۶﴾	ایک مقام پر کسی واقعہ کا ذکر نہ کرنے سے اس واقعہ کا بے اصل ہونا لازم نہیں آتا جبکہ دوسرے مقام پر اس کا ذکر ہوا ہو	۱۶۲
﴿۱۴۷﴾	آیات قرآنی سے اس کی مثالیں (حاشیہ)	۱۶۳
﴿۱۴۸﴾	تحریف دوم۔امام علیہ السلام کے ہم خلق رسول اللہؐ ہونے کی تحقیق	۱۶۳
﴿۱۴۹﴾	تحریف سوم کا جواب کہ اسعد الناس بہ اہل الکوفہ نہ لکھنا تحریف نہیں	۱۶۵
﴿۱۵۰﴾	تحریف چہارم کا اعتراض بھی غلط ہے	۱۶۶
﴿۱۵۱﴾	مال سے مراد مال دینا لینا خلفاء اللہ کے مناسب نہیں	۱۶۶
﴿۱۵۲﴾	داد و دہش اور صف کرم کیلئے مالک ملک ومال ہونا ضروری نہیں	۱۶۷
﴿۱۵۳﴾	کرم عمیم کو اسراف کہنا صحیح نہیں	۱۶۷
﴿۱۵۴﴾	تحریف پنجم کا اعتراض بھی غلط ہے	۱۶۸
﴿۱۵۵﴾	خلفاء اللہ ابتدا ہی سے ذامایم اخلاق سے مبرا اوران کی برکت سے دوسرے لوگ محاسن اخلاق سے آراستہ ہوجائیں گے	۱۶۸
﴿۱۵۶﴾	امام مہدی علیہ السلام کا احادیث سے اخلاق محمدیؐ واخلاق الٰہی سے متخلق ہونا ثابت ہے	۱۷۰
﴿۱۵۷﴾	حدیث یصلحہ اللہ فی لیلۃ کے سیاق سے مولف ہدیہ کی توجیہ مطابق نہیں ہے	۱۷۱
﴿۱۵۸﴾	فتوحات کے قول سے نبی صلعم کی طرح امام مہدیؑ بھی ظہور آدمؑ سے قبل منصبِ ولایت پر فائز تھے	۱۷۱
﴿۱۵۹﴾	تحریک ششم کے اعتراض کی تردید کہ مہمان نوازی وغیرہ کرایم اخلاق کے لئے صاحب ثروت ہونا ضروری نہیں ہے	۱۷۲
﴿۱۶۰﴾	ابتدائے وحی کی حدیث میں جو صفات مذکور ہیں وہی مہدی علیہ السلام کے لئے بھی مذکور ہیں	۱۷۳
﴿۱۶۱﴾	کل وکلال کے معنی کی تحقیق کہ وہ اہل وعیال سے مخصوص نہیں بلکہ عام ہیں	۱۷۴
﴿۱۶۲﴾	تحریف ہفتم کا جواب کہ مدینہ رومیہ کی فتح کو امام مہدی علیہ السلام سے تعلق نہیں ہے	۱۷۵
﴿۱۶۳﴾	فتح مدینۂ رومیہ کی متعلقہ احادیث کی تحقیق لفظی ومعنوی	۱۷۶
﴿۱۶۴﴾	مقدسی کی رائے ضعیف ہونے کی نسبت علمائے اہل سنت کے اقوال	۱۷۸

www.khalifatullahmehdi.info

﴿۱۶۵﴾	مدینہ رومیہ کی فتح امام مہدیؑ کی علامات میں نہیں ہے	۱۷۸
﴿۱۶۶﴾	تحریف ہشتم کے تحت خود مولف ہدیہ کی تحریفات	۱۸۰
﴿۱۶۷﴾	بعض راویوں نے عیسیٰؑ سے متعلقہ حالات کو مہدی علیہ السلام کے حالات سے غلط ملط کردیا ہے	۱۸۱
﴿۱۶۸﴾	تحریف نہم یہ کہ فتوحات کی عبارت یرفع المذاہب میں من الارض کا لفظ نہیں ہے اگر ہو بھی تو اس سے روئے زمین مراد نہیں ہوسکتی	۱۸۱
﴿۱۶۹﴾	رفع مذاہب کے معنی کی تحقیق	۱۸۲
﴿۱۷۰﴾	تحریف دہم۔تحریف نہیں ہے اختلاف نسخ کی صورت ہوسکتی ہے	۱۸۳
﴿۱۷۱﴾	رغبۃ فیما الدیہ کی توجیہ مولف ہدیہ نے غلط کی ہے	۱۸۴
﴿۱۷۲﴾	تحریف یازدہم۔تلخیص واقتباس ہے تحریف نہیں	۱۸۵
﴿۱۷۳﴾	عبارت فتوحات سے اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ کو صحیح سمجھنا احادیث صحیحہ کے خلاف ہے	۱۸۶
﴿۱۷۴﴾	اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ کا صحیح ماخذ نہیں ہے	۱۸۶
﴿۱۷۵﴾	متقدمین کے مطلق الفاظ امیر وامام کے ساتھ متاخرین نے لفظ مہدی غلط طور پر اضافہ کردیا ہے(حاشیہ)	۱۸۷
﴿۱۷۶﴾	اہل سنت کے اصول پر مطلق کے بے سند تقلید سے مطلق کا ابطال لازم آتا ہے	۱۸۷
﴿۱۷۷﴾	جن روایتوں میں لفظ مہدی کا غلط طور پر اضافہ ہوا ہے وہ راویوں کے نظر کرتے بھی مخدوش ہیں متقدمین کی روایتیں مرجح ثابت ہوتی ہیں	۱۸۸
﴿۱۷۸﴾	نبی آخر الزماں کی بشارت مندرجہ توریت میں اسی قسم کے اضافہ کی مثال اور علمائے اہل اسلام کا اس سے انکار(حاشیہ)	۱۸۹
﴿۱۷۹﴾	متاخرین کے لفظ مہدی کے غلط اضافہ کو صحیح ماننے سے دوسری حدیثوں سے خلاف وتعارض لازم آنے کا بیان	۱۸۹
﴿۱۸۰﴾	وقت واحد میں دو خلیفوں سے بیعت کی ممانعت	۱۸۹
﴿۱۸۱﴾	کعب اور ارطاۃ وغیرہ کی روایت کردہ حدیثوں سے مسئلہ اجتماع کے تعارض کی تحقیق	۱۹۰
﴿۱۸۲﴾	حضرات ابن عباس۔ابن عمر۔علی کرم اللہ وجہہ امام جعفر صادق وغیرہ کی روایت کردہ حدیث کیف تھلک امۃ الخ سے تعارض	۱۹۳
﴿۱۸۳﴾	چند اقوال علما اہل سنت جن سے اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ غلط ثابت ہوتا ہے	۱۹۴

﴿۱۸۴﴾	مہدیؑ وعیسیٰؑ کی باہمی اقتدا کی نفی عدم اجتماع کو متلزم ہے	۱۹۵
﴿۱۸۵﴾	عدم اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ کی نسبت بعض علماء کے اقوال	۱۹۶
﴿۱۸۶﴾	اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ کے تسلیم کرنے سے کئی پیچیدہ مسائل پیدا ہوں گے	۱۹۶
﴿۱۸۷﴾	ایضاً حاشیہ	۱۹۸
﴿۱۸۸﴾	قیامت کی اشراط صغریٰ وکبریٰ کی تحقیق	۱۹۸
﴿۱۸۹﴾	رسول اللہ صلعم کی بعثت۔ معجزہ شق القمر اور امام مہدی علیہ السلام کا ظہور اشراط صغری میں ہے	۲۰۰
﴿۱۹۰﴾	اشراط کبریٰ کی تفصیل جن میں امام مہدی علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے	۲۰۰
﴿۱۹۱﴾	تحریف دوازدہم یعنی فتوحات کے اشعار میں تحریف معنوی کا اعتراض اور اسکا جواب صاحب فتوحات نے عنقاے مغرب میں مہدیؑ ہی کو خاتم الولی لکھا ہے	۲۰۱
﴿۱۹۲﴾	محققین صوفیا کی اصطلاح میں بھی خاتم الاولیاء خاص مہدیؑ کے لئے متعارف ہے	۲۰۲
﴿۱۹۳﴾	ایضاً (حاشیہ)	۲۰۳
﴿۱۹۴﴾	مولف ہدیہ نے برخلاف اس کے ختم الاولیاء سے عیسیٰ علیہ السلام اور امام العالمین سے مہدی علیہ السلام مراد لی ہے	۲۰۴
﴿۱۹۵﴾	مولف ہدیہ کا مولوی سید عیسیٰ صاحب کو توجیہ پر اعتراض اور اس کا جواب کہ صارم ہندی سے ہندی مراد لینا بعید از قیاس نہیں	۲۰۵
﴿۱۹۶﴾	مولف ہدیہ کا دو تحریفات کا اعادہ کرنا اور ان کی تردیدی تقریر کی تلخیص	۲۰۶
﴿۱۹۷﴾	تحریف دوم متعلق یشبہ فی الخلق بالضم کے تحقیق مباحث کی تلخیص	۲۰۸
﴿۱۹۸﴾	تحریف پنجم متعلق اخلاق کا اعادہ اور اس کی تردیدی تقریر کی تلخیص	۲۰۹
﴿۱۹۹﴾	منصب مہدیت وخلافت وہبی اور مہدیؑ آدم علیہ السلام کی خلقت سے پہلے ہی خاتم الاولیاء ہونے کا بیان	۲۱۱
﴿۲۰۰﴾	لقب صدیق ولایت پر مولف ہدیہ کا اعتراض اور اس کا جواب اور تحقیق	۲۱۲
﴿۲۰۱﴾	شیخ اکبر محی الدین ابن عربی لوح محفوظ پر دیکھ کر لکھنے کی تحقیق	۲۱۵
﴿۲۰۲﴾	مناقبت وفضایل کی روایتوں پر احکام مترتب نہیں ہوتے	۲۱۵
﴿۲۰۳﴾	حضرت مہدی علیہ السلام نے شیخ کی بعض اجتہادی غلطیاں بتائی ہیں	۲۱۷
﴿۲۰۴﴾	فرعون کی عدم نجات کی روایت قرآن کے مطابق ہے (حاشیہ)	۲۱۸

۲۰۵	شیخ اکبر کی ذات اہل سنت کے پاس معصوم نہیں ہے	۲۱۸
۲۰۶	شیخ اکبر اپنے معصوم ہونے کے مدعی نہیں ہیں	۲۱۸
۲۰۷	شیخ اکبر خود معترف ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بعض متعلقات مہدیؑ کی تحقیق نہیں کی ہے	۲۱۹
۲۰۸	شیخ اکبر کے تبحر علمی اور محققانہ ومجتہدانہ شان کا اعتراف	۲۱۹
۲۰۹	دلیل نہم۔اعجم اور عجمی اور عربیہ کی تحقیق اور اس بحث کا وزرائے مہدی سے متعلق ہونا نہ کہ ثبوت مہدیت سے	۲۲۰
۲۱۰	وزرائے مہدی یا صحابہ رسول اللہؐ کی مخصوصہ صفات ان میں مفقود ہونا فرض کر لی جائے تو اس سے رسول اللہؐ اور امام مہدی علیہ السلام کی صداقت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا	۲۲۱
۲۱۱	اعاجم کی تحقیق کہ اعجم کند زبان کو کہتے ہیں اس کے معنی عجمی نہیں ہیں	۲۲۲
۲۱۲	عربیہ سے قرآن مراد ہونے کی تحقیق	۲۲۲
۲۱۳	صاحب فتوحات نے اس سے مراد تلاوت کتاب اللہ ہی بیان کی ہے	۲۲۳
۲۱۴	بزرگان مہدویہ کے بیان حقایق ومعارف کی دوسرے مورخین کی شہادت	۲۲۴
۲۱۵	احض الوالا اور کسب حلال کی بحث	۲۲۵
۲۱۶	صاحب فتوحات نے صحابہ مہدیؑ کو صحابۂ رسول اللہؐ کے مشابہ ہونا بیان کیا ہے اور وہ ان اوصاف سے شرف صحابیت حاصل ہونے کے بعد ہی متصف ہوے ہیں	۲۲۶
۲۱۷	انبیاء علیہم السلام مرتبہ نبوت پر فائز ہونے کے بعد سے معصوم ہیں	۲۲۶
۲۱۸	نوکری کسب حلال کی ایک صورت ہے اور مولف ہدیہ کا اعتراف کہ کسب حلال انبیاء وغیرہ کا پیشہ ہے	۲۲۷
۲۱۹	تعین کے لعین ہونے کی تحقیق	۲۲۸
۲۲۰	انبیاء علیہم السلام قبل نبوت طلب معاش میں عوام کے جیسے تھے اور بعد نبوت متوکل اور تارک الدنیا ہوگئے (حاشیہ)	۲۲۸
۲۲۱	جو افعال بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ معصیت نہیں ہیں	۲۲۹
۲۲۲	جو واقعہ بندگی میاں شاہ نعمتؓ کی طرف نسبت کیا گیا۔اور اس سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے	۲۳۲
۲۲۳	دلیل دہم۔مکتوب ملتانی میں فتوحات کی ایک اور عبارت میں تحریف کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب	۲۳۳
۲۲۴	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اشعار امام مہدی علیہ السلام کی خبر مغیب سے متعلق	۲۳۴
۲۲۵	اشعار کی توضیح اور خبر مغیب کی واقعات تاریخی اور اخبار مرفوع سے مطابقت (حاشیہ)	۲۳۴

﴿۲۲۶﴾	یقتل عند کنز کم ثلثة الحدیث کی شرح اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اشعار سے مطابقت (حاشیہ)	۲۳۶
﴿۲۲۷﴾	دلیل یازدہم۔ ثم ان علینا بیانا کی بحث	۲۳۶
﴿۲۲۸﴾	ثم ان علینا بیانا کا مظہر ہونا امام مہدی علیہ السلام کے فضائل وکمالات سے تعلق رکھتا ہے براسہ دلائل ثبوت میں نہیں ہے۔	۲۳۷
﴿۲۲۹﴾	رسول اللہ صلعم نے خودکو دعائے ابراہیمؑ کا مظہر ومصداق فرمایا ہے جس پر ہر مسلمان ایمان رکھتا ہے۔	۲۳۸
﴿۲۳۰﴾	بیان کی تاخیر کے جواز اور حرف ''ثم'' کے مفید تراخی ہونے کی بحث۔	۲۳۹
﴿۲۳۱﴾	آیت ''ثم ان علینا بیانا'' مفید تراخی بعید ہے	۲۴۱
﴿۲۳۲﴾	خود آیت کا سیاق کلام تاخیر بیان پر دال ہے	۲۴۲
﴿۲۳۳﴾	معانی قرآن کی نامحدود وسعت وجامعیت	۲۴۳
﴿۲۳۴﴾	مولف ہدیہ کے اس شبہ کا جواب کہ اس تاخیر سے امت محمدیہ کو گمراہ کرنے کے سوا کیا مصلحت ہوئی۔	۲۴۷
﴿۲۳۵﴾	قرآن شریف ظاہر شریعت کے احکام اور باطنی حقایق ومعارف کے رموز دونوں کو حاوی ہے۔	۲۴۹
﴿۲۳۶﴾	محققین صوفیا کا متفقہ مسئلہ ہے کہ خاتم الاولیاء مہدی علیہ السلام کی ذات ولایت محمدیہ کی مظہر اتم ہے۔	۲۵۲
﴿۲۳۷﴾	''تعارف'' شرح عوارف کا قول کہ بعض آیات کے حقایق ومعانی صحابہؓ پر بھی منکشف نہیں ہوے۔ بعض مشایخ خصوصاً اصحاب مہدیؑ پر منکشف ہوں گے	۲۵۳
﴿۲۳۸﴾	ولایت محمدیہؐ کے مظہر اتم سے ''ثم علینا بیانه'' کا ظہور ہوگا اور عیسیٰؑ کے قول فارقلیط کا اشارہ بھی اسی طرف ہے	۲۵۴
﴿۲۳۹﴾	بیان قرآن امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام سے بطور اعجاز ظاہر ہوا ہے جس کی مثال پیش کرنے سے سب عاجز رہے ہیں	۲۵۵
﴿۲۴۰﴾	''آخرین منهم لمایلحقوابهم'' سے متبعین امام مہدی علیہ السلام مراد ہونا اصول اہل سنت اور اقوال مفسرین کے مخالف نہیں ہے	۲۵۶
﴿۲۴۱﴾	دلیل دوازدہم زمانہ بعثت مہدیؑ کی تحقیق۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عقد انامل والی حدیث	۲۶۰
﴿۲۴۲﴾	کمال نفسانی کی علامات اور متبعین امامنا علیہ السلام میں ان کا پایا جانا	۲۶۱
﴿۲۴۳﴾	متبعین امام علیہ السلام کی خصوصیات بیان کرنے میں مولف ہدیہ کی غلط بیانی	۲۶۲
﴿۲۴۴﴾	مہدویہ صحت اعتقاد وصحت عبادت میں کامل العیار ہیں	۲۶۴
﴿۲۴۵﴾	شیخ عبدالرزاق کاشیؒ کی ایک پیشین گوئی	۲۶۴

﴿۲۴۶﴾	مطابقت احادیث کی تحقیق	۲۶۶
﴿۲۴۷﴾	مطابقت احادیث کی روایت کا شان نزول	۲۶۷
﴿۲۴۸﴾	عقد انامل سے نوسو مراد ہونے کی تحقیق	۲۶۹
﴿۲۴۹﴾	لیل سیزدہم طالقان کی بحث	۲۷۱
﴿۲۵۰﴾	لفظ انصار کی معنوی واصطلاحی معنی کی تحقیق	۲۷۳
﴿۲۵۱﴾	دلیل چہاردہم۔ موارضۃ الروایات کی چند روایتیں	۲۷۴
﴿۲۵۲﴾	مولف ہدیہ کے بیان کردہ صدہا علامات میں وہی معتبر ہوں گے جو صحیح اور مشہور ہوں	۲۷۵
﴿۲۵۳﴾	معارضۃ الروایات کی مندرجہ پہلی روایت ولایت کی بحث وتحقیق	۲۷۵
﴿۲۵۴﴾	معارضۃ الروایات کی مندرجہ دوسری روایت اور نعمت ومال کی تحقیق	۲۷۸
﴿۲۵۵﴾	معارضۃ الرویات کی مندرجہ تیسری روایت میں مشرق اور سلطان کی تحقیق	۲۸۵
﴿۲۵۶﴾	معارضۃ الروایات کی مندرجہ چوتھی روایت خشک درخت سبز ہو جانے کی تحقیق	۲۸۷
﴿۲۵۷﴾	معارضۃ الروایات کی مندرجہ پانچویں روایت مال کی بخشش مساکین پر رحم سایل پر سختی کا بیان	۲۹۰
﴿۲۵۸﴾	معارضۃ الروایات کی مندرجہ چھٹی روایت خشوع ومراقبہ کی تحقیق	۲۹۱
﴿۲۵۹﴾	معارضہ الروایات کی مندرجہ ساتویں روایت امام مہدیؑ کے نام کی تحقیق	۲۹۱
﴿۲۶۰﴾	دلیل پانزدہم بقیہ آثار واحادیث سراج الابصار	۲۹۲
﴿۲۶۱﴾	سراج الابصار کی مندرجہ پہلی روایت ختم دین وکمال دین وغیرہ کی تحقیق	۲۹۴
﴿۲۶۲﴾	دین کا مفہوم اسلام۔ ایمان۔ احسان کو شامل ہے	۲۹۶
﴿۲۶۳﴾	کمال دین سے کثرت اہل دین مراد نہیں	۲۹۷
﴿۲۶۴﴾	فتنہ سے نجات پانے کی بحث وتحقیق	۲۹۹
﴿۲۶۵﴾	تالیف قلوب کی تحقیق وبحث	۳۰۱
﴿۲۶۶﴾	سراج الابصار کی دوسری روایت امام مہدی علیہ السلام کے بادشاہ ہونے کی تردید	۳۰۳
﴿۲۶۷﴾	سراج الابصار کی تیسری روایت مہدی علیہ السلام کا ذکر اسفار انبیاءؑ میں ہونے کی بحث	۳۰۷
﴿۲۶۸﴾	معاندین ومنکرین خلفاء اللہ کے لاطایل عذرات کی چند مثالیں (حاشیہ)	۳۰۹
﴿۲۶۹﴾	آیت فسوف یاتی اللہ الخ کی توضیح (حاشیہ)	۳۱۰

﴿۲۷۰﴾	قرآن میں مہدیؑ کا ذکر ہونے کی بحث	۳۱۰
﴿۲۷۱﴾	سراج الابصار کی چوتھی روایت سکینہ وقار عدم احتیاج وغیرہ کی تحقیق	۳۱۳
﴿۲۷۲﴾	قندھار اور سندھ کے واقعات کا خلاصہ	۳۱۷
﴿۲۷۳﴾	حلال وحرام کی معرفت مہدی علیہ السلام کا خاصہ ہے	۳۲۱
﴿۲۷۴﴾	اقتدار منکرین پر مولف ہدیہ کا اعتراض	۳۲۲
﴿۲۷۵﴾	سب لوگوں کو مہدی علیہ السلام کی احتیاج ہوگی اور آپؑ کو کسی کی احتیاج نہ ہوگی	۳۲۳
﴿۲۷۶﴾	حدیث ''الفقر فخری'' کی بحث	۳۲۵
﴿۲۷۷﴾	سراج الابصار کی پانچویں روایت میں قلوباً غلطاً وحصون الضلالۃ کی بحث	۳۲۹
﴿۲۷۸﴾	دنیا وآخرت کی لغوی ومعنوی بحث	۳۳۲
﴿۲۷۹﴾	آخری زمانہ میں مہدیؑ مثل رسول اللہؐ دین کو قایم کریں گے	۳۳۷
﴿۲۸۰﴾	اول زمان سے مراد زمانہ قبل ہجرت ہے	۳۳۸
﴿۲۸۱﴾	امام احمد بن حنبل کی روایت پر تبصرہ	۳۴۰
﴿۲۸۲﴾	امامنا علیہ السلام کے زمانہ سے قریب فتنہ وفسادات کا ظہور	۳۴۴
﴿۲۸۳﴾	حسن صباح کا فتنہ (حاشیہ)	۳۴۴
﴿۲۸۴﴾	ازالہ وہدم بدعات کی تحقیق	۳۴۷
﴿۲۸۵﴾	امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں ہدم بدعات اسی طرح ہوں گے جیسے رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ہوئے	۳۵۰
﴿۲۸۶﴾	امام مہدی علیہ السلام کو معصوم عن الخطا اور ملحق بالانبیاءؑ ہونے کی وجہ سے خدائے تعالیٰ سے بلا واسطہ علم حاصل ہے	۳۵۳
﴿۲۸۷﴾	ترک سنت جہاد کا اعتراض اور اس کا جواب	۳۵۴
﴿۲۸۸﴾	مذہب مہدویہ کے احکام کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے ماخوذ ہیں اس لئے بدعت نہیں ہیں	۳۵۷
﴿۲۸۹﴾	وفد ہرات کے حالات اور علماء کے سوال وجواب کی تحقیق	۳۵۸
﴿۲۹۰﴾	مطلع الولایت کے حوالہ سے مولفِ ہدیہ کی غلط بیانی کے چند نمونے	۳۵۹
﴿۲۹۱﴾	علمائے ہرات کے باہمی مباحثہ کے واقعات	۳۶۰
﴿۲۹۲﴾	عبداللہ بن سلام کے سوالات رسول اللہ صلعم سے	۳۶۱

﴿۲۹۳﴾	امامنا علیہ السلام کے فرہ میں مدت اقامت کی تحقیق	۳۶۲
﴿۲۹۴﴾	خراسان میں مہدویہ کی موجودگی	۳۶۴
﴿۲۹۵﴾	وفد علمائے ہرات کے سوالات پر اعتراضات کے جوابات	۳۶۷
﴿۲۹۶﴾	وفد علمائے ہرات کے سوالات کی اہمیت (حاشیہ)	۳۷۱
﴿۲۹۷﴾	قریش کے تین سوالات علامات نبوت سے متعلق اور ان کے جوابات	۳۷۲
﴿۲۹۸﴾	مولف ہدیہ کے اشکال چہارم کا جواب	۳۷۴
﴿۲۹۹﴾	خلیفۃ اللہ مجتہد کے مقلد ہونے کی بحث	۳۷۵
﴿۳۰۰﴾	تفاسیر عین بیان خدا و رسولؐ ہونے کی تردید	۳۷۷
﴿۳۰۱﴾	رویت اللہ کے محال یا ممکن ہونے کی تحقیق	۳۷۹
﴿۳۰۲﴾	کشفی و الہامی امور میں گواہی کی بحث و تحقیق	۳۸۰
﴿۳۰۳﴾	موسیٰ و خضر علیہ السلام کا واقعہ	۳۸۲
﴿۳۰۴﴾	رویت اللہ پر دلالت کرنے والی آیتوں کی معانی کی تحقیق	۳۸۴
﴿۳۰۵﴾	لقاء رب کے معنی کی تحقیق	۳۸۵
﴿۳۰۶﴾	آیت من کان فی ھذہ اعمی کی تحقیقی تفسیر	۳۸۷
﴿۳۰۷﴾	لقاء سے متعلق دوسری آیتوں کے معنی کی تحقیق	۳۸۸
﴿۳۰۸﴾	آیت رب ارنی انظر الیک کی تفسیری تحقیق	۳۸۹
﴿۳۰۹﴾	حرف لن تاکید نفی کے لئے آتا ہے نہ کہ تابید کے لئے	۳۹۱
﴿۳۱۰﴾	موسیٰ علیہ السلام کے رویت خدا کا سوال امکان پر دلالت کرتا ہے	۳۹۲
﴿۳۱۱﴾	رسول اللہ صلعم کو دیدار ہونے میں متکلمین اور محققین کا اختلاف	۳۹۴
﴿۳۱۲﴾	دیدار دنیوی کے اثبات و انکار کی تحقیق	۳۹۵
﴿۳۱۳﴾	متکلمین کے پاس دیدار خدا دنیا اور آخرت میں عقلاً جائز ہے اور سمعاً مختلف فیہ ہے	۳۹۶
﴿۳۱۴﴾	محققین کے پاس دیدار دنیوی حالت بیداری و چشم سر سے جائز ہے	۳۹۸
﴿۳۱۵﴾	بحث دیدار کے متعلق قابل غور دیگر مزید وجوہ	۳۹۸
﴿۳۱۶﴾	دیدار دنیوی کی نفی پر کتاب و سنت کی کوئی نص نہیں پائی جاتی	۳۹۸

www.khalifatullahmehdi.info

﴿۳۱۷﴾	دیدار آخروی پر دلالت کرنے والی نصوص دیدار دنیوی کو بھی حاوی ہیں	۳۹۹
﴿۳۱۸﴾	آخرت کا دیدار مخصوص بہ عطاء الٰہی ہے تو یہی تخصیص دنیا میں بھی ہو سکتی ہے	۳۹۹
﴿۳۱۹﴾	جواز رویت دنیوی کے قابل ہونے سے باری تعالیٰ کے لئے جہت زمان ومکان وغیرہ لازم نہیں آتے کیونکہ خدائے تعالیٰ بلا قیود ورائی ہے	۳۹۹
﴿۳۲۰﴾	ضرار بن عمر کوفی قول کہ رویت کے لئے خدائے تعالیٰ یوم قیامت حاسہ سادسہ پیدا کریگا	۴۰۰
﴿۳۲۱﴾	رویت رب بعد فنائے عبدیت حاصل ہوگی ہے	۴۰۰
﴿۳۲۲﴾	دیدار منامی ومشاہدہ قلبی کے متعلق چند اقوال	۴۰۳
﴿۳۲۳﴾	دنیا اور آخرت کی تعریف	۴۰۳
﴿۳۲۴﴾	’’موتوا قبل ان تموتوا‘‘ کا مقام جس کو حاصل ہو دنیا اس کے لئے آخرت کا حکم رکھتی ہے	۴۰۴
﴿۳۲۵﴾	دیدار کا مسئلہ ولایت کے متعلقات سے ہے لوازمات نبوت سے نہیں ہے	۴۰۶
﴿۳۲۶﴾	خاتم الاولیاء اکمل ترین مظہر ولایت ہیں اسلئے حضرت کا فرمان مسئلہ دیدار میں قطعی حجت ہے	۴۰۶
﴿۳۲۷﴾	مولف ہدیہ کا شیخ عبدالحق کے قول سے استدلال صحیح نہیں	۴۰۹
﴿۳۲۸﴾	شیخ عبدالحق کا یہ قول خود شیخ کے دوسرے اقوال کے مخالف ہے	۴۰۹
﴿۳۲۹﴾	مطلق دیدار کا مفہوم رویت منامی و رویت قلبی کو حاوی وشامل ہے اور دیدار منامی اسلاف میں بہت سے لوگوں کو جیسے امام اعظم وغیرہ کو حاصل ہونا ثابت ہے۔اسلئے مطلق دیدار کا انکار صحیح نہیں	۴۰۹
﴿۳۳۰﴾	مولف ہدیہ کا کہنا کہ شیخ عبدالحق کے اس قول سے سلف وخلف میں نے کوئی بھی دیدار کے قابل نہ ہونا پایا جاتا ہے بالکل غلط ہے	۴۱۰
﴿۳۳۱﴾	بعض اسلاف کے چند اقوال جن سے دیدار کا وقوع اور دعویٰ ثابت ہے	۴۱۱
﴿۳۳۲﴾	شیخ عبدالحق کے اس قول سے رویت بصری کا سوائے آنحضرتؐ کے کسی کو حاصل نہ ہونے کی تخصیص بھی ثابت نہیں	۴۱۱
﴿۳۳۳﴾	دلیل ہفدہم اخلاق	۴۱۲
﴿۳۳۴﴾	مولف صاحب سراج الابصار نے اخلاق ہی کو مدار صحت مہدیت نہیں قرار دیا ہے بلکہ آپ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح علمائے اہل سنت رسول اللہ صلعم کی رسالت ونبوت کو اخلاق سے ثابت کیا ہے اسی طرح امامنا علیہ السلام کی مہدیت کو اخلاق ہی سے ثابت کیا جا سکتا ہے	۴۱۲

۳۳۵	کتاب طوالع کا خلاصہ متعلق اخلاق آنحضرتؐ اور حضرت مصنف صاحب سراج الابصار کا نتیجہ	۴۱۳
۳۳۶	امام علیہ السلام کے اخلاق کے باب میں مولف ہدیہ کے تحریفات	۴۱۳
۳۳۷	امام علیہ السلام کے فرمان سے احادیث صحیح اور متواتر المعنی مستثنیٰ ہیں	۴۱۵
۳۳۸	احادیث اور تفاسیر مفسرین کا حکم ایک نہیں اور مطلق تفسیر عین بیان خدا اور رسولؐ نہیں ہے	۴۱۵
۳۳۹	متضاد احادیث میں بلحاظ ضعف وقوت کوئی ایک صحیح ہوگی تو کوئی ایک غلط	۴۱۶
۳۴۰	مبشر کے حالات اور شان نزول کی مطابقت ترجیح احادیث کے لئے ضروری ہے	۴۱۶
۳۴۱	احادیث نبویؐ کی طرح منقولات امام علیہ السلام کا کتاب اللہ سے مطابق ہونا ضروری ہے	۴۲۰
۳۴۲	امام علیہ السلام کے اخلاق رسول اللہ صلعم کے اخلاق کے مماثل ہونے کی بحث	۴۲۱
۳۴۳	بعض روایات میں حضرت رسول اللہ صلعم نے مہدی علیہ السلام کی نسبت خُلق وخلق دونوں میں اپنے ساتھ مشابہ ہونے کی بشارت دی ہے	۴۲۴
۳۴۴	فضائل ومناقب کا بیان ’’واما بنعمة ربک فحدث‘‘ کی تعمیل ہے	۴۲۵
۳۴۵	مولف ہدیہ نے امامنا علیہ السلام کے کی جو بدخلقیاں منسوب کی ہیں وہ نئی بات نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ میں معاندین نے انبیاء ومرسلین وغیرہ کی جناب میں بدگوئیاں کی ہیں	۴۲۶
۳۴۶	مولف ہدیہ کی بیان کردہ بدخلقیوں پر ایک اجمالی تبصرہ	۴۲۷
۳۴۷	مولف ہدیہ نے خواب اور کشفی معاملات کو خدا پر کذب وافترا کہا ہے حالانکہ ایسے واقعات احادیث وقرآن میں موجود ہیں جن کو مسلمان کذب وافترا نہیں کہہ سکتے	۴۲۸
۳۴۸	مولف ہدیہ بعض آیات کے غیر منسوخ ماننے کو بدخلقی کہا ہے حالانکہ اختلاف مذاہب بدخلقی نہیں ہوسکتا	۴۲۹
۳۴۹	امام علیہ السلام کا لوگوں کو حج بیت اللہ سے منع کرنا محض افترا ہے	۴۳۰
۳۵۰	امامنا علیہ السلام نے مطلق علم سے منع نہیں فرمایا	۴۳۲
۳۵۱	ترک کسب کو جو انبیاءؑ کی سنت ہے مولف ہدیہ نے بدخلقی میں شمار کیا ہے	۴۳۴
۳۵۲	مولف ہدیہ نے نماز کے بعد دعا میں رفع یدین نہ کرنے کو بدخلقی کہا ہے حالانکہ آیت میں دعا کے لئے تضرعاً وخفية کی قید ہے	۴۳۴
۳۵۳	سجدہ میں جو دعا کی جاتی ہے اس میں رفع یدین نہیں ہوسکتا	۴۳۴
۳۵۴	امامنا علیہ السلام کا حج کے بعد مدینہ منورہ نہ جانا بر بناء حکم رسول اللہؐ تھا	۴۳۴

۳۵۵	رسول اللہ صلعم نے بھی شب معراج مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے مگر قبور انبیاءؑ کی زیارت نہیں کی	۴۳۴
۳۵۶	بے اصل احادیث لکھنا بد خلقی نہیں ہے	۴۳۵
۳۵۷	کسی روایت کو جھوٹی نہ جان کر روایت کرنا گناہ نہیں ہے	۴۳۶
۳۵۸	کسی ایک ہی خلق حسن کی مختلف صورتوں کو بد خلقیوں کی زیادہ تعداد بنانے کے لئے علیحدہ علیحدہ گنا گیا ہے جو غلط ہے	۴۳۶
۳۵۹	تعین کے لعین ہونے کا مختصر بیان	۴۳۶
۳۶۰	مطلق ترک اجابت دعوت کو بد خلقی گنا گیا ہے حالانکہ اس کی کئی قسمیں ہیں	۴۳۷
۳۶۱	کتا پالنے کی نسبت مولف ہدیہ کا اعتراف اور اس کا جواب	۴۳۷
۳۶۲	جس کتے کی نسبت مولف ہدیہ نے اعتراض کیا ہے وہ پالا ہوا نہ تھا بلکہ قافلہ مہاجرین کے ساتھ ہو گیا تھا	۴۳۸
۳۶۳	جس طرح شکار کے لئے کتا پالنا جائز ہے اسی طرح حفاظت خانہ واسباب و باغ کے لئے بھی جائز ہے	۴۳۸
۳۶۴	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خانقاہ میں بلا عذر شرعی ایک کتا رہتا تھا	۴۳۸
۳۶۵	ارواح مجردہ کا اشکال بدلنا اور جانوروں کی شکل اختیار کرنا جائز ہے	۴۳۸
۳۶۶	مولف ہدیہ کا حقوق ازواج سے متعلق اعتراض اور اس کا جواب	۴۳۹
۳۶۷	اس شبہ کا ازالہ کہ مہدویہ میں آیت توریت پر عمل نہیں ہوتا	۴۴۰
۳۶۸	تارکینِ ہجرت کے ساتھ عدم موالات پر دلالت کرنے والی آیت منسوخ نہیں ہے	۴۴۱
۳۶۹	عاصی اور مقبلین پر کفر کا اطلاق قرآن وحدیث سے جائز ہے اور یہ مسئلہ مہدویہ سے مخصوص نہیں ہے	۴۴۲
۳۷۰	کسی کو صفات مذکورہ قرآن واحادیث کا مظہر بتانا تحریف نہیں ہے	۴۴۳
۳۷۱	صوفیائے محققین کے پاس امت محمدیہؐ کے بعض اولیاء واقطاب بعض انبیاء علیہم السلام کے قلب وقدم یا مقام پر ہیں یعنے وہ ولی اس نبیؑ کے فیوض وکمالات روحانی کا مظہر ہوتا ہے	۴۴۵
۳۷۲	حضرت خاتم الانبیاء صلعم کے بعض خاص متبعین بھی حضرت کے قلب وقدم پر اور ظل و پرتو کے طور پر حضرت کے قدسی فیوض سے تبعاً مستفیض ہیں	۴۴۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

باب دوم میں بیان کردہ واقعات اوران کے متعلقات پراس قدر مختصراور سرسری طور پر بحث کرنے کے بعد مزید تفصیلات سے اعراض کرکے متوکلاً علی اللہ المعین باب سوم کے جوابات جو دلائل اثباتِ مہدیت سے متعلق ہیں ہم شروع کرتے ہیں۔

بابِ سوم

دلائل وعلامات کی بحث:۔ مولف صاحب ''ہدیہ'' نے اپنے زعم فاسد میں اثبات مہدیت کے چند دلائل کے جوابات اس باب میں لکھے ہیں۔اصل مقصود یہ بحثوں کے ساتھ تمہیدی اور ضمنی مباحث بھی درج ہیں۔جابجا طعن واستہزا، گستاخی، ودروغ بیانی اور بدگوئی کے نمونے بھی حسبِ عادت موجود ہیں۔جو جوابات دئے گئے یا جو بحثیں کی گئی ہیں اُن پر جگہ جگہ فخر و ناز بھی ٹپک رہا ہے اور اس سے غافل ہیں کہ ایسی ابلہانہ کوششیں جو خلفاء اللہ کے نورِ رشد وہدایت کے خلاف کی جاتی ہیں وہ کبھی بار اور نہیں ہوتیں۔اللہ تعالیٰ نے ایسی کوششوں کو اللہ کے نور کو منہ سے پھونک مار مار کر بجھا دینے کا لاحاصل ارادہ بتایا اور اپنے نورِ حقانیت کو خود پورا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

یریدون لیطفئوا نور اللّٰہ با فواھھم واللّٰہ ستم نورہ و لو کرہ الکافرون (۲۸۔۹۔صف)

اللہ تعالیٰ کے نور کو وہ اپنے منہ سے پھونک مار مار کر بجھا دینے کا ارادہ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے نور کو خود پورا کرنے والا ہے اگرچہ کفار کو یہ ناگوار ہی ہو۔

چنانچہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے اور اب بھی یہی ہوگا کہ نورِ حقانیت نہ کبھی بجھا ہے اور نہ کبھی بجھے گا البتہ لاحاصل جرأت وجسارت کرنے والا دنیا وآخرت میں ضرور ناکام اور رسوا ہوگا۔

مولف صاحب نے تمہیدی مباحث میں جو کچھ لکھا ہے اس کے کئی حصے ہیں ابتدائی حصہ کا خلاصہ یہ ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ قاعدہ مُستمرّہ اور کلیہ مُسلّمہ ہے کہ جب خدا ورسول کسی ایسی چیز کی خبر دیویں کہ اُس کی حقیقت قبل اس خبر دینے کے معروف ومعلوم نہووے تو بنائے شناخت اُس چیز کی اُنہیں علامات وآثار پر ہوتی ہے کہ جو صاحب خبر نے بیان فرمائی ہوویں یہاں تک کہ ماہیت شرعیہ اُس چیز کی یہی مجموعہ آثار وعلامات مذکورہ ہوتا ہے فقط بلکہ تمام اُمور مصطلحہ کی ماہیت یہی مفہومات اصطلاحیہ ہوتے ہیں پس حقیقت میں مہدیؑ وہی شخص ہے کہ جس میں علامات منقولہ بطور ماہیت شرعیہٴ مرکبہٴ ممیّزہ کے جمع ہوویں کہ سائرالناس سے مابہ الامتیاز واقع ہوویں۔

مناظرہ کا ایک عام اصول ہے کہ کسی بحث کے تصفیہ کیلئے اُسی مسئلہ کے مماثل کوئی ایسا متفقہ مسئلہ لیا جائے جو فریقین کا مسلمہ ہو تو

اُس بحث کا فیصلہ سہولت سے ہوسکتا ہے پس جو اخبارِمغیب حضرت امام مہدی علیہ السلام کی نسبت وارد ہیں وہ اخبار مغیب ہونے کی حیثیت سے اصولاً اُن اخبارِمغیب سے پورے مشابہ ومماثل ہیں جو توریت وانجیل وغیرہ میں حضرت نبی امی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وارد ہیں جنہیں مسلمان علماء نے بشارات سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت نبیٔ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت توریت وانجیل میں اخبار مغیب یا بشارتیں موجود ہونے کا مولف صاحب ہدیہ یا کوئی بھی مسلمان انکارنہیں کرسکتا کیونکہ خود قرآن شریف ناطق ہے کہ:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورلة والانجیل الایہ (۹۔۹۔ اعراف)	جولوگ رسول نبی امی (محمدؐ) کی پیروی کرتے ہیں جن کا ذکر اپنے ہاں توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا دعاء ابی ابراھیم وبشارة اخی عیسیٰؑ (میں میرے باپ ابراہیمؑ کی دعاءاور میرے بھائی عیسیٰؑ کی بشارت ہوں)وغیرہ احادیث سے اس کی تائیدوتوثیق ہوتی ہے کہ انبیاءسابقین نے حضرت کی ضرور خبر دی ہے۔

علمائے اسلام ہر زمانے میں اہل کتاب کے مقابلے میں حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی نبوت کے ثابت کرنے کیلئے انہی بشارتوں سے استدلال کرتے چلے آئے ہیں۔اسی کی نسبت کسی نے کہا ہے۔

توریت زوصفِ تست معمور انجیل زنام تست مشہور

پس حضرت امام مہدی علیہ السلام سے متعلقہ اخبار مغیب کی نسبت جس قدر بحثیں ہوسکتی ہیں یا کی جاتی ہیں ان بحثوں کی صحت کے جانچنے یاان کی نسبت کچھ اختلاف رائے ہوتو اُس کے تصفیہ کیلئے یہی بشارتیں بہترین معیار ہوسکتی ہیں۔

اس موقعہ پر جو قاعدہ مُستمرہ اور کلیہ مسلمہ مولف صاحب ہدیہ نے بیان کیا ہے وہی قاعدہ اُن کے بیان کے موافق اِن بشارتوں اور مبشر(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ اقدس سے بھی متعلق ہونا چاہیئے کیونکہ اِن بشارتوں کی بھی ٹھیک یہی صورت ہے کہ خدائے تعالیٰ اور اُس کے رسولوں نے آپ کی خبر دی ہے اور حضرت کی حقیقت اُن پیغمبروں کی اُمتوں کے لئے قبل اس خبر دینے کے معروف ومعلوم نہ تھی۔

لہذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبائے شناخت بھی انہی علامات وآثار پر جو صاحبِ خبر نے بیان فرمائی ہوں موقوف ہونا بلکہ وہی مجموعۂ آثاروعلامات مذکورہ اُس ذاتِ اقدس کی ماہیت شرعیہ ہونا اور وہی علاماتِ منقولہ بطورِ ماہیت مرکبۂ مُمیّزہ کے جمع ہونا ضروری ہوگا تاکہ سائرالناس سے مابہ الامتیاز واقع ہوں۔

اگر اِس قاعدے کو اِن بشارتوں اور مبشر کی ذاتِ اقدس پر منطبق نہ کہا جائے تو پھر بقولِ مولف صاحب ہدیہ یہ قاعدہ کلیہ اور مستمرہ نہ رہے گا۔اسی پر منحصر نہیں بلکہ ہر وہ بحث جو حضرت امام مہدی علیہ السلام کی متعلقہ اخبار وآیات سے متعلق ہوسکتی ہے وہ حضرت نبیٔ امی

علیہ السلام کی بشارتوں پر بھی منطبق ہونا یا جو بحث اُن بشارتوں سے متعلق ہوگی وہ اخبارِ مہدی علیہ السلام پر بھی موثر ہونا چاہیئے ۔

یہ تو ہر دو اخبار مغیب کی تطبیق و مطابقت کی اصولی بحث ہے ۔اب خاص اسلامی اصول اور خصوصاً اہلِ سنت کے مسلمہ اصول پر جو احادیث سے استنباط مسائل کرنے میں رائج وشائع ہیں مولف صاحب کے بیان پر ناقدانہ نظر ڈالی جاتی ہے ۔یہ تو ایک حد تک صحیح ہے کہ اس چیز کی حقیقت و ماہیت وہی آثار وعلامات ہوں گے لیکن شرط یہ ہے کہ اُن کا ماخذ صحیح وقوی اور عندالائمہ معتبر ہو اور وہ فیما بینہا متضادہ نہ ہوں ۔خاص طور پر احادیث ہی سے مستنبط ہونے کی صورت میں وہ علامتیں کتاب اللہ سے صریح مخالفت نہ رکھتی ہوں ورنہ جس علامت کا ماخذ غیر صحیح وضعیف ہوگا یا کسی علامت کا مفہوم معنی سمجھنے میں کسی نے غلطی کر کے اپنے سمجھے ہوئے مفہوم کو علامت قرار دے لیا ہے تو ایسی علامتیں اُس مجموعہ کا جُز نہیں بن سکتیں اور اُس کو اُس شئی کی ماہیت شرعیہ میں اصلاً مداخلت نہ ہوگی ۔پس جس قدر احادیث اس باب میں وارد ہیں وہ کل کی کل بلالحاظ صحت وعدم وصحت وضعیف وقوت ہرگز سند نہ ہونگی جیسا کہ ملا علی متقی کی غلط رائے ہے کہ

مہدیؑ کی ذات اس وقت تک متحقق نہ ہوگی جب تک وہ کل حدیثیں نہ پائی جائیں جو مہدیؑ کی شان میں وارد ہیں۔	ان المھدی لا یتحقق اِلّا وان یوجد فیہ جمیع ماور دفی شانہ من الاحادیث (رسالۂ درمولفۂ ملا علی متقی)

گویا انہوں نے **جمیع ماورد فی شانہ** کو ماہیت قرار دیا ہے اگر چیکہ وہ ضعیف ومرجوح اور باہم متضاد اور کتاب اللہ اور دوسری قوی وصحیح احادیث کے مخالف بھی ہوں ۔حالانکہ یہ بات اصولِ حدیث کے خلاف اور صریح البطلان ہے کیونکہ اِس صورت میں ایسی کئی باتیں جن کو فی الحقیقت امام مہدی علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں وہ سب علامات وآثار بن جائیں گی جن کا جمع ہونا محال ہے جیسا کہ اس سے پہلے باب اول میں ہم نے اس پر کسی قدر بحث کی ہے غرض اسلامی اصول پر احادیث کی صحت وعدم صحت اور قوت و ضعف کے اصول کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

خود مولف صاحب ہدیہ نے بھی اس سے پہلے احادیثِ صحیحہ سے علامات ماخوذ ہونے کو تسلیم کیا ہے چنانچہ یہ لکھا ہے کہ

اہلِ سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ ایک شخص آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بلاشک مہدیؑ ہونے والا ہے اور شناخت اس کی موقوف ہے وجود اُن علامات پر کہ احادیث صحیحہ میں حق مہدیؑ میں مذکور ہیں (ہدیہ مہدویہ ص:۴)

لیکن اس مقام پر اس اصولِ مسلّمۂ اہلِ سنت اور خود اپنے قول کے خلاف احادیث کی صحت کا لحاظ نہیں کیا اور ملا علی متقی کے قدم پر قدم رکھ کر سب احادیث صحیح وغیر صحیح کے جمع ہونے کو معیار قرار دے لیا ہے جو خلاف تحقیق ہے۔

اِس بے اصول دعویٰ کے غیر صحیح ہونے کی توضیح اِس سے بھی ہوسکتی ہے کہ احادیث واخبار کے صحیح وغیر صحیح وقوی وضعیف ہونے کی نسبت تمام فرقہائے اسلامیہ میں جو اختلافات ہیں ان سے قطع نظر کر کے صرف اہلِ سنت ہی کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی مقدمات ومسائل میں سے بہت سے مقدمات ایسے ہیں کہ اُن میں جس قدر احادیث وارد ہیں وہ تمام کی تمام سب علماء ومجتہدین اہلِ سنت کے نزدیک بلاخلاف صحیح ومقبر اور متفق علیہ نہیں ہیں بلکہ کسی امام یا مجتہد نے کسی حدیث کو صحیح قرار دیکر اپنے مذہب کی بنیاد اس پر

رکھی ہے اور دوسری احادیث کا اعتبار نہیں کیا ہے۔دوسرے ائمۂ مجتہدین نے اسکے برعکس پہلے امام یا مجتہد کی استدلالی احادیث کا لحاظ نہ کر کے دوسری احادیث پر اپنے مذہب کی بناء رکھی ہے اگر ایسا نہ ہوتا اور بلا لحاظِ صحت وغیر صحت وضعیف وقوت سب احادیث کی ہیئت اجتماعی معتبر ہوتی تو مسائل دینی میں ائمۂ مجتہدین کا اختلاف اصلاً صورت پذیر نہ ہوتا مثال کے طور پر دیکھو مقتدی کے قرأت کرنے نہ کرنے کے مسئلہ میں حنفیہ حدیث ''قراۃ[۱] الامام قرأۃ للمساموم''اور مالی[۲] انازع فی القرآن''وغیرہ کا اعتبار کر کے مقتدی کیلئے قرأت ناجائز کہتے ہیں۔شافعیہ [۳] نے حدیث''لا صلٰوۃ الّا بفاتحۃ الکتاب '' کی شہرت وصحت کا اعتبار کر کے مقتدی کے لئے قرأت ضروری قرار دی ہے۔اسی طرح امام مالک اور امام احمد حنبل کے اقوال بھی اسی مسئلہ میں ان دونوں اماموں کے اقوال سے کسی قدر مختلف ہیں۔پس ثابت ہے کہ قرأت کے متعلق جس قدر احادیث وارد ہیں سب کے سب مجموعی طور پر تمام آئمہ مجتہدین کے نزدیک صحیح اور قابلِ عمل نہیں ہیں اسی لئے انہوں نے بعض پر عمل کیا اور بعض کو چھوڑ دیا ہے۔اِسی ایک مسئلہ پر موقوف نہیں بلکہ اعتقادیات وعملیات میں اسی قسم کے بہت سے مسائل ومقدمات ملتے ہیں جن کی ٹھیک یہی حالت ہے کہ جو مجتہدین جن احادیث کو صحیح وقوی پاتے ہیں اُنہی پر اپنے مذہب کی بنا رکھتے ہیں اور اپنے مخالفِ مذہب احادیث کی نسبت صحت وضعیف کی بحث اور تاویل و توجیہہ کرتے ہیں اور جو احادیث اُن کے نزدیک ضِعاف اور نا قابل توجیہہ وتاویل ہوتی ہیں وہ فروگذاشت کر دیجاتی ہیں چنانچہ یہ مقدمہ کتب اصولِ فقہ وعلمِ کلام سے خوب واضح ہوسکتا ہے۔

جس شخص کی درایت کا پایہ اِس سے بھی کسی قدر بلند ہے وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ قرآن مجید باوجود یکہ کلام الٰہی اور قدیم وازلی ہے تب بھی علماء ومجتہدینِ اہلِ سنت کے پاس اس میں ماوّل ۔متشابہ۔منسوخ وغیرہ سب اقسام کی آیتیں موجود ہیں اور ان کے مفہوم و مطالب کی نسبت انہی علماء ومجتہدین کے اقوال مختلف پائے جاتے ہیں پھر احادیث بلالحاظ قوی وضعیف،صحیح،وسقیم،راجح ومرجوح،ناسخ ومنسوخ متعارض ومتضاد سب کی سب کسی مسئلہ میں خود اہلِ سنت کے اصول پر بھی کس طرح جمع ہوسکتی ہیں اور ان سب کا مجموعہ کسی چیز کی شرط کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

اس کے بعد مولف صاحب ہدیہ نے اپنی اس تمہید کا یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

> ''شیخ جونپوری میں چونکہ ہیئتِ اجتماعی علامات کی مفقود تھی مہدویہ نے اس طریق اثبات مُسلَّم الثبوت کو ترک کر کے ایک طریق جدید افتراع کیا کہ تمام علاماتِ ممیّزہ مخصصہ کو چھوڑ کر چند علاماتِ عامہ مشترکہ کو دلائل مہدویت کی ٹھہرایا حالانکہ وہ تمام علامات بھی بر تقدیر ثبوت کے مخصص وممیّز نہیں ہوسکتی ہیں چہ جائے اوحد واحد کے کہ ہرگز دلیل براسہ مستقل نہیں ہوسکتی ہیں''

قولنا۔امام ہمام حضرت سید محمد بن سید عبداللہ مہدیِ موعود علیہ السلام وعلیٰ آباء الکرام میں علاماتِ صحیحہ وآثارِ قویۂ معتبرہ موجود تھے

---

[۱] امام کی قراءت مقتوی کی قراءت ہے۔ [۲] میرے لئے یہ درست نہیں ہے کہ میں قرآن میں جھگڑا کروں یعنی میں کچھ پڑھوں اور مقتدی کچھ پڑھتا رہے۔
[۳] سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

مہدویہ نے آنحضرت علیہ السلام کے دعویٰ مہدیت کو بجان ودل قبول کیا۔ مولف صاحب کا یہ تجاہل یا تعاند ہے کہ وہ اِس طریقہ قدیمہ اوراصولِ مسلّمہ کومہدویہ کامخترعہ طریقہ بتارہے ہیں حالانکہ ہرامر دینی کی تحقیق واثبات میں یہی قدیم دستور ہے کہ جوآثارِصحیحہ واخبار معتبرہ اس باب میں وارد ہوتے ہیں انہی سے سند لی جاتی ہے اور جوکچھ اُن سے مستفاد ہوتا ہے وہی معتبر سمجھا جاتا ہے۔ان کے مقابل جواخبار وآثارضعیف اور غیرصحیح ہوں گے وہ سب بے اصل غیر معتبر ٹھیریں گے۔پس بریں قیاس اگر مہدویہ نے علماء ومجتہدین کے اصول کے مطابق جوتمام مسائل دینی میں رائج وشایع ہے اُن تمام احادیث کو جو باب مہدیؑ میں وارد ہیں کمال تحقیق وتفتیح کرکے صحیح کوسقیم سے اور قوی وقطعی کوضعیف وظنی سے امتیاز کیا اور جو باہم متعارض یا کتاب اللہ یا دوسری قوی احادیث کے متضاد تھیں ان کو حیزّ توقف میں رکھا تو اس کوطریقۂ مخترعہ کہنا۔کہنے ولاے کی نادانی ہوگی۔چنانچہ اس کے موقع پر ہرایک کاتفصیلی بیان انشاءاللہ تعالیٰ آئے گا۔

علم کلام میں حضرت رسول اللہ صلعم کے اثبات نبوت کے لئے اخبار انبیاء سے بہت کم بحث ہوتی ہے:۔ یہ تو ہمارا اصولی جواب ہے لیکن مولف صاحب ہدیہ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ کہ علمِ کلام میں حضرت رسول اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت کرنے کیلئے جودلائل پیش کئے جاتے ہیں اُن میں کسی نے حضرت کے دعویٰ نبوت کرنے اورآپ سے معجزات ظاہر ہونے کواورکسی نے حضرت کے اخلاق کوزبردست دلیل قرار دیا ہے اور انبیائے سابقین کے اخبار سے زیادہ بحث نہیں کی ہے چنانچہ شرح مواقف میں لکھا ہے۔

المقصد الرابع فی اثبات نبوة محمد صلی اللّٰه علیه و سلم وفیه مسالک الاول و هوالعمدة انه ادعی النبوة و ظهرت المعجزة علی یده۔	مقصد رابع محمد صلعم کی نبوت کے اثبات میں اس میں کئی مسلک ہیں مسلک اول جوبہترین ہے یہی ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا اورآپ کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہوا۔

اخلاق یا دعویٰ نبوت علاماتِ ممیّزہ مخصصہ سے ہیں یا علاماتِ عامہ مشترکہ سے؟ اگر علاماتِ ممیّزہ مخصصہ سے ہیں تو انبیائے سابقین کی بشارتوں میں اُن کا اِس طرح ذکر کہاں ہے کہ اُسے حضرت ہی کی تخصیص ثابت ہوتی ہواورکسی اور میں نہ پائی جاسکتی ہوں۔

اوراگر یہ علاماتِ عامۂ مشترکہ سے ہیں جو بقول آپ کے مخصص وممیّز اور دلیل براسہ ومستقل نہیں ہوسکتی ہیں تو کیا اِس سے یہ لازم آئے گا کہ حضرت سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں انبیائے سابقین کی خبردی ہوی علامتوں کی ہیئتِ اجتماعی مفقود تھی اس لئے متکلمین نے یہ طریقہ ایجاد کیا حالانکہ ایسا کہنا یا سمجھنا کبھی صحیح نہیں ہے۔

کثرتِ ظنون مفید یقین ہے:۔ اس کے بعد مولف صاحب ہدیہ نے ہرقطعی علامات کا انتفا نفی مہدیت کی قطعی دلیل اور ہرظنی علامت کا انتفا ابطال مہدیت کی ظنی دلیل ہونا بیان کرکے ظن باب اعتقاد میں بالکل غیر معتبر ہونے کوغلط کہا ہے اور کثرت ظنون مفید یقین ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

مولف صاحب کا یہ دعویٰ اورنکار کس حدتک صحیح یا غیرصحیح ہے اس وقت اُس سے قطع نظر کرکے مولف صاحب ہی کے قول کو دیکھا

www.khalifatullahmehdi.info

جائے تو اس سے بدیہی طور پر خود ثابت ہو رہا ہے کہ جب کسی قطعی یا ظنی علامت کا انتفا یعنی نہ پایا جانا نفی مہدیت کی قطعی یا ظنی دلیل ہوسکتا ہے تو پھر اُسی علامات کا اُسی ذریعہ اور طریقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جانا جس ذریعہ سے اس کا انتفا سمجھا گیا ہے ضرور ثبوتِ مہدیت کی قطعی یا ظنی دلیل ہونا چاہیئے۔ مثلاً مہدی علیہ السلام کا فاطمی النسب ہونا مہدیت کی قطعی علامات ہے اور کُتُبِ انساب سے یہ ثابت نہ ہونا مولف صاحب کے خیال میں ابطالِ مہدیت کی قطعی دلیل ہوسکتا ہے تو پھر کُتب انساب وغیرہ ذرائع ہی سے مولف صاحب کا خیال غلط ثابت ہو کر حضرت امامنا علیہ السلام کا فاطمہ النسب ہونا ثابت ہوجائے تو یہ بقول انہی کے ثبوتِ مہدیت کی قطعی دلیل ہونا چاہیئے۔ اسی طرح کسی ظنی علامات کو کوئی اپنے خیال میں جس بنا پر غیر ثابت سمجھا ہے اگر اُسی قسم کے ذرایع سے اس کے خیال کا فساد ظاہر ہو کر وہی علامت متحقق ہوجائے تو اس سے دعویٔ مہدیت کی صداقت کا ظن غالب حاصل ہونا ضرور ہوگا۔ ایسا ہی جب مولف صاحب کے پاس کثرت ظنون مفید یقین ہوتی ہے تو متعدد علامتیں ثابت ہوجانے سے دعویٔ مہدیت کی صداقت کا بھی یقین حاصل ہوتے جانا چاہیئے۔ اب رہی آپ کی یہ بات کہ ''ظن باب اعتقادیات میں بالکل غیر معتبر ہونا غلط ہے'' آپ اس غلطی کا اطلاق کس پر کر رہے ہیں یہ قول شرح عقائد کا ہے کہ۔

لاعبرة بالظن فی باب الاعتقادیات خصوصاً اذا اشتمل علی اختلاف روایة	باب اعتقادیات میں ظن کا اعتبار نہیں خصوصاً جبکہ اس میں روایت کا اختلاف ہو۔

مولف صاحب کے بیان میں عمدگی یہ ہے کہ جس مصنف کو غلط ٹھہرا رہے ہیں پھر اسی کی دوسری کتاب یعنی شرح مقاصد کے قول سے حجت اور سند بھی لیتے ہیں حالانکہ شرح عقائد اور شرح مقاصد دونوں بھی علامہ سعدالدین تفتازانی ہی کی تصنیف ہیں۔ اور دونوں اقوال کا ماحصل ایک ہے۔

مولف صاحب کے دعویٰ اور دلیل کے درمیان بھی بُعد المشر قین ہے کیونکہ دعویٰ یہ ہے کہ ''باب اعتقاد میں ظن کا بالکل غیر معتبر ہونا غلط ہے'' (ہدیہ مہدویہ ص:۴۷) یعنی اعتقادیات میں ظن معتبر ہوتا ہے اس پر دلیل شرح مقاصد کا یہ قول لایا گیا ہے۔

ومایقال انه لا عبرة بالظنیات فی باب الاعتقادیات فان رايد انه لا يحصل منه الاعتقاد الجازم ولا يصح الحكم القطعي به فلا نزاع فيه وان اريد انه لا يحصل الظن بذالک الحكم فظاهر البطلان۔	باب اعتقاد میں ظنیات کا اعتبار نہ ہونا جو کہا جاتا ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ظن سے اعتقاد جازم اور حکم قطعی حاصل نہیں ہوتا تو اس میں کوئی خلاف نہیں ہے اور اگر یہ مراد لی جائے کہ اس سے ظن بھی حاصل نہیں ہوتا تو یہ باطل ہے۔

حالانکہ اس قول کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ ظنیات سے اعتقاد جازم اور حکم قطعی نہیں حاصل ہوتا اگر کچھ ہوتا ہے تو ظن ہی ہوسکتا ہے۔ اب دیکھیئے یہ قول شرح عقائد کے قول سے متحد المطلب ہے کیونکہ جب دلیل ظنی سے ظن ہی کا فائدہ ہوتا ہے اور حکم قطعی حاصل نہیں ہوتا اور اعتقادیات تو دلائل قطعیہ سے ثابت ہوتے ہیں ظنیات سے نہیں ہوتے تو ''ہموں اش درکاسہ'' ہے آپ کے دعویٰ سے دلیل کہاں

مطابق ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کے فاطمی النسب ہونے کی بحث:۔ ان تمہیدی مباحث کے بعد مولف صاحب ہدیہ نے دلیل اول یعنی حضرت امام مہدی علیہ السلام کے فاطمی ہونے کی بحث شروع کی ہے اور یہ مسئلہ خود مہدویہ کا بھی مسلمہ ہونا ظاہر کرتے ہوئے معارضۃ الروایات مولفۂ جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب کے حوالہ سے لمعات شرح مشکوٰۃ (مولفۂ شیخ عبدالحق دہلوی) کے قول کی یہ تلخیص نقل کی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا اولاد فاطمہ سے ہونا متواتر المعنی ہے اور شعب الایمان (مولفۂ امام بیہقیؒ) کا یہ قول کہ۔

اختلف الناس فی امر المهدی فتوقف جماعة و اعدلو العلم الیٰ عالمه و اعتقدوا انه واحد من اولاد فاطمة الزهراء یخرج فی آخر الزمان (مہدیؑ کی نسبت لوگوں میں اختلاف ہے۔ایک جماعت نے اس کا کوئی فیصلہ کرنے میں توقف کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو اس کا حقیقی علم ہونے کا اعتراف کیا ہے اور اس کے معتقد ہیں کہ آپ فاطمۃ الزہراؓ کی اولاد سے ہیں جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے) نقل کر کے شعب الایمان کا ایک ناقص نسخہ خود کو دستیاب ہونا اور اس میں یہ عبارت نہ ہونا بتلاتے ہوئے حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ پر تحریف کا افترا کیا ہے اور قول شعب الایمان میں کوئی کلمۂ حصر بھی نہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:

''بالفرض والتقدیر یہ قول صحیح بھی ہووے تب بھی مہدویوں کو کچھ مفید نہیں بلکہ سراسر مضر ہے کیونکہ ان کے مہدیؑ کا اولادِ فاطمہؓ سے ہونا بھی ثابت ہو سکتا ہے (ہدیہ ص:۴۸)

حضرت مہدی علیہ السلام کا فاطمی ہونا تو قطعی و یقینی ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے جس کا بیان بعد میں کیا جائے گا۔شعب الایمان کا جب کامل نسخہ آپ کو دستیاب ہی نہیں ہوا تو اس میں یہ قول نہونے کا آپ کس طرح یقین کر سکتے ہیں۔

امام بیہقیؒ کی اس عبارت میں کوئی کلمۂ حصر نہ ہونے کا عذر بھی کچھ معقولیت نہیں رکھتا کیونکہ کلمۂ حصر کی حاجت اُس وقت ہوتی جب کہ خود عبارت سے حصر متبادر نہ ہوتا ہو جہاں خود سیاق عبارت ہی حصر کا افادہ کر لے وہاں کلمۂ حصر کے خود سیاق کلام سے حاصل ہو جاتا ہے۔شعب الایمان کی عبارت کی یہی صورت ہے پہلے امور متعلقۂ امام مہدی علیہ السلام کا مختلف فیہ ہونا۔پھر ان کی نسبت کوئی قطعی فیصلہ کرنے میں ایک جماعت کا تامل و توقف کرنا اور خدائے تعالیٰ ہی کو ان کا علم ہونے کا اعتراف اور اپنے عجز کا اقرار کر لینا۔آخر میں صرف اولادِ فاطمہؓ سے ہونے پر سب کا متفقہ اعتقاد بیان کرنا خود بتا رہا ہے کہ ان امور میں سے یہی ایک بات سب کی متفقہ اور قابلِ اعتقاد ہے۔

ارباب انصاف و دیانت پر مخفی نہ رہے کہ مولف صاحب ہدیہ نے جو قانون مستمرہ اور کلیۂ مسلمہ ابتدائے باب سوم میں قرار دیا ہے اور اسی بنا پر ان سب امور کو جو صحیح و غیر صحیح۔قوی و ضعیف۔متعلق و غیر متعلق احادیث میں مذکور ہیں (صفحہ ۱۰ سطر ۱۶ ؟؟؟) اجتماعی امام مہدی علیہ السلام کی علامات و آثار ہونا خیال کر لیا ہے شعب الایمان کے اِس قول سے اُس غلط خیال کی تردید ہو جاتی ہے

www.khalifatullahmehdi.info

گویا بندگی میاں سید خوندمیر صدیقِ ولایتؓ نے کرامت کے طور پر مولف صاحب ہدیہ کا یہ سوال ظاہر ہونے سے سینکڑوں سال قبل ہی اس کا یہ جواب ادا فرمادیا ہے کہ اس مفروضہ مجموعۂ علامات کے بہت سے اجزا اختلافی اور غیر صحیح ہونے کی خود علمائے متقدمین ہی نے تصریح کردی ہے۔

جب مولف صاحب ہدیہ نے قول شعب الایمان میں کوئی رخنہ نہ پایا اور دیکھا کہ اس سے اپنا وہ خیالی قلعہ تباہ وتاراج ہوجارہا ہے کیونکہ اس میں وہ تمام علامتیں جیسے زمین سے خزانے نکلنا۔مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کا اجتماع وغیرہ مذکورنہیں ہیں پھر مزید براں شعب الایمان کے اس قول سے کہ ''اختلف الناس فی امر المھدی'' ثابت ہے کہ یہ علامتیں متفقہ نہیں ہیں ''توقف جماعۃ'' کا جملہ ان کے غیر صحیح ہونے پر صاف دلالت کررہا ہے کیونکہ امرصحیح میں کسی کوتامل وتوقف کی گنجائش نہیں ہوتی۔''احالوا العلم الٰی عالمه'' سے اُن کے غیر قطعی ویقینی ہونے کی اور بھی تاکید ہورہی ہے کیونکہ ان کی حقیقت کا خدائے تعالیٰ ہی کوعلم حاصل ہونے کا حوالہ دینا عدم تیقن والاعلمی کا اعتراف کرنا ہے۔آخر میں یہ قول فیصل کہ ''واعتقدوا ابه واحد من اولاد فاطمة الزهراء يخرج فی آکر الزمان'' صاف بتارہا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا صرف فاطمی النسب ہونا ہی ان علامتوں میں سے ایک امر یقینی اور قابل اعتقاد ہے۔پس مولف صاحب ہدیہ نے بحکم ''اذا یئس الانسان طال لسانه''(جب آدمی مایوس اور عاجز ہوجاتا ہے تو اس کی زبان دراز ہوجاتی ہے) زبان درازی شروع کردی اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیقِ ولایتؓ پر تحریف وتبدیل کی تہمت لگائی اور افترا باندھا ہے سچ ہے معاندین ومنکرین حق کا قدیم سے یہی دستور چلا آیا ہے کہ وہ برگزیدہ ذوات کو اسی طرح اپنی زبان درازیوں اور تہمتوں کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔خود حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین صلعم پر حضرت کے معاندین ومنکرین نے قرآن شریف کی آیتوں کو اپنی ذات سے ایجاد کر کے خدائے تعالیٰ کے نام سے بیان کرنے کی تہمت لگائی تھی۔مولف صاحب ہدیہ نے اُنہی کی پوری تقلید کی ہے یہ کوئی نئی تہمت نہیں ہے بلکہ اسی سے جناب صدیقِ ولایتؓ کا حضرت خاتم الانبیاء وحضرت خاتم الاولیاء علیہما السلام کے پورے تابع ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ ''شعب الایمان میں'' یہ قول نہیں ہے یا شعب الایمان کا کوئی نسخہ ہی کہیں موجود نہیں ہے تو ایسا فرض کرلینے سے بھی نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا کیونکہ جن احادیث کی بنا پر یہ رائے قائم کی گئی ہے وہ احادیث ہروقت موجود ہیں ان پر صحیح غور اور فکر صائب کر کے ہر شخص اسی نتیجہ پر پہنچے گا جو امام بیہقیؒ کی طرف منسوب ہے چنانچہ دوسرے علمائے متقدمین اہلِ سنت نے بھی یہی رائے قائم کی ہے۔شرح مقاصد میں علامۂ سعد الدین تفتازانیؒ لکھتے ہیں۔

فذهب العلماء الٰی انه امام عادل من ولد فاطمةؓ يخلقه الله متی شاء ويبعثه نصرة لدنيه	علماء کا اتفاق ہے کہ مہدی (علیہ السلام) اولادِ فاطمہؓ کے ایک عادل امام ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت کے لئے ان کو جب چاہے پیدا اور مبعوث کرے گا۔

دیکھو یہ قول بھی شعب الایمان ہی کے مضمون کا افادہ کر رہا ہے اور اس سے بھی اسی کی تائید ہو رہی ہے وہی فاطمی النسب ہونے کو اہمیت دی گئی ہے اور دوسری علامات وآثار کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔اور مولف صاحب ہدیہ کو شرح مقاصد کے ناپید ہونے کا عذر بھی نہیں ہوسکتا وہ اصل سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اب ناظرین پر تمکین خود فیصلہ فرمائیں کہ امام مہدی علیہ السلام کے فاطمی النسب اور متخلق باخلاق انبیاء ہونے کو کیا صرف مہدویہ ہی اہمیت دیتے ہیں جیسا کہ مولف صاحب ہدیہ کا بیان ہے (دیکھو ہدیہ صفحہ ۴۷) یا متقدمین علمائے اہلِ سنت کے نزدیک بھی یہی امر زیادہ معتبر ہے۔

اب رہا مولف صاحب کا یہ زعم باطل کہ ''یہ قول بالفرض صحیح بھی ہو تو مہدویہ کے لئے مفید نہیں بلکہ سراسر مضر ہے کیونکہ ان کے مہدیؑ کا اولادِ فاطمہؓ سے ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ہے''۔اس کے متعلق ہم ذرا تفصیل سے بحث کرنا مناسب سمجھتے ہیں اس لئے پہلے مولف صاحب ہدیہ کے اقوال پیش کردئے جاتے ہیں۔چنانچہ انہوں نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

> کتاب مطلع الولایت تصنیف سید قاسم بن سید یوسف بن سید یعقوب بن سید محمود بن سید محمد جونپوری اور کتاب شواہد الولایت تصنیف برہان الدین بن اللہ بخش بن سید شہاب الدین بن سید خوندمیر داماد سید محمد جونپوری میں لکھا ہے کہ ان کے مہدی جونپوری اولاد سے امام موسیٰ کاظم کے ہیں اور درمیان مہدی مذکور اور حضرت امام موسیٰ کے بارہ پشت ہیں۔
>
> شواہد الولایت کے باب دوم میں لکھا ہے کہ ولادت مہدی جونپوری کی ۸۴۷ھ میں ہے پس ثابت ہوا کہ ان کے مہدی کی پیدائش اور امام موسیٰ کے انتقال میں چھ سو چوسٹھ برس کا فاصلہ ہے اس واسطے کہ امام موسیٰ کاظم نے ۱۸۳ھ میں پچپن برس کی عمر پاکر انتقال فرمایا ہے۔معلوم نہیں کہ یہ سید نعمت اللہ جداعلیٰ مہدی کے وقت انتقال امام موسیٰ کاظم کے چند سال کے تھے غرض معلوم ہوا کہ بارہ پشت مہدی مذکور میں ہر شخص تقریباً چھپن برس کے بعد معمر ہو کر ایک بیٹا جنتا تھا اور اگر کسی نے ان میں سے اس عمر سے کم میں جنا تو ضرور ہوا کہ دوسری پشت والا چھپن برس کی عمر سے بھی زیادہ میں جنے مثلاً اگر ایک شخص تیس برس میں صاحب اولاد ہو تو ضرور دوسرا بیاسی برس کا بوڑھا ہو کر بیٹا جنے تا کہ بارہ پشت مہدی کی اس مدت چھ سو چوسٹھ میں پوری ہو جاویں۔
>
> یہ مقدمہ نہایت غریب ونادر ہے کہ کسی دوسرے کے نسب صحیح میں دنیا میں ایسا نہ ہوا ہوگا۔
>
> اور طرہ یہ ہے کہ سید خوندمیر داماد مہدی کا نسب بھی انھیں سید نعمت اللہ کو پہنچتا ہے اور وہاں بھی فقط بارہ واسطے درمیان ہیں حال آنکہ سید خوندمیر مہدی کے تولد سے چالیس برس کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔
>
> پس ان کے تولد اور امام موسیٰ کاظم کے انتقال میں سات سو چار برس کا فاصلہ ہوا اور نسب میں ان کے بھی بارہ پشت سے زیادہ نہ ہوئیں۔اگر سید نعمت اللہ کو وقت رحلت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے چار برس کا بھی فرض کریں تو بھی چاہیئے کہ ہر شخص ساٹھ برس کی عمر میں بچہ جنے اور اگر کم میں جنے مثلاً تیس برس میں تو بیٹا اس کا نود

www.khalifatullahmehdi.info

برس میں جنتے تا کہ یہ بارہ بطن اس مدت دراز میں برابر تریں مِل ہذا الاعجاب۔
جس شخص نے اس نسب کو تصنیف فرمایا اس حساب کو خیال میں نہ لایا ورنہ اس کے نزدیک آسان تھا کہ دس پانچ نام اور بڑھا کر قصہ مٹا دیتا یہ علامات و امارات تکذیب اس نسب کی تھیں جس سے بطن غالب معلوم ہوتا ہے کہ اس نسب میں خلل ہے۔

تاریخ انساب کی واقفیت رکھنے والے اصحاب سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اکثر سلسلہ ہائے نسب میں اختلافِ روایات پایا جاتا ہے جس کی بہت سی مثالیں انساب کی تاریخوں میں ملتی ہیں۔خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کی روایتوں کا اختلاف اس قسم کے اختلافات کی ایسی واضح مثال ہے جس کا کوئی مسلمان بھی انکار نہیں کر سکتا۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ تمام مسلمان متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے ہیں لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں کتنے واسطے یا پشت ہیں اس میں اختلاف ہے۔یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''عدنان'' تک جو حضرت کے جد اعلیٰ ہیں بیس کے قریب واسطے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی عدنان ہی تک اپنا سلسلۂ نسب بیان کرتے اور اس کے بعد کیلئے **کذب النسابون** (مورخین انساب نے جھوٹ کہا ہے) ارشاد فرماتے تھے چنانچہ **مواھب لدنیه عمدة الطالب فی انساب اٰل ابی طالب**۔صحاح الاخبار وغیرہ میں لکھا ہے **کان النبی صلعم ینتسب الٰی عدنان و بعد ذالک یقول کذب النسابون**۔

''عدنان'' سے اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کتنے واسطے ہیں اور ان کے نام کیا کیا ہیں اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح روایت مروی نہیں ہے اور مورخین انساب کے بیانات میں بھی زیادہ اختلاف ہے کسی روایت میں عدنان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان صرف چھ واسطے ہیں اور کسی میں نو اور کسی میں پندرہ کسی میں بیس کسی میں چالیس بیان کئے گئے ہیں (عمدة الطالب) پس ظاہر ہے کہ چالیس کے کم کی تمام روایتوں میں سے کسی میں بیس کسی میں پچیس۔کسی میں چونتیس نام چھوٹ جاتے ہیں۔

عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب میں جس کو مولف صاحب ہدیہ دوسری کتب انساب کے مقابلہ میں گویا زیادہ معتبر سمجھے ہیں اور اسی کے قول سے اس بحث میں حجت لی ہے روایات میں کثیر اختلاف ہونا ظاہر کرتے ہوئے ان روایتوں میں نو واسطوں والی روایت کو علمائے انساب کے پاس مشہور بتایا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

وفیما بین عدنان و ابرھایم علیه السلام اختلاف کثیر وقد اشھد فیما بین النساب انه عدنان ابن اٰد بن ادو بن الیسع بن الھمیسع بن سلامان بن النبت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراھیم۔

عدنان اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان وسائط میں بہت اختلاف ہے۔علمائے انساب کے پاس مشہور یہ ہے کہ عدنان بن اُد بن اود بن الیسع بن الہمیسع بن سلامان بن النبت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ

www.khalifatullahmehdi.info

اس مشہور روایت سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ اس میں چھ واسطوں والی روایت کے نظر کرتے تین واسطے اضافہ ہیں اور نو سے زیادہ واسطوں والی دوسری روایتوں کے مقابلہ میں اس میں چھ یا گیارہ یا سولہ یا اکتیس واسطے چھوٹ گئے ہیں جن کو دوسروں نے بیان کیا ہے۔

اسی عمدۃ الطالب میں ''کلبی'' کی چالیس واسطوں والی جو رویت لکھی ہے اُس سلسلۂ نسب میں ''اد'' اور ''یسع'' کے نام نہیں ہیں اور عدنان کو ادد کا بیٹا لکھا ہے یعنی عدنان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کیا اور باپ کا نام چھوڑ دیا ہے اور دوسری روایتوں کے خلاف عدنان کو حمل بن قیدار بن اسمٰعیل کے عوض عرام بن قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد بتایا ہے۔

اسی عمدۃ الطالب میں بعض اہلِ کتاب کی روایت سے جو سلسلہ یا شجرہ عدنان سے قیدار تک نقل کیا گیا ہے اس میں عدنان کو جعم بن قیدار کی اولاد بتایا ہے اور اس کے بطنوں یا پشتوں کی تعداد اگرچہ ''کلبی'' کی بیان کردہ تعداد کے قریب ہے لیکن اس سلسلہ کے مندرجہ نام اسلامی روایتوں خصوصاً کلبی کی روایت کے مندرجہ ناموں سے بوجہ اختلافِ اسنہ یا اور دوسری وجوہِ اختلاف کے باعث اس قدر مختلف ہیں کہ وہ دونوں کو مقابلۃً دیکھنے سے یہ نہیں خیال کیا جاسکتا کہ یہ دونوں شجرے ایک ہی شخص یا ایک ہی خاندان کے ہوں گے۔

بعض معاندینِ اسلام نے اِنہی اختلافات کی بناپر اور خاص کر اہلِ کتاب کے بیان کردہ اسمائے سلسلہ سے اسلامی راویتوں کے اسمائے سلسلہ کے مطابق نہ ہونے کہ وجہ سے اس سلسلۂ نسب کو غیر صحیح قرار دیا ہے اور حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اولادِ اسمٰعیل بن ابراہیم (علیہما السلام) ہونے کا انکار[1] کیا اور آپؐ کے سلسلۂ نسب کو من گھڑت سلسلہ کہا لیکن ان تمام اختلافات کے باوجود سب مسلمان آنحضرت (اروا حنا فداہ) کے اولادِ ابراہیمؑ ہی سے ہونے کا اعتقاد جازم رکھتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ قریش سے ہونا اور قریش کا اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد ہونا مشہور اور متواتر ہے پس اس شہرت و تواتر کے مقابلہ میں جو تمام تاریخوں اور خصوصاً تاریخ انساب کا اصل اصول اور ماخذ ہے کسی مورخ کے بیان یا کسی روایت میں کوئی ایک یا کئی نام مذکور نہ

---

[1] مجیب علامہ کے اِس بیان کی توضیح یہ ہے کہ حضرت نبی عربی محمد مصطفیٰ صلعم کے متعلق توریت و انجیل میں جو بشارتیں آئی ہیں ان میں سے توریت کی ایک بشارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ ''میں ان (بنی اسرائیل) کے لئے ان کے بھائیوں کی اولاد میں سے تیرے جیسا ایک نبی مبعوث کروں گا'' (توریت۔کتاب پنجم باب ۱۸) یہودی وعیسائی حجت کرتے ہیں کہ وہ نبی بنی اسرائیل ہی میں سے ہوگا۔مگر مسلمان یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ بشارت میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے اس نبی کو مبعوث کرنے کا وعدہ ہے اور بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل (عرب) ہی ہیں اور بنی اسماعیل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبیؐ ظاہر ہی نہیں ہوا لہٰذا اس بشارت کے مصداق آپ ہی ہیں۔مسلمانوں کی اس دلیل کی تردید میں بعض معاندینِ اسلام نے حضرت نبیٔ عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اولادِ اسماعیل ہونے کا انکار کرتے ہوئے حضرتؐ کے سلسلۂ نسب پر من گھڑت سلسلہ ہونے کا طعن کیا ہے چنانچہ۔ **''سر ولیم میور'' نے لائف آف محمد میں لکھا ہے**

یہ خواہش کہ مذہب اسلام کے پیغمبرؐ کو اسمٰعیل کی اولاد میں سے خیال کیا جاے اور غالباً یہ کوشش کہ وہ اسمٰعیل کی نسل میں سے ثابت کئے جائیں اُن کی عین حیات میں پیدا ہوئی تھی اور اس طرح پر محمد کے ابراہیمی نسب نامہ کے ابتدائی سلسلے گھڑے گئے تھے اور ابراہیم و اسمٰعیل اور بنی اسرائیل کے بیشمار قصے نصف یہود اور نصف عربی سانچہ میں ڈھالے گئے تھے'' (خطبات احمدیہ۔خطبہ عاشر) شہاب بن نصرت غفرلہما۔

ہونے سے حضرت کے اولادِ اسمٰعیل ہونے میں کوئی شبہ لاحق نہیں ہوسکتا خصوصاً جبکہ تمام مختلف روایتوں کا جزءِ مشترک یہی برآمد ہوتا ہو کہ وہ سب کے سب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی کو پہنچتے ہیں تو درمیانی واسطوں کی تعداد کی کمی و زیادتی کا یا ان کے ناموں کے اختلاف کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا چنانچہ علمائے انساب نے بھی یہی تصریح کی ہے کہ درمیانی واسائط خواہ زیادہ لکھے گئے ہوں یا مختصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابراہیمی النسب ہونا قطعی ہے۔''صحاح الاخبار فی نسب السادۃ الفاطمیۃ الاخیار'' میں عدنان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان نو اور چالیس پشت کا اختلاف ذکر کر کے لکھا ہے کہ:

وکان النبیؐ ینتسب الی عدنان و بعد ذٰلک یقول کذب النسابون وقد ذکرت اقوال النسابۃ لیدرک ان نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراھیمی النسب وان طال او قصر عمود الحسب۔

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم عدنان تک نسب بیان کرتے اور اس کے بعد کذب النسابون (مورخین انساب نے جھوٹ کہا ہے) فرماتے تھے۔ ہم نے مورخین انساب کے اقوال ذکر کردئے ہیں تا معلوم ہوجائے کہ خواہ وسائط طویل ہوں خواہ مختصر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیمی النسب ضرور ہیں۔

ایسا ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک جتنے واسطے ہیں ان کی نسبت تین روایتیں ہیں ان میں سے جو روایت مشہور ہے اس میں نو واسطے ہیں (عمدۃ الطالب)۔اسی طرح حضرت نوحؑ سے حضرت آدمؑ تک جس قدر بطن یا پشت ہیں ان کے متعلق پانچ روایتیں ہیں جن میں سے دس واسطے ہونا زیادہ مشہور ہے۔(عمدۃ الطالب)

غرض اس طرح کے اختلافات دوسرے انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ ہائے نسب میں بھی پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ائمۂ اہلِ بیت کے سلسلہ ہائے انساب میں بھی اسی طرح کی مختلف روایتیں مروی ہیں ان کی اولاد کی تعداد۔ان کے نام اور ان کی اولاد،اولاد کی تعداد اور ان کے ناموں کی تفصیل میں مورخین انساب کے بیانات مختلف ہیں۔جس مورخ کو جس قدر تحقیق ہوئی اس نے وہی اور اسی قدر بتائی ہے۔اور دوسرے مورخ کی تحقیق میں جو ثابت ہوا اس نے اپنی تحقیق کے مطابق اسی قدر تعداد اور نام لکھے ہیں۔

حضرت امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام کے سلسلۂ نسب کی روایتوں میں بھی تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے۔مطلع الولایت اور شواہد الولایت کی روایت میں ''اسماعیل بن نعمت اللہ بن موسیٰ کاظم'' درج ہے لیکن سلطان النصیر۔سراج منیر وغیرہ کتب سیر میں ''نعمت اللہ بن اسماعیل بن موسیٰ کاظم'' لکھا ہے۔تاریخ سلیمانی وغیرہ میں اسی آخری روایت کو مشہور ومختار بتایا ہے۔غور کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ایک انقلاب کی صورت ہے کہ ناموں میں تقدم وتاخر ہوگیا ہے یا پوتے کو دادا کی طرف منسوب کردیا گیا ہے۔

جن روایتوں میں سید نعمت اللہ کو امام موسیٰ کاظم کا بیٹا لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ اصل میں سید نعمت اللہ میر اسماعیل کے اور

امیر اسماعیل امام موسیٰ کاظم کے فرزند ہیں۔ لیکن سید نعمت اللہ کو خردسالی ہی سے امام موسیٰ کاظم نے فرزند کی طرح پرورش کیا اور سید نعمت اللہ دادا ہی کو باپ کہتے تھے۔ عرب میں اس کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں کہ دادا اپنے پوتے کو ''ابنی'' اور پوتا اپنے دادا کو ''ابی'' پکارا کئے ہیں۔ نیز سلسلہ ہائے انساب میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ درمیانی ایک یا کئی نام چھوڑ کر پوتے کو دادا کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے چنانچہ حضرت رسول اللہ صلعم نے انا ابن عبدالمطلب فرمایا ہے، اور آپ امام حسنؓ و امام حسینؓ کو ابنی پکارتے تھے خود حضرت کے سلسلۂ نسب میں بھی اس کی مثال موجود ہے کہ ''کلبی'' کی روایت میں حضرت کے جدِ اعلیٰ ''عدنان'' کو عدنان بن ''ادد'' لکھا ہے حالانکہ دوسری روایتوں کے لحاظ سے ''ادد'' عدنان کے دادا ہیں اور اصل سلسلہ ''عدنان بن ادبن ادد'' ہے یعنی عدنان کے باپ کا نام چھوڑ کر ان کو اُن کے دادا ''ادد'' کا بیٹا کہا گیا ہے پس بعض نسب ناموں میں سید نعمت اللہ کو ابن موسیٰ کاظم لکھنے کی یہی صورت ہے۔

مولف صاحب ہدیہ انہی غیر مسلم معاندین اسلام کے نقش قدم پر گام زن ہوئے ہیں جنھوں نے اختلافِ روایات کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نفیٔ نسب کی وجہ قرار دی ہے چنانچہ مولف صاحب نے بھی اپنی تنگ نظری سے مہدویہ کی پہلی روایات ہی پر اپنی تمام ہرزہ سرائی کی بنا رکھی ہے اور دوسری روایت کا نام تک نہیں لیا ہے حالانکہ خود مولف صاحب نے ہدیہ میں اقرار کیا ہے کہ جناب مولوی سید عیسیٰ عالم میاں صاحب سے انہوں نے اس سلسلۂ نسب کی نسبت دریاف کیا اور جناب ممدوح نے اس انقلاب سے مولف ہدیہ کو ہدیہ کی تالیف سے پہلے ہی آگاہ فرمایا تھا چنانچہ خود مولف صاحب لکھتے ہیں کہ۔

> ''ایک روز علام میاں مصنف رسائل جدیدۂ مہدویہ سے راقم الحروف نے پوچھا کہ نسب مہدی کہ تمہاری کتابوں میں مسطور ہے اس میں کچھ شبہ و شک تو نہیں بولے دریں چہ شک میں نے کہا اس سند میں کہیں انقطاع تو نہیں بولے ہرگز نہیں مگر اتنا ہے کہ ایک جائے پر اس میں انقلاب ہے کہ اسمٰعیل بن نعمت اللہ جو لکھا ہے وہ نعمت اللہ بن اسمٰعیل ہے۔ (ہدیہ مہدویہ صفحہ ۵۱)

اس آگاہ کرنے کے باوجود مولف صاحب ہدیہ کو اس کی تحقیق کی توفیق نہیں ہوئی اور شیطان نے آپ کی راہ ماری اور یہ خیال کر لیا کہ۔

''جناب عالم میاں صاحب بات بنانے کو یہ کہہ رہے ہیں شائدان کو یہ پتہ چل گیا ہے کہ امام موسیٰ کاظم کو نعمت اللہ کوئی فرزند نہیں ہے''

مولف صاحب صرف اس ذرا سے تقدم و تاخر پر اس قدر چراغ پا ہو کر جو بدگوئی و بدزبانی پر اُتر آے ہیں حضرت محمد صلعم کے مذکورہ سلسلوں میں بطنوں کی تعداد اور ان کے ناموں میں کثیر اختلافات ہیں اور کئی کئی نام جو بالکلیہ چھوٹ گئے ہیں اُن کے نظر کرتے کیا تعجب ہے کہ مولف صاحب ہدیہ اپنے اسی اصول کے تحت حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے ہونے کا انکار کر بیٹھیں۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جس کے متعلق بعد میں ضروری مباحث ان کے موقعوں پر ہوں گے۔ مولف صاحب ہدیہ نے جس طرح مہدویہ کی ایک ہی روایت پر اپنی تمام ہرزہ سرائی کی بنا رکھی ہے اور دوسری روایت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اسی طرح امام موسیٰ

www.khalifatullahmehdi.info

کاظم کی اولاد کے متعلق بھی صرف ایک ہی روایت پر اپنی تمام بحث کا مدار رکھا ہے اور دوسری روایتوں کو پس پشت ڈال دیا ہے جو خلاف تحقیق ہے۔مولف صاحب نے مہدویہ کے عناد میں یہ خیال تک نہیں کیا کہ اس طرح کی بے اصول نکتہ چینی سے جس کی بنا کسی ایک ہی روایت پر ہو معاندینِ اسلام کے جو اعتراضات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب پر کئے گئے ہیں وہ سب ثابت و متحقق ہو جاتے ہیں اور کوئی مسلمان مولف صاحب کے اس غلط اصول کا پابند رہ کر اعتراضات کا جواب کس طرح ادا کرسکتا ہے؟

مولف صاحب نے اسی عناد مہدویہ کے جوش میں اس حقیقت کو بھی فراموش کر دیا ہے کہ علمائے انساب کے مذکورہ بیانات کے مطابق جبکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب کی نسبت مورخین انساب کی روایتوں میں کثیر اختلاف ہونے اور کئی کئی نام چھوٹ جانے کے باوجود آنحضرتؐ کا ابراہیمی النسب ہونا شہرت وتواتر کی بنا پر ثابت ہوسکتا ہے اور سلسلہ کے درمیانی نام خواہ زیادہ ہوں یا کم چونکہ وہ سب سلسلے اسمٰعیل علیہ السلام ہی کو پہنچتے ہیں اسلئے یہی ایک وجہ حضرت کے ابراہیمی النسب ہونے کے ثبوت میں کافی ہے تو حضرت امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام کے فاطمی النسب ہونے یا آپ کے اثبات سیادت کیلئے وہی شہرت وتواتر کیوں کافی نہیں ہے؟ اور جبکہ دونوں روایتوں کے لحاظ سے خواہ ''اسماعیل بن نعمت اللہ بن امام موسیٰ کاظم'' کہا جائے یا نعمت اللہ بن اسمٰعیل بن امام موسیٰ کاظم'' دونوں صورتوں میں آخر امام موسیٰ کاظم ہی کو سلسلہ پہنچتا ہے اور دونوں روایتوں کا جز مشترک حضرت امامنا علیہ السلام کا امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہونا برآمد ہوتا ہے تو یہ حضرت کے فاطمی النسب ہونے کیلئے کیوں کافی نہیں ہے؟ کیونکہ یہاں تو تھوڑا سا انقلاب تقدم وتاخر ہے نہ کئی کئی نام چھوٹے ہیں نہ کوئی نام ہی بدلے ہیں۔

خدا کی قدرت دیکھو اور اس کو حضرت امامنا خاتم الاولیاء علیہ السلام کا معجزہ سمجھو۔اسی موقع پر جبکہ مورخین انساب کی سہو نظریوں کی یہ بحث درپیش ہے کہ کسی نے کوئی نام چھوڑ دیا ہے یا کسی نے پوتے کو اس کے باپ کا نام لئے بغیر اس کے دادا کی طرف منسوب کر دیا ہے یا کسی نے باپ کی جگہ بیٹے کا نام لکھدیا ہے اسی قسم کی غلطیوں کی ایک بدیہی مثال خود مولف صاحب ہدیہ سے یہ سرزد ہوگئی ہے کہ انہوں نے کتاب ''مطلع الولایت'' کو سید قاسم بن سید یوسف کی تصنیف بتایا ہے حالانکہ وہ حضرت سید قاسم رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں بلکہ آپؒ کے والد امجد حضرت سید یوسف رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔اگر کوئی شخص مولف صاحب کے اصول پر عمل کر کے صرف اسی غلط بیان پر بھروسہ کرلے اور دوسری روایتوں سے اس کی تحقیق نہ کرے جیسا کہ مولف صاحب ہدیہ کا عمل ہے تو وہ غلط فہمی کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ہمیشہ کے لئے پڑا رہے گا اور اس سے نکلنے کی کوئی سبیل ہی نہ ہوگی۔گویا قدرت از غیب یہ تنبیہ کررہی ہے کہ سہو وخطا لازمۂ بشریت ہے جس طرح تم انسان ہو مورخین انساب بھی انسان ہی تھے جس طرح تم نے باپ کی جگہ بیٹے کا نام لکھدینے کی غلطی کی ہے اسی طرح اگر مورخین انساب سے ایسی ہی غلطیاں ہوی ہیں اور ہوسکتی ہیں تو غلطی غلطی ہی ہے وہ قابل حجت نہیں ہوتی۔

اس کے بعد امام موسیٰ کاظمؒ کی وفات اور امامنا علیہ السلام کی ولادت میں چھ سو چوسٹھ (۶۴۶) برس کی مدت اور امامین علیہما السلام کے درمیان بارہ پشت ہونا اور ہر شخص کا چھپن برس کی عمر میں صاحبِ اولاد ہونے کا نتیجہ نکالنا وغیرہ قیاس آرائیاں جو مولف صاحب ہدیہ نے کی ہیں اِن میں ناظرین انصاف پسند کے لئے کئی امور قابلِ غور ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

اولاً اگر چھ سو چوسٹھ (۶۴۶) برس کو بارہ پر تقسیم کیا جائے تو خارج قسمت پچپن برس (۵۵) برس چار مہینے برآمد ہوتے ہیں پچپن برس نہیں ہوتے جتنے حسابات چھپن برس سے لگائے گئے ہیں وہ سب غیر صحیح ٹھہرتے ہیں۔

ثانیاً امامین کی وفات و پیدائش کی درمیانی مدت بھی چھ سو اکسٹھ (۶۶۱) ہوتی ہے اس واسطے کہ امام موسیٰ کاظمؒ کا انتقال ۱۸۶ھ میں ہوا ہے جیسا کہ شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ:

ومات فی حبس هارون الرشید ببغداد یوم الجمعة بخمس خلون من رجب سنة ست و ثماتین و مائة من لهجرة۔	آپ نے ہارون الرشید کی قید میں مقام بغداد میں جمعہ کے روز ۵/رجب ۱۸۶ھ کو رحلت فرمائی ہے۔

پس مولف صاحب ہی کے اصول پر اس روایت کے نظر کرتے ۱۸۶ھ سے ۸۴۷ھ تک جو امامنا علیہ السلام کا سنہ ولادت ہے چھ سو اکسٹھ (۶۶۱) برس ہوتے ہیں۔

ثالثاً مولف صاحب نے جو بارہ پشت پر حساب کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ خود مولف صاحب نے جو سلسلۂ نسب ''ہدیہ'' میں لکھا ہے اس کے نظر کرتے امامنا علیہ السلام حضرت امام موسیٰ کاظم سے چودھویں پشت پر ہیں۔ چنانچہ اِس میں جو انقلاب یا تقدم و تاخر ہو گیا ہے اُس سے اِس وقت قطع نظر کر کے یہاں اِسی سلسلہ کے ناموں کو شجرہ کے طور پر درج کیا جاتا ہے تا کہ ان بطنوں یا پشتوں کی صحیح تعداد معلوم ہو سکے۔

۱	امام موسیٰ کاظم	۱۴
۲	سید نعمت اللہ	۱۳
۳	سید اسمٰعیل	۱۲
۴	سید جلال الدین	۱۱
۵	سید یحییٰ	۱۰
۶	سید یوسف	۹
۷	سید عبداللہ	۸
۸	سید نجم الدین	۷

۹	سید قاسم	۶
۱۰	سید موسیٰ	۵
۱۱	سید خضر	۴
۱۲	سید عثمان	۳
۱۳	سید عبداللہ	۲
۱۴	سید محمدؐ	۱

دیکھواس سلسلہ کے ناموں پر دوطرح سے نمبرلگائے گئے ہیں۔ایک طرف اوپر کی پشت سے آخر پشت تک دوسری طرف آخری پشت سے اوپر کی پشت تک لیکن خواہ اوپر سے نیچے کی طرف گنتے جاؤ یا نیچے سے اوپر کو شمار کرو دونوں صورتوں میں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام سے حضرت امام موسیٰ کاظم تک چودھویں پشت ہے۔

مولف صاحب نے ان پشتوں کے گننے میں امام موسیٰ کاظم اور امامنا علیہ السلام کے نام بالکل چھوڑ دئے ہیں اور صرف درمیانی پشت گن کر بارہ پشت بتادئے ہیں۔مگر مدت شمار کرنے میں ایک طرف امام موسیٰ کاظم اور دوسری طرف امامنا علیہ السلام کے نام شمار کرلئے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک امام کی وفات اور دوسرے امام کی ولادت سے حساب لگایا گیا ہے حالانکہ یہ بات صاف واضح ہے کہ سلسلہ کے اول وآخر نام چھوڑ کر اگر بارہ پشت گنی جاتی ہیں تو مدت کا حساب بھی درمیانی بارہ پشت ہی تک کرنا چاہیئے اور جب پورے چودہ پشتوں کی مدت محسوب کی جارہی ہے تو پشتوں کی بھی پوری تعداد لینا اور اس مدت کو چودہ ۱۴ یا طرف اول یا طرف آخر میں سے کسی ایک کو محسوب نہ کرنے کی صورت میں کم از کم تیرہ ۱۳ بطن پر تقسیم کریں تو پہلی صورت میں نتیجہ سینتالیس سال اور دوسری صورت میں پچاس سال دس مہینے برآمد ہوتا ہے چھپن سال کسی طرح نہیں ہوتے۔

رابعاً مولف صاحب کا یہ مضروضہ خیالی ڈھکوسلہ کہ ''اگر کسی نے کم عمر مثلاً تیس برس میں جنا تو ضرور ہوا کہ دوسرا بیاسی برس میں جنے'' مذہبی نقطہ نظر کے قطع نظر سرسری اصول ریاضی کے مدنظر بھی سراسر مہمل اور بے اصل ہے چنانچہ ہم تیرہ بطن کی چند مثالکیں ایسی بتاتے ہیں کہ اگر کوئی تیس برس یا اس سے کم میں بھی صاحب اولاد ہو تو تب بھی کوئی پشت شتر سے نہیں بڑھتی ذیل کی جدول نموتۃً ملاحظہ فرمایئے۔

جلد اول صفحہ ۲۴ پر ملاحظہ ہو

بطنوں کا شمار — عمروں کا جدول

بطنوں کا شمار					
۱	۱۹	۴۰	۱۲	۱۸	۵۱
۲	۲۱	۴۲	۲۲	۲۸	۲۳
۳	۳۸	۴۳	۳۳	۳۵	۳۰
۴	۴۸	۴۵	۴۴	۳۸	۳۵
۵	۴۷	۴۶	۵۵	۳۹	۵۵
۶	۴۹	۴۷	۵۷	۴۷	۵۷
۷	۵۶	۴۸	۵۹	۵۸	۵۹
۸	۵۷	۵۰	۶۰	۵۹	۶۰
۹	۵۹	۵۲	۶۱	۶۵	۶۱
۱۰	۶۰	۵۴	۶۳	۶۷	۶۳
۱۱	۶۸	۵۷	۶۴	۶۸	۶۵
۱۲	۶۹	۶۸	۶۵	۶۹	۶۸
۱۳	۷۰	۶۹	۶۶	۷۰	۷۰
	۶۶۱	۶۶۱	۶۶۱	۶۶۱	۶۶۱

۱۲ ۱۵ ۱۸ ۱۹ ۴۰
اس جدول میں اعداد بارہ۔ پندرہ اٹھارہ۔ انیس۔ چالیس۔

موجود ہیں لیکن کوئی پشت ستّر سے متجاوز نہیں ہوئی ہے اور تمام تیرہ پشتیں اس مدت چھ سو اکسٹھ (۶۶۱) میں پوری ہو جاتی ہیں۔
اگرچہ ہم نے مرتبۂ انتہائی ستر (۷۰) کو قرار دیا ہے لیکن پیر نود سالہ کو بھی اولاد ہوتی ہے۔اس کے مقابل نظر بحال طاعن (مولف ہدیہ) تو ایام طفلی و جوانی و زمانۂ پیری سب کا ایک عالم ہے کہ تصورِ اولاد مانندِ مشتِ خاک برباد[1] ہے۔

---

[1] مولف صاحب ''ہدیہ مہدویہ'' نے عمر بھر شادی نہیں کی اور وہ نعمت اولاد سے محروم رہے مجیب علامہ نے اسی کی طرف یہ لطیف اشارہ فرمایا ہے۔
شہاب بن نصرت غفر لہما

www.khalifatullahmehdi.info

الحاصل مولف صاحب ہدیہ کا یہ قول کہ:

''ہر شخص چھپن برس ہی کی عمر میں بیٹا جننا چاہیئے اگر کوئی تیس برس میں صاحبِ اولاد ہوئے تو دوسری پشت والا بیاسی برس کا بوڑھا ہو کر بیٹا جنے تا کہ اس مدت میں یہ بارہ پشت پورے ہوں''

عقل وفہم سے دور اور رائے صائب سے بے بہرہ انسانوں کی ہفوات سے مشابہ ہے۔

جب یہ حیرت واستعجاب دامنگیر ہوا کہ مولف کے جیسا سخیف العقل شخص جوادنیٰ مقدمۂ علم انساب وریاضی کے سمجھنے میں اس قدر قاصر ہو اعلیٰ مدارج [1] پر کس طرح فائز ہوسکا تو یہ خیال آتے ہی لسان الغیب حافظ شیرازی سے اس تحیّر واستعجاب کا یہ جواب ملا کہ:

ابلہاں را ہمہ شربت زگلاب وقند است قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگرمی بینم

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالال طوق زریں ہمہ در گردنِ خرمی بینم

خامساً یہ بحث تو مولف صاحب کے اختراع مضروضہ کی غلطیوں سے متعلق تھی ورنہ مذہبی ودینی نقطۂ نظر سے ایک راسخ الاعتقاد مسلمان کے نزدیک اولاد کا مسئلہ خالق قدیر کی موہیت ومشیّت پر موقوف ہے وہ جس کو چاہے اور جب چاہے اولاد ذکور یا اناث یا دونوں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہے لاولد اور عقیم رکھتا ہے۔اس میں بزرگوں کی تقلید یا زمانہ کی تقلید یا قیاس وتخمین کو مطلق دخل نہیں ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

لِلّٰہ ملک السموات والارض یخلق مایشاء یهب لمن یشاء اناثا ویهب لمن یشاء الذکورا ویزوجهم ذکرانا واناثا ویجعل من یشاء عقیما انه علیم قدیر (۲۵۔۶۔شوریٰ)	آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کو حاصل ہے۔وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہے اولاد اناث اور جس کو چاہے اولاد ذکور یا دونو ملا کر عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے بانج یعنی لاولد رکھتا ہے۔وہ زیادہ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔

زیادہ عمر میں اولاد ہونے کا مسئلہ جو مولف صاحب ہدیہ کے لئے نسب صحیح کے انکار کا باعث ہو رہا ہے اسی موہیت وقدرت الٰہی سے تعلق رکھتا ہے۔اس کی ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں جن کا دینی لحاظ سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔البتہ مولف صاحب ہدیہ کے نزدیک وہ سب یقیناً نسب صحیح میں شمار نہ ہوں گے کیونکہ آپ کے خیال فاسد میں زیادہ عمر میں اولاد ہونے سے نسب کی صحت میں شبہ لاحق ہوجاتا ہے۔

مثال کے طور پر دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نود (۹۰) سال کی عمر میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تولد ہوئے ہیں جیسا کہ ابن سعد نے واقدی سے رویت کی ہے۔حضرت اسحاق علیہ السلام جس وقت پیدا ہوے ہیں بی بی سارہ کی عمر بروایت ابن اسحاق نود (۹۰) برس اور بروایت مجاہد ننانو (۹۹) برس کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر بروایت مجاہد سو (۱۰۰) برس اور بروایت ابن اسحاق ایک سوبیس (۱۲۰) برس تھی (دیکھو معالم التنزیل)

[1] مولف صاحب ہدیہ حیدرآباد میں حضور آصف جاہ سادس کے اتالیق مقرر کئے گئے تھے۔۱۲

شہاب بن نصرت غفر لہما

www.khalifatullahmehdi.info

اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بی بی سارہ کو اولاد کی بشارت دی تو بی بی سارہ نے اپنی اور حضرت ابراہیمؑ کی کبرسنی کا اس طرح ذکر کیا کہ:

قالت یا ویلتی ا اَلِدوانا عجوزو هذا بعلی شیخا انّ هذا لشئی عجیب (۱۷۔۷۔ہود)

سارہ نے کہا کہ کم بختی کیا مجھے اولاد ہوگی حالانکہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں یہ تو عجیب بات ہے۔

ملائکہ نے اس کے جواب میں وہی خدائے تعالیٰ کی قدرت کا مسئلہ پیش کر دیا ہے کہ:

قالوا تعجبین من امر اللّٰه رحمة اللّٰه وبرکاته علیکم اهل بیت انه حمید مجید (۱۲۔۷۔ہود)

فرشتوں نے کہا کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو۔اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت و برکات نازل ہوں وہی سزاوار حمد اور بزرگ و برتر ہے۔

اگر کوئی کہے کہ یہ تو معجزہ تھا جو ابراہیم علیہ السلام سے ظاہر ہوا تھا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ باوجود مدت زیادہ ہونے کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسباً اقرب الناس ہونا یعنی واسطے کم ہوکر زیادہ عمر میں صاحب اولاد ہوتے جانا تسلیم کرلیا جائے تو یہ بھی حضرت خاتم الاولیاء امام مہدی علیہ السلام کا معجزہ ہے اس پر بھی کسی عادت پرست کو تنگ نظر کو مجال اعتراض نہیں۔

سادساً مولف صاحب کا یہ قول کہ ''یہ مقدمہ نہایت غریب و نادر ہے کسی دوسرے کے نسب صحیح میں دنیا میں ایسا نہ ہوا ہوگا'' آپ کی تنگ نظری اور کج فہمی کا مبین ثبوت ہے کیونکہ اس سے یہ دعوی ہمہ دانی ٹپک رہا ہے کہ گویا آپ نے دنیا بھر کے انساب کا پورا جائزہ لے لیا ہے اور آپ کی محدود دانست میں کسی دوسرے کے نسبِ صحیح میں ایسا ہوا ہی نہیں ہے۔اگر مولف صاحب کے نزدیک صحیح نسب کا دارومدار اسی پر ہے اور کسی نسب کی صحت کے جانچنے کا یہی اصول ہے تو آپ کو تمام دنیا بھر کے انساب کی جھڑتی لینے کی ضرورت نہیں ہم آپ ہی کے معتقد علیہ ذوات مقدسہ کی ایسی مثالیں بتاتے ہیں جو آپ کی پیش کردہ صورت سے بھی زیادہ غریب و نادر ہیں۔

اِس کے ساتھ ہی ناظرین کرام کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ ہمارا ذاتی خیال نہیں بلکہ مولف صاحب ہدیہ کے اختراعی اصول کا اعادہ یا نقل کلام ہے۔اس کا وبال بھی مولف صاحب ہی کی گردن پر ہے۔

کتاب ''عمدۃ الطالب فی انساب اٰل ابی طالب'' مولف صاحب ہدیہ کے پاس بڑی معتبر کتاب ہے اور انہوں نے اپنے تمام بے سروپا اعتراضات کا دارومدار ''عمدۃ الطالب'' ہی پر رکھا ہے۔ہم اسی کتاب سے ایک مثال پیش کرتے ہیں جس کا مولف صاحب انکار نہیں کر سکتے۔

''عمدۃ الطالب'' میں حضرت پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''عدنان'' تک جو سلسلہ لکھا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عدنان کے درمیان بیس پشت ہیں۔صاحب عمدۃ الطالب ہی نے عدنان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

www.khalifatullahmehdi.info

کے درمیان نو(۹) واسطوں والی روایت کو علمائے انساب کے پاس مشہور روایت ہونا لکھا ہے۔ پس اس مشہور روایت اور اس حساب کے نظر کرتے حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلعم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مابین انتیس (۲۹) اور بشمول عدنان تیس (۳۰) پشت ہوتی ہیں۔ عمدۃ الطالب ہی میں لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت میں دو ہزار چھ سو دس سال کے قریب ہیں۔

اب مولف صاحب ہدیہ کے اختراع کردہ اصول کے موافق ان دونوں میں نسبت رکھی جائے تو گویا اس سلسلہ میں ہر شخص ستیاسی سلا کا بوڑھا ہو کر صاحبِ اولاد ہونا لازم آتا ہے اور یہ بھی کہ اگر کوئی اس سے کم عمر میں صاحبِ اولاد ہوا ہو مثلاً چھپن (۵۶) سال میں جو مولف صاحب کی پیش کردہ مدت ہے اگر کوئی بیٹا جنا ہو تو دوسری پشت والے کو ایک سو اٹھارہ سال کی عمر میں جننا پڑے گا تا کہ یہ دو ہزار چھ سو دس سال کی مدت میں یہ تیس پشت پوری ہو جائیں۔ کیا یہاں بھی مولف صاحب ہدیہ یہی درفشانی کریں گے کہ ”یہ مقدمہ نہایت غریب و نادر ہے کہ کسی دوسرے کے نسب صحیح ہیں دنیا میں ایسا نہ ہوا ہوگا“ کیونکہ چھپن سال میں جو غرابت وندرت تھی یقیناً ستیاسی (۸۷) سال میں تو اس سے زیادہ غرابت وندارت ہے خصوصاً اس اعتبار سے بھی ”عمدۃ الطالب“ کے خود مولف نے یہ سلسلہ لکھ کر یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

وتناسق هذه الولادت فی مقدار هذه المدة مستنكر۔	ان ولادتوں یعنی بطنوں کا اس قدر مدت میں ہونا نادر (اہلِ انکار) ہے۔

مولف صاحب ہدیہ کے اسی مخترعہ اصول کے موافق اسی سلسلۂ نسب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ختم نہ کر کے حضرت آدم علیہ السلام تک دیکھا جائے اور کسی ایک ہی روایت کو لیا جائے اور دوسری روایتوں کے درپے تحقیق نہوں جیسا کہ مولف صاحب ہدیہ نے کیا ہے تو اس کے نتائج اور بھی زیادہ تعجب خیز برآمد ہوتے ہیں۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے جو بڑے محدث و مفسر اور مستند مورخ مانے جاتے ہیں اپنی کتاب ”**مسالک الحنفا باحیاء والدی المصفی**“ میں تفسیر ابن حاتم سے روایت کی ہے۔

قال ابن موسیٰ بن ایوب الضیبی بن ضمره عن عثمان بـن عطاء عن ابیه قال بین النبی صلی اللّٰه علیه و سلم وبین ادم (علیه السلام) تسع دار بعون ا باً الخ	عثمان بن عطا، اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آدم علیہ السلام کے درمیان انچاس (۴۹) بطن ہیں۔

جامع الصغیر سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے چھ ہزار برس کے بعد پیدا ہوئے ہیں چنانچہ اصل روایت یہ ہے کہ:

الدنیا سبعة الاف سنة انافی اٰخرھا الفاً ۔ دنیا کی مدت سات ہزار برس ہےاور میں اس کے آخری ہزار میں ہوں۔

دوسرے مورخین مثل صاحب ''تقویم التواریخ'' اور صاحب ''تاریخ بیت المقدس'' نے حدیث مذکور کی شرح کے طور پر تحقیق کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہبوط آدم علیہ السلام سے چھ ہزار ایک سوترسٹھ(۶۱۶۳) برس کی مدت میں ہوئی ہے پس ثابت ہوگا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انچاس پشت اس چھ ہزار ایک سوترسٹھ برس کی مدت میں پوری ہوں۔

اب مولف صاحب ہدیہ کے اختراعی مفروضہ کے مطابق لازم آئے گا کہ اس سلسلۂ نسب میں ہر شخص تقریباً ایک سوپچیس (۱۲۵) برس نو ماہ کی عمر میں بیٹا جنتا تھا اور اگر کوئی ان میں سے اس سے کم عمر میں جنا ہو تو ضرور ہوا کہ دوسری پشت والا سوا سو برس سے بھی زیادہ عمر میں جنے۔مثلاً کوئی شخص چھپن برس میں صاحب اولاد ہوا ہو (جو مولف صاحب کی بیان کردہ انتہائی مدت ہے) تو دوسرا ضرور ایک سوچورانوے برس کا پیرفرتوت ہوکر بیٹا جنے تاکہ یہ انچاس (۴۹) پشت اس چھ ہزار ایک سوترسٹھ برس کی مدت میں پوری ہوجائیں۔

یقیناً مولف صاحب ہدیہ کو بدرجہ اُولیٰ اس نسل کے بے اصل ہونے کا فیصلہ کرنا اور ضرور یہی ہرزہ سرائی کرنا ہوگا کہ ''یہ مقدمہ نہایت غریب ونادر ہے کہ کسی دوسرے کے نسب صحیح میں دنیا میں ایسا نہ ہوا ہوگا''۔کیونکہ اگر وہاں ہر شخص بقول ''مولف ہدیہ'' چھپن برس میں صاحب اولاد ہوتا تھا تو یہاں اس کی دوگنی سے بھی زیادہ عمر میں بیٹا جننا لازم آتا ہے۔

ہم اس موقع پر مکرر یہ عرض کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا ذاتی قول نہیں بلکہ مولف ہدیہ کے ہزیانات کا نقل کلام ہے تاکہ انہیں اور ان لوگوں کو جو ان کی اس قسم کی ہرزہ سرائی کو امنا حضرت مہدیِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلۂ نسب کی نسبت صحیح سمجھتے ہوں یہ معلوم ہوجائے کہ اگر اس قسم کی ابلہانہ تُک بندی کو صحت نسب کا معیار قرار دیا جائے تو یہی اعتراض معاندین اسلام کی طرف سے رسول عربی (اروا حنا فداہ) کے نسبی سلسلہ پر عائد ہوجاتا ہے۔افسوس ہے کہ مولف صاحب مہدویہ سے انتہائی بغض وعناد میں ان پر بے سوچے سمجھے ایسے اعتراضات کر بیٹھتے ہیں جن سے معاندینِ اسلام کے اعتراضات کو تقویت پہنچتی اور اسلام ہی کی بیخ کنی ہوجاتی ہے۔

بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے نسب پر حملہ اور اس کا جواب: سابعاً۔مولف صاحب ہدیہ کا یہ قول کہ:

> ''اور یہ طرہ ہے کہ سید خوندمیر داماد مہدی کا نسب بھی انہی نعمت اللہ کو پہنچتا ہے اور وہاں بھی فقط بارہ واسطے درمیان میں ہیں حالانکہ یہ مہدی کے تولد سے چالیس برس کے بعد پیدا ہوئے اور ان کے تولد اور امام موسیٰ کاظم کے انتقال میں سات سوچار برس کا فاصلہ ہے''۔

یہ بھی اسی کوتہ نظری کا ایک اور مزید ثبوت ہے جو اس سے پہلے تمام سلسلہ ہائے انساب کی نسبت ظاہر ہوئی ہے درحقیقت یہ طرہ انہی عقلمندوں کے زیب دستار ہے جنھوں نے اپنی کم فہمیوں سے سلسلہ ہائے انساب کے جانچنے کا ایک ایسا انوکھا اصول ایجاد کیا ہے کہ اس معیار پر بہت سے مسلّمہ سلسلہ ہائے انساب کا مخدوش ومطعون ہوجانا لازم آتا ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ بھی امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہونے کو مولف صاحب ہدیہ کیوں خلاف عقل و نقل سمجھ رہے ہیں۔اصل نسب سے متعلق جو توجیہات جواب سابق میں مذکور ہوئے ہیں وہ تمام یہاں بھی منطبق ہیں جن کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔اگر حضرت امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام کے ہم جد ہونا مولف ہدیہ کیلئے باعث حیرانی ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ کبھی اور کہیں ایسا ہوا ہی نہو اور اس سے مولف ہدیہ کے کان آشنا ہی نہ ہوں۔متعدد صحابۂ رسول اللہ آنحضرتؐ کے ہم جد ہیں۔ آنحضرتؐ کے سلسلۂ اجداد میں سے کسی صحابی کا سلسلۂ نسب کسی جد پر ملتا ہے اور کسی کا کسی پر۔حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کی شاخ ''مرّہ بن کعب بن لوی پر'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتی ہے اور حضرت امیر المومنین عثمان ذی النورینؓ کا سلسلۂ نسب عبدمناف بن قُصی پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملجاتا ہے (صحاح الاخبار) اسی طرح دوسرے جلیل القدر صحابۂ کرامؓ اور بعض امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی حالت ہے۔اور پھر ان سے اوپر کا سلسلہ سب کا متحد ہے جو مباحث ان سلسلوں کے متعلق مولف ہدیہ کے مخترعہ اصول پر ہوسکتے ہیں وہ سب ان تمام صحابہؓ کے سلسلہ ہائے نسب کو بھی شامل ہیں۔

اگر بندگی میاں سید خوندمیرؓ کا حضرت امامنا علیہ السلام سے کم عمر ہونا اور پھر اسی قدر واسطے درمیان میں ہونا مولف صاحب ہدیہ کو مبہوت کررہا ہے تو اسکی بھی واضح اور کھلی مثال حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی موجود ہے کہ امیر المومنین کا سن شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً تیس سال کم ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہونا جمہور اہل سیر و تواریخ کا متفقہ قول ہے جیسا کہ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ:

بدانکہ جمہور اہل سیر و تواریخ برآنند کہ تولد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در عام الفیل [1] بود بعد از چہل روز تا پنجاہ و پنجروز و ایں قول اصح اقوال است (مدارج النبوۃ جلد دوم)

اور عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ۔

ثم علی ولد بمکة فی بیت الحرام یوم الجمعة الثالث عشر من رجب سنة ثلثین من عام الفیل (عمدۃ الطالب ذکر اولاد ابی طالب)	علیؓ مکہ میں بیت اللہ میں روز جمعہ تیرھویں رجب عام الفیل سے تیسویں سال پیدا ہوئے۔

پس اس تفاوت عمر کے باوجود امیر المومنین سے عدنان تک اور عدنان سے حضرت آدم (علیہما وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام) تک اسی قدر واسطے درمیان میں ہیں جس قدر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ان سلسلوں کے بطنوں کی تعداد اور اجداد کے ناموں

[1] ظہورِ اسلام سے قبل جس سال ابرہہ کی فوج بڑے بڑے ہاتھی لیکر کعبہ کو ڈھانے کیلئے آئی تھی اور خدا کی قدرت سے ایک غول ابابیل سے تباہ و تاراج ہوکر کعبہ کو ڈھانے کے قصد میں ناکام رہ گئی اس کو ''عام الفیل'' کہتے ہیں۔چونکہ اس زمانہ میں عرب اور خصوصاً قریش میں کوئی مستقل سنہ رائج نہیں تھا اور اصحاب الفیل کا واقعہ نہایت مشہور اور اہم واقعہ تھا اس کے بعد کے واقعات کا حساب اسی ''عام الفیل'' سے لگایا جاتا تھا۔اسی عادت کے مطابق اہلِ سیر و تواریخ ظہورِ اسلام سے قبل کے واقعات کا حساب اسی عام الفیل سے بتاتے رہے ہیں۔ ۱۲ شہاب بن نصرت غفرلہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

کے متعلق جو اختلافِ روایات پایا جاتا ہے وہ سب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے سلسلۂ نسب کو بھی شامل ہے نیز مولف صاحب ہدیہ کے مخترعہ اصول کی بنا پر جو مفروضہ صورتیں پیش کی جاسکتی ہیں وہی بعینہٖ اس سلسلہ کیلئے بھی پیش ہوسکتی ہیں پھر ہم نہیں سمجھتے کہ اس واضح مثال کے ہوتے مولف ہدیہ نے اپنی دستار فضیلت ولیاقت کو زینت حاصل ہونے کے عوض اُلٹے لاعلمیم وجہالت کا بدنما داغ لگ رہا ہے۔

ثامناً۔مولف ہدیہ کی یہ ہرزہ سرائی کہ ''جس شخص نے اس نسب کو تصنیف فرمایا اس حساب کو خیال میں نہ لایا ورنہ اس کے نزدیک آسان تھا کہ دس پانچ نام اور بڑھا کر قصّہ مٹا دیتا'' جس نے اس نسب کو ایجاد اوران نسب والوں کی برصورت مسطورہ تخلیق کی اگرچہ اس پر سہو ونسیان محالات وممتنعات سے ہے مگر وہ ضرور قادر تھا کہ اسی مدت میں چاہتا تو دس پانچ اشخاص کو اور پیدا فرما دیتا۔لیکن وہ حکیم مطلق ہے غالباً اُس کی حکمت کا اقتضاء یہی ہوا اور اسی لئے اس نے اس مدت میں اتنے ہی واسطے پیدا کئے تا کہ اولاً حضرت امام مہدی علیہ الصلوۃ والسلام کا معجزہ ظاہر ہو۔

تاسعاً بمصداق آیۂ کریمہ **واکثرھم لا یومنون** (اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے) مولف صاحب ہدیہ کے جیسے منکرین کے عناد و انکار میں ترقی اوران کی ضلالت وگمراہی وسرکشی میں اضافہ کا باعث ہو جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ:

ونقلب افئدتھم وابصارھم کمالم یومنوابہ اول مرۃ ونذرھم فی طغیانھم یعمھون (۷۔۱۹۔انعام)

ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو (اسی طرح) الٹ دیں گے جس طرح وہ پہلی مرتبہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتے رہنے دیں گے۔

یہ تو حقیقی جواب ہے کہ جس قادر مطلق نے اس برگزیدہ سلسلۂ نسب کے افراد کو پیدا فرمایا ہے اس کی مشیت اسی طرح جاری ہوئی تھی اوراسی کے موافق ظہور ہوا۔لیکن مولف ہدیہ کے اس اندازِ بیان سے جس خبثِ باطنی کا اظہار ہورہا ہے اور اہلِ بیت کرام کے نسب پر طعن کرنے کی جو بیجا جراٗت ٹپک رہی ہے اور فرمانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ''**اشتد غضب اللّٰہ علیٰ من اذانی فی عترتی**'' (جو شخص میری اہلِ بیت کے متعلق مجھے رنج دیتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب شدید ہوگا) کا مورد بننے سے زرا بھی نہیں جھجک رہے ہیں اس کے مدنظر کچھ عجب نہیں کہ مولف ہدیہ کی ذات معاندینِ اسلام کے لئے معلم ملکوت کی قائم مقام ثابت ہو اور وہ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام ہونے پر یہی اعتراض کر بیٹھیں تو مولف صاحب ہدیہ فرمائیں کہ آپ اپنے اصول کے موافق جب مفروضہ چھپن (۵۶) سال کے لئے دس پانچ نام بڑھا دینے کا خدائے قدیر کو مشورہ دے رہے ہیں تو ستیاسی سال اور سوا سو سال کی عمر میں بیٹا جننے کی صورتوں کا مفروضہ قصہ مٹانے کے لئے اس نسب کا تصنیف کرنے والا کس کو قرار دیں گے اور کتنے نام بڑھا دینے کی ضرورت محسوس کریں گے۔

بروزِ حشر گر پرسند خسرو را چرا کشتی ۔ چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

www.khalifatullahmehdi.info

امیر نعمت اللہ امام موسیٰ کاظم کی اولاد ہونے کی تحقیق: ان مزخرافات کے بعد مولف صاحب ہدیہ نے اپنے خیال میں ایک دلیل تحقیق یہ قرار دی ہے کہ کتاب ''عمدۃ الطالب فی نسب آل ابی طالب'' میں امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد صلبی اور اولاد الاولاد میں نعمت اللہ نامی کوئی نہیں چنانچہ اس کی نسبت انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

> اب دلیل تحقیق کہ جس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہ نسل سراسر بے اصل ہے بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ سید نعمت اللہ کی جنکی بدولت مہدی سید بنے ہیں عنقا صفت معلوم الاسم معدوم الذات ہیں اور ان کو امام موسیٰ کاظم کا بیٹا بنانا سراسر بہتان وافترا ہے۔حضرت امام موسیٰ کاظم کوئی شخص غیر مشہور مجہول الحال نہیں ہیں کہ جس کا جی چاہے ان کا بیٹا بن جائے بلکہ ان کی اولاد اور اولاد الاولاد کا حال معتبر کتابوں میں بہ تفصیل تمام مذکور ہے اور اس میں کوئی شخص سید نعمت اللہ نہیں ہے اور نہ کسی کا نعمت اللہ لقب وعرف ہے۔''

اس کے بعد عمدۃ الطالب میں امام موسیٰ کاظمؑ کے جن فرزندوں اور لڑکیوں کا ذکر ہے ان کی تعداد اور ان کے نام لکھے ہیں۔ ''فصل الخطاب'' اور ''لطائف اشرفی'' سے یہ وضاحت کی ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزندوں میں سے کون کون لاولد ہیں اور کون کثیر العیال اور قلیل الاولاد ہیں۔اس کے بعد مولف صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:

> اب خوب ملاحظہ کیجئے کہ ان میں سید نعمت اللہ تمہارے مہدی کے دادا صاحب کہاں ہیں پس ثابت ہوا کہ تمہارے مہدی کا قصر سیادت بے بنیاد ہے اور اس پر بالا خانہ مہدیت جو بنایا ہے وہ برباد ہے۔
>
> ''یہ دعویٰ کہ ہم سید نعمت اللہ کی اولاد میں ہیں اور سید نعمت اللہ بیٹے امام موسیٰ کاظم کے ہیں بجائے اس کے ہے کہ کوئی کہے کہ میں ناصر الدولہ فرمانروائے دکن کی اولاد میں ہوں۔جب اس سے پوچھیں کہ ان کے کس بیٹے کی آپ اولاد ہیں تو کہے کہ بندہ شیخ نعمت اللہ بن ناصر الدولہ کی اولاد میں ہے۔''سننے والے کو نہایت ہنسی آوے گی کہ نواب ناصر الدولہ کے فقط دو فرزند ہیں ایک نواب افضل الدولہ بہادر فرمانروائے حال دوسرے نواب روشن الدولہ یہ شیخ نعمت اللہ کہاں سے تیسرے بیٹے نکلے کہ تمہاری نسل کا پتہ لگے پس بلاشبہ واقفین حال انساب اس نسب مہدوی کو بھی سن کر ایسی استعجاب واستہزا کریں گے۔''

مولف صاحب ہدیہ نے اس ضمن میں جو بدزبانی اور گستاخیاں کی ہیں وہ ایک مقدس مقتدائے مذہب کے خلاف شان اور اہل مذہب کیلئے جس قدر دل آزار وموجب اشتعال ہیں اس کے علاوہ صاف طور پر اصول اخلاق کے بھی صریح غلاف ہے۔اس کا انتقام تو ہم اللہ تعالیٰ پر سونپ دیتے ہیں کیونکہ وہی منتقیم حقیقی ہے اور ایسے ہی بدلگام بدکرداروں کے متعلق اس کا وعدہ ہے۔

فاخذ ناھم بغتۃ وھم لا یشعرون (۹۔۲) ہم نے ان سے اچانک مواخذہ کیا جس سے وہ بے خبر تھے

نفس مسئلہ کی تحقیق سے متعلق مولف صاحب ہدیہ نے جو خیال آرائی کی ہے اور اس میں اُن سے جو فاحش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ان کے متعدد پہلو قابلِ تنقید ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

اولاً۔(رحم اللّٰہ من انصف۔ناظرین پر تمکین کو چاہیئے کہ اس موقع پر دیانت وانصاف کے ساتھ غور فرمائیں کہ مولف ہدیہ نے اس سے پہلے ابتدائے باب سوم میں اقرار کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا اولادِ فاطمہؑ سے ہونا باتفاق فریقین بتواتر معنوی ثابت ہے۔اصولِ حدیث اور اصول فقہ کا یہ مسلّمہ ضابطہ ہے کہ جو بات احادیث سے بتواتر ثابت ہوتی ہے وہ قطعی ویقینی ہوتی ہے۔اُس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔پس کسی امرِ قطعی کی صحت وصداقت کا فیصلہ بھی دلیل قطعی ویقینی ہی سے ہوسکے گا کسی دلیلِ ظنی و وہمی سے امرِ قطعی کا بُطلان لازم نہیں آسکتا۔اس لئے کہ دلیل ظنی ظن کا افادہ کریگی نہ قطع ویقین کا جیسا کہ شرح مقاصد وغیرہ میں لکھا ہے اور مولف صاحب ہدیہ نے بھی اس کو سنداً پیش کیا ہے۔

پس ہم مولف صاحب ہدیہ سے پوچھتے ہیں کہ جو مضمون کتب انساب سے مستنبط ہوتا ہے وہ قطع وہ یقین کا فائدہ دیتا ہے یا ظن کا؟ اگر یہ کہا جائے کہ وہ مفید قطع ویقین ہے تو عندالجمھو رصریح البطلان ہے اور اگر یہ کہیں کہ ان سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے تو یہ ایک حد تک صحیح ہوگا لیکن یہ علمِ ظنی کسی امر قطعی کی نفی و بطلان کیلئے اصلاً بکار آمد نہیں ہوسکتا۔کیونکہ احادیثِ رسول اللہ علیہ وسلم بھی جو احادہوں اہلِ سنت کے نزدیک افادہ ظن کا کرتی ہیں نہ قطع ویقین کا اور ان سے کسی ایسے امر کی نفی وتردید نہیں ہوسکتی جو احادیث متواترہ سے ثابت ہو پھر مورخین انساب کے اقوال کس شمار وقطار میں ہیں اُن سے قطع ویقین کس طرح حاصل ہوسکتا ہے اور ایک امر قطعی ویقینی کی نفی اُن سے کس طرح لازم آسکتی ہے۔

ثانیاً۔جبکہ کتب انساب میں بھی اختلاف ہو اور ایک روایت دوسری روایت کی ضد ومخالف واقع ہو تو کسی ایک روایت سے وہ ظن صحیح بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔مثلاً عمدۃ الطالب میں امام موسیٰ کاظمؑ کو تیئیس (۲۳) لڑکے ہونا لکھا ہے۔فصل الخطاب میں لکھا ہے کہ بائیس (۲۲) تھے روضۃ الاحباب میں ہے کہ بیس (۲۰) تھے اسی کتاب کے ایک اور مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ حمداللہ مستوفی نے تاریخ گزیدہ سے نقل کیا ہے کہ اکتیس (۳۱) تھے میر محمد حسین خاں کے شجرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اڑتیس (۳۸) تھے کتاب بحرالانساب وکنزالانساب میں جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا علی الترتیب انچالیس (۳۹) اور بیالیس (۴۲) لکھا ہے چنانچہ ان کتابوں کی اصل عبارت یہ ہے۔

اما راویان اخبار و ناقلان آثار چنیں روایت می کنند کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام راسی (۳۹) ونہ فرزند بودند الخ (بحرالانساب)

آوردہ اند کہ حضرت امام موسیٰ کاظم راچہل ودو فرزند بود الخ (کنزالانساب)

اب ظاہر ہے کہ ان روایتوں سے امام موسی کاظمؑ کے فرزندوں کی تعداد بیس (۲۰) سے بیالیس تک ثابت ہورہی ہے تو کسی ایک ہی روایت کی مبینہ تعداد میں حضرت کے فرزندوں کے منحصر ہوجانے کا ظن صحیح بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح امام ممدوح کی اولاد الاولاد کے بیان میں عمدۃ الطالب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسمٰعیل بن امام موسیٰ کاظمؑ کی نسل ان کے ایک ہی بیٹے موسیٰ سے پھیلی ہے۔حالانکہ انساب المعقبون میں لکھا ہے کہ موسیٰ کے سوا اسمٰعیل بن امام موسیٰ کاظم کے اور بھی بیٹے صاحبِ اولاد ہیں عمدۃ الطالب میں ہے کہ موسیٰ بن اسمٰعیل کو صاحب اولاد صرف ایک ہی بیٹے جعفر تھے مگر انساب لامعقبون میں لکھا ہے کہ اُن کی

نسل اُن کے پانچ بیٹوں سے پھیلی ہے۔

غرض انہی مذکورہ مثالوں پر موقوف نہیں بلکہ اس قسم کے اختلافِ روایات کی اور بہت سی مثالیں کُتُبِ انساب میں ملتی ہیں جن کا استیعاب موجب طوالت اور اس موقع کے ناموزوں ہے۔ پس جبکہ سلسلہ ہائے انساب کی نسبت اس قسم کا اختلاف روایات پایا جارہا ہے اور کوئی وجہ ترجیح نہیں بتائی گئی ہے تو ایسی صورت میں امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد کی تعداد اور ان کے نام اور ان کے صاحبِ اولاد ہونے نہ ہونے کی کیفیت وغیرہ جو مولف عمدۃ الطالب نے لکھی ہے اس سے کسی طرح یہ ظن بھی حاصل نہیں ہوسکتا کہ امام ممدوح کو اسی کی بیان کردہ تعداد کے موافق صرف تئیس (۲۳) ہی بیٹے تھے اور ان کے وہی نام تھے جو اس نے لکھے ہیں اور بس۔

ثالثاً۔عمدۃ الطالب ہی میں جو مولف صاحب ہدیہ کے پاس نہایت معتبر کتاب ہے اور دوسری کتب انساب و سیر میں بھی یہ روایت آئی ہے کہ حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے نسابین یعنی نسب بیان کرنے والوں کی نسبت ''کذب النسابون'' (نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں) ارشاد فرمایا ہے جلیل القدر صحابی عبداللہ بن مسعودؓ سے اس حدیث کی شرح کے طور پر مروی ہے کہ:

کان ابن مسعودؓ اذا قرأ قوله تعالیٰ الم یاتکم نباء الذین من قبلکم قوم نوح و عاد و ثمود والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللّٰه قال کذب النسابون یعنی انھم یدعون علم الانساب و نفی اللّٰه علمھم عن العباد (مواہب لدنیہ)	ابن مسعودؓ جب یہ آیت پڑھتے جس کا معنی یہ ہے کہ کیا تم سے پہلے لوگوں کی خبر تمہیں نہیں ہے جیسے قوم نوحؑ قوم عاد و ثمود اور وہ جو ان کے بعد ہوئے ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے'' تو ابن مسعودؓ کہتے نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں یعنی وہ علم انساب کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بندوں کو یہ علم حاصل ہونے کی نفی فرمائی ہے۔

پس مخبر صادق نے جن کے اقوال کو محتمل کذب فرمایا ہے ان سے قطع و یقین کیسے حاصل ہوسکتا ہے اور کوئی مسلمان ان اقوال کو ایک ایسے امر کی صحت کا معیار کس طرح قرار دے سکتا ہے جو حضرت مخبر صادقؐ (ارواحنا فداہ) سے بتواتر، قطعی و یقینی طور پر ثابت ہے۔

رابعاً۔ یوں تو تمام تاریخی واقعات کا اصل ماخذ شہرت و تسامع واقع ہوا ہے یعنی کسی بھی واقعہ کے ظہور ہونے کے بعد اس کے واقفین کے ذریعہ اس واقعہ کا علم دوسروں کو ہوتا چلا آیا ہے اور جب یہی واقعات ضبط تحریر میں آتے ہیں وہی عادتاً تاریخ کہلاتے ہیں۔ ظہور واقعات اور ان کے ضبط تحریر میں آنے کے متعلق کسی خاص اصول کی پابندی بھی نہیں پائی جاتی یعنی تمام واقعات اُن کے ظہور سے کسی مقررہ مدت ہی کے بعد منضبط نہیں ہوئے ہیں بلکہ بہت سے واقعات عرصۂ دراز تک اسی طرح شہرت و تسامع کے طور پر ایک سے دورے کو معلوم ہوتے رہے ہیں۔عرب کی تاریخ اور اسلامی تاریخ کی یہی صورت رہی ہے کہ عرصہ دراز تک اس کے مندرجہ واقعات سماعی طور پر اسلاف سے اخلاف کو منتقل ہوتے رہے ہیں اور اس کے بہت عرصہ بعد کہیں وہ قلمبند ہوئے ہیں۔خصوصاً تاریخ انساب کا مدار و موقوف علیہ تو بالکلیہ شہرت و تسامع ہی ہے۔قریباً تمام اقوام عالم میں نسب کا ثبوت اور اس کی تمام تفصیلات اور اس کے جملہ

متعلقات کا ذریعۂ معلومات شہرت وتسامع ہی ہے۔انہی وجوہ کی بنا پر فقہی احکام میں کسی نسب کی شہادت شہرت وتسامع کی بنا پر قابل قبول قرار دی گئی ہے یعنی جب کوئی شخص کسی کا بیٹا ہونا مشہور ہوتو اسی شہرت کی بنا پر ایسے لوگ جو یہ سنتے چلے آئے ہیں یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ فلاں ،فلاں کا بیٹا ہے شہادت دینے والے کا اس شخص کی ولادت کے وقت موجود ہونا یا شاہد عینی ہونا ضروری نہیں ہے۔ مورخین انساب کی بھی یہی حالت ہے ان کا اصل ماخذ بھی یہی شہرت وتسامع ہوتا ہے۔انکوشہرت وتسامع کے طور پر جو معلوم ہوتا ہے وہ لکھ لیتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ کوئی مورخ انساب خود بذاتہ ہر شخص کی پیدائش کے وقت موجود رہ کر قلمبند کرتا ہے کہ فلاں فلاں کوتولد ہوا ہے یا فلاں فلاں کا بیٹا ہے۔

کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ مورخین نے جو کچھ لکھا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے الہام فرمای ہے یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں سنداً یہ معلوم ہوا ہے کہ فلاں ،فلاں کا بیٹا ہے اور فلاں نہیں ہے یا فلاں کو اتنی اولاد ذکور اور اتنی اولاد اناث ہے۔حاصل یہ کہ تاریخ انساب کا اصل ماخذ شہرت وتسامع ہی ہے۔

بنظر تحقیق دیکھا جائے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں واقعات عالم کا جس قدر حصہ ضبط ہوا ہے وہ تماما واقعات عالم کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے ان کا بہت بڑا حصہ ضبط ہونے سے رہ گیا ہے چنانچہ ہر شخص اپنے ملکی وقومی واقعات پر غور کرلے تو اس کی تصدیق ہوگی کہ اپنے ملک وقوم میں جس قدر واقعات گزرے ہیں وہ سب کے سب اور اسی قدر تفصیل کے ساتھ جیسے کہ وہ ہوے ہیں تاریکوں میں درج نہیں ہیں۔تاریخ انساب کی بھی یہی حالت ہے کہ بہت کم سلسلہ ہائے انساب ضبط تحریر میں آے ہیں اور بہت سے ضبط ہونے سے رہ گئے ہیں۔اس کا ثبوت اس طرح مل سکتا ہے کہ آج بھی ہر ملک وقوم میں سینکڑوں ہزاروں اشخاص اور خاندان ایسے ہیں جن کے سلسلہ ہائے نسب کسی تاریخ میں درج نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود وہ بالکل صحیح سلسلے سمجھے جاتے ہیں۔اگر کسی تاریخ ہی میں ان کے مذکور ہونے پر صحت نسب کا دارو مدار رکھا جائے اور شہرت وتسامع کا اعتبار نہ کیا جائے تو بیشمار خاندانوں کے صحیح سلسلے غیر صحیح ٹھہریں گے خصوصاً اس سے یہ مشکل پیش آئے گی کہ عرب کے وہ تمام سلسلہ ہائے انساب جو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ کرام کے سلسلوں کا اصل ماخذ ہیں جو عرصۂ دراز تک قلمبند نہیں ہوے تھے اُن کو نا قابلِ اعتبار اور لکھے جانے کے بعد سے قابل اعتبار قرار دینا ہوگا حالانکہ ایسا کہنا اصول تحقیق کے صریح خلاف ہے۔کیونکہ اس صورت میں قابل اعتبار حصہ کی بنا اور ماخذ وہی نا قابل اعتبار حصے ہوں گے۔

اس لحاظ سے حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس سلسلۂ عالیہ کی صحت میں اس لئے کوئی شبہ لاحق نہیں ہوسکتا کہ اصل شہرت وتواتر جو تاریخ کا حقیقی ماخذ ہے یہاں موجود ہے۔ایک قوم کی قوم اور ہزاروں لاکھوں افراد آج تک حضرت کے امام موسیٰ کاظمؓ کی اولاد ہونے کی شہادت دیتے چلے آرہے ہیں اپنے اور بیگانے حضرت کے فاطمی النسب ہونے کے معترف ہیں۔بعض معاندین بھی جنھوں نے حضرت کے مہدیٔ موعود ہونے کے مسئلہ میں مغالطہ میں پڑ کر اس کا سختی سے انکار کیا ہے جیسے ملا علی متقی وغیرہ وہ بھی حضرتؑ کی سیادت کے مقر ہیں اور اُن کو اس امر واقعی کے انکار کرنے کی جرأت نہیں ہوسکی ہے۔

پس جس طرح حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ابراہیمی النسب ہونے کی نسبت شہرت وتواتر سب سے زیادہ معتبر شہادت سمجھی جاتی ہے اوراس کے مقابل کتب انساب کا اختلاف بیان۔تعدادِبطون کی کمی بیشی۔اجداد کے ناموں کا اختلاف اورخصوصاً اہل کتاب کی روایتوں کا اسلامی روایتوں سے مختلف ہونا علمائے انساب کے نزدیک حضرتؐ کے ابراہیمی النسب ہونے میں خلل انداز نہیں ہوسکتا ہے۔تواتر سلفاً وخلفاً ہر زمانہ میں بیشمار افراد کا پایا جارہا ہے اس کی قوت کونسب کی کوئی کتاب خواہ وہ کتنی بھی صحیح ومعتبر سمجھی جائے نہیں پہنچ سکتی اور کسی کتاب کے منفرد قول سے اس شہرت وتواتر کی نفی نہیں ہوسکتی۔

خامساً۔ اگر مولف صاحبِ ہدیہ اس تواتر اورقوی تاریخی مواد کے علاوہ اس سلسلہ نسب کی تحقیق متعارف طریقوں ہی سے چاہتے ہیں تو اس کا بھی کافی مواد موجود ہے۔اس کی تحقیق یہ ہے کہ سلسلہ انساب کی یہی روایتیں ایک عرصہ تک (جس کی کوئی حد معین نہیں ہے) شہرت وتواتر کے ذریعہ ایک سے دوسرے تک منتقل ہوتے رہنے کے بعد جب ضبط تحریر میں آئی ہیں تو وہ عموماً دوطرح لکھی گئی یا لکھی جاتی ہیں۔ایک اختصار کے طور پر جس میں کسی بزرگ خاندان یا جداعلیٰ کی اولاد اوراولاد الاولاد کی شاخین اوران میں سے ہرایک شخص کے صرف ’’نام‘‘ بتادئے جاتے ہیں اور حالات وواقعات اور دوسری تفصیلات اس میں درج نہیں ہوتیں۔ان کو’’شجرات‘‘ کہتے ہیں۔دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص کے آباواجداد۔اولاد اوراولاد الاولاد کے ناموں کے ساتھ ان کے مقام ولادت وسکونت ان کے اخلاق وعادات اوراہم واقعات وحالاتِ زندگی وغیرہ کی کچھ تفصیلات بھی حسب ضرورت درج ہوتی ہے۔تواریخ انساب کی یہی صورت ہے۔آئمہ اہل بیت کی اولاد اوراولاد الاولاد کی تفصیلات بھی ان دونوں طریقوں سے ضبط کی گئی ہیں شجرات کے طور پر بھی لکھی گئی ہیں اورتاریخ کے طور پر بھی چنانچہ آج بہت سے شجرات اور بہت سی کتب انساب موجود ہیں جن سے ائمۂ اہلِ بت کی اولاد اور الوادالاولاد کی تفصیلات ہم کوملتی ہیں۔

آئے اب امر مابہ البحث یعنی جناب نعمت اللہ کے امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد ہونے کے مسئلہ کوان دونوں طریقوں یعنی شجرات اور تاریخ انساب سے جوآج ذرائع معلومات تصورت کئے جاتے ہیں تحقیق کریں راقم الحروف کی نظر سے بہت سے شجرے گزرے ہیں کوئی بھی شجرہ وجودنعمت اللہی سے خالی نہیں دیکھا گیا چنانچہ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسودرازؒ کے خاندان میں جوشجرۂ قدیم مشہور ہے اس میں بھی ’’سید نعمت اللہ‘‘ کا نام نامی موجود ہے جس کی نقل فی الحال موجود ہے اور جس کی تصحیح کے لئے جناب سید قطب الدین صاحب ثانی سجادۂ روضہ بزرگ نے اپنی دستخط سے اس کومزین کیا ہے۔

جناب سید شاہ امراللہ حسینی رضوی ساکن ہنمکنڈہ کے نزدیک جوشجرات ہیں ان کے بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ازانجملہ ایک شجرہ کہ بہت قدیم وکہنہ شائد کہ لکھا ہوا کم وبیش چارسوبرس (۴۰۰) کا ہوا۔اس میں بھی اولاد امام موسیٰ کاظمؑ کے ذیل میں ’’سید نعمت اللہ‘‘ کا نام موجود ہے۔دوسرا شجرہ جو بہت منقش ومطول طولانی میں تخمیناً تیرہ (۱۳) گز ہوگا جس کو دیکھتے ہیں اس نسب عالی کے منکرین ومعاندین کا سینہ پھٹ جائے گا اس میں بھی سید نعمت اللہ کا نام معہ تفصیل اولاد کے موجود ہے۔

نواب الف خاں بہادر والی کرنول نے اپنے دورحکومت میں علمائے انساب داں کوجمع کرکے بہ تحقیق تمام ایک شجرہ تیار کیا تھا اس

میں بھی سید نعمت اللہ کا نام اولاد امام موسیٰ کاظمؑ کی ذیل میں موجود ہے چنانچہ اس کی نقل معہ اصل اب حاضر ہے مولف صاحب ہدیہ چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں غرضکہ کوئی شجرہ بھی ظہور نعمت اللّٰہی سے خالی نہیں دیکھا گیا یا تو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزندوں میں یہ نام موجود ہے جس کی وجہ وہی ہوسکتی ہے جو پہلے ذکر کی گئی ہے یا حضرتؑ کے بیٹے اسمٰعیل کے فرزندوں میں درج ہے اور دونوں صورتوں میں حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کاظمی النسب ہونا ثابت ہے جس سے مولف ہدیہ کی سب ہرزہ سرائی کی کافی تردید ہوجا رہی ہے۔

ان مذکورہ شجروں کے علاوہ تحقیق و تفحص کرنے والوں پر اور بھی شجروں سے ان شجروں کی تائید ہوسکے گی۔ ممکن ہے کہ کسی میں یہ نام نہ بھی ہو جس کی وجہ وہی اختلافِ روایات ہوسکتی ہے۔ لیکن کسی شجرہ میں فرضاً و تقدیراً نہ ہونے سے جن شجروں میں یہ نام موجود ہے اُن میں اِس کی موجودگی پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا بلکہ یہی سمجھا جائے گا کہ اُن میں یہ نام درج ہونے سے چھوٹ گیا ہے کیونکہ کسی قافلۂ رفتہ کے نشانِ قدم کہیں موجود ہوں اور کہیں موجود نہوں تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہاں بھی نشان قدم ضرور موجود تھے اور مٹ گئے ہیں لیکن مٹے ہوئے نشانِ قدم کی بنا پر موجودہ نشانات کو کالعدم نہیں قرار دیا جاسکتا۔

سادساً شجرات کی اس تحقیق کے بعد تواریخ انساب سے بھی اس نسب عالی کی تحقیق ہم مناسب سمجھتے ہیں کیونکہ بعض لوگوں کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ شجرہ کتاب کے درجۂ اعتبار کو نہیں پہنچتا ہے۔ اگرچہ یہ خیال درست نہیں ہے اس لئے کہ جو اصل کتاب انساب کا ہے وہی شجرات کا بھی ہے۔ جو علم ظنی ان سے حاصل ہوتا ہے ان سے بھی حاصل ہوتا ہے یہ دونوں جملہ اعتبارات و وجوہ میں سواسو انظر آتے ہیں۔

چنانچہ کتاب ''سبائک الذہب فی انساب العرب'' اگرچہ بظاہر صورت کتاب ہے لیکن خاص طریق شجرات پر ہی مرتب ہوئی ہے اس میں بعینہٖ وہی خطوط اور جدولیں ہیں جو شجروں میں ہوا کرتی ہیں۔ غرض اِن دونوں میں اس کے سوا کوئی تفاوت نہیں ہے کہ شجرات بطور اختصار مرتب ہوتے ہیں اور کتب انساب کسی قدر تفصیلی۔ اور ظاہری صورت میں شجرہ عموماً بصورت بوق ہوتا ہے اور کتاب بشکل صندوق۔ تاہم ایسے لوگوں کی تسکین واطمینانِ خاطر کے لئے اس سلسلۂ عالی کی تحقیق کتب انساب سے بھی کی جاتی ہے تاکہ کسی کو بھی اس بارہ میں شک وشبہ باقی نہ رہے اور ہر دانا و نادان کو اس مقدمہ میں یکساں علم حاصل ہوجائے اور ناظرین انصاف پسند اس بدگوئی و بدزبانی کے بدلہ میں جگر گوشۂ رسول اللہؐ جناب نعمت اللہؒ کی نسبت مولف ہدیہ سے سرزد ہوئی ہے اس پر نفرین وملامت کریں کہ وہ باردیگر کسی سید کی جناب میں ایسی بدگوئی اور بے ادبی سے پیش نہ آئے۔

واضح ہو کہ امیر اسماعیل کا حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزند ہونا اوران کا صاحبِ اولاد بھی ہونا تو خود عمدۃ الطالب سے ثابت ہے چنانچہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزندوں کے ذکر میں لکھا ہے:

و منهم عشرة اعقبوا بغير خلاف و هم علی و ابراهيم الا صغر و العباس و اسماعيل الخ	ان میں سے یہ دس افرا فرزند بلاخلاف صاحبِ اولاد ہیں۔ علی۔ ابراہیم اصغر۔ عباس۔ اسمٰعیل۔ الخ

اس سے امیر اسمٰعیل کا امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزند اور بلا خلاف صاحب اولاد ہونا ثابت ہے اور اس حد تک مولف ہدیہ کو بھی تسلیم ہے اس لئے اس کے اثبات کی ضرورت باقی نہیں ہے۔اب تصفیہ طلب بات صرف اسی قدر ہے کہ اسمٰعیل کے فرزندوں میں ''نعمت'' بھی کوئی فرزند ہیں یا نہیں؟ کتاب ''بحرالانساب'' جس کا داخلہ کتاب ''کشف الظنون'' میں موجود ہے اور لکھا ہے کہ اس کی ابتدائی عبارت **الحمد للّٰہ لذی لا یبلغ مدحتہ القائلون** ہے۔اس کی تدوین کی نسبت بعض آئمہ اہل بیت کی طرف کی جاتی ہے اس کے بعد ایک شیعہ عالم نے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے اور کچھ واقعات و حکایات وغیرہ دوسری تواریخ سے اس کے ترجمہ میں اضافہ کئے ہیں۔اس کتاب میں اسمٰعیل بن امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزندوں کی یہ تفصیل لکھی ہے:

امام اسماعیل بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام راہشت فرزند بودند ہیبت و عابد و ثابت و نعمت و اسد و محبّ و احمد و ساجد۔

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر امام زادہ ''نعمت'' کے نام کا چند بار اعادہ کیا ہے چنانچہ دوسرے امام زادگوں کے ساتھ ان کے بغداد سے شہر آمل کو جانے کا اس طرح ذکر کیا ہے کہ

اما اسد و عابد و ثابت و نعمت و محبّ ایں شصت تن امام زادگاں از بغداد وے بہ شہر آمل نہادند۔

یہ کتاب جو مسمّی باسم اصل ہے بہت قدیم خوش خط ۱۰۳۵ھ کی لکھی ہوئی اس محرر اوراق کے پاس فی الحال موجود ہے جس کو مطالعہ کی خواہش ہو مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

جناب مولوی سید عیسیٰ عالم میاں صاحب مہدوی کے پاس بھی ایک رسالہ مسمّٰی ''بہ نسب نامۂ سادات'' ۱۱۰۳ھ کا لکھا ہوا ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے۔

امام اسمٰعیل بن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام راہشت فرزند بودند ہیبت و عابد و ثابت و نعمت و اسد و محبّ و احمد و ساجد

کتاب کنز الانساب و بحر المصاب انساب کی ایک مشہور کتاب ہے جس کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس کے کاتب امام جعفر صادقؑ ہیں اس کا بعض حصہ امام حسن عسکریؑ کا لکھا ہوا ہے۔یہ کتاب ایک مدت تک مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں تھی ۶۵۳ھ میں سید ابو طاہر بن جعفر (نبیرہ حضرت امام محمد تقی) نے اس کو مسجد اقصیٰ سے ملکِ فارس میں لایا اور اس کے ایک عرصہ بعد علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اس عربی نسخہ کا فارسی میں ترجمہ کیا چنانچہ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

کاتب ایں کتاب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام است بدست مبارک خود نوشتہ بودند بعضے بخط حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بودہ۔ایں کتاب شریف مدتے روزگار در مسجد اقصیٰ بماند از ہجرت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ ششصد و پنجاہ و سہ سال رسیدہ بود کہ حضرت سید ابو طاہر بن جعفر بن عمران بن موسیٰ بن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ایں کتاب شریف را از مسجد اقصیٰ بولایت عجم آورد تا مدتے روزگار گذشت کہ

حضرت سید ابو طاہر ہر در شہر سبزوار بجوار رحمت حق پیوست واین کتاب ۱؎ بلفظ عربی بودہ حضرت سید مرتضیٰ علم الہدی رحمتہ اللہ علیہ از عربی بفاری دراوردہ تا نام اماماں و امام زادگاں و سادات دیکھتاں ویکرنگان آل محمدؐ برروی زمیں مخفی نماند۔

اس کتاب میں بھی حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزندوں میں حضرت اسمٰعیل کا نام درج ہے اور حضرت اسمٰعیل بن امام موسیٰ کاظم کی اولاد کی یہ تفصیل لکھی ہے۔

امام اسمٰعیل بن حضرت امام موسیٰ کاظمؑ راہشت فرزند بود بدیں اسامی مجیب و عابد و ثابت ونعمت و اسد و حبیب و احمد و ماجد

ان تواریخ انساب سے بالاتفاق نعمت کا اسمٰعیل کے فرزند ہونا ثابت ہے اگر چہ اسماعیل کے دور سے فرزندوں کے ناموں میں کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے مگر جناب نعمت کا نام سب میں بلا اختلاف موجود ہے۔ **الحمد للہ علیٰ ذٰلک دیکھو' واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون** '' کا وعدۂ حق ک سطرح پرا ہورہا ہے اور مولف ہدیہ کی وہ تمام ہرزہ سراء کی بنیادیں جو صرف ایک عمدۃ الطالب کے مجرد بیان پر قائم کی گئی ہیں کیسے برباد ہو جارہی ہے۔ ہم اسوقت انہی حوالہ جاتِ شجرات وکتب انساب پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ مردِ حق طلب کیلئے یہی بس ہیں اور ضد وتعصب کی صورت میں تو کتاب آسمانی بھی عبث ہے۔

سابعاً۔ اس تحقیق کے مقابل مولف ہدیہ کی یہ تنگ نظری اور قلتِ معلومات کس قدر قابل مضحکہ ہے کہ انہوں نے صرف ''عمدۃ الطالب'' ہی کے مجرد بیان پر دارومدار رکھ کر جناب نعمت اللہ کے اولاد امام موسیٰ کاظمؑ سے ہونے کا انکار کیا ہے۔ نہیں معلوم مولف ہدیہ نے یہ کیسے خیال کرلیا اور یہ طرز استدلال کہاں سے سیکھا ہے کہ عمدۃ الطالب ہی میں جو کچھ ہے وہی حق ہے اور شہرت وتواتر۔ دوسری تمام روایتیں۔ شجرات۔ کتب انساب اور وہ تمام وجوہ ودلائل جو علمائے انساب کے نزدیک ثبوت نسب کیلئے مسلّمہ اصول ہیں ان سب کا اعتبار نہ کیا جائے حالانکہ خود مصنف عمدۃ الطالب نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میری ہی کتاب سب میں زیادہ معتبر ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ لائق اعتبار نہیں۔

مولف عمدۃ الطالب کا شیخ عبدالقادرؒ کے نسب پر حملہ: اگر مولف ہدیہ کے نزدیک عمدۃ الطالب ہی کا اس قدر اعتبار رہے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہی صحیح اور جو اس میں نہیں صحیح نہیں تو مصنف عمدۃ الطالب نے جس سلسلۂ نسب کا ذکر نہ کیا ہو یا اس کا باصرار انکار کیا ہو اس کا یہ قول مولف ہدیہ کے پاس ضرور قوی واقویٰ ہونا اور اس کے مقابل کسی دوسرے کے قول کا اور کسی دوسری روایت کا اعتبار نہ ہونا چاہیئے۔ پس مولف ہدیہ کو چاہیئے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی سیادت سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اپنے اسی اصول کے مطابق حضرت کو سید کہنے سے باز آئے کیونکہ مصنف عمدۃ الطالب کے بیان سے حضرت ممدوح کا سلسلۂ نسب بے اصل ٹھہرتا ہے اس

۱؎ یہ کتاب مرزا محمد شیرازی ملک الکتاب بمبئی کے مطبع میں ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوگئی ہے اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں فن متفرقات میں موجود ہے اس مطبوعہ نسخہ میں بھی یہی عبارتیں جو علامہ مجیب نے نقل فرمائی ہیں صفحہ ۲ و ۶ پر درج ہیں۔۱۲ شہاب بن نصرت غفرلہما۔

لئے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلۂ نسب کے دیکھنے سے جو فصل الخطاب وغیرہ میں لکھا ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داؤد بن موسیٰ الجون کی اولاد میں ہیں۔لیکن عمدۃ الطالب میں موسیٰ الجون کی اولاد ان کے دو ہی فرزندوں عبداللہ اور ابراہیم سے جاری ہونا لکھا ہے اور داؤد کا ذکر نہیں کیا ہے چنانچہ لکھا ہے:

وعقبه من رجلين عبدالله الشيخ الصالح ويلقب بالرضى ايضاً و ابراهيم ابن الجون۔	ان (موسیٰ الجون) کی نسل دو ہی شخصوں عبداللہ شیخ صالح سے جن کا لقب رضی بھی ہے اور ابراہیم بن الجون سے ہے۔

پس جبکہ مولف ہدیہ نے عمدۃ الطالب کے اس بیان کی بنا پر کہ اسماعیل بن موسیٰ کاظمؑ کی اولاد ان کے ایک فرزند موسیٰ سے پھیلی ہے ''یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسمٰعیل کے فرزندوں میں نعمت اللہ کا پتہ نہیں ہے۔تو اسی عمدۃ الطالب ہی میں جب موسیٰ الجون کی اولاد کا سلسلہ ان کے دو ہی فرزندوں عبدالہ اور ابراہیم سے جاری ہونا لکھا ہے اور داؤد کا نام نہیں ہے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے جداعلیٰ ہیں تو مولف ہدیہ کو شیخؒ کا قصر سیادت بھی اصل سے بے بنیاد ہونے کا فیصلہ کرنا چاہیئے کیونکہ داؤد بن موسیٰ الجون ہی کے واسطہ سے آپ کا سلسلہ امام حسنؓ بن علی ابن ابی طالبؑ کو پہنچتا ہے اور عمدۃ الطالب میں داؤد کا ذکر نہیں ہے۔

کیا یہاں بھی مولف ہدیہ یہی کہیں گے کہ موسیٰ الجون کوئی شخص غیر مشہور اور مجہول الحال نہیں ہیں کہ جس کا جی چاہے بیٹا بن جائے اور کیا یہاں بھی ناصر الدولہ فرمانروائے دکن کے دو ہی فرزند ہونے اور تیسرے فرزند کہاں سے آنے کی مثال حضرت شیخ کو سید کہنے والوں کے لئے بھی آپ فرمائیں گے یا نہیں۔اگر نہ کہیں تو یہ کونسی دیانت ہوگی؟ اور اگر یہ بے ادبی کریں تو تمام قادریہ اور حضرتؒ کے معتقدین اس کا جو جواب دیں گے وہی ہمارا بھی ہوسکتا ہے۔

اس کے علاوہ مصنف عمدۃ الطالب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلۂ نسب پر ایک اور سخت حملہ کیا ہے اگر آپ کا دارو مدار عمدۃ الطالب ہی پر ہے تو آپ اس کے اس طعن کو بھی صحیح سمجھنا چاہیئے چنانچہ اس کی اصل عبارت یہ ہے:

وقد نسبوا الى عبدالله بن محمد بن يحيىٰ بن محمد بن الرومية المذكور الشيخ الجليل محى الدين عبدالقادر الجيلانى فقالوا هو عبدالقادر بن محمد جنكى دوست بن بن عبدالله المذكور ولم يدع الشيخ عبدالقادر هذا النسب ولا احد من اولاده وانما ابتدأ بها ولد ولده القاضى ابو صالح نصر بن ابى بكر بن عبدالقادر ولم يقم عليها بينة	انہی مذکور عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن محمد بن رومیہ کی طرف جلیل القدر شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کو منسوب کرتے اور کہتے ہیں کہ عبدالقادر بن محمد جنگی دوست عبداللہ مذکور کے بیٹے ہیں حالانکہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا ان کے فرزندوں میں سے کسی نے اس نسب کا دعویٰ نہیں کیا۔اس کی ابتدا ان کے پوتے قاضی ابوصالح نصر بن ابی بکر بن عبدالقادر سے ہوئی ہے اور اس کا نہ کوئی ثبوت انہوں نے دیا اور نہ کوئی ان کی دلیل معلوم کرسکا

www.khalifatullahmehdi.info

ولا عرفها له احد علٰى ان عبدالله بن محمد بن يحيٰى رجل حجازى لم يخرج عن الحجاز و هذا الاسم اعنى جنگى دوست اعجمى صريح كما تراه و مع ذالک كله فلا طريق الى اثبات هذاالنسب الا بالبينة الصريحة العادلة وقد اعجزت القاضى ابا صالح واقربها عدم موافقة جده عبدالقادر واولاده له والله سبحانه اعلم۔

اس کے علاوہ عبداللہ بن محمد بن یحییٰ حجازی ہیں اور کبھی حجاز سے باہر نہیں نکلے اور یہ جنگی دوست صریح عجمی نام ہے ان تمام وجوہ کے ہوتے اس نسب کے ثابت کرنے کے لئے کوئی بینہ عادلہ نہیں ہے جس نے قاضی ابو صالح کو اس بحث میں عاجز کردیا ہے اور انہوں نے اپنے دادا عبدالقادرؒ اور انکے فرزندوں میں سے کوئی اس نسب سے موافق نہ ہونے کا اقرار کرلیا ہے واللہ اعلم

کتاب ''صحاح [1] الاخبار فی نسب السادۃ الفاطمیۃ الاخبار'' میں شریف ابولنظام کی ''المشجر ۃ الکشاف لاصول السادۃ الاشراف'' اور ''العمری'' کے ''مشجرات'' سے اسی مضمون کے اقوال نقل کئے ہیں جن سے عمدۃ الطالب کے اس بیان کی مزید تائید ہوتی ہے چنانچہ اس میں ان کے اقوال نقل کرنے کے بعد اس کے وجوہ واسباب کی یہ توضیح کی ہے کہ:

ومن المعلوم ان ابا صالح بن ابى بكر عبدالرزاق بن الشيخ عبدالقادر الجيلى لما ابتدأ بهذه الدعوى عورض عليها من علماء النسب ولم يقم عليها بينة شرعية و بقيت هذه الدعوى مطوية تحت سجف الانكار لا سباب منها ان النسبة التى ادعا ها نصر بن ابى بكر عبدالرزاق كتب فيها ان اباه عبدالرزاق ابن الشيخ عبدالقادر ابن ابى صالح جنگى دوست ابن موسى بن عبدالله بن يحيٰى بن محمد والذى صح عند علماء هذا الشان كافة ان عبدالله الذى نسبوا اليه جنگى دوست هوابن محمد بن يحيٰى و عبدالله هذا ابن محمد هو المعروف بابن الرومية ولم يعقب وانماالذى اعقب اخوه يحيٰى بن محمد

یہ بات معلوم ہے کہ ابو صالح بن ابوبکر عبالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی نے جب اس نسب کا دعویٰ شروع کیا تو اس کا علمائے انساب نے خلاف کیا اور وہ اس دعویٰ پر شرعی ثبوت پیش نہ کرسکے اور یہ دعویٰ کئی اسباب سے انکار کے پردوں ہی میں لپیٹا رہگیا جن میں ایک یہ ہے کہ یہ نسب جس کا دعویٰ نصرین عبدالرزاق نے کیا ہے اس کی نسبت لکھا ہے کہ اپنے باپ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر ابوصالح جنگی دوست بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ بن محمد ہیں۔ حالانکہ کل علمائے انساب کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جن عبداللہ کی طرف جنگی دوست کو منسوب کیا گیا ہے وہ محمد بن یحییٰ کے بیٹے ہیں۔اور یہ عبداللہ اُن محمد کے بیٹے ہیں جو ابن رومیہ مشہور ہیں اور یہ لاولد ہیں۔البتہ ان کے بھائی یحییٰ بن محمد بن یحییٰ صاحبِ اولاد ہیں۔پس ناموں کے

---

[1] اس کتاب کے مولف سید سراج الدین ابن سید عبداللہ رفاعی مخرومی ہیں۔ یہ بزرگ عراق کے شہر واسط میں ۷۹۳ھ میں پیدا ہوے اور ۸۸۵ھ میں ۹۲ سال کی عمر میں وفات پائی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۶ھ میں مطبع ''نخبتہ الاخبار'' بمبئی میں چھپ گئی ہے۔ شہاب بن نصرت غفرلہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

بن یحیٰی فمن اختلاف الاسماء و الالحاق بالعقیم انکرت النسبة المذکورة و من اسباب الانکار ان عبداللّٰہ بن محمد بن الرومیة الذی نسبوا الیہ جنگی دوست تونی فی المدینة لیلاً عام اربعمائة و خمسین و قیل عام اربعمائة و ستین علی الاصح و دفن فی البقیع و عمرہ یوم وفاتہ دون العشرین ولم یعقب احداً کما صححہ الافطس الشریف والعمیدی وغیرھما. و من المعلوم ان ولادة الشیخ عبدالقادر عام سبعین و اربعمائة فعلٰی ھذا یقال حسن الظن یلزم بتصدیق ماغاب علمہ حقیقة عن الرجل الخ

اختلاف اور ایک لاولد شخص سے نسب کا الحاق کر دیئے جانے کی وجہ سے نسب مذکور کا انکار کیا گیا ہے۔اس نسب کے انکار کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن محمد ابن رومیہ جن کی طرف جنگی دوست کو منسوب کیا جا رہا ہے وہ ۴۵۰ھ اور بقول صحیح ۴۶۰ھ میں مدینہ میں رات کو وفات پائے بقیع میں دفن ہوئے اور وفات کے وقت ان کی عمر بیس سال سے کم تھی اور ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی جیسا کہ عمیدی اور افطس شریف وغیر نے تصحیح کی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ شیخ عبدالقادر کی ولادت ۴۷۰ھ میں ہے اس پر کہا جاتا ہے کہ جس چیز کا حقیقی علم نہ ہو اس کی نسبت حسن ظن لازم ہے۔

صحاح الاخبار سے ایک اور واقعہ کا پتہ چلتا ہے کہ قاضی ابوصالح نبیرۂ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ابن میمون الشریف النسابہ (ماہر نسب) کو ایک خط لکھا تھا جس میں یہ درخواست کی تھی کہ اس نے جو شجرہ لکھا ہے اس میں اپنا سلسلۂ نسب آل امام حسن علیہ السلام میں درج کر دے۔

ابن میمون نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ ہم تم کو جانتے ہیں کہ قاضی ہو تمہارے والد عبدالرزاق فقیہ وصالح تھے۔تمہارے دادا شیخ عبدالقادر صوفی متقی ہیں جن سے برکت اور نیک دعا چاہی جاتی ہے۔لیکن آپ کا نسب جیسا کہ تم نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے ''بشتبری'' ہے جو بشتبر'' پر منتہی ہوتا ہے جو فارس میں ہرمزیوں کا ایک قبیلہ ہے خدا سے ڈرو اور ہاشمی ہونے کا دعویٰ ہاشمیوں ہی کے لئے چھوڑ دو''۔

اس ضمن میں مصنف ''صحاح الاخبار'' نے ان اقوال کی کچھ توجیہات کی ہیں لیکن ہم کو اس وقت ان کی صحت وعدم صحت سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے اور نہ معاذ اللہ حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے نسب پر طعن کرنا مقصود ہے بلکہ خاص مولف ہدیہ سے جنھوں نے عمدۃ الطالب کے بیان کو وحی آسمانی سمجھ لیا ہے یہ جواب لینا ہے کہ جناب نعمت اللہ کی نسبت تو عمدۃ الطالب میں صرف سکوت ہے کہ اس کے مصنف نے امام موسیٰ کاظمؑ یا اسمٰعیل بن امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد کی ذیل میں آپ کا نام نہیں لکھا ہے لیکن حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلۂ نسب کا تو اس طرح صاف انکار کیا ہے کہ حضرت شیخؒ کے نبیرہ قاضی ابوصالح نے اس کو وضع کر لیا ہے اور اس پر کوئی بینۂ عادلہ نہیں ہے۔تو ظاہر ہے کہ مصنف عمدۃ الطالب کا کسی امر کو فقط ذکر نہ کرنا اگر مولف ہدیہ کے پاس نفی نسب کے لئے کافی ہے اور دوسری سب

روایتیں اور علمائے انساب کے تمام اقوال اس کے مقابل نظر انداز ہو جاسکتے ہیں تو پھر اسی مصنف عمدۃ الطالب کا کسی امر کا باصرار انکار و نفی کرنا تو آپ کے لئے ضرور اس نسب کی نفی کے لئے واجب الیقین ہونا چاہیئے۔

جناب نعمت اللہ کے متعلق عمدۃ الطالب میں جو سکوت پایا جاتا ہے اس کی کوئی تائید دوسرے علمائے انساب کے اقوال سے نہیں ملتی بلکہ اُن علمائے انساب کی تحریرات سے اس سکوت کی تردید و تغلیط ہو جاتی ہے جنھوں نے امام موسیٰ کاظمؒ کی اولاد میں نعمت اللہ کا نام لکھا ہے۔ اس کے برخلاف حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے اس سلسلۂ نسب کی جو تکذیب عمدۃ الطالب میں کی گئی ہے اس کی تائید مزید دوسرے علمائے انساب کی تحریرات سے بھی واضح طور پر ہو رہی ہے تو بالضرور عمدۃ الطالب کا یہ قول اس کے مجرد سکوت کے مقابل قابل اعتبار ہونا اور اس کے مقابل دوسری کسی روایت کا بالکلیہ لحاظ ہونا چاہیئے۔

اس کے علاوہ عمدۃ الطالب میں یہ بھی صراحتیں موجود ہیں کہ ''حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ یا آپ کے فرزندوں میں سے کسی نے بھی اس نسب کا کبھی دعویٰ نہیں کیا ہے۔

''مصنف عمدۃ الطالب نے قاضی ابو صالح سے اس نسب کی نسبت بحث کر کے ان کو عاجز کر دیا ہے۔

''خود قاضی ابو صالح نے اس نسب کو وضع کرنے اور اپنے دادا کا اس کے موافق نہ ہونے کا اقرار کر لیا ہے'' اس کے مقابل ان تمام صورتوں میں سے کوئی بھی صورت ''عمدۃ الطالب'' سے حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کے سلسلۂ نسب کی نسبت نہیں پائی جاتی۔

پس اِن تمام وجوہ و دلائل سے مولف ہدیہ کو حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے نسب سیادت کو غیر صحیح تسلیم کرنا چاہیئے یا کتاب ''عمدۃ الطالب'' کو جو وحی آسمانی سمجھ رکھا ہے اس سے توبہ کر کے اُس کو غیر صحیح قرار دینا لازم ہے۔ پہلی صورت مُں اگر آپ حضرت شیخؒ کی سیادت کے قائل نہیں ہیں تو پھر تمام قادریہ اور وہ لوگ جو حضرتؒ کی سیادت کے قائل ہیں ان سب پر ناصر الدولہ بہادر فرمانروائے دکن کے تیسرے فرزند کی مثال اور وہ سب ہرزہ سرائیاں جو آپ نے کی ہیں پوری پوری منطبق ہو جائیں گی اور وہ ان کا ہدف بنیں گے اور انہی کو اس کا جواب دینا لازم ہوگا۔

دوسری صورت مولف ہدیہ کی وہ تمام اعتراضی بحثیں جو عمدۃ الطالب کے بیان پر مبنی ہیں خود بخود بیخ و بنیاد سے اکھڑ جاتی اور ہباءً منثورا ہو جاتی ہیں وہو المقصود۔

مولف ہدیہ کی بیجا تعلّی کی تردید: ان تمام مباحث کی روشنی میں ناظرین کرام یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان سب وجوہ و دلائل کی جوابدہی مولف صاحب ہدیہ کے ذمہ ہے اور جب تک وہ ان کی جوابدہی نہ کریں یا اپنی غلطیوں کا اعتراف نہ کرلیں انہیں اس مسئلہ میں کچھ بھی کہنے کا منہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ان کی یہ تعلّی اور یہ شوخی کس قدر قابل تعجب ہے کہ وہ ان سب خامیوں اور کمزوریوں کو بغل میں دبا کر یہ لکھنے کی جرأت بیجا کرتے ہیں کہ:

اب مہدویوں کو لازم ہے کہ اُس بزرگ کو ناحق داخل النسب کر کے گنہگار ہوویں اور ان کی روح کو زیادہ آزار

نہ دیویں۔اور کیا عجب ہے کہ مہدوی اس عاجز کی اس کتاب کے دیکھنے کے بعد اپنی پورانی کتابوں میں بھی کمی وبیشی کر کے نسب نامہ مذکور کو درست کرلیویں یا دوسرے مقدمات شنیعہ میں اصلاح کرلیویں اس کا کیا اعتبار ہے اوراگر یہ روایت تمہاری کسی قدیم کتاب میں موجود ہے تو اس کو بتاؤ اوراس کی تقویت کے وجوہ اور روایت مطلع الولایت وشواہدالولایت کی تضعیف کے وجوہ بیان کرو۔

مولف صاحب ہدیہ کی اس تمام ہرزہ سرائی کی بنا جبکہ وہی عمدۃ الطالب کے بیان پر ہے تو خود مولف صاحب کو کہنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ آپ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے اسی قول کو دستور العمل بنائیں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو نسب سادات میں داخل کر کے گنہگار نہ ہوں اور حضرت کی روح کو زیادہ آزار نہ دیں کیونکہ مصنف عمدۃ الطالب نے کئی وجوہ ودلائل سے حضرت کی سیادت کا انکار کیا ہے اور آپ کا تمامتر دارومدار اسی کے قول پر ہے مہدویہ پر تو داخل النسب کرنے کا اطلاق ہی درست نہیں کیونکہ حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلۂ نسب شہرت وتواتر۔شجرات۔کتب انساب۔سبھی سے ثابت ومتحقق ہے پس مہدویہ کی طرف داخل النسب کرنے کی تہمت سراسر غلط ہے البتہ مولف ہدیہ نے جگر گوشۂ رسول اللہؐ جناب نعمت اللہ کے نسب پر باغوائے نفس وشیطان جوطعن کر کے جناب ممدوح کو امام موسیٰ کاظمؑ کے نسب سے خارج کردیا ہے اس سے توبہ کرے کیونکہ ایسا کرنے والا فقط گنہگار ہی نہیں ہوتا بلکہ مردود ازل اور مطرود بارگاہ عزوجل ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ:

اثنتان فی الناس هما لهم کفر الطعن فی النسب والنیاحة علی المیت (صحیح مسلم)	لوگوں میں دو باتیں کفر ہیں ایک نسب پر طعن کرنا دوسرے میت پر چلا کر رونا۔

بعض شارحین حدیث نے اس کی یہ شرح کی ہے۔

ای انهما من اعمال الکفر لا من خصائص الابرار سالطعن فی النسب کان یقال هذا لیس ابن فلان مع ثبوت نسبه فی ظاهر الشرع و الثانیة النیاحة علیٰ المیت وهو رفع الصوت بالندب مع تعدید شمائله	یعنی یہ دونوں اعمالِ کفر سے ہیں ابرار کے خصائل سے نہیں ہیں۔ایک تو نسب پر طعن کرنا جیسے یہ کہنا کہ یہ فلاں کا بیٹا نہیں ہے حالانکہ ظاہر شریعت کی رو سے اس کا نسب ثابت ہے۔دوسرے میت کے عادات وخصائل ذکر کر کر کے چلا کر رونا۔

جبکہ عام لوگوں کے نسب پر طعن کرنا اعمال کفر سے ہے تو آلِ رسولؐ کے نسب پر طعن کرنا تو ضرور بدترین کفر اور یقیناً روح مقدس حضرت ختم نبوت علیہ الف الف تحیۃ کی اذیت ورنج کا باعث ہوگا جیسا کہ اس باب میں حدیث شریف وارد ہے۔

اشتدّ غضب اللّٰه علیٰ من آذانی فی عترتی۔	میری آل کی نسبت جو شخص مجھے اذیت دے اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب نازل ہوگا۔

پس روح رسولؐ کے لئے اس سے بڑھ کر کونسی ایذا رسانی ہو سکتی ہے کہ آلِ رسولؐ کو نسب رسولؐ سے خارج کر کے ناصر الدولہ کے نسب میں داخل کیا جائے۔ قاتلهم الله انی یوفکون (اللہ انھیں غارت کرے وہ راہِ حق سے کیسے پھرے جارہے ہیں)۔

مولف صاحب کی کتاب (ہدیہ مہدویہ) دیکھ کر مہدویہ کا اپنی کتابوں میں کمی وبیشی کر لینے کا خیالِ فاسد اور جنابِ نعمت اللہ بن اسمٰعیل بن امام موسیٰ کاظمؑ ہونے کی روایت کو ہماری کسی کتاب سے بتلانے اور روایت مطلع الولایت وشواہد الولایت کی تضعیف کے وجوہ بیان کرنے کا مطالبہ بھی مولف ہدیہ کی بیجا تعلّی اور شرارت وتنگ نظری کو اور بھی طشت از بام کر رہا ہے کیونکہ امر اول کا لغو ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ ہدیہ مہدویہ کی جیسی پوچ ولچر کتاب کو شاید انہوں نے اس قابل سمجھا ہے کہ نعوذ باللہ اس سے مہدوی نسب نامہ کو درست کر لیں گے؟ استغفر اللہ مہدویہ کے نزدیک تو اس کے مندرجہ مقرضانہ مباحث تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور اور بودے ہیں جیسا کہ انصاف پسند ناظرین پر خود منکشف ہوتا جا رہا ہے۔ پس ایسے بے تکے بیانات سے جو خود نادرست ہوں کسی امرِ حق اور مسئلۂ ثابت و متحقق کی درستی کا دعویٰ۔

این خیالست ومحالست وجنوں

اسماعیل بن امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزند نعمت اللہ ہونے کے ثبوت میں جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے لکھا ہے ''سلطان نصیر۔ سراج منیر۔ تاریخ سلیمانی'' وغیرہ کتب سیر وتواریخ موجود ہیں ایسی صورت میں مہدویہ کی کسی کتاب سے اس روایت کو بتانے کی حجت بھی پوری ہو گئی ہے خصوصاً جبکہ متقدمین کی کتبِ انساب اور مشہور شجروں کے حوالوں سے اس کی تائید وتصدیق بھی کالنور علیٰ شاہق الطور ہو چکی ہے۔

مطلع الولایت وشواہد الولایت کی روایت کی تضعیف کے وجوہ بتلانے کا روایتوں میں تعارض ہوتا اور تطبیق نہ ہوسکتی۔ جبکہ نعمت اللہ بن امام موسیٰ کاظمؑ لکھنے کی معقول وجہ موجود ہے اور اس سے ان دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جارہی ہے تو کسی بھی روایت کے ضعف و قوت کی بحث کی ضرورت ہی باقی نہیں ہے۔ بعض شجروں میں بھی نعمت اللہ بن امام موسیٰ کاظمؑ ہی لکھا ہے جس سے راویت مطلع الولایت وشواہد الولایت کی تائیداور اس توجیہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ نعمت اللہ کو اپنے دادا کی طرف منسوب کر کے ابن امام موسیٰ کاظم لکھنا درست ہے چنانچہ اس کی بہت سی مثالیں کلام عرب۔ کتب انساب۔ حضرت ختمی مرتبت صلعم کے نسب نامے اور احادیث میں اور سب سے بڑھ کر خود قرآن شریف میں ملتی ہیں کہ درمیانی وسائط کا ذکر چھوڑ کر کئی کئی درجے نیچے کے نبیروں کو ''ابن فلاں'' اور کئی کئی درجے اوپر کے دادا کو ''ابوفلاں'' کہا[1] جاتا ہے کیا مولف صاحب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی جناب میں بھی یہی کہیں گے کہ سیکڑوں برس کے گزرے

---

[1] نووی شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ''وکان کثیر من الناس یدعون النبی صلی اللہ علیہ و سلم ابن عبدالمطلب منسوبۃ الی جدہ لشھرتہ'' (اکثر لوگ رسول اللہ صلعم کو شہرت کی وجہ سے حضرت کے دادا کی طرف منسوب کر کے ابن عبدالمطلب پکارتے تھے) خود حضرت نے بھی ''انا ابن عبدالمطلب'' فرمایا ہے۔ حضرت نے خود کو ''انا ابن الذبیحین'' بھی فرمایا ہے یعنی میں دو ذبیح اللہ کا بیٹا ہوں جن سے حضرت عبداللہ آنحضرت صلعم کے والد اور آپ کے جد اعلیٰ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام مراد ہیں۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

ہوے داداوں پرداداوں کو اب مرتب اور مقرر کرتے ہیں کہ دادا کو باپ اور باپ کو دادا اور بیٹے کو باپ اور باپ کو بیٹا ٹھہرا لیتے ہیں''۔

اس موقع پر اس بحث کا سب سے زیادہ اہم پہلو تو یہ ہے کہ مولف صاحب ہدیہ کو دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو نظر آجاتا ہے مگر اپنی آنکھ کا یہ شہتیر نظر نہیں آتا کہ ''عمدۃ الطالب'' کا قول جبکہ ''بحرالانساب''۔''نسب نامۂ سادات''۔''کنزلانساب'' اور متعدد شجرات وغیرہ کے خلاف ہے تو آپ خود اول یہ بیان کریں کہ عمدۃ الطالب کے قول کی تقویت اور اِن سب کی تضعیف کے کیا وجوہ ہیں! جو آپ نے صرف اسی ایک کو معتبر سمجھ لیا ہے جب تک وہ وجوہ بیان نہ کریں اور وہ صحیح ثابت نہوں آپ کی اس تمام بحث کی بنیادیں سرے سے کھوکھلی ہیں۔

اسی ضمن میں مولف صاحب ہدیہ نے مطلع الولایت کے قول کی تائید کے طور پر اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی سیادت کو بھی بے اصل ثابت کرنے کی غرض سے پنج فضائل کو معتبر کتاب بتایا ہے اور جناب مولوی سید عیسیٰ عالم میاں صاحب کے نام سے یہ لکھا ہے کہ:

جب وہ تصنیف ہوئی اس عصر کے؟؟؟ اور مشائخ علمائے مہدویوں کو دکھائی گئی سب نے اجماع کیا کہ جو کچھ اس میں مسطور ہے سب صحیح و معتبر ہے سوائے ایک نقل کے کہ اس میں لکھا ہے کہ جب خوندمیر اوران کے رفقا کو لشکر اہلِ سنت نے بحکم بادشاہ قتل کیا خوندمیر اوران کے رفقا کے سر لیکر طرف شہر چاپانیر کے واسطے ملاحظے سلطان مظفر بادشاہ کے روانہ ہوے راستے میں یہ سب سر سڑ گئے تب انک ے پوست کھینچ کر بھس بھرلیا۔ الخ

اس کے قطع نظر کہ جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب کے نام سے جو لکھا ہے وہ کس حد تک صحیح ہے؟ جس سے بعد میں بحث کی جائے گی خود مولف صاحب ہدیہ کے اس بیان سے ثابت ہے کہ شہدا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے سروں کے سڑ جانے کا واقعہ جو مولف صاحب نے ہدیہ کے باب دوم میں لکھا ہے (ہدیہ صفحہ ۵۲) وہ صحیح نہیں ہے۔ پس سب سے پہلے مولف صاحب کی یہ بے دیانتی قابل غور ہے کہ باب دوم میں تو اسی نقل (روایت) کو ایک صحیح واقعہ کے طور پر بیان کیا ہے اور اس کی عدم صحت کا اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ اور اس موقع پر پنج فضائل کو معتبر کتاب بتانے کے لئے خود اس نقل کا غیر صحیح و غیر معتبر ہونا ظاہر کررہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ مولف صاحب ہدیہ کو حق پسندی و دیانت سے کوئی غرض نہیں ہے بلکہ ان کا عمل محض عیب جوئی کے مذموم اصول پر ہے۔ کسی نے کیا صحیح کہا ہے جو مولف صاحب کے حسبِ حال ہے۔

بے ہنرے چند زخودے بے خبر	عیب پسندند برغم ہنر
رود شوند ار بدماغے رسند	بادشوند ار بچراغے رسند

جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب کے نام سے جو کچھ لکھا ہے وہ قابل تامل ہے کیونکہ مولف صاحب ہدیہ نے جبکہ بہت سی تحریری روایتوں کو اصل کے خلاف تحریف و تبدیل کرکے پیش کیا ہے تو اس زبانی روایت کی نسبت ان کا بیان صحیح ہونے کا کیا اعتماد ہوسکتا ہے؟

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) اسی طرح حضرت نے ''ابیکم ابراھیم'' اور ''انا دعاء ابی ابراھیم'' بھی فرمایا ہے قرآن شریف میں بھی ''ملۃ ابیکم ابراھیم'' اور ''یا بنی ادم'' اور ''یا بنی اسرائیل'' کہا گیا ہے۔ غرض کہ اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے مجیب علامہ کے اس قول کی تصدیق اور مولف ہدیہ کے اعتراض کی غلطی واضح ہوتی ہے۔ اشرف کان اللہ لہ۔

www.khalifatullahmehdi.info

کیا عجب ہے کہ مولف ہدیہ کا جناب ممدوح پر افترا ہو اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ جب پنج فضائل مرتب ہوئی اس میں بعض غلط نقلیں (روایتیں) درج ہوگئی تھیں جن میں سے ایک نقل تو یہی تھی دوسری یہ کہ جب حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آکر تصدیق مہدیت سے مشرف ہوئے اس وقت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی والدہ زندہ تھیں اور آپؓ نے اپنی والدہ سے اپنی تصدیق کا اخفا کیا۔ یہ واقعہ بھی غلط تھا اس وقت آپؓ کی والدہ زندہ ہی نہیں تھیں۔

بہر حال یہ بے اصل روایتیں زبان زد ہوئیں علما و مشائخین عصر نے جناب مولوی صاحب پنج فضائلؒ سے ان کی سند دریافت کی چونکہ وہ بالاتفاق بے اصل اور غلط تھیں جناب مولوی صاحب ''پنج فضائلؒ'' نے بکمال انصاف و دیانت ان کی غلطی کا اعتراف فرمایا چنانچہ وہ تحریر جو اس کے متعلق لکھی گئی ہے بعض کتب تاریخ و سیر میں اور اکثر خاندانوں میں موجود ہے۔ پس اس سے یہ تو ضرور ثابت ہے کہ یہ نقلیں بالاجماع بے اصل و غلط ہیں لیکن اس سے اس کتاب کی بقیہ روایتوں کی صحت و عدم صحت پر اجماع ہونا کہاں ثابت ہے کیونکہ اجماع کی صورت یہ ہے کہ کوئی کتاب من اولہ الیٰ آخرہ اجماع میں پڑھی جائے اور اہل اجماع اس کے رطب و یابس پر مطلع ہوکر مضامین مندرجہ کی صحت و عدوم صحت کا حکم لگائیں تو یہ صورت اجماعی کہلاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا ہے۔ البتہ اس قدر یقینی ہے کہ بقیہ نقلیات کے بارے میں اہلِ اجماع کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔

اس کے قطع نظر جبکہ مولف صاحب ہدیہ کی اصل غرض اس تمام کارستانی سے یہی ہے کہ پنج فضائل میں بھی ''نعمت اللہ بن امام موسیٰ کاظم'' لکھا ہے تو مطلع الولایت وشواہد الولایت کی روایت کا اور اس کا مفہوم ایک ہوا پس جو توجیہ اُن کی ہے وہی توجیہ اس کی بھی ہو سکتی ہے۔ پھر مولف صاحب ہدیہ کو اس تمام کارستانی سے کوئی مفید مطلب نتیجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

مولف ہدیہ کا مہدیت و فاطمیت میں دور محال سمجھنا غلط ہے: بحث سیادت کے آخر میں مولف صاحب ہدیہ مہدویہ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ:

> مہدی ہونا سیادت پر موقوف ہے جب سیادت کا پتہ نہیں لگا مہدی ہونا کہاں سے یقینی ہوگیا یا تمہارے نزدیک مہدی کے واسطے اولادِ فاطمہ سے ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر کہیں کہ اثباتِ فاطمیت میں ہم کو قول مہدی کا بس کرتا ہے تو نہایت بے جا ہے اس واسطے کہ مہدیت بالاتفاق والاجماع فاطمیت پر موقوف ہے۔ اگر فاطمیت کا ثبوت مہدیت پر موقوف اور خارج سے اس کا پتہ نہ لگا تو دورِ محال لازم آیا۔

یہ سوال ''بنائے فاسد علیٰ الفاسد'' ہے کیونکہ فاطمیت کا ثبوت یہاں خارج ہے موجود ہے۔ مولف صاحب نے اپنی کج فہمی سے خلافِ اصولِ تحقیق و دیانت اپنے خیالی مفروضوں اور محض عمدۃ الطالب کے مجرد قول کی بنا پر امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام کی سیادت کو امر غیر ثابت سمجھ لیا اور اسی غلط فہمی کی بے اصل بنیاد پر یہ سوال بھی کھڑا کرلیا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ جس طرح اس سے پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ مہدی کا فاطمی ہونا قطعی ہے اسی طرح حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فاطمی النسب ہونا بھی یقینی ہے کیونکہ خود آپ ہی کے قول کے موافق مہدیت سیادت پر موقوف ہے تو مہدیت موقوف اور سیادت موقوف علیہ ہوی۔ پس جب موقوف علیہ یعنی سیادت

ثابت ہے تو مہدیت بھی ضرور ثابت ویقینی ہے۔

اب رہی دورِ محال کی بحث اس کی تحقیق اولاً دینی اور مذہبی اصول پر یہ ہے کہ مہدیؑ موعود علیہ السلام کا فاطمی النسب ہونا امر قطعی ہے۔مولف صاحب نے جن کتب انساب وتواریخ یا جن طریقوں اور ذریعوں کو اس امر قطعی کے جانچنے کا معیار سمجھ لیا ہے وہ سب مفید قطع ویقین تو کجا مفید ظن صحیح بھی نہیں ہیں ان کے مقابل حضرت مہدی علیہ السلام کی ذات معصوم عن الخطا ہے اس لئے حضرت کا فرمان مفید قطع ویقین ہے پس جس طرح ایک معصوم عن الخطا یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے مہدیؑ کے فاطمی النسب ہونے کا علم قطعی ویقینی ہم کو حاصل ہوا ہے اسی طرح دوسرے معصوم عن الخطا یعنی حضرت مہدیِ موعود علیہ السلام کے فرمان سے آپ کا فاطمی النسب ہونا ثابت اور ہمارے لئے موجب قطع ویقین ہے۔

مولف صاحب نے جو اس کو دورِ محال سمجھا ہے ان کی سمجھ میں تھوڑا سا پیچ پڑ گیا ہے کیونکہ منطقیین کے اصول پر بھی یہاں دَورِ محال لازم نہیں آتا جس کی تقریر یہ ہے کہ یہاں لزوم جانبِ واحد سے ہے نہ جانبین سے یعنی جو مہدیؑ ہے اس کا فاطمی ہونا ضروری ہے لیکن جو بھی فاطمی ہے اس کا مہدی ہونا ضروری نہیں ہے۔پس مہدیت وفاطمیت میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔دَورِ محال اُس وقت لازم آتا جبکہ تلازم جانبین سے ہو کر جہت توقف متحد ہوتی۔لیکن جب جہت توقف بدل جاتی ہے تو دَورِ محال لازم نہیں آتا جیسے کہ ہیولی اور صورت کہ ان دونوں میں تلازم ہے ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے لیکن چونکہ جہت جو ''وجود وتشکل'' ہے مختلف ہے اس لئے ان میں دَورِ محال نہیں پایا جاتا۔

علیٰ ہذا القیاس مسئلۂ زیر بحث میں جہت مختلف ہے۔دونوں جہتوں کے درمیان بیّن فرق ہے کیونکہ مہدیت جیسا کہ مولف صاحب نے بیان کیا ہے فقط سیادت ہی پر موقوف نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ جو سید ہے وہ مہدی ہوجائے جب یہ صحیح نہیں ہے تو ضرور ہوا کہ مہدیت کا موقوف علیہ اس کے سوا اور کوئی امور بھی ہیں جیسے اخلاق انبیاءؑ ومعجزات وغیرہ۔

نفس سیادت بھی کچھ مہدیت پر موقوف نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ بجز مہدیؑ کے کوئی سید نہ ہو حالانکہ یہ بالبداہتہ باطل ہے پس ثابت ہوا کہ ہر ایک کا توقف دوسرے پر بجہاتِ متفاوتہ ہے اور یہ دَورِ محال نہیں ہے۔

اس کے علاوہ مولف صاحب کی یہ سب تقریر اس موقع پر سراسر بے محل ہے کیونکہ امامنا مہدیؑ موعود علیہ السلام کی فامیت کا ثبوت خارج سے بھی کما حقہ موجود ہے جس کا کسی قدر بیان اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

اگر مولف صاحب ہدیہ کسی خبر مغیب میں خود مخبر عنہ کی شہادت سے جو بات ثابت ہو اس کو خبر مغیب کا مصداق بننے کے لئے کافی نہیں سمجھتے اور ایسی صورت کو دَورِ محال ہی خیال کرتے ہیں تو ان کو بہت سے مسئلوں میں دَورِ محال کے قائل ہونا پڑے گا۔اس کی ایک بدیہی مثال یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی جو بشارت دی ہے وہ قرآن شریف میں اس طرح ذکر کی گئی ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

اذقال عیسیٰ بن مریم یابنی اسرائیل انی رسول اللّٰه الیکم مصدقالمابین یدیّ من التوراۃ و مبشر ابرسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ط فلما جاء ھم بالبینات قالوا ھذا سحر مبین (۳۸۔۹۔الصّف)

جبکہ عیسیٰؑ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہوں جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں میں توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک نبی کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آنے والا ہے جس کا نام احمد ہے۔ جب وہ نبی کھلی دلیلوں (معجزات) کے ساتھ آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو علانیہ جادو ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے باب سوم کی ابتدا میں جو قاعدۂ کلیہ بیان کیا ہے کہ ''جب خدا اور رسول کسی ایسی چیز کی خبر دیویں کہ اس چیز کی حقیقت قبل اس خبر دینے کے معروف و معلوم نہووے تو بنائے شناخت اس چیز کی انھیں علامات و آثار پر ہوتی ہے۔ جو صاحبِ خبر نے بیان فرمائی ہوویں'' اس قاعدہ کے موافق اس بشارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے نبی کا نام احمد ہونا چاہیئے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اس بشارت کی نسبت حضرت رسول علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''انا بشارۃ اخی عیسٰی ''یعنی میرے بھائی عیسیٰ کی بشارت میں ہوں (تفسیر معالم التنزیل) یہ بھی فرمایا ہے کہ لی خمسۃ اسماء انا محمد و انا احمد الحدیث یعنی میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور احمد ہوں الخ (تفسیر لباب التاویل) اس لئے تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت کی مصداق رسول عربیؐ ہی کی ذات اقدس ہے۔ لیکن مولف صاحب ہدیہ کے اس بیان کے موافق جبکہ نبیٔ مبشر کی نبوت احمد نام ہونے پر موقوف ہے اور احمد نام ہونے کا ثبوت اُسی نبیؐ کے قول سے ہو رہا ہے تو وہی دَورِ محال لازم آیا اور بقولِ مولفِ ہدیہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد نہایت بے جا ٹھہر انعوذ باللہ من سوء الفہم۔ اللہ تعالیٰ مولف ہدیہ کو فہم درست کی توفیق عطا فرمائے ورنہ اُن کی غلط فہمی نہیں معلوم کیا کیا شگوفے کھلاتی ہے۔

اگر مولف صاحب ہدیہ کے خیال میں احتمالِ دور سے کوئی عقیدہ بے جا ٹھہرتا ہے تو پھر آپ اس مسلّمہ عقیدہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت اس طرح ثابت ہے کہ جبرئیل آپ پر نازل ہوتے اور اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچاتے ہیں اور جبرئیل کا آنا خود حضرتؐ ہی کے کہنے سے ثابت ہے خارج سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو یہاں بھی بقول آپ کے وہی دَورِ محال لازم آتا ہے۔ چنانچہ یہ ہمارا ہی قول نہیں بلکہ امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں یہی شبہ ظاہر کیا ہے اور تفسیر نیشاپوری میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

انا لا نعلم کون جبرئیلؑ صادقاً معصوماً عن الکذب والتلبیس الا بالدلائل السمعیۃ و صحۃ الدئل السمعیۃ و کون ابلیس غیر صادق و لا معصوم من

جبرئیلؑ کا جھوٹ اور مکر سے معصوم ہونا ہم کو سماعی دلیلوں (قرآن و حدیث) ہی سے معلوم ہوا ہے اور ابلیس کا جھوٹ اور مکر سے معصوم اور صادق نہ ہونا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق

الکذب و التلبیس موقوف علیٰ ان محمداً صادق و صدقه یتوقف علیٰ هذا ان القرآن معجز من قبل الله تعالیٰ لا من قبل الشیطان الخبیث فالعلم بذالک یتوقف علی العلم بان جبرئیل صادق محق مبرأ عن التلبیس و افعال الشیطان و حٍ یلزم الدور و هذا مقام صعب۔

ہونے پر موقوف ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزہ ہے شیطانِ خبیث کی طرف سے نہیں ہے پھر اس علم پر موقوف ہے کہ جبرئیل صادق ہیں مگر اور شیطانی افعال سے بری ہیں پس اس صورت میں دور لازم آتا ہے اور یہ مشکل مقام ہے۔

پس مولف صاحب ہدیہ اس دَور کا جو جواب دیں گے اور اس دَور کا جو اثر عقائد اسلامیہ پر مرتب ہونا تسلیم کریں گے ہمارا بھی وہی جواب ہوگا۔

الحمدللہ حضرت امامنا مہدیِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فاطمی النسب ہونے کے متعلق مولف ہدیہ نے جو شبہات پیش کئے تھے اور اپنی غلط فہمیوں و غلط بیانیوں کے جو نمونے دکھائے تھے وہ سب بے اصل ثابت ہوئے اور حضرت کی سیادت کا مسئلہ کالنور علیٰ شاہق الطّور ظاہر و باہر ہو چکا اب بتوفیق اللہ دلیل دوم کا بیان شروع کیا جاتا ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کے والد کے نام کی تحقیق: بحث سیادت کے بعد مولف صاحب ہدیہ نے جو دلیل دوم قرار دی ہے اور اس کے متعلق ان کو جو اعتراض ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

> **دلیل دوم۔** قال رسول اللّٰہ ؐ لا تذهب الدنیا حتی یبعث الله رجلاً من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی فیملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً رواه ابن ابی شیبة و الطبرانی فی الافراد و الحاکم عن ابن مسعود۔ یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے کہ دنیا تمام نہ ہوگی یہاں تک کہ قایم کرے گا اللہ تعالیٰ ایک مرد میری اہلِ بیت سے کہ موافق ہوگا نام اس کا میرے نام کے اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے پس بھر دے گا زمین کو عدل و انصاف سے جیسا کہ بھری ہوگی ظلم و بیداد سے انتہیٰ غرض کہ یہ حدیث مہدویوں اور ان کے مہدیؑ کے نزدیک مسلم اور صحیح ہے۔

یہ حدیث باختلاف الفاظ مختلف طریقوں سے مروی ہوئی ہے جن میں سے بعض میں کچھ کمی اور بعض میں کچھ زیادتی بھی پائی جاتی ہے۔ بعض کے سلسلۂ روایت میں محدثین کو بحث بھی ہے لہذا مولف صاحب ہدیہ نے اسی خاص روایت کو جو مہدویہ کے مسلمات سے بتایا ہے وہ قابل تامل ہے کیونکہ اس کا سلسلۂ روایت مولف ہدیہ نے نہیں لکھا ہے البتہ وہ جزء مشترک جو مختلف طرق اسناد یا مختلف احادیث سے برآمد ہوتا ہے وہ ہمارے نزدیک واقعی صحیح و مسلم ہے۔ غرض ہم اس وقت ان احادیث کی تفصیلی بحث سے قطع نظر کر کے صرف مولف صاحب کے اعتراض ہی کی حقیقت کو واضح کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ مولف صاحب ہدیہ کو اس کے متعلق دو ہی

اعتراض ہیں۔

ایک یہ کہ امامنا مہدیِ موعودعلیہ السلام کے والد کا نام ''عبداللہ'' نہیں بلکہ ''سید خاں'' تھا جو حدیث کے مطابق ہوسکے۔

دوسرا یہ کہ حضرت امامنا علیہ السلام صاحب حکومت نہیں تھے جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینا ان پر صادق آوے۔

اولا ہم پہلے اعتراض کے مالہ وماعلیہ سے بحث کرتے ہیں اور بعد میں دوسرے اعتراض پر تحقیقی نظر ڈالیں گے۔

مولف ہدیہ نے پہلے اعتراض کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اول اس کا خلاصہ درج کر دیا جاتا ہے جو یہ ہے کہ:

(۱)۔''ان کے میراں کے باپ کا نام عبداللہ کہنا سراسر افترا ہے ان کے والد کا نام سید خاں تھا چنانچہ تواریخ کی کتابیں جو ان کے عصر کے قریب تصنیف ہوئی ہیں اس میں فقط سید خاں مذکور ہے''۔

(۲)۔''چونکہ اس وقت یہ بات چھپ نہیں سکتی تھی متقدمین مہدویہ نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا چنانچہ عبدالملک سجاوندی صاحب سراج الابصار نے اصالۃً وعبدالغفور صاحب اعجاز الدلائل نے متابعۃً جس جگہ کہ احادیث موافقہ اپنے میراں کی تائید میں نقل کیں اس حدیث کا نام نہیں لیا ہے''۔

(۳)۔''متاخرین نے جبکہ زمانہ گزر گیا اوران کے باپ دادا کے پہچاننے والے مر گئے بے دھڑک ان کے باپ کا نام بدل ڈالا بلکہ صاحب شواہدالولایت ان کی ماں کا نام بھی ''آمنہ'' ٹھیرا دیا حالانکہ مطلع الولایت والا کہ اس سے مقدم ہے ان کی ماں کا نام بی بی آغا ملک لکھا ہے''۔

(۴)۔''ان کے مہدی نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میرا باپ سید عبداللہ ہے''

(۵)۔''کتاب انصاف نامہ کے باب اول میں لکھا ہے کہ ان کے مہدی سے جب لوگوں نے سوال کیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی اور تمہارے باپ کا نام ''سید خاں'' ہے تب ان بزرگ نے جواب دیا کہ کیا خدائے تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ سید خاں کے بیٹے کو مہدی کرے وار بعضوں کو یوں جواب دیا کہ خدا سے کہو سید خاں کے بیٹے کو کیوں مہدی کیا۔سیدھا جواب یہی تھا کہ میرے باپ کا نام بھی عبداللہ ہے اس ٹیڑھے جواب کی کیا حاجت تھی۔

(٦)''سب پر طرہ ایک اور جواب ہے کہ کوئی عاقل ومسلمان اُس کو قبول نکرے گا اسی انصاف نامہ کے باب اول میں لکھا ہے کہ علماء نے ان کے مہدی سے سوال کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یعنی مہدی کا نام میرے نام کے اور مہدی کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا اور تمہارے باپ کا نام تو سید خاں ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ رسول خداؐ کے باپ مرد کافر تھے ان کا نام عبداللہ کیونکر ہوسکتا ہے بلکہ محمدؐ رسول اللہ کا نام محمد عبداللہ تھا اور مہدی کا نام محمد عبداللہ ہے اور ابن کا لفظ سہو کاتب ہے کہ محمد بن

www.khalifatullahmehdi.info

عبداللہ لکھ دیا ہے''۔

(۷)۔''حالانکہ محققین حضرت کے والدین کے ایمان کے بھی قائل ہیں چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے دس رسالے اثبات ایمان والدین حضرت میں تصنیف فرمائے ہیں''۔

قولنا۔حضرت امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام کے والد کا نام ''عبداللہ'' ہونے کو سراسر افترا اور اصل نام سید خاں بتانا بھی مولف صاحب ہدیہ کی اسی انوعیت کی غلط بیانی ہے جیسی کہ مسلۂ سیادت سے متعلق کی گئی ہے چنانچہ ہم ترتیب وار ان غلطیوں کو واضح کرتے ہیں۔

(۱)۔ حضرت کے والد کا اصل نام سید عبداللہ ہے اور سید خاں عرف ولقب ہے جس کی بنا اس خطاب خانی پر ہے جو شاہانِ عصر سے ملا تھا۔چنانچہ تاریخ سلیمانی میں حضرت امامنا علیہ السلام کے جد امجد میاں سید عثمانؓ کی اولاد کی تفصیل اس طرح لکھی ہے

حق تعالیٰ سید عثمان را دو پسر کرامت کرد یکے امیر سید جلال الدین دوم امیر سید عبداللہ و لقبش ''سید خاں'' وامیر سید جلال الدین را سہ پسر دو دختر شدند......وامیر سید عبداللہ را دو پسر عطا فرمود یکے میاں سید احمد دوم میراں سید محمدؑ'' الخ

اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت کے والد امجد کا نام سید عبداللہ ہے اور عرف،کنیت،خطاب،تخلص،لقب،وغیرہ کبھی عام طور پر ایسے مشہور اور زبان زد ہو جاتے ہیں کہ اصل نام اتنا زباں زد نہیں رہتا۔چنانچہ فی زمانا بعض امرائے ذوی الاقتدار جو سادات صحیح النسب سے ہیں اپنے خطاب خانی سے اس قدر مشہور ہیں کہ ان کی سیادت کی کسی کو اطلاع نہیں اور ان کے اصلی نام کو کوئی نہیں جانتا۔

تاریخ میں حضرت کے والد کے نام سید خاں لکھنے کا دعویٰ بھی بے دلیل ہے کسی تاریخ کا نام نہیں بتایا گیا ہے کہ کس تاریخ میں یہ نام ہونا لکھا ہے اور نہ اس کا قول نقل کیا گیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو سکتا کہ یہ بیان کہاں تک صحیح اور اس دعویٰ کے مطابق ہے۔اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی تاریخ میں سید خاں لکھا بھی ہو تو اُس کے اس بیان سے اصل نام اور نسب کی نفی لازم نہیں آتی [۱] ......کیونکہ مورخین کی عادت ہے کہ جو نام مشہور ہو وہی لکھ دیتے ہیں چنانچہ اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔خضر خاں پسر ملک سلیمان جو امیر تیمور صاحب قران کے عہد میں پنجاب وملتان کا حاکم تھا اور آخر میں دہلی کا بادشاہ ہو گیا تھا اس کو تمام مورخین خضر خاں ہی لکھتے ہیں حالانکہ وہ سید ہے جناب رسالتمآب صلعم کے خاندان سے نسبت صحیحہ رکھتا ہے جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے۔پس اگر مورخین اس کو خضر خاں لکھیں تو اس سے اس کا اصل نام باطل اور اس کی سیادت کالعدم نہیں ہو سکتی۔

تاریخ مہدویہ میں بھی اس کی بعض مثالیں موجود ہیں مثلاً سید مصطفیٰ عرف غالب خاں (انصاف نامہ وغیرہ) نواب شرزہ خاں

---

[۱] مورخین کا یہ طریقہ قریباً تمام اقوام اور تمام ممالک کی تاریخ نویسی میں یکساں طور پر رائج ہے۔خود حیدر آباد کی تاریخ میں علامہ مجیب کے بیان کے مطابق ان لوگوں کے لئے جو تاریخی مذاق رکھتے ہیں اس کی بہت سی نظائر موجود ہیں کہ کئی امرا اور عہدہ دار ایسے ہیں جن کا خطاب ہی زیادہ مشہور ہے اور اصل نام اتنا مشہور نہیں ہے اور تاریخ میں ہر جگہ ان کا یہی خطاب لکھا گیا ہے جیسے شمس الامرا۔امیر کبیر۔رسطوہ جاہ۔خانخاناں۔خان دوران سپہ سالار جنگ فتحیاب خاں وغیرہ جن میں سے آخر الذکر کا اصل نام سید عبدالفتح ہے غرض ان کے اصل نام بہت کم زبان زد ہیں۔لیکن ان خطابات کی شہرت کے باوجود ان کے اصل نام کچھ اور ہی ہونے کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور نہ ان خطابات کو اصل نام قرار دے سکتا ہے۔۱۲ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

مہدوی جو بیجاپور کی عادل شاہی حکومت میں مشہور امیر گذرے ہیں ان کو سب مورخین ''شرزہ خاں'' ہی لکھتے ہیں جو ان کا خطاب ہے حالانکہ ان کا اصل نام ''سید الیاس'' ہے اور یہ نام تاریخوں میں اگرچہ بہت کم رائج ہے لیکن اس کے رائج نہ ہونے سے شرزہ خاں ہی اصل نام نہیں ہوسکتا اور اصل نام کی نفی لازم نہیں آتی۔ پس اگر کسی تاریخ میں بقول مولف صاحب ہدیہ حضرت امامنا علیہ السلام کے والد کا نام فقط سید خاں لکھا بھی ہوتا تو اس سے وہی اصل نام ہونا یا اصل نام کی نفی ہوجانا لازم نہیں آتا۔

اگر اس اصول کے خلاف مولف صاحب ہدیہ کے نزدیک صرف مورخین کے لکھنے پر مدار کار ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ تمام مورخین جنھوں نے حضرت امامنا علیہ السلام کا ذکر کیا ہے عموماً حضرتؑ کو ''میر سید محمد جونپوری'' لکھتے ہیں تو آپ کو حضرتؑ کی سیادت پھر کیوں تسلیم نہیں آپ کو اِس میں چوں وچرا نہ کرنا چاہیئے تھا۔

یہ تمام تقریر تو اس سے متعلق تھی کہ بقول مولف صاحب ہدیہ مورخین کا فقط سید خاں ہی لکھنا فرض کرلیا جائے ورنہ حقیقت میں حضرت امامنا علیہ السلام کے والد ماجد کا اصل نام ''سید عبداللہ'' غیر رائج نہیں بلکہ عرف ولقب کے ساتھ اصل نام بھی مشہور ہے۔

خاندانی شجروں میں بھی یہی نام ہے خاص قومی تاریخ اور سیَر کی سب کتابوں میں بھی یہی نام لکھا ہے اور یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ ہر قوم میں اسی کی خاص تاریخ تحقیق بیگانوں کی بہ نسبت زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہے جس کی بہترین مثال اسلامی تاریخ موجود ہے چنانچہ ہم یہاں بعض قومی کتب تواریخ وسیر کے اقتباس سنداً درج کرتے ہیں مطلع الولایت میں حضرت امامنا علیہ السلام کے شجرہ نسب کے بیان میں لکھا ہے۔

> درمیاں آنحضرت وامام موسیٰ کاظم دوازدہ پشت اند چنانچہ از کرسی ایشاں روشن است حضرت میراں سید محمد مہدیٔ موعود خاتم الولایت المقیدۃ المحمدیہ بن سید عبداللہ بن سید عثمان بن سید خضر الخ

شواہد الولایت میں جس کے مولف نے جنت الوالایت مصنف منصورت خاں رحمتہ اللہ علیہ اور حجۃ المنصفی وغیرہ کتب متقدمین کو اپنا ماخذ بتایا ہے حضرت کا آبائی سلسلہ یہ لکھا ہے۔

> امیر امیراں سید محمد مہدیٔ موعود خاتم الولایت المحمدی صلی اللہ علیہ وسلم بن سید عبداللہ بن سید عثمان بن سید خضر الخ

تاریخ سلیمانی میں حضرت کا آبائی شجرہ اس طرح بیان کیا گیا ہے

> وشجرۂ رفیعۂ حضرت خاتم الاولیاء مبشر بہ بشارت رجل من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی بدوازدہ درجہ بحضرت امام موسیٰ کاظم رحمتہ اللہ می رسد میراں سید محمد مہدیٔ موعود آخر الزماں خلیفۃ الرحمان بن سید عبداللہ بن سید عثمان بن سید خضر الخ

جس طرح ان آبائی شجروں میں حضرت کے والد امجد کے نام کی یہ صراحت موجود ہے اسی طرح جہاں کسی بزرگ خانداں کی اولاد کی تفصیل بتائی گئی ہے وہاں بھی حضرت امامنا علیہ السلام اور حضرتؑ کے والد امجد کا یہی نام ذکر کیا گیا ہے چنانچہ ''پنج فضائل'' میں

لکھا ہے۔

حق تعالیٰ میاں سید عثمان را دو پسر بداد یکے میاں سید جلال و دوم میاں سید عبداللہ میاں سید جلال را دو دختر و سہ پسر شدند میاں سید سلام اللہ و میاں سید کریم اللہ و میاں سید غنی اللہ و بی بی الٰہد تی و بی بی راستی۔ و میاں سید عباللہ را دو پسر شدند یکے میاں سید احمد و دیگر میاں سید محمد و یک دختر الخ

تذکرۃ الصالحین میں لکھا ہے۔

از شکم جدا ایشاں سید عثمان دو پسر بودند سید جلال و سید عبداللہ و در شکم سید جلال سہ پسر شدند سید سلام اللہ و سید کریم اللہ و سید غنی اللہ و دو دختر بی بی راستی و بی بی الٰہد تی و در شکم سید عبداللہ نیز دو پسر شدند میاں سید احمد و میراں سید محمدؑ بی بی راستی را بمیاں سید احمد دادند و بی بی الٰہد تی در نکاح میراں سید محمدؑ در آمدند۔

ان آبا و اجداد اور اولاد کی تفصیلات کے ضمن میں جو تصریحات موجود ہیں ان کے علاوہ حالات و واقعات کے ضمن میں بھی جہاں کہیں حضرت کے والد ماجد کا ذکر آیا ہے وہاں آپ کا ہی نام ذکر کیا گیا ہے چنانچہ حضرت امامنا علیہ السلام کی ولادت کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے۔

چوں آواز ہاتف بگوش مرشد زماں مخزن عرفاں پیر شریعت و طریقت و استاد حقیقت و معرفت عالیجناب مشیخت مآب برگزیدہ حضرت لایزال مخدوم شیخ دانیال رحمتہ اللہ علیہ کہ ساکن شہر جونپور پرنور بودند سید بعد از ساعتے خبر افتادن بتاں برروے زمین نیز آمدہ شیخ بزرگوار دُر بار فرمودند کہ امروز مردے عزیز دریں شہر تولد شدہ است چوں تفحص کردند معلوم شد کہ سید عبداللہ را حق پسرے بخشیدہ است الخ (شواہد الولایت)۔

رسم مکتب کی ادائی کے وقت جو واقعات مذکور ہوئے ہیں ان میں لکھا گیا ہے کہ:

چوں عمر آں سرور بچہار سال و چہار ماہ رسیدہ میر سید عبداللہ برائے مکتب میراں علیہ السلام اسباب ضیافت راست کرد را کابر بلدہ را حاضر ساخت۔ (تاریخ سلیمانی)

ہم نہیں سمجھے کہ کتنے حوالے نقل کئے جائیں سبھی کتب سیر و تواریخ میں یہی نام مبارک درج ہے ان کتابوں میں سے خصوصاً مطلع الولایت۔ شواہد الولایت۔ پنج فضائل۔ تذکرۃ الصالحین۔ تو وہ کتابیں ہیں جن کے ثقات و معتبر ہونے کا خود مولف صاحب ہدیہ نے باب دوم میں اعتراف کیا ہے اور انہی سے بعض واقعات وہاں نقل کئے ہیں۔ جب انہی کتابوں کے مندرجہ واقعات جو نقل کئے گئے ہیں آپ کے نزدیک صحیح سمجھے گئے ہیں تو انہی کتابوں کی یہ مسلسل تصریح صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ایک اور بات قابل لحاظ یہ ہے کہ اگر چہ جناب سید نعمت اللہ بن امیر اسماعیل کی نسبت تاریخ سلیمانی اور مطلع الولایت و شواہد الولایت کی روایتوں میں کچھ اختلاف بیان پایا جاتا ہے جس کی تحقیق اس سے پہلے ہو چکی ہے لیکن حضرت امامنا علیہ السلام کے والد ماجد کا نام ''سید عبداللہ'' ہونے میں سب متفق

ہیں اور اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ [1]

۲ و ۳۔ اس تحقیق کے بعد مولف صاحب ہدیہ کی یہ غلطیاں خود بخود فاش ہوجاتی ہیں جو انہوں نے عرف ولقب کو اصل نام قرار دے لیا ہے اور میاں عبدالملک سجاوندی و میاں عبدالغفور رحمتہ اللہ علیہما کے اس حدیث کو ذکر نہ کرنے سے متقدمین مہدویہ کے اس امر کا دعویٰ نہ کرنے کا غلط نتیجہ نکالا ہے اور متاخرین پر نام بدل دینے کا افترا کیا ہے۔

میاں عبدالملک سجاوندی رحمتہ اللہ علیہ نے اگر اس حدیث کو سراج الابصار میں ذکر نہیں کیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کی تقریر سائل و معترض یعنے شیخ علی متقی کے جواب اور تردید میں ہے جس امر میں سائل کا سوال ہی نہ ہو اس کا جواب ضروری نہیں ہوتا اور ایسی دلائل کے ذکر نہ کرنے سے جو سائل کے سوال سے تعلق نہ رکھتی ہوں اُن دلائل کا ابطال لازم نہیں آسکتا اگر حضرت امامنا علیہ السلام کے والد ماجد کا نام سید عباد اللہ ہونا میاں عبدالملک سجاوندیؒ کے اس حدیث کو ذکر نہ کرنے ہی پر آپ کے پاس موقوف ہے تو خود میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے اپنی دوسری تصنیفات و تالیفات مثلاً ''منہاج التقویم'' میں حدیث ''**یواطی اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی**'' کو پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ بندگی میاں شہا عبدالرحمٰنؒ جو بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ کے ہمعصر اور متقدمین سے ہیں اپنی کتاب میں جو حضرت امام علیہ السلام کی سیرت و حالات میں لکھی ہے ہر جگہ امام علیہ السلام کے باپ کا نام مبارک سید عبداللہ لکھا ہے۔ پس مولف ہدیہ کا یہ عذر بھی باقی نہیں ہے۔

اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے اس حدیث کو کہیں ذکر نہیں کیا ہے تب بھی اس سے تمام متقدمین مہدویہ کا اس حدیث کو ذکر نہ کرنے سے حضرت امام علیہ السلام کے والد ماجد کا نام مبارک سید عبداللہ نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

اگر مولف صاحب ہدیہ کے نزدیک یہی اصول صحیح ہے کہ متقدمین میں سے کسی نے اگر کوء بحث نہ چھیڑی ہو تو اس بحث کا بے اصل ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر ان کا حضرت امامنا علیہ السلام کی سیادت اور حضرتؑ کے والد ماجد کا نام مبارک سید عبداللہ ہونے کا انکار کرنا اس اصول کے خلاف ہے کیونکہ ان کے شیخ علی متقی نے ان امور کا انکار نہیں کیا ہے۔ حالانکہ ان کا زمانہ مولف ہدیہ کی بہ نسبت حضرت امام علیہ السلام سے نہایت قریب تھا چنانچہ شیخ صحابہؓ امام علیہ السلام کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہے ہیں اور زمانہ کی قربت کی وجہ سے حضرت کے آبا و اجداد کے سلسلے اور حضرت کے والد ماجد کے اصل نام سے کما حقہ واقف تھے۔ یہی وجہ ہوئی ہے کہ ان ثابت

---

[1] مہدوی مورخین واہلِ سِیَر کے علاوہ دوسرے مورخین اور تذکرہ نویسوں نے بھی حضرت کے والد ماجد کا نام عبداللہ اور ''خاں'' عرف ہونے کی تصریح کی ہے۔ ''تحفۃ الکرام'' میں لکھا ہے۔

سید الاولیا سید محمد الملقب بمیراں مہدی بن میر عبداللہ المعروف بہ خاں کہ نسبش بہ امام موسیٰ کاظم می پیوندد

(تحفۃ الکرام۔ جلد دوم مطبوعہ مطبع ناصری صفحہ۔۲۳)

میراں سید محمد جونپوری یہ بزرگ امام موسیٰ کاظم کی بارھویں پشت میں میر سید عبداللہ عرف بڈھا صاحب متوطن جونپور کے صاحب اور بی بی ایمنہ سے ۸۴۷ھ میں بمقام جونپور متولد ہوئے (فرہنگ آصفیہ۔ جلد اول مطبوعہ لاہور صفحہ۔۳۲۰)

www.khalifatullahmehdi.info

وتحقق امور کے انکار کی شیخ کو جرأت نہیں ہوئی۔ اگر شیخ کے نزدیک اس اعتراض کی کچھ بھی اصلیت ہوتی تو وہ بھی ضرور یہی اعتراض کر دیتے بلکہ اس کے مقابل شیخ کو حضرت امامنا علیہ السلام کی سیادت کی اقرار واعتراف ہے چنانچہ مذہب مہدویہ سے مرتد ہونے کے بعد جو رسالہ ''رد'' لکھا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

فمثل هذه الطائفة مثل هذا الرجل بلجزو علمهم انه من اولاد رسول اللّٰه و اسمه محمد يعقدون انه هو المهدی	اس گروہ (مہدویہ) کی مثال اس شخص کے جیسی ہے کہ فقط یہ جان کر وہ اولا د رسول علیہ السلام سے ہیں اور ان کا نام محمد ہے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ مہدی ہیں۔

اس قول سے ثابت ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کا اولاد رسولؐ سے ہونا شیخ کو تسلیم ہے جو مولف ہدیہ کے متقدمین سے ہیں پھر آج آپ کا انکار کرنا محض بے اصل ہونا چاہیئے۔

نام بدل دینے کا بیان بھی محض افترا ہے کیونکہ اصل نام اور عرف ولقب میں سے کوئی بھی ذکر کرنا تبدیل نام نہیں کہلاتا۔ اگر یہ کہا جائے تو پھر اس حدیث شریف کی نسبت کیا کہا جائے گا جو اس سے پہلے لکھی گئی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن میں میرے پانچ اور بروایتے سات نام ہیں۔محمد۔ احمد طٰہٰ۔یسین۔مزمل۔مدثر۔عبداللہ (معالم التنزیل ومواہب لدنیہ) ظاہر ہے کہ ان میں سے سب اصل نام نہیں بلکہ بعض اسمائے صفت اور بعض لقب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر اسما والقاب متعدد ہونے کو یا کہیں کوئی نام اور لقب اور کہیں دوسرا نام ولقب ذکر کرنے کو نام بدل دینے سے تعبیر کیا جائے اور ایسی تعبیر صحیح سمجھی جائے تو معاندین اسلام یہ کہہ سکیں گے اور ان کا کہنا مولف ہدیہ کو صحیح تسلیم کرنا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا خود کو مصداق بنانے کے لئے نعوذ باللہ اپنا نام بدل ڈالا تھا۔ اسی سے ثابت ہے کہ کتب مہدویہ میں کہیں حضرت امامنا علیہ السلام کے والد ماجد کا عرف ولقب ''سید خاں'' اور کہیں اصل نام ''سید عبداللہ'' مذکور ہونے کو نام بدل دینے سے تعبیر کرنا سراسر غلط اور افترائے محض ہے۔

اسی ضمن میں یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ ''صاحب شواہد الولایت نے ماں کا نام بھی آمنہ ٹھہرا دیا ہے حالانکہ مطلع الولایت والا کہ اس سے مقدم ہے ان کی ماں کا نام آغا ملک لکھتا ہے''۔ حضرت امامنا علیہ السلام کی والدہ کا نام بی بی آمنہ ہی ہے اور آغا ملک گھر کا نام ہے جو گھر والے پکارتے تھے۔ خود مطلع الولایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت کی والدہ کا نام آمنہ تھا چنانچہ بی بی آغا ملک عرف بی بی آمنہ لکھا ہے۔ بی بی نے حضرت امامنا علیہ السلام کی ولادت سے پہلے جو معاملہ دیکھا تھا کہ آفتاب اور بروایتے چاند اپنے گریباں میں داخل ہو کر آستین سے نکل گیا ہے (جس کے بعد کے واقعات طویل ہیں) اس معاملہ کے بعد حضرت عثمان نے بی بی کا نام آغا ملک رکھدیا اور یہی پکارا کرتے تھے۔ پس مولف ہدیہ نے مطلع الولایت میں امامنا علیہ السلام کی والدہ کا نام فقط آغا ملک درج ہونا جو ظاہر کیا ہے وہ غلط ہے اور مطلع الولایت وشواہد الولایت میں جو اختلاف روایت بتایا ہے وہ بھی غلط در غلط ہے دونوں میں اصل نام آمنہ ہی لکھا ہے۔ اسی طرح ان دونوں کتابوں کے مصنفین میں تقدم وتاخر زمانہ جو بتایا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ دونوں کتابوں کی تالیف میں اگر چہ

www.khalifatullahmehdi.info

تقدم وتاخر ہے لیکن دونوں کے مولفین قریباً ہم زمانہ ہیں۔ان کے علاوہ سیرت امام علیہ السلام کی سب سے پہلی کتاب مولفہ بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰن المعروف بہ مولودامامؑ جوان دونوں سے باعتبار زمانہ متقدم ہے اس میں بھی حضرتؑ کی والدہ کا نام بی بی آمنہ لکھا ہے چنانچہ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔''والدۂ حضرت میراں علیہ السلام عفیفہ عابدہ صالحہ زاکیہ زاہدہ مخلصہ رابعہ ساجدہ صائمہ کریمہ علیمہ اسمہا شریف بی بی آمنہ مدام شب خیز وصائم النہار وقائم اللیل بودند''۔اس سے ثابت ہے کہ مولف ہدیہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ مصنف شواہد الولایت نے ماں کا نام آمنہ ٹھہرادیا ہے کیونکہ شواہدالولایت کی تصنیف سے پہلے بھی یہ نام ہی مشہور تھا۔

(۴)۔مولف صاحب ہدیہ کا یہ بیان بھی غلط اور خلاف واقع ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام نے اپنے والد کا نام سید عبداللہ ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا ہے۔کیونکہ پہلے خود مولف ہدیہ نے حدیث یواطی اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی نقل کر کے لکھا ہے کہ:

''یہ حدیث مہدویوں اوران کے مہدی کے نزدیک مسلم اور صحیح ہے''

اس پر مولف صاحب کے اس اقرار سے خود یہ ثابت ہوتا اور لازم آتا ہے کہ حضرت کو اپنے والد کا ہمنام والدِ رسول اللہؐ ہونے کا دعویٰ ہے جبھی تو حضرت کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور مسلم بھی ہے ورنہ کیسے ہوتا کہ حضرت کو اپنے والد کا نام عبداللہ ہونے کا دعویٰ بھی نہ ہو اور پھر یہ حدیث مسلّم بھی ہو۔اس کی ٹھیک ٹھیک صورت یہ ہوگی کہ کوئی کہے کہ حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلعم کو عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی مسلّم خود اس بشارت کا مورد ومصداق ہونے کا دعویٰ بھی مگر خود کا نام ''احمد'' ہونے کا دعویٰ نہیں تو اس صورت میں اضداد جمع ہوجائیں گے جو بالبداہتہ قرین صواب نہیں۔یہاں بھی اس کی بعینہٖ یہی صورت ہے۔

اس کے علاوہ کئی روایتیں مروی ہیں کہ حضرت امامنا علیہ السلام سے بعض نے سوال کیا کہ آپ کے آباواجداد کا سلسلہ کس طرح ہے تو حضرتؑ نے اس کے جواب میں ارشادفرمایا کہ سید محمدؑ سید عبداللہ چنانچہ بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰنؒ کے مولود میں حضرت امام علیہ السلام کے آخری جمعہ ادافرمانے کے واقعہ کے ضمن میں لکھا ہے۔

چوں از نماز فارغ شدند علمائے مذکور پیش حضرت عرض کردند نام خوندکار چیست وروز تولد خوندکار کدام وروز رحلت خوندکار کدام خواہد شد فرمودند نام بندہ سید محمد بن سید عبداللہ وروز تولد ما ودعوت ما ورحلت ما دوشنبہ است۔

بعض وقت یہ بھی ہوا ہے کہ حضرتؑ نے خود بیان فرمانے کے عوض میاں سید سلام اللہؓ کو جو حضرت کے برادرِعم زاد ہیں یہ حکم کیا کہ ان سائلوں سے آباواجداد کے نام بیان کردو اور میاں سید سلام اللہؓ نے حسب الحکم آبائی سلسلہ بیان کیا کہ سید محمد بن سید عبداللہ بن سید عثمان الخ

پہلی صورت میں تو خود حضرتؑ ہی کا ارشاد ہے دوسری صورت میں چونکہ یہ بھی حضرت کے حکم سے اور حضرتؑ کے روبرو بیان کیا گیا اور حضرتؑ نے اس سلسلہ کو صحیح ومسلّم رکھا گویا یہ بھی حضرتؑ ہی کا بیان ہے۔پس اِن روایتوں کے نظر کرتے مولف ہدیہ کا مذکورہ قول صریح غلط بیانی ہے۔

(۵)۔انصاف نامہ کے حوالہ سے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام نے بعض لوگوں کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ خدائے تعالیٰ سید خاں کے بیٹے کو مہدیؑ کرنے پر کیا قادر نہیں ہے یا خدائے تعالیٰ سے کہو کہ سید خاں کے بیٹے کو کیوں مہدیؑ کیا۔

اگرچہ انصاف نامہ کی روایت کے الفاظ یہی ہیں مگر جب تک روایت کا شان نزول اور اس کی حقیقت و ماہیت نہ معلوم کی جائے کلام حقیقی منشاو مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا اور ہر بات کے محل ورود کا لحاظ کئے بغیر صرف الفاظ و عبارت سے غرض متکلم کا صحیح پتہ نہیں چل سکتا۔

اس روایت کا مورد جیسا کہ دوسری روایتوں سے ثابت ہے یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ اور علمائے جہالت سرشت جو حضرت امام علیہ السلام کے حسب ونسب سے کما حقہ واقف تھے اور خوب جانتے تھے کہ والد ماجد کا نام ''سید عبداللہ'' اور ''سید خاں'' عرف ولقب ہے جو خانی خطاب پر مبنی ہے۔انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ حضرتؑ کے خاندان عالیہ میں حضرت کے ظہور سے پہلے حسب طریقہ چشتیہ پیری و مریدی کا جو سلسلہ جاری تھا اور جو شجرۂ پیرانِ طریقت کا مریدین کو عطا ہوتا تھا اس میں ''سید عبداللہ'' ہی لکھا جاتا تھا۔ باوجود اس علم و دانست کے نہ بہ نیت تحقیق بلکہ محض عناداً وجدالاً بکمال خبث باطنی جیسا کہ مجادلین کا طریقہ ہے یہ سوالا کئے تھے اس لئے اِس کے حقیقی جواب سے حضرتؑ نے اعراض فرمایا۔علم مناظرہ کا بھی ایک مقررہ اصول یہی ہے کہ مجادل کو حقیقی جواب دینے کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے اعراض اور قطع بحث ہی مناسب ہے چنانچہ ''رشیدیہ'' میں لکھا ہے کہ:

اما اذا كان المجادل احد هما فكان من شان غير المجادل ان لا يتوجه الٰى قول المجادل ان لا يتوجه الٰى قول المجادل و يعرض عنه	جبکہ ان دونوں میں سے ایک مجادلہ کرنے والا ہو تو جو مجادل نہیں ہے اس کا فرض ہے کہ وہ مجادل کے قول کی طرف توجہ نہ کرے اور اس سے اعراض کر جائے۔

خلفاء اللہ کا یہی اصول عمل رہا ہے کہ جب ان کو محض ہٹ دھرمی سے جھٹلا دیا جاتا ہے تو وہ ان معترضین کے مجادلانہ لاطائل حجتوں میں الجھنے کے عوض اللہ تعالیٰ ہی کا حوالہ دیکر بحث کو ختم کردیتے ہیں۔خود اللہ تعالیٰ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ:

يقول الذين كفروا لست مرسلا قل كفٰى باللّٰه شهيدا بيني و بينكم و من عنده علم الكتاب (۱۳۔۱۲۔رعد)	کافر کہتے ہیں کہ آپؐ رسول نہیں ہیں کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ اور کتاب کا جاننے والا کافی گواہ ہے۔

جولوگ لَسْتَ مُرْسَلا (آپ رسول وپیغمبر نہیں ہیں) کہتے تھے ان کا بظاہر اصل جواب یہ تھا کہ اثبات نبوت ورسالت کے دلائل و براہین پیش کئے جاتے لیکن اسکے عوض اِن لوگوں کے لئے جو یا تو خود ذات باریِ تعالیٰ ہی کے منکر تھے یا ذات رسول اللہؐ کا فرستادہ نہیں مانتے تھے اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت پیش کی گئی ہے کہ تم مانو یا نہ مانو خدائے تعالیٰ اس کا گواہ کافی ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

اسی کی ایک اور نظیر قرآن شریف میں دیکھو اور سبحانہ وتقدس ارشاد فرماتا ہے:

ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ ایة منربہ قل ان اللّٰہ یضل من یشاء و یھدی الیہ من اناب (۱۴۔۱۰۔رعد)

کفار یہ کہتے ہیں کہ اس شخص پر (محمد صلعم پر) اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اترتا۔ (تم ان سے) کہو کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع ہوتا ہے اس کو ہدایت کرتا ہے۔

یعنی جب کفار نے یہ کہا تھا کہ کس لئے محمدؐ پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی معجزہ نہیں نازل کیا جاتا تو اس کا سیدھا جواب یہی تھا کہ حضرتؐ کے معجزات گن دیئے جاتے کہ ان کے یہ یہ معجزات ہیں۔ یا ان سے پوچھا جاتا کہ تم کونسا معجزہ چاہتے ہو کہو تا کہ وہی ظاہر کیا جائے مگر خدائے عزوجل نے اس جواب سے اعراض کر کے یہ فرمایا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہدو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع ہو اس کو ہدایت کرتا ہے۔ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے۔

ھذا جواب یجری مجری التعجب من قولھم کانہ قال قل ما اعظم عنادکم ان اللّٰہ یضل من یشاء فمن کان علٰی صفتکم فلا سبیل الی اھتدائھم وان انزلت کل آیة یھتدی الیہ من اناب بما جئت بہ کل بادنی منہ من الآیات۔

یہ جواب ان کے قول پر اظہار تعجب ہے گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ ان سے یہ کہدو کہ تمہارا عناد کس قدر بڑھا ہوا ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جو لوگ تمہارے جیسے معاند ہوں ان کے ہدایت پانے کی کوئی صورت نہیں اگرچہ ان پر تمام معجزات بھی نازل کردیئے جائیں جن سے یا ان کے کم از کم حصہ سے بھی حق کی طرف رجوع ہونے والا ہدایت پا سکتا ہے۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ نے بھی یہی لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

یہ جواب تعجب کا قائم مقام ہے یعنی اکثر آیات ومعجزات ظاہر ہونے کے باوجود پھر یہ لوگ طالب معجزہ ہیں؟ ان کو کس قدر عناد ہے؟ گویا ان کے عناد کے نظر کرتے انہیں یہ جواب دیا گیا ہے کہ تم کو ظہور معجزات سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ گمراہی وہدایت خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس ظہور معجزات کی بے فائدہ طلب نہ کرو بلکہ جناب الٰہی میں حصول ہدایت کی التجا کرتے رہے۔

ہمارے مولف صاحب اس موقع پر کیا فرماتے ہیں کیا یہ پر از حکمت وحقائق جوابات معاندین کا سیدھا جواب ہیں یا معاذ اللہ تیڑھا؟ اور بصورت ثانیہ اس قسم کے جوابات کی کیا حاجت تھی؟ اور کیوں سیدھا جواب نہیں ادا کردیا گیا؟ پس امامنا علیہ السلام کے جواب کی بھی نوعیت اسی کے پوری مطابق ہے۔

(۶)۔ مولف صاحب ہدیہ کا یہ بیان ان کی سب غلط بیانی وغلط فہمی اور مغالطہ دہی میں طرۂ امتیاز رکھتا ہے کہ ''علماء کے استفسار

www.khalifatullahmehdi.info

کرنے پر کہ رسول اللہؐ نے یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی فرمایا ہے اور تمہارے والد کا نام تو سید خاں ہے حضرت امامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خداؐ کے باپ مرد کافر تھے ان کا نام کیونکر عبداللہ ہوسکتا ہے بلکہ محمدؐ رسول اللہؐ کا نام محمد عبداللہ تھا اور مہدیؑ کا نام محمد عبداللہ ہے اور ابن کا لفظ سہو کاتب ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ لکھ دیا ہے''۔

مولف ہدیہ نے اس پر بڑا ہی طومار باندھا ہے۔ پہلے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس کو کوئی عاقل و مسلمان قبول نہیں کرے گا اور پھر آنحضرت صلعم کے والد کا نام سید عبداللہ ہونا اجماعی اور ایسا کہنا خلاف اجماع قرار دے لیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین عرب اللہ کے قائل ہونے کا دعویٰ کر کے کئی ایک صحابۂ کرامؓ کے باپ دادا کے نام گنائے ہیں جن کا نام عبداللہ تھا اور وہ کافر تھے۔ آخر میں یہ ہرزہ سرائی بھی کی ہے کہ خود آنحضرتؐ کا نام عبداللہ تھا تو پھر آنحضرت صلعم کے والد کا نام کیا تھا۔

ناظرین کرام یہ سن کر حیران رہ جائیں گے کہ یہ سب طومار بے اصل ہے۔

مولف صاحب ہدیہ کا سلسلۂ نسب شاید اُنہی علماء سے ملتا ہے جن کی شان میں یحرّفون الکلم عن مواضعہ (الفاظ کو ان کی جگہ سے تحریف کر دیتے ہیں) وارد ہے انہوں نے حق گوئی سے انحراف کر کے اصل عبارت میں تحریف کر دی ہے اور اپنی تحریف کردہ عبارت پر اپنے سب طومار کی بنا رکھی ہے۔ انصاف نامہ کی اصل عبارت جس کے حوالہ سے مولف ہدیہ نے یہ مضمون لکھا ہے یہ ہے۔

پدر رسول اللہ مرد کافر بود عبداللہ چوں باشد۔ محمد عبداللہ است و مہدی عبداللہ۔

اس میں مولف ہدیہ نے ایک لفظ ''نام'' کئی جگہ زیادہ کر کے اپنی مغالطہ دہی کا کام نکالنا چاہا ہے یعنی یہ لکھا ہے کہ رسول خداؐ کے باپ مرد کافر تھے ان کا ''نام'' عبداللہ کیونکر ہوسکتا ہے بلکہ محمد رسول اللہؐ کا ''نام'' عبداللہ تھا اور مہدیؑ کا ''نام'' عبداللہ ہے اس قول کے اصل سے مقابلہ کر کے دیکھو کہ اصل عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام عبداللہ ہونے کی نفی نہیں ہے بلکہ ''عبداللہ'' کا مفہوم ان پر صادق آنے کی نفی مقصود ہے اسی طرح حضرت محمد و مہدی علیہما السلام کا نام عبداللہ کہاں بتایا گیا ہے بلکہ یہ اطلاق عبدیتِ خاصہ کی بحث ہے جس کو رمز شناس اصحاب خوب سمجھ سکتے ہیں۔

اسی سے مولف ہدیہ کے سب ہزیانات کی خود بخود تردید ہو جارہی ہے نہ مشرکین جاہلیت کے نام ''عبداللہ'' ہونے کو ثابت کرنے کی حاجت ہے اور نہ اجماع کا دعویٰ ہی برمحل ہے نہ اس احمقانہ سوال کی ہی گنجائش ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبداللہ تھا تو پھر آنحضرتؐ کے والد کا نام کیا تھا۔ کیونکہ یہاں عبداللہ نام ہونے کی بحث ہی نہیں بلکہ عبدیت خاصہ کا اطلاق صحیح ہونے نہ ہونے سے بحث ہے۔ پس اس اطلاق کی صحت اور اس کی نفی و اثبات کی مزید توضیح یہ ہے کہ اوّلاً علم معانی کے اعتبار سے مجیب کے سوال کو نظر بمصالح متعددہ دوسرے معنی پر محمول کرنا درست ہے جس کی بہت سی نظائر ملتی ہیں [۱]۔ اس موقع پر یہی ہوا ہے کہ سائل نے محض اسمیت یعنی ظاہری نام کا لحاظ کیا تھا اور جواب میں عبداللہ کی حقیقت و مفہوم کا اعتبار کیا گیا ہے۔ ثانیاً یہ بھی قاعدہ مقرر ہے کہ ایک اعتبار

---

[۱] اس کی واضح مثال ایک واقعہ ہے کہ حجاج بن یوسف نے ایک شخص سے پوچھا احفظت القرآن (کیا تو نے قرآن حفظ کیا ہے) اس نے جواب دیا اوخقت علی القرآن ضیاعا حتیٰ احفظہ (کیا مجھے قرآن کے ضائع ہونے کا خوف تھا جو اس کی حفاظت کرتا)۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

سے کسی امر کی نفی کی جاتی ہے تو دوسرے اعتبار سے اسی امر کا اثبات بھی درست ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

مارمیت اذرمیت ولکن اللّٰہ رمٰی۔	نہیں [1] پھینکا تم نے جبکہ پھینکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

اس آیت میں فعل ''رمی'' کی نفی اوراس کا اثبات دونوں موجود ہیں حالانکہ ایک ہی شئی کا اثبات اوراس کی نفی ایک ہی جہت سے صحیح نہیں ہوتی البتہ جہاں جہت مختلف ہوجاتی ہے تو اس پر صحت کا حکم ہوسکتا ہے پس اس آیت شریفہ کا بھی یہ معنی ہے۔

مارمیت باعتبار ایصالھا الٰی عیوھم واظھار اشھاورمیت صورۃً کسائر البشر لکن اللّٰہ رمی فی الحقیقۃ باعتبار الایصال۔	تم نے ظاہراسب لوگوں کی طرح دیت پھینکدی مگران کا فروں کی آنکھوں تک پہنچنے اوراس کا اثر ظاہر ہونے کے اعتبار سے تم نے نہیں پھینکا بلکہ حقیقت میں ان کی آنکھوں تک پہنچانے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

علی ہذا القیاس اس موقع پر بھی عبدیت کی یہ نفی اوراس کا اثبات دومختلف اعتبار سے ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ظاہری نام کے اعتبار سے ''عبداللہ'' ہیں لیکن عبودیت خاصہ کے معنی ومفہوم کے اعتبار سے ''عبداللہ'' نہیں ہیں بلکہ اس جہت سے خود محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ''عبداللہ'' ہیں۔حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جوفرمایا ہے کہ ''محمد عبداللہ است و مہدی عبداللہ'' اسی معنی حقیقی پرمحمول ہے اگراس معنیٔ حقیقی سے قطع نظر کرلیا جائے تو محض اسمیت ظاہری کے اعتبار سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے والد کا نام ''عبداللہ'' ضرور ہے اورآنحضرت (صلعم) کا نام عبداللہ نہیں ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام نے آنحضرت کے والد کا نام ''عبداللہ'' ہونے کی نفی نہیں کی ہے اورنہ حضرت محمد (صلعم) کا نام ''عبداللہ'' ہونا کہیں بیان فرمایا ہے۔

ثالثاً۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عبداللہ کا مفہوم صادق آنا اس کی تحقیق کئی طریقہ سے ہوتی ہے۔

حضرت کیلئے مقام عبدیت حاصل ہونے کے اہلِ شرع اوراہل حقایق سب قائل ہیں۔اہل شرع کے نزدیک مقام عبدیت و

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) پھرحجاج نے کہا اَجمعتہ (کیا تونے قرآن کوجمع کیا ہے) جواب دیا او کان متفرقاً حتی اجمعہ (کیا وہ پریشان تھا جومیں اس کوجمع کرتا) پھرحجاج نے کہا اَحکمتہ (کیا تونے اس کواستوار کیا ہے) جواب دیا الیس اللّٰہ انزل محکمتہ (کیا خدانے اس کومحکم نازل نہیں کیا ہے) پھرحجاج نے کہا افاستظھرتہ (کیا تونے قرآن سے مددلی ہے) جواب دیا معاذاللّٰہ ان اجمعلہ وراء ظھری (معاذاللہ میں قرآن کوپس پشت ڈال دوں) حجاج غصہ میں آکرکہا یاویلک ماذا اقول (تجھے بدبختی نصیب ہومیں پھرکیا کہوں) جواب دیا الویل قل اوعیت القرآن فی صدرک (بدبختی تجھے نصیب ہو یہ کہہ کہ تونے کیا اپنے سینہ میں قرآن کوبھرلیا ہے) غرض مجیب ہر ہرلفظ یاقول کودوسرے معنی پرمحمول کرتا گیا ہے اوریہ درمناظرہ میں جائز ہے۔۱۲
شہاب بن نصرت غفرلہما۔

[1] یہ آیت غزوۂ بدر میں نازل ہوئی ہے۔مفسرین کا قول ہے کہ غزوۂ بدر میں جب کفارقریش کی فوج رؤسائے قریش کی سرکردگی میں اسلامی فوج کے مقابل جنگ کیلئے صف آراہورہی تھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مٹھی بھرریت کفار کی طرف پھینکی (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

عبودیت کا اقرار ضروریات سے ہے ہر مسلمان کلمۂ شہادت میں **اشهد انّ محمداً عبده و رسوله** کا اعتراف کرتا ہے[1]۔

اہلِ حقائق کے اصول پر مقام عبدیت کی نسبت متعدد حیثیتوں اور جہتوں سے بحث ہوتی ہے اس کی ایک بحث تو یہ ہے کہ عبدیت کی دو قسمیں ہیں۔ایک عبدیت عامہ۔ دوسری عبدیت خاصہ۔عبدیت عامہ یہ ہے کہ بندہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ کرے اور عبادت و استعانت میں **ایاک نعبد وایاک نستعین** کا معتقد اور عامل رہے۔اس درجہ میں تمام عباد اللہ المومنین داخل ہیں۔

عبدیت خاصّہ جو ربوبیت وعبودیت کے درمیاں برزخ جامع ہے اور **بینهما برزخ لا یبغیان** کا حکم اسی سے پیدا ہوتا ہے جس کو انسان کامل کہتے ہیں۔گلشن راز میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

کسے مرد تمام است کز تمامی ۔۔۔ کند با خواجگی کارِ غلامی

مولانا رومی بھی اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

چونکہ گفتی بندہ ام سلطاں شدی ۔۔۔ چوں زخود رستی ہمہ برہاں شدی

بعض صوفیائے محققین نے ''عبداللہ'' کی یہ تحقیق کی ہے کہ جتنے انبیاء و مرسلینؑ و بندگان صالحینؒ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کے مظہر ہیں اور اسی مظہریت کے اعتبار سے ان کی عبدیت اُسی اسم صفت کی طرف منسوب ہے چنانچہ کوئی عبدالرحیم ہے کوئی عبدالجبار ہے کوئی عبدالغفور ہے کوئی عبدالصبور ہے وغیرہ اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام خاص اسم ذات ''اللہ'' کے مظہر ہیں جو تمام صفات کو ایسا جامع اور حاوی ہے کہ کوئی صفت اس سے خارج نہیں ہے۔اسی جامعیت کی جہت سے حضرت صلعم ''عبداللہ'' ہیں کہ آپؐ میں تمام صفات الٰہیہ علی وجہ الکمال موجود ہیں۔

پس اس اعتبار سے آپؐ کو ''عبداللہ'' کہنا گویا آپؐ کے جامع صفاتِ الٰہیہ ہونے کو ثابت کرنا ہے جو سب سے زیادہ فضیلت و منقبت کا اظہار ہے۔

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) اور **مشاهت الوجوه** فرمایا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار میں سے ہر شخص کی آنکھوں اور منہ اور نتھوں میں اس ریت کا کچھ نہ کچھ حصہ داخل ہو گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ اُن پر مسلمان کا رعب چھا گیا۔اس آیت میں جو ''رمی'' کا ذکر ہے اس سے وہی آنحضرت (صلعم) کا ریت پھینکنا مراد ہے۔علامہ مجیب نے جو کچھ لکھا ہے وہ مفسرین کے اقوال کا خلاصہ ہے تفسیر لباب التاویل کے اس قول سے اس کی مزید توضیح و تائید ہوتی ہے **فذالک قوله عزوجل و مارمیت اذرمیت ولکن اللّٰه رمٰی اذلیس فی وسع احد من البشر ان یرمی کفا من حصٰی فی وجوه فلا یبقٰی فیه عین الاوقد دخل فیها شئی من ذلک فصورة الرمی صدرت من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم وتاثیر ها صدر من اللّٰه عز و جل فلهذا المعنی صح النفی و الاثبات** یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جو کہ **مارمیت از رمیت ولکن اللّٰه رمی** ہے (اس کا بیان یہ ہے کہ) کسی آدمی کی یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ مٹھی بھر ریت ایک بڑی جماعت کی طرف پھینکے اور سب کی آنکھوں میں اس کا حصہ کچھ نہ کچھ داخل ہو جائے۔پس ظاہر پھینکنے کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے اور سا کا اثر و نتیجہ اللہ تعالیٰ سے صادر ہوا ہے اسی جہت سے نفی اور اثبات دونوں صحیح ہیں۔۱۵ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

[1] میں کہتا ہوں کہ مولوی محمد زماں خاں صاحب نے جو بے سمجھے حضرت مہدی علیہ السلام کے اس فرمان پر اعتراض کر دیا ہے دراصل ''عبداللہ کے معنی ہی کو نہیں سمجھا ہے۔کتاب ''لطائف الاعلام'' میں مذکور ہے کہ **عبداللّٰه هو العبدالذی لا یکون فی عباداللّٰه عز و جل ارفع منه مقاما** (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

رابعاً۔ ''عبداللہ'' کا اطلاق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صحیح ہونے کا سب سے بڑھ کر واضح ثبوت آیات واحادیث سے بھی موجود ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل قیصر روم کو جو مکتوب لکھا تھا اس کا عنوان یہی تھا۔ ''**من محمد عبداللہ اِلٰی ھر قل عظیم الروم** '' دیکھو آنحضرت (صلعم) خود اپنے آپ کو عبداللہ فرما رہے ہیں نہ ابن عبداللہ اور حضرت امامنا علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا ہے پس آپؑ کا فرمانا فرمانِ رسول اللہ صلعم سے عین مطابق ہے۔

قرآن شریف میں بھی ہی خلعت عبدیت جو تمام اعتبارات وکمالات ظاہری و باطنی کو جامع ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عطا ہوئی ہے اور واقعۂ معراج میں حضرتؐ کو اسی سے یاد کیا گیا ہے۔

سبحان الذی اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لنریه من ایاتنا۔	پاک ہے وہ ذات جس نے رات کے کچھ حصہ میں اپنے بندہ کو اپنی نشانیاں بتانے کیلئے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف سیر کرایا جس کے اطراف وجوانب تبرک ہیں۔

سورۂ جن میں ارشاد ہوا ہے۔

وانه لماقام عبداللّٰہ یدعوه کادوا یکونون علیه لبدا	جبکہ عبداللہ (اللہ کا بندہ) اللہ کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اس کے گرداگرد گھرے آتے ہیں اور قریب ہے کہ وہ (اسکو) چمٹ جائیں۔

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ ان آیتوں میں عبداللہ سے مراد محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں پس حضرت امامنا علیہ السلام کا حضرت محمدؐ کو ''عبداللہ'' کہنا ان آیتوں کے بھی ٹھیک مطابق ہے۔ ''مولف ہدیہ'' سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ ان آیات واحادیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ابن عبداللہ'' نہیں بلکہ خود عبداللہ جو کہا گیا ہے آپ اس کو قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر قبول نہیں کرتے

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) ولا اشرف منه شانا تجلیات الحق له هی اکمل التجلیات واعمها واشرفها واتمها فلا اتم من کشفه ولا اعلی من تجلیته بحیث لم یبق اللّٰہ تعالٰی اسمه ولا صفته ولا وجها من وجوه معارفه الاوقد کشفها اللّٰہ لهذا العبد الذی سماه بعبداللّٰہ ولیس ذلک لا حد من الانبیاء بالاصالة الالهٗ وللاقطاب من ورثته بالشعیة لهٗ۔ یعنی عبداللہ وہ ہے جو بندگانِ خدا میں سب سے افضل اور بلند تر ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی پوری اور عام اور بزرگ تر تجلیات نازل ہوتی ہوں اس کے کشف سے کسی کا کشف اعلیٰ اور اس کی تجلی سے کسی کی تجلی بڑھکر نہ ہو یہاں تک کہ خدا کا ہر اسم اور ہر صفت اور ہر طرح کی معرفت کے طریقے اس پر کھل جائیں اور اسی واسطے ایسے بندہ کا نام اللہ تعالیٰ نے ''عبداللہ'' رکھا ہے یہ رتبہ انبیاء میں سے اصالتہً سوائے آنحضرتؐ کے کسی کو حاصل نہیں ہے اور آپ کی اتباع میں آپ کے وارث اقطاب کیلئے ہے۔ غرض ''عبداللہ'' کے معنی کا حال مولوی صاحب کو اگر معلوم ہوتا تو یہ اعتراض نہ فرماتے۔ اب کہئے کہ یہ مقام رسول اللہ صلعم کو حاصل تھا یا آپ کے والد کو؟ اور اس مقام کے اعتبار سے آپ خود ''عبداللہ'' ہیں یا نہیں؟ اور اس اعلیٰ مقام کے نظر کرتے آنحضرت صلعم کو ابن عبداللہ کہنا سہو نہیں تو پھر کیا ہے اس حقیقت کے انکار کرنے والے کے لئے کہنا پڑتا ہے۔

والنوک داءٌ لمرءٍ غیر منفضم (حماقت آدمی کے لئے دور نہ ہونے والی بیماری ہے) اشرف کان اللہ لہ۔

www.khalifatullahmehdi.info

تو آپ قرآن وحدیث کے منکر ٹھہرتے ہیں اگر آپ کو یہ اطلاق قبول ہے تو پھر آپ عاقل ومسلمان نہیں ہیں کیونکہ آپ کا تو قول ہے کہ محمد عبداللہ کہنے کو کوئی عاقل ومسلمان قبول نہیں کرسکتا پس آپ خود اپنے قول سے عاقل ومسلمان نہیں رہتے۔

خامساً۔ حضرت امامنا علیہ السلام کے مذکورہ فرمان میں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام "عبداللہ" ہونا کہیں نہیں بتایا ہے مگر تفسیر "معالم التنزیل" و "موہب لدنیہ" کے حوالہ سے جو حدیث پہلے لکھی گئی ہے کہ **لی فی القراٰن سبعة اسماء محمد و احمد و یٰس و طٰه و المزمل و المدثر و عبداللّٰه** (مواہب لدنیہ جلد ثانی۔مقصد ثانی۔فصل اول) یعنی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں کہ قرآن میں میرے سات نام ہیں۔محمد۔احمد۔یٰس۔طٰہٰ۔مزمل۔مدثر۔عبداللہ) اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام قرآن میں عبداللہ ہونا بیان فرمایا ہے اب اس سے دو نتیجے برآمد ہوتے ہیں اولاً یہ کہ امامنا علیہ السلام کے مذکورہ فرمان میں اگر مولف ہدیہ کی تحریف کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبداللہ ہوتا بھی تو وہ اس حدیث کے عین مطابق ہوتا اور کسی مسلمان کو تو اس پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہ ہوتی۔ثانیاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبداللہ ہونے کے متعلق مولف ہدیہ نے جس قدر بیہودہ گوئی کی ہے اس سے سب کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے متعلق کرنا اور ان تمام بے ادبیوں کے مرتکب ہونا ہوگا جو امامنا علیہ السلام کی جناب میں کی گئی ہیں۔

اس بحث کے آخر میں مولف صاحب ہدیہ کے اس قول پر بھی ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ

ایمان والدین رسول اللہؐ کی بحث: محققین حضرت کے والدین کے ایمان کے بھی قایل ہیں چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے دس رسالے اثبات ایمان والدین آنخضرتؐ میں تصنیف فرمائے ہیں۔

مولف صاحب نے یہ بحث ناحق چھیڑی ہے جو جمہور علمائے اہلِ سنت اوران کے اصول کے خلاف ہے۔چونکہ یہ مقدمہ نہایت نازک ہے محرِاوراق ایسے مقدمات میں بحث کرنے سے بہت احتراز کرتا ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نسبت کوئی بات خلاف فرامین آنخضرت صلعم کہیں سرزد نہو جائے مگر اس بحث کے اصل محرک اور باعث بھی چونکہ مولف ہدیہ ہی ہیں اس لئے اس تقریر کا وبال ونکال بھی انہی کے سر ہے۔تاہم اس مسئلہ میں ہم اپنی طرف سے کچھ لکھنا پسند نہیں کرتے صرف نفس مسئلہ کی توضیح کردینے اور فقط ائمہ وعلمائے سلفِ اہل سنت کے اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ یہ مسئلہ اہل تشیع اور اہلِ سنت کے درمیان اختلافی ہے۔فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جمیع انبیاء (علیہم وعلی نبینا الف الف تحیات) کے آباوامہات طاہرین وطاہرات ہیں۔علی الخصوص آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین بلکہ آدم علیہ السلام تک کے اجداد سب ساجدین وساجدات ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **الذی یریٰک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین** اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ **لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين** (میں پاک لوگوں کی صلب سے منتقل ہوتا چلا آیا ہوں)

اہلِ سنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے آباوامہات کا ایمان امر ضروری نہیں ہے وہ اہلِ تشیع کے دلائل کے جوابات دیتے اور

www.khalifatullahmehdi.info

اس آیت وحدیث کی دوسری تاویل وتوجیہ کرتے ہیں چنانچہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے کہ:

ان معنی الاٰیة وترددک فی تصفح احوال المتھجدین کما روی انه لما نسخ فرض قیام اللیل طاف علیه السلام تلک اللیة ببیوت اصحابه لینظر مایصنعون حرصاً علیٰ کثرة طاعاتھم فوجدھا کبیوت الزنابیر لما سمع لھا من دند نتھم بذکر اللّٰه۔

آیت کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تہجد ادا کرنے والوں کی تلاش ودریافت میں آتے جاتے دیکھتا ہے جیسا کہ مروی ہے کہ جب رات کی عبادت کی فرضیت منسوخ ہوگئی تو اس رات حضرتؐ اپنے صحابہؓ کے مکانات کے اطراف گھومتے رہے تاکہ یہ دیکھیں کہ وہ شوق عبادت میں کیا کر رہے ہیں۔پس آپ نے انکے مکانات کو بھڑوں کے چھتوں کی طرح ذکر کی آوازوں سے گونجتے ہوئے پایا۔

یعنی اہلِ سنت کے استدلال کی تلخیص یہ ہے کہ لفظ''تقلب'' کے معنی لغت کی رو سے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف الٹ دینے اور آنے جانے کے آتے ہیں۔آیت میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جو لفظ''تقلب'' ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف یا صلب سے رحم کی طرف منتقل ہونے پر دلالت کرے اور اس کو اسی معنی کیلئے مخصوص کردے۔جب کوئی قرینہ مذکور نہیں ہے تو تقلب کا معنی عام ہی رہے گا اور عام کی تخصیص بلا مخصص کے درست نہ ہوگی لہذا تقلب کا معنی تقلب الیٰ الصلب والرحم ہی لینا صحیح نہیں۔

دوسری دلیل بھی ضعیف ہے کیونکہ طہارت سے ایمان ہی مراد نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ایمان وطہارت میں لزوم نہیں ہے بلکہ جائز ہے کہ طہارت ہو ایمان نہ ہو اور نیز جائز ہے کہ ایمان ہو اور طہارت نہ ہو جیسے مومن ناپاک۔اس صورت میں طہارت سے مراد زنا وغیرہ ناجائز طرق تناسل سے پاکی ہوگی۔ایمان کا ثبوت اس صحت میں ہوتا کہ آپ کے آباواجداد ابراہیمی ملت پر کاربند رہتے اور یہ امر تاریخ جاہلیت کے نظر کرتے زیر بحث ہے۔

خود قرآن شریف میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ اللہ تعالیٰ کے عدو ہونا اور محض اسی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کا ان سے برأت ظاہر کرنا صراحتاً موجود ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ماتبین لھم انھم اصحاب الجحیم. وماکان استغفار ابراھیم لا بیه الا عن موعدة وعدھا ایاہ فلما تبین انه عدوٌ اللّٰه تبرء منه ان ابرایھم لا واہ حلیم (۱۱۔۳۔سورۂ توبہ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو اپنے قرابتدار مشرکین کیلئے جبکہ ان کا جہنمی ہونا ثابت ہوگیا ہو مغفرت چاہنے سے منع فرمایا ہے۔اس کے بعد ابراہیمؑ نے اپنے باپ کیلئے مغفرت طلب کی تھی اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے وعدہ کیا تھا اور محض ایفائے وعدہ کے لئے انہوں نے ایسا کیا۔ لیکن جب ان پر یہ ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے

www.khalifatullahmehdi.info

براءت ظاہر کرلی۔ ابراہیم رحیم مزاج اور حلیم ہیں۔

غرض یہ اہلِ سنت کے دلائل کا خلاصہ تھا اب یہاں ان علمائے اہلِ سنت کے چند اقوال لکھے جاتے ہیں جنھوں نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے والدین ایمان سے مشرف نہیں تھے۔

امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ ''فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں کہ:

والدارسول اللّٰه ماتا علیٰ الکفر۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر کی حالت میں مرے ہیں۔

ملاعلی قاری نے اس کی شرح میں لکھا ہے۔

وھذہ ردعلی من قال انھما مساتا علی الایمان اوماتا علی الکفر ثم احیا ھما اللّٰه فما تا فی مقام الایقان وقد افردت لھذہ ا المسئلہ رسالة مستقلة ورفعت ماذکرہ السیوطی الیٰ آخرہ۔	یہ قول ان لوگوں کی تردید ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرتؐ کے والدین ایمان کی حالت میں مرے ہیں یا یہ کہ وہ کافر مرے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کیا پھر وہ مقام یقین میں وفات پائے۔ میں نے اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور سیوطی نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تردید کی ہے۔

مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ۔

کذاروی عن عائشہؓ احیاء ابویہ حتی اٰمنا بہ اوردہ السھیلی و قال فی اسنادہ مجاھیل و قال ابن کثیر انہ حدیث منکر جداً وسندہ مجھولٌ وقال ابن دحیة ھذا الحدیث موضوع یردہ القرآن والاجماع۔	ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا زندہ کیا جانا اور ان کا ایمان لانا عائشہؓ سے مروی ہے جس کو سہیلی نے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس کی سند مجھول ہے۔ ابن دحیہ کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جس کی تردید قرآن اور اجماع سے ہوتی ہے۔
وقد جزم بعض العلماء انّ ابویہ ناجیان ولیس فی النار متمسکا لھذا الحدیث وغیرہ وتعقبہ عالم اٰخربانہ لم یر احداً صرح بانّ الایمان بعد انقطاع العمل بالموت ینفع صاحبہ فان ادعی احد	بعض علما نے اس حدیث اور دوسری روایتوں سے استدلال کر کے یہ رائے قایم کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ناجی ہیں دوزخ میں نہیں ہیں۔ بعض دوسرے علما نے اس کی اس طرح مخالفت کی ہے کہ کسی نے بھی یہ صراحت نہیں کی ہے کہ انقطاع عمل

www.khalifatullahmehdi.info

الخصوصية فعليه الدليل وقد سبقه لذلک ابو الخطاب بن دحيه و عبارته من مات کافراً لم ينفعه الايمان بعد الرجعة بل لو اٰمن عند المعاينة لم ينفعه ذلک فکيف بعد الاعادة۔

یعنی موت کے بعد ایمان مفید ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص خصوصیت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کی کوئی دلیل پیش کرنا چاہیئے۔ اس سے پہلے ابوالخطاب بن وحیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ جو شخص کافر مرے اس کیلئے رجعت کے بعد بھی ایمان مفید نہیں ہوسکتا بلکہ موت کے آثار معائینہ کرنے (غرغرہ) کے بعد ایمان فائدہ نہیں دیتا تو مرجانے کے بعد اس کے زندہ کئے جانے کی صورت میں کیسے مفید ہوگا۔

امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ:

واما اصحابنا فقد زعموا ان والدا رسول اللّٰه کانا کافرين و ذکر ان نص الکتاب کفی هذه الاية تدل علیٰ انّ اُذر کان کافرا و کان والد ابراهيمؑ۔

ہمارے اصحاب کا خیال ہے کہ رسول اللہؐ کے والدین کافر تھے اور انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قرآن کا سیاق کلام اس آیت میں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اذر کافر تھے اور وہ ابراہیم (علیہ السلام) کے باپ تھے۔

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ:

ان رجلاً اتی الرسول عليه السلام و قال کلان ابی فی الجاملية يصل الرحم و يقری الضيف يمنح من ماله فاين ابی فقال امات مشر کا قال نعم قال فی ضحضاح من النار فولّی الرجل يبکی فدعاه عليه السلام فقال ان ابی و اباک و ابا ابراهيم فی النار۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میرا باپ جاہلیت میں قرابتداروں کے ساتھ نیک سلوک اور مہمان نوازی کرتا اور اپنا مال بخشش کرتا تھا میرا باپ کس مقام میں ہے حضرتؐ نے فرمایا کیا تیرا باپ مشرک مرا تھا اس نے کہا ہاں آپؐ نے فرمایا تب تو وہ دوزخ میں ہے پس وہ شخص روتا ہوا لوٹا حضرتؐ نے اسکو پھر بُلایا اور فرمایا کہ میرا باپ۔ تیرا باپ اور ابراہیمؑ کے باپ دوزخ ہی میں ہیں۔

مسلم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

قال ان ابی و اباک فی النار

نووی شارح مسلم کھتے ہیں۔

جو شخص کفر کی حالت میں مرے وہ دوزخ میں ہے اور اس کیلئے نیکوں کی قرابت کا تعلق کچھ نفع بخش نہیں۔اسی سے یہ بھی ثابت

ان مـن مات على الكفر فهو فى النار ولا ينفعه قرابة المقربين وفيه ان من مات فى الفطرة على من كانت عـلـى ہ العرب من عبادة الاوثان فهو فى النار وليس فـى هذا مواخذة قبل بلوغ الدعوة فانّ هٰولاء كانت بلغتهم دعوة ابراهيم وغيره من الانبياء و قال الامام فـخـرالـدين من مات مشركا فهو فى النار وان مات قبل البعثة لان الـمشركين كانوا قد غيروا الحنيفة ديـن ابـراهـيـم واستبـدلـوا بهـا الشـرك وارتكبوه ولـيـس لهـم حـجة مـن الـلّـه ولـم يزل معلوماً دين الرسل۔

ہے کہ جوشخص عرب کی عادت کے موافق بت پرستی کی حالت میں مرے وہ دوزخ میں ہے۔اس سے دعوت پہنچنے سے پہلے مواخذہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ انھیں ابراہیم وغیرہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت تو پہنچ چکی تھی امام فخرالدین رازیؒ کا قول ہے کہ جوشخص مشرک مرے وہ دوزخ میں ہے اگرچہ رسول اللہ (صلعم) کی بعثت سے پہلے ہی مرا ہو کیونکہ مشرکین اصل دین ابراہیمؑ کو شرک سے بدل کر شرک کے مرتکب ہوگئے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کیلئے اس کی کوئی اجازت نہیں ہے اور آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاءؑ تک تمام انبیاء (علیہ السلام) کے ادیان میں شرک کی مذمت اور شرک کیلئے دوزخ اور اس کے عذاب کی وعید اک امر معلوم اور تمام امتوں میں یکے بعد دیگرے ہر زمانہ میں متداول رہی ہے۔

تفسیر کشاف میں آیت ماكان للنبى والذين اٰمنوا ان يستغفر وا للمشركين الاٰية کا شان نزول یہ لکھا ہے۔

قـال رسـول الـلّـه صـلـى اللّٰه انى استاذنت ربى فى زيـادرة قبرا مى فاذن لى واستاذنته فى الاستغفار لها فلم ياذن لى فنزلت و هذا اصح۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت چاہی اور مجھے اس کی اجازت دی گئی میں نے اپنی ماں کیلئے مغفرت مانگنے کی اجازت چاہی تو اسکی اجازت نہیں دی گئی اور یہ آیت نازل ہوگئی یہی صحیح ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ

روى ابن جرير عن علقمة بن مرشد عن سيلمان بن بريدة عن ابيه ان النبى صلعم لما قدم مكة اتى رسم قبـر فـجـلـس فجعل يخاطب ثم قام مستعبراً فقلنا يا رسـول اللّٰه افارا يناما صنعت قال انى استاذنت ربى فـى زيـارـة قبـرا مى فاذن لى واستاذنة فى الاستغفار لها فلم ياذن لى فما راى اكثر باكيا من يومئذ وروى

سلیمان بن بریدہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم جب مکہ کو آئے تو ایک قبر کے پاس تشریف لائے بیٹھ کر اس سے خطاب کرنے لگے پھر روتے ہوئے اٹھے ہم نے حضرتؐ سے اس کی وجہ پوچھی فرمایا کہ (یہ میری ماں کی قبر ہے) میں نے اپنے پروردگار سے اس کی زیارت کی اجازت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اجازت دی اور اپنی ماں کی مغفرت کی میں نے

ابن حاتم فی تفسیرہ عن عبداللّٰہ بن مسعود ان رسول اللّٰہ صلعم او ماء الی المقابر فاتبعناہ فجاء حتی جلس الٰی قبر منھا فنا جاہ طویلا ثم بکی فبکینا لبکائہ ثم قام فقام الیہ عمر بن الخطاب فدعاہ ثم دعانا فقال ما ابکا کم قلنا لبکائک فقال ان القبر الذی جلست عندہ قبر اٰمنۃ وانی اسناذنت ربی فی زیارتھا فاذن لی وانی استاذنتہ فی الدعاء لھا فلم یاذن لی وانزل اللّٰہ علیّ ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی فاخذنی مایاخذا لو لد للوالد. وفی مسلم انی استاذنت ربی ان استغفر لا می فلم یاذن لی واستاذنتہ فی ان از ور قبرھا فاذن لی فزور وا القبور فانھا تذکر الاٰخرۃ قال القاضی عیاض بکائہ علیہ السلام علی مافاتھا ادارک ایامہ والایمان بہ۔

اجازت چاہی تو اجازت نہیں دی گئی (راوی کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلعم کو اس روز سے زیادہ کبھی روتے ہوئے انہوں نے نہیں دیکھا۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے قبرستان کا قصہ فرمایا ہم آپؐ کے پیچھے ہولئے آپؐ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور دیر تک آہستہ آہستہ کچھ فرماتے رہے پھر رونا شروع کیا اور آپؐ کے رونے سے ہم بھی روپڑے اس کے بعد آپؐ اٹھے عمر بن الخطاب آپؐ کی طرف بڑھے آپ انہیں اور ہم کو پاس بلایا اور پوچھا تم کیوں رو رہے ہو ہم نے عرض کیا آپؐ کے رونے کی وجہ سے۔ فرمایا میں جس قبر کے پاس بیٹھا تھا وہ آمنہ کی قبر تھی میں نے ان کی زیارت کی اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی اور مجھے اسکی اجازت دی گئی۔ میں نے ان کیلئے دعا کرنے کی اجازت چاہی تو اس کی اجازت نہیں دی گئی اور مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ (نبیؐ اور مومنوں کے لئے مشرکین کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں) پس مجھے وہی رنج ہوا جو فرزند کو اپنے ماں باپ کیلئے ہوتا ہے۔

مسلم کی روایت یہ ہے کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنی ماں کیلئے مغفرت چاہنے کی اجازت طلب کی تو اس کی اجازت نہیں ہوئی اور ان کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت ملی تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی زاری اسوجہ سے تھی کہ حضرتؐ کی ماں نے حضرتؐ کے زمانہ کو نہ پایا اور وہ حضرت پر ایمان نہ لائیں۔

غرض ایسی ہی اور بہت روایتیں۔ ابن کثیر۔ عبدالوہاب۔ سہیلی وغیرہم نے لکھی ہیں جن کا استیعاب خیلے دوار اور اس موقع پر غیر

www.khalifatullahmehdi.info

ضروری ہے۔ ان روایتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ایمان سے مشرف نہیں تھے اور علمائے محققین اہلِ سنت جیسے امام اعظمؒ ابن ابی حاتم۔ ابن کثیر۔ ابن وحیہ سہیلی۔ محی الدین نووی۔ عبدالوہاب شعرانی۔ امام فخر الدین رازی وغیرہ ہم کا یہی مذہب ہے۔

پس ظاہر ہے کہ مولف صاحب ہدیہ کا یہ قول کہ محققین حضرت کے والدین کے ایمان کے بھی قائل ہیں خلاف تحقیق ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی جو کچھ لکھا ہے وہ بھی زیادہ تر قیاسات ہیں روایات نہیں ہیں ان کے مباحث کی بنا محض آداب پر ہے کہ والدین آنحضرت صلعم کی نسبت دخول نار اور وقوع عذاب وغیرہ اطلاقات کو وہ ناپسند کرتے ہیں یہ نہیں کہ فی الحقیقت ان کا ایمان سنداً متحقق اور ثابت ہے کہ

والثانی انہ تکلم فی حق والدی المصطفٰے بمالا یحل لمسلم ذکرہ ولا یسرغ ان یجتزم علیہ فکرہ فوجب علّی ان اقوم بالانکار والفت فی ذالک ستۃ مولفات شحنتہا بالفوائد۔

دوسری بات یہ کہ اس نے مصطفٰی صلعم کے والدین کے حق میں ایسی باتیں کیں جن کا ذکر کسی مسلمان کو درست نہیں اور یہ اپنی قطعی رائے قایم کر لینا مناسب ہے پس میں اسکا انکار کرنا اپنے اوپر واجب جانا اور اس مسئلہ میں چھ رسالے تالیف کئے جو فوائد سے مملو ہیں۔

مولف یواقیت نے بھی یواقیت کے چالیسویں مبحث مین یہی لکھا ہے۔

وفی حکم ابوی النبیؐ للشیخ جلال الدین السیوطی فی ھذہ المسئلۃ ست موالفات وقد طالعنا کلھا فرأیتھا یرجع الی ان الادب مع رسول اللہ واجب۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق شیخ جلال الدین سیوطی کے چھ رسالے ہیں ان سب کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ان کا مآل بحث یہی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ادب ملحوظ رکھنا واجب ہے۔

پس مولف صاحب ہدیہ کا یہ قول بھی قرین صحت نہیں معلوم ہوتا کہ شیخ جلال الدین سیوطی دس رسالے اثبات ایمان والدین حضرت میں تصنیف فرمائے ہیں۔

یملاء الارض قسطاً و عدلاً کی تحقیق: یہاں تک جس قدر بحث کی گئی ہے وہ حضرت امامنا مہدئ موعود علیہ السلام کے والد ماجد کے نام کی تحقیق اور اس کے متعلقہ مضامین سے متعلق تھی۔ اب مولف صاحب ''ہدیہ'' کے دوسرے اعتراض پر نظر تحقیق ڈالی جاتی ہے کہ ''زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینا حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق نہیں آتا کیونکہ آپ صاحب حکومت نہیں تھے۔

یہ اعتراض حدیث کے اس حصہ سے تعلق رکھتا ہے جو ''یملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً'' ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

چنانچہ مولف صاحب نے اس کی نسبت جو کچھ خیالات ظاہر کئے ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ:

مہدوی لاتقربوا الصلوٰۃ کا سا عمل کرتے ہیں۔حدیث کے پچھلے حصہ کو دیکھ کر بہت گھبرائے اس واسطے کہ ان کے مہدی کو حکومت نصیب نہ ہوئی کہ زمین کو عدل سے بھر دینا ان پر صادق آئے اس لئے مہدوی اس میں طرح طرح کی تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ کے یہ تمام اعتراض بے اصل ہیں مہدویہ تو آیات قرآنی اور دوسری احادیث کا پورا پورا لحاظ کر کے اس حدیث کا معنی کرتے ہیں لہذا ان پر لا تقربوا الصلوٰۃ کا واقعہ کسی طرح صادق نہیں آسکتا البتہ خود مولف صاحب اوران کی طرح وہ لوگ جو یملاء الارض کے صرف الفاظ دیکھ کر اور دوسرے احکام قرآن وحدیث سے آنکھیں بند کر لے کر اس حدیث کا غلط سلط معنی کرتے ہیں وہ ضرور لا تقربوا الصلوٰۃ کے واقعہ کا مصداق ہیں۔

ایسا ہی مہدوی اس حدیث کے جو معنی کرتے ہیں وہ لغت اور قواعد نحو اور محاورۂ عرب کے ٹھیک مطابق ہیں لہذا ایسے معنی پر تاویل وتحریف کا اطلاق بھی کسی طرح صحیح نہیں۔

مولف صاحب ہدیہ کا یہ خیال بھی بے بنیاد ہے کہ عدل پھیلانے کیلئے حکومت ظاہری لازمی ہے کیونکہ ایسا خیال کرنا آیات و احادیث کے صریح خلاف ہے۔

اس تمام اجمال کی تفصیل علی الترتیب ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں حدیث کا آخری حصہ جس کی طرف مولف صاحب ہدیہ اشارہ کر رہے ہیں اسی کا معنی سمجھنے میں انہوں نے غلطی کی ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ زبان عرب میں الف لام (ا ل) کئی معنی کا فائدہ دیتا ہے کبھی یہ مضاف کے عوض میں آتا ہے جیسے قرآن شریف میں یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ان کے بھائیوں کا قول نقل کیا گیا ہے کہ:

وائل القریة التی کنا فیھا والعیر التی اقبلنا فیھا وانا لصادقون (۱۳۔۴۔یوسف)	آپ قریہ والوں یا قافلہ والوں سے دریافت کر لیجئے جس میں ہم تھے کہ ہم اپنے قول میں سچے ہیں۔

اس آیت میں واسئل القریہ سے مراد واسئل اہلِ القریۃ ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ قریہ سے کوئی بات کسی طرح پوچھی جاسکتی ہے۔کبھی الف لام معہود ذہنی یا خارجی کا معنی دیتا ہے جس لفظ پر آئے اس سے مخصوص شی یا شخص مقصود ہوتا ہے جیسے ان آیتوں کو دیکھو۔

اذا اَخرجہُ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار الایة (۱۰۔۱۲۔توبہ)	جبکہ کفار نے آپ کو (اپنے وطن سے) نکال دیا اور غار میں آپ دو میں سے ایک ہیں۔
ایضاً اذیبا یعوعنک تحت الشجرة الایة (۲۶۔۱۲۔فتح)	جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

یہاں مخصوص غار اور شجر مراد ہے تمام روئے زمین کے غار اور اشجار مراد نہیں ہے۔

اسی طرح یہ آیت کہ:

www.khalifatullahmehdi.info

وقال موسٰی لقومہ استعینوا باللّٰہ واصبروا ان الارض للّٰہ یورثھا من یشا من عبادہ۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو اور صبر کرو یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہے وہ اپنے بندوں سے جس کو چاہے اس کا وارث بناتا ہے۔

یہاں ارض (زمین) سے مراد خاص ارض فرعون یعنی سرزمینِ مصر ہے نہ کہ تمام روئے زمین [۱]۔

کبھی ''الف لام'' جنس پر دلالت کرتا ہے یعنی جس لفظ پر آئے اس کی جنس مراد ہوتی ہے نہ کہ افراد جیسے کوئی حلف کرے لا البس الشیاب (میں کپڑے نہیں پہنوں گا) تو اس سے جنس ثوب مراد ہے تمام افراد ثوب مراد نہیں اسی لئے کوئی بھی کپڑا اور کتنا بھی کپڑا پہننے سے حلف ٹوٹ جائے گی۔

کبھی استغراق کا فائدہ دیتا ہے یعنی جس پر یہ ''الف لام'' آئے اس سے اس کے تمام افراد مقصود ہوتے ہیں جیسے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الاالذین اٰمنوا و عملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ یعنی ایمان وعمل صالح سے متصف اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کرنے والوں کے سوا سب افراد انسانی خُسران میں ہیں۔ یہ علمائے نحو کے اقوال کی تلخیص ہے (دیکھو مغنی اللبیب۔شرح الفیہ وغیرہ)

ان نحوی قواعد کے تحت اس حدیث میں جو ''ارض'' پر الف لام آیا ہے وہ بھی یا تو عوض مضاف۔ یا عہد یا جنس یا استغراق کیلئے ہوسکتا ہے۔ پہلی صورت میں ''الارض'' سے اہل ارض مراد ہوں گے تو سب کے سب اہل ارض کا فعل ''املا'' سے متاثر ہو جانا ضروری نہیں ہے جیسے سب اہل قریہ سے سوال کیا جانا ضروری نہیں۔ اسی کی دوسری نظیر قرآن شریف میں دیکھو ارشاد ہوا ہے۔

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی اگر تم نہ جانتے ہوں تو اہل علم سے پوچھ لو۔

یہاں بھی تمام کے تمام اہل علم یا اہل ذکر سے فعل سوال متعلق ہونا ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح تمام اہل ارض کا فعل ''الا'' سے متاثر ہونا ضروری نہیں۔ معنی عہد میں تو کوئی حصہ معین ہی مراد ہونا لازمی ہے تمام حصص ارض مراد نہیں ہوسکتے۔

جنس کا معنی ملحوظ ہو تو اُس کا اطلاق بھی کم سے کم مقدارِ ''مایصدق [۲] علیہ مفہوم الجنس پر ہوگا۔ کل افراد یا کل مقدار کا وجود ضروری نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ایک معنی استغراق کے سوا باقی تینوں صورتیں بعضیت ہیں متلزم کلیت نہیں۔

اب ہم مولف صاحب ہدیہ سے پوچھتے ہیں کہ زمین کو عدل وانصاف سے بھرنے سے آپ کی کیا مراد ہے۔ اہل زمین عدل و

---

[۱] یہ موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جو آپؑ نے اپنی قوم کو خطاب کر کے فرمایا ہے پہلے اپنی قوم کو صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہنے کی تلقین فرما کر بعد میں یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہونا اور اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے عطا کرنے کی امید دلائی ہے اس لئے اکثر مفسرین نے الارض سے مراد ارض فرعون یعنی سرزمین مصر بیان کی ہے چنانچہ علامہ مجیب نے بعد میں امام فخر الدین رازیؒ کا قول تفسیر کبیر سے پیش کیا ہے۔

[۲] یعنی جنس کا مفہوم جس پر صادق آتا ہے اِس کی کم سے کم مقدار کا پایا جانا معنی جنس کیلئے کافی ہے۔۱۲

www.khalifatullahmehdi.info

انصاف سے مملو ہو جانا مقصد ہے یا نفسِ زمین۔ نفسِ زمین مقصود ہو تو بعض حصۂ زمین مراد ہے یا تمام روئے زمین از جز تا کل کہ اس کا کوئی حصہ بھی اس سے خالی نہ رہے۔ اگر معنئ اول مراد ہے تو آپ بھی مہدویہ کے ہمنوا ہوئے اور مہدویہ پر حدیث کے آخری حصہ میں تاویل وتحریف کرنے کا اتہام خود بخود غلط ثابت ہو گیا۔ کیونکہ مہدویہ بھی اس حدیث کے وہی معنی کرتے ہیں جو آپ کر رہے ہیں۔ اور اگر معنئ ثانی مراد ہے تو یہ معنی ''الارض'' کے الف لام کو استغراقی لینے کی صورت میں حاصل ہوگا لیکن حدیث میں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ہے جو اسی پر دلالت کرتا ہو اور جس کی وجہ سے ''الارض'' کے الف لام کو معنی استغراقی ہی پر محمول کرنا ضروری ہو بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ایک معنی محتمل ہوگا۔ چونکہ علم نحو کے قواعد کے موافق یہاں دوسرے معانی محتملہ یعنی عہد وجنس وعوض مضاف بھی ہو سکتے ہیں اِسی لئے استغراقی کے سوا دوسرے معنی بھی لینا جائز ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ نے ایک معنئ محتمل کئے دوسروں نے اسی حدیث کے دوسرے معنئ محتمل لئے یہ بھی نہ تاویل ہے نہ تحریف اگر اس کو تاویل وتحریف کہا جائے تو آپ کے سمجھے ہوئے معنی بھی ضرور تاویل وتحریف ہوں گے کیونکہ اس کا کوئی قرینہ یا کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے۔

یہ تو قواعد نحوی کی بحث تھی جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ متعدد معانی محتملہ میں سے کسی معنی کی قرائن سے تائید نہ ہوتی ہو تو کوئی بھی معنی لینا جائز ہے۔ اب ائے اصول شرعی وعقلی پر ان معانی کو جانچیں کہ اس حدیث کا یہ معنی کہ تمام روئے زمین کا عدل وانصاف سے اس طرح بھر جانا کہ اس کا کوئی جزء اور کوئی حصہ عدل وانصاف سے خالی نہ رہے یا یہ کہ تمام روئے زمین کے جملہ انسانوں کا ہدایت یافتہ اور تمام دنیا میں ایک ہی ملت یا ایک ہی دین ہو جانا جیسا کہ بعض کہتے ہیں کس حد تک عقل ونقل کے مطابق یا مخالف ہے ذرا سے غور و تامل سے دیکھئے تو ثابت ہوتا ہے کہ حدیث مذکور کا یہ معنی کئی وجوہ سے عقل ونقل کے صریح خلاف ہے اور ایسا معنی لینے کی صورت میں اس کے بہت سے معارضات کتاب وسنت کے ساتھ لازم آتے ہیں۔ اولاً امام مہدی علیہ السلام کی ذات بالاتفاق حضرت رسول اللہ صلعم کی تابع تام ہے۔ تمام روئے زمین پر عدل وانصاف اس طرح پھیلانا کہ کوئی حصہ اس کا اس سے خالی نہ رہے۔ یہ تمام انسانوں کا ملت واحدہ ہو جانا ایسا کام ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ظہور میں نہیں آیا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کی حیات تک تمام جزیرۃ العرب میں بھی دین حق نہیں پھیل سکا تھا اور دنیا کے بیشمار ممالک میں ظلم و جور اور ضلالت وگمراہی کا دور دورہ تھا پس جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہو سکی وہ آپؐ کے تابع تام یعنی امام مہدی علیہ السلام سے کس طرح ظہور میں آئے گی۔

ثانیاً حضرت امام مہدی علیہ السلام کی دعوت کی مدت اکثر احادیث میں کم از کم پانچ (۵) اور زیادہ سے زیادہ نو (۹) سال ثابت ہوی ہے ایسی صورت میں لازم آئے گا کہ تمام روئے زمین کا ہر ملک اور ہر ملک کا ہر صوبہ و ہر ضلع وتعلقہ اور ہر ہر قصبہ وقریہ بلکہ روئے زمین کے پہاڑ۔ جنگل۔ صحرا۔ دریا۔ سمندر غرضکہ اس کا چپہ چپہ عدل وانصاف سے اس قلیل مدت میں ایسا بھر جائے کہ کوئی حصہ اس کا اس سے خالی نہ رہے اور اس دنیا میں بسنے والی تمام اقوامِ عالم اپنے اپنے آئین و مذاہب کو چھوڑ کر سب کے سب ہدایت یافتہ اور دینِ حق کے پیرو بن جائیں۔

ظاہر ہے کہ اس قلیل مدت میں اس دشوار بلکہ محال بات کی تکمیل ہو جانا صریح خلاف عقل ہے کیونکہ احادیث سے کہیں غیر معمولی

تیز رفتاری کی صراحت بھی نہیں ہے پس اس مدت میں جبکہ تمام روئے زمین کا صفر ہی متعذر ہے تو تمام اقوام عالم کا مغلوب یا مطیع ہو جانا کجا۔ پس اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ یہاں دو میں سے کوئی ایک بات ضرور غلط ہونا چاہیئے یا تو یہ مدت صحیح نہیں ہے یا اس حدیث کا یہ خلاف عقل مطلب ومفہوم لینا غلط ہے۔ مذکورہ مدت چونکہ متعدد احادیث سے ایسے واضح طور پر ثابت ہوی ہے کہ اس کا انکار یا اس میں تاویل وتوجیہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے لہذا مذکورہ مدت غلط نہیں ہوسکتی۔ اس کے مقابل یہ مطلب ومفہوم نفس حدیث سے واضح طور پر مستفاد نہیں ہورہا ہے بلکہ ایک احتمالی معنی جو دوسرے سرے صحیح اور موافق عقل ونقل معانی کو چھوڑ کر قیاس مع الفارق کے طور پر بیان کیا جارہا ہے لہذا اس حدیث کا یہ مفہوم بیان کرنا ضرور غلط ہے۔ ثالثاً تمام روئے زمین سے ظلم وجور کا بالکلیہ اُٹھ جانا کتاب وسنت سے بھی غیر صحیح اور از قسم محالات معلوم ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الٰی یوم القیامۃ (۶۔۷۔رکوع)	ہم نے ان میں قیامت تک باہم دشمنی اور بغض کا مادہ ڈال دیا ہے۔
ایضاً. والقینا بینھم العدواۃ والبغضاء الٰی یوم القیامۃ (۶۔۱۳۔رکوع)	ہم نے ان میں قیامت تک باہم دشمنی اور بغض کا مادہ ڈال دیا ہے۔

پہلی آیت نصاریٰ سے اور دوسری آیت یہود سے متعلق ہے یہ آیتیں اس امر کی نص صریح اور حکم قطعی ہیں کہ ان قوموں میں باہمی عداوت وبغض وجو ظلم وجور کا اصلی مادہ ہے قیامت تک موجود رہے گا۔ تفسیر مدارک اور تفسیر کشاف میں لکھا ہے۔

فکلھم ابدا مختلف وقلوبھم شتّٰی لا یقع اتفاق بینھم ولا تعاضد ولا توافق۔	پس وہ کل کے کل ہمیشہ باہم مختلف اور ان کے دل پریشان رہیں گے کہ ان میں اتفاق وموافقت اور تعاون نہ ہوگا۔

چونکہ یہ ایک ضابطہ ہے کہ جس امر کی نسبت ''الیٰ یوم القیامۃ'' کی صراحت شارع کی طرف سے وارد ہوتی ہے اس کا دواماً و ابداً ہر وقت پایا جانا ضروریات سے اور اس کا انقطاع وارتفاع محالات سے ہوتا ہے۔ اس لئے قیامت تک کوئی وقت بھی ایسا نہیں ہوسکتا جو بغض وعداوت اور ظلم وعدوان سے خالی ہوسکے۔ اگر حدیث مذکورہ کا معنی یہی لیا جائے تو امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ بھی چونکہ قیامت تک کے ازمنہ کا ایک جزء ہے اور آپؑ کا عدل وانصاف تمام اقوام عالم کو شامل ہونا فرض کیا جارہا ہے لہذا آپؑ کے زمانہ میں تمام روئے زمین میں عدل وانصاف پھیل جانے کے ساتھ ساتھ یہود ونصاری سے وہ بغض وعداوت بھی دور ہو جانا لازم آئے گا جس کی اللہ تعالیٰ نے نفی کی ہے اور یہ صورت قرآن شریف کے معارض اور صریح خلاف ہے۔

رابعاً۔ ملتِ واحدہ ہونے کا مضمون بھی کتاب اللہ کے صریح خلاف ہے کیونکہ اس بارہ میں آیات صاف اور قطعی طور پر ناطق ہیں کہ سب کے سب انسان ملتِ واحدہ اور ہدایت یافیہ نہیں ہوسکتے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

لوشاء ربّک لجعل الناس امة واحدة ولایزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم الاٰیة (۱۲۔۱۰۔ہود)

اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو سب آدمیوں کوایک ہی امت بنادیتا ان لوگوں کے سواجن پرآپ کے پروردگار نے رحم کیا ہے ہمیشہ و اختلاف ہی کیا کرتے رہیں گےاوراسی کیلئے انھیں پیدا کیا ہے۔

ایضاً۔ لوشئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لا ملئن جھنم من الجنة والناس اجمعین (۲۱۔۱۵۔سجدہ)

اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت عطا کرتے لیکن یہ بات محقق ہوچکی ہے کہ میں جنات اور انسانوں دونوں سے جہنم کو بھردوں گا۔

ایضاً۔ ولوشاء اللّٰہ لجمعھم علی الھدٰی (۷۔۱۰۔انعام)

اگر اللہ چاہتا توان سب کو ہدایت پر اکٹھا کردیتا۔

ایضاً۔ ولوشاء ربک لاٰمن فی الارض کلھم جمعیاً (۱۱۔۱۵۔یونس)

اوراگرآپ کا پروردگار چاہتا تو جولوگ زمین میں ہیں وہ سب کے سب ایمان لاتے۔

ان آیتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کوایک ہی امت بنادیتا۔اگر چاہتا تو ہر شخص کو ہدایت عطا کرتا۔ اگر وہ چاہتا تو زمین پر رہنے والے سب کے سب ایمان لالیتے۔اس کے معنی یہی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا اس لئے ایسا نہیں ہوا۔چنانچہ علمائے نحو اور علمائے اصول کا قول ہے کہ ''لَوْ'' ایک حرف شرط ہے جو دوامر یعنے شرط وجزا پر داخل ہوتا ہے ان کی اصطلاح میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ انتفائے ثانی بہ سبب انتفائے اول کا فائدہ دیتا ہے یعنی امر اول نہ ہونے کی وجہ سے امر ثانی بھی نہیں ہوا۔اس کی واضح دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ لوکان فیھما اٰلِھَةٌ الا اللّٰہ لفسد تا یعنی اگر آسمان وزمین میں کئی خدا ہوتے تو یہ آسمان و زمین فاسد ہوجاتے۔اس کا حاصل معنی یہی ہے کہ آسمان وزمین میں کئی خدا نہیں ہیں اس لئے آسمان وزمین فاسد نہیں ہوئے۔

پس اسی طرح ان آیتوں میں بھی حرف ''لَوْ'' آیا ہے ان کا بھی حاصل معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت جاری نہیں ہوئی اس لئے سب لوگ ایک ہی امت نہیں ہوئے۔اور ہر شخص ہدایت یافتہ نہ ہوسکا اور نہ سب کے سب ایمان لاسکے چنانچہ مفسرین نے بھی ان آیتوں کی تفسیر میں یہی صراحت کی ہے۔تفسیر مدارک میں پہلی آیت کی یہ تفسیر کی ہے۔

لکن لم یشاء ولکن شاء ان یکونوا مختلفین۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا ملت واحدہ ہونا نہیں چاہا بلکہ یہی مشیت جاری ہوئی ہے کہ وہ مختلف ہی رہیں۔

تفسیر کشاف میں لکھا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

لجعل الناس امة واحدة يعنى لا ضطرهم الى ان يكونوا اهل امة واحدة و هذا الكلام يتضمن نفى الاضطرار وانه لم يضطر هم الىٰ الا تفاق علىٰ دين الحق الا من رحم ربک الا انا ساً هداهم اللّٰه ولطف بهم فاتفقوا على دين الحق غير مختلفين۔

(اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ) اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو ایک امت بنا دیتا یعنی ان کو ایک ہی امت والے بننے پر بیتاب کر دیتا یہ کلام نفی اضطرار پر مشتمل ہے اور یہ کہ دین حق پر اتفاق کیلئے انھیں اللہ تعالیٰ نے مضطر نہیں کیا سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور ان پر مہربانی کی اور ان کو ہدایت کی پس وہی بغیر اختلاف کے دین حق پر متفق ہو گئے۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔

ولذالک خلقهم قال الحسن وعطاء وللا ختلاف خلقهم۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ان کو اسی کیلئے پیدا کیا ہے حسن اور عطا نے کہا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اختلاف ہی کیلئے پیدا کیا ہے۔

تفسیر کبیر میں آیت ''لوشاء ربک لاٰمن من فى الارض كلهم جميعاً '' کے تحت لکھا ہے۔

لوشاء لاٰمن كلهم لكن ما حصلت تلک المشية وما حصل ايمان اهل الارض بالكلية فدل هذا علىٰ انه تعالىٰ ما ارداد ايمان الكل الخ

اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ اگر اللہ چاہتا تو کل کے کل ایمان لاتے لیکن یہ مشیت جاری نہیں ہوئی اور کل اہل زمین کو ایمان حاصل نہیں ہوا پس یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کل کے ایمان کا ارادہ نہیں کیا ہے۔

حاصل یہ کہ ان آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ تمام انسانوں کے امت واحدہ ہو جانے یا سب کے سب ایمان لانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی مشیت جاری نہیں ہوئی ہے اس لئے وہ سب ملت واحدہ نہیں ہوئے اور نہیں ہو سکتے اور نہ سب کے سب ہدایت یافتہ ہو گئے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے مقابل بقول مولف ہدیہ اس حدیث کا یہ معنی ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں مشیۃ اللہ کے خلاف سب خلایق ایک ملت یا یہ کہ سب دین حق کے پیرو ہو جائیں گے پس اس حدیث کا یہی معنی لیا جائے تو یہ حدیث کتاب اللہ کے صریح خلاف ہو جاتی ہے۔ چونکہ حسب فرمان رسول اللہؐ تکثر لكم الاحاديث بعدى فاذاروى لكم عنى حديث فاعرضوه علىٰ كتاب اللّٰه فما دافق فاقلبوه و ما خالف فردوه۔ (اصول الشاشی) (میرے بعد احادیث زیادہ ہونگی جب مجھ سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو پس اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو قبول کرو ورنہ اس کو رد کر دو) احادیث کے جانچنے کا اصل معیار کتاب اللہ کی موافقت وعدم موافقت ہے لہذا یہ حدیث یا اس کا وہ جز جو کتاب اللہ کے صریح خلاف ہے غلط ہوگا لیکن نفس

حدیث کتاب اللہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کا صحیح وحقیقی معنی کتاب اللہ کے ٹھیک مطابق ہے۔پس ثابت ہوا کہ صحیح وحقیقی معنی کو چھوڑ کر جو معنی سمجھا جارہا ہے وہ کتاب اللہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ضرور غلط ہے۔

خامساً۔اس حدیث کا یہ معنی لینے سے جس طرح کتاب اللہ کی مخالفت لازم آتی ہے اسی طرح سنت صحیحہ سے بھی یہ حدیث معارض واقع ہوتی ہے۔عمران بن حصین سے مشکاۃ میں روایت کی گئی ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلعم لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علیٰ الحق ظاھرین علی من ناداھم حتیٰ یقاتل آخرھم مسیح الدجال. دواہ ابوداؤد. عن ثوبان قال رسول اللّٰہ صلعم . اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنھم اِلیٰ یوم القیامه (مشکاۃ ناقلا عن ابی داؤد و الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میری امت میں ایک نہ ایک جماعت ہمیشہ حق کیلئے لڑتی اور اپنے معاندین پر غالب آتی رہے گی تاآنکہ ان کے آخری لوگ دجال سے لڑیں گے۔ ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے ثوبانؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا میری امت میں جب تلوار چل جائے گی پھر قیامت کے دن تک نہ رُکے گی۔

قال انسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلعم ثلٰث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللّٰہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجه من الاسلام بعمل والجھاد ماض من بعثنی اللّٰہ تعالیٰ الیٰ ان یقاتل اٰخرامتی الدجال لا یبطله جور جائر ولا عدل عادل الخ

انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں اصول ایمان ہیں جس نے لا الٰہ الااللّٰہ کہا ہواس سے ہاتھ روک لینا کہ اس کے کسی گناہ کی بنا پر تکفیر نہ کرے اور کسی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج نہ سمجھے۔میری بعثت سے لیکر اُس وقت تک جہاد جاری رہے گا کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے لڑے اس کو کسی ظالم کا ظلم اور نہ کسی عادل کا عدل باطل ومعطل نہ کرسکے گا۔

ان حدیثوں میں بھی الیٰ یوم القیامۃ اور دجال سے مقاتلہ کی صراحت موجود ہے جو سب سے آخری اور قیامت سے بالکل ملحق وقت ہے۔پہلی حدیث سے صاف متبادر ہے کہ امت محمدیہ کی ایک نہ ایک جماعت حق کی تائید میں قیامت تک ہمیشہ لڑتی رہے گی اس سے ساف ظاہر ہورہا ہے کہ قیامت تک ہمیشہ مخالفین حق کا وجود بھی رہے گا جن سے اہلِ حق لڑیں گے۔

دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ امت محمدیہ کا آخری شخص جو دجال سے لڑے گا اس وقت تک جہاد جاری رہے گا چونکہ اسلامی اصطلاح میں کفار کے ساتھ لڑنے ک وجہاد کہتے ہیں اور یہاں ''یقاتل'' کا قرینہ جہاد کو قتال ہی کے معنی میں لینے کا موید ہے اس سے ثابت ہے کہ ظہور دجال تک بھی دنیا میں کفر وضلالت کا وجود پایا جائے گا جس کے مقابل جہاد ہوتا رہے گا۔تو پھر امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی مخالف حق کا وجود ہی نہ رہنا کس طرح ہوسکے گا کیونکہ قیامت تک کے زمانوں میں سے کوئی زمانہ جب اس سے خالی

www.khalifatullahmehdi.info

نہیں ہے تو کونسا وقتِ فرصت ہو سکتا ہے جو کل زمین عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔

تیسری حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ خود مسلمانوں میں قیامت تک جنگ وجدال ہوتا رہے گا چنانچہ دوسری احادیث سے بھی اس مضمون کی تائید وتوثیق ہوتی ہے جیسے مسلم نے کتاب الفتن میں عامرہ بن سعد سے روایت کی ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اقبل ذات یوم من العالیۃ حتی اذا من بمسجد نبی معاویۃ دخل فرکع رکعتین و صلینا معہ و دعا ربہ طویلا ثم انصرف الینا فقال سالت ربی ثلاثاً فاعطانی اثنتین و منعنی واحدۃ سالت ربی ان لا یھلک امتی بالسنۃ فاعطانیھا وسالت ان لا یھلک بالغرق فاعطینھا وسالت ان لا یجعل باسھم بینھم فمنعینھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز عالیہ (مدینہ کے بالائی حصہ) سے تشریف لائے جب بنی معاویہ کی مسجد پر گزر ہوا مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپؐ دیر تک دعا کرتے رہے۔ پھر آپؐ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے تین باتیں چاہیں جن میں دو مجھے دی گئیں اور ایک نہیں قبول ہوی میں نے دعا کی کہ میری امت قحط اور غرق کے ذریعہ ہلاک نہ ہو یہ قبول ہوگئی۔ میں نے دعا کی میری امت آپس میں جنگ وجدال میں مبتلا نہ ہو پس مجھے اس سے منع کیا گیا۔

پس جب کہ فیمابین امت مقاتلہ ومجادلہ نہ ہونے اور بعض بعض کو ہلاک نہ کرنے کی دعا قبول نہیں ہوی اور قیامت تک مسلمانوں میں تلوار چلتی رہے گی تو پھر قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ خود مسلمان ہی باہم متفق ومتحد ہو سکیں تمام دنیا کی اقوام کا ایک ملت ہو جانا تو درکنار۔

سادساً۔ جو لوگ اجتماع مہدی وعیسیٰ (علیہما السلام) کے قائل ہیں ان کے خیال کی بنا پر تو اس حدیث یملاء الارض کا مذکورہ معنی کبھی منطبق نہیں ہو سکتا کیونکہ اجتماع خلیفتین اور دوسرے معارضات جو مسئلۂ اجتماع کے متعلق پیش ہوتے ہیں ان کے قطع نظر اس سے لازم آتا ہے کہ مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں فتنہ دجال برپا رہے گا جو تمام اقسام کے فتنہ وفساد اور جور وظلم سے بڑھ کر ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ پس امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں تمام روے زمین میں عدل وانصاف پھیل جانا اور سب کے سب دین حق کے پیرو ہو جانا اور دجال کے فتنہ کا برپا ہونا باہم ایسے متضاد ہیں کہ دونوں وقت واحد میں جمع ہونا محال ہے۔

سابعاً یہ بھی مسلّم قول ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے اکثر اعدا علمائے مذاہب ہوں گے پس خلیفۃ اللہ کے ساتھ بغض وعداوت رکھنا ہی خود بڑا ظلم ہے کیونکہ ظلم کا معنی ''وضع الشی فی غیر محلّہ'' ہے اور یہ ظلم تو وہ ظلم ہے جو ظہور امام علیہ السلام ہی سے پیدا ہوگا پھر ظلم کا ارتفاع کیا معنی۔ غرض امام مہدی علیہ السلام کا آیات واحادیث کے خلاف اور ان تمام وجوہ کے باوجود انواع ظلم وجور کو تمام روئے زمین سے مٹا دینا مخالف عقل ونقل ہے ولا یقولہ العاقل۔

www.khalifatullahmehdi.info

ثامناً۔ یہ معارضات اور سب دشواریاں ''الارض'' سے تمام روئے زمین مراد لینے کی غلطی کرنے کی صورت میں لاحق ہوتی ہیں اس کے عوض اگر ''الارض'' کے الف ولام کو استغراقی نہ لیں اور ''بعض الارض'' (زمین کے بعض حصے) مراد لیں جو نحوی قواعد کے لحاظ سے صحیح اور رائج بھی ہیں تو حدیث کے معنی عقل ونقل اور قانون قدرت کے موافق ہوتے ہیں چنانچہ اس کی بہت سی مثالیں آیات و احادیث اور محاورات میں بکثرت وارد ہیں جن میں الارض سے بعض حصہ ہائے زمین ہی مراد ہیں اولاً مثال کے طور پر چند آیتیں لکھی جاتی ہیں جن میں ''الارض'' سے بعض خاص خاص حصہ ہائے زمین مراد ہیں مثلاً۔

(۱) قال موسیٰ استعینوا باللّٰہ واصبروا ان الارض للّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہ (۹۔۵۔اعراف)	موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو اور صبر کرو البتہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے اس کا وارث بناتا ہے۔

اس آیت میں بھی وہی ''الارض'' مذکور ہے لیکن اس سے مراد ارض فرعون یعنی سرزمینِ مصر ہے نہ کل روئے زمین چنانچہ مفسرین کا بھی یہی قول ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

قول ان الارض لِلّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہ وھذا اطماع من موسیٰ علیہ السلام فی ان یورثھم اللّٰہ تعالٰی ارض فرعون بعد اھلاکہ وذٰلک معنی الارث وھو جعل الشی للخلف بعد السلف۔	اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے اس کا وارث بناتا ہے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اس بات کی امید دلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرعون کو ہلاک کر کے اس کی سرزمین کا بنی اسرائیل کو وارث بنادے گا کیونکہ وراثت کا معنی یہی ہے کہ سلف کے بعد ان کی کوئی چیز خلف کے لئے ہو جائے۔

(۲). قال عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض۔(۹۔۵۔اعراف)	(موسیٰ نے) کہا قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تم کو زمین میں اس کا جانشین بنادے

یہ آیت بھی حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصہ ہی سے متعلق ہے یہاں بھی الارض سے زمین فرعون ہی مراد ہے کیونکہ قال کے فاعل موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں اور بنی اسرائیل سے خطاب ہے۔ ہلاکت دشمن سے فرعون کی ہلاکت مقصود ہے۔ چنانچہ مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

(۳). وعداللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔(۱۸۔۱۳۔نور)

اللہ تعالیٰ تم میں سے مومنین وصالحین کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ اگلے لوگوں کو جس طرح دوسروں کا قائم مقام بنایا تھا اسی طرح تم کو بھی ان کا قائم مقام بنائے گا۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جو زمین عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اس سے بعض حصہ ہائے زمین مراد ہیں تمام روئے زمین مراد نہیں ہے امام فخر الزین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ:

المراد بھذاالاستخلاف طریقة الامامة ومعلوم ان بعد الرسول الاستخلاف الذی ھذا وصفه انما کان فی ایام ابی بکر و عمر و عثمان لا ن فی ایامھم کانت الفتوح العظیمة و حصل التمکین و ظھورالدین ولاامن۔

اس قائم مقام بنانے سے مراد امامت کا طریقہ ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد وہ قائم مقامی جس کا یہ بیان ہے ابوبکر صدیق۔عمر۔عثمان۔رضی اللہ عنہم ہی کے زمانہ میں ہوئی ہے اسلئے کہ انہی کے زمانہ میں بڑی بڑی فتوحات ہوئیں اور طاقت و امن حاصل ہوا۔

غرض اس صورت میں بھی ''الارض'' سے مراد بعض حصص زمین ہی ہے نہ کل ارض کیونکہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اب تک اہل اسلام کو کل روئے زمین کی حکومت حاصل نہیں ہوسکی ہے چہ جائیکہ خلفائے راشدین کے عہد میں جس قدر حصۂ زمین پر ان کی حکومت تھی وہ مخصوص ملک اور روئے زمین کے خاص خاص قطعات تھے خود آیت کے الفاظ سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کما استخلف الذین من قبلھم فرمایا ہے۔یعنی مومنین صالحین کو ہم ایسا ہی زمین کا حاکم بنائیں گے جیسا کہ ان کے پہلے لوگوں کو بنایا تھا۔پہلے لوگوں سے مراد مفسرین نے بنی اسرائیل بیان کی ہے۔پس ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو بھی مصر وشام وغیرہ کی حکومت دی گئی تھی نہ کہ تمام روئے زمین کی تو مومنین صالحین کو بھی خواہ ان سے خلافت راشدہ مراد لیں یا اور کوئی اسلامی دور بعض حصہ زمین ہی کی حکومت عطا کرنے کا وعدہ ثابت ہوا نہ کہ تمام روئے زمین کا۔ایسا ہی ایک اور آیت میں بھی یہی وعدہ کیا گیا ہے۔

(۴) لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون (۱۷۔۷۔سورۃ الحج)

ہم نے زبور میں (پندو) نصیحت کے بعد یہ بات لکھی ہے کہ ہمارے نیک بندے زمین کے وارث ہوں گے۔

تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ ''الارض'' سے مراد اس آیت میں زمین جنت ہے یا زمین بیت المقدس۔دونوں صورتوں میں بھی زمین خاص ہوی ایسا ہی بعض مفسرین نے عباد صالحین سے امت محمدیہ مراد لی ہے اس صورت میں بھی ارض جنت عام نہیں بلکہ تخصیص بعد التخصیص ہوتی ہے کیونکہ اولاً ارض مطلق سے ارض جنت مراد لینا خود تخصیص ہے بعد ازیں ایک اور تخصیص یہ ہوئی کہ ارض جنت کا بھی وہ خاص حصہ مراد ہوا جو امت محمدیہ کو ملے گا کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ کل جنت کی وراثت امت محمدیہ کو حاصل نہیں ہے بلکہ سابقہ امتوں

www.khalifatullahmehdi.info

کے مومنین بھی جنت میں رہیں گے۔ پس امت محمدیہ بعض حصۂ زمینِ جنت کی وارث ہوگی نہ کل کی۔

ان آیتوں کے علاوہ جواوپر لکھی گئی ہیں اور بھی کئی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ ''الارض'' سے تمام روئے زمین کہ اس کا کوئی حصہ بھی خارج نہ ہو مراد نہیں ہے بلکہ خاص حصہ ہائے زمین مراد ہیں۔ پس حدیث زیر بحث میں بھی ''الارض'' سے زمین کے سارے کے سارے حصے اور قطعات نہیں بلکہ اس کے بعض حصے اور قطعات مراد ہو سکتے ہیں۔

اگر کوئی خیال کرے کہ حدیث مذکور میں ''یملاء'' کے معنی بھرنے کے ہیں۔''الارض'' سے جو حصۂ زمین مراد ہوگا اسی کا بھرنا مقصود ہوگا پس ''یملاء الارض'' کا معنی ''یملاء کل الارض'' لینا ضروری نہیں ہے بلکہ ''یملاء بعض الارض'' ہی صحیح ہوسکتا ہے۔

اس کے علاوہ محاورہ میں خود املا کا یہ معنی بہت کم مراد ہوتا ہے کہ کوئی چیز اس طرح بھر دی جائے کہ اس میں کسی اور چیز کی بالکل گنجائش نہ رہے۔ بلکہ اکثر اس کا معنی مجازی لیا جاتا ہے جیسے ملاء السوق بُرّاً (بازار گیہوں سے بھر گیا ہے) کہتے ہیں مگر اس سے بازار کا گیہوں سے اس طرح بھر جانا مراد نہیں ہوتا کہ بازار میں کوئی اور جنس ہی نہیں ہے یا یہ کہ بازار میں تل دھرنے یا قدم رکھنے کی جگہ باقی نہیں ہے۔

بعض آیات قرآنی سے بھی اس کی توضیح ہوتی ہے مثلاً خدائے تعالیٰ نے ابلیس کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

لا ملئن جھنم منک و ممن اتبعک منھم اجمعین۔ البتہ میں تجھ سے اور تیرے سب پیروؤں سے جہنم کو بھر دوں گا۔

چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا وعدہ حق ہے کہ اس کا خلاف کسی وجہ اور کسی طرح سے ممکن نہیں اس لئے اگر ''املا'' سے مذکورہ معنی مراد ہو تو لازم آئے گا کہ جہنم ابلیس اور اس کے پیروؤں سے اس طرح بھر دی جائے کہ کوئی جگہ بھی ان سے خالی نہ رہے اور کوئی اور چیز اس میں سما نہ سکے۔ حالانکہ یہ معنی دوسری آیت سے مطابق نہیں ہوتی کیونکہ دوسری آیت میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

یوم نقول لجھنم ھل امتلئتِ وتقول ھل من مزید (۲۶۔۱۷۔ق) اس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ تو (دوزخیوں) سے بھر گئی وہ کہے گی کیا اور بھی ہے؟

ظاہر ہے کہ یہ سوال اس حالت میں ہوگا جبکہ ابلیس اور اس کی پیروی کرنے والے سب کے سب دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد بھی اس کے کچھ حصے خالی ہی رہیں گے جبھی تو وہ اور بھی زیادہ ڈالے جانے کی خواہش کرے گی پس اس سے ظاہر ہے کہ پہلی آیت میں **لا ملئن جھنم** (میں جہنم کو ضرور بھر دوں گا) جو وارد ہے اس سے کل جہنم بھر دینا مراد نہیں ہے بلکہ بعض حصۂ جہنم مراد ہے کیونکہ اگر یہ معنی لیا جائے تو دوسری آیت سے مطابق نہ ہوگا۔

یہ تو تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر آیت **لا ملئن جھنم** کا معنی ہوا اب تفسیر القرآن بالحدیث کے اصول پر اس آیت کو

www.khalifatullahmehdi.info

دیکھئے تو تب بھی ''املا'' کے یہی معنی مجازی ثابت ہوتے ہیں چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

لا یلقی فیھا فوج الاذھب فیھا ولا یملاء ماشئی فتقول الست قد اقسمت لتملاء فی فیضع قدمہ علیھا تعالیٰ عما یقول الظالمون ثم یقول ھل امتلئت فتقول قط قط قد امتلئتُ (معالم التنزیل)

جہنم میں جو بھی جماعتیں ڈالی جائیں گی وہ اس میں چلی ہی جائیں گی اور کوئی چیز جہنم کو نہ بھر سکے گی وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گی یا اللہ تو نے تو مجھے بھرنے کی قسم سے یاد فرمائی ہے پس اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھے گا (اسکی نسبت ظالم جو کچھ بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور برتر ہے) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو بھر گئی وہ کہے گی بس بس میں بھر گئی۔

بخاری کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

لا تزال جھنم تقول ھل من مزید حتی یضع رب العزۃ فیھا قدمہ فتقول قط قط۔

جہنم بل من مزید ہی کہتی رہے گی تا آں کہ رب العزت اپنا قدم اس میں رکھے گا پس وہ قط قط کہنے لگے گی۔

ان حدیثوں کے نظر کرتے جب قدم رب العزت سے وہ بھر رہی ہے تو ثابت ہوا کہ ''لا ملئن جھنم'' سے حقیقتاً جہنم کا ابلیس اور اس کے پیروؤں سے پوری طرح بھر جانا مراد نہیں ہے۔ یا یہ ہوگا کہ املا کے معنی ادخال کے لئے جائیں گے یعنی ہم جہنم میں ابلیس اور اس کی پیروی کرنے والوں کو داخل کریں گے۔

پس حدیث ''یملاء الارض'' قسطاً و عدلاً کے معنی بھی عدل وانصاف ظاہر کرنے کے ہوں گے یا اس سے یملاء بعض الارض قسطاً و عدلاً مراد ہیں۔ لفظ املا کی وجہ سے تمام روئے زمین مراد نہیں ہوسکتی۔

ہمارے اس بیان کی تائید وتصدیق اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایتوں اور محاوروں میں یہی الفاظ املاء الارض کے آئے ہیں اور ان سے قطعاً تمام روئے زمین مراد نہیں ہے چنانچہ جمع الجوامع میں یہ روایت لکھی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

یا امیر المومنین ان اسلامک لنصراً وان امارتک لفتحا واللّٰہ لقد ملئت الارض عدلا فقال عمرؓ اشھد لی بھذا عند اللّٰہ یوم القیامۃ قال نعم۔

اے امیر المومنین آپ کا اسلام لانا (دین کی) نصرت ہے اور آپ کی امادت فتح ہے اللہ کی قسم آپ نے زمین کو عدل سے بھر دیا ہے۔
عمرؓ نے کہا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو اس کی شہادت دینا کہا ہاں دونگا۔

www.khalifatullahmehdi.info

اخرج ابن سعد ان عمرؓ بن الخطاب قال لیت شعری من ذوالشئن من ولدی الذی یملاء الارض عدلا کما ملئت جوراً۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ کاش میں اپنے سخت گیر فرزند کو جانتا جو زمین کو عدل سے ایسا بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم سے بھر گئی ہوگی۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ولید بن عبدالملک کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے۔

اخرج ابونعیم فی الحلیة عن ابن شوذب قال قال عبدالعزیز و کان الولید بالشام والحجاج بالعراق و عثمان بن حبارة بالحجاز و قرة بن شریک بمصر امتلأت الارض واللہ جوراً۔

ابونعیم نے اپنی کتاب ''حلیہ'' میں ابن شوذب سے روایت کی ہے کہ عبدالعزیز نے کہا کہ ولید شام کا حاکم تھا اور حجاج عراق کا ۔عثمان بن حبارہ حجاز کا اور قرہ بن شریک مصر کا واللہ زمین ظلم سے بھر گئی تھی۔

تاریخ الخلفاء میں عمر بن عبدالعزیز کے بیان میں لکھا ہے۔

بویع بالخلافة فی صفر سنة تسع و تسعین فمکث فیھا سنتین و خمسة اشھر ملاء فیھا الارض عدلا و رد المظالم وسن السنن الحسنة۔

عمر بن عبدالعزیز سے ماہ صفر ۹۹ھ میں بیعت خلافت ہوئی اور دو سال پانچ مہینہ خلیفہ رہے اس مدت میں انہوں نے زمین کو عدل سے بھر دیا اور مظالم کو روکا نیک طریقے جاری کئے۔

سیوطی نے رسالہ تبیض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی صنیفہ میں لکھا ہے کہ:

بشر بالامام الشافعی فی حدیث لا تسبوا قریشا فان عالمھا یملاء الارض علماً۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس حدیث میں امام شافعی کی بشارت دی ہے کہ تم قریش کو دشنام نہ دو کیونکہ ان کا ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔

اب انصاف پسند حضرات کے لئے انصاف و دیانت کے ساتھ اس امر کا فیصلہ کرنا آسان ہے کہ ان تمام روایتوں میں بھی قریباً وہی الفاظ اور مضمون مندرج ہے اور زمین کا خواہ عدل یا ظلم یا علم سے بھر جانا جو مذکور ہے اس سے کل روئے زمین مراد لینا کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ خواہ حضرت عمرؓ ہوں یا عمر بن عبدالعزیزؒ ان کا عدل و انصاف تمام روئے زمین پر کہاں پھیل سکا اور کب امام شافعیؒ نے تمام روئے زمین کو علم سے بھر دیا۔ بلکہ ان سب میں ''املاء الارض'' سے قطعاً و یقیناً بعض قطعات زمین ہی مراد ہیں اور تمام روئے زمین مقصود نہیں ہے۔اور یہ حسب محاورۂ عرب صحیح بھی ہے۔لہذا اس حدیث میں بھی جبکہ الفاظ و عبارت متحد ہیں بعض قطعات ارض مراد لینا ضرور صحیح ہونا چاہیئے۔

اس وقت تک جو وجوہ و دلائل بیان کئے گئے ہیں اُن میں ہر ایک سے کافی طور پر یہ ثابت ہے کہ ''یملاء الارض قسطاً و عدلاً''

سے تمام روئے زمین عدل وانصاف سے بھر جانے کا مطلب نکالنا صحیح نہیں ہے۔ان کے علاوہ اسی مسئلہ کا ایک تحقیقی پہلو یہ بھی ہے کہ خلفا،اللہ کی نسبت جہاں اس قسم کے اطلاق ہوتے ہیں وہاں ان سے ان کی تعلیمات کی خوبی وجامعیت اور تاثیر وصلاحیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ان سے بالفعل اسی وقت یہ نتائج ظہور میں آجانا مقصود نہیں ہوتا۔حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاہے کہ **بعثت لا تمم مكارم الاخلاق**۔(میں اخلاق حسنہ کی تکمیل و تمامیت کے لئے مبعوث ہوا ہوں)۔

اسی طرح رسول اللہ صلعم نے فرمایاہے **لی خمسة اسماء انا محمد ونا احمد وانا الماحی الذی یحواللہ بی الکفر الحدیث** (لباب التاویل) میرے پانچ نام ہیں۔میں محمدؐ ہوں۔میں احمدؐ ہوں۔میں ماحی (محوکرنے والا) ہوں میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کومحوکردے گا۔شرح عقائد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں لکھاہے **واکمل کثیراً من الناس فی الفضائل العلمية والعملية ونوار العالم بالايمان والعمل الصالح** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر لوگوں کوعلمی وعملی فضائل میں کامل کردیااورعالم کوایمان اورعمل صالح سے منورفرمادیا۔)

ان کے علاوہ بھی اور بے شمار اقوال اسی قسم کے آنحضرت صلعم کی شان میں ملتے ہیں لیکن ان سے مراد یہی ہوتی ہے کہ دعوت حق جوعالم کونورایمان وعمل صالح سے منورکرنے اورکفر کے محوہونے اورمٹ جانے کا باعث ہے اس کی تبلیغ ہوگئی۔

بالفعل کفر کومحوکردینا مقصدنہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق جوارشادفرمایاہے وہ بھی اسی کی واضح مثال ہے۔

والٰی مدین اخاهم شعيباً قال يا قوم اعبدوا الله مالكم من اله غيره قدجاء تكم بينة من ربكم فاو نوا الكيل والميزان ولا بتخسوا الناس اشياء هم ولا تفسوا فی الارض بعد اصلاحها ذالكم خير لكم ان كنتم مومنين۔

ہم نے اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کوبھیجاانہوں نے ان لوگوں سے کہا کہ اے میری قوم والواللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبودنہیں ہے۔تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آگئی ہے تواب ناپ اورتول پورا کرولوگوں سے جو چیزیں خریدوان میں کمی نہ کیا کرو۔اور زمین کی اصلاح ہوجانے کے بعداس میں فساد برپانہ کرو۔اگر تم ایماندار ہوتوتمہارے لئے یہی بہتر ہے۔

اب دیکھئے کہ اولاً ''**فی الارض**'' سے کل روئے میں نہیں بلکہ ارض مدین مراد ہےاورتمام ارض مدین بھی کہاں اصلاح پذیر ہوئی تھی کیونکہ شعیبؑ پر چندافراد کے سواتمام اہل مدین ایمان نہیں لائے تھے۔اس کے باوجوداللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کے مبعوث ہونے کوبینہ اوردعوت شعیبؑ کواصلاح زمین قراردیاہے۔تفسیر معالم التنزیل میں لکھاہے۔

بعد اصلاحھا ای ببعث الرسل و الامر بالعدل و بعث کل نبی الیٰ قوم فھو صلاحھم۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کی اصلاح کے بعد جو فرمایا ہے اس کا معنی پیغمبروں کا مبعوث ہونا اور عدل کا حکم کرنا ہے ہر نبیؑ کا ان کی قوم کی طرف مبعوث ہونا اس قوم کی اصلاح ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ہر خلیفۃ اللہ کی بعثت اور فقط عدل وایمان کے احکام کی تبلیغ ہی اصلاح ارض ہے اور عدل وانصاف کی اشاعت ظاہری حکومت یا بادشاہت پر موقوف نہیں ہے جیسا کہ مولف صاحب ہدیہ نے سمجھا ہے ورنہ ثابت کرنا ہوگا کہ حضرت شعیبؑ اور حضرت پیغمبر اسلام صلعم کو حکومت ظاہری یا بادشاہت کہاں حاصل تھی جو اُن پر اصلاح زمین کرنا اور نور ایمان سے تمام عالم کو منور فرمانا صادق آئے۔ یہاں بھی بلا کسی تفاوت کے یہی صورت ہے کہ '' یملاء الارض قسطاً و عدلاً '' بھی بلا کم وکاست ''یمحو اللہ بی الکفر ''اور''نور العالم بالایمان والعمل الصالح ''وغیرہ کے ٹھیک مماثل ہے۔اس سے بھی امام مہدی علیہ السلام کی مفید عدل وانصاف تعلیمات کی طرف اشارہ ہے بالفعل اس کا ظہور ہو جانا مقصود نہیں ہے۔

اگر مولف صاحب ہدیہ اس معنی کی صحت کا انکار کریں تو ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اگر کوئی مخالفِ اسلام آپ پر یہ اعتراض کرے کہ تمہارے پیغمبر کا تو یہ دعویٰ ہے کہ وہ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے آئے ہیں اور ان کے ذریعہ کفر محو ہو جائے گا۔تمہارے بڑے بزرگوں کا قول ہے کے پیغمبر اسلامؐ نے عالم کو ایمان سے منور کر دیا ہے مگر دنیا میں بے انتہا بد اخلاقیاں موجود ہیں سارے جہاں سے کفر کہاں محو ہوا ہے اور تمام عالم ایمان سے کب منور ہو گیا ہے تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ بیان فرمائیں۔

ان مباحث کے علاوہ اور بھی کئی مباحث ہیں جو اس حدیث کے معانی سے متعلق ہو سکتے ہیں اور ان سے حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کی ذات اقدس پر یہ حدیث پوری منطبق ہوتی ہے اور مولف صاحب ہدیہ کے دعویٰ ہائے باطل ہباءً منثورا ہوا جاتے ہیں لیکن ہم اس وقت اسی قدر قلیل پر اکتفا کرتے اور دلیل سوم کی نسبت جو شبہات پیش کئے گئے ہیں اُن کی تحقیق شروع کرتے ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ نے ''دلیل سوم بیان کر کے اس پو جو اعتراضات کئے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

راياتِ سود کی تحقیق کہ وہ شرط مہدیت ہیں کہ نہیں: (دلیل سوم۔''عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اذا رایتم الرایات السود قدجاء ت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدی رواہ احمد والبیھقی فی دلائل النبوۃ کذافی المشکواۃ۔یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت دیکھو تم نشان کالے کہ آئے ہین طرف سے خراسان کے پس آوٴان میں اس لئے کہ ان نشانوں میں خلیفہ اللہ کا مہدیؑ ہے انتہیٰ۔ یہ صحیح معنی اس حدیث کے ہیں موافق محاورہ و زبان اور روایت ودرایت کے''۔

''یہ حدیث اگر چہ مہدوی اپنے مہدیؑ کے واسطے شاہد و دلیل ٹھراتے ہیں لیکن ان پر ہرگز منطبق نہیں ہوتی اس واسطے کہ ان کے مہدی کے ساتھ سوائے چند مفلوک الحال کے کچھ فوج و سپاہ نہ تھی کہ ان میں کالے نشان

www.khalifatullahmehdi.info

ہوتے۔ دوسرے یہ کہ ان کے مہدی ہندوستان سے خراسان کو گئے اور وہیں بعد نو مہینے کے مرگئے خراسان کی
طرف سے آنا ان پر کہاں صادق آتا ہے کہ مصداق حدیث کے ہوویں۔ مگر مہدوی فقط لفظ خراسان کا دیکھ کر
اپنے واسطے سند ٹھیراتے ہیں اور سراسر تحریف معنوی کر کے اپنے پر جماتے ہیں‘‘۔

اس ضمن میں مولف صاحب ہدیہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کے دو حصے ہیں ایک حدیث سے متعلق ہے۔ دوسرا مولوی سید عیسیٰ صاحب کے ترجمہ سے تعلق رکھتا ہے حدیث سے متعلق دو شبہات پیش کئے گئے ہیں اول۔ یہ کہ حضرت امامنا علیہ السلام کے ساتھ چند مفلوک الحال کے سوا کوئی فوج و سپاہ نہ تھی کہ ان میں کالے نشان ہوتے۔ ثانی یہ کہ آپ ہندوستان سے خراسان کو گئے ہیں آپ پر خراسان کی طرف سے آنا صادق نہیں آتا۔ ہم پہلے انہی شبہات پر بحث کرتے ہیں۔ مولوی سید عیسیٰ صاحب کے ترجمہ سے متعلقہ اعتراضات پر بعد میں بحث کریں گے۔

مولف صاحب ہدیہ کا پہلا شبہ کئی وجوہ سے غلط ہے۔

اوّلاً حدیث مذکور الصدر میں صرف ’’رایاتِ سود‘‘ کے الفاظ ہیں فوج و سپاہ کا ہونا حدیث میں کہیں مذکور نہیں ہے۔ پس مولف صاحب ہی کا بیان کردہ معنی اگر صحیح فرض کرلیا جائے تو امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ محض ’’رایاتِ سود‘‘ رہنا چاہیئے اور بس۔ فوج و سپاہ نہ ہونے کے اعتراض کی کوئی تائید الفاظ حدیث سے مطلق نہیں ہوتی۔

ثانیاً۔ کالے نشان اور فوج کا وجود بھی لازم وملزوم نہیں ہے کہ فوج کہتے ہی نشان کا تصور یا نشان کہتے ہی فوج وسپاہ کا تصور لازمی ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ فوج بے نشان ہو یا نشان ونشانی بغیر فوج کے رہے۔ یا نشان ہوں بھی تو کالے نہ ہوں کوئی اور رنگ کے ہوں۔

ثالثاً۔ فوج اور نشان کا وجود بھی مہدیت کی علامات مخصصّہ ممیّزہ سے ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ صدہا امرا صاحبِ فوج ونشان ہوتے ہیں کیا بمجرد فوج اور کالے نشان ہونے کے اُن کا مہدیؑ ہونا بھی تسلیم کرلیا جائے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ امام مہدی علیہ السلام کی علامات مخصصہ ممیّزہ اخلاق حسنہ محمدیؐ ہیں نہ یہ کہ ایک کالا کپڑا لکڑی پر لگا رہتے ہی وہ کالے کپڑے والا آپ کے پاس مہدیؑ ہوجائے گا۔ **لایقولہ عاقل فضلاً عن العالم الماہر** (یہ ایسی بات ہے کہ کوئی عقلمند تو نہ کہے گا چہ جائیکہ کوئی ذی علم اور ماہر دینیات ایسی بات کہدے)

رابعاً۔ رایات سود کا معنی ومطلب کالے نشان لینا بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ ہم بعد میں بیان کریں گے۔

خامساً۔ مولف صاحب ہدیہ اگر فوج کا لزوم ہی سمجھتے ہیں تو ان کی سمجھ کے موافق امامنا علیہ السلام پر اس کے صادق آنے کے یہ اسباب بھی منجانب اللہ کئی طرح مہیا تھے۔

اول حضرت کے ہمراہ سفر خراسان میں ڈھائی ہزار کے قریب گجرات اور دیگر بلاد وامصار کے شرفا وامرا کی با ہتھیار جماعت موجود تھی جو فوج کا مفہوم صادق آنے کیلئے کافی ہے کیونکہ اس سے کم جماعت پر بھی فوج کا اطلاق ہوتا ہے۔

دوم۔ ایک اور صورت ظاہری یہ بھی پائی جاتی ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام کے حالات وسیر کی سب سے پہلی کتاب مولفہ

www.khalifatullahmehdi.info

بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰن ابن بندگی میاں شاہ نظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھا ہے کہ جب امام علیہ السلام نگرٹھٹہ (ملک سندھ) سے بجانب خراسان روانہ ہوئے دریا خاں سپہ سالار سندہ اپنی فوج کے ساتھ حضرت کے ہمراہ ہوگئے۔حضرت نے اگرچہ دریا خاں کو واپس ہوجانے کیلئے فرمایا مگر دریا خاں نے عرض کیا کہ میں سرحد قندہار تک ہمراہ رکاب رہونگا کیونکہ راستہ بہت ویران ہے۔چنانچہ وہ کچھ طے مسافت کے بعد واپس ہوئے ہیں۔گویا حدودِ خراسان میں داخل ہونے کے وقت حضرت امام علیہ السلام کے ساتھ فوج ولشکر بھی تھا۔

سوم۔اسی کتاب میں باطنی نوعیت کا ایک اور واقعہ یہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سفر خراسان کے دوران میں ایک مرتبہ میاں ولی رضی اللہ عنہ قافلہ سے چھوٹ کر پیچھے رہ گئے تھے ایک گاؤں سے آپ کا گزر ہوا تو اس سرزمین کا دیسائی یعنی رئیس نے آپ کو بلا کر پوچھا کہ یہ بڑا لشکر جو ادھر سے گزرا کس کا تھا۔میاں ولیؓ نے کہا کہ یہ تو بے سروسامان فقراء کا قافلہ ہے جس کے حاکم امام مہدی علیہ السلام ہیں۔اس نے کہا تم غلط کہتے ہو اتنے قوی ہیکل ہاتھی اور یہ عظیم لشکر بے سروسامان فقرا کے پاس کیسے رہتا۔

جب میاں ولیؓ قافلے سے آملے تو حضرت امام علیہ السلام سے اس دیسائی کا بیان نقل کیا۔امام علیہ السلام نے فرمایا۔ہاں اللہ تعالیٰ کے وعدہ کہ (**بلی ان** [1] **تصبروا و تتقوا ویاتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسة الاف من الملائکة مسومین**) کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملائکہ کی فوج رہتی تھی بندہ کے ساتھ بھی غیبی فوج رہتی ہے۔

دوسرے اہل ادیان سے بحث نہیں وہ مانیں یا نہ مانیں لیکن مسلمان تو اس باطنی وغیبی فوج کے وجود سے انکار نہیں کرسکتے جس کی تصدیق قرآن شریف سے ہوتی ہے۔پس ان ظاہری و باطنی دونوں اعتبارات سے معترض کو امام علیہ السلام کے ساتھ فوج ہونے سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

سادساً۔یہ تو اظہار واقعات کی حد تک تھا کہ قدرت نے فوج کا لزوم سمجھنے والے معاندین کو مسکت کرنے کے لئے یہ اسباب بھی مہیا کردئے تھے لیکن امام مہدی علیہ السلام کے لئے کالے نشان اور فوج کا لزوم اس لئے بھی غیر ثابت ہے کہ اسی حدیث میں امام مہدی علیہ السلام کے خلیفۃ اللہ ہونے کی صراحت موجود ہے پس سنۃ الہ کے مطابق امام علیہ السلام کا حال بھی دوسرے خلفاء اللہ یعنی انبیاء و مرسلین کے حالات سے مشابہ ومماثل ہونا چاہیئے نہ امراوسلاطین کے۔اور ایسے ہی مفلوک الحال امام علیہ السلام کے ساتھ رہنا چاہیئے جیسے بلال۔صہیب۔انس بن مالک عبداللہ بن مسعود وغیرہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حاصل کلام حق یہی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی ذات خلیفۃ اللہ ہے۔امیر وسلطان نہیں ہے جس کو خزائن ولشکر کی حاجت ہو۔کیونکہ حکمت ومشیت الٰہی کا اقتضاء یہی ہے کہ جس کو اپنی جانب سے خلق کی ہدایت کے لئے خلیفہ بناتا ہے اس کو عموماً فقر و مسکنت عنایت کرتا ہے نہ جاہ وسلطنت چنانچہ فرمایا ہے۔

رجعلنا بعضکم لبعض فتنة۔(۱۸۔۱۷۔فرقان) ہم نے تم سے بعض کو بعض کے لئے فتنہ (ذریعہ آزمائش) بنایا ہے۔

---

[1] اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کرو اور کفار کی فوج تم پر یکدم ٹوٹ پڑے تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا جو نشان دار گھوڑوں پر سوار رہیں گے۔

تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ

وجعلناک فتنة لهم لالک لوكنت صاحب كتوز و جنان لكان ميلهم اليک و طاعتهم لک للدنيا او ممزوجة بالدنيا فانما بعثناک تقير اليكون طاعة من يطيعک خالصة لوجه اللّٰه من غير طمع دينوى۔

یعنی ہم نے آپ کو اے محمدؐ کفار کے لئے فتنہ (ذریعہ آزمائش) بنایا ہے اس لئے اگر آپ خزانوں اور باغوں والے نبی ہوتے تو اُن کو آپؐ کی طرف رغبت اور اطاعت خالص دنیا کے لئے یا دنیا سے ملوث ہوتی۔ ہم نے آپ کو فقیر بنا کر اس لئے مبعوث کیا ہے تا کہ آپ کی اطاعت کرنے والوں کی اطاعت بغیر کسی دنیاوی طمع کے خالص لوجہ اللہ ہو۔

پس یہاں بھی حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ فقرائے مہاجرین رہنے میں یہی سنت انبیاءؑ اور یہی حکمت ملحوظ ہے جو صداقت کی دلیل ہے۔

بعض احادیثِ ضِعاف میں جو امام مہدی علیہ السلام کے صاحبِ خزائن ہونے کا ذکر ہے اس سے کیا مراد ہے اور ان کا کیا جواب ہے اس کے مواقع اور محل پر لکھا جائے گا۔

سابعاً۔ رایات سود کی تحقیق ذرا غائر نظر سے کی جائے اور خود مولف صاحب ہدیہ ہی کے اقوال کو تنقیدی نظر سے دیکھیں تو مولف صاحب کا یہ شبہہ کہ امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام کے ساتھ کالے نشان نہیں تھے سراسر بے اصل ثابت ہوتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ مولف صاحب ہدیہ نے ''دلیل سوم'' کے ضمن میں جو حدیث لکھی ہے وہ احمد کی روایت کردہ ہے۔ یہ پوری حدیث نہیں ہے بلکہ اس کا کچھ حصہ راویوں سے چھوٹ گیا ہے۔ ایسا بہت سی حدیثوں میں ہوا ہے کہ کسی راوی کی روایت میں کوئی جز چھوٹ جاتا ہے اور اس کا وہ حصہ دوسرے راویوں کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ یہی حدیث ''ابن ماجہ'' میں ثوبانؓ ہی سے روایت ہوئی ہے جس میں کسی قدر زیادتی ہے اور اس میں ترتیب واقعات یہ مذکور ہوئی ہے کہ:

يقتتل عند كنزكم ثلثة كلهم ابن خليفه ثم لا يصير اليى واحد منهم ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق فيقتلوتكم قتلا لم يقتله قوم ثم ذكر شيئا لا احفظه فقال اذارا يتموه فبايعوه ولوحبوا على الثلج فانه خليفة اللّٰه المهدى۔

تمہارے خزانہ کے پاس تین شخص لڑیں گے جو سب کے سب خلیفہ کے بیٹے ہوں گے پھر ان میں سے کسی کو بھی وہ نہ ملے گا اس کے بعد مشرق میں رایات سود نمودار ہونگے پس وہ تم کو ایسا قتل کریں گے کہ کوئی قوم نہ قتل کی ہوگی۔ پھر آپ نے کچھ اور ذکر فرمایا جو مجھے یاد نہیں ہے پھر کہا جب اس کو دیکھو تو اس سے بیعت کرو اگرچہ برف پر سے گھستے جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدیؑ ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

اس روایت میں بہ نسبت احمدؒ کی روایت کے بعض واقعات زیادہ ہیں جو اُس میں چھوٹ گئے تھے اور کچھ الفاظ میں اختلاف بھی ہے۔مثلاً اس میں خراسان کے عوض ''من قبل المشرق '' ہے اسی طرح ''فیقتلونکم قتلاً لم یقتله قوم '' زیادہ ہے۔ایسا ہی ''فاتوھا'' کے عوض اذا رایتموہ فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج ہے۔اس زیادتی کے باوجود راوی کو پھر بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لم یقتله قوم '' کے بعد اور کچھ فرمایا تھا جو مجھ کو یاد نہیں ہے۔لیکن دوسرے محدثین حاکم اور ابو نعیم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ماجہ کے راویوں نے جو حصہ چھوڑ دیا اور یاد نہ ہونے کا اعتراف کیا تھا وہ خلیفۃ اللہ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا ذکر تھا اور اسی جز کے ملانے سے حدیث کے معنی میں ربط قائم ہوتا اور ضمیروں کا مرجع معلوم ہو جاتا ہے۔ورنہ ابن ماجہ کی روایت کے بعض جملے غیر مربوط رہ جاتے ہیں اور ضمائر کا مرجع بھی غیر مذکور رہتا ہے۔خود مولف صاحب ہدیہ کو بھی یہ سب تسلیم ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

> معنی اُس کے یہ ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ لم یقتله قوم کے بعد حضرت رسالت مآبؐ نے ایک اور بات فرمائی تھی کہ مجھ کو یاد نہیں ہے انتہیٰ اس بات کا سراغ یوں لگا کہ حاکم اور ابونعیم نے بھی اسی حدیث کو روایت کیا ہے اور اُن کے راویوں کو وہ بات برابر یاد رہی ان کی روایت میں یہ عبارت ہے ''عن ثوبان قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم یقتل عند کنز کم ثلثة کلھم ابن خلیفة لا یصیر الی واحد منھم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقاتلونکم قتلاً لم یقتله قوم ثم یجئی خلیفة اللّٰہ المھدی فاذا سمعتم به فاتوہ فبایعوہ و لو حبوا علی الثلج فانه خلیفة اللّٰہ المھدی۔
>
> اب مابعد کے ضمائر کا مرجع کھل گیا اور قاعدہ مقررۂ علمائے حدیث ہے کہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے کہ زیادت ثقہ کی مقبول ہے اور مثبت مقدم ہے نافی پر۔حیرت ہے کہ مصنف رسالہ معارضہ باوجود یکہ اپنا لقب عالم میاں ٹھیرائے ہیں اس قدر بھی نہیں سمجھتے ہیں کہ اگر یہاں کچھ رہ نہیں گیا ہے تو رایتموہ اور بایعوہ اور فانه کی ضمیریں کس طرف راجع ہیں۔فہم و فراست پر معارضہ روایت پہنچانے کا دعویٰ ہے۔
>
> غرض کہ خلاصۂ حدیث یہ ہوا کہ پہلے اولاد خلیفہ جنگ کریں گے کنز پر بعد اُس کے کالے نشانوں والے جانب مشرق سے آویں گے پس جنگ شدید کریں گے بعد اس کے آویں گے خلیفۃ اللہ مہدی۔یہ ترتیب قطعی ہے اس لئے کہ حرف ثم خاص ہے واسطے تعقیب مع التراخی کے اور خاص قطعی ہوتا ہے جیسا کہ اصول میں مبرہن ہے۔(ہدیہ مہدویہ صفحہ ۶۱)

اس موقع پر مولف صاحب ہدیہ نے مولوی سید عیسیٰ عالم میاں صاحب کے بیان کردہ معانی کی جو غلطیاں بیان کی ہیں اس وقت ہم کو اس سے بحث نہیں ہے اس کے متعلق بعد میں بحث کی جائے گی لیکن مولف ہدیہ کو ثقہ راویوں کی زیادتی مقبول ہونا اور مثبت کا نافی پر مقدم ہونا مسلم ہے اور جو ترتیب خود مولف صاحب نے بیان کی ہے اور جس کے قطعی ہونے کا اعتراف بھی کیا ہے اس کے نظر کرتے

www.khalifatullahmehdi.info

واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ اس حدیث میں علیحدہ علیحدہ چار واقعوں کی پیشین گوئی درج ہے۔

(۱)۔ تین اولاد خلیفہ کا جنگ کرنا۔

(۲)۔ کالے نشان نکلنا۔

(۳)۔ مسلمانوں کا ایسا قتل عام ہونا جس کی اس سے پہلے نظیر نہ ہو۔

(۴)۔ خلیفۃ اللہ مہدی علیہ السلام کا ظہور۔

ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بعد تاخیر کے ساتھ ظہور میں آنا چاہیئے کیونکہ کلام عرب میں لفظ ''ثم'' تعقیب مع التراخی یعنی بیک وقت نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے تاخیر سے ہونے پر دلالت کرتا ہے لہذا صاف طور پر ثابت ہوا کہ کالے جھنڈوں یا نشانوں کو امام مہدی علیہ السلام سے تعلق نہیں ہے بلکہ امام علیہ السلام کا ظہور کالے نشانوں کے نکلنے کے زمانہ بعد ہونا چاہیئے پس خود بقول مولف ہدیہ حضرت امامنا علیہ السلام کے ساتھ فوج و سپاہ نہ ہونے یا کالے نشان نہ رہنے کا اعتراض مفہوم حدیث کے صریح خلاف ہے کیونکہ ان کا حضرت کے ساتھ رہنا حدیث سے ثابت ہی نہیں ہے بلکہ اس کو امام علیہ السلام کی علامات میں شمار کرنا تحقیق سے کوسوں دور ہے۔

من قبل خراسان کا معنی فی خراسان ہے: مولف صاحب ہدیہ کا دوسرا شبہ بھی غلط ہے اس کا جواب یہ ہے کہ محاورۂ عرب اور قواعد نحو کے مطابق حدیث کا معنی خراسان کی طرف سے آنے کا نہیں ہے جیسا کہ مولف صاحب نے سمجھا ہے بلکہ جاءت من قبل خراسان کا صحیح معنی یہ ہے کہ خراسان میں داخل ہونگے یا آئیں گے۔ اس واسطے کہ علمائے نحو کی تحقیق کے مطابق حرف ''من'' متعدد معانی کا فائدہ دیتا ہے جب یہ ظرف پر آتا ہے تو اس کے معنی ''فی'' یعنی میں کے ہوتے ہیں اور یہ مسئلہ علمائے نحو کے نزدیک متعارف ہے جیسا کہ ''رضی شرح کافیہ'' میں لکھا ہے۔

لان من فی الظروف کثیرا ما یقع بمعنی فی نحو جئت من قبل زیدو من بعدہ و من بینک و بیننا حجاب و کنت من قدامک۔	حرف من (جس کے معنی ''سے'' کے ہیں) جب ظروف پر داخل ہوتا ہے تو اکثر فی یعنی ''میں'' کے معنی کا فائدہ دیتا ہے جیسے مِنْ بعدہ و من قبل زیدو من بینک و بیننا حجاب و کنت من قدامک۔

پھر اس کے استدلال میں رضی نے بیان کیا ہے کہ بعض حروفِ جر باعتبار معنی دوسرے حرفِ جر کے قائم مقام ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ کثیر الاستعمال ہے۔ نیز انہوں نے لکھا ہے کہ:

فمن فی اٰیة اذانودی للصلوٰة من یوم الجمعة بمعنی ''فی''۔	یعنی آیت اذانودی للصلوٰة من یوم الجمعة میں من کا معنی ''فی'' کا یعنی فی یوم الجمعة ہے۔

بعض اوقات ''من'' ظروف کے بغیر بھی ''فی'' کے معنی میں آتا ہے چنانچہ اتقان میں لکھا ہے۔

وفی الشامل من الشافعیؒ ان مِنْ فی قوله تعالیٰ وانکان من قوم عدولکم بمعنی فی ۔	شامل میں شافعیؒ سے یہ روایت کی گئی ہے کہ آیت ''وانکان من قوم عدولکم'' میں ''من'' ''فی'' کے معنی میں ہے۔

''مغنی اللبیب'' میں لکھا ہے کہ حرف ''مِنْ'' با فی . علیٰ وغیرہ کئی حروف کے معنی میں آتا اور جملہ پندرہ معانی کا فائدہ دیتا ہے لیکن ائمۂ نحاۃ کی اس صراحت کے باوجود مولف صاحب ہدیہ نے مولوی سید عیسیٰ صاحب پر یہ اعتراض کر دیا ہے کہ مِـــــنْ ''قبل خراسان'' کے معنی غلط کئے ہیں شرح مائۃ عامل پڑھنے والا بھی ایسی غلطی نہ کرے گا وہ بھی سمجھے گا کہ من واسطے ابتدائے مسافت کے ہے نہ واسطے انتہائے مسافت کے ''تعجب ہے کہ مولف صاحب ہدیہ کی عمر شریف مائۃ عام کے (سوسال) کے قریب پہنچ رہی ہے اور ابھی آپ ''مائۃ عامل'' ہی میں غوطے کھا رہے ہیں۔اور یہ نہیں سمجھتے کہ حرف ''مـن'' کہاں ابتدا کے واسطے آتا ہے اور کہاں بمعنیٔ دیگر۔من ابتدا کے واسطے وہاں آتا ہے جہاں اس کے مقابل الیٰ یا اور کوئی حرف بمعنیٔ الیٰ ہوتا ہے یہاں حدیث کے الفاظ ''من قبل خراسان'' کے ساتھ الیٰ یا کوئی اور حرف جو اس کے معنی کا فائدہ دے موجود نہیں ہے اور ''فاتوھا'' کا جملہ ''اذا رایتم'' کا جواب ہے خراسان سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے۔پس اس موقع پر ''مِـنْ'' کے سب متعلقہ معانی کو چھوڑ کر صرف ایک معنی ابتدائے مسافت بیان کرنا خود اپنے جوہر قابلیت کا راز فاش کرنا ہے۔جو شرح مائۃ عامل پڑھنے والے بچوں کے مناسب حال ہو تو ہو لیکن علما کے کبھی شایان نہیں کیونکہ اس سے نحو کی اعلیٰ کتابوں اور تفصیلی مسائل سے ناواقفیت ظاہر ہوتی ہے۔

پس مذکورہ نحوی قواعد اور محاورہ واستعمالِ اہلِ زبان کے مطابق ''جاء ت من قبل خراسان'' کا صحیح معنی ومطلب ''جاء ت فی خراسان'' ہے۔یعنی مولف صاحب ہدیہ کے بیان کردہ معنی کہ خراسان کی طرف سے آئیں گے غلط ہیں بلکہ خراسان میں آئیں گے صحیح ہیں۔اس صورت میں یہ حدیث بھی بلا خدشہ و وسوسہ جناب ہمام امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام پر صادق ہے۔

غرض حضرت امام ہمام مہدیٔ موعود علیہ السلام کی جناب میں مولف ہدیہ کی یہ گستاخی کہ ''اگر مہدیِ موعود ہوتے تو ضرور کالے نشانوں کے ساتھ جانب خراسان سے آتے'' سراسر بے اصل ہے کیونکہ نہ کالے نشان ہی معنی لینا درست ہے نہ کالے نشانوں کو امام مہدی علیہ السلام کی ذات سے کچھ تعلق ہے اور نہ خراسان کی جانب سے آنا حدیث سے مستفاد ہوتا ہے۔

مولف صاحب ہدیہ کے ان بے اصل شبہات کے حل ہو جانے کے بعد انہوں نے جناب مولوی سید عیسیٰ عالم میاں صاحب کی جو غلطیاں اپنے خیال میں سمجھیں اور بیان کی ہیں اُن سے بحث کرنے کی کئی وجہ سے ضرورت باقی نہیں ہے کیونکہ اولاً ان میں سے بعض اہم خطاؤں کی حقیقت ظاہر ہوگئی ہے ثانیاً اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جناب ممدوح نے حدیث مذکور کا ترجمہ غلط ہی کیا ہے تو تب بھی اہل مذہب کے کسی فرد سے کوئی غلط توجیہ یا غلط ترجمہ ہو جانے سے اصل مذہب یا دوسرے اہل مذہب پر کوئی اثر مترتب نہیں ہوسکتا اور نہ حدیث کا اصل مفہوم بدل سکتا ہے۔چنانچہ متعدد مفسرین طبقۂ صحابہ وتابعین وتبع تابعین نے بھی آیات قرآنی کی جو توجیہات بیان کی

www.khalifatullahmehdi.info

ہیں ان سب میں باہم بہت سا اختلاف ہے اور ظاہر ہے کہ دو یا کئی مختلف توجیہات جو ایک دوسرے کے مخالف ہوں سب کے سب صحیح و درست نہیں ہوسکتیں اور نہ اس اختلاف کے سبب کسی توجیہ کے صحیح نہ ہونے سے دین اسلام کی حقیت پر کوئی اثر مترتب ہوسکتا ہے۔ یہی حالت شارحین حدیث کی ہے کہ ان کی کسی غلطی سے نفس حدیث یا اس کا حقیقی معنی و مفہوم غلط نہیں ہوسکتا۔ پس اگر فرضاً مولوی سید عیسیٰ صاحب کا ترجمہ غلط بھی ہو تو نہ اصل حدیث بدل جائے گی اور نہ مذہب مہدویہ کی حقیت پر اس کا کوئی اثر مترتب ہوگا۔

رابعاً۔ خود جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب نے اپنے بعض رسالوں میں جو ''ہدیہ مہدویہ'' کی تردید میں آپ نے لکھے ہیں ان بیان کردہ اغلاط کے متعلق رد و قدح فرمائی ہے۔ اس لئے بھی ہم کو اگرچہ مولف ہدیہ کے بیان کردہ ان اغلاط سے بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی ہم ان پر ایک ناقدانہ نظر ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں اور ترتیب وار ان کا خلاصہ درج کر کے اُن پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلی خطا جو بیان کی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

> **مولوی سید عیسیٰ صاحب کی چند غلطیاں مولف ہدیہ کی نظر میں:** اس فرقہ کے سلف و خلف کی عادت ہے کہ معنی ان کے نہ الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ عقل سے چنانچہ سید عیسیٰ اس جگہ حدیث اول میں ''رایتم'' کہ بمعنی رویت بصر یا رویت قلب کے ہے اس کو بمعنی سماعت ترجمہ کیا۔

مولف ہدیہ سے اصولی غلطی ہر موقع پر سرزد ہوئی ہے کہ وہ اپنے خیال میں جس بات کو غلط سمجھ لیتے ہیں اس کو بے سوچ سمجھے بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہیں حالانکہ وہ درحقیقت غلطی نہیں بلکہ خود مولف ''ہدیہ'' کی غلط فہمی یا غلط بیانی ہوتی ہے کہ دوسرے کسی شخص خاص کی مفروضہ غلطی کی بنا پر تمام فرقہ کو اس غلطی سے مہتم کر دیا کرتے ہیں جس کی بے شمار مثالیں ''ہدیہ'' میں موجود ہیں جن میں سے بعض کی طرف ان کے موقعوں پر ہم نے اشارہ کیا ہے۔ یہاں بھی انہوں نے یہی غلطی کی ہے اگر بالفرض جناب سید عیسیٰ صاحب نے کسی لفظ یا عبارت کا غلط ترجمہ کیا تھا تو یہ غلطی خاص اُن کی ذات سے متعلق ہوگی اسلافِ مہدویہ کو اس میں کیا مداخلت ہے جو اُن کی جناب میں یہ زبانِ طعن دراز کی جارہی ہے۔ اس کا انتقام منتقم حقیقی لے گا۔

اس کے قطع نظر یہاں جو اعتراض یا طعن کیا گیا ہے وہ مہدویہ سے بھی مخصوص اور انہی پر محدود نہیں رہتا بلکہ جن متقدمین و متاخرین اہل سنت علما نے رویت کا معنی سماعت لیا ہے وہ سب کے سب مورد طعن ہوجاتے ہیں اور مولف صاحب کا یہ اعتراض ان سب پر عائد ہوتا ہے۔ پھر اس نکتہ چینی میں لطف یہ ہے کہ مولف ہدیہ خود جو معنی کرتے ہیں اس کی بھی نہ لفظ سے تائید ہوتی ہے اور نہ عقل سے چنانچہ ''مِنْ قِبَلِ خُرَاسَان'' میں جو ''مِنْ'' ہے اس کو مِنْ ابتدائی سمجھا ہے جو غلط ہے اور جس کی تحقیق اس سے پہلے ہوچکی ہے۔ اسی طرح ''سود'' کے معنی فقط سیاہ کے کیا ہے اور تطلع الریات کے معنی جھنڈے آنا لکھا ہے غرض اور بھی کئی غلطیاں کی ہیں جن کی تحقیق بعد میں انکے موقع پر آئے گی۔

نفس مسئلہ کی توضیح یہ ہے کہ صیغۂ ''رایتم'' یہاں اپنے اصلی معنی پر محمول نہیں ہے اس واسطے کہ یہ خطاب مطلق اور جمیع مومنین کی طرف ہے۔ صرف حاضرین اور اپنی آنکھوں سے دیکھنے والوں سے مخصوص نہیں ہے چنانچہ خود مولف ہدیہ کو بھی یہ تسلیم ہے کہ ایسے

www.khalifatullahmehdi.info

موقعوں پر جمیع مومنینِ امت مخاطب ہوتے ہیں۔وہ ہدیہ کے صفحہ (۲۶۱) پر لکھتے ہیں کہ:

قرآن وحدیث میں جبکہ مطلقاً خطاب طرف مومنین کے ہوتا ہے تو حاضرین پر اختصار نہیں ہوتا بلکہ جمیع مومنین امت مخاطب ٹھہرتے ہیں۔

اب بانصاف ملاحظہ فرمائیں کہ خود بقول آپ کے جب جمیع مومنین شارع علیہ السلام کے خطاب کے مخاطب ہیں تو ان رایات خراسانی کی رویت بصری جمیع مومنین امتِ مرحومہ کو کس طرح حاصل ہوگی؟ صرف وہی لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے جو اُس وقت اور اُس جگہ موجود ہوں گے جہاں وہ رایات نزول فرما ہوں گے اور دوسروں کو اُن کی یہ خبر متواتر سن کر ہی ان کا علم یقینی حاصل ہوگا جو رویت کا قائم مقام ہے اسی لئے ایسے موقعوں پر رویت سے مراد مجازاً سماعت ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔

الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ کیا تم نے (اے محمدؐ) نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے اصحاب فیل (یعنی ہاتھیوں والوں) کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

دیکھو اصحاب فیل کے اس واقعہ کی رویت بصری جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں حاصل تھی کیونکہ اس وقت حضرت پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اس کے کچھ دنوں بعد آپ کی پیدائش اور کئی سال بعد آپ کی بعثت ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس رویت کا بمعنی سماعت اور علم لیا ہے جیسا کہ تفسیر کشاف اور تفسیر مدارک وغیرہ میں لکھا ہے کہ:

والمعنی انک رایت اثار فعل اللّٰہ بالحبشۃ و سمعت الاخبار بہ متواترۃ فقامت لک مقام المشاھدۃ۔ یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کے ان کاموں کے آثار دیکھے جو اہل حبشہ کے ساتھ ہوئے ہوا اور تم نے ان کے متعلق متواتر خبریں سنیں جو تمہارے لئے مشاہدہ کی قائم مقام ہیں۔

مواہب لدنیہ وغیرہ میں لکھا ہے۔

المراد من الرویۃ العلم والتذکر۔ رویت سے مراد علم وتذکر یعنی جاننا اور یاد کرنا ہے۔

غرض یہ علم جو سماعت سے حاصل ہوتا ہے چونکہ حصول یقین کے لئے مشاہدہ ورویت کے مساوی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی موقعوں پر اسی طرح رویت ہی کا اطلاق فرمایا ہے جیسے اس آیت میں کہ:

اولم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کیا ہے۔

اس آیت میں ’’قبلھم من القرون‘‘ کے الفاظ خود دلالت کر رہے ہیں کہ سابقہ امتوں کی ہلاکت کا واقعہ مخاطبین بلکہ اُن کے آبا

اجداد سے پہلے ہوا ہے اس کے باوجود ''اَوَلَمْ یَرَوْا '' کیا انہوں نے نہیں دیکھا ارشاد فرمایا ہے حالانکہ انہوں نے ان امتوں کی ہلاکت کے واقعات کو جو ان کے وجود سے پہلے ہوئے ہیں کب دیکھا ہے؟ لیکن چونکہ ان کے آثار کو دیکھنا اور ان واقعات کو سننا حصول علم کیلئے رویت کا قایم مقام ہے اسی لئے اولم یروا سے مراد اولم یسمعوا (کیا انہوں نے نہیں سنا) ہے۔

پس اگر جناب مولوی سید عیسیٰ عالم میاں صاحب نے ''رایتم ''کو ''سمعتم '' کے معنی میں لیا تو کیا غلطی کی اور کونسا محل اعتراض تھا جو اس پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔حالانکہ اس معنی کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ حاکم اور ابو نعیم نے ثوبان سے یہی حدیث جو روایت کی ہے اس میں صاف ''اذا سمعتم ''(جب تم اس کو سنو) کے الفاظ موجود ہیں گویا اس روایت کے یہ الفاظ پہلی حدیث کے الفاظ ''اذا رایتم '' کا بیان واقع ہوئے ہیں۔پس ایسا ترجمہ جس کی تائید خود حدیث ہی کے الفاظ سے ہوتی ہو کبھی قابلِ اعتراض نہیں ہوسکتا۔

مولف صاحب ہدیہ نے دوسری خطا یہ بیان کی ہے کہ:

الرایات السود کی ترکیب توصیفی و ترکیب اضافی کی تحقیق: تمام روایات الرایات السود ترکیب توصیفی ہے اس کو ترکیب اضافی کر دیا ہے۔

یہ اعتراض بھی کئی وجوہ سے غلط ہے اولاً مولف صاحب نے ساری کتب احادیث نہیں دیکھی ہیں اور اس کے باوجود تمام روایتوں میں ترکیب توصیفی ہونے کا غلط دعویٰ کر دیا ہے۔

ثانیاً۔جو روایت ابن ماجہ نے علقمہ سے کی ہے اور ترمذی میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے مولف صاحب نے اسے نہیں دیکھا یا عمداً نظر انداز کر دیا ہے کہ اسمیں بغیر لام تعریف کے ''رایات سود'' لکھا ہے۔شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''ازالۃ الخفا ''میں اسی حدیث کو متعدد موقعوں پر نقل کیا ہے اور ''رایات سود ''کو لام تعریف کے بغیر ہی نقل کیا ہے۔اس ترکیب میں جیسا کہ صفت موصوف کا احتمال ہے ایسا ہی مضاف و مضاف الیہ کا احتمال بھی ہے یعنی اسکو ''رایات سود ''پڑھنا صحیح ہے اس صورت میں مولف صاحب ہدیہ کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ ساری روایتوں میں ترکیب توصیفی ہی ہے۔

ثالثاً۔ جن روایتوں میں لفظ ''رایات ''معرف باللام یعنی ''الرایات السود ''واقع ہوا ہے وہاں بھی کوفین کے مذہب پر صحتِ ترکیبِ اضافی سے کوئی امر مانع نہیں ہے اسواسطے کہ کوفیین کے نزدیک مضاف کا لام تعریف سے معرّا رہنا شرط نہیں ہے جیسے الثلاثۃ الاثواب میں ترکیب اضافی کا معنی لیا جاتا ہے۔بہجۃ المرضیہ میں جو نحو کی مشہور کتاب ہے اس کی مثال ''الجعد الشعر ''اور ''مررت بالضارب الرجل '' لکھا ہے۔اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام شافعی نے اپنے رسالے کے خطبہ میں مضاف کو معرف باللام ہی استعمال کیا ہے چنانچہ اسکی اصل عبارت یہ ہے۔

وقد استعمل الامام الشافعی خطبۃ رسالتہ فقال الجاعلنا من خیر امۃ اخرجت للناس (بہجۃ المرضیہ باب الاضافۃ)	امام شافعی نے اپنے رسالہ کے خطبہ میں اس کو (مضاف کو معرف باللام)استعمال کیا ہے چنانچہ ''الجاعلنا من خیر امۃ اخرجت للناس '' لکھا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

اس اعتبار سے ''الرایات السود'' سے بھی ترکیب اضافی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے[ا]۔

بصرئیین کے مذہب کی بنا پر مضاف لام تعریف سے مجرد ہوتا ہے اس لئے وہ ''الثلاثۃ الاثواب'' کی جیسی صورت میں جہاں دونوں لفظ معرف باللام ہوں بدلیت پر محمول کرتے ہیں۔اس توجیہ کی بنا پر جبکہ ''الرایات السود'' کے دونوں جز معرف باللام ہوں تو زیادہ سے زیادہ ایک جز دوسرے کا بدل ہوگا یعنی مطلب یہ ہوگا وہ رایات بزرگی وکمال ہیں۔

ان وجوہ کے نظر کرتے ''رایات سود'' خواہ لام تعریف سے معرّا ہو خواہ معرف باللام دونوں صورتوں میں بھی اس کا ترکیب توصیفی ہی ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ مولف ہدیہ کا خیال ہے بلکہ وہ ترکیب اضافی اور بدلیت پر محمول ہوسکتا ہے اور جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب کا ترجمہ نحوی قواعد کے تحت بالکل صحیح ہے۔

تیسری خطا یہ بیان کی گئی ہے کہ۔

لفظ سود کہ جمع اسود کی ہے صفت رایات کی ہے اس کو مصدر سمجھ کر بمعنی سیادت کے ترجمہ کیا ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے محض ادّعائی طور پر ''سود'' کے معنی ''سیادت'' کے لینے کو خطا کہہ دیا ہے اور کوئی دلیل نہیں پیش کی ہے۔

لیکن ہم لغت اور محاورۂ عرب اور دوسرے دلائل وشواہد کے ساتھ بتاتے ہیں کہ سود کا معنی سیادت کرنا خطا نہیں بلکہ عین صواب ہے چنانچہ قاموس وغیرہ میں لکھا ہے کہ

السُّود بالضم والسود دوالسود بالھمزۃ کقنفذالسیادۃ۔

صراح میں لکھا ہے کہ

سیادۃ سود وسیدء وۃ مہتر شدن۔

صحاح جوہری میں لکھا ہے۔

سود سادقومہ یسودھم سیادۃ وسود دا و سیدودۃ فھو سیدھم وھم سادۃ۔

سود کا معنی بزرگی وجلال کا بھی ہے چنانچہ ''صحاح'' میں لکھا ہے کہ

ھو اسود من فلان ای اجلّ منہ

بخاری کی حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

[ا] میں کہتا ہوں کہ اشعار عرب کے ملاحظہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ الف لام کی حالت میں بھی اضافت کے معنی لئے جاتے ہیں چنانچہ ''ذوالرّمہ کا یہ شعر ہے۔

وھل یرجع التسلیم اویکشف العمی ثلٰث الاثافی والدیا رالبلاقع

اب یہاں بحث والدیا رالبلاقع سے جس کے معنی ویران زمینوں کے مکانات ہیں۔یہ ایک زبردست شاعر ہے جس کے اشعار سے استدلال کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بالالف العینا۔غرض لام تعریف داخل ہونے سے اضافی معنی کلام عرب میں مستعمل ہیں مگر بصرئیین نے ان اقوال میں تاویل کر کے ان کے معانی میں کہیں تغیر کر دیا ہے اور کہیں بدلیت کہہ دیا ہے مگر یہ سب تاویلات ہیں جیسا کہ فاضل مجیب استادی نے بیان فرمایا ہے اس صورت میں بھی ترکیب اضافی کا معنی لیا جاسکتا ہے۔۱۲ اشرف کان اللہ لہ۔

www.khalifatullahmehdi.info

قال عمرؓ تفقهوا قبل ان تسودوا۔ بڑے بننے سے قبل ہی علم حاصل کرو۔

اسود کا معنی سیادت۔شرف۔فضل۔کرم۔حلم۔تحمل۔والے کا بھی ہے چنانچہ مجمع البحار میں ہے۔

قال ابن عمرؓ مارايت بعد رسول اللّٰه اسود من معاوية قيل ولا عمر قال كان عمر خيرامته وكان اسود من عمر قليل اراد اسخٰى واعطى للمال و قيل احلم منه والسيّد يطلق على الرب والمالك والشريف والفاضل والكريم والحليم والمتحمل على اذىٰ قوم والزوج والرئيس والمتقدم۔

ابن عمر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاویہ سے زیادہ کسی کو اسود (حلیم وسخی) نہیں دیکھا۔آپ سے کہا گیا کیا عمر بھی نہیں تھے تو آپ نے کہا عمر بہترین امت تھے لیکن معاویہ عمر سے بھی زیادہ اسود تھے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ معاویہ زیادہ سخی اور مال عطا کرنے والے اور بقولے زیادہ حلیم تھے۔سید کا اطلاق آقا۔مالک۔شریف۔کریم۔حلیم اور قوم کی اور زوجہ کی اذیتیں سہنے والے اور رئیس اور دوسروں سے بڑھے ہونے پر ہوا کرتا ہے۔

پس اصحاب لغت کی تحقیق۔محاورۂ اہل زبان۔روایت، درایت کے لحاظ سے ''سود'' کے معنی سیادت۔شرف۔جلال۔کرم۔حلم۔کمال۔بزرگی کے ہوے اور مولف ہدیہ کا اس کو غلط سمجھنا اور غلط بتانا خود غلط ثابت ہوا۔

دوسری خطا کے ضمن میں اضافت کے متعلق جو تحقیق کی گئی ہے۔اس کے نظر کرتے ''رایات سود'' بلکہ الرایات السود'' کا بھی مرکب اضافی ہونا درست ہے تو حدیث کا معنی سیادت و بزرگی کے نشان کرنا بھی بالکل صحیح و درست ہے اور ''سود'' کو فقط ''اسود'' کی جمع اور اس کا معنی فقط سیاہ اور کالے کے سمجھنا جیسا کہ مولف صاحب ہدیہ نے سمجھا ہے عین خطا ہے۔چنانچہ مولف صاحب کے خیال کے موافق اگر ''اسود'' کے معنی صرف سیاہ اور کالے کے لئے جائیں اور دوسرے معانی سے آنکھیں بند کر لی جائیں تو ابن عمر کی مذکورہ روایت کے یہ معنی ہوں گے کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلعم کے بعد سب سے زیادہ کالے اور عمر سے بڑھکر سیاہ معاویہؓ تھے۔ظاہر ہے کہ یہ معنی صریح غلط ہیں جس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی منقصت ظاہر ہوتی ہے جو خلافِ ادب اور خلافِ واقع بھی ہے۔اسی سے مولف صاحب ہدیہ کے بیان کی یہ غلطی روزِ روشن کی طرح روشن ہو جا رہی ہے کیونکہ ''سود'' کے معنی صرف کالے یا سیاہ کے نہیں ہیں۔

چوتھی خطا یہ بیان کی ہے کہ

جاءت کہ زبان عربی میں بمعنی آنے کے ہے اس کو معنی جانے کے سمجھے شائد کہ خیال کیا کہ آوت جاوت پوربی زبان ہے۔

پانچویں یہ کہ

''من خراسان'' میں ''من'' کے معنی غلط کئے کہ شرح مائۃ عامل پڑھنے والا بھی ایسی خطا نہ کرے گا وہ بھی

سمجھے گا کہ ''من'' واسطے ابتدائے مسافت کے ہے نہ واسطے نہایت مسافت کے۔

ان دونوں بحثوں کی تحقیق مدلل طور پر پہلے ہو چکی ہے جس سے یہ اعتراضات خود غلط ہونا واضح ہو گیا ہے یہاں ان مباحث کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب نے جاءت کا معنی صاف جانے کا نہیں کیا بلکہ یہ لکھا ہے کہ ''متوجہ ہوئے ہیں طرف خراسان کے'' جب کہ یہاں حرف مِنْ ظرف پر داخل ہونے کی وجہ سے ''فی'' کے معنی کا فائدہ دے رہا ہے تو یہ معنی غلط نہیں ہے۔ لیکن یہ تو فرمائے کہ اگر ایسی ہی خردہ گیری سے کام لیا جائے تو آپ نے ابن ماجہ اور حاکم کی روایت کردہ حدیث میں **تطلع الرایات السود** کے جملہ میں ''تطلع'' کا معنی جو آنے کا کیا ہے یہ کونسی زبان [1] ہے۔

چھٹی خطا یہ بیان کی گئی ہے کہ

حدیث سوم میں کنز کو بمعنی خلافت کے ترجمہ کیا۔

کنز سے حلم۔خلافت۔حکومت مراد لینا کچھ ممتنعات سے نہیں ہے۔اس واسطے کہ علمائے محققین نے بہت سی ایسی ہی تاویلیں کی ہیں چنانچہ مسلم نے بروایت ثوبان یہ حدیث لکھی ہے کہ

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم اعطیت الکنزین الاحمروا لا بیض۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دئے گئے ہیں۔

امام نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ علما نے کنزین سے مراد ملک شام وعراق لیا ہے یعنی حدیث کا یہ معنی ہے کہ اس امت کا ملک ایسا وسیع ہوگا جس کی وسعت جہت مشرق ومغرب تک پہنچے گی۔

بخاری میں ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ

قالت استیقظ النبی صلعم ذات لیلۃ فقال سبحان اللّٰہ ماذا انزل اللیلۃ من الفتن وماذا فتح من الخزائن ایقظوا صواحب الحجر الحدیث۔	ام سلمہؓ نے کہا کہ ایک رات رسول اللہ صلعم بیدار ہوئے اور فرمایا سبحان اللہ آج رات کس قدر فتنے نازل ہو رہے ہیں اور کس قدر خزانے کھولے جا رہے ہیں۔حجروں میں رہنے والیوں کو بیدار کردو۔

قسطلانی شارح بخاری کہتے ہیں کہ حضرت نے عذاب کو فتنوں اور رحمت کو خزائن اور ملائکہ کی اطلاع دہی کو نازل کرنے سے تعبیر

---

[1] ایسا ہی مولوی صاحب نے جاءت کے معنی مجی کے فرمایا ہے شاید ماضی کے صیغے کے معنی بلا قرینہ اور بلا کسی باعث کے مصدر کے ہوتے ہیں۔عربی محاوروں میں ایسا کہیں دیکھا نہیں گیا مگر مولوی صاحب کی رام پوری صرف ونحو میں غالبًا ایسے قواعد کا ذکر ہوگا کہ ماضی کے معنی بلا وجہ مصدر کے ہو سکتے ہیں۔افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے ایسی معلومات پر علمائے مہدویہ کی تردید کا بیڑا اٹھایا ہے۔۱۲ اشرف کان اللہ لہ۔

www.khalifatullahmehdi.info

فرمایا ہے۔

پس اسی طرح کنز سے اگر خلافت مراد لی جائے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ حدیث میں '' کلھم ابن خلیفة '' کا قرینہ اس کا مؤید ہے کہ تین ابنائے خلیفہ خلافت ہی کیلئے لڑیں گے۔ مولف صاحب ہدیہ جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب کی ایسی خفیف اور معمولی غلطیاں اور خطائیں کیا بتاتے ہیں بعض علمائے اہل سنت نے بھی جن کو آپ مانتے ہیں اسی قسم کی بلکہ انسے بھی زیادہ تاویلات باردہ کی ہیں اوّل آپ ان کی جوابدہی فرمائیں مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ازالۃ الخفا میں اسی حدیث یقتتل عند کنز کم کے متعلق لکھا ہے۔

بعض علمائے اہل سنت کی تاویلات باردہ حدیث ثوبان میں: اخرج ابن ماجه عن ثوبانؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم خلیفة لا یصیر الی واحد منهم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلاً لم یقتل قوم ثم ذکر شیئاً لا احفظه فقال اذا رایتموه فبایعوه و لو حبواً علی الثلج فانه خلیفة الله المهدی۔ تحقیق ایں حدیث پیش فقیر آنست کہ مراد از مہدی خلیفہٗ بنی عباس است نہ امام مہدی کہ در آخر زماں ظہور نماید اینجا مہدی گفتن وخلیفۃ اللہ نامیدن وحثّ برنصرت اونمودن جہت آنست کہ خلافت ایں فریق در پردۂ تقدیر مصمم شد آں را تغیر و تبدیل نیست پس او مہدی است راہ نمودہ شدہ بسوئے تدبیرے کہ مفضی باشد باستقرار خلافت نہ چوں خارجیانِ دیگر کہ تدبیر شان متلاشی شد و بجز ہرج و مرج چیزے بدست ایشاں نیامد داد خلیفۃ اللہ است بمعنی آنکہ خلافتِ او در قدر الٰہی مصمم گشت و با او باید بود در داو تا یدنمود زیرا کہ مطلب اہم در شریعت رفع نزاع ست وتقلیلِ ہرج و مرج۔ الیٰ آخرہ۔

اب دیکھئے یہ کیسی تاویلاتِ باردہ ہیں اولاً اصطلاحِ مقررہ کے برخلاف جو ظاہر و متبادر ہے مہدی سے مراد خلیفہ بنی عباس لی ہے حالانکہ حدیث میں خلیفۃ اللہ کا قرینہ موجود ہے جو مہدی عباسی اس کا مصداق ہونے کا مانع ہے۔

ثانیاً اس توجیہ کو نباہنے کیلئے مہدی کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ راہ بتایا ہوا طرف ایک تدبیر کے کہ مفضی ہو باستقرار خلافت۔

ثالثاً خلیفۃ اللہ کی یہ توجیہ کی ہے کہ اسکی خلافت علمِ الٰہی میں مقرر و مقدر ہے۔ پس انصاف کا مقام ہے اگر مہدی وہی ہے جس کا ستقرارِ خلافت کی تدبیر بتلائی جائے اور خلیفۃ اللہ وہ ہے جس کی خلافتِ علمِ الٰہی میں مقرر و مقدر ہو تو دنیا بھر میں ایسا کونسا حاکم و امیر و بادشاہ صاحب تاج و سریر ہے جس کو اپنی حکومت کے استقرار کی کچھ نہ کچھ تدبیر کا مادہ نہیں عطا کیا گیا ہے اور جس کی حکومت و سلطنت علم الٰہی میں مقرر نہیں ہے اور اس کی مشیت کے بغیر قائم ہوگئی ہے۔ اسلامی اہم عقیدہ ہے کہ '' ماشاء اللّٰه کان و مالم یشاء لم یکن '' (یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہا وہی ہوا اور جو نہ چاہا نہیں ہوا) اور خاص حکومت و مملکت کے متعلق یہی اصول اعتقادی ہے کہ '' تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء '' (اللہ تعالیٰ تو مالک الملک ہے جس کو چاہتا ہے ملک وحکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے) پس اس عقیدہ کے موافق ہر ایک امیر و بادشاہ کی حکومت و بادشاہت باری تعالیٰ کی مشیت ہی سے ظہور میں آتی ہے اور اس کے بغیر نہیں ہوسکتی تو مہدئ عباسی کی کیا خصوصیت ہے اس توجیہ سے تمام اہل اسلام بادشاہ و امرا مہدی و خلیفۃ اللہ ہوئے بلکہ

www.khalifatullahmehdi.info

اس تعریف کے نظر کرتے تو مسلمان حکام کی بھی تخصیص نہیں مشرک و کافر روسا اور سلاطین نصاریٰ کو بھی جنھیں استقرارِ حکومت کی تدبیر بخو بترین وجہ عطا کی گئی ہے اور ان کی حکومت مشیتِ الٰہی میں مقرر و مقدر بھی ہے جبھی تو وہ برسر حکومت ہیں بقول صاحب ''ازالۃ الخفا'' مہدی اور خلیفۃ اللہ کہنا ہوگا۔

رابعاً اس مہدی کی نصرت و امداد کرنے کی یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ شریعت میں رفع نزاع و تقلیل ہرج و مرج ہی اہم مطلب ہے۔ یہ توجیہ اول تو ایسے وقت ہو رہی ہے جبکہ مہدیٔ عباسی کی حکومت و خلافت کا خاتمہ ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں اور اس وقت اس کو اس حدیث کا مصداق ماننے میں نہ کوئی فائدہ دینی و دنیوی مضمر ہے اور اس کے نہ ماننے میں کوئی نقصان ایمان بھی متصور نہیں ہے۔ پھر شریعت کا جو اہم مطلب بتایا گیا ہے اس سے مسئلہ جہاد صاف طور پر خلاف شریعت ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ شریعت کا اہم مطلب رفع نزاع و تقلیل ہرج و مرج ہوا اور جہاد عین نزاع اور بنائے ہرج و مرج ہے۔

اس کے علاوہ مولف صاحب ہدیہ یہاں کیا فرمائیں گے کہ خود آپ کی تحقیق کے خلاف تین ابنائے خلیفہ کی معرکہ آرائیاں۔ کالے نشانوں والوں کا نکلنا۔ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ان تینوں واقعوں کو ضم کر دیا گیا ہے حالانکہ ہر واقعہ کو حرف ''ثم'' کے بعد ذکر کیا گیا ہے جو بقول آپ کے تعقیب مع التراخی کے لئے خاص ہے اور خاص قطعی ہوتا ہے اور اسکے نظر کرتے ہر واقعہ یکے بعد دیگرے فصل زمانی کے ساتھ ظہور میں آنا چاہیئے۔ فرات کے اُس سونے چاندی کے پہاڑ کا بھی ذکر نہیں کیا ہے جو آپ نے کنز سے مراد لی ہے۔ غرض اس تاویل میں اور بھی پر صرف علماء کی ذاتی قیاس آرائیوں کا نمونہ بتانا ہے اور یہ کہ جب اس طرح کی تاویلات اوروں نے بھی کی ہیں تو مولوی سید عیسیٰ صاحب مہدوی نے اگر کنز سے مراد خلافت بیان کی ہے تو کیا بے جا کیا جبکہ یہ توجیہ دوسری توجیہات کی بہ نسبت بعید از قیاس نہیں ہے۔

جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب نے اس قتال سے حضرت امامنا علیہ السلام کے خلیفہ ثانیؓ کا قتال مراد ہونے کی جو رائے ظاہر کی ہے یہ بھی آپ کا قیاس ہے (اور وہ علیحدہ اپنی جگہ قایم ہے) ورنہ اس اقتتال اور **یقتلونکم قتلالم یقتلہ قوم** کا اشارۂ جلی ان محاربات کی طرف ہے جو ظہور مہدیِ موعود علیہ السلام سے قبل بنی امیہ و عباسیہ کے زمانہ میں اور خصوصاً تاتاریوں کے حملہ کے وقت ہوئے ہیں جن کی کیفیت کتب تواریخ و سیر سے مفصل ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ حدیث میں یہ معرکے ظہور مہدی علیہ السلام سے پہلے ہونا اور امام مہدیؑ کا ظہور ان کے بعد ہونا مذکور ہے۔ چنانچہ اسی قطعی ترتیب کے مطابق جو حدیث میں مذکور ہے ان معرکوں کے بعد ہی امام مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوا ہے'' اور شارع علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کی تعمیل میں کہ ''**فاذا سمعتم بہ فاتوہ فبا یعوہ ولو حبوا علی الثلج**'' ہے مومنین بیعت تصدیق سے مشرف ہوئے ہیں۔ **شکراً لِلّٰہ علی نعمائہ۔**

مولف صاحب ہدیہ نے ساتویں خطا یہ بیان کی ہے کہ

حدیث ابن ماجہ میں لفظ یقتل کا ہے باب افتعال سے اور افتعال اور مقاتلہ دونوں باہم لڑنے کے معنی ہیں مارے جانے کے معنی کرنا خطا ہے۔

باب افتعال کی خاصیت جیسا کہ مشارکت ہے ایسا ہی مجرد و اَفْعَلَ و تَفَعَّلَ و تَفَاعَلَ و اِسْتَفْعَلَ کی موافقت بھی اس کی خاصیت ہے جیسا کہ فصول اکبری وغیرہ میں مذکور ہے۔ پس مولف ہدیہ نے باب افتعال کی خاصیت کو خاص اشتراک ہی میں جو منحصر کردیا ہے ایسی غلطی کوئی طفل ''صرف میر'' خوان بھی نہ کرے گا۔

آٹھویں خطا یہ بیان کی ہے کہ

''سیادت کو بمعنی ترک دنیا وفقر وفاقہ وغیرہ کے تفسیر کیا''

سیادت کے معنی ابھی بحوالۂ کتب لغت ہم نے بیان کئے ہیں کہ شرف وفضل وحلم وغیرہ کے ہیں پھر جو بھی اخلاقِ فاضلہ ہیں وہ سیادت کے لوازم ہیں اوران پر سیادت کا اطلاق بعید ونادر نہیں ہے۔

نویں خطا یہ بیان کی گئی ہے۔

حدیث سوم میں عبارت ثم ذکر شیئاً لا احفظہ کو مطلق ذکر نہیں کیا۔

یہ اعتراض بھی محض زاید ہے جس سے خطاوں کی تعداد بڑھانے اور اپنی قابلیت جتلانے کے سوا اور کچھ مقصود نہیں معلوم ہوتا کیونکہ کوئی ایسی عبارت کا ذکر نہ کرنا جو مخل مطلب ہو معیوب ہے جیسا کہ خود مولف صاحب ہدیہ نے ہدیہ میں کئی موقعوں پر کیا ہے لیکن یہ عبارت مسطورہ ایسی نہیں ہے کہ ذکر نہ کرنے سے مطلب ومضمون خبط ہوجائے یا اُس کے نقل کرنے سے ناقل کے ذمہ کچھ نقصان عائد ہوتا ہو۔شائد بخوفِ طوالت چھوڑ دیا ہوگا۔

مولف ہدیہ کا یہ بیان بھی صحیح نہیں ہے کہ اس جملہ میں ان کا کوئی فائدہ مضمر تھا کیونکہ یہ فقرہ اُن کے سراسر خلافِ مقصود ہے اس لئے کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ مہدی علیہ السلام کے ساتھ کالے نشانوں والی فوج ولشکر ہونا چاہیئے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ نہ کالے نشان ہی مراد لینا صحیح ہے اور نہ اس حدیث سے کالے نشان یا فوج یا مقاتلہ کو امام مہدی علیہ السلام سے کچھ تعلق ہی ثابت ہوتا ہے اس واسطے کہ ابن ماجہ کی روایت کا جو حصہ ذکر نہیں کیا گیا ہے وہ راوی کا یہ بیان ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لم یقتلہ قوم '' کے بعد کچھ فرمایا تھا جو مجھے یاد نہیں ہے۔پھر حاکم اور ابونعیم کی روایت سے یہ پتہ چلا کہ جو حصہ راوی کو یاد نہیں رہا تھا وہ ''ثم یجی خلیفۃ اللّٰہ المھدی '' کا جملہ تھا۔پس جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے اس حدیث میں چہار علیحدہ علیحدہ واقعات کی پیشین گوئی ہے۔اولاً تین ابنائے خلیفہ کا جنگ وجدال کرنا۔اس کے بعد مشرق میں رایات سود ظاہر ہونا بہت سارے مسلمانوں کا قتل وخون ہونا۔ پھر اس کے بعد خلیفۃ اللہ مہدی علیہ السلام کا ظہور۔ان چاروں امور میں سے ہر ہر امر کے درمیان لفظ ثم آیا ہے اور ثم تعقیب مع التراخی (یکے بعد دیگرے دیر سے واقع ہونے) کے لئے خاص ہے اور خاص قطعی ہوتا ہے۔پس یہ ترتیب بھی قطعی ٹھہری اور ظہور رایات سود کے عرصہ بعد خلیفۃ اللہ مہدی علیہ السلام کا ظہور ہونا ثابت ہوا۔پس مہدی علیہ السلام کے ساتھ فوج اور کالے نشان رہنا باطل ہوگیا۔ چنانچہ خود مولف صاحب ہدیہ کو بھی یہ تسلیم ہے (دیکھو ہدیہ صفحہ ۶۱) لیکن خود اپنے ہی قول کے خلاف اس موقع پر آپ کا یہ اعتراض کرنا کہ کالے نشان اور فوج ولشکر امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ رہنا چاہیئے خلافِ تحقیق ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

غرض مولف صاحب ہدیہ بتاتے اور خود اپنے پچھلے قول کو یاد اور پیش نظر رکھ کر بتاتے کہ جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب نے **ثم ذکر شیئاً لا احفظه** کا جملہ ذکر نہیں کیا تو آپ کا کونسا مطلب فوت ہوگیا؟ اس بحث کے آخر میں مکرر یہ کہہ دینا یا اسی قسم کے ان اعتراضات پر جو اہل مذہب کی کسی بھی فرد خاص کی ذاتی رائے وقیاس سے تعلق رکھتے ہیں بحث کرنے کی چنداں کنندہ کی ذات سے تعلق رکھتی ہے اگر اس کا غلط ہونا فرض بھی کرلیا جائے تو تب بھی نفس احادیث کے اصل مضامین اور ان کے متعلقہ ضروری مباحث کو اس مترجم یا توجیہ کنندہ صاحب نے ذکر نہ کیا ہو یا ملحوظ نہ رکھا ہو کبھی نظرانداز نہیں ہوسکتے اور نہ اس شخصی غلطی کا کوئی اثر ان دلائل پر پڑ سکتا ہے ہے جو اصل مذہب کی مضبوط بنیاد ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا اور اہل مذہب میں سے کسی کی ذاتی رائے وقیاس کی غلطی سے اصل مذہب پر کوئی اثر پڑ جانا تسلیم کرلیا جائے تو علمائے اسلام کی ایسی ہی توجیہات وتاویلات باردہ اور خود مولف صاحب ہدیہ کے بے سروپا ذاتی و شخصی بیانات سے جس کے بہت سے نمونے موقع، بموقع پیش ہوچکے ہیں دین اسلام کی حقیت وصداقت پر اثر پڑنا لازم آئے گا جو صریح خلاف عقل وتحقیق ہے۔

اس کے بعد مولف صاحب ہدیہ نے دلیل چہارم کی بحث شروع کی ہے۔

مہدی علیہ السلام پر لفظ شاب صادق نہ آنے کا اعتراض اور اس کا جواب:۔قولہ دلیل چہارم۔

عبدالملک سجاوندی نے سراج الابصار میں کہا کہ **منها ماروی ابوسعید مولی بن عباس قال سمعت ابن عباس یقول قال رسول الله صلی الله علیه و سلم انی الارجوان تذهب الایام واللیالی حتی یبعث الله منا اهل البیت غلاماً شابا حدثاً لم تلبسه الفتن ولم یلبسها یقیم امر هذه الامة کما فتح هذا الامر بنا ارجوان یختمه الله بنا اخرجه الحافظ ابوبکر البیهقی** الخ۔

قولنا۔امام مہدی علیہ السلام کی شان میں واردشدہ روایتوں میں سے چند روایتیں ''کتاب سراج الابصار'' میں لکھی گئی ہیں از انجملہ تین روایتوں کے متعلق مولف صاحب ہدیہ کو اعتراض ہے ان میں سے پہلی روایت تو یہی ہے دوسری روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ مہدی (علیہ السلام) جوان میانہ رَو ہوں گے ان کے چہرہ کا نور بالوں کی سیاہی پر تابان رہے گا۔ تیسری روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا ہے کہ جب مہدی (علیہ السلام) قایم ہوں گے لوگ اس واسطے ان کا انکار کریں گے کہ وہ جوان ہوں گے اور لوگوں کا یہ گمان ہوگا کہ مہدیؑ تو شیخ کبیر ہوں گے۔

مولف صاحب ہدیہ کو یہاں جو اعتراض ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام پر یہ روایتیں اس لئے صادق نہیں آتیں کہ آپ نے اٹھاون انسٹھ برس کی عمر میں مہدویت کا دعویٰ کیا اور یہ سن شیخوخت کا ہے نہ شباب کا رحلت کے وقت آپ دوموہیہ یا ادھیڑ تھے لہذا آپ لفظ شاب (جوان) کا مصداق نہیں ہوسکتے ہیں۔

اوّلاً۔اس کا جواب یہ ہے کہ محدثین نے احادیث کی جو اقسام بیان کی ہیں ان کے نظر کرتے تینوں روایتوں میں سے پہلی روایت

مرفوع ا؎ کی اور دوسری و تیسری موقوف کی حیثیت رکھتی ہے اور محدثین کے اصول پر ان دونوں قسموں کا ایک حکم نہیں ہے۔

ثانیاً۔ باعتبار سلسلۂ روایت بھی ان روایتوں میں بعض امور قابل بحث ہیں۔

ثالثاً۔ ان میں جو حدیث مرفوع ہے وہ بھی احاد ہے اور محدثین کے نزدیک ہر خبر واحد قطعی نہیں ہوتی۔ پس جو قید یا شرط آحاد کے طور پر مذکور ہو وہ غیر قطعی ہونے کی وجہ سے کسی ایسے امر کی صحت کے لئے مدار و موقوف علیہ نہیں قرار دی جاسکتی جو دوسری صحیح و مشہور و متواتر طرق سے ثابت ہوا ہو۔ چونکہ انبیاء علیہ السلام عموماً کم عمر اور بچپن میں مبعوث نہیں ہوے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلعم نے بھی چالیس سال کی عمر سے قبل دعویٰ نبوت نہیں فرمایا ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام بھی خلیفۃ اللہ ہیں۔ حضرت کی خلافت کئی اعتبارات سے منہاج نبوت کے مطابق ہے لہذا جو عمر منصب نبوت کے لئے مقرر ہے وہی دعویٔ مہدیت کیلئے ہونا چاہیئے۔ ان روایتوں کا اگر یہ مطلب ثابت کیا جائے کہ مہدی علیہ السلام کم عمر اور بالکل نوجوان مبعوث ہونگے تو اس صورت میں یہ روایتیں اس اصول متواتر کے مخالف ہونگی جو تمام خلفاء اللہ کی بعثت کے لئے بطور سنۃ اللہ پایا گیا ہے۔ لیکن اصل میں یہ روایتیں اس اصول کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ان روایتوں کا جو مفہوم و معنی مولف صاحب ہدیہ نے سمجھا اور بیان کیا ہے وہ کئی وجوہ سے غلط ہے چنانچہ مولف ہدیہ کی یہ غلطی آیندہ مباحث میں متعدد طریقوں سے واضح ہوگی۔

رابعاً۔ ان تمام وجوہ و مباحث کے قطع نظر یہ روایتیں بھی حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق و منطبق ہیں اس لئے کہ ان روایتوں میں جو لفظ ''شاب'' ہے اس سے امام مہدی علیہ السلام کا ابتدائے بعثت و عادت ہے۔ ہر کوئی ابتدا میں شاب اور جوان ہوتا ہے آخر میں ضرور شیخوخت عارض ہوتی ہے۔ دنیا کا قانون مستمرہ یہی ہے۔ پس بحسبِ روایت حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت حالتِ شاب میں ہونا ان روایتوں کا مصداق ہونے کے لئے کافی ہے۔ ان سے یہ تو ثابت نہیں ہے کہ رحلت کے وقت تک بھی امام مہدی علیہ السلام شاب ہی رہیں گے اور دومویہ نہ ہوں گے۔ پس رحلت کے وقت حضرت امامنا علیہ السلام کا دومویہ ہونا ان روایتوں کے منافی نہیں ہے۔

خامساً۔ باعتبار سن شباب کے بھی اس کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات و سِیَر کی کتابوں میں بروایتِ مشہورہ و متواترہ مذکور ہے اور مولف صاحب ہدیہ نے اس کو دیکھا ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام کا دعویٰ اٹھارہ برس غیر موکدّ اور پانچ سال موکدّ اس طرح جملہ تیئیس (۲۳) سال رہا ہے اور حضرتؑ کی رحلت ترسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ہوئی ہے چنانچہ اس کا اعتراف تو مولف صاحب کو بھی ہے (دیکھو ہدیہ صفحہ ۶۲) پس ترسٹھ سال میں سے تیئیس سال خارض ہونے کے بعد یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے جو ہر عالم و جاہل۔ خاص و عام سے مخفی نہیں ہے کہ دعویٔ مہدیت چالیس برس کی عمر سے شروع ہوا ہے اور چالیس برس کا سن بقول

ا؎ حضرت رسول اللہ صلعم کے نام سے کوئی صحابی روایت کرے کہ حضرت نے ایسا فرمایا یا ایسا کیا ہے وہ حدیث مرفوع کہلاتی ہے اور جو مضمون کوئی صحابی اپنی ذات سے کہے اور رسول اللہ صلعم سے روایت نکرے تو وہ حدیث موقوف ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں کا ایک حکم نہیں ہوسکتا کیونکہ اول قول و فعل رسولؐ ہے اور دوسرا قول و فعل صحابی ہے۔۱۲ شہاب بن نصرت غفرلہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

مولف ہدیہ حسبِ تحقیقِ اطبا ''سن شاب'' ہے جیسا کہ خود مولف صاحب ہدیہ نے بھی ہدیہ کے صفحہ (۶۳) پر اس کا اقرار کیا ہے کہ ''تیس برس سے چالیس برس تک سن شاب ہے'' اور صاف ظاہر ہے کہ جب رحلت کے وقت ہی حضرت کے موے سیاہ موے سفید پر غالب تھے تو اس سے تئیس (۲۳) سال قبل چہل سال عمر میں ریش وسرِ مبارک کے بال کس قدر گھنے سیاہ ہوں گے **لا حاجة الی البیان** اس اعتبار سے بھی یہ روایتیں امامنا علیہ السلام پر صادق ہیں اور ''**یعلو نور وجهه سوادشعره**'' اور ''**شاب مربوع**'' کا آپ پورے مصداق تھے۔

سادساً۔ خود مولف صاحب ہدیہ نے اسی بحث کے ضمن اٹھاون (۵۸) سال کی عمر سے پہلے بھی حضرت کا دعویٰ فرمانا بیان کیا ہے بلکہ یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت کی پیدائش اور طفولیت ہی سے ہر زمانہ میں آپ کا دعویٰ ہوتا رہا ہے اور بعض ایسے واقعات بھی لکھے ہیں جن سے ان دعوؤں کا ثبوت ملتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ **غلاماً۔ حدثاً۔ شاباً**۔ کے الفاظ جوان روایتوں میں آے ہیں ولو بالفرض اُن کے معنی لڑکا۔ نوعمر۔ جوان ہی کئے جائیں وہ سب بھی حضرت پر پورے صادق اور منطبق ہیں اور مولف صاحب کے شبہات واعتراضات خود انہی کے بیان سے غلط ثابت ہوتے ہیں۔

سابعاً۔ رہی یہ بات کہ مولف صاحب ہدیہ نے ان دعووں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ''ایسے دعووں کا کیا اعتبار ہے'' لیکن انہوں نے اسکی کوئی وجہ نہیں بتائی کہ یہ دعوے قابل اعتبار کیوں نہیں ہیں؟

جبکہ دعوی غیر موکد اور دعوی موکد دونوں بھی حضرت ہی کے دعوے ہیں تو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ دعوی غیر موکد دعوی نہیں تھا۔ اس کی مثال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک میں دیکھو ابتداے اسلام کے تیرہ سال جب تک آپؐ مکہ میں تشریف رکھتے تھے دعویٰ میں شدت نہیں تھی۔ منکرین ومعاندینِ اسلام سے کوئی تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔ اُن کے ہر طرح کے مظالم سہے جاتے تھے۔ ان سے انتقام لینے اور ان سے جہاد کرنے کے احکام نازل نہیں ہوے تھے۔ ہجرت کے بعد سے وفات تک دس سال اس کے برعکس تھے۔ پس آپ یا اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ابتدائی زمانہ کا دعویٰ چونکہ عام اور شدید نہیں تھا اس لئے وہ دعویٰ ہی نہیں تھا یا قابل اعتبار نہ تھا۔

ثامناً۔ جو دعوے ایامِ طفولیت یا اس سے بعد ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں جن کا مولف صاحب ہدیہ کو اعتراف ہے اُن کی حیثیت ارہاصات [۱] کی ہے۔ اگر آپ کے پاس ''ارہاصات'' محض قبلِ دعویٰ ہونے کی وجہ سے قابلِ اعتبار نہیں ہیں تو حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام ارہاصات بھی آپ کے نزدیک قابل اعتبار نہ ہونا چاہیئے جو قبلِ دعویٰ نبوت ظاہر

---

[۱] ارہاص کے لغوی معنی بنیاد واساس کے ہیں علماے سیرت کی اصطلاح میں کسی خلیفۃ اللہ کے وہ معجزات ومخصوص خوارقِ عادات جو دعویٰ نبوت سے قبل ظاہر ہوتے ہیں ''ارہاصات'' کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ بعد میں ہونے والے دعویٰ کے لئے بمنزلہ بنیاد واساس کے ہیں۔ اکثر انبیاء علیہم السلام سے اس قسم کے ارہاصات ظہور میں آئے ہیں خصوصاً حضرت پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سارے ارہاصات ظاہر ہوئے ہیں جن کو اہل سیرت نے خصوصیت و اہمیت کے ساتھ حضرت کی پاک سیرت میں ذکر کیا ہے۔۱۲ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

ہوئے ہیں حالانکہ وہ حضرت کی سیرت کا ایک ضروری اور قابل لحاظ جز سمجھے جاتے ہیں اس صورت میں آپ کا ان کو نا قابل اعتبار سمجھنا تمام اہل سیر کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے۔

یہ سب تقریر تو مولفِ ہدیہ کے اس قول کو صحیح فرض کرنے پر مبنی تھی کہ لفظ ''شاب کے معنی بلحاظِ سن جوان ہی کے لئے جائیں لیکن مولف صاحب خود کہتے ہیں کہ۔

''حضرت رسالت وعلی مرتضیٰ وامام حسین علیہم السلام عرب ہیں کہ زبان عرب میں بات کرتے ہیں معنی اُن کے کلام کے وہی ہیں جو کہ لغت عرب سے ثابت ہوویں ورنہ امان لغت سے اٹھ جاوے اور ہر شخص کے جیسا دل میں آوے ویسا سمجھ لیا کرے''

لہٰذا اب تحقیق کی جاتی ہے کہ لغتِ عرب ومحاورۂ عرب کے مطابق ''شاب'' کا اصل کیا ہے؟ اور وہ کن کن معنی کا فائدہ دیتا ہے اور کن اعتبارات سے اس کا استعمال ہوتا ہے تاکہ مولف ہدیہ کے اس اعتراض کی اور بھی قلعی کھل جائے۔

واضح ہو کہ لفظ ''شـاب'' کا مادہ ''شبب'' ہے اس مادہ سے جو الفاظ مشتق ہیں وہ متعدد معانی کا فائدہ دیتے ہیں۔''شبب'' زیادہ مُسن گاو دشتی کو کہتے ہیں''شبـاب'' گھوڑے کے الف ہونے کو اور ''شِبٌّ'' آگ روشن کرنے کو اور شُبُوبٌ''ایندھن کو کہتے ہیں۔کبھی اسکا معنی قوت وزیادتی کا ہوتا ہے۔جیسے محاورہ ہے''هـذا شبـوب لكذا اى يزيد فيه و يقويه'' مشبوب حسین وجمیل کو کہتے ہیں (صراح) ابن اثیر کی مشہور لغت ''نہایۃ فی غریب الحدیث والاثر'' اور مجمع البحار میں لکھا ہے۔

رجل مشبوب اذاكـان ابيض الـوجـه اسود الشعر واصـلـه من شبّ النار اذا اوقد ها فتلا لاء ت ضياءً و نـوراً الافيال العباهلة والارواع للشابيب اى السادة الـرؤس الـزهـرا الالوان الحسان المناظر واحد هم شبوب كا نما وا قدت الوانهم بالنار۔	جب کوئی سپیدی و روشن چہرہ اور کالے بالوں والا ہوتو اسکو ''رجل مشبوب'' کہتے ہیں اس کی روشنی اور نور چمکنے لگے تو شب النار کہتے ہیں۔ افیال العباہلہ والارداع المشابیب سے مراد سردار۔ رئیس سفید رنگ خوش منظر کے ہیں ۔ اس کا واحد ''مشبوب'' ہے گویا ان کا رنگ آگ سے روشن کیا گیا ہے۔

پس اس لحاظ سے ''شاب'' کا اطلاق حسن وجمال اور قوت کے اعتبار سے ہوسکتا ہے نہ صرف سن وسال کے اعتبار سے۔

اسی کی مثال لفظ ''فتیٰ'' موجود ہے جو محاورہ میں قریباً ''شاب'' کا ہم معنی مستعمل ہوتا ہے۔صراح میں ہے ''فتیٰ'' جوان وجوانمرد۔فُتوّۃ بالضم جوانمردی۔پس فتوۃ وکرم کے نظر کرتے شیخ کبیر کو بھی ''فتیٰ'' کہا جاتا ہے چنانچہ یہ مسہور مقولہ لا فتیٰ اِلّا عـلـی ''(کوئی فتیٰ نہیں ہے سوائے علی کے) اگر سن فتیٰ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو خود مولف ہدیہ لکھتے ہیں کہ ''سن غلامیہ اور رہاق کہ زمانہ قریب بلوغ کا نام ہے تابلوغ بعد اس کے سنّ فتیٰ کہ قریب تیس برس تک یہی نام ہے'' پس بقول مولف ہدیہ جناب مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر فتیٰ کا اطلاق درست نہ ہونا چاہیئے کیونکہ آپ کا سنّ شریف فتیٰ سے متجاوز تھا۔لیکن یہ اطلاق اس لئے درست

www.khalifatullahmehdi.info

وصحیح ہے کہ فتٰی سے مراد ''ذو فُتُوۃِ وکَرَم'' ہے حضرت کے سن وسال کا بیان مقصود نہیں ہے۔اگر ایسا نہ ہو تو لَا فتیٰ اِلّا عَلی '' کہنا غلط ہوگا یا مولف صاحب ہدیہ کو ثابت کرنا ہوگا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وفات تک تیس ہی برس کے تھے۔

اسی طرح ''شاب'' کا اطلاق بھی بلحاظ حُسن و جمال وخوبصورتی وغیرہ ہوسکتا ہے اگر چہ سنّ شباب نہ بھی ہو۔

کبھی از روئے محبت وشفقت شیخ کو فتٰی اور شاب اور جوان کو صغیر و ولید کہا جاتا ہے چنانچہ حدیث ''الحسن والحسین سیداشباب اهل الجنة ''(حسن وحسین جنتی جوانوں کے سرادر ہیں) کی شرح میں ''لمعات'' میں یہی توجیہات ذکر کی گئی ہیں۔

قبل اراد بالشباب الفتيان بمعنى الفتوة بمعنى الكرم كما يقال فتىٰ وان كان شيخاً مشيراً الِى فتوته وَ مروّته فتدبر. ويجوزان يكون سمّاها شاباً مع كونهما كهلين تعطفاً و تحبباً كما يسمّى الوالد ولده صغيراً و وليداً وإن كان شاباً مُسِناً۔

شباب سے مراد بلحاظ فتوۃ وکرم ''فتیاں'' ہیں جیسے کسی کو جو باعتبار عمر شیخ ہو''فتٰی'' کہتے ہیں اس سے اُس کی فتوۃ ومردۃ کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے یہ بھی جائز ہے کہ حسنین کو باوجود کھل یعنی ادھیڑ ہونے کے محبت ومہربانی سے شاب کہا گیا ہو جیسے باپ اپنے فرزند کو صغیر و ولید کہتا ہے اگر چہ وہ جوان اور زیادہ عمر والا ہو۔

پس ٹھیک اسی طرح مذکورہ روایتوں میں امام مہدیِ موعود علیہ السلام کی ذات اقدس پر بلا لحاظ عمر حسن و جمال کے اعتبار سے شباب کا اطلاق صحیح ہے جس طرح حضرت علی مرتضٰی (کرم اللہ وجہہ) پر سن فتٰی سے متجاوز ہونے کے باوجود فتی کا اطلاق اور حضرات حسنین (رضی اللہ عنہما) پر سنّ کہولت میں ہوتے پر''شاب'' کا اطلاق صحیح ہے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت شہید کربلا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے لئے جو ان ذوات مقدسہ سے نسبتِ فرزندی رکھتے ہیں پدری شفقت ومحبت سے ''شاب'' فرمایا ہو۔

کبھی ظاہری ہئیت اور قوت وتوانائی کے اعتبار سے ''شاب'' اور ''شیخ'' کا اطلاق ہوتا ہے۔''مواہب لدنیہ'' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بیان میں لکھا ہے کہ

ركب صلى اللّٰه عليه و سلم راحلته بعد الجمعة متوجهاً الى المدينة و روى انس بن مالک انه صلى اللّٰه عليه و سلم اقبل المدينة وهو مروف ابابكر و ابوبكر شيخ والنبى شاب الخ

نماز جمعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوکر مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر ابوبکر کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے مدینہ کی طرف چلے۔ابوبکر شیخ (بوڑھے) تھے اور نبیؐ شاب (جوان) تھے۔

www.khalifatullahmehdi.info

دیکھو ''شیخ وشاب'' کا اطلاق ہئیت ظاہری اور قوت وتوانائی کے اعتبار سے ہے سِنّ شاب وسِنّ شیخوخت کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ہے کیونکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اُس وقت ترپن (۵۳) سال کی تھی اور بقول مولف ہدیہ یہ سِنّ کہولت ہے اور حضرت پر لفظ ''شاب'' صادق نہ آنا چاہیئے۔اور ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عمر میں چھوٹے ہیں اس کے باوجود آپ کو شیخ کہنا کس طرح صحیح ہے جبکہ بقول مولف ہدیہ سِنّ شیخوخت ساٹھ برس سے شروع ہوتا ہے۔پھر بڑی عمر والی ذات اقدس کو ''شاب'' (جوان) اور کم عمر والی کو شیخ (بوڑھا) کہنا خود اس بات کی دلیل واضح ہے کہ ان الفاظ کا اطلاق کرنے میں سِنّ وسال کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔اگر ایسا نہیں ہے تو مولف ہدیہ کو باعتبار سن ان الفاظ کے اطلاق کو مطابق کر کے دکھانا ہوگا ورنہ جو گستاخی حضرت امامنا علیہ السلام کی جناب میں کر کے کہا گیا ہے وہی گستاخی و بے ادبی کر کے یہاں بھی یہ شعر دُھرانا ہوگا کہ

شیئان عجیبان هما ابرد من یخ

دو چیزیں عجیب ہیں جو برف سے بھی زیادہ سرد ہیں

شیخ یتصبیّ و صبی یتشیخ

بوڑھے کا بچہ اور بچہ کا بوڑھا بننا

ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث لکھی ہے۔

ان النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم قال دخلت الجنة فاذا انا بقصر من ذهب فقلت لمن هٰذا القصر قالوا لشاب من قریش فظننت انی انا هو فقلت و من هوقالو العمر بن الخطاب هذا حدیث صحیح۔	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے ایک طلائی محل دیکھا میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ (فرشتوں نے) کہا قریش کے ایک جوان کا ہے۔میں نے گمان کیا کہ وہ جوان میں ہی ہوں گا۔میں نے کہا وہ جوان کون ہے۔کہا عمر بن الخطاب ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

ترمذی نے یہ حدیث صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔اس حدیث میں حضرت عمر بن الخطابؓ پر ''شاب'' کا اطلاق ہوا ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو شاب کا مصداق تصورت فرمایا ہے۔حالانکہ اِن دونوں حضرات مقدس کی عمر شریف ترسٹھ سال ہے اور بقول مولف ہدیہ یہ سِنِّ شیخوخت ہے سِن شباب نہیں ہے اب مولف صاحب ہدیہ فرمائیں کہ آپ کا یہ گستاخانہ قول کہ ''کہیں شیخ بھی شاب ہوسکتے ہیں لیت الشباب یعود ایک خام خیال ہے'' اس حدیث شریف کے نظر کرتے کس قدر غلط اور سوء ادب پر مبنی ہے۔

نیز آپ کے اس قول کے مطابق کہ ''حضرت رسالت عرب ہیں زبان عرب میں بات کرتے ہیں معنی اُنکے کلام کے وہی ہیں جو لغتِ عرب اور محاورۂ عرب سے ثابت ہوویں'' ہم پوچھتے ہیں کہ یہ حدیث شریف محاورۂ عرب کے موافق ہے یا نہیں؟ اگر موافق ہے تو اس سے ''شاب'' کا اطلاق ترسٹھ سالہ عمر والے شیوخ پر بھی درست ہونا ثابت ہوا اور آپ نے سنِّ شباب و سنّ شیخوخت کے لحاظ سے حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس لفظ ''شاب'' کا مصداق نہ ہونے کی نسبت جس قدر بحث کی ہے وہ خود بخود کالعدم ہوگئی۔ اور اگر آپ کہیں کہ (معاذ اللہ) یہ حدیثِ شریف محاورۂ عرب کے موافق نہیں ہے تو یہ ایک ایسی بدترین گستاخی ہوگی جو کوئی مسلمان تو کبھی نہیں کرسکتا۔

ایسا ہی ''حدیث'' کا معنی صرف نوعمر ہی نہیں ہے بلکہ لغت میں مرد خوش بیان کو بھی ''حدیث'' کہتے ہیں چنانچہ منتہی الارب میں لکھا ہے۔

''حدیث'' مرد بسیار سخن و خوش سخن است''

پس حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس اپنی مسلّمہ طاقتِ لسانی اور مشہورِ آفاق معجز بیانی سے جس کے اپنے اور بیگانے سبھی معترف ہیں اس لغت عرب۔ محاورۂ عرب۔ احادیث و سیَر کی ان چند مثالوں سے جو ذکر کی گئی ہیں ثابت ہے کہ مولف صاحب ہدیہ نے ان روایتوں سے متعلق جو اعتراضات کئے ہیں وہ متعدد وجوہ سے خلاف تحقیق ہیں۔ اور انہوں نے مولفین مہدویہ کی نسبت کج فہمی کا جو الزام واتہام لگایا ہے اُس کے خود ہی مورد و مصداق ہیں اور اُن کا حق سے اعراض وانکار کرنا اسی کج فہمی کا ثمرہ ہے۔

اس کے بعد ہم مولف صاحب ہدیہ کی بیان کردہ دلیل پنجم سے بحث کرتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام اور مجدد میں امور مابہ الامتیاز:۔ دلیل پنجم۔ مشکوٰۃ شریف میں سنن ابوداؤد سے منقول ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ **ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجد دلھا دینھا** ۔یعنی بتحقیق اللہ تعالیٰ اٹھاوے گا واسطے فائدہ اس امت کے انتہاے ہر سو برس پر ایسے شخص کو کہ تازہ کردے واسطے امت کے دین اس کا انتہیٰ سراج الابصار میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح میں مذکور ہے کہ مجدد دسویں صدی میں مہدیؑ ہیں جیسا کہ ''تنبیہ التحرز وغیرہ کتب میں مذکور ہے اور جیسا کہ نووی نے ذکر کیا اور ایسئی ولی صادق سید محمد گیسو درازؒ نے ایک ملفوظ میں کہا ہے اور طبری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا کہ مہدی نو سو پانچ پر ظاہر ہوں گے اور اس ذات کا ظہور بھی اسی تاریخ پر ہوا انتہیٰ۔

مولف صاحب ہدیہ نے بزعم خود اس کو دلائل اثبات مذہب میں پانچویں دلیل قرار دے لیا ہے اور اس پر چند اعتراض بھی وارد کر لئے ہیں ''بنائے فاسد علی الفاس'' کا مصداق ہیں کیونکہ اس کو دلیل مذہب سمجھنا خود غلط ہے اور پھر اس غلط مفروضہ پر اعتراضات قائم کر لینا غلط در غلط ہے۔ ان اعتراضات پر بحث کرنے سے پہلے چند امور ناظرین کرام کے لئے قابل غور ملاحظہ ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

اولاً یہ کہ ابوداؤد کی اس حدیث **ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجد دلھا دینھا** کے اصول کے مطابق اسکی صحت وضعف سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ پس بتقدیر صحت یہ خبر واحد ہے اور دوسری اخبار آحاد کا جو حکم ہے یہ خبر واحد بھی اسی حکم میں داخل ہے۔

ثانیاً یہ حدیث خبر واحد ہونے کے باوجود اس سے مجددین کا ہونا ثابت ہوتا ہے جو متعدد ہوں گے اور ہر زمانہ میں ہوتے رہیں گے امام مہدی علیہ السلام کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ ایسا ہی امام مہدی علیہ السلام سے متعلق جو کثیر التعداد حدیثیں وارد ہیں اور جو تواترِ معنوی کی حد تک پہنچی ہوی ہیں ان میں مجددین کا کوئی ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدیؑ موعود علیہ السلام سے مجددین کو کوئی تعلق نہیں ہے۔

ثالثاً۔ ذرا غور وتعمق کی نظر سے مجدد اور امام مہدی علیہ السلام میں جو بیّن فرق ہے اس کو دیکھا جائے تو یہ مسئلہ اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

(۱) باتفاق اہل سنت واہل تشیع امام مہدی علیہ السلام کی ذات معصوم عن الخطا ہے اور مجدد کے لئے معصوم عن الخطا ہونا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے جن بزرگوں کو مجدد مانا ہے ان میں سے کوئی بھی مجدد کے معصوم ہونے کا قائل ومعتقد نہیں ہے۔

(۲) احادیث میں امام مہدی علیہ السلام کے خلیفۃ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع تام ہونے کی صراحت آئی ہے لیکن کوئی مجدد خلیفۃ اللہ یا تابع تامِ رسول اللہؐ ہونا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے اور اسی لئے کوئی خلیفۃ اللہ ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا۔

(۳) اہلِ سنت کے نزدیک امام مہدیؑ موعود علیہ السلام کی ذات اقدس خلیفۃ اللہ اور **مُلھَم مِنَ اللّٰہ** اور معصوم ہونے کے اعتبار سے مجتہدین سے بھی اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہے اور مجدد کا یہ مرتبہ نہیں ہے۔

(۴) امام مہدی علیہ السلام کی ذات محققین صوفیا کرام کے نزدیک حسبِ صراحت احادیث خاتمِ دین یعنی خاتمِ ولایتِ محمدیہ اور خاتم الاولیاء ہے مجددین کو یہ منصب حاصل نہیں ہے۔

(۵) امام مہدی علیہ السلام کا وجود باوجود احادیثِ قیامت اور ضروریاتِ دین سے ہے لیکن کسی بھی مجدد کا وجود ضروریات دین سے نہیں ہے۔

(۶) امام مہدی علیہ السلام پر ایمان لانا ضروری اور آپؑ کا انکار کفر ہے مگر کسی مجدد کا ماننا یا اس کی تصدیق کرنا ضروری نہیں اور نہ اس کے انکار کرنے والے پر کوئی حکم عائد ہو سکتا ہے۔

(۷) احادیث میں مجدد کے لئے کوئی خاص معیار قابلیت یا خصوصیات نہیں ہیں ہر مجتہد وہر عالم وہر مصلح اپنے زمانہ کا مجدد ہو سکتا ہے۔ مجدد کے لئے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنا بھی شرط نہیں ہے جن بزرگوں کو مجدد مانا گیا ہے ان میں سے بہت کم بزرگوں نے خود اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے بلکہ دوسرے لوگوں نے اپنی رائے وقیاس کی بنا پر اُن کو مجدد قرار دے لیا ہے۔ چنانچہ السراض المنیر شرح جامع الصغیر میں اسی حدیث مبحوث عنہ کی شرح میں لکھا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

قال ابن کثیر وقد ادعٰی کل قوم فی امامھم انه المراد بذٰلک والظاهر حمله علی العلماء من کل طائفة قال العلقمی معنی التجدید احیاء ماندرس من العمل بالکتاب والسنة والامر بمقتضا هما واعلم ان المجدد انما هو بغلبة الظن بقرائن احواله والانتفاع بعلمه۔

ابن کثیر نے کہا ہے کہ ہر جماعت نے اپنے امام کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ مجدد سے وہی مراد ہے اور ظاہر ہے کہ ہر جماعت کے علماء پر مجدد کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ علقمی نے کہا ہے کہ تجدید سے مراد کتاب وسنت پر جو عمل مٹ گیا ہو اس کو تازہ کرنا اور ان کے موافق حکم دینا ہے یہ معلوم رکھو کہ مجدد کا اطلاق اس کے علم سے منتفع ہونے کے لحاظ سے ظن غالب پر مبنی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک ہی زمانہ میں اور ایک ہی مقام پر ایک سے زیادہ اشخاص کو مجدد قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس کے مقابل امام مہدیٔ موعود علیہ السلام کی شان وعظمت اس سے ارفع واعلیٰ ہے باتفاق اکابرینِ اہلِ تشیع مہدیّت کا مفہوم مجددیّت کی طرح متعدد نہیں ہے بلکہ مہدیٔ موعود ایک ہی ذات اقدس ہے جس کے فضائل وخصوصیات احادیث میں مفصل اور صاف طور پر بیان ہوئی ہیں۔ محققین کے نزدیک منصب مہدیت کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا یہ منصب عطا فرمایا ہے اور امام مہدیٔ موعود علیہ السلام کا دعویٔ مہدیت کرنا شرط ہے لوگوں کی رائے وقیاس یا گمانِ غالب کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ وہ محض اپنے قیاس وگمان کی بنا پر کسی کو بغیر دعویٰ کے مہدیؑ فرض کرنہیں سکتے ہیں۔

غرض یہ اور ان کے علاوہ اور کئی وجوہ ہیں جن سے مجدد کو امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ کوئی نسبت نہیں این السھا من الثریا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حدیث ثبوت مہدیت کی مستقل دلائل سے نہیں ہے۔ جناب مولف ''سراج الابصار'' رحمتہ اللہ علیہ نے بھی نفس حدیث سے نہیں بلکہ اِس حدیث کے بعض شارحین کے اُن اقوال کو سنداً پیش کیا ہے جنھوں نے دسویں صدی میں امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہونا بیان کیا ہے پس مولف ہدیہ کا یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ ''میاں عبدالملک'' (مولف سراج الابصار) اس حدیث کو اپنی دلیل ٹھہراتے ہیں۔

رابعاً۔ جناب مولف سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ نے جن بزرگوں کے اقوال سنداً پیش کئے ہیں اور جن پر مولف ہدیہ کو بعض اعتراضات ہیں اُن کے متعلق نکتہ سنج ناظرین کو یہ بات یادرکھنا چاہیئے کہ عام طور پر تمام اہلِ (مذاہب) کی عادت ہے کہ حقیقی دلائل مذہب کے ساتھ ایسے امور بھی ذکر کئے جاتے ہیں جو اصل دلائل یا بنائے دعویٰ نہیں بلکہ اُس کے مویدات سے ہوتے ہیں۔ انہی مویدات میں ایسے لوگوں کے اقوال بھی شامل ہوتے ہیں جو کسی فن کے واقف یا خصم کے نزدیک قابل احترام ہوں۔

اس کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بعض راہبوں کاہنوں یا دوسرے غیر مسلم مشاہیر نے جو کچھ کہا ہے اُن کے اقوال کو علمائے اسلام سنداً پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اقوال وواقعات صرف اسلامی مورخین واہلِ سِیَر ہی نے بیان کئے ہیں اور اُن کی تصحیح النقل کہ ان راہبوں وغیرہ نے ایسا کہا بھی تھا کسی اور ذرائع سے نہیں کی گئی ہے۔ لیکن اِن اقوال کے پیش کرنے کا

www.khalifatullahmehdi.info

یہ معنی نہیں ہوتا کہ ان پر اثبات نبوت و رسالت موقوف ہے کہ اگر ان اقوال کی تصحیح النقل نہ ہوسکے یا یہ اقوال غلط ہی ثابت ہوجائیں تو معاذ اللہ پیغمبر اسلام (ارواحنا فداہ) کی نبوت و رسالت کے صحیح ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجایش ہوسکے گی۔

اِن اقوال کی بھی جو بعض مولفین مہدویہ نے اپنی تالیفات میں پیش کئے ہیں ٹھیک یہی صورت ہے۔ یہ مستقل یا حقیقی دلائل نہیں ہیں اور نہ وہ صحت مذہب کے مدار و موقوف علیہ ہیں کہ ان کی تصحیح النقل نہ ہونے یا ان کے غلط ہونے سے مذہب مہدویہ پر کوئی اثر پڑنے کا گمان تک ہوسکتا ہے۔

خامساً۔ مولف صاحب ہدیہ نے اکثر وبیشتر یہی غلطی کی ہے کہ کسی بھی مہدوی مولف کی ذاتی رائے وقیاس کو تمام اہل مذہب کی رائے یا اصل مذہب وبنائے مذہب سمجھ لیا اور اس رائے کی غلطی کو تمام مہدویہ کی غلطی قرار دے لیا ہے چنانچہ اسی کے ضمن میں انہوں نے یہ غلط نتیجہ نکالا اور یہ بدگوئی کی ہے کہ۔

مہدویہ کے خزانہ میں جھوٹ کی کچھ کمی نہیں اور طوفان کذب وافترا کا ان کی کتابوں میں موج زن ہے۔

(ہدیہ صفحہ ٦٦)

حالانکہ جن مولفین نے جو اقوال پیش کئے ہیں اگر ان کا غلط ہونا فرض بھی کرلیا جائے تو یہ انہی مولفین کے استدلال کی کمزوری یا رائے واجتہاد کی غلطی ہوگی اس سے تمام اہل مذہب پر کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا اور نہ اصلِ دعوی پر کوئی اثر مترتب ہوسکتا ہے چنانچہ خود مولف ہدیہ نے اسی بحث کے ضمن میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند محمد بن حلیفہ اور حضرت جعفر وابوقبیل اور خود شیخ جلال الدین سیوطی جیسے جلیل القدر ہستیوں کے اقوال کو اپنے زعم باطل میں غلط ٹھہرایا ہے جنھوں نے ظہور امام مہدی علیہ السلام کا سنہ و سال بیان کیا اور قیامت وعلامات قیامت کے ظہور پذیر ہونے کی مدت اپنی رائے وقیاس سے معین کی تھی اور آخر میں امام نوویؒ طبریؒ۔ حضرت گیسو درازؒ کے کشف واجتہاد میں بھی خطا واقع ہونے کا احتمال ظاہر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

غرض کہ جب کہ ایسے ایسے اکابر کرام کو کشف اور اجتہاد میں خطا ہوتی ہے تو حضرت گیسو درازؒ اور نووی اور طبری سے بشرط صحت نقول کے کیا عجب ہے۔الخ (ہدیہ صفحہ ٦٨)

پس ظاہر ہے کہ بقول مولف ہدیہ ان بعض اکابر کی رائے یا کشف میں غلطی ہوئی ہے تو اس سے تمام اکابر کو غلط گو قرار دینا کبھی درست نہ ہوگا اور نہ اس غلطی سے نفس قیامت وآثارِ قیامت کا وجود ہی باطل ہوجائے گا اور نہ دینِ اسلام کی صداقت پر کوئی آنچ آسکتی ہے۔ یہی نوعیت مولفین مہدویہ کی ذاتی رائے وقیاس کی ہوسکتی ہے اور مولف ہدیہ کی وہ سب پریشان بیانی جو اس کے متعلق ہوئی ہے لاحاصل ولاطائل ثابت ہوجاتی ہے۔

مولف ہدیہ نے جو دلیل پنجم قرار دی ہے اور اُس پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کی حقیقت ان تمہیدی مباحث سے ایک حد تک ظاہر ہوگئی ہے اور ان سے بحث کرنے کی چنداں ضرورت باقی نہیں ہے۔ تاہم ان اعتراضات پر بھی ایک سرسری نظر ڈالنا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

لیکن اس بحث کے ضمن میں مولف صاحب ہدیہ بہت سی غیر ضروری اور غیر متعلق بحثوں میں الجھ گئے ہیں۔ جیسے واقعاتِ قیامت۔مقدماتِ قیامت کی تفصیلات اور ہر ایک زمانہ کی تخمین وقیاس۔ دجال کے واقعات۔ ریل گاڑی کو دجال کا[1] گدھا بتانا۔تختِ سلیمان علیہ السلام کی پرواز اور آپؐ کے مقامات سفر یا منازل کا بیان۔ حدیث ''النبی علیہ السلام لا یکث فی قبرہ الف سنة'' (یعنی نبی علیہ السلام اپنی قبر شریف میں ایک ہزار برس نہیں ٹھہریں گے وغیر مضامین جو رسالۃ الکشف (مولف شیخ جلال الدین سیوطی) اور رسالہ بستان الجن وغیرہ کے حوالہ سے لکھے گئے ہیں یا اپنی اٹکل دوڑائی ہے ان کو اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ لاطائل طور پر کئی صفحے کالے کئے گئے ہیں ہم اس موقع پر ان سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

اس قسم کے بے تعلق مباحث سے قطع نظر کر کے اصل اعتراضات کو دیکھا جائے تو ان کا خلاصہ یہی ہے کہ

۱۔ جن کتابوں سے دسویں صدی میں ظہور مہدی علیہ السلام ہونا نقل کیا گیا ہے ان کی تصحیح النقل کی جائے۔

۲۔ امور غیبی مثلاً قیامت یعنی امام مہدی علیہ السلام کا ظہور اور خروج دجال ونزول عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں اور کسی کی تخمین وقیاس کا ایسے امور غیبی میں اعتبار نہیں۔

۳۔ شواہد الولایت میں حدیث ان اللہ یبعث لهٰذه الامة الحدیث میں ایک عبارت بڑھادی اور سید مصطفیٰ صاحب مہدوی نے ایک نئی حدیث ہی بنالی ہے۔

۴۔ لغوی مہدیوں کا بیان اس واہیات سے کیا ہے کہ بعض اولاد فاطمہؓ ہی سے نہیں ہیں اور بعض کو جس صدی کا مجدد قرار دیا گیا ہے اس صدی ان کا وجود ہی نہیں تھا۔

۵۔ راس صدی سے مراد آخر صدی ہے اس کا معنی ابتداے صدی لینا غلط ہے ہم ترتیب وار ان اعتراضات پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔ امر اول اس حد تک صحیح ہے کہ تصحیح النقل ناقل کے ذمہ ہوتی ہے۔لیکن ناقل جب اپنے ماخذ کا حوالہ دیدے تو ناظرین پر لازم ہوتا ہے کہ اولاً اسی کتاب کا مطالعہ کرے جس کا ناقل نے حوالہ دیا ہے۔ اگر مضمون منقولہ اس میں نہ پائے تو اس صورت میں تصحیح النقل کا مطالبہ درست ہوسکتا ہے،لیکن مولف صاحب ہدیہ نے ایسا نہیں کیا ہے۔''سراج الابصار'' میں ''تاریخ طبری'' کا حوالہ دیا گیا ہے اور آپ ''تاریخ ابن اثیر'' میں یہ مضمون نہ ہونا بیان کرتے ہیں اور حجت یہ پیش کی ہے کہ تاریخ ابن اثیر کا اصل اور ماخذ تاریخ طبری

---

[1] مولف صاحب ہدیہ نے مسلم وترمذی کے حوالہ سے ایک حدیث کا یہ مضمون ''ہدیہ'' میں لکھا ہے کہ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کی نسبت پوچھا کہ ''دجال کی تیز رفتاری کس قدر ہوگی فرمایا جیسا کہ ابر باراں کہ اس کے پیچھے ہوا ہووے کہ اس کو چلائے'' الحدیث اس حدیث کی تاویلات باردہ کر کے مولف صاحب ہدیہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ''ریل یعنی گاڑی دخانی دجال کا گدھا ہے'' علامہ مجیب نے اسی کی طرف یہ اشارہ فرمایا ہے۔ظاہر ہے کہ یہ مولف ہدیہ کی اٹکل ہے خدائے تعالیٰ کی قدرت کو محدود کردینے کے مترادف ہے مولف صاحب ہدیہ کے زمانہ میں ہوئی جہاز ایجاد نہیں ہوئے تھے اگر آپ ان کو دیکھتے تو عجب نہیں تھا کہ ریل گاڑی کو دجال کا گدھا کہنے سے توجہ کر کے انھی طیاروں کو دجال کا گدھا قرار دے لیتے کیونکہ یہ ریل گاڑی کی بہ نسبت ابر سے زیادہ مشابہ اور ریل سے بہت زیادہ تیز رفتار ہیں۔۱۲ شہاب بن نصرت غفرلہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

ہی ہے۔لیکن یہ حجت صحیح نہیں کیونکہ تاریخ ابن اثیر تاریخ طبری سے ماخوذ بھی ہو تو وہ بعینہٖ تاریخ طبری نہیں کہلاسکتی خود مولف ہدیہ نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ تاریخ ابن اثیر میں اور دوسری تواریخ سے بھی تاریخی مواد اخذ اور اضافہ کیا گیا ہے پھر تاریخ ابن اثیر بعینہٖ تاریخ طبری یقیناً نہیں ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے دوسری غلطی یہ کی ہے کہ تاریخ طبری نادر الوجود ہونا بیان کر کے یہ خیالی اٹکل دوڑائی ہے کہ اصل تاریخ طبری میاں عبدالملک سجاوندیؒ (مولف ''سراج الابصار'') کو کہا نصیب ہوی ہوگی حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی کتاب اب کسی کو نہیں مل رہی ہے تو اب سے پہلے بھی کسی کو نہ ملی ہو۔کیوں کہ بہت سی کتابیں پہلے متداول اور رائج تھیں اور اب کمیاب و نایاب ہوگئی ہیں یا پہلے کمیاب و نایاب تھیں اور اب دستیاب ہو رہی ہیں۔

اگر کتاب کا حوالہ دینا یا ماخذ کا نام بتادینا کافی نہ سمجھا جائے تو یہی اعتراض تمام متقدمین و متاخرین پر جنہوں نے صرف حوالۂ کتاب پر اکتفا کیا ہے اور خود مولف ہدیہ پر بدرجۂ اولیٰ وارد ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے تو بیشمار مضامین ''ہدیہ'' میں ایسے لکھے ہیں جن کا ماخذ تک نہیں بتایا ہے کہ یہ مضمون کس کتاب سے لیا گیا ہے یا کہیں بتایا بھی ہے تو کتاب کا صرف نام بتادیا ہے۔پس یہ سب بھی تصحیح النقل کے لئے کافی نہ ہونا چاہیئے چنانچہ اسی بحث کے ضمن میں تاریخ ابن کثیر۔رسالۃ الکشف۔بستان الجن۔مسلم۔ترمذی۔سراج الابصار۔رسالہ مولفۂ سید مصطفیٰ صاحب مہدوی۔اوران کے علاوہ جن جن کتابوں کے مولف ہدیہ نے صرف حوالے دئے ہیں ان سب کے متعلق یہی بے اعتمادی ہوسکتی ہے اور جب تک بقول آپ کے یہ نہ بتایا جائے کہ سراج الابصار میں کہاں لکھا ہے اور سید مصطفیٰ صاحب نے کس جا اور کس موقع پر بیان کیا ہے آپ کے اعتراضات ہی قابل توجہ نہیں ٹھہریں گے۔

وہی اصل بحث کہ بعض متقدمین نے یہ تجویز کی ہے کہ دسویں صدی میں امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا اس کے متعلق بعض بزرگانِ مہدویہ نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے اُن میں سے بعض کتابیں اِس وقت کمیاب و نایاب ہیں جس کسی کو دستیاب ہوں اس کی تصحیح النقل ہوسکتی ہے۔لیکن صرف اُنہی کتابوں پر موقوف نہیں اور کئی کتابوں میں بھی جو اِس وقت نایاب نہیں ہیں اسی قسم کی تخمین اور قیاسات پائے جاتے ہیں چنانچہ یہ بحث کئی طریقوں سے ہوسکتی ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ

قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم الدنیا سبعة الاٰف سنة انافی آخرھا الفاً۔	نبی صلی اللہ علی وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے اور میں اس کے آخری ہزار میں ہوں۔

طبرانی کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے جامع کبیر میں ضحاک بن زمل جہنی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں آپ کو سات زمینوں والے منبر کے اعلیٰ درجہ میں دیکھا ہے۔حضرتؐ نے اس خواب کی تعبیر یہ فرمائی کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے اور میں پچھلے ہزار میں ہوں۔صاحب تاریخ بیت

المقدس اور صاحب تقویم التواریخ کی تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہبوطِ آدم علیہ السلام سے چھ ہزار ایک سوتر سٹھ سال کے بعد ہوئی ہے۔ یہ سب مضمون تو خود مولف صاحب ہدیہ نے ''ہدیہ'' میں لکھا ہے اور ان کے مُسلّمات سے ہے۔ صاحب تفسیر تاویلات کا قول ہے کہ اسی ساتویں ہزار میں مہدی علیہ السلام کا ظہور ہے۔

شکر اللہ بن شہاب الدین نے بہجۃ التواریخ میں لکھا ہے کہ

در ہزار ہفتم کہ قمر است و زمین قیامت است محمد رسول اللہ را فرستاد و دریں ہزار در ہر صد سال خلیفہ دعالمی آشکار خواہد شد در صدی اول عمر بن عبدالعزیز کہ از جملہ اقطاب است (تا آں قول) درصدی نہم آل رسول قرۃ العین بتول محمد بن عبداللہ المہدی بظہور خواہد آمد۔

شیخ عبدالحق دہلوی نے مشکوٰۃ کی فارسی شرح میں باب قرب الساعۃ میں شیخ جلال الدین سیوطی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض علمائے وقت نے اس بات پر فتوی دیا ہے کہ دسویں صدی میں امام مہدیؑ وغیرہ علامات قیامت کا ظہور ہوگا۔

خود مولف صاحب ہدیہ نے شیخ جلال الدین سیوطی کے رسالہ الکشف کے حوالہ سے یہی بیان کیا ہے اور یہ بھی کہ وہ فتوی دینے والے بزرگ ایسے تھے جنکی تردید کرنا خود سیوطی خلاف ادب اور مکروہ سمجھتے تھے۔

غرض اس طرح کے تخمین و قیاسات کئی علمائے سلف سے منقول ہیں۔ جنہوں نے آثار و اخبار یا کشف کی بنا پر یہ بیان کیا ہے۔ لیکن مولف ہدیہ نے ان سب کی تغلیط کی ہے اور یہ نہیں غور کیا کہ ظہور امام مہدیٔ موعود علیہ السلام کی حد تک ان اقوال میں سے بعض صحیح ثابت ہوتے ہیں البتہ اُن علماء سے سہوِ نظری یہ ہوی ہے کہ انہوں نے ظہورِ مہدیٔ موعود علیہ السلام کے ساتھ ہی ساتھ دوسری علاماتِ قیامت کا ظہور ہونا بھی بیان کر دیا ہے اور مولفِ ہدیہ بھی غلط قیاسات قایم کر کے اسی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں کہ مہدیٔ موعود علیہ السلام کے ظہور کے ساتھ ہی خروج دجال و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کو علی التسلسل سمجھ لیا ہے حالانکہ ظہور مہدیِ موعود علیہ السلام قیامت سے متصل یا قریب قیامت ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور خروج دجال و نزولِ عیسیٰؑ قیامت کے اشراط کبریٰ [1] میں ہیں جن کا قبل قیامت اور قرب قیامت وقوع میں آنا ضروری ہے۔

---

[1] دینی لحاظ سے قیامت سے پہلے یا قیامت کے وقت جن امور کے واقع ہونے کی ضرورت اور تاکید وارد ہوئی ہے ان کو اشراط قیامت یا علاماتِ قیامت کہتے ہیں۔ تمام اشراطِ قیامت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اشراطِ کبریٰ دوسری اشراطِ صغریٰ۔ اشراطِ کبریٰ وہ جن کا قریبِ قیامت واقع ہونا ضروری ہے اور اُن کی تعداد اکثر احادیث میں دس بتائی گئی ہے جیسے آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔ خروج دجال۔ نزولِ عیسیٰؑ وغیرہ۔

اشراطِ صغریٰ وہ ہیں جن کا قبل قیامت ظہور ہونا تو ضروری ہے مگر قریب قیامت ہونا ضروری نہیں ہے ان کی تعداد زیادہ ہے۔ اشراطِ صغریٰ میں اسی معنی کے اعتبار سے حضرت خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی ہے چنانچہ اس آیت میں جو اشراطِ قیامت کا ذکر آیا ہے ان سے حضرت کی ذات اقدس ہی مراد ہے۔ ''فھل ینظرون الاساعۃ ان تاتیھم بغتۃ فقد جاء اشراطھا (جز ۲۶۔ رکوع ۶۔ سورۂ محمدؐ) کیا وہ قیامت ہی کو دیکھ رہے ہیں وہ اچانک ان پر آجائے قیامت کی اشراط تو آ ہی گئی ہیں) تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے ای اماراتھا و علاماتھا واحدھا شرط و کان النبی صلی اللہ علیہ و سلم من اشراطھا۔ یعنی اشراط جمع ہے اس کا واحد شرط ہے۔ ان سے قیامت کی نشانیاں اور علامات مراد ہیں (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

حدیث کیف [۱] **تھلک امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا** ۔الحدیث (مشکوٰۃ ۔باب ثواب ھذہ الامۃ) اس پر صاف دلالت کرتی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام مہدی علیہ السلام میں جس قدر فصل زمانی ہے ظہورِ امام مہدی علیہ السلام اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے مابین بھی ویسا ہی فصل ہونا چاہیئے ۔اور چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قریبِ قیامت ہونا بالاتفاق مسلم ہے اس سے ثابت ہے کہ ظہورِ مہدی علیہ السلام اور قیامت کے مابین بھی فصل ہے ۔اس کے علاوہ بھی کئی دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی علیہ السلام کا بالکل قریبِ قیامت مبعوث ہونا یا مہدی علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی زمانہ میں ہونا صحیح نہیں ہے چنانچہ اس کی تفصیلی بحث اُس کے موقع پر کی گئی ہے۔

حاصل کلام جن علماء نے صدیٔ نہم وصدی دہم میں ظہور مہدی علیہ السلام کی خبر دی ہے وہ اس وجہ سے صحیح ثابت ہوی کہ ۹۰۵ھ میں مہدیؑ نے دعوئ مؤکد فرمایا ان کی قرارداد مخبر عنہ کے ظہور سے مطابق ہوجائے تو اِس مطابقت کی وجہ سے وہ اخبار مفید یقین ہوگئے۔ جس طرح حضرت پیغمبر علیہ السلام (ارواحنا فداہ) کی بعثت سے پہلے جن راہبوں یا علمائے اہل کتاب یا کاہنوں وغیرہ نے حضرت کے ظہور کی خبریں دیں تھیں وہ سب ظنی تھیں مگر جن کا قول حضرت کی ولادتِ باسعادت یا ظہور و بعثت یا حالات سے مطابق واقع ہوا وہ مفید یقین ہوگیا۔اور جو مطابق نہ ہوا وہ غلط ٹھہرا۔اسی وجہ سے ان موافق اقوال واخبار کو علمائے اسلام نے کتب سِیَر میں سنداً پیش کیا ہے۔

ظہورِ مہدیٔ موعود علیہ السلام سے متعلقہ اقوال کی بھی یہی صورت ہے کہ مہدی نہم میں ظہور ہونے کے اقوال حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کی ولادت اور ابتدائی دعوئ مہدیت سے اور صدی دہم کے اقوال حضرت کے دعوئ مؤکد سے ٹھیک مطابق ہونے کی وجہ سے وہ صحیح ثابت ہوئے ہیں اسی لئے علمائے مہدویہ نے ان اقوال کو سنداً پیش کیا ہے۔

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) نبی صلعم بھی اشراط قیامت سے ہیں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ **رایت النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال باصبعیہ ھکذا بالوسطی والتی تلی الابھام بعثت انا والساعۃ کھاتین** (معالم التنزیل) یعنی سہل بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلعم کو دیکھا کہ اپنی دو انگلیوں یعنی درمیانی اور نر انگشت سے متصل انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث ہوئے ہیں۔پس آنحضرت صلعم کی ذات قیامت کی اشراط سے ہونے کے باوجود آپ کا ظہور قیامت سے بہت پہلے ہوا ہے اشراطِ صغریٰ سے ہونے کا یہی مطلب ہے۔

ایسا ہی امام مہدی علیہ السلام کی ذات قیامت کی اشراط صغریٰ میں ہے کیونکہ کسی حدیث میں بھی اُن دس علامتوں میں امام مہدی علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہونے والی ہیں اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا وجود اشراط صغریٰ میں ہے۔علامہ مجیب نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اجتماع امام مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کی بحث کے تحت اس کی زیادہ تفصیل فرمائی ہے۔۱۲ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

[۱] اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔''وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول مَیں ہوں۔درمیان میں مہدیؑ اور آخر میں عیسیٰؑ ہیں''۔یہ حدیث مشکوٰۃ میں ''عن جعفر عن ابیہ عن جدہ'' مروی ہوی ہے کنز العمال جلد (۸) میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک طویل خطبہ بروایت یحییٰ بن عبداللہ بن الحسن عن ابیہ درج ہے جس میں بہت سے امور ومسائل کے متعلق جناب مرتضوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا ہے اسی خطبہ میں ہے ''**یا علی کیف تھلک امۃ انا اولھا ومھدینا اوسطھا والمسیح ابن مریم آخرھا** ''ان کے علاوہ طبرانی کبیر میں ابن عباس سے اور دوسرے محدثین نے بھی باختلاف الفاظ اس کی روایت کی ہے مگر روایتوں کا ماحصل ایک ہی ہے۔۱۲ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

بعض اشعار یا جملوں یا الفاظ سے بحساب جمل سن وسال کا استخراج بھی اسی طرح کی تخمین وقیاس آرائی ہے اُن میں سے جو واقعہ کے مطابق ہو جائے وہ صحیح ورنہ غلط ہے۔ وہ کوئی قطعی حجت یا اصل واقعہ کے مدار وموقوف علیہ نہیں ہیں جنکی صحت وعدم صحت سے بحث کرنا ضروری سمجھا جائے۔

اس تحقیق سے امر دوم یعنی امور غیبی کا قطعی علم بذاتہ اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہونا بھی بڑی حد تک حل ہو گیا ہے۔ہم بھی کہتے ہیں کہ ظہور قیامت یا علاماتِ قیامت کی صحیح تاریخ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بلکہ مغیبات کے سن وسال وتاریخ بیان کرنے کی سُنَّۃ اللہ جاری نہیں ہوئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی نسبت جن انبیائے سابقین نے اخبار مغیب دئے ہیں۔اُن میں حضرت کے ظہور کا سن وسال یا معیَّن تاریخ کہیں نہیں بیان کی گئی ہے۔اسی طرح قرآن شریف میں جو اخبار مغیب مذکور ہیں یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بعد میں ہونے والے واقعات وحالات کے متعلق جو بہت سے اخبارِ مغیب یا پیشین گوئیاں درج ہیں اُن کے ظہور کی تاریخ کا تعین بہت کم پایا جاتا ہے۔

ایسا ہی ظہورِ صاحب الزمان امام مہدیؑ موعود علیہ السلام کی صحیح تاریخ وسن وسال کا تعین اسی سنۃ اللہ کے مطابق کسی حدیث میں جو مفیدِ قطع ویقین ہو نہیں دیکھا جاتا۔

تفسیر تاویلات میں سورۂ کہف میں لکھا ہے۔

المحققون المصیبون هم الذین یکلون علمه علی اللّٰه کالذین قالوا ربکم اعلم بما لبثتم ولهٰذا لم یعین رسول اللّٰه صلعم وقت ظهور المهدی علیه السلام وقال کذب الوقّاتون۔	صائب رائے رکھنے والے محققین وہی ہیں جو اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہونے کا بھروسہ رکھتے ہیں جیسے اصحاب کہف کا یہ قول کہ ”تم کس قدر زمانہ یہاں ٹھہرے رہے ہو اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے“۔اسی لئے رسول اللہ صلعم نے ظہورِ مہدی علیہ السلام کا وقت معین نہیں فرمایا اور یہ کہا کہ وقت مقرر کرنے والے جھوٹے ہیں۔

علمائے محققین مثلاً امام بیہقی۔علامہ تفتازانی وغیرہ نے اسی لئے ظہورِ مہدیؑ موعود علیہ السلام کی نسبت یہ قرار دیا ہے کہ۔

یبعث اللّٰه متیٰ شاء۔	اللہ تعالیٰ جب چاہے گا مہدی علیہ السلام کو مبعوث کرے گا۔

اب غور طلب یہ ہے کہ ”متـٰی شاء“ کا مفہوم عام اور مطلق ہے اور مہدیؑ دہم اس مفہوم عام سے کس طرح خارج ومستثنٰی نہیں ہے۔پھر مولف صاحب ہدیہ نے صدیؑ دہم میں ظہور امام علیہ السلام کا شد ومد کے ساتھ جو انکار کیا ہے وہ محض مہمل ہے کیونکہ کسی روایت ظنیہ سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ ظہورِ مہدی علیہ السلام صدیؑ دہم میں نہ ہوگا جو اس کے منکرین کے لئے انکار کی گنجائش ہو سکے۔

شواہدالولایت میں حدیث کے آخر میں وفی المائة العاشرة لا یکون سوی المهدی کی عبارت بڑھا دینے کا جو

اعتراض کیا گیا ہے۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ جناب مصنف شواہد الولایت نے ذاتی قیاس واجتہاد کے طور پر اُن مخصوص صفات وفضائل کوملحوظ رکھ کر جوامام مہدی علیہ السلام سے خاص یا آپ کی شان میں وارد ہیں امامنا مہدیؑ موعودعلیہ السلام کے چنداسمائے صفات بیان کئے ہیں جیسے''یبعثه [۱] الله نصرة لدینه'' کے مفہوم کے لحاظ سے''ناصردین''ایک اسم لکھاہے اسی طرح مجدد کے معنیٔ مصطلحہ کے اعتبار سے نہیں بلکہ امام مہدی علیہ السلام کی شان میں یقوم [۲] بالدین کما قمت به فی اول الزمان ۔اور''یستانف [۳] الدین''۔ وغیرہ مناقب کے حقیقی مفہوم وفحویٰ کے لحاظ سے مجدد الدین بھی ایک اسم صفت لکھا ہے چونکہ مجدد کے عام مفہوم کی طرف اذہان منتقل ہونیکا احتمال تھا اس لئے باعتبار زمانہ تخصیص کردی کہ دسویں صدی میں مہدیؑ کے سوا کوئی مجدد نہوگا۔مگر جناب مصنف شواہد الولایت نے اس نتیجہ کوعربی عبارت میں ادا کیا ہے تو مولف ہدیہ نے اپنی خوش فہمی سے اس کوحدیث کا جزاوراس میں داخل سمجھ کراضافہ کرنا بیان کردیا ہے جوان کی صریح غلط فہمی ہے۔

مولف صاحب ہدیہ کا یہ اعتراض کہ''بعض مصنفین مہدویہ نے ایک مستقل حدیث سیخرج من امتی مهدی علی راس کل مائة سنة تسعة منهم لغوی و العاشر موعود من اٰمن به فقد اٰمن بی و من کفر به فقد کفر بی ۔بنالی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ہرسو برس میں ایک مہدی اورنولغوی مہدی کے الفاظ واقعی کسی صحیح حدیث میں نہیں دیکھے گئے ہیں۔لیکن مصنف صاحب شواہد الولایت اس حدیث کے متعلق کتاب''طبقات الفقہا'' کا حوالہ دیا ہے تو مولف ہدیہ پر لازم تھا کہ وہ اول کتاب مذکور کا مطالعہ کرتے اگراس کتاب میں یہ حدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ ایک غیرصحیح حدیث سے استدلال کرنے کا اعتراض جناب مصنف شواہد الولایت پر عائد ہوتا ہے نہ کہ وضع حدیث کا۔اور یہ ایسا اعتراض ہوتا جس کے خود مولف ہدیہ ہدف بنے ہوے ہیں کیونکہ انہوں نے ہدیہ میں بہت سی غیرصحیح احادیث درج کی ہیں اوران سے استدلال کیا ہے۔

اوراگر یہ حدیث''طبقات الفقہا'' میں نہ ہوتی تو اُس صورت میں یہ زبان طعن درازکرتے۔''طبقات الفقہا'' کودیکھے بغیر بے محابا حدیث بنالینے کا اعتراض کردینا بے جاہے۔اورپھر تمام مہدویہ کواس الزام میں لپیٹ لینا تو اوربھی سراسر بے جاہے اس لئے کہ اگر کسی مہدوی مصنف نے فرضاًوتقدیراً کوئی غیرصحیح حدیث اپنی کتاب میں درج کرلی ہے تو یہ خاص اُنھی کی غلطی ہوگی نہ کہ تمام مہدویہ کی۔ اوراگر یہی اصول صحیح ہے کہ کسی شخص خاص کی غلطی سے اُس کے تمام ہم قوم وہم مسلک اُس الزام میں لپیٹے جاسکتے ہیں تو پھر جن محدثین اوراہل سنت نے ایک نہیں دونہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں غلط حدیثیں بنالیں یاوضع کرلی ہیں اوراپنی کتابوں میں اُنھیں درج کیا ہے اُن کی اس غلطی کی وجہ سے تمام محدثین یاتمام اہلِ سنت کوجن میں مولف ہدیہ بھی شامل ہیں وضاع حدیث قراردینا ہوگا جو ہرگز صحیح نہیں ہے۔

بعض متاخرین مہدویہ نے اُس حدیث کی نسبت جوابوداؤدوترمذی کی طرف لگادی ہے ممکن ہے کہ یہ کاتبین کا سہوونسیان ہو یا

---

[۱] اللہ تعالیٰ مہدی(علیہ السلام)کودین کی نصرت کیلئے مبعوث کرے گا۔۱۲

[۲] ۔مہدی(علیہ السلام دین کوایسا قائم کریں گے جس طرح میں نے اسکواول زمانہ میں قائم کیا ہے۔۱۲

[۳] ۔مہدی(علیہ السلام دین کوازسرنوشروع کریں گے۔۱۲

خود قائل کا عدم تدبر والعلم عنداللہ۔

جناب سید مصطفیٰ صاحب کے نولغوی مہدی بیان کرنے پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

''اِن بزرگوں کا دعویٰ مہدیت کرنا کہاں سے معلوم ہوا''۔

''دوسرے یہ بھی نہ سمجھا کہ بعض ان میں سے اولاد فاطمہؓ سے نہیں ہیں جیسے حسن بصریؒ وغیرہ۔

تیسرے یہ کہ بعض صدی کا ایسوں کو مہدی ٹھہرایا کہ ان کا وجود اس صدی میں نہ تھا''۔

جناب سید مصطفیٰ صاحب مہدوی نے صرف دوسروں کا کلام نقل کرنے کی حد تک اپنی ذمہ داری پوری کی ہے مگر مولف ہدیہ نے اس کے سمجھنے میں اپنی فراست کی داد دی ہے۔ان بزرگوں کا دعویٔ مہدیت کرنا اسی طرح معلوم ہوا ہے جس طرح ان مدعیانِ نبوت کے نام اور اُن کا دعویٔ نبوت کرنا ہم کو معلوم ہوا ہے جن میں سے بعض نے حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں اور بعض نے حضرتؐ کی وفات کے بعد دعویٔ نبوت کیا ہے۔تاریخ وسیر کی وہ کتابیں ان معلومات کا ذریعہ ہیں جن میں ان جھوٹے دعویداروں کے نام اور واقعات درج ہیں [۱]۔

ایسا ہی جن بزرگوں نے دعویٔ مہدیت کیا اور بعد میں اُس دعویٰ سے رجوع فرمایا اُن کا علم کتب تاریخ وتذکرہ وسوانح سے ہوا اور ہوسکتا ہے۔اُن کتابوں کے علاوہ جو جناب سید مصطفےٰ صاحب کا ماخذ ہیں مدعیان مہدیت کی تعداد اور دعویٔ مہدیت کرنے کی روایتیں کسی قدر فرق وتفاوت کے ساتھ راقم الحروف کی نظر سے بھی گزری ہیں چنانچہ ''منہاج العرفا'' میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہ العزیز کے سوا باقی نام وہی لکھے ہیں۔لیکن اس پر مدار کار ہی نہیں ہے تو ان ناموں کے گننے اور ان کے ثابت کرنے کی کیا حاجت ہے۔

بعض مدعیانِ مہدیت کے فاطمی نہ ہونے کا اعتراض بھی معترض کی خوبیٔ فہم پر دلالت کرتا ہے انہوں نے یہ الزام سید مصطفیٰ صاحب مہدوی پر عاید کیا ہے حالانکہ آپ صرف اس بات کے ناقل ہیں کہ فلاں بزرگ سے یہ واقعہ یا دعویٰ سرزد ہوا ہے۔ناقل پر ان کے حسب ونسب اور فاطمیت وغیر فاطمیت کی تحقیق یا دعویٰ کی صحت سے بحث کرنے کی ذمہ داری نہیں ہوئی۔یہ اعتراض اصل مدعی پر دعویٰ کرتا ہے۔مولف ہدیہ کو اُن بزرگوں سے پوچھنا چاہیئے کہ آپ نے فاطمی نہ ہونے کے باوجود مہدیت کا دعویٰ کس طرح کیا؟ اور اُن بزرگوں کی طرف سے اس اعتراض کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اُن سے حالتِ سُکر ومغلوبیت میں دعویٔ مہدیت سرزد ہوا تھا مگر جب اس حالت سے افاقہ ہوا اور اصلی حالت عود کرائی تو خود میں شرائطِ مہدیت مفقود پائے اسی لئے اُس دعویٰ سے رجوع کرلیا پس دعویٰ

---

[۱] اہلِ سیَر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر حیات میں اور بعد وفات قریبی زمانہ ہی میں جن لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا ان میں مسیلمۃ الکذاب۔اسود عنسی۔طلیحہ بن خویلد اور سجاح بنت الحارث نامی ایک عورت زیادہ مشہور ہیں جنہوں نے اپنے نبی ہونے اور خود پر وحی نازل ہونے کا دعویٰ کیا اور قرآن شریف کے جواب پر بعض آیتیں تراش لیں اور بہت سے لوگ اُن کے پیرو بھی ہوگئے اور آخر یہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے یا گرفتار ہوئے (مدارج النبوۃ وغیرہ) ان کے علاوہ بھی بعد کے زمانہ میں کئی لوگ مدعیانِ گزرے ہیں جو اِن کے سوا ہیں اور اُن کی تعداد ان سے زیادہ ہے۔۱۲

سے رجوع کرنے کے جو اسباب اُن کے پیش نظر ہوے اُن کے منجملہ بعض کے لئے ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ فاطمی النسب نہیں تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے اس دعویٰ سے رجوع فرمایا۔ چنانچہ اُن بزرگوں کے اِس دعویٰ سے رجوع کر لینے یا باز آجانے کا سب سے بدیہی ثبوت یہی ہے کہ خود اُن بزرگوں کے متبعین اور پیرو بھی ان کو مہدیٔ موعود نہیں مانتے ہیں اور کوئی بھی اُن کی نسبت مہدیٔ موعودؑ ہونے کا معتقد نہیں ہے دوسرا اعتراض یہ ہے کہ۔

بعض صدی کا ایسوں کو مہدیؑ ٹھرانا جن کا وجود اس صدی میں نہ تھا۔

اس اعتراض میں بھی خود مولف صاحب ہدیہ کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلطی ہوئی ہے جناب سید مصطفےٰ صاحب کے بیان کی غلطی نہیں ہے۔کیونکہ آپ نے بلالحاظ ترتیب لغوی مہدیوں کی فقط تعداد بتلائی ہے اس کا حصر نہیں کیا ہے کہ۔

اول خواجہ حسن بصریؒ۔ دوم خواجہ جنید بغدادیؒ۔ سوم خواجہ عثمان مغربیؒ۔ چہارم خواجہ حسن نوریؒ۔ پنجم حسن عبداللہؒ۔ ششم شیخ عیسیٰؒ۔ ہفتم شیخ عبدالقادر گیلانیؒ ۔ ہشتم محی الدین ابن عربیؒ۔ نہم سید محمد گیسو درازؒ۔

ملاحظہ ہو کہ اس عبارت میں ان بزرگوں کے سنین ولادت اور باعتبار ہر صدی دعویٰ مہدیت کی ترتیب کہاں بیان کی گئی ہے جو اِس پر معترض کا وہ اعتراض وارد ہو سکے۔

اب رہی یہ بحث کہ ''راس صدی'' سے مراد آخر صدی ہے یا ابتداے صدی اس ضمن میں مولف ہدیہ نے جو اعتراضات کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ

میاں عبدالملک سجاوندی جن کا لقب عالم باللہ ہے ان کی خوبیٔ فہم دیکھو کہ حدیث ان اللّٰہ عز و جل یبعث لھذہ الامۃ کو اپنی دلیل ٹھراتے ہیں یہ بزرگوار کو اتنا فہم نہیں ہے کہ راس صدی سے انتہائے صدی مراد ہے اوران کے پیر نو سو پانچ پر ہوے پس دسویں صدی کے راس پر کس طرح مجدد ہوئے۔اگر معنی راس کا ابتدائے شئی کا ہو تو قطع نظر خلاف محاورہ ہونے کے بحسب حدیث تمہارے کہ یخرج مہدی علی راس کل ماتۃ سنتہ الحدیث کے یہ نقصان لازم آتا ہے کہ پہلی صدی میں مہدیٔ لغوی جناب رسالت ہوں۔

جبکہ ہر صدی پر ایک مہدی ہونے کے الفاظ کسی صحیح حدیث میں نہیں پائے جاتے اور امام مہدی علیہ السلام کی ذات اقدس کئی وجوہ سے عام مجددین سے ارفع واعلیٰ ہونے کی جہت سے امام علیہ السلام پر مجدد کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔جس کو اس سے پہلے واضح کیا گیا ہے تو یہ تمام بحث غیر متعلق اور غیر ضروری قرار پاتی ہے جس پر بحث کرنے کی چنداں ضرورت ہی نہیں ہے۔تاہم مولف صاحب ہدیہ سے اس بیان میں بھی جو غلطیاں ہوئی ہیں اُن کو ظاہر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے پس اِس کی جوابی تقریر یہ ہے کہ حضرت میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے حدیثِ مجددین سے استدلال نہیں کیا ہے بلکہ اس حدیث کے بعض شارحین نے جو دسویں صدی میں امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہونا بیان کیا ہے کتاب ''تنبیہ التحرز'' کے حوالہ سے ان کے قول کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے بیان کیا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

لفظ ''راس'' محاورۂ عرب میں کئی معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔سر کے لئے متعارف ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں کہ ''وامسحوا برؤسکم یعنی تم اپنے سروں کا مسح کرو۔

اسی معنی کے لحاظ سے پہاڑوں اور جھاڑوں کی چوٹیوں کو بھی رؤس الجبال ورؤس الاشجار کہا جاتا ہے۔مولف صاحب ہدیہ نے یہی مثالیں لکھ کر ان سے انتہا کے معنی اخذ کئے ہیں لیکن اس اعتبار سے کہ نظر اول رؤس پر پڑتی ہے اور اسی لحاظ سے ہمارے محاورہ میں ''سر سے پاؤں تک'' کہا جاتا ہے۔پاؤں سے سر تک نہیں کہتے ان محاورات سے ابتدائیت کا پہلو بھی متبادر ہے۔کبھی ''راس'' سردار اور رئیس کے لئے کہا جاتا ہے جیسے کہ اس حدیث میں کہ یخرج راس الکفر من قبل المشرق اس سے دجال مراد ہے جو رئیس کفر و ضلالت ہے۔صراح میں ہے ''راس سر۔و۔سرور۔وسروراں کبھی انتہا و اختتام کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ ترمذی کی اس حدیث میں ہے کہ علی راس مائة سنة منها لا یبقی ممن ہو علیٰ ظهر الارض (یعنی ان لوگوں میں سے جو اس وقت زمین پر موجود ہیں سو سال کے ختم پر کوئی باقی نہیں رہے گا) مولف ہدیہ نے اسی ایک معنی کو لیا ہے اور دوسرے معنوں سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔

کبھی کوئی قریبِ ختم مدت مراد ہوتی ہے۔شرح عقائد میں لکھا ہے قد استشهد علیؓ علی راس ثلاثین سنة من وفات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وافت سے تیس سال پر شہید ہوئے ہیں۔یہاں ''راس ثلاثین سنتہ'' سے تیس سال کی قریب ختم مدت مراد ہے اسواسطے کہ مورخین کے بیان کے موافق ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدتِ خلافت دو سال چھ مہینے چار روز ہے۔عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدتِ خلافت دس سال چھ مہینے چار روز۔عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدتِ خلافت گیارہ سال گیارہ مہینے تیرہ روز۔علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافت چار سال نو مہینے آٹھ روز ہے۔پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت تک اُنتیس سال نو مہینے کی مدت ہے پورے تیس سال نہیں ہیں۔

کبھی راس کا معنی ابتداء اول شئی کا ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے ''اعد علی کلا مک من راسٍ ''یعنی مجھ پر ابتدا سے اپنی بات کا اعادہ کرو۔یہ بھی محاورہ ہے کہ ''انت علیٰ ریاس امرک اوعلی راس امرک ''یعنی تم اپنے پہلے کام پر ہو (دیکھو قاموس۔صحاح منتہی الارب۔صراح)

غرض راس کے معنی صرف انتہا ہی کے سمجھنا جیسا کہ مولف صاحب ہدیہ نے سمجھا اور بیان کیا ہے غلط ہے بلکہ اس کے معنی متعدد ہیں اور یہ لفظ اول ابتدا کے لئے بھی متعارف ہے۔اس تحقیق کے نظر کرتے حدیث زیر بحث میں ''راس '' کا معنی ابتدا اوّلِ صدی لینا زیادہ موزوں ہے انتہا کا معنی چنداں چسپاں نہیں ہے چنانچہ یہ ہمارا ہی قول نہیں ہے بلکہ شارح جامع صغیر علامہ شیخ علی بن شیخ احمد عزیزی نے السراج المنیر میں اس حدیث کی شرح میں یہی معنی کیا ہے کہ

علی راس کل مائة سنة ای اول کل مائة سنة۔ ہر سو سال کے سرے پر یعنی ہر سو سال کے اول میں۔

آپ کا قیاس کیا کام کا صحیح بھی یہی ہے کہ مجدد کا ظہور ابتدائے صدی میں ہو تو اس صدی کے لوگ اس کے فیض سے فیضیاب اور

www.khalifatullahmehdi.info

اُس کی تعلیمات سے بہرہ اندوز ہوسکیں گے۔ اگر مجدد کا ظہور انتہائے صدی میں ہوتو لازم آتا ہے کہ وہ جس صدی کا مجدد ہے اس صدی کے لوگ تو اُس کے فیض سے محروم و بے نصیب رہیں اور دوسری بعد میں آنے والی صدی کے لوگ اِس سے استفادہ کریں۔ چونکہ یہ تمام بحث مجددین سے متعلق ہے اور اس حدیث کو امام مہدیٔ موعود علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے اس میں اور زیاد بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث مجددین بھی ایک طرح کی خبر مغیب یا پیشین گوئی ہے جو بعد میں ہونے والے واقعات سے متعلق ہے۔خود حدیث مذکور میں **یبعث** اور **یجدد** صیغہ مضارع ہیں جو وقت کلام و زمانہ متکلم سے مستقبل میں وقوع واقعہ پر دلالت کرتے ہیں۔اُن احادیث سے بھی اِس کی تائید ہوتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ جیسے جیسے دور ہوتا جائے گا دین میں ضعف اور اصل دین سے بعد لاحق ہوتا جائے گا۔خود تجدید کا مفہوم و معنی بتارہا ہے کہ کسی شئی کی تجدید اُس کی کہنگی دندراس کے بعد ہوگی اور بالبداہتہ معلوم ہے کہ جب تک صاحبِ دین یعنی ذات اقدس جناب رسالت مآب صلعم اِس امت میں موجود ہے دین کو اور امت کو وہ قوت اور کمال تازگی حاصل ہے کہ ضعف داندراس کا شائبہ اور تجدید کی حاجت ہی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے راشدین کا زمانہ بھی حقیقت میں خلافت علی منہاج النبوۃ ہونے کی وجہ سے وہی قوتِ دین کا زمانہ ہے چنانچہ ''ازالۃ الخفا'' کی فصل دوم میں لکھا ہے کہ

خلافتِ خاصّہ مقیس است بر نبوت زیرا کہ در حدیث آمدہ خلافت علی منہاج النبوۃ و نیز آمدہ تکون نبوۃ ورحمۃ ثم خلافۃ ورحمۃ۔

یواقیت کے اُس قول سے بھی جو پہلے نقل کیا گیا ہے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ **فان تلک المدۃ من جملۃ ایام نبوۃ رسول اللّٰہ و رسالتہ** ''۔پس خلافت راشدہ کے بعد سے مجددین کی ضرورت وحاجت لاحق ہوگی۔غالبًا یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ کی مدت جو احادیث سے تیس سال ثابت ہے اس کے منقضی ہوجانے کے بعد ہی کسی نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو اور کسی نے حسن بصریؒ کو پہلا مجدد خیال کیا ہے۔خلفائے راشدین میں سے کسی نے مجدد نہیں قرار دیا ہے۔پھر تعجب ہے کہ مولفِ ہدیہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پہلی صدی کے مجدد یا بالفرض مہدیٔ لغوی قرار دینے کا بے ادبانہ غلط تصور کس طرح قائم کرسکتے ہیں۔غرض اِس صورت میں اِن مذکورہ وجوہ سے ''راس'' کا معنی ابتدا و اوّل صدی بھی ہوسکتا ہے اور مولف ہدیہ کے خیالِ باطل کے موافق جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا (معاذ اللہ مہدیٔ لغوی ہونا لازم نہیں آتا اور مضمون حدیث میں کچھ ضرر و نقصان بھی پیدا نہیں ہوتا۔**یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم**۔

مہدوی اپنے امام برحق کو نبی نہیں کہتے:۔ اس بحث کے آخر میں مولف صاحب ہدیہ نے وہی اپنی عادتی افترا پردازی کا اعادہ کیا ہے کہ ''مہدوی اپنے شیخ جونپوری کو نبی مقرر کرتے ہیں''۔عقیدۂ شانزدہم میں اس کی تفصیلی بحث ہوچکی ہے کہ یہ مولفِ ہدیہ کا حضرت امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام پر اور مہدویہ پر محض افترا ہے کیونکہ نبوت کے لئے دعویٔ نبوت کرنا ضروری ہے اور حضرت امامنا

www.khalifatullahmehdi.info

علیہ السلام نے کبھی بھی دعویٰ نبوت یا رسالت نہیں فرمایا ہے خود مولف ہدیہ کو بھی اس کا اعتراف ہے چنانچہ ہدیہ کے صفحہ (۸۰) پر لکھا ہے کہ ''وہ بزرگ اغلب کہ دعویٰ نبوت نہ کئے ہوں گے'' پس مولفِ ہدیہ کا یہ متضاد بیان خود ان کی تردید کرتا ہے۔

ترمذی کی حدیث اور ایک دوسری روایت جو مولف ہدیہ نے اس موقع پر لکھی ہے ان میں کذّابوں کی مخصوص علامت صاف طور پر یہی بیان کی گئی ہے کہ ''وہ نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کریں گے'' پس صادق وکاذب کا اصل معیار دعویٰ نبوت ورسالت ٹھہرا۔ چونکہ حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ نبوت کرنا ثابت ہی نہیں ہے اور نہ مولفِ ہدیہ ایسا دعویٰ کرنا ثابت کر سکے ہیں اور نہ مہدوی اپنے امام برحق ہادیٔ مطلق کو نبی ورسول کہتے ہیں۔ پس امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کی صداقت کی یہی روشن دلیل ہے اور یہی ایک بات مولف ہدیہ کی سب ہرزہ سرائی وافترا پردازی کی حقیقی تردید وجواب ہے۔

امام مہدیؑ کا مدینہ طیبہ سے خروج کرنا غیر صحیح ہے:۔ دلیل ششم میں حضرت امامنا مہدیِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رکن ومقام کے درمیان دعویٰ کرنے کے واقعات شواہد الولایت سے نقل کئے گئے ہیں اور جناب سید عیسیٰ عالم میاں صاحب نے نعیم بن حماد کی ابو ہریرہؓ سے روایت کردہ اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ **قال یبایع المھدی بین الرکن والمقام لا یوقظ نائماً ولا یھریق دماً** (یعنی مہدیؑ سے رکن ومقام کے درمیان اسطرح بیعت کی جائے گی نہ سوئے بیدار ہوں گے اور نہ خوں ریزی ہوگی) اس کو مولف صاحب ہدیہ نے بزعم خود ''دلیل شش'' قرار دیا ہے اور اس پر چند وجوہ اعتراض کئے ہیں۔ پہلے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے۔

> اول یہ کہ ایک مقدمہ کئی حدیثوں میں مذکور ہوتا ہے بعض میں باختصار اور بعض میں بہ تفصیل اور اتفاق محدثین کا ہے کہ زیادت ثقہ کی مقبول ہے اور مثبت مقدم ہے تالی پر۔ عالم میاں نے مختصر کو غنیمت جان کر لے لیا ہے اور تفصیل کو چھوڑ دیا چنانچہ وہی نعیم بن حماد قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ نے **یخرج المھدی من المدینۃ الٰی مکۃ فیستخرج الناس من بینھم فیبا یعرنہ بین الرکن و المقام وھو کارہ۔**
> اور مہدی تمہارے مدینہ سے نکل کر مکہ کو نہیں آئے بلکہ مدینۂ طیبہ کو انہوں نے دیکھا تک نہیں ہے۔ الخ۔

مولف صاحب ہدیہ کے اس بیان میں اگرچہ کئی بحثیں ہیں لیکن ہم ان سب سے قطع نظر کر کے بحث کو مختصر کرتے ہیں۔ یہ تو ایک حد تک صحیح ہے کہ ایک مقدمہ کئی حدیثوں میں مذکور ہوتا ہے کسی میں تفصیل رہتی ہے اور کسی میں اجمال ہوتا ہے۔ مگر مولف صاحب نے اس اصول کی یہ تفصیلات اور ضروری شرائط ذکر نہیں کی ہیں کہ وہی تفصیل قابلِ قبول ہوتی ہے جو صحیح وثقہ ذرائع سے مروی ہوئی ہو۔ اجمال وتفصیل دونوں قوت میں برابر یا تفصیل اجمال سے زیادہ قوی اور صحیح ہونا چاہیئے چنانچہ خود مولف صاحب ہدیہ نے محدثین کا جو متفقہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ ''ثقہ راویوں کی زیادتی مقبول ہے'' اسی سے ثابت ہے کہ غیر ثقہ راویوں سے جو زیادتی یا تفصیل مروی ہوئی ہو وہ مقبول نہیں ہے۔ اسی طرح مثبت نافی پر اسی وقت مقدم ہوگا جبکہ ثبت ونافی دونوں قوت وصحت میں برابر ہوں یا مثبت نافی سے زیادہ قوی اور صحیح ہو۔

مولف صاحب ہدیہ نے قتادہؓ کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے یہ نہیں بتایا کہ نعیم بن حماد نے کن راویوں کے سلسلہ سے اس کی

www.khalifatullahmehdi.info

روایت کی ہے اور وہ سلسلۂ روایت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مقابلہ میں قوی ہے یا ضعیف؟ اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس ضابطہ سے مولف ہدیہ کا استدلال درست نہیں ہوسکتا۔

امام مہدی علیہ السلام سے رکن و مقام میں بیعت ہونا تو ان کے علاوہ اور احادیث سے بھی ثابت ہے مگر رکن و مقام میں بیعت ہونا امام مہدی علیہ السلام ہی سے اس طرح مخصوص نہیں ہے کہ اور کسی کیلئے کبھی ثابت نہ ہو بلکہ احادیث میں اوروں کے لئے بھی یہی واقعہ مذکور ہوا ہے۔لیکن امام مہدی علیہ السلام کا مدینہ سے ظہور ہونا انھی دوایک حدیثوں میں مذکور ہے جو پایۂ ثبوت و صحت کو نہیں پہنچی ہیں۔ایسی صورت میں حدیث کے وہ اجزا جن کی تائید دوسری صحیح احادیث میں مذکور ہو اور اس کے شواہد و توابع بھی ہوں وہ صحیح و قابل تسلیم ہوں گے اور وہ اجزا جو کسی غیر صحیح حدیث میں مذکور ہوں اور اس کے شواہد بھی نہو وہ قابل تامل رہیں گے مثال کے طور پر دیکھو ایک صحیح حدیث ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین مسجدوں کی طرف سفر کرنا چاہیئے مسجد الحرام۔مسجد اقصیٰ۔اور یہ میری مسجد یعنی مسجدِ نبوی مگر محمد بن خالد الجندی کی روایت میں یہ حدیث اس سلسلۂ روایت سے اس طرح مروی ہے کہ

عن المثنی بن الصباح عن عمرو بن شعیب عن جده مرفوعا تعمل الرحال الیٰ اربعة مساجد مسجد الحرام و مسجدی و مسجد الاقصیٰ و مسجد الجند۔(ابراز الوہم المکنون)

مثنی بن حباح نے عمرو بن شعیب سے اور وہ اپنے دادا سے مرفوعاً (رسول اللہ صلعم تک سلسلہ پہنچا کر) روایت کی ہے کہ چار مسجدوں کی طرف سفر کیا جائے مسجد حرام۔میری مسجد۔مسجد اقصیٰ۔مسجد جند۔

ظاہر ہے کہ اس روایت میں مسجد جُند کا اضافہ درج ہے جو اصل حدیث میں نہیں ہے تو ایسی زیادتی یا تفصیل جو غیر صحیح ذرائع سے روایت ہوئی ہو محدثین کے اس ضابطہ کے مطابق قابلِ قبول نہ ہوگی۔

اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی راوی نے کسی حدیث کی اسناد میں یا اس کے متن میں دوسری حدیث کی اسناد یا متن کو خلط ملط کر دیا ہے۔اصطلاح محدثین میں ایسی حدیث کو "مدرج" کہتے ہیں جس کی کئی قسمیں ہیں (مقدمۂ ابن الصلاح وغیرہ) قتادہ کی یہ حدیث بھی جو مولف ہدیہ نے پیش کی ہے اسی قسم کی ہے کہ اس میں دوسری حدیث کا مضمون خلط ملط ہوگیا ہے۔اصلی واقعہ ام سلمہ کی اس حدیث میں زیادہ تفصیل سے مذکور ہے جس کو ابوداؤد۔ابویعلیٰ۔ابن شیبہ۔طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

عن ام سلمه عن النبی صلی الله علیه و سلم قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هارباً الی مکة فیخرجونه وهو کاره فیبا یعونه بین الرکن والمقام و یبعث الیه بعث من

ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہوگا۔ایک شخص مدینہ والوں میں سے مکہ کو بھاگ نکلے گا پس لوگ اس کو آمادہ کریں گے حالانکہ وہ اس سے خوش نہ ہوگا لوگ رکن و مقام کے درمیان اس

www.khalifatullahmehdi.info

الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكة والمدينة فاذارای الناس ذٰلک اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبا يعونه ثم ينشوء رجل من قريش اخواله كلب فيبعث اليهم بعث فيظهرون عليهم وذالک بعث كلب رالخيبة لمن لم يشهد عنيمة كلب. الحديث۔

سے بیعت کریں گے۔شام کی ایک فوج اس کی طرف بھیجی جائے گی وہ مکہ مدینہ کے درمیانی میدان میں تھس نھس ہوجائے گی۔ یہ دیکھ کر شام وعراق کے بڑے بڑے گروہ اس کے پاس آئیں گے اور اس سے بیعت کرلیں گے پھر ایک قریشی شخص اٹھ کھڑا ہوگا جس کا ننھیال قبیلۂ کلب ہوگا یہ ان پہلے لوگوں پر غالب آجائیں گے یہ بنی کلب کی فوج ہوگی بنی کلب کی فوج ہوگی بنی کلب کی غنیمت میں جو حاضر نہ ہو وہ بڑا ہی ناکام ہے۔الحدیث۔

مولف ہدیہ کے اس بیان کے موافق کہ ایک مقدمہ کئی حدیثوں میں مذکور ہوتا ہے بعض باختصار اور بعض میں بہ تفصیل۔ باعتبار روایت اس حدیث میں قتادہ کی حدیث کی بہ نسبت یہ واقعہ زیادہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ یہ حدیث قتادہ کی حدیث سے زیادہ صحیح و قوی بھی ہے تو ثقہ راویوں کی زیادت قبول ہونے کے ضابطہ کے موافق یہ حدیث زیادہ قابلِ قبول بھی ہے۔تعجب ہے کہ مولف ہدیہ نے قتادہ کی حدیث کو ابوہریرہؓ کی حدیث کی جب تفصیل قرار دے لیا اور اس کو اسی سے متعلق کردیا ہے تو ام سلمہؓ کی یہ حدیث جو حدیث قتادہ کی تفصیل ہے اس کو کیوں چھوڑ دیا ہے۔حالانکہ ابوہریرہؓ کی حدیث کا بعض حصہ قتادہ کی حدیث میں اور قتادہ کی حدیث کے بعض مضامین ابوہریرہؓ کی حدیث میں نہیں ہیں۔ اگر قتادہ کی حدیث اس تفاوت کے باوجود ابوہریرہؓ کی روایت کی تفصیل اور اس میں جو زیادتی ہے وہ قابل قبول ہوسکتی ہے تو ام سلمہؓ کی یہ حدیث بھی قتادہ کی روایت کی ضرور تفصیل ہے جو قابلِ قبول لازماً ہونا چاہیئے۔

اصل یہ ہے کہ قتادہ کی حدیث ام سلمہؓ کی اس حدیث کے نظر کرتے ''مدرج'' کی نوعیت رکھتی ہے کہ اس میں ''رجل'' کے عوض ''المہدیٰ'' درج ہوگیا ہے اور اس حدیث کے مضامین وواقعات کو خلط ملط کردیا گیا ہے۔درحقیقت ام سلمہؓ کی حدیث میں ان واقعات کی پیشین گوئی ہے جو خروج ''عبداللہ بن زبیر'' کے وقت ظہور میں آے ہیں چنانچہ تاریخ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کے بعد جب یزید بن معاویہ ان کا جانشین ہوا اور اہل مدینہ کو یزید سے بیعت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ان میں اس سے بیعت کرنے کی نسبت اختلاف پیدا ہوگیا اور عبداللہ بن زبیر راتوں رات مدینہ سے نکل کر مکہ چلے گئے۔اہل مکہ نے ان کے پاس جمع ہوکر ان سے بیعت کرلی۔حکومت شام کی طرف سے ان پر حملہ کرنے کیلئے فوج بھیجی گئی۔حملہ آور فوج مکہ و مدینہ کے درمیان تباہ و برباد ہوگئی یہ دیکھ کر اہل حجاز اور بعد میں اہل عراق واہلِ یمن وغیرہ نے عبداللہ بن زبیر سے بیعت کرلی اور پھر اہلِ شام بھی گروہ درگروہ ان سے بیعت کرنے والوں میں شامل ہوتے گئے۔

حدیث کے آخری حصہ میں ان واقعات کی طرف اشارہ ہے جو بعد میں مردانین کی خلافت کے وقت پیش آئے ہیں کیونہ قبیلہ

www.khalifatullahmehdi.info

کلب ہی کے بعض سربرآوردہ اصحاب کی مدد سے مردانین کی خلافت قائم ہوئی جو عبداللہ بن زبیر پر غالب آئے اور ان کو قتل کر کے اپنا تسلط قائم کرلیا۔ (تاریخ ابن خلدون۔ تاریخ الخلفا وغیرہ)

ام سلمہؓ کی یہ حدیث ابن زبیر کے واقعات سے متعلق ہونے کی تصدیق و تائید اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جو عبداللہ بن القبیطہ نے ام سلمہؓ ہی سے روایت کی ہے اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔

عن عبداللّٰہ بن القبطية قال رجل الحارث بن ابی ربیعة وعبداللّٰہ بن صفوان وانا معهما علی ام سلمة ام المومنين فسأ لا ها عن الجيش الذی يخسف به وكان ذلک فی ايام ابن الزبير فقالت قال رسول اللّٰہؐ يعوذ عائذ بالبيت فيبعث اليه بعث فاذا كانو ببيداء من الارض خسف بهم فقلت يا رسول اللّٰہؐ فكيف بمن كان كار ها قال يخسف به معهم ولكنه يبعث يوم القيامة علی نيته قال ابو جعفر هی بيداء المدينة۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

عبداللہ بن القبطیہ کہتے ہیں کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان اور میں ام المومنین ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان دونوں نے اس فوج کے متعلق پوچھا جو تباہ ہو جائے گی اور یہ واقعہ ابن زبیر کے زمانہ میں ہوا ہے۔ ام سلمہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ایک پناہ لینے والا بیت اللہ میں پناہ لے گا پس اس پر فوج بھیجی جائے گی جب وہ فوج ایک چٹیل میدان میں ہوگی وہ تباہ ہو جائے گی میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم جو مجبوراً ان کے ساتھ ہو اس کا کیا حال ہوگا تو فرمایا وہ بھی ان کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا لیکن قیامت کے دن وہ اپنی نیت کے موافق مبعوث ہوگا۔ ابو جعفر نے کہا ہے اس سے مدینہ کا چٹیل میدان مراد ہے۔

ان واقعات کے دیکھنے سے جو حدیث سے پورے مطابق ہیں واضح ہو رہا ہے کہ ام سلمہؓ کی یہ روایتیں عبداللہ بن زبیر کے واقعہ سے متعلق ہیں اور مولف ہدیہ کی پیش کی ہوئی حدیث قتادہ ''مدرج'' کی قسم کی ہے ورنہ ام سلمہؓ کی حدیث میں امام مہدی علیہ السلام کا ذکر ہی نہیں ہے اور امام مہدی علیہ السلام کی کوئی مخصوص صفات بھی مذکور نہیں ہیں جن کی وجہ سے ''رجل'' سے حضرت ہی کی ذات مراد لی جائے ''مدینہ'' سے نکلنے اور بعد کے واقعات کو امام مہدی علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اگر مولف صاحب ہدیہ کہیں کہ یہ دونوں حدیثیں علیحدہ علیحدہ ہیں تو ابو ہریرہؓ اور قتادہ کی حدیثیں بھی علیحدہ علیحدہ کہی جا سکتی ہیں کہ ایک کو دوسری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس صورت میں جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب پر مولف ہدیہ کا اعتراض ہی وارد نہیں ہوتا۔

بلحاظ لغت ومحاورہ لفظ مدینہ کی تحقیق:۔ یہ تحقیق تو روایت کے اعتبار سے تھی اب معنوی اعتبار سے اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے پہلے ''دلیل چہارم'' لفظ ''شاب'' کی بحث میں مولف صاحب ہدیہ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ''جناب رسالتمآبؐ عرب میں اور زبانِ عرب ہی میں بات کرتے ہیں معنی ان کے کلام کے وہی ہیں جو کہ لغت عرب سے ثابت ہوویں'' اب آپ کے اس دعویٰ کے بموجب

www.khalifatullahmehdi.info

لغت ومحاورہ عرب میں مدینہ شہر کو کہتے ہیں خواہ کوئی شہر ہومنتہی الارب میں ہے ’’مدینہ کسفینہ شہر وقلعہ۔

لفظ ’’مدینہ‘‘ قرن اول میں مدینۃ النبیؐ سے ایسا مخصوص نہیں تھا کہ جہاں کہیں مدینہ کہا جائے اس سے مدینۃ النبیؐ ہی مراد ہو بلکہ یہ لفظ عام تھا اور مدینۃ النبیؐ کے لئے بطور نام کے مستعمل نہیں تھا۔ چنانچہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینۃ النبیؐ کا اصلی نام ایام جاہلیت میں یثرب تھا۔ قرآن شریف کی یہ آیت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔

اذقالت طائفة یا اهل یثرب لا مقام لکم فارجعوا (۲۱۔۱۸۔احزاب)	ان میں سے ایک گروہ کہنے لگا اے یثرب والو (اس جگہ دشمن کے مقابلہ میں) ٹھہرانہ جائے گا واپس ہو جاؤ۔

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے۔

وفی بعض الاخبار ان النبی صلی اللّٰه علیه و سلم نهی ان یسموا المدنیة یثرب و قال هی طابة۔	بعض احادیث میں آیا ہے کہ نبی صلعم نے مدینہ کو یثرب کہنے سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ وہ ’’طابہ‘‘ ہے۔

بعض روایتوں میں طیبہ بھی آیا ہے۔ مجمع البحار میں نہایہ ابن اثیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

امر ان تسمی المدینة طیبة وطابة هما من الطیب اذکان اسمها یثرب والثرب الفساد فنهیٰ عنه۔	آنحضرت صلعم نے مدینہ کو ’’طیبہ‘‘ اور ’’طابہ‘‘ کے نام سے پکارنے کا حکم دیا ہے یہ دونوں لفظ طیب سے مشتق ہیں (یہ نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ) اس کا نام ’’یثرب‘‘ تھا اور ثرب کا معنی فساد ہے اس لئے اس نام سے منع فرمایا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کا اصل نام یثرب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جو نام رکھا وہ طابہ یا طیبہ ہے اور قرن اول میں جو نزول قرآن کا زمانہ تھا لفظ مدینہ یثرب کے لئے اس طرح رائج بھی نہیں تھا کہ اس سے خاص یثرب ہی سمجھا جائے اسی لئے اس کو مدینہ طیبہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف منسوب ومضاف کر کے ’’مدینہ‘‘ ’’النبیؐ یا ’’مدینۃ الرسولؐ‘‘ کہا جاتا تھا جیسا کہ حدیث ابوالدرداء میں آیا ہے کہ

اتاه رجل فقال یا ابا الدرداء اتیتک من المدینة مدینة الرسول الحدیث۔	ابوالدرداء کے پاس ایک شخص آیا اور کہا میں آپ کے پاس مدینۃ الرسول سے آیا ہوں۔

مولف صاحب ہدیہ نے جو روایتیں لکھی ہیں ان میں مدینۂ طیبہ یا مدینۃ النبیؐ یا مدینۃ الرسولؐ کی تصریح نہیں ہے بلکہ صرف مدینہ ہے جو از روئے لغت مطلق شہر کا معنی دیتا ہے تو اس سے مدینۃ النبیؐ ہی مراد لینے کی تخصیص لغت اور محاورہ اہل لسان سے ثابت

www.khalifatullahmehdi.info

نہیں ہوتی۔

لفظ مدینہ کا مفہوم عام ہونے کا سب سے زیادہ بین ثبوت یہ ہے کہ خود قرآن شریف میں متعدد آیتوں میں یہی لفظ استعمال ہوا ہے اوراس سے متعدد شہر مراد ہیں مثال کے طور پر یہ چند آیتیں دیکھو۔

ان ھـذا الـمکر مکرتموہ فی المدینۃ لتخرجوا منھا اھلھا (۹۔۴۔اعراف) (فرعون نے ساحروں سے کہا کہ تم نے میری اجازت سے پہلے موسیٰ کے خدا پر ایمان لایا) یہ ضرور تمہارا مکر وفریب ہے جو اس شہر میں تم نے کیا ہے تا کہ اہل شہر کواس سے نکال دیں۔

یہاں مدینہ سے مراد شہر فرعون یعنی ''مصر'' ہے

جاء اھل المدینۃ یستبشرون (۱۴۔۵۔حجر) اہل شہر خوشیاں مناتے ہوئے (لوط علیہ السلام کے پاس) آئے۔

اس آیت میں مدینہ سے مراد شہر سدوم ہے۔

فابعثوا احد کم بورقکم ھٰذہ الی المدینۃ (۱۵۔۴۔کہف) اپنے میں سے ایک کو اپنا یہ روپیہ دیکر شہر کو بھیجو۔

اس آیت میں مدینہ سے مراد ''دقینوس'' کا شہر ہے جس کو ''طرسوس'' کہتے تھے۔

وکـان فـی الـمـدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض ولا یصلحون (۱۹۔۱۹۔نمل) شہر میں نو آدمی ایسے تھے جو اس سرزمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح کے درپے نہ تھے۔

اس سے ثمود کا شہر مراد ہے جس کا نام ''حجر'' تھا۔

ان کے علاوہ بھی اور کئی مثالیں قرآن شریف میں اسی قسم کی ملتی ہیں۔

ان سب آیتوں میں لفظ ''مدینہ'' معرف باللام مستعمل ہوا ہے اس کے باوجود ہر جگہ لفظ مدینہ سے خاص مدینۃ الرسول ہی مراد نہیں ہے بلکہ دوسرے اور شہر مقصود ہیں پس مدینہ سے نکلنے کو اگر امام مہدی علیہ السلام سے متعلق فرض کیا جائے تو اس توجیہ پر اس حدیث کا یہ معنی ہوسکتا ہے کہ امام مہدیِ موعود علیہ السلام ایک مدینہ (شہر) سے جو مدائن شرقیہ سے ہے نکل کر مکہ کو گئے اور آپؑ کے ہاتھ پر رکن ومقام کے درمیان اس طرح بیعت کی گئی کہ نہ کسی سوتے کو جگایا اور نہ کوئی خوں بہایا۔اس صورت میں مشرق کی جانب سے ظہورِ مہدی علیہ السلام ہونا جن احادیث سے ثابت ہے ان سب میں تطبیق ہوجاتی ہے۔کہیں قرآن شریف میں ''مدینہ'' کا لفظ کوئی قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے مدینۃ الرسول کے لئے بھی مستعمل ہوا ہے۔

جیسے اس آیت میں:۔

ما کان لا ھل المدینة و من حولھم من الاعراب ان یختلفوا عن رسول اللّٰہ و لا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ الآیة (۱۱۔۴۔توبہ)	مدینہ والوں اور گردونواح کے دیہاتی عربوں کو مناسب نہ تھا کہ وہ رسول اللہؐ کا ساتھ چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں اور رسول اللہؐ کی جان پر اپنی جانوں کو ترجیح دیں۔

اس آیت میں تخلف عن رسول اللہؐ کے قرینہ سے ''مدینہ'' سے مدینۃ الرسول ہی مراد ہے۔

اسی ضمن میں مولف صاحب ہدیہ نے جو اور حدیثیں لکھی ہیں بلحاظ روایت ان میں بھی کئی بحثیں ہیں لیکن اس وقت ان سے قطع نظر کر کے صرف اصول درایت اور اصول تطابق احادیث کے معیار پر دیکھا جائے تو قتادہ کی حدیث میں جو ''دانی'' کے حوالہ سے ہدیہ میں لکھی گئی ہے مدینہ سے نکلنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔اور اسکا یہ حصہ کہ **فلا یھراق بسببہ محجمة دم** (امام مہدی علیہ السلام کی وجہ سے حضرت امامنا علیہ السلام کے حالات سے پورا مطابق ہے۔لیکن اس روایت کا یہ مضمون کہ **یقالہ قم علینا فیابئ حتی یخوف بالقتل قام علیھم** (لوگ مہدی سے کہیں گے کہ ہمارے امیر بنو تو آپ انکار کریں گے اور جب آپ کو قتل کی دھمکی دی جائے گی تو تب کہیں بیعت لیں گے)اور تیسری حدیث کا جو مومون نعیم بن حماد عن ابن مسعود کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے اس کی تصحیح النقل اگر فرض بھی کرلی جائے تو اس کا یہ حصہ کہ ''مہدیؑ مدینہ سے مکہ کو اور مکہ سے مدینہ کو بھاگتے پھریں گے اور لوگ ان کے مہدیؑ ہونے پر مطلع ہو کر ان کا تعاقب کرتے رہیں گے اور آپ مہدیؑ ہونے یا بیعت لینے سے انکار کرتے رہیں گے بالآخر لوگوں کے بہت اصرار سے بیعت لیں گے'' ظاہر ہے کہ یہ صورت دوسری صحیح احادیث کے خلاف ہے اس واسطے کہ صحیح احادیث سے امام مہدی علیہ السلام کا خلیفۃ اللہ ہونا ثابت ہے قریباً تمام خلفاء اللہ کیلئے یہی اصول مسلمہ یا سنۃ اللہ رہی ہے کہ ان کو منجانب اللہ انکے منصب خلافتِ الٰہی کی اطلاع دیجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے وہ اس کا دعویٰ کرتے ہیں۔لیکن اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی علیہ السلام کو خود اپنے منصب کا علم نہ ہوگا اور اس سے انکار کرتے رہیں گے مگر لوگوں کو ان کے منصب کا علم ہو جائے گا اور وہ مجبور کر کے آپ کو اپنا امیر بنائیں گے اور وہ بھی اس طریقہ سے کہ جب قتل کی دھمکی دی جائے گی تب کہیں امارت قبول کریں گے گویا امام مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ اور موعود رسول اللہؐ نہیں بلکہ لوگوں کے مقرر کردہ خلیفہ ہوں گے جیسا کہ بہت سے سلاطین اور امرا ہوتے ہیں۔

یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی علیہ السلام کی شان میں **یقوم بالدین کما قمت بہ فی اول الاسلام** کی بشارت دی ہے (یعنی مہدی علیہ السلام دین کو اسی طرح قائم کریں گے جس طرح میں نے ابتدائے زمانہ اسلام میں قائم کیا ہے)پس اس بشارت کے موافق دیکھنا چاہیئے کہ امام مہدیِ موعود علیہ السلام کے جدِ امجد یعنی رسول اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا اسی طرح لوگوں کے اصرار اور قتل کا خوف دلانے پر دعویٰ نبوت فرمایا اور بیعت لی تھی؟ جبکہ ایسا واقعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور بیعت کے متعلق بھی صحیح نہیں ہے تو حضرت مہدیِ موعود علیہ السلام کی دعوت اور بیعت کے متعلق صحیح نہیں ہوسکتا۔

مولف صاحب ہدیہ نے اپنے خیال میں دوسری خطا یہ سمجھی ہے کہ

دومرید کی بیعت ناکافی ہونے کا اعتراض اور اسکا جواب:۔ دومرید کی بیعت کو کافی سمجھ کر منبر پر چڑھ جانا حالانکہ خود انہی نعیم بن حماد کی روایت ابن عباس سے ثابت ہے کہ بیعت کرنے والے بقدر اصحاب بدر ہوں گے۔الخ

مولف صاحب ہدیہ نے اس موقع پر اصل روایتیں نقل نہیں کی ہیں بلکہ ان کا خلاصۂ مضمون بیان کیا ہے جونہیں معلوم اصل روایتوں سے کس حدتک مطابق ہے اصولِ روایت کے لحاظ سے ان مذکورہ راویتوں میں بھی کئی بحثیں ہوسکتی ہیں لیکن اس وقت ہم ان کی چونی وچگونی سے بحث نہ کر کے صرف خلاصۂ مضمون جو بیان کیا گیا ہے اسی پر غور کرتے ہیں تو اس کو باہم متضاد اور پریشان بیان پاتے ہیں پہلے لکھا ہے کہ ''امام مہدیؑ کے انصار لوگ تین سو پندرہ آدمی بقدر اصحاب بدر کے شام سے آویں گے اور گُرہا(مجبور کر کے) بیعت کریں گے۔

اس کے بعد ان کے سوا ہر طرفِ عالم سے ایک ایک عالم ربّانی اسی قدر انصار لے کر آنا ایسے سات سردار جمع ہوکر مہدیؑ کو ڈھونڈنا اور مکہ میں سب جمع ہوکر مہدیؑ کو پہچاننا اور مہدیؑ کا مکہ سے مدینہ کو اور پھر مدینہ سے مکہ کو دوتین مرتبہ بھاگتے پھرنا اور بالآخر باصرار تمام رکن ومقام کے درمیان ان سب کا بیعت کرنا بیان کیا گیا ہے۔

اولاً روایتوں کی صحت ثابت کرنے کی ضرورت ہے جس کے بغیر وہ مغیبات میں قابل حجت نہیں ہوسکتیں۔اس کے علاوہ مضامین میں مطابقت بھی فوت ہے کیونکہ اس سے اصحاب بدر کی تعداد سے بہت زیادتی لازم آجاتی ہے بیعت کرنے والوں کی تعداد بقدر اصحاب بدر کہاں باقی رہی معترض کو یہ اعتراض کرنے سے پہلے اس متضاد بیان کی تصحیح کرنا چاہیئے۔

بعد میں حاکم کی روایت کا جوخلاصہ لکھا ہے کہ **یبایعه عدة اهل بدر** اس میں رکن ومقام کی بیعت کے وقت اسقدر تعداد شرط ہونا نہیں بتایا ہے بلکہ بظاہر امام مہدی علیہ السلام کے جملہ متبعین کی یہی تعداد معلوم ہوتی ہے جوکسی طرح صحیح نہیں ہے۔

اصحابِ بدر کی تعداد جو بتائی گئی ہے وہ بھی غور طلب ہے کیونکہ اصحاب بدر کے موافق تین سو پندرہ آدمی بیعت کرنا لکھا ہے حالانکہ اصحاب بدر کی حقیقی تعداد تین سو پانچ تھی لیکن آٹھ صحابہ جوکسی عذر سے حاضر نہیں تھے انکو بھی حضرت رسالتمآب صلعم نے حاضرین میں شمار کیا اور اہل بدر کی بشارتوں میں داخل اور تقسیم مال غنیمت میں شریک فرمایا اس طرح تین سو تیرہ ہوتے ہیں (مدارج النبوۃ وغیرہ)۔

مولف ہدیہ کی اس پریشان بیانی کو نظر انداز کر کے رکن ومقام کی بیعت کے وقت ہی یہ تعداد فرض کی جائے تو یہ بھی اس طرح صادق ہے کہ اولاً میاں نظامؓ اور قاضی علاءالدینؓ دو ہی نے بیعت کی ہے لیکن روایات سے ثابت ہے اور خود مولف ہدیہ نے ''ہدیہ'' کے صفحہ(۸۱) پر لکھا ہے کہ بعد میں اکثر عربوں نے بھی بیعت کی ہے اور بعض روایتوں سے ان کی تعداد بقدر اصحاب بدر پائی جاتی ہے۔

ایک اور جہت سے بھی یہ مفہوم اس طرح ثابت ہے کہ جب امام علیہ السلام حج کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہوے ہیں مختلف مقامات اور مختلف قبائل کے تین سو سے زیادہ معتقدین حضرتؑ کے ہمراہ تھے (شواہد الولایت وغیرہ) جب رکن ومقام کے درمیان **ان من اتبعنی فهو مومن** کا دعویٰ ہوا ہے اس وقت یہ موجود تھے اور ان سب نے اٰمنا وصدقنا کہا ہے جو معنیً تصدیق وبیعت ہی ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

پس اگر ایک ایک جماعت کا علیحدہ علیحدہ حساب کیا جائے تو بقدر اصحاب بدر اور بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو اصحاب بدر کی تعداد سے زیادہ ہونا دونوں مضمون صادق ہیں اس سے ثابت ہے کہ مولف صاحب ہدیہ کا کوئی اعتراض کسی پہلو بھی صحیح نہیں اور یہ دعویٰ بھی جو نتیجہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے غلط ہے کہ ''امامنا علیہ السلام میں کوئی علامت نہیں پائی جاتی ہے'' اس واسطے کہ ناظرین کو تمام سابقہ مباحث سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام کی سیادت۔ حضرتؑ کے والد امجد کا نام نامی۔ وقت بیعت کے وہ واقعات وغیرہ جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں وہ سب کے سب امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پورے صادق و منطبق ہیں اور جو امور غیر صحیح روایتوں میں مذکور ہیں وہ صحیح روایتوں کے مقابل میں خود بخود ساقط ہیں ان کو علامات سمجھنا اوران سے حجت لینا خود خطا ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے تیسری خطا یہ بیان کی ہے کہ

الفاظ سے تاریخ نکلنے کی بحث اوراس کی تحقیق:۔ عادت تھی کہ جب دعویٰ کرتے تھے اس لفظ سے تاریخ بھی نکلا کرتی تھی چنانچہ یہاں قال من اتبعنی فھو مومن سے تاریخ نوسوایک کی عیاں ہے انتہیٰ۔حالانکہ عدداس عبارت کے موافق قاعدۂ تاریخ کے کہ حروف مکتوبہ کا اعتبار ہے نہ ملفوظہ کا آٹھ سو پچاس ہیں اور اگر قال کے ایک سو اکتیس بھی شریک کئے جائیں تو نوسوا کیاسی ہو جائیں گے نوسوایک کسی طرح نہیں ہوتے ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ نے اپنے زعم باطل کے مطابق جو غلطیاں یا خطائیں اس مضمون میں بیان کی ہیں نہیں معلوم کس کی خطاؤں کا شمار کیا ہے اگر ان کی نسبت جناب امامنا علیہ السلام کی طرف کی جاتی ہے تو یہ خود عین خطا ہے کیونکہ حضرتؑ نے کہیں اور کبھی یہ دعویٰ نہیں فرمایا ہے کہ میرے الفاظ سے دعویٰ کی تاریخ نکلے گی۔ اگر کہیں فرمایا ہے تو مولف ہدیہ ثابت کریں۔اور اگر مولف ہدیہ یہ کہتے ہیں کہ یہ صاحب شواہد الولایت اور صاحب پنج فضائل کی خطائیں ہیں تو ہم ان کو فرضاً و تقدیراً مان بھی لیں تو امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اثبات مہدیت کے باب میں ان کی خطاؤں کا بیان کرنا سراسر بے محل اور بالکل ناموزوں ہے کیونکہ اگر ان کی خطائیں ثابت بھی ہو جائیں تو ان سے مہدیت حقہ کے پاک دامن تک غبار الزام نہیں پہنچ سکتا چہ جائے کہ ان سے ابطال مہدیت کا خیال خام قائم کرلیا جائے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے یہ نہ مستقل اور مقصود بالذات دلائل ہیں اور نہ ان کے غلط ہونے کا کوئی اثر اصل مذہب کی حقیت پر پڑ سکتا ہے بلکہ یہ علمائے مذہب کے قیاسات ہیں ان کی نوعیت ایسی ہی ہے جیسے بعض مفسرین نے حروف مقطعات وغیرہ کے متعلق اپنے اپنے قیاسات قائم کئے ہیں۔ جو قیاس واقعہ کے مطابق ہو وہ صحیح ورنہ غیر صحیح ہوگا۔اس لحاظ سے اس موقع پر ہم کو ان اعداد کی صحت یا غلطی سے بحث کرنے کی حاجت نہیں ہے۔لیکن ان خطاؤں کے بیان کرنے میں بھی خود مولف ہدیہ سے کئی خطائیں سرزد ہوئی ہیں جن کے نظر کرتے ان بیان کردہ تمام غلطیوں کی نسبت ان مولفین و مصنفین مہدویہ کی طرف بھی صحیح نہیں ہے چنانچہ کہیں راویوں کے الفاظ اور جملوں کو دعویٰ کے الفاظ میں شامل کر دیا گیا ہے۔کہیں سہو کتابت کو جو ناقلوں کی غلطی ہوتی ہے مولف و مصنف کی غلطیوں میں شمار کرلیا ہے جیسے ان من اتبعنی فھو مومن۔کو فقط ''من اتبعنی فھو مومن'' لکھا ہے جو ممکن ہے کہ ناقل کا سہو یا مولف ہدیہ کی یہ عادتی تحریف ہو جس کے سبب سے اکاون (۵۱) شمار ہو رہے ہیں اور اِنَّ کے اعداد ملانے سے پورے نوسوایک برآمد ہوتے ہیں۔

(۹۰۵)

کہیں عبارت غلط نقل کی گئی ہے جس کی وجہ سے اعداد میں کمی بیشی پائی جاتی ہے جیسے ''انا المھدی المبین لمراد اللہ (۹۰۵)

الرحیم'' کو انا المھدی مبین مراد اللہ لکھا گیا ہے۔اس غلطی کا اثر اعداد پر پڑنا لازمی ہے اسی وجہ سے جو حروف وکلمات چھوٹ گئے ہیں ان کے اعداد کم ہوگئے ہیں اور ۹۰۵ کے عوض ۵۵۵ نکل رہا ہے ورنہ اصل فقرہ کے اعداد (۹۰۵) ہی ہیں۔

کہیں مولفین و مصنفین مہدویہ کی غلطی ثابت کرنے کیلئے مولف ہدیہ نے جو اعداد لکھے ہیں وہ حساب جمل کے لحاظ سے خود غلط ہیں مثلاً ''انہ قال بامر اللہ عز و جل انا المھدی الموعود'' کے اعداد (۷۹۵) بتائے ہیں حالانکہ قواعد حساب جمل کے مطابق اس فقرہ کے اعداد (۹۱۱) ہوتے ہیں۔اسی طرح ''قال بامر اللہ انا المھدی مبین مراداللہ '' کے اعداد (۹۶۴) لکھے ہیں حالانکہ اس جملہ کے اعداد (۹۵۵) ہوتے ہیں۔اسی طرح ''قال '' کے الفاظ کو علیحدہ کرکے اس جملہ کے اعداد (۸۳۳) نہیں ہوتے۔

اگرچہ ہم کو ان اعداد شماری سے کوئی مطلب نہیں ہے لیکن ہم نے یہاں اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس سے خود مولف صاحب ہدیہ کی تاریخ دانی اور اعداد شماری کے جوہر کھل جاتے ہیں اور یہ ثابت ہورہا ہے کہ انہوں نے جن بزرگانِ مہدویہ کی حرف گیری کی تھی اس کی پاداش میں قادر مطلق نے ہاتھ پر ہاتھ خود ان کی طفلانہ خطا و غلطی علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر فرمادی ہے۔

اے خنک جانے کہ عیب خویش دید   ہر کہ عیبے گفت اور خود خرید

مولف صاحب ہدیہ نے خطاء چہارم یہ لکھی ہے کہ صاحب پنج فضائل نے منبر رکن و مقام کے درمیان ہونا لکھا ہے۔اس پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ ''صاحب پنج فضائل نے کعبہ کو دیکھا ہی نہیں ہے منبر رکن و مقام کے درمیان نہیں ہے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ صاحب پنج فضائل کی غلطی ہے یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ شائد انہوں نے موقع و محل نہ دیکھا ہوگا لیکن اس سے دعویٔ مہدیت کو کیا نقصان پہنچتا ہے بلکہ اس سے معترض صاحب کی نادانی ظاہر ہوتی ہے اگر وہ اثبات مہدیت کے موقع پر دوسروں کی غلطی ثابت کرکے مہدیت کی تردید سمجھیں۔اگر صاحب پنج فضائل یا کسی بھی اہل مذہب سے ایک غلطی نہیں لاکھوں غلطیاں سرزد ہوجائیں تو دعویٔ مہدیت کی صداقت کو کوئی ضرر و نقصان پہنچنا یا امام علیہ السلام کا دامنِ عصمت غبار خطا سے ملوث ہونا لازم نہیں آسکتا۔

اس کی ٹھیک مثال ان راویوں کے بیانات ہیں جن سے معراج کے واقعہ کے متعلق مسجد اقصیٰ کا محل وقوع بیان کرنے میں بعض غلطیاں ہوئی ہیں لیکن کوئی انصاف پسند عقلمند ان راویوں کی اس قسم کی غلطیوں سے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٔ نبوت یا واقعۂ معراج کو نعوذ باللہ غلط قرار دینے کی جرات نہیں کرے گا۔

اسی ضمن میں مولف ہدیہ نے ایک اور اٹکل یہ دوڑائی ہے کہ ''بادشاہان ہند اسی دعویٰ کی وجہ سے حضرت امامنا علیہ السلام کا اخراج کرتے رہے تھے اگر اس شہر مبارک (یعنی مکہ) میں یہ دعویٰ ہوتا تو وہاں کے علماء اور حکام قتل کئے بغیر نہ چھوڑتے''۔

کیا مولف ہدیہ تاریخ اسلام سے ناواقف ہیں۔اسی شہر مبارک میں ایک ہادیٔ برحق یعنی رسول عربی صلعم نے دعویٰ فرمایا اور اس

ملک کے وہی عرب جن کی نسبت خود اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ''الاعراب اشد کفراً و نفاقا '' کی شہادت دے رہا ہے اس رسول کریم کو شہید کرنے کی بہتری تدبیریں اور کوششیں کرنے کے باوجود شہید نہ کرسکے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کفار کو یہ ناگوار ہی ہو) پورا ہو کر ہی سندھ میں۔خراسان وافغانستان میں علی الاعلان ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے اسی وعدہ کے موافق اس نور کو بھی کوئی بجھا نہ سکا پس حضرت امامنا علیہ السلام کو کون شہید کرسکتا تھا اور شہید نہ کرسکنے کی وجہ سے دعویٰ نہ کرنے کا قیاس محض خیال باطل ہے۔پھر لطف یہ کہ مولف ہدیہ یہاں تو یہ دعویٰ ہونے کا ہی انکار کر رہے ہیں لیکن خطائے ششم کے ضمن میں خود اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ۔

یہ دونوں (میاں شاہ نظامؓ اور قاضی علاء الدینؒ) اس بات پر گواہ ہیں کہ تم نے من اتبعنی فھو مومن کہا اور مدعیٰ علیہم کو اس کا انکار نہیں تم اب بھی کہتے ہو جب بھی کہا ہوگا''۔(ہدیہ صفحہ ۸۱)۔

یہ اسی دعویٰ کا اقرار ہے جس کا پہلے انکار کیا گیا ہے تو آپ ہی کی زبان سے ثابت ہوا کہ دعویٰ بھی ہوا اور حضرتؑ کو کوئی شہید نہ کرسکا۔

مریدین کی گواہی قابل قبول ہونے کی بحث:۔ مولف صاحب ہدیہ نے بزعم خود خطائے پنجم یہ سمجھی ہے کہ امامنا علیہ السلام نے اپنے اس دعویٰ پر اپنے مرید شاہ نظامؓ اور قاضی علاء الدینؒ کو گواہ قرار دیکر پوچھا کہ قاضی بچند گواہ راضی قاضی علاء الدینؒ نے عرض کیا'' قاضی بدو گواہ راضی''۔اس پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''یہ دونوں گواہ جو مدعی کے مرید خاص اور الوش خوار مدعی کے ہیں ان کی گواہی نامقبول ہے''۔

کئی وجوہ سے یہ اعتراض غلط ہے۔

اوّلاً یہاں گواہی کا وہ معنی ومطلب نہیں ہے جو حسب ضابطۂ فقہا حقوق العباد سے متعلق ہوتا ہے یہ گواہی اپنے ایقان وایمان کی ایسی ہی شہادت ہے جیسے صحابۂ رسول اللہؐ نشھدان محمداً رسول اللّٰہ کی گواہی اور شہادت دیتے تھے چنانچہ خود ہدیہ میں لکھا ہے کہ ''دونوں مریدوں نے اٰمنا وصدقنا کہکر بیعت کی'' (ہدیہ صفحہ ۸۰) گویا ایمان وتصدیق کو گواہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ثانیاً اس بیعت یا گواہی کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ یہ اس بات کی حجت شرعی ہے کہ جناب مہدیٔ موعود علیہ السلام نے مخبرِ صادق کے فرمان کے مطابق رکن ومقام کے درمیان دعویٔ مہدیت فرمایا اور لوگوں نے بیعت کی کسی معاند کو اس مقام پر دعویٰ نہ ہونے کا عذر کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔

ثالثاً خود مولف ہدیہ نے خطائے ششم کے ضمن میں یہ اعتراف کیا ہے کہ ''جس بات پر یہ دونوں گواہ ہوئے ہیں مدعیٰ علیہم اس کا انکار نہیں کرتے ہیں''اس سے خود ثابت ہے کہ یہاں گواہی کا معنی حسب ضابطۂ فقہا مراد نہیں ہے کیونکہ جب مدعیٰ علیہم کو انکار نہیں ہے تو گواہی کی کیا حاجت ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

رابعاً ان گواہیوں کے الوش خوار ہونے کی وجہ سے ان کی گواہی نا قابلِ قبول سمجھنا بھی غلط ہے کیونکہ حضرت کے یہ رفقاء وصحابہ جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی تمام متوکل علی اللہ تھے جن کو رزاق مطلق جو کچھ دیتا اسی پر صابر وشاکر بسر کرتے تھے کچھ حضرت امامنا علیہ السلام کی طرف سے ان کو کوئی یومیہ یا ماہانہ مقرر نہیں تھا جو ان کو حضرت کا الوش خوار قرار دیا جائے حضرت امامنا علیہ السلام کی وہ صفت کرم وایثار کہ حضرتؑ کے پاس جو کچھ آتا وہ سب ان رفقاء وغیرہ پر علی السویہ تقسیم کردیا جاتا تھا اس سے بھی یہ رفقاء حضرتؑ کے الوش خوار نہیں قرار دیئے جاسکتے کیونہ یہی وصف خاص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی بدرجۂ کمال موجود تھا کہ حضرتؐ کے پاس جب کبھی بھی جو کچھ اور جس قدر مال وزر آتا وہ صحابہؓ میں تقسیم کردیا جاتا تھا پس امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام اس وصف ایثار میں بھی قدم بقدم رسول اللہ صلعم تھے۔ اگر اس ایثار سے مستفید ہونے والوں کو الوش خوار قرار دینا صحیح ہو تو بقول مولف ہدیہ تمام صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ آنحضرت صلعم کے الوش خوار ثابت ہوں گے اور بقول آپ کے ان کی گواہی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قابل قبول نہ ہونا چاہیئے ۔ اب مولف صاحب ہدیہ فرمائیں کہ اسی قسم کے امور یا واقعات میں صحابۂ رسول اللہؐ کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں قابلِ قبول ہے یا نہیں؟ اگر آپ نا قابلِ قبول کہیں تو ایسا کہنا حضرت شارع علیہ السلام کے فیصلہ کے صریح خلاف ہے کیونکہ حضرت نے اس کو قبول فرمایا ہے اور اگر صحابۂ رسول اللہؐ کی شہادت آنحضرت صلعم کے لئے قبول ہوسکتی ہے تو یہاں بھی امامنا علیہ السلام کے صحابہؓ وخلفا کی شہادت ضرور قابلِ قبول ہے اور مولف صاحب کی سب ہرزہ سرائی غلط اور لغوی ہے۔

خامساً مولف ہدیہ نے اس بحث کے آخر میں حضرت امری المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا ایک یہودی کے مقابلہ میں زرہ کا دعویٰ کرنا اور قاضی شریح کا امام حسنؓ کی شہادت قبول نہ کرنے کا واقعہ لکھا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس واقعہ کو یہاں کیا مناسبت ہے کیونکہ حضرت امام حسنؓ کو حضرت امیر المومنینؓ کے ساتھ جو نسبت فرزندی مانع قبول شہادت تھی وہ نسبت از روے احکام شرعی بندگی میاں شاہ نظامؒ اور بندگی قاضی علاء الدینؒ کو حضرت امامنا علیہ السلام کے ساتھ حاصل نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ شہادت قبول نہ ہو۔

سادساً ان وجوہ کے علاوہ انہی دو مریدین کی گواہی یا بیعت پر انحصار بھی تو نہیں ہے بلکہ اس موقع پر کئی عربوں نے بھی بیعت کی ہے چنانچہ خود ہدیہ کے صفحہ (۸۱) پر مولف ہدیہ نے بیان کیا ہے کہ ''بعض اعراب نے بھی بیعت کی'' پس یہ اعراب تو حضرت امامنا علیہ السلام کے الوش خوار ومرید نہیں تھے ان کی یہ بیعت جو معنیً شہادت ہے بلا چوں چرا واجب تسلیم ہے۔

> مولف ہدیہ نے اپنے خیال میں خطائے ششم یہ بیان کی ہے کہ ''جس بات پر یہ دونوں گواہ ہوے ہیں مدعی علیہم اس کا انکار نہیں کرتے ہیں اور جس بات کا وہ انکار کرتے ہیں اس کے یہ گواہ نہیں ہوسکتے ہیں......ان کو اس کے باذن اللہ ومن عند اللہ ہونے کا انکر ہے اور گواہاں مذکور سے اس کی گواہی غیر متصور ہے''۔

مولف صاحب ہدیہ کی یہ تقریر محض زائد ہے اس واسطے کہ ہم نے جیسا اس سے پہلے بیان کیا ہے یہ اپنے ایمان وایقان کی شہادت تھی نیز اس بات کی حجت شرعی کی تکمیل بھی کہ حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام نے رکن ومقام کے درمیان دعویٰ فرمایا اور لوگوں نے بیعت کی چنانچہ مولف ہدیہ نے اس بیعت کے جو واقعات لکھے ہیں خود اس میں صراحت موجود ہے کہ

www.khalifatullahmehdi.info

''حضرت نے یہ فرمایا کہ امر الٰہی ہوا کہ دو گواہ واسطے ثبوت دعویٰ کے بس ہیں'' (ہدیہ صفحہ ۸۱)۔

اس سے ثابت ہے کہ یہ ظہور دعویٰ کی شہادت تھی نہ من عنداللہ ہونے کی؟ کیونکہ حضرت امام علیہ السلام کا دعویٰ باذن اللہ و من عنداللہ ہونا تو انہی دلائل قاطعہ سے ثابت ہے جن سے تمام خلفاء اللہ و انبیاء اللہ (علیہم السلام) کا دعویٰ بلا آمیزش ہوائے نفسانی و بغیر تخلل وساوس شیطانی خالص من عنداللہ و بامر اللہ و من عنداللہ ہونا کسی آدمی کی گواہی سے ثبوت کو پہنچتا ہے یا کوئی آدمی یہ گواہی دے سکتا ہے کہ خلیفۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے اس کو اس نے سنا ہے اور یہ اس کی گواہی دے رہا ہے۔

دور کیوں جائیں مولف صاحب ہدیہ خود اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور ضرور ''**اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمد الرسول اللّٰہ**'' کہکر مسلمان ہوئے ہیں۔ان کے مقابلہ میں لاکھوں کروڑوں آدمی توحید و رسالت کے منکر ہیں جو بقول آپ کے مدعیٰ علیہم ہیں ان مدعیٰ علیہم کو حضرت کے دعوئ نبوت کرنے کا انکار نہیں ہے اگر انکار ہے تو یہی کہ یہ دعویٰ من عنداللہ نہیں تھا اس لئے وہ حضرت پر وحی نازل ہونے اور حضرت رسول برحق ہونے کو نہیں مانتے ہیں۔پس آپ کی یہ شہادت اگر صرف اس بات کی گواہی ہے کہ حضرت نے نبی ہونے کا دعویٰ فرمایا تو مدعیٰ علیہم کو اس کا انکار نہیں ہے اور مدعیٰ علیہم کو جس بات کا انکار ہے آپ اس کی شہادت نہیں دے رہے ہیں کیونکہ مولف ہدیہ یا کوئی مسلمان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہوتا تھا یا جبرئیل جو وحی لاتے تھے میں نے اس کو اپنے کانوں سے سنا یا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں اس کی شہادت دیتا ہوں۔غرض جو بحثیں امامنا علیہ السلام کی تصدیق و بیعت کے متعلق پیش کی گئی ہیں وہی تمام بحثیں آپ کے اسلام یا شہادتِ توحید و رسالت پر عائد ہوتی ہیں۔ایسا ہی اسی ضمن میں کشف کی جو بحث کی گئی ہے کہ ''اگر ان گواہوں کو امر الٰہی کا علم کشف سے ہونا کہا جائے تو یہ بھی خود مدعی کشف و الہام ہوئے گویا انہوں نے اپنی ولایت کا دعویٰ کیا اور یہ شہادت لنفسہ ہوئی وغیرہ'' یہ سب بحثیں بھی بعینہٖ آپ کی شہادتِ توحید و رسالت پر عائد ہوں گی۔

مہدیؑ کے بعد قحطانی کے ظہور کی تحقیق:۔مولف صاحب ہدیہ نے بزعم خود ساتویں دلیل جو قرار دی ہے اس کی بنا صرف اس قدر ہے کہ بقول مولف ہدیہ ''شواہد الولایت'' میں ترمذی کے حوالہ سے ایک حدیث لکھی ہے۔اور اس حدیث کا مصداق حضرت امامنا علیہ السلام کے خلیفۂ ثانی بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو قرار دیا گیا ہے۔چونکہ مولف صاحب ہدیہ نے شواہد الولایت کے نام سے جو کچھ لکھا ہے اس میں اور شواہد الولایت کے موجود بعض نسخوں کے مندرجہ مضمون میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے اور ہم کو اس وقت مولف ہدیہ ہی کے اعتراضات کا جواب ادا کرنا ہے اس لئے ہم اپنی تحقیق کی بنا مولف ہدیہ ہی کے بیان کو قرار دیتے ہیں جو انہوں نے شواہد الولایت کے حوالہ سے نقل کر کے اس پر ردو قداح کی ہے۔چنانچہ مولف صاحب ہدیہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

شواہد الولایت کے اکتیسویں باب میں لکھا ہے کہ ترمذی میں باب المہدی میں ہے کہ ''**ان ارطأة انه قال بلغنی عن النبی صلی اللہ علیه و سلم ان المھدی من ولد فاطمة بنت رسول اللّٰہ صلعم یعیش خمس عام ثم یموت علیٰ فراشه ثم یخرج رجل من ولد فاطمة بنت**

www.khalifatullahmehdi.info

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم علیٰ سیرۃ المہدی بقاؤہ عشرین سنۃ ثم یموت قتیلاً بالسلاح''۔(ہدیہ۔صفحہ ۸۵)

(ترجمہ۔ یعنی ارطاۃ نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہے کہ مہدی فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کی اولاد سے ہیں جو پانچ سال زندہ رہیں گے پھر اپنے فرش پر وفات پائیں گے پھر ایک شخص اولاد فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم سے نکلے گا جو مہدیؑ کی سیرت پر ہوگا اور بیس سال باقی رہ کر ہتھیار سے مقتول (شہید) ہوگا۔ اور یہ حدیث خوندمیر پر صادق ہے۔

(مولف ہدیہ نے یہ نقل کرنے کے بعد یہ اعتراض کیا ہے) ان لوگوں (مہدیوں) نے اقسام کی خیانت اور بے دیانتی کو کارفرمایا ہے اس واسطے کہ ترمذی میں باب ماجاء فی المہدی میں اس حدیث کا نام ونشان نہیں ہے۔ البتہ نعیم بن حماد نے ارطاۃ سے روایت کیا ہے چنانچہ ''رسالہ مہدی'' مولفۂ مولانا علی القادری اور رسالۂ برہان ''شیخ علی متقی میں موجود ہے روایت نعیم بن حماد یہ ہے۔

عن ارطاۃ قال بلغنی ان المہدی یعیش اربعین عاما ثم یموت علیٰ فراشہ ثم یخرج رجل من قحطان مثقوب الاذنین علیٰ سیرۃ المہدی بقاؤہ عشرین سنۃ ثم یموت قتیلاً بالسلاح. ثم یخرج رجل من اھل بیت النبی صلعم مہدی حسن السیرہ یغزو مدینۃ قیصر و ھو اٰخر امیر من امۃ محمد صلعم ثم یخرج فی زمانہ الدجال و ینزل فی زمانہ عیسی بن مریم علیہ السلام۔یعنی کہا ارطاۃ نے کہ مجھے پہنچی ہے یہ بات کہ مہدی رہیں گے چالیس برس پھر مریں گے اپنے فرش پر پھر نکلے گا ایک مرد نسل قحطان سے کہ دونوں کانوں میں اس کے سوراخ ہونگے کہ مہدی کی روش پر چلے گا اور اس کو بیس برس بقا ہے پھر ہتھیار سے مقتول ہوکر مرے گا۔ پھر نکلے گا ایک مرد اہلِ بیتِ پیغمبرؐ سے کہ ہدایت یافتہ نیک سیرت ہوگا غزا کرے گا شہر قیصر روم پر اور وہ پچھلا امیر ہے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پھر اس کے زمانہ میں دجال نکلے گا اور عیسیٰ ابن مریم اتریں گے انتہیٰ۔

اب اس روایت کو مہدویوں کی روایت سے مقابلہ کرکے دیکھئے کہ کس قدر تحریف اور خیانت کی ہے۔اتنی بات پر کہ اُس قحطانی کے حق میں بعد مہدی کے بیس برس کا رہنا وارد ہوا اور اپنے خوندمیر کو بھی دیکھا کہ بعد بیس برس کے مارے گئے بیخود ہوکر جامہ سے باہر ہوگئے کہ علامات سابق ولاحق اوڑا کر اس کو نسل حضرت رسالت میں داخل کرکے اپنے میاں پر جمادیا حالانکہ یہ شخص قحطان بن شالخ کہ ابوالیمن ہے اس کی اولاد سے ہوگا۔

اور خوندمیر تمہارے اعتقاد کے موافق ہاشمی ہیں۔اگر آج یہ روایت ان پر جمانے کی ضرورت سے ان کو قحطانی بناؤ گے تو تمہارے مہدی کی بشارت جھوٹ ہوجائے گی کیونکہ شواہد ہی کے ستائیسویں باب میں منقول ہے کہ فرماتے تھے۔

''برادر میرے سید خوندمیر حسینی سید ہیں اور ہم اور یہ یک جدی ہیں۔قطع نظر اس سب سے خوندمیر کے بعد اس روایت کے موافق دوسرے میاں کونسے نکلے جو قیصر روم کے شہر پر حملہ کئے ہوں اور انکے وقت میں دجال کب

www.khalifatullahmehdi.info

نکلا اور اگر نکلا تو اس کو کہاں چھپا رکھا ہے کہ آج تک وہ مع گدھا ایسا گم ہے جیسا کہ گدھے کے سر سے سینگ گم ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام نے کب نزول فرمایا۔(ہدیہ۔صفحہ ۸۶و۸۷)

مولف ہدیہ کے ان اعتراضات پر نقد و تبصرہ کرنے سے پہلے ان کی یہ دو فاحش غلطیاں ضرور قابل تنقید ہیں۔

اولاً بقول مولف ہدیہ ''ہدیہ'' کا باب سوم تو دلائل اثبات مہدیت سے مخصوص ہے پھر اس حدیث کو اثبات مہدیت کے مواقع پر لانا مولف صاحب ہدیہ کی فہم و فراست کے فقدان پر دلالت ظاہر رکھتا ہے۔کیونکہ حدیث مابہ البحث جس کے متعلق بعد میں بحث کی جائے گی اصالتہً و بالذات اثبات مہدیت سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس سے ایک ایسے شخص کا وجود ثابت ہوتا ہے جو حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد حضرت کی سیرت کے موافق ہوگا اور مہدی علیہ السلام کی وفات سے بیس برس بعد شہادت حاصل کرے گا۔

کتاب و سنت میں اس کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں کہ بعض صحابہ و تابعین اور دوسرے مفسرین نے اسی قسم کے مبہم الفاظ یا عام صفات سے خاص خاص اشخاص مراد لئے ہیں جیسے قرآن شریف کی اس آیت ''یوفون [1] بالنذر ویخافون یوما کان شره مستطیرا و یطعمون الطعام علیٰ حبه مسکینا و یتیما و اسیرا'' سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے اہل بیت مراد لی ہے۔

اور آیت ''وسینجنبها [2] الاتقی الذی یؤتی ماله یتزکیٰ'' کا مورد و مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔

اگر فرض کیا جائے کہ مفسرین کے اس قسم کے اقوال کو جو ان کے سوا اور بہت زیادہ ہیں کوئی غلط کہے یا اِن آیتوں سے وہ اصحاب مراد لینا صحیح نہ ہو تو اس سے حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین کی نبوت و رسالت کی صداقت پر کیا اثر مترتب ہوسکتا ہے۔

اسی طرح جناب مولف صاحب شواہد الولایت نے بقول مولف ہدیہ اگر یہ قیاس قائم کیا ہے کہ ''ثم یخرج رجل علیٰ سیرة المهدی بقاؤه عشرون سنة ثم یموت قتیلا بالسلاح '' کی مصداق حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی ذات ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔لیکن اس کو ہدیہ کے باب سوم سے کیا تعلق ہے فرض کیا جائے کہ یہ قیاس اگر صحیح ثابت نہ ہو تو اس سے حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی صداقت پر کوئی اثر ترتب نہیں ہوسکتا۔پس اس بحث کا دلائل اثبات مہدیت سے غیر متعلق ہونا ثابت ہے۔

ثانیاً اس موقع پر مولف صاحب ہدیہ نے اپنی عادت کے موافق جناب مولف صاحب ''شواہد الولایت'' کی اس رائے و قیاس کو تمام مہدویہ کی رائے قرار دینے کی وہی غلطی کی ہے جو اکثر موقعوں پر کرتے آئے ہیں ابتدا میں یہ اعتراف کیا ہے کہ ''شواہد الولایت'' میں ایسا لکھا ہے اور بعد میں اس کو تمام مہدویہ کی طرف منسوب کرتے گئے ہیں حالانکہ دوسرے علمائے مہدویہ سے کسی کا کوئی قول اس کے متعلق مولف ہدیہ نے پیش نہیں کیا ہے۔

---

[1] ترجمہ:۔یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نذر پوری کرتے اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت عام اور (سب طرف) پھیلی ہوئی ہوگی اور اللہ کی محبت میں محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔۱۲

[2] ۔ترجمہ:۔اور جو بڑا پرہیزگار ہے وہ اس آگ سے دور ہی رکھا جائے گا جو اپنا مال اللہ کی راہ میں دیتا ہے۔۱۲

www.khalifatullahmehdi.info

اس کے بعد نفس حدیث سے متعلقہ اعتراضات پر تحقیقی نظر ڈالی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ مولف ہدیہ کا اعتراض صرف اس حد تک صحیح ہے کہ یہ حدیث ترمذی کے ''باب ماجاء فی المہدی'' میں نہیں ہے۔لیکن جب خود مولف ہدیہ کو اقبال ہے کہ نعیم بن حماد نے ارطاۃ سے یہی روایت کی ہے اور یہ روایت رسالۂ مہدی میں اور رسالۂ برہان میں موجود ہے تو اس صورت میں زیادہ سے زیادہ اعتراض کی نوعیت یہی رہ جاتی ہے کہ نفس مضمون حدیث تو صحیح ہے صرف حوالۂ کتاب صحیح نہیں ہے۔

تحریف وخیانت کا الزام بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بعض جزی اختلاف کے قطع نظر نفس مقصود یہ مضمون جو شواہد الولایت اور نعیم بن حماد کے حوالہ سے مولف ہدیہ نے نقل کیا ہے وہ قریب قریب متحد ہے جو دو اشخاص کے ظہور کی پیشین گوئی پر مشتمل ہے ایک اہل بیت نبی کے شخص کی۔ دوسرے قحطانی کی۔البتہ ان دونوں روایتوں میں اختلاف اس قدر ہے کہ شواہد الولایت کے حوالہ سے لکھی ہوئی روایت میں امام مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد اہلِ بیت کے ایک شخص کا ظہور مذکور ہے اور نعیم بن حماد کی روایتِ ارطاۃ میں امام مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد اول قحطانی اور اس کے بعد اہلِ بیت نبی کے ایک شخص کا ہونا درج ہے۔اور یہ اختلاف جو تقدم وتاخر میں ہے اختلاف روایات کی نوعیت رکھتا ہے جو اکثر روایتوں میں پایا جاتا ہے اس کو تحریف وخیانت کہنا یا سمجھنا کہنے والے کی کم فہمی کی دلیل پایا جاتا ہے اس کو تحریف وخیانت کہا جائے تو ان بے شمار اختلافات روایات کو بھی تحریف وخیانت کہنا ہوگا جو بہت سے واقعات اور مسائل میں پایا جاتا ہے۔

اس کے بھی قطع نظر یہ حدیثِ ارطاۃ جو مولف ہدیہ نے نعیم بن حماد کے حوالہ سے لکھی ہے اقسام احادیث کے اعتبار سے حدیث موقوف ہے جیسا کہ علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری میں مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے اور حدیث موقوف کا حکم یہ ہے کہ

الموقوف هو مطلقا ماروی عن الصحابی من قول اوفعل متصلا کان او منقطعاً وهو لیس بحجة علی الاصح (رسالۂ اصول حدیث علامہ سید شریف جرجانی)	کسی صحابی کا قول یا فعل روایت ہوا ہو تو وہ موقوف ہے خواہ وہ متصل ہو یا منقطع مذہب صحیح یہ ہے کہ موقوف حجت نہیں ہے۔

پس جس روایت کے مقابلہ میں مولف صاحب ہدیہ نے مہدویہ پر تحریف وخیانت کا الزام لگایا ہے وہ خود محدثین محققین کے نزدیک فرمانِ رسول صلعم نہیں بلکہ کسی صحابیؓ یا تابعیؒ کا قول ہے اور قابل حجت نہیں ہے تو پھر کسی نا قابل حجت روایت سے ذرا سا اختلاف پائے جانے کو تحریف وخیانت قرار دینا اور حدیث ''من کذب علی متعمداً'' کا مصداق بتا کر بدگوئی کا طومار باندھنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ایسا کہنے والا خود اصول حدیث اور محدثین محققین کی تحقیق سے یا تو لاعلم ہے یا عمداً اس کے بیان کرنے میں خیانت کا مرتکب ہوا ہے۔

یہاں تک تو اختلاف روایت کی بحث تھی اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں ترتیب واقعات کا جو اختلاف ہے ان میں سے شواہد الولایت سے منقولہ مضمون امام مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد اہلِ بیت نبیؐ سے ایک شخص کا ہونا زیادہ صحیح ہے

www.khalifatullahmehdi.info

اوراسی روایت کی تائید دوسری راویتوں سے بھی ہے چنانچہ نعیم بن حماد نے کعب سے روایت کی ہے جس کو حافظ جلال الدین سیوطی نے رسالہ ''العرف الوروی فی اخبار المہدیؑ'' نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

عن کعب قال یموت المھدی موتاً ثم یلی الناس بعدہ رجل من اھل بیتہ الخ

کعب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا مہدیؑ اپنی موت سے وفات پائیں گے پھر انکے بعد ان کی اہلبیت سے ایک شخص لوگوں کا والی ہوگا۔

نعیم بن حماد ہی نے خود ارطأۃ ہی سے ایک اور روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

عن الطاءۃ قال یکون بین المھدی و بین الروم ھدنۃ ثم یھلک المھدی ثم یلی رجل من اھل بیتہ یعدل قلیلا ثم یقتل الخ

ارطاءۃ نے کہا کہ مہدیؑ اور روم کے بیں صلح وآشتی رہے گی پھر مہدیؑ ہلاک ہونگے پھر ان کی اہل بیت سے ایک شخص والی ہوگا جو تھوڑے دن عدل کرے گا پھر شہید ہو جائے گا۔

اگرچہ یہ روایتیں موقوف ہیں لیکن ان سے شواہد الولایت کے مندرجہ مضمون کی تائید ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد والی ہونے والا اہل بیت کا شخص ہے قحطانی نہیں ہے۔ جب قحطانی کی روایت مولف ہدیہ کے پاس معتبر ہے تو یہ روایتیں بھی جو اسی نوعیت کی ہیں ضرور معتبر ہونا چاہیئے۔

اب قحطانی کی تحقیق یہ ہے کہ ارطأۃ کی اس روایت میں امام مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد قحطانی کا ہونا جو لکھا ہے وہ صحیحین کی حدیث کے اور خود نعیم بن حماد کی روایت کردہ دوسری روایتوں کے خلاف ہے۔ اور مشہور محدثین کی تحقیق بھی اس ترتیب کے موافق نہیں ہے کیونکہ قحطانی کے متعلق متفق علیہ حدیث مرفوع جس کو بخاری اور مسلم اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے یہ ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللّٰہ صلعم قال لا تقوم الساعۃ حتی یخرج رجل من قحطان یسوق الناس بعصاہ۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایک قحطانی شخص نہ نکلے جو لوگوں کو اپنے عصا سے ہانکے گا۔

علامہ قسطلانی شارح بخاری کا قول ہے کہ قحطانی عیسیٰ بن مریم کے زمانہ میں ہوگا۔ اسکے بعد حدیث ارطأۃ کے حوالہ سے اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے قحطانی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہونے پر ایک اشکال پیش کرکے اس کا جو جواب دیا ہے اُس سے بھی قحطانی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہونے کی مزید تاکید وتوضیح ہوتی ہے علامہ قسطلانی کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

یہاں یہ اشکال پیش کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی شخص ایسا امیر کس طرح ہوسکتا ہے جو سب پر غالب اور حاکم رہے اور لوگ اس کے تابع ومنقاد رہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قحطانی عیسیٰ علیہ السلام کا

www.khalifatullahmehdi.info

مخالف ہونا ضروری نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام ہی اس کو اہم امور کی انجام دہی کیلئے اپنی طرف سے نائب مقرر کرنا جائز ہے۔

قسطلانی کے اس قول سے بھی قحطانی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہونے کی تائید وتوضیح ہوتی ہے۔

علماءِ مہدویہ میں سے حضرت قاضی منتجب الدینؒ نے اپنی تالیف ''مخزن الدلائل'' میں قحطانی کی نسبت یہ تصریح فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''مقدسی کا قول یہ ہے کہ قحطانی میں اختلاف ہے''۔

''ابن سیرین کا قول ہے کہ قحطانی ایک مرد صالح ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں امیر وحاکم ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھے گا۔

اس سے بھی یہی ثابت ہے کہ متقدمین مہدویہ کے نزدیک مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد ہونے والا شخص قحطانی نہیں ہے بلکہ قحطانی کا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہونا صحیح ہے۔

پس حدیث صحیحین اور حدیث کعب کے موافق اور ان مشہور محدثین کی تحقیق کے مطابق صحیح مذہب یہ ٹھہرا کہ امت محمدیہؐ کا آخری امیر جس کے زمانہ میں دجال خروج کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھے گا وہ شخص قحطانی ہے فاطمی نہیں ہے۔اور جو شخص مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد لوگوں کا والی ہوگا اور مہدی علیہ السلام کی سیرت وروش پر چلے گا اور بیس سال بعد قتیل بالسلاح ہوگا وہ فاطمی اور اہل بیت نبی سے ہے قحطانی نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ نعیم بن حماد کی روایت کردہ حدیث ارطاۃ میں جس کو ملا علی قاری نے رسالۂ مہدی میں اور ملا علی متقی نے رسالۂ برہان میں نقل کیا ہے خود یہ تقدیم وتاخیر یا بقول مولف ہدیہ تحریف وتبدیل واقع ہوگئی ہے کہ قحطانی کو جو امتِ محمدیہؐ کا آخری امیر ہوگا مہدی علیہ السلام کے بعد ہونا بیان کیا ہے۔اب مولف صاحب ہدیہ کعب اور ارطاۃ کی راویتوں اور ان محدثین کی اس تحقیق کے تقابل سے فرمائیں کہ تحریف وخیانت کس سے سرزد ہوئی ہے اور **من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار** (جو شخص عمداً مجھ سے جھوٹی بات منسوب کرے وہ اپنا مقام جہنم میں بنالے) کا صحیح مصداق اور مورد کون ہے؟ اور پھر مولف صاحب ہدیہ اس غیظ وغضب سے ازخود رفتہ ہوکر تحریف وتبدیل کا الزام مہدویہ پر کس لئے لگا رہے ہیں اور ہمارے پیشواؤں کی جناب میں کلمات ناگفتنی کیوں کہہ رہے ہیں؟ خیر ہم اس کا انتقام خدائے دادار پر سونپتے ہیں وہی اس کا بدلہ دینے والا ہے۔

غرض اس تمام تقریر سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ شواہد الولایت کے حوالے سے جو روایت ''ہدیہ'' میں نقل کی گئی اور جس پر اعتراض کیا گیا ہے اسکے بھی شواہد ضرور موجود ہیں اور چونکہ اس میں مہدی علیہ السلام کے بعد ہونے والی ذات کا فاطمی ہونا مذکور ہے اس لئے حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو اسکے مورد ومصداق بنانے سے حضرت ممدوح کے فاطمی اور اہل بیتِ نبیؐ ہونے کی نفی نہیں لازم آتی اور حضرت امامنا علیہ السلام کے فرمانِ واجب الاذعان کے مطابق آپ حضرت امام علیہ السلام کے یک جدی ہونے میں کسی

www.khalifatullahmehdi.info

بد باطن کو شک وشبہ یا گستاخانہ زبانی کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اب رہی بات کہ خود جنابِ مولف صاحب شواہد الولایت نے حضرت بندگی میاں سید خوند میرؓ ہی کو قحطانی قرار دیدیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جناب موصوف کی سہونظری یا خطاء اجتہادی ہوسکتی ہے جو ائمہ مجتہدین سے بھی سرزد ہوجاتی ہے ممکن ہے کہ یہ روایتیں آپ کو نہ ملی ہوں۔

کیونکہ ''ثم یخرج رجل من ولد فاطمة ''اور''ثم یلی الناس بعدہ رجل من اھل بیت النبیؐ ''کے صاف الفاظ ہوتے ہوئے بندگی میاں سید خوند میرؓ کو قحطانی قرار دیئے بغیر اس حدیث کا آپ ضرور مصداق ہیں۔

حاصلِ کلام اس مذکورہ تحقیق کی بناء پر نہ بندگی میاں سید خوند میرؓ کو قحطانی ماننے کی ضرورت ہے نہ تاویلات کرنے کی حاجت ہے۔

نہ حضرت کی سیادت پر حملہ کرنے کی کسی کو گنجایش ملتی ہے۔

نہ بندگی میاں سید خوند میرؓ کی شان میں حسینی سید اور حضرت امام علیہ السلام کے یک جدی ہونے کی جو بشارت امام علیہ السلام نے دی ہے اس کی غلطی کا گمان تک کرنے کی کسی کو مجال ہوسکتی ہے۔

نہ آپ کے سلاح سے شہید ہونے میں کوئی شک کرسکتا ہے۔

نہ قحطانی کے عوض کسی اور کو اُمت کا آخری امیر فرض کرنے کی ضرورت ہی باقی رہتی ہے جو بندگی میاں سید خوند میرؓ کو قحطانی ماننے سے ایسا فرض کرنا لازم آتا ہے پس یہ احتمالات جو فاطمی اور قحطانی کے تقدم وتاخر کے متعلق پیدا ہوتے تھے وہ سب رفع ہوگئے ہیں۔

اس موقع پر ان سب بحثوں کے علاوہ ایک اہم بات لائق غور یہ ہے کہ اگر بالفرض نعیم بن حماد کی روایتِ ارطاۃ کی ان سب خامیوں سے ہم قطع نظر بھی کرلیں تو اس سے ہم کو کوئی نقصان نہیں کیونکہ یہ روایت مستقل دلائل اثبات مہدیت سے نہیں ہے لیکن یہی روایت مولف ہدیہ کے اعتقادِ ''اجتماع مہدی وعیسیٰ علیہما السلام'' کی تردید کی دلیل بیّن ہے اس لئے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد قحطانی خروج کرے گا اور بیس سال زندہ رہ کر مقتول بالسلاح ہوگا پھر اس کے بعد اہل بیت کے ایک شخص کا ظہور ہوگا اور اس کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے پس ثابت ہوا کہ امام مہدیؑ اور عیسیٰؑ ایک زمانہ میں نہیں ہیں بلکہ امام مہدی علیہ السلام کی وفات اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان طویل زمانہ کا فصل ہے۔ چونکہ مولف ہدیہ کو یہ روایت بلا چون و چرا تسلیم ہے اور اِس روایت کی خامیوں سے انہوں نے کوئی بحث نہیں کی ہے اور یہ بھی ان کا قول ہے کہ۔

''حرف ''ثم'' خاص ہے واسطے تعقیب مع التراخی کے اور خاص قطعی ہوتا ہے جیسا کہ اصول میں مبرہن ہے'' (ہدیہ صفحہ۔۶۱)

اس لئے جب حرف ثم اس روایت میں بھی موجود ہے اور''ثم'' کا خاصہ تعقیب مع التراخی ہے تو لازم آیا اور مولف ہدیہ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول امام مہدی علیہ السلام کی حیات میں نہیں بلکہ امام علیہ السلام کی وفات کے بعد اور وفات کے بھی ساتھ ہی ساتھ نہیں بلکہ تراخی یعنی تاخیر سے ہوگا جس کی اصول میں کوئی حد یا مدت معین نہیں ہے۔ پھر تو دونوں کا وقتِ واحد میں اجتماع

www.khalifatullahmehdi.info

غیر ممکن ہے۔

مولف صاحب ہدیہ صرف قحطانی کی بحث دیکھ کر اعتراض کرنے کے جوش میں آپے سے باہر ہو گئے اور خوشی خوشی اس روایت کو بلا چوں و چرا لے لیا مگر یہ نہیں دیکھا کہ اس روایت سے خود اپنے ہی ایک اعتقاد کی مشت خاک برباد ہو جارہی ہے۔ سچ ہے وہ مہدویہ کے وفور عناد میں ایسے ازخود رفتہ رہتے ہیں کہ اس شعر کے مصداق ان کو خود اپنی بربادی کی پرواہ نہیں ہوتی۔

شام کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی

گو مشتِ خاک ماہم برباد رفتہ باشد

مولف صاحب ہدیہ نے حدیث ارطاۃ کو اپنی دلیل سمجھا تھا مگر وہی حدیث بفرض تسلیم بھی ایک اہم مسئلہ میں ہماری مویدات سے ثابت ہو رہی ہے اور مولف ہدیہ کے ایک ادعائے باطل کی واضح طور پر تردید کر رہی ہے۔ **ذالک فضل اللہ**۔

اس تحقیق کے بعد مولف ہدیہ کا یہ اعتراض بھی صریح مہمل اور بے محل ہے کہ میاں خوندمیر کے بعد اس روایت کے موافق دوسرے میاں کونسے نکلے جو قیصر روم کے شہر پر حملہ کئے ہوں اور ان کے وقت میں دجال کب نکلا اور عیسیٰ علیہ السلام نے کب نزول فرمایا''۔

ہم نے کب یہ دعویٰ کیا ہے اور مذکورہ روایت سے کب یہ ثابت ہوتا ہے جو ہم میں سے اس کا استدراک ہو رہا ہے اربابِ لغت کے بیان کے موافق اور بقول آپ کے وہ تو قحطان بن شالخ ابو الیمن کی اولاد سے ہو گا پس یہ سوال اہل یمن سے کرنا چاہیئے کہ وہ شخص کب نکلا یا کب نکلے گا۔

پھر اس روایت میں جبکہ قیصرِ روم پر حملہ کرنے والے شخص یعنی قحطانی کے خروج کا کوئی زمانہ مذکور نہیں ہے تو یہ سوال ہی قبل از وقت ہے الحاصل سیدھی بات کے سمجھنے میں اس قدر پیچ و تاب کی کیا حاجت ہے بقول محدثین وہ قحطانی جو اُمت محمدیہ کا آخری امیر ہو گا اور خروج دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اسی کے زمانہ میں ہو گا یہ تینوں ہم زمانہ ہیں جب نزول عیسیٰؑ بن مریم ہو گا اسی کے قریب اس قحطانی کا بھی ظہور ہو گا۔ چونکہ ہمارے نزدیک امام مہدی علیہ السلام کا ظہور اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ایک ہی زمانہ میں نہیں ہے جس کے بہت سے دلائل ہیں جو ان کے موقعوں پر ذکر کئے گئے ہیں اور خود روایت ارطاۃ سے ان دونوں کے درمیان ایک قحطانی اور دوسرا اہلِ بیت نبیؐ کا ایک شخص ہونا ثابت ہوتا ہے اور حرف ''ثم'' جو اس روایت میں ہے وہ ترتیب و تعقیب اور تراخی (تاخیر) کو مستلزم ہے اگرچہ قیامت تک ہو۔ اس لئے یہ سوال ہی پروارد نہیں ہو سکتا۔ اس کو ہم سے متعلق سمجھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایسا سمجھنے والا عقل وفہم سے بے بہرہ ہے۔

اس موقع پر مولف ہدیہ نے ایک اور صریح غلط بیانی یہ کی ہے کہ امامنا مہدی علیہ السلام کے وقت سے آج تک کچھ کم چار سو برس میں مہدویہ کبھی عزت سلطنت کو نہ پہنچے' حالانکہ اُس زمانہ سے اب تک بہت سے مہدوی سلاطین و امرائے ذوی الاقتدار گزرے ہیں ان میں سے کئی ایک کا ذکر خود مولف صاحب نے ہدیہ میں کیا ہے آج بھی مہدوی رؤسا و امرا موجود ہیں اس حقیقت کے مقابلہ میں ان

www.khalifatullahmehdi.info

کا یہ بیان صریح دروغ بے فروغ ہے جوان کے بنیاد اعتبار و اعتماد کو منہدم کرنے کیلئے ان کی دوسری غلط بیانیوں پر مستزاد ہے۔

دلیل ہشتم مکتوب ملتانی میں تحریفات کا اعتراض اوراس کا جواب:۔ مولف صاحب ہدیہ نے جو دلیل ہشتم قرار دی ہے اس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام کے خلیفہ ثانی حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مکتوب میں جو مکتوب ملتانی کے ۱ نام سے مشہور ہے ''فتوحات کے چند اقوال درج فرمائے ہیں''۔مولف ہدیہ نے اسی کو اپنے خیال میں دلیل ہشتم قرار دے لیا ہے اوراس پر یہ اعتراض کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مولفِ مکتوب ملتانیؓ نے فتوحات کی عبارت میں کئی تحریفیں کی ہیں۔

اصل اعتراض پر بحث کرنے سے پہلے یہی بات قابل تنقید ہے کہ اگر فرضاً و تقدیراً فتوحات کی عبارت میں بقول مولف ہدیہ یہ تحریف ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس سے اصل مسئلہ ثبوتِ مہدیت پر کیا اثر مترتب ہوسکتا ہے کیونکہ فتوحات کے اقوال بنائے مسئلۂ مہدیت یا اس مسئلہ کے مستقل دلائل تو نہیں ہیں۔اصل بنائے دین قرآنِ مجید اور حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار ہیں۔اس قسم کے اقوال انہی آیات واحادیث کی توضیحات یا زیادہ سے زیادہ ضمنی وجوہ تائید کہے جاسکتے ہیں بشرطیکہ وہ اصل کے صریح خلاف نہ ہوں۔اگر تائید مزید یا توضیحات بالکلیہ حذف ہی کردی جائیں تو بھی اس سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا تو ان میں کچھ تغیر و تبدل فرض کرلینے سے اصل مسئلہ کس طرح متاثر ہوگا۔

اس کے علاوہ اس کو دلیل ہشتم قرار دینا بھی خود معرض بحث میں ہے کیونکہ فتوحات کی وہ عبارت جو مکتوبِ ملتانی میں نقل ہوی ہے خواہ وہ مولف صاحب فتوحات حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کا ذاتی بیان ہو یا بعض احادیث کی تلخیص و تضمین ہو وہ متعدد مسائل پر مشتمل ہے جیسے امام مہدی علیہ السلام کی معصومیت۔حضرتؑ کے بعض فضائل۔حضرتؑ کا حلیہ۔حضرتؑ کے بعض اوصاف وخصوصیات مثلاً حضرتؑ کا عدل۔علم و قول و فعل میں یکسانیت احیاء دین وغیرہ۔یا حضرتؑ کے متبعین کے فضائل اور حالات مخصوصہ غرض کہ اور کئی

---

۱ علامہ بحر العلوم مولانا سید اشرف شمسیؒ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سید سعد اللہ سید نجی میاں صاحب اکیلوی جو مولانا کے برادرِ نسبتی تھے۔اور حضرت سید قطب الدین خوب میاں صاحب پالن پوریؒ کی فرمائش پر رسالہ مکتوب ملتانی کی ایک مبسوط شرح لکھی ہے اس میں مولانا سید حسینؒ رحمتہ اللہ علیہ خلیفۂ بندگی میاں سید منجو ابن بندگی میاں سید یداللہ بڑے شاہ میاں صاحب قدس سرہ کی کتاب ''تذکرۃ المتقین'' کے حوالہ سے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

''حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ عنہ جب حج کو تشریف لے جارہے تھے راستہ میں ایک چرواہا ملا اس نے آپؓ کو دیکھتے ہی کہا آپ بڑے اوتار ہو۔آپؓ نے اس کو نزدیک بلایا اور اسلام کی تلقین فرمائی وہ اسلام اور امامنا مہدیٔ موعودؑ کی تصدیق سے مشرف ہوگیا اور آپؓ کے ساتھ رہنے کی درخواست کی۔آپؓ نے فرمایا یہ بکریاں جن کی ہیں ان کو دیکر آؤ۔وہ چلا گیا اور جن کی بکریاں ان کو دیکر آیا اور آپؓ کی خدمت اختیار کی اور حضرت کی برکت صحبت سے بزرگ درجہ پر فائز ہوگیا۔

حضرت صدیقِ ولایتؓ نے حج سے واپس آنے کے بعد یہ رسالہ لکھا اور اس بزرگ کو دیکر فرمایا کہ تم ملتان جاؤ اور اہل ملتان کو یہ رسالہ دکھاؤ اور دین کی تبلیغ کرو۔جب وہ بزرگ ملتان پہنچے اور علمائے ملتان سے ملاقات کی اور یہ رسالہ دکھلایا علماء ملتان سے اٹھارہ علما نے اس رسالہ کے مطالعہ سے حضرت امامنا مہدیِ موعودؑ کی تصدیق کرکے اس بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اس طرح اس رسالہ کی بدولت ملتان میں مہدویوں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔۱۲ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

مسئلے اس میں مذکور ہیں اور یہی عبارت ان میں سے ہر ہر مسئلہ کی علیحدہ علیحدہ دلیل ہو سکتی ہے۔ مولف صاحب ہدیہ نے یہ نہیں بیان کیا کہ ان سب کو ایک دلیل کس طرح اور کس نے قرار دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولف ہدیہ نے اپنے من مانے طور پر دلائل قرار دے لئے ہیں ورنہ حضرت مولف مکتوبِ ملتانیؒ نے یا علمائے مہدویہ میں سے کسی نے اس طرح دلائل کی ترتیب قرار نہیں دی ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے دلائل قرار دینے میں جو غلطی کی ہے اس کا واضح ثبوت اس سے بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کے بعد جو دلیل نہم قرار دی ہے وہ وزرائے مہدی علیہ السلام سے متعلق ہے اور وہ بھی فتوحات کے اسی مذکورہ باب سے مکتوبِ ملتانی میں نقل کئے جانے کا خود مولف ہدیہ کو اعتراف ہے پس یا تو دوسرے متعدد مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی دلیل ہشتم ہی کی ضمن میں ذکر کیا جا سکتا تھا اس کو مستقل دلیل قرار دینا صحیح نہ تھا یا دوسرے سب مسائل کو بھی علیحدہ علیحدہ دلیلیں قرار دینے کی ضرورت تھی۔

تحریف کا اعتراض بھی کئی وجوہ سے قابل بحث و لائق تامل ہے جب تک مولف صاحب ہدیہ ان وجوہ کی جواب دہی نہ کریں انکے یہ اعتراضات جو تحریف سے متعلق ہیں وہ ہبآء منثورا ہیں۔

اوّلاً۔ مکتوب ملتانی غیر مطبوعہ رسالہ ہے جس کی نقل اور نقل النقل کے بہت سے نسخے منتشر ہو گئے ہیں۔ ان میں سے ہر نسخہ سہوِ کتابت و تصرف کاتبین سے مصئون و محفوظ نہیں ہے۔ مولف ہدیہ نے یہ نہیں بتایا کہ مکتوب ملتانی کا کس سنہ کا لکھا ہوا نسخہ انہیں ملا اور وہ نسخہ تصرفِ کاتبین سے محفوظ بھی تھا۔

ثانیاً۔ فتوحات کے نسخے بھی متعدد و متفاوت ہو گئے ہیں۔ ان نسخوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ محرر اوراق نے فتوحات کے چند نسخے جمع کر کے مقابلہ کیا تو اکثر مقامات میں عبارت کا اختلاف اور الفاظ و عبارت میں کمی و بیشی بدرجۂ کمال ظاہر ہوئی۔ مثلاً مولف صاحب ہدیہ نے تحریف اول ثابت کرنے کے لئے جو عبارت نقل کی ہے صرف اسی قدر عبارت میں یہ اختلاف موجود ہے کہ فتوحات کے ۱۲۷۴ھ کے مطبوعہ مصر نسخہ میں ''من عترة رسول الله صلى الله عليه و سلم من ولد فاطمة '' کے بعد ''جده الحسن بن على '' لکھا ہے اور نسخہ قلمی میں جو ۱۰۸۰ھ کا لکھوا ہوا ہے ''جده الحسين بن على '' ہے علامہ عبدالوہاب شعرانی نے ''الیواقیت والجواہر'' میں جو عبارت فتوحات کی اسی باب (۳۶۶) سے نقل کی ہے اُس میں بھی من ولد فاطمة رضى الله عنها جده الحسين بن على ابن ابى طالب لکھا ہے۔

اس کے بعد ''یواقیت'' میں جو عبارت نقل کی گئی ہے وہاں تو کچھ زمین و آسمان ہی علیحدہ ہیں وہ عبارت فتوحات کے موجودہ نسخوں سے مطابقت نہیں رکھتی۔ پس اس قسم کی مثالوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے جو قرین قیاس بھی ہے کہ کہیں اختلاف الفاظ و عبارت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس نسخہ سے مکتوب ملتانی میں عبارت نقل کی گئی ہوگی اس میں وہی عبارت ہوگی اور آج جو نسخے ہمارے سامنے ہیں اس میں وہ عبارت یا الفاظ ممکن ہے کہ نہوں۔ اس کو تحریف سمجھنا یا اس شدومد سے تحریف کہنا صحیح نہیں۔

ثالثاً اسی قسم کے اختلاف کی مثال خود ہدیہ میں بھی موجود ہے۔ فتوحات کے مذکورہ مطبوعہ نسخہ میں ''يبايع الناس بين الركن والمقام '' لکھا ہے ''یواقیت'' میں فتوحات کے اسی باب کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں يبايع المسلمون بين

الرکن و المقام '' ہے۔اور مولف ہدیہ نے یبایع بین الرکن و المقام''نقل کیا ہے۔لناس اور المسلمون دونوں لفظ حذف کر دئے ہیں۔اگر مولف ہدیہ اس طرح الفاظ چھوٹ جانے یا بدل جانے کو تحریف کہتے ہیں تو پہلے امام شعرانی پر تحریف کا الزام عاید کرنا ہوگا اور خود کو بھی تحریف کنندہ تسلیم کرنا پڑے گا۔

رابعاً۔ خود مولف ہدیہ نے مکتوب ملتانی کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں اس قسم کے بہت تصرفات اور ان کے الفاظ میں ''تحریفات'' کے وہ مرتکب ہوئے ہیں جو خود ان کا شافی جواب ہیں وہ ان تحریفات کی جو توجیہ کریں گے وہی ان کے اعتراضات کا بھی جواب ہوسکتا ہے۔مثلاً مکتوب ملتانی میں قدامتلات الارض لکھا ہے جو فتوحات کے مطابق ہے اس کو ہدیہ میں قدامملات الارض لکھدیا ہے جو فتوحات کے بھی خلاف ہے اور باعتبار معنی بھی صحیح نہیں ہے۔''مکتوبِ ملتانی''میں ''اجلــی الجبهة [1]'' لکھا ہے جو حدیث کے اصلی الفاظ ہیں ہدیہ میں اسکو اجـل الـجبهـه لکھدیا ہے جو معنی کے اعتبار سے بھی غلط ہے اور مکتوبِ ملتانی۔فتوحات نفس حدیث کے بھی صریح خلاف ہے۔مکتوب ملتانی میں یعـز الاسـلام بعدذلـه لکھدیا ہے گویا مفعول کو حذف کر کے مضمون خبط کر دیا گیا ہے۔مکتوبِ ملتانی میں وظهـر فـی القـرآن الرابع اللاحق بالقرون الثلاثة الماضیة قرن رسول الله صلی الله علیه و سلم'' ہے اور ہدیہ میں ''بعد القران الرابع '' لکھدیا ہے۔اس کے بعد یہ فقرہ ثم الـذی یلیه ثم جاء بینهما فترات و حثت امور'' اضافہ کر دیا ہے غرض مولف ہدیہ نے جن جن صورتوں کو تحریف سمجھا اور تحریف کہا ہے قریباً وہ سب صورتیں مکتوبِ ملتانی کی اس تھوڑی سی عبارت ہدیہ میں نقل کرنے میں پائی جاتی ہیں۔کیا ہم اس موقع پر مولف ہدیہ کا ہی اعتراض دہرا کران سے پوچھیں کہ آپ نے یہ جعل کی عجب چال اختیار کی ہے جو وضع ثقات سے نہایت بعید ہے کہ کسی جائے اپنے مطلب کے موافق کچھ الفاظ بڑھادئے اور کہیں عبارات وفقرات کہ مختلف دیکھا اوڑادئے بلکہ بدنمائی پیدا کرنے کیلئے صحیح الفاظ کو بھی غلط لکھدیا ہے''۔

خامساً۔اختلاف الفاظ وعبارت کی بحث سے قطع نظر تمام علمائے متقدمین ومتاخرین کا یہ متعارف عمل ہے کہ کسی کا قلو بیان کرنے کے دو طریقے ہیں۔ایک تو نقل کلام۔دوسرا اقتباس وتلخیص یا تضمیں۔پہلی صورت میں اصل قول بعینہ نقل کیا جاتا ہے دوسری صورت میں پوری عبارت بعینہ لفظاً لفظاً نقل کرنا ضروری نہیں ہوتا صرف مقصود بہ مضامین ذکر کئے جاتے ہیں اور بقیہ اختصار کے مدنظر چھوڑ دئے جاتے ہیں یا اس کا خلاصہ لکھدیا جاتا ہے۔تلخیص واقتباس اپنے الفاظ وعبارت میں بھی کرنا جائز ہے اور تضمین تو لزوماً اپنے ہی الفاظ و عبارت میں ہوتی ہے۔مکتوبِ ملتانی میں فتوحات کے جو اقوال لکھے گئے ہیں وہ بطور اقتباس وتضمین ہوسکتے ہیں۔مولف ہدیہ کی یہ خوش فہمی ہے کہ انہوں نے اقتباس وتلخیص کو تحریف سمجھا ہے۔چنانچہ مکتوب ملتانی میں فتوحات کے جو مضامین درج ہیں ان کے اقتباس و تلخیص ہونے کے ثبوت میں بالکل واضح وجوہ موجود ہیں پہلی وجہ تو یہی کہ مولف ہدیہ نے ''ہدیہ'' میں مکتوب ملتانی کا جو قول نقل کیا ہے وہ یہی ہے کہ۔

---

[1] اجلیٰ کا وہ جلا ہے اور ''اجلیٰ الجبهة'' کا معنی روشن پیشانی ہے۔''اجل'' کا مادہ ہے جلال ہے اور ''اجل الجبهة'' غلط ہے جو حدیث کے الفاظ نہیں ہیں۔۱۲

www.khalifatullahmehdi.info

''بعضے روایات کہ درحق مہدی وارد شدہ است اکثر صاحب فتوحات در کتاب خود آوردہ کقول ان خلیفۃ'' الخ

اس سے ظاہر ہے کہ فتوحات کے جو اقوال نقل کئے گئے ہیں وہ مثال کے طور پر لکھے گئے ہیں۔عام طور پر مثال میں تمام کے تمام اقوال نقل کرنے کی نہ عادت ہے نہ ضرورت جس کی بیشمار مثالیں علمائے متقدمین ومتاخرین کی تصنیفات میں ملتی ہیں مثلاً استدلال کے موقع پر کقوله تعالی یا کقوله علیه السلام لکھا جاتا ہےتو آیت وحدیث کا صرف مقصود بہ حصہ لکھا جائے گا پوری آیت وحدیث لکھنا ضروری نہیں ہوتا۔پس جبکہ یہ اقوال بھی مثال کے طور پر لکھے گئے ہیں یہاں بھی پوری عبارت لفظاً لفظاً نقل کرنا ضروری نہیں ہے۔ نیز اس قول سے ان روایات کا بیان کرنا اصل مقصد معلوم ہورہا ہے جوفتوحات میں نقل کی گئی ہیں۔

دوسری وجہ جو اس سے بھی واضح ہے یہ ہے کہ فتوحات کا تین سوچھسٹو اں باب کئی صفحوں پر مشتمل ہے۔اس میں متعدد مسائل اور مختلف مضامین مندرج ہیں۔ایسی صورت میں صرف مقصود بہ مضامین ہی اقتباس کئے جائیں گے اور غیر متعلق یا غیر مقصود بہ کئی صفحوں کے طویل مضامین لازمی طور پر حذف وترک کردینا ہی پڑے گا۔چنانچہ فتوحات میں وزرائے امام علیہ السلام کی شان ومنزلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ

یبایعونه العارفون بالله من اهل الحقائق عن شهود و کشف و تعریف الٰهی الخ۔	اللہ کے عارفین اور اہل حقائق اپنے باطنی کشف اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلومات کی بنا پر امام علیہ السلام سے بیعت کریں گے۔

اس کے بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام اور قتل سفیانی وغیرہ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں پھر امام علیہ السلام کی تعریف میں چند اشعار لکھے ہیں لیکن مکتوبِ ملتانی میں یہ غیر متعلق وغیر مقصود بہ مضامین ترک کرکے وزرائے مہدی علیہ السلام کے ذکر کے بعد وہ اشعار لکھدئے گئے ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ صورت اقتباس وتلخیص کی ہے نہ تحریف کی۔

اسی طرح مکتوبِ ملتانی میں فتوحات سے یہ دو فقرے لکھے گئے ہیں جن میں سے پہلا وزرائے مہدی علیہ السلام کے متعلق ہے جو یہ ہے۔

هم علٰی اقدام رجال من الصحابه صدقوا ماعاهدوالله علیه وهم من الاعاجم مافیهم عربی لٰکن لا یتکلمون الا بالعربیة [1] لهم حافظ لیس من جنسهم وماعصی اللّٰه قط و هوا خس الوزراء وافضل الامناء۔	وہ (خلفاے مہدی علیہ السلام) صحابہ رسول اللہؐ کے قدم بقدم ہوں گے۔اللہ تعالیٰ سے کئے ہوے عہد میں صادق ہوں گے وہ عجمی ہوں گے جن میں کوئی عربی نہ ہوگا لیکن وہ عربیہ کے سوا بات نہ کریں گے انہی میں ایک محافظ ہوگا جو ان کا ہم جنس نہ ہوگا اس نے ہرگز خدائے تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہوگی وزراء میں خاص الخاص اور افضل الامنا ہوگا۔

[1] عربیہ کی تحقیق دلیل نہم کے ضمن میں درج ہے۔۱۲

www.khalifatullahmehdi.info

دوسرا فقرہ امام مہدی علیہ السلام کی شان و منزلت ظاہر کرتا ہے جو یہ ہے۔

فان المهدی حجة اللّٰه علی اهل زمانه وهی درجة الانبیاء التی تقع فیها المشارکة۔	امام مہدی علیہ السلام اپنے اہل زمانہ پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام کا درجہ ہے جس میں مشارکت واقع ہوئی ہے۔

فتوحات کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے فقرہ سے قریباً چار صفحوں کے بعد دوسرا فقرہ شروع ہوا ہے اور ان دونوں فقروں کے درمیان میں دجال اور عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اور ان کے حالات و واقعات اور دوسرے مضامین درج ہیں۔ اب کون ایسا کم سمجھ ہوگا جو ان غیر متعلق طول طویل مضامین کو بجنسہ نقل کرنا ضروری اور نقل نہ کرنے کو تحریف کہے گا؟

سادساً۔ خود فتوحات کے باب (۳۶۶) کے مندرجہ مضامین کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں صاحب فتوحات حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے ذاتی اقوال کو چھوڑ کر باقی حصہ بعض احادیث اور روایتوں کی تلخیص و تضمین یا اقتباس ہی ہے کہ کسی حدیث کا کچھ حصہ یا کوئی مضمون درج کیا گیا ہے اور کسی حدیث سے کچھ مضمون لیا گیا ہے اور دوسرے مضامین چھوڑ دئے گئے ہیں۔ کہیں احادیث کا مضمون مقدم و موخر کر دیا گیا ہے۔ تمام احادیث کی اصل عبارتیں پوری پوری لفظاً لفظاً نقل نہیں کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر فتوحات کے اس باب (۳۶۶) کی ابتدائی عبارت ہی کو دیکھو جس کا اقتباس مکتوب ملتانی میں درج ہے جو یہ ہے۔

اعلم ایدک اللّٰه ان اللّٰه خلیفة یخرج وقدا متلئت الارض جورا و ظلماً فیملأ هاقسطاً و عدلاً لولم یبق من الدنیا الایوم وحد لطول اللّٰه ذالک الیوم حتی یلی هذا الخلیفه من عترة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم من ولد فاطمه یواطی اسمه اسم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم یبائع بین الرکن والمقام ۔الخ

ابتدائی مضمون جن احادیث سے ماخوذ ہے ان کو احمد۔ ابوداؤد۔ ابونعیم۔ نعیم بن حماد۔ حاکم۔ طبرانی۔ حسن بن سفیان وغیرہ محدثین نے متعدد صحابہ سے باختلافِ الفاظ و عبارت روایت کیا ہے۔ لیکن کسی روایت میں بھی الفاظ و عبارت کی یہ ترتیب نہیں ہے کئی الفاظ و مضامین جو ان روایتوں میں ہیں یہاں متروک ہو گئے ہیں۔ کہیں مضمون مقدم و موخر ہو گیا ہے مثلاً تمام روایتوں میں زمین ظلم و جور سے بھر جانے اور پھر امام مہدی علیہ السلام اس کو قسط و عدل سے پُر کرنے کا مضمون آخر میں ہے اور یہاں اس کو مقدم کر دیا گیا ہے ایسا ہی اصل روایتوں میں یبعث یایملک رجل من اهل بیتی یامن عترتی اور ''یواطی اسمه اسمی'' متکلمانہ شان ظاہر کرنے والے الفاظ ہیں جو قول رسول (صلعم) ہونے کے مناسب و موزوں ہیں۔ ''هذا الخلیفة من عترة رسول صلی اللّٰه علیه و سلم'' یا یواطی اسمه اسم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم'' کے الفاظ نہیں ہیں جو صیغہ ہائے غائب کا انداز رکھتے ہیں۔ ان روایتوں میں رکن و مقام کے درمیان بیعت کا ذکر بھی نہیں ہے یہ دوسری حدیث کا جزء ہے جو ا

www.khalifatullahmehdi.info

س حدیث کے ساتھ ملادیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ احادیث کی تلخیص و تضمین ہی ہوسکتی ہے نقلِ احادیث قطعاً نہیں ہے۔پس اگر اس طرح کے اقتباس یا تلخیص و تضمین کو تحریف قرار دیا جاسکتا ہے تو مولف ہدیہ کو سب سے پہلے خود صاحب فتوحات حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ پر احادیث کی تحریف کا الزام عائد کرنا ہوگا کیونکہ فتوحات کی عبارت کی تحریف سے احادیث رسول اللہ صلعم میں تحریف کرنا بدرجہا بدتر ہے۔

حاصل کلام مولف صاحب ہدیہ نے مکتوبِ ملتانی کے جن مواقع کو تحریف سمجھا اور تحریف کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ وہ انہی وجوہ میں سے کسی نہ کسی پر مبنی ہیں۔اس لحاظ سے تحریفات ثابت کرنے کی جو لایعنی بحث وکوشش کی گئی ہے اوران سے جو بے اصل نتائج اخذ کئے گئے ہیں ان پر تفصیلی بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

لیکن ہم تفصّلاً ان بیان کردہ تحریفات پر بھی ایک سرسری نظر ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کرام پر واضح ہوجائے کہ مولف صاحب کے یہ اعتراضات بھی کس قدر سطحی ہیں اور جن کو صحیح تصور کرنے سے کیا کیا نتائج برآمد ہوں گے چنانچہ تحریف اول یہ بیان کی ہے کہ۔

تحریف اوّل:۔ قسطاً وعدلاً کی یہ عبارت اڑادی **لولم یبق من الدنیا الایوم واحد طول اللّٰہ ذلک الیوم حتی یلی ھذاالخلیفة من عترة رسول اللّٰہ من ولد فاطمة یوطی اسمہ اسم رسول اللّٰہ یبایع بین الرکن والمقام** الخ۔

مولف صاحب ہدیہ نے اس کو تحریف بتاکر اس سے جو نتیجہ نکالا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

شاید بیعت رکن ومقام کے درمیان ان کے مہدی پر صادق نہیں آتی ہے اس لئے اس کو حذف کردیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کو تحریف سمجھنا اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا دونوں محض بے اصل اور ناقابلِ التفات ہیں کیونکہ اولاً یہ اقتباس اور اختصار کی صورت ہوسکتی ہے۔

ثانیاً۔تحریف کا تصور ایسے مقام پر ہوسکتا ہے جہاں کوئی خلاف یا نقصان لازم آنے کا اندیشہ ہو حالانکہ یہ مضمون تو وہ ہے کہ مہدوی اس کے قائل اور درپئے اثبات ہیں چنانچہ خود مکتوبِ ملتانی میں اسی مقام کے قریب میں اسی مضمون کی اصل حدیث نقل کی گئی ہے۔لہذا یہ عبارت جو اسی حدیث کی تلخیص وتضمین ہے مکرر ہونے کے سبب سے شاید یہاں ذکر نہ کی گئی ہو۔

رکن ومقام کے درمیان بیعت کا ذکر خاص اس مقام پر نہ ہونے سے اس واقعہ کے صادق نہ آنے کا نتیجہ بھی کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ وہ واقعہ تاریخی حیثیت سے صحیح وثابت اور خود حضرت مولف صاحب مکتوبِ ملتانیؒ اور سب مہدویہ کے مسلمات سے ہے پس اس خاص موقع پر اس کا ذکر نہ ہونے سے ایک ثابت ومتحقق واقعہ کی نفی یا انکار کا تصور لازم نہیں آسکتا۔

اس کے ذکر نہ کرنے کی وجہ ایک یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس طرح ابھی بیان کیا گیا ہے **لو لم یبق من الدنیا الایوم** کی حدیث

www.khalifatullahmehdi.info

جن محدثین نے روایت کی ہے ان کی روایت میں رکن و مقام کی بیعت کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے۔ پس اس کا ذکر نہ کرنا حدیث کے ٹھیک مطابق ہوا لیکن بقول آپ کے حضرت مولف صاحب فتوحات پر تحریف کا الزام عائد ہونا چاہیئے کہ آپ نے اس حدیث کے ساتھ ایک ایسا مضمون ملا دیا ہے جو اس حدیث میں نہیں تھا۔ اگر کوئی بات کسی وجہ سے کسی خاص موقع پر صرف ذکر نہ کرنے سے مولف صاحب ہدیہ کے پاس اس کے وجود ہی کا انکار یا نفی لازم آتی ہے تو پھر انھیں ایسے بہت سے واقعات کی صداقت کا انکار کرنا پڑے گا جو آیات قرآنی اور احادیث رسالت پناہی میں متعدد موقعوں پر مزکور ہوے ہیں مگر کہیں واقعہ کی کچھ تفصیل درج ہے اور کہیں اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ پس جہاں مجمل ذکر ہوا ہے۔ وہاں واقعاتِ تفصیلی مذکور نہ ہونے سے کیا آپ ان واقعات کی صحت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے [۱]۔

اس کے قطع نظر اگر مولف صاحب ہدیہ کا یہ اصول ان کے نزدیک صحیح ہے تو وہ کیا فرمائیں گے کہ خود انھوں نے تحریف ثابت کرنے کیلئے فتوحات کی جو اصل عبارت نقل کی ہے اس میں ''من ولد فاطمة'' کے بعد باختلاف نسخہ ہائے فتوحات ''جده الحسن بن علی'' یا ''جده الحسين بن علی'' کا جو مضمون ہے اس کو بالکل حذف کر دیا اور نقل نہیں کیا ہے۔ پس اس سے خود آپ پر فتوحات کی عبارت میں تحریف کرنے کا الزام ثابت ہو گیا۔ اس کے علاوہ اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہوگا کہ مولف ہدیہ کے اعتقاد میں امام مہدیؑ اولادِ فاطمہ سے تو ضرور ہوں گے مگر نہ اولاد امام حسنؓ سے ہوں گے اور نہ اولادِ امام حسینؓ سے کیونکہ انہوں نے اس موقع پر اس حصہ کو نقل نہیں کیا ہے اور نقل نہ کرنے سے بقول ان کے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ شائد مولف ہدیہ کے مزعومہ امام مہدیؑ پر اولادِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہونا صادق نہیں آتا ہے اسی لئے اس کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اور یہ بات کہ ان کے مزعومہ مہدیؑ امام حسنؓ اور امام حسینؓ دونوں کی اولاد نہ ہو کر فاطمہؓ کی اولاد کس طرح ہوں گے؟ اس کا جواب بھی مولف ہدیہ کو دینا ہوگا۔ یا اپنے اس اصول کو غلط کہنا پڑے گا۔

تحریف دوم:۔ تحریف دوم یہ کہ لکھتے ہیں کہ يشبه رسول الله فی الحلق بضم الخاء حالانکہ فتوحات میں عبارت اس طرح ہے کہ يشبه رسول الله فی الخلق بفتح الخاء و ينزل عنه فی الخلق بضم الخاء لانه لا يكون احد مثل

---

[۱] ۔علامہ مجیب نے جس اسلوب کلام کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی بہت سی مثالیں ہیں چنانچہ۔سورۂ یونس۔طٰہٰ۔شعرا وغیرہ میں موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو ہمراہ لیکر نکلنا اور فرعون کا اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کرنا اور ان کو دریا پر جالینا۔ بنی اسرائیل کا خوف زدہ ہو کر اپنے گھر جانے کا اندیشہ ظاہر کرنا۔ موسیٰ علیہ السلام کا انھیں تسلی دینا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا پایاب ہو جانا اور موسیٰؑ کا معہ بنی اسرائیل کے دریا سے پار اتر جانا اور فرعون کا لشکر غرق ہونا اور فرعون کا ڈوبتے وقت بنی اسرایل کے پروردگار پر ایمان کا اقرار کرنا وغیرہ واقعات تفصیل سے مذکور ہیں۔ لیکن سورۂ بنی اسرائیل میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو سرزمین مصر سے نکال دینا چاہا ہم نے اس کو اور تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ گویا وہ تمام تفصیلی واقعات اس موقع پر مذکور نہیں ہیں۔ سورۂ نازعات میں تو فرعون کے غرق ہونے کا بھی ذکر نہیں ہے بلکہ اس کے انجام کو صرف اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جھٹلایا اور اپنی قوم کو جمع کر کے کہا میں ہی تمہارا بڑا پروردگار ہوں پس اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا اور آخرت کے عذاب میں گرفتار کر دیا اور اس میں اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے بڑی ہی عبرت ہے۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

رسول اللہ فی اخلاقہ یعنی مشابہ ہوگا رسول خداؐ کے یہ خلیفہ صورت وشکل میں اور کم ہوگا حضرت سے اخلاق میں اس واسطے کہ کوئی شخص اخلاق میں مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہوتا ہے۔

مولف صاحب ہدیہ کا اس کو تحریف سمجھنا اور کہنا بھی کئی وجوہ سے صحیح نہیں کیونکہ یہاں بھی اختلاف نسخ کا اس لئے قوی احتمال ہے کہ اگر یہ مضمون صحیح فرض کیا جائے تو خود صاحب فتوحاتؒ کے دوسرے اقوال اور نیز احادیث نبوی سے خلاف لازم آتا ہے۔

اوّلاً۔ بخاری۔مسلم۔ترمذی وغیرہ میں انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی گئی ہے کہ

قد کان رسول اللّٰہ احسن الناس واشجع الناس اوجود الناس۔	رسول اللہ صلعم سب لوگوں میں زیادہ حسین اور زیادہ جوانمرد اور زیادہ سخی تھے مواہب لدینہ میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے۔
اقتصار انس علٰی ھذہ الاوصاف الثلاثۃ من جوامع الکلم لانھا امھات الاخلاق۔	انسؓ نے صرف تین صفات پر اس لئے اقتصار کیا ہے کہ یہ صفات امہات اخلاق ہیں۔

اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ صفات ثلٰثہ جملہ اخلاق حمیدہ کے اصل اور منبع ہیں یعنی جو شخص متصف بایں اوصاف ہو وہ جمیع اخلاق حسنہ کا جامع ہوگا۔

امام مہدی علیہ السلام کے اخلاق واوصاف کی نسبت صاحب یواقیت علامہ شعرانی نے فتوحات ہی سے نقل کیا ہے کہ۔

یمسی الرجل جاھلاً بخلاً جباناً فیصبح اعلم الناس اکرم الناس اشجع الناس یعنی امام مہدی علیہ السلام کی برکت صحبت سے جاہل بخیل۔نامرد سب سے زیادہ عالم۔سخی۔جوانمرد ہو جائے گا۔اب محل انصاف ہے کہ جس کے فیض صحبت سے لوگ امہات صفات سے متصف بن جائیں گے تو وہ خود ذات اقدس اخلاق حمیدہ واوصاف پسندیدہ کی کس حد تک جامع ہوگی۔

ثانیاً۔ خود صاحب فتوحات نے فتوحات کے پندرھویں سوال میں امام مہدی علیہ السلام کا جمیع اخلاق محمدیؐ کے جامع ہونے کا اقرار کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ۔

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) انھیں واقعات پر موقوف نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے ابتدائی واقعات اور حضرت نوح علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں اور ان کی قوموں کے واقعات بھی اسی اسلوب پر بیان فرمائے گئے ہیں کہ کہیں تفصیل ہے اور دوسرے مقام پر تفصیلی واقعات کے عوض مختصر طور پر ان کا کوئی حصہ یا خلاصہ درج ہے اور سب تفصیلات ترک کردی گئی ہیں۔پس جہاں جو واقعات متروک ہوگئے ہیں نعوذ باللہ مولف ہدیہ کے اس غلط اصول پر یہ خیال کر لینا کبھی صحیح نہ ہوگا کہ اس سے ان واقعات وحالات کی نفی یا انکار لازم آجائے گا حالانکہ وہ دوسرے مقام پر مذکور ہیں۔یا یہ نتیجہ نکالنا ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا کہ شائد وہ تفصیلی واقعات صحیح نہ تھے اس لئے ان کا ذکر یہاں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ۱۲ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

ان الدنیا لما کان لھابدء و نھایة وھو ختمھا قضی اللّٰہ سبحانہ ان ایکون جمیع مافیھا یجب لغتھالہ بدء و ختام فختم اللّٰہ ھذا التنزیل بشرع محمد فکان خاتم النبیین و ختم الولایة العامة بعیسیٰؑ و استحق ان یکون لا لایتہ الخاصة ختم یوطی اسمہ اسمہ ویحوز خلقہ۔

جبکہ دنیا کی ابتدا اور انتہا ہے کہ وہی اس کا ختم ہے اللہ سبحانہ کی یہ قضا جاری ہوی کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے اس کے لئے بھی ابتدا و انتہا ہو پس اس نے تنزیل آسمانی کو شریعت محمدیہ پر ختم کیا اور محمد صلعم خاتم النبیین ہوے اور ولایت عامہ کو عیسیٰؑ پر ختم کیا۔ پس ولایت خاصۂ محمدیہ کے لئے بھی ایک ختم ہونا چاہیئے جس کا نام محمد صلعم کے نام کے مطابق ہو اور وہ آنحضرت صلعم کے اخلاق کا جامع ہو۔

اس سے ثابت ہورہا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام اخلاق محمدیؐ کے جامع ہیں کس واسطے کہ ''حوز'' کا معنی لغت میں ''جمع کردن وگرد آمدن'' سے اور صوفیائے کرام کے پاس ولایت خاصۂ محمدیہ کے خاتم امام مہدی علیہ السلام ہی ہیں۔ پھر فتوحات کے نام سے جو عبارت مولف ہدیہ نے لکھی ہے کہ ینزل فی الخلق بضم الخا وہ کس طرح صحیح ہوگی کیونکہ اس صورت میں فتوحات کی ان دونوں عبارتوں میں تضاد ثابت ہوتا ہے۔

ثالثاً۔ ناظرین کرام کے لئے یہ بات بھی نہایت توجہ کے قابل ہے کہ مولف صاحب ہدیہ نے یشبہ فی الخلق بضم الخاء کو یہاں تو تحریف کہا ہے لیکن اس کو تحریف کہنے سے انہیں ذرا بھی حیا دامن گیر نہیں ہوئی کہ خود انہوں نے ہدیہ کے صفحہ (۲۷۴) پر لکھا ہے کہ۔

> ''حدیث میں وارد ہے کہ یشبہ فی الخلق و لایشبہ فی الخلق یعنی امام مہدیؑ مشابہ ہوں گے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاق محمدی میں اور مشابہ نہ ہوویں گے بیچ شکل وصورت کے۔

یہی صحیح بھی ہے کہ احادیث سے امام مہدی علیہ السلام کا ہم خُلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ایک امر ثابت و متحقق ہے چنانچہ اور احادیث کے علاوہ جن سے یہ مسئلہ پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے ابونعیم اور طبرانی نے حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً جو روایت کی ہے اس میں یہ صاف صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی علیہ السلام کی شان میں ''خُلقہ خُلقی''(امام مہدیؑ کے اخلاق میرے اخلاق ہوں گے) کی بشارت دی ہے۔ جب امام مہدی علیہ السلام کا اخلاقِ محمدیؐ میں مشابہ رسول اللہ صلعم ہونا حدیث میں وارد ہے اور خود آپ کو اس کا اعتراف بھی ہے تو مکتوبِ ملتانی میں جو لکھا ہے وہ حدیث کے عین مطابق ہوا۔ اگر فتوحات میں اس کے خلاف لکھا ہے تو آپ ہی کے قول کے مطابق خود یہ حدیث رسول اللہؐ کی تحریف معنوی ہوگی پس فتوحات کی صحیح عبارت وہی ہونا ضروری ہے جو حدیث میں وارد ہے یعنی یشبہ فی الخلق بضم الخاء (یعنی خلق (بضم الخاء) میں مشابہ ہونگے۔

اسی طرح شکل وصورت میں مشابہت کی بحث بھی جو مولف ہدیہ نے یہاں چھیڑی ہے اگرچہ ہم نے اس کی تحقیق اس کے محل پر کی ہے جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن مولف ہدیہ کو حضرت امامنا علیہ السلام کے حلیہ شریف سے بحث کرنے کے

www.khalifatullahmehdi.info

عوض اول اس تضاد کو حل کرنا چاہیئے جو فتوحات کی عبارت اور ان کے اس قول میں پایا جارہا ہے کیونکہ فتوحات کی عبارت سے شکل و صورت میں مشابہت ثابت ہوتی ہے اور مولف ہدیہ کے اس قول سے عدم مشابہت لازم آتی ہے۔ پس مولف ہدیہ کے اصول کے موافق کیا ان کا یہ قول فتوحات کے قول کی تحریف ہوگئی ہے؟

تحریف سوم:۔ تحریف سوم یہ لکھی ہے کہ

> ''اقنی الانف کے بعد لفظ **مقرون الحاجبین** بڑھادیا اور **اسعد الناس به اهل الکوفه** کا فقرہ کہ وہاں تھا اڑادیا''۔

مقرون الحاجبین کے الفاظ بعض روایتوں میں بھی آئے ہیں ایسی صورت میں ان کا اندراج اس روایت کے مطابق ہے برتقدیر یہ الفاظ کیا مضر تھے جن کے بڑھادینے سے کوئی قباحت عائد ہوتی ہے بلکہ یہ حلیہ شریف کا ایک جز ہے۔

ان سب کے قطع نظر مقرون الحاجبین کے الفاظ قلمی نسخۂ فتوحات میں بھی موجود ہیں ۱۰۸۱ھ کا لکھا ہوا ہے پھر تو یہ اختلاف نسخ کی صورت ہوئی۔

اسعد الناس به اهل الکوفه کا ذکر چھوڑ دینے کو تحریف کہنے سے پہلے مولف صاحب ہدیہ ذرا یہ تو تحقیق کر لیتے کہ یہ کس روایت کا خلاصہ ہے اور اس روایت کی حقیقت اصول حدیث کے نظر کرتے کیا ہے؟ اس روایت کے ضعف وقوت کی بحث کے قطع نظر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے بلکہ یہ عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے جس کو حدیث موقوف کہتے ہیں اور حدیث موقوف محققین محدثین کے نزدیک اخبار مغیب میں حجت نہیں ہے (نخبۃ الفکر وغیرہ) پس مولف ہدیہ کا یہ اعتراض کہ امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام سے اہل کوفہ کب سعادت اندوز ہوے ہیں؟ اہلِ سنت کے اصول پر سرے سے وارد ہی نہیں ہوسکتا۔

تحریف چہارم:۔ مولف صاحب ہدیہ نے تحریف چہارم یہ لکھی ہے کہ ''**یفصل فی القضیة**'' کے بعد یہ عبارت نکال ڈالی **یاتیه الرجل فیقول یا مهدی اعطنی و بین یدیه المال فیحثی له فی ثوبه ما استطاع ان یحمله** یعنی آوے گا اس خلیفہ کے پاس مرد سائل اور کہے گا کہ اے مہدی دو مجھ کو اور سامنے ان کے مال ہوگا پس اس کے کپڑے میں اس قدر بھر دیویں گے کہ اُٹھا سکے۔

اس کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

> امامنا مہدی علیہ السلام مالک ملک و مال نہ تھے کہ یہ داد و دہش ان پر صادق آتی اس سبب سے اس عبارت کو حذف کردیا ہے''

اس بے سروپا اعتراض کی نوعیت بھی تحریف اول و دوم کی سی ہے کیونکہ یہی عبارت بعینہٖ ایک ورق کے آگے ''مکتوبِ ملتانی'' میں مرقوم ہے گو قدرے تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے لہذا یہاں عبارت مسطورۂ سابقہ بخوف تکرار نقل نہ کی گئی ہوگی۔ پس حضرت امامنا علیہ السلام پر یہ مضمون صادق نہ آنے کی وجہ سے یہ عبارت حذف کردینے کا من گھڑت نتیجہ خود بخود غلط ثابت ہورہا ہے اس لئے کہ

www.khalifatullahmehdi.info

اگر یہ اندیشہ صحیح ہوتو یہ عبارت رسالہ بھر میں کہیں بھی نہ لکھی جاتی ۔ جب یہ لکھی گئی ہے تو پھر یہ اندیشہ اوراس کی وجہ سے اس عبارت کو حذ ف کر دینے کا خیال دونوں بے اصل ہیں ۔

اسی طرح مالکِ ملک و مال ہونے پر عطا کو موقوف سمجھنا بھی بے اصل واہمہ ہے کیونکہ عطائے مال سے عطایائے فیوض باطنی مراد ہوسکتے ہیں بلکہ خلفاء اللہ کی شان ومنزلت کے مناسب حقیقی مال ودولت یہی ہے اوراس کے لئے ظاہری ملک و مال کے مالک ہونے کی حاجت ہی نہیں ہے ۔اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ اوصاف اور کیفیات باطنی پر بھی مال کا اطلاق ہوا ہے ۔بعض صحابہؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہے کہ ایّ مال نتخذہ (ہم کونسا مال فراہم کریں)تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ لسانا ذاکراً و قلباً خاشعاً [1] (خدا کو یاد کرنے والی زبان اوراس سے ڈرنے والا دل) دیکھوان باطنی کیفیتوں پر مال کا اطلاق کیا گیا ہے ۔اس کے علاوہ اسی قسم کی اور بھی نظائر ملتی ہیں پس یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے بالبداہت روشن ہے کہ خزانہ ہائے فیوض باطنی حضرت امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام سے کس طرح بے دریغ لٹتے اوران اوصاف سے حضرت کے صحابہ اور متبعین کس قدر مالا مال رہے ہیں ۔پس جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب نے بھی عطاے مال سے فیوض باطنی مراد لی توان روایتوں کے ٹھیک مطابق اورصحیح ہے ۔

اوراگر آپ کے جیسے طالب دنیا کا ذہن مال کے لفظ سے مال دنیوی وظاہری کی طرف ہی منتقل ہوتا ہواوروہ عطائے مال سے مال ظاہری ہی مراد لے تو حضرت امامنا علیہ السلام پر یہ بھی صادق ہے کیونکہ حضرتؑ نے سائلین کو بھی مال خطیر عطا کیا ہے چنانچہ سابقاً کیفیت فتوح سلطان غیاث الدین میں یہ بحث گزری ہے اوراس کے علاوہ بھی حضرت کی دادودہش کا ہمیشہ یہی حال رہا ہے کہ جب کبھی حضرت کے پاس جو بھی اور جس قدر بھی مال آتا وہ بے دریغ تقسیم کر دیا جا تا تھا۔چونکہ حدیث میں مال کی کوئی نوعیت اور کوئی مقدار معین نہیں کی گئی ہے جس سے مالک ملک و مال ہونے کی ضرورت ہی ہواوراس کے بغیر اس کا ظہور ہی نہ ہوسکے ۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک ملک ومال نہ تھے مگر آنحضرت صلعم کی دادودہش کا یہی عالم تھا اس لئے حضرت امامنا علیہ السلام کی دادودہش کی یہ سب صورتیں بھی بغیر مالکِ مُلک ومال ہونے کے اس روایت کی مصداق ہوسکتی ہیں ۔

اس موقع پر مولف ہدیہ نے اپنی عادت کے موافق بعض غیر متعلق اور غلط سلط باتیں بھی لکھدی ہیں جن کو تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جن کی تحقیق ان کے مقام پر کی گئی ہے مثلاً یہ غلط اعتراض کیا ہے کہ۔ مانڈو کے واقعات کوکسی تاریخی شہادت کی بنا پر نہیں بلکہ محض اپنے من گھڑت قیاسات کی بنا پر غیر صحیح بتاتے ہوے اس کو دعوئ مہدیت سے پہلے کا واقعہ اور بفرض تسلیم اسراف قرار دیا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث سے امام مہدی علیہ السلام کی عام صفت کرم کا اظہار مقصود ہے ۔پس سخاوکرم کے وہ تمام واقعات خواہ دعوئ مہدیت سے قبل ظہور پذیر ہوئے ہوں خواہ بعد وہ سب اس صفت کی خارق عادت حدتک موجودگی کی ضرور دلیل وعلامت ہیں جیسے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت امانت اورآپ کے امین ہونے

---

[1] تفسیر کبیر تحت آیت والذین یکنزون الذھب والفضۃ الآیۃ۔۱۲

www.khalifatullahmehdi.info

کے ثبوت میں امانت داری کے تمام واقعات پیش ہو سکتے ہیں خواہ وہ دعویٰ نبوت سے قبل وقوع پذیر ہوئے ہوں یا بعد۔

اس کے قطع نظر حضرت امامنا علیہ السلام کا دعوی تیئیس (۲۳) سال رہا اور اس عرض مدت میں جو بھی مقدمات ظاہر ہوئے ہیں وہ سب بلا شک وشبہ اس خبر مغیب کے مصداق ہیں۔

اس کو اسراف سمجھنا بھی ایک طرح کی نادانی ہے اس لئے کہ کرم عمیم، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو ''یرزق من یشاء بغیر حساب'' وغیرہ آیات قرآنی میں بیان ہوئی ہے۔ بھلا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنے فضل وکرم سے بے حساب عطا فرمایا ہے تو وہ نعوذ باللہ اسراف ہے۔ کاملین اس صفت باری تعالیٰ کے مظہر ہیں جن سے اس کا ظہور ہوا کیا ہے۔ حضرت سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت اس دادودہش کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ بسا اوقات جس قدر مال حاضر کیا گیا اسی وقت تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک وقت مال ختم ہو جانے کے بعد بھی عوام نے ہجوم کیا تو ارشاد فرمایا کہ اگر یہ تمام ریت لامیدان مال ہوتا تو بھی میں اسی وقت سب تمہیں تقسیم کر دیتا اور اس کی مجھے کوئی پرواہ نہ ہوتی۔

تاریخ الخلفا میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دادودہش کی نسبت لکھا ہے۔

وکان یجیز الرجل الواحد بمائۃ الف۔ آپ ایک شخص کو ایک ایک لاکھ دیدیتے تھے۔

کیا مولف صاحب ہدیہ یہ حساب کر کے بتا سکیں گے کہ ان صورتوں میں جن کو جو کچھ دیا گیا ان کا حصہ بیت المال میں کس قدر تھا اور جس قدر دیا گیا وہ ان کے حصہ سے کتنا کم یا زیادہ تھا؟

تحریف پنجم:۔ مولف ہدیہ نے تحریف پنجم جو بتائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فتوحات میں یمسی جاھلاً بخیلاً جباناً فیصبح اعلم الناس اکرم الناس اشجع الناس لکھا ہے۔ مکتوبِ ملتانی میں یاتیہ الرجل یمسی جاھلاً الخ کر دیا گیا ہے۔

مولف ہدیہ نے بڑے شدومد سے اس کو تحریف قرار دیا ہے حالانکہ یہ صورت بھی اختلاف نسخ کی ہو سکتی ہے ممکن ہے کہ جو نسخہ حضرت مولف مکتابِ ملتانیؒ کے زیر ملاحظہ تھا اس میں یہی الفاظ ہوں گے اور مولف ہدیہ نے جو نسخہ دیکھا اس میں یہ الفاظ نہ ہوں۔ یا یہ تلخیص وتضمین کے لوازمات سے ہے جس میں الفاظ وعبارت میں اس حدتک تغیر وتبدل جائز ہے جیسا کہ فتوحات کی اس عبارت میں جن حدیثوں کی تلخیص کی گئی ہے ان کے الفاظ میں اسی قسم کمی وبیشی پائی جاتی ہے۔

اس اعتراض کی مزید تحقیق یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ حقیقت قابل غور ہے کہ مکتوبِ ملتانی عبارت فتوحات کا جو خلاصہ درج ہے اس میں اور مولف ہدیہ کے بیان میں کیا فرق ہے۔ مکتوبِ ملتانی کے مندرجہ خلاصہ یا اقتباس کا معنی یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی خدمت میں جاہل، بخیل، بزدل شخص بھی آئے گا تو زیادہ عالم، سخی، جوانمرد ہو جائے گا یعنی امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ اور صحبت کی برکت سے اس کی صفات ذمیمہ اخلاق حسنہ سے بدل جائیں گے۔

www.khalifatullahmehdi.info

مولف ہدیہ کہتے ہیں کہ ایسا کہنا تحریف ہے بلکہ صاحب فتوحات کا یہ مطلب ہے کہ امام مہدی علیہ السلام (معاذ اللہ) خود جاہل، بخیل، بے جرأت ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو ایک رات میں درست کردے گا چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

یعنی مہدی کو جس شب اللہ تعالیٰ مہدی بنادے گا اس کی شام تک بے علم۔ بخیل بے جرأت ہوں گے اور صبح کو سب آدمیوں سے زیادہ علم میں اور کرم میں اور شجاعت میں ہو جاویں گے (ہدیہ صفحہ۔۹۲)۔

ان میں سے فتوحات کے قول کی پہلی توجیہ تو فطرت انسانی۔ تجربہ۔ مذہبی تاریخ کے بیشمار فتو شواہد کے ٹھیک مطابق ہے کہ برگزیدہ نفوس قدسیہ فضائل۔ نیکیوں۔ خوبیوں سے خود آراستہ ہوتے ہیں اور چونکہ ہر ہر نیکی اور بھلائی میں دوسرے پر اثر انداز ہونیکی صلاحیت موجود ہوتی ہے اس لئے ان کے فیضان سے دوسرے انسانوں کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ ہر زمانہ میں یہی ہوا ہے اور خصوصاً رسول عربی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اس کی سب سے زیادہ روشن مثال ہے کہ حضرت کے فیضان سے اہل عرب میں کیا انقلاب ہوا اور وہی لوگ جو صفاتِ ذمیمہ سے متصف تھے اوصافِ حمیدہ سے کیسے آراستہ ہوگئے۔ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں بھی یہی ہونیکی خبر دی گئی ہے۔

مولف ہدیہ نے فتوحات کا جو مطلب بیان کی ہے اس سے خود امام مہدی علیہ السلام کا معاذ اللہ صفاتِ ذمیمہ سے متصف ہونا لازم آتا ہے یہ عام اصولِ ارشاد و ہدایت کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ برگزیدہ نفوس جو خلافتِ الٰہی کی خلعت سے سرفراز ہوتے ہیں اُن میں عموماً شروع ہی سے مافوق الفطرت صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں اور ابتدا ہی سے وہ بُری صفتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اس کی بھی روشن مثال ہیں کہ حضرت کی ذاتِ اقدس طفولیت عنفوان شباب غرض کہ بعثت سے پہلے کے ہر زمانہ میں صفاتِ ذمیمہ سے محفوظ اور اخلاقِ حسنہ سے آراستہ تھی۔ پس امام مہدی علیہ السلام کی بھی یہی حالت ہونی چاہیئے۔ لیکن بقولِ مولف ہدیہ یہ لازم آتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام جو بالاتفاق خلیفۃ اللہ ہیں تمام خلفاء اللہ کے خلاف صفاتِ ذمیمہ سے متصف رہیں گے۔ گویا مہدویہ کی کاوش میں امام مہدی علیہ السلام ہی کی توہین جلی کی جارہی ہے۔

پس تحریف کی تحقیق سے قطع نظر مولف ہدیہ کی ہی بداعتقادی دیکھئے کہ جو بدترینِ صفات ہیں وہ امام مہدی علیہ السلام کے لئے ثابت کرنے کی بے ادبی کررہے ہیں (یعنی آپ خود جس مہدی کے منتظر ہیں اُنھیں موصوف بہ صفات ذمیمہ بنا رہے ہیں) استغفر اللہ العظیم یہ اعتقاد اہلِ حق کا کیونکر ہوسکتا ہے اور صاحبِ فتوحات علیہ الرحمہ جو رئیس المحققین ہیں اس امرِ قبیح کے کس طرح قائل ہوسکتے ہیں بلکہ کوئی مسلمان بھی جو امام مہدی علیہ السلام کے وجود کا اور آپؑ کی ذاتِ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موعود و مبشر ہونے کا قایل و معتقد ہے مولفِ ہدیہ کی اس بداعتقادی اور بدزبانی کو کبھی روا نہیں رکھ سکتا۔ مولف ہدیہ نے اتنا نہیں سمجھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی شان میں ''یقفو اثری و لا یخطی'' اور ''خلقه خلقی'' فرمایا ہے اُس ذاتِ اقدس کی طرف ان بدترینِ صفات کی نسبت کیسے ہوسکتی ہے؟ کیا کسی نے سنا ہے کہ جہل وبخل وجُبن معاذ اللہ اخلاقِ محمدیؐ میں داخل ہیں؟

اب اعتراض تحریف کے متعلق لفظی و معنوی دونوں پہلوؤں سے بحث کی جاتی ہے۔ اس کی لفظی تحقیق یہ ہے کہ لفظ ''الیواقیت والجواھر'' کے پندرھویں مبحث میں فتوحات کا یہی قول اس طرح نقل کیا ہے کہ یمسی الرجل جاھلا و جباناً و بخیلا فیصبح شجاعا کریما جیسا کہ اس سے پہلے بھی یہی قول لکھا گیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ممکن ہے کہ الرجل فتوحات کے کسی نسخہ میں شائد نہ بھی ہو۔ لیکن یہ اختلاف نسخہائے فتوحات کی صورت ہوگی اس کو تحریف کہنا کبھی صحیح نہیں۔ اگر اس کو تحریف کہا جائے تو یہی الزام تحریف علامہ شعرانی پر اول وارد کرنا ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ علامہ شعرانی کے اس قول میں بھی یاتیہ نہیں ہے جو مکتوب میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تلخیص و تضمین کا لازمہ ہے جس میں اس حد تک تغیر و تبدل الفاظ میں جائز ہے جیسا کہ علامہ شعرانی کے قول میں فتوحات کا مضمون بیان کرنے میں اور خود فتوحات کی عبارت میں احادیث کی اصل عبارت اور الفاظ کی بہ نسبت پایا جاتا ہے۔ نیز یاتیہ الرجل سے اس سنۃ اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ کسی خلیفۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے انہی کی حقیقی اصلاح ہوگی اور جو لوگ خلیفۃ اللہ کے منکر اور خلیفۃ اللہ کی صحبت و تعلیمات سے بے بہرہ رہتے ہیں ایسے لوگ اصلاح سے بھی ضرور محروم رہتے ہیں۔

اس کی معنوی بحث بھی کئی طرح سے ہوسکتی ہے۔

اوّلاً مولف ہدیہ نے اپنی اس لاطائل توجیہ کو نباہنے کے لئے امام احمدؒ کی روایت کردہ ایک حدیث اھل البیت یصلحہ اللہ فی لیلۃ کو اس موقعہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس وقت اس رویات کی تنقید و تحقیق اصولِ حدیث کی رو سے کرنے یا اس کے حقائق و مطالب سے بحث کی ضرورت نہ بھی سمجھی جائے تو تب بھی یہ متبادر ہے کہ اس حدیث کا ابتدائی حصہ یعنی امام مہدی علیہ السلام کا اہل بیت سے ہونا دوسری بہت سی احادیث سے ثابت بلکہ حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے لیکن اس حدیث کا آخری حصہ یعنی یصلحہ اللہ فی لیلۃ غریب اور شاذ کی حیثیت رکھتا ہے جس کے شواہد یا مویدات پہلے حصہ کی طرف نہیں ملتے۔ اس کے قطع نظر اُسی روایت کے سیاق کلام کے نظر کرتے منصب مہدیت و خلافت الٰہی کی صلاحیت پیدا کرنے کا اشارہ اس سے ہوسکتا ہے مگر اس کے کسی حصہ سے بھی ان صفات ذمیمہ سے متصف ہونا ثابت نہیں ہے اور نہ کسی اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ امام مہدی علیہ السلام قبلِ بعثت ان رذائلِ اخلاق سے متصف رہیں گے۔ اس کے برخلاف جبکہ دوسری احادیث سے امام مہدی علیہ السلام کا اخلاقِ محمدیؐ سے متخلق ہونا ثابت ہے جس کا خود مولف ہدیہ کو بھی اعتراف ہے جیسا کہ تحریف دوم کے ضمن میں ان کا قول نقل کیا گیا ہے فتوحات کے قول کی یہ توجیہ جو مولف ہدیہ نے بیان کی ہے احادیث کے بھی صریح خلاف ہے۔

ثانیاً۔ فتوحات کے اس قول میں جس سے مولف ہدیہ نے یہ غلط نتیجہ یا مطلب نکالا ہے یصلحہ اللہ فی لیلۃ کی روایت تو لکھی ہوئی ہے لیکن اس روایت کو امام مہدی علیہ السلام کے ان صفات ذمیمہ سے متصف ہونے کی وجہ نہیں قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ خود اسی قول کے بعض حصوں سے ایسا مفہوم نکالنے کی نفی ہوتی ہے چنانچہ فتوحات کی عبارت یہ ہے جس میں امام مہدی علیہ السلام کے متعلق مختلف حدیثوں کی تلخیص و تضمین اور حضرت کے بعض فضائل و اوصاف کریمہ کا ذکر ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

یخرج علی فترة من الدین یزع به مالا یزع بالقرآن یمسی الرجل جاهلاً بخیلاً فیصبح اعلم الناس اکرم الناس اشجع الناس یمشی النصربین یدیه یعیش خماس اوسبعاً اوتسعاً یقفواثر رسول الله صلی اللّٰه علیه و سلم لا یخطی له ملک یسدده من حیث لا یراه یحمل الکل ویقوی الضعیف فی الحق و یقوی الضیف و یقین علٰی نوائب الحق یفعل ما یقول و یقول مایعلم و یعلم ما یشهد یصلحه اللّٰه فی لیلة۔

امام مہدیؑ دین میں سستی آنے پر ظاہر ہوں گے اللہ تعالیٰ مہدیؑ کے ذریعہ لوگوں کو برائیوں سے اس قدر باز رکھے گا کہ اس قدر قرآن سے بھی باز نہ رہیں گے۔ جو شخص جاہل۔ بخیل۔ نامرد ہوگا وہ سب سے زیادہ عالم۔ سخی۔ جوانمرد ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے پیش پیش رہے گی۔ آپ پانچ یا سات یا نو سال رہیں گے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں گے خطا نہیں کریں گے۔ ایک فرشتہ آپؑ کی اس طرح رہنمائی کرتا رہے گا کہ آپؑ اسکو نہ دیکھیں گے۔ مصائب کا بار برداشت کریں گے۔ حق میں جو ضعیف ہوگا اسکو قوی بنادیں گے مہمان نوازی اور حق کی مدد کریں گے۔ جو کہیں گے وہی کریں گے اور وہی کہیں گے جس کا آپؑ کو علم ہوگا اور اسی بات کا آپؑ کو علم ہوگا جس کو آپؑ مشاہدہ کریں گے اللہ تعالیٰ آپؑ کو ایک رات میں صلاحیت عطا کر دے گا۔

اس کے باقی تمام حصوں سے ان کوانکار نہیں ہے اور متداولہ سب نسخوں میں بھی یہی موجود ہیں۔ اس قول کے سیاق سے خود ظاہر ہے کہ ان صفات ذمیمہ سے متصف ہونے کو یصلحه اللّٰه فی لیلة سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے اور خطا سرزد نہ ہونے۔ فرشتہ رہنمائی کرنے اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے کی ایسی صراحتیں موجود ہیں جن سے ان صفاتِ ذمیمہ کو حضرت امام علیہ السلام کی طرف نسبت کرنے کی صاف نفی ہوتی ہے اور امام مہدیؑ کے ذریعہ لوگ برائیوں سے باز رہنے اور آپ امورِ حق میں ضعیف شخص کو قوی بنادینے کی صراحت تو آپ کے ذریعہ اوروں کی اصلاح ہونے کی موید ہے۔

ثالثاً۔ مولف صاحب ہدیہ کا یہ اعتراضِ تحریف محض اس خبث باطنی اور سوءظن پر مبنی ہے کہ مہدویہ کے اعتقاد میں امام مہدی علیہ السلام مادرزاد ولی ہیں ان پر فتوحات کا یہ قول اور یصلحه اللّٰه فی لیلة صادق نہیں آتے تھے اس لئے مکتوبِ ملتانی میں یہ تحریف کر دی گئی ہے کہ یاتیه الرجل بڑھا دیا گیا ہے۔ لیکن مولف ہدیہ کو شائد اس کا علم نہیں ہے کہ خود صاحب فتوحاتؒ بھی جن کے قول کی آپ یہ غلط توجیہ کر رہے ہیں امام مہدی علیہ السلام کے مادرزاد ولی ہونے بلکہ ظہور آدم علیہ السلام کے پہلے سے منصب ولایت پر فائز ہونے کے قایل ہیں۔ چنانچہ آپ نے فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ۔

www.khalifatullahmehdi.info

قال صلی اللّٰہ علیہ و سلم کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین وغیرہ من الانبیاء ماکان الاحین بعث وکذالک خاتم الاولیاء کان ولیا و آدم بین الماء والطین وغیرہ من الاولیاء ماکان ولیا الابعد تحصیل شرائط الولایۃ من الاخلاق الالھیۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدمؑ ابھی پانی اور مٹی ہی تھے اور آپ کے سوا دوسرے انبیاءؑ اپنی بعثت کے وقت ہی نبی ہوے ہیں۔ایسا ہی خاتم الاولیاء بھی اس وقت ولی تھے جبکہ آدمؑ ابھی پانی اور مٹی ہی تھے۔اور دوسرے اولیاء اخلاق الٰہی سے متصف ہونے کے شرائط حاصل کرنے کے بعد ولی ہوئے ہیں۔

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ خاتم الاولیاء قبل وجود وظہور آدم علیہ السلام مرتبۂ ولایت پر فائز اور شرائطِ ولایت سے جو اخلاق الٰہی سے متصف ہونا ہے آراستہ رہیں گے پھر مولف ہدیہ کی غلط توجیہ کی بنا پر کوئی وقت اور کوئی زمانہ ممکن ہی نہیں کیا اس ذاتِ اقدس کو اخلاقِ الٰہی سے معاذ اللہ عاری اور ذمائم اخلاق سے متصف ہونے کا تصور کیا جا سکے۔یا مولف ہدیہ کو اپنی اس غلط توجیہ کو نباہنے کے لئے نعوذ باللہ جہل وبخل وجبن کو بھی اخلاق الٰہی میں شمار کرنا ہوگا حالانکہ اہل سنت کے عقائد کے نظر کرتے اگر کوئی شخص جہل وبخل وغیرہ اخلاق رذائل کو اخلاق الٰہی میں شمار کرے تو بالاتفاق وہ کافر ہے۔

حاصل یہ کہ یہ سب قباحتیں اسی توجیہ سے پیدا ہو رہی ہیں جس کے مولف ہدیہ مرتکب ہو رہے ہیں یعنی ان ذمائم اخلاق کو حضرت امام مہدی علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے سے صاحبِ فتوحات کے اقوال باہم متضاد ومخالف یا ان کا یہ قول دوسری احادیث کے مخالف ہونا یا یہ اخلاق ذمیمہ اخلاق محمدیؐ یا اخلاقِ الٰہی میں شامل ہونا لازم آ رہا ہے ولا یقولہ الا جاھل و جبان (یہ ایسی بات ہے کہ کوئی جاہل ونادان اور نامرد ہی ایسا کہے گا)۔

پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہے کہ مولف ہدیہ کا اس کو تحریف سمجھنا اور کہنا باطلِ محض ہے۔

تحریف ششم یہ بتائی ہے کہ

تحریف ششم:۔ بعد من حیث لایراہ کے اتنی عبارت حذف کردی یحمل الکل و یقوی الضعیف فی الحق ویقری الضیف و یعین علی نوائب الحق ''یعنی یہ خلیفہ اٹھاوے گا بار عیال ویتیم کو اور قوت دے گا ضعیف کو امر حق میں اور ضیافت کرے گا مہمان کی اور مدد کرے گا مصائب حق پر انتہی۔

اس کے بعد مولف ہدیہ نے جو نتیجہ نکالا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قوت دینا ضعیف کو اور مدد کرنا مصائب میں بار اٹھانا صاحبان ثروت وحکومت کا کام ہے اور امامنا مہدی علیہ السلام خود ضعیف تھے کہ حکام وسلاطین ان پر انواع واقسام کے جبر واخراج وزجر کرتے تھے اس واسطے میاں نے اس عبارت سے کنارہ کشی مناسب سمجھی۔

دراصل خود فتوحات کے نسخوں میں یہ عبارت کم وبیش ہے یعنی بعض نسخوں میں یحمل الکل ویعین الضعیف ویساعد

www.khalifatullahmehdi.info

علی نوائب الحق ہے اس میں یقریٔ الضیف نہیں ہے اوریقری الضعیف کے بعدفی الحق کے الفاظ بھی نہیں ہیں جیسا کہ صاحب یواقیت نے نقل کیا ہے کسی نسخہ میں ''یقوی الضعیف '' کی جگہ ''یعین '' ہے اور کسی میں ''یعین '' کے عوض ''یساعد '' ہے۔ جو نسخے اس وقت ہمارے زیرِ مطالعہ ہیں ان کی اختلافی کیفیت یہ ہے۔نہیں معلوم اس کے سوا اور جو نسخے ہوں گے ان میں کیا کیا اختلاف ہوگا۔

اختلافِ الفاظ وعبارت کے قطع نظر اقتباس وتلخیص میں چونکہ لفظاً لفظاً عبارت نقل کرنا ضروری نہیں ہوتا اس لئے بہت ممکن ہے کہ بنظر اختصار مضمون بھی ایسا نہیں ہے جو صادق نہ ہو اور جس سے نعوذ باللہ تحریف کی حاجت فرض کی جائے۔مولفِ ہدیہ نے پہلی غلطی یہی کی ہے کہ اقتباس وتلخیص کو تحریف بیان کیا ہے اور پھر ''بنائے فاسد علی الفاس'' کے طور پر اس تحریف کی جو من گھڑت توجیہ کی ہے وہ دوسری غلطی اور پہلی سے بھی زیادہ فاحش ہے۔

علم اخلاق کا ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ کسی کی مصیبتوں میں مدد کرنا۔کمزور کو تقویت دینا۔مہمان نوازی کرنا وغیرہ یہ ایسے اخلاق حسنہ ہیں جو صاحبانِ ثروت وحکومت سے مخصوص نہیں ہیں کہ بغیر ثروت وحکومت کے ان کا ظہور ہی نہ ہوسکے۔مولف ہدیہ کے دل ودماغ پر اپنی دنیا پرستی کی دہن میں امام مہدی علیہ السلام کے صاحب ثروت وحکومتِ ظاہری ہونے کا بے اصل خیال ایسا مسلّط ہے کہ عموماً خلفاء اللہ کی سنت جاریہ کو وہ بالکل فراموش کر جاتے ہیں کہ ان کی ثروت وحکومت کس نوعیت کی ہوتی ہے اور ان کو ثروت دنیاوی اور حکومت ظاہری سے کیا تعلق ہے۔اس موقع پر تو اس بے اصل خیال کی انتہا ہوگئی ہے کہ وہ معمولی اخلاق حسنہ کو بھی ثروت و حکومت پر منحصر قرار دے رہے ہیں۔شائد ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہم اور مشہور واقعہ ابتدائے وحی بھی یاد نہیں ہے جبکہ حضرتؐ غارِ حرا میں عزلت گزیں تھے اور پہلی مرتبہ جبرائیل علیہ السلام آپؐ پر نازل ہوئے۔سورۂ علق کی ابتدائی آیتیں پڑھائیں اور وضو اور نماز کا طریقہ بتایا جب حضرت مکان کو مراجعت فرما ہوئے یہ سب قصہ حضرت خدیجہؓ سے بیان کر کے فرمایا کہ۔

خشیت علٰی نفسی فقالت خدیجة کلاواللّٰہ مایخزیک اللّٰہ ابدانک لتصل الرحم وتحمل الکلَّ وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق (بخاری بدءالوحی)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مجھے اپنی جان کا خوف ہورہا ہے۔خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کریگا آپ صلۂ رحمی کرتے ہیں بینوا کا بار اٹھاتے ہیں محتاجوں کے ساتھ سخاوت کرتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی مصیبتوں میں مدد دیتے ہیں۔

حدیث مذکور میں جو اوصاف امام مہدی علیہ السلام کی شان میں بیان ہوئے ہیں قریب قریب وہی اوصاف یہاں مذکور ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس وقت کوئی ثروت وحکومتِ ظاہری حاصل نہیں تھی بلکہ اس کے بعد بھی مسلسل تیرہ برس تک اس قدر ضعف وکمزوری لاحق رہی کہ بڑے بڑے حکام وسلاطین نہیں بلکہ قبیلۂ قریش کے معمولی رؤسا اور عوام بھی حضرت پر اور حضرت کے

ساتھیوں پر انواع و اقسام کے جبر و زجر و ظلم کرتے رہتے تھے۔مولف ہدیہ یہاں کیا فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو جب ثروت و حکومت حاصل نہیں تھی تو پھر حضرتؐ میں یہ اوصافِ حسنہ موجود تھے یا نہیں؟ اگر آپ اِن اوصاف کے موجود ہونے کا انکار کریں تو اسلامی تاریخ کے مشہور و متفق علیہ واقعات کے آپ منکر ٹھہریں گے پس آپ کو اور آپ کے ہم نوا اصحاب کو یہ انکار مبارک اور اگر ان اوصاف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متصف ہونے کا اقرار و اعتراف کریں تو پھر یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ان اوصافِ حسنہ سے متصف ہونے کے لئے ثروت و حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔

یَحْمِلُ الْکَلَّ کے معنی کو عیال و یتیم کا بار اُٹھانے سے مخصوص و مقید کر دینا بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ مولف صاحبِ ہدیہ نے کیا ہے کیونکہ کلّ و کلام کا معنی مطلق بار و گرانی اور عجز و عاجزی کا ہے جو بارِ عیال و یتیم وغیرہ سب کو شامل ہے۔حاشیۂ بخاری میں اسی حدیث کے ان الفاظ کی نسبت یہ لکھا ہے۔

قوله تحمل الكَلَّ بفتح الكاف وتشديد اللام الثقل و هو من الكلال الذى هو الاعياء اى ترفع الثقل اى تعين الضعيف المنقطع ويد خل فيه اليتيم و العيال وغير ذلك لان الكل من لا يستقل بامره۔	کلّ (کاف مفتوح اور لام مشدد کے ساتھ) بار یا بوجھ ہے جو کلال سے مشتق ہے جس کا معنی عجز ہے۔مطلب یہ ہے کہ آپ بار اُٹھاتے ہیں یعنی بینوا ضعیف و عاجز کی اعانت کرتے ہیں اس میں یتیم و عیال وغیرہ داخل ہیں کیونکہ کلّ وہ ہے جو اپنا کاروبار خود انجام نہ دے سکے۔

آیت میں گونگا غلام اپنے مالک کے لئے بار ہونا فرمایا گیا ہے جو عیال و یتیم سے سوا ہے۔

اس واقعہ ابتداے وحی سے بھی اسی اطلاق کی توضیح ہوتی ہے اس لئے کہ اُس وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیال و یتیم کا بار نہیں تھا اور اس کے باوجود آپ کی شان محمد تَحمِلُ الْکَلَّ'' بیان کیا گیا ہے جس سے ثابت ہے کہ یہ بار یتیم و عیال سے مخصوص نہیں ہے۔

جو اوصاف اس حدیث میں مذکور ہیں ان کو حضرت امامنا علیہ السلام کے حالات سے مقابلہ کر کے دیکھو تو وہ پورے پورے صادق ہیں تحمل الکلّ تو آپ کا خاص کام ہے بلکہ آپ کے طریقہ پر جو لوگ ثابت قدم ہیں سختی و مصائب کا بار برداشت کرنا۔ عاجزوں کی امداد اعانت کرنا ان کا فرض ہے اور وہ اسکو سعادت و کامرانی سمجھتے ہیں۔ضعیف کو قوت دینا بھی اس امام ہمام پر باحسن وجوہ صادق ہے کیونکہ جو لوگ دینداری میں ضعیف تھے حضرتؑ کی تعلیمات اور برکت صحبت سے نہایت قوی ہو گئے اگر اس کو امور ظاہری پر محمول کریں تو یہ بھی صادق ہے۔دیکھئے حضرت امامنا علیہ السلام نے سلطان حسین کو کس طرح تقویت دی کہ رائے دلپت کی سلطنت کو زیروزبر کر کے اسلام اور مسلمانوں کو غالب فرمایا۔

پھر اس عبارت میں کون سا مضمون تھا جو جناب امام علیہ السلام پر صادق نہ تھا اور اس کی وجہ سے بقول مولف ہدیہ اس عبارت

www.khalifatullahmehdi.info

کے حذف وترک کرنے کی حاجت وضرورت فرض کرلی جائے۔

مولف ہدیہ نے تحریف ہفتم یہ بتائی ہے کہ۔

تحریف ہفتم:۔ بعد یصلحه الله فی لیلة کے اس قدر عبارت نکال ڈالی یفتح المدینة الرومیة بالتکبیر فی سبعین الفامن المسلمین من ولد اسحاق یشهد المسلحمة العظمیٰ مادبة اللّٰه بمرج عکاییبد الظلم واهله یقم الدین وینفخ الروح فی الاسلام ۔یعنی فتح کرے گا یہ خلیفہ مدینۂ رومیہ کو تکبیر سے ہمراہ ستّر ہزار مسلمان اولاد اسحاق کے حاضر ہوگا جنگ کلاں میں بمقام مابۂ الٰہی چراگاہ شہر عکا کے ہلاک کرے گا ظلم اور اہل ظلم کو قایم کرے گا دین کو اور پھونکے گا روح اسلام میں انتہیٰ۔

مولف صاحب ہدیہ نے اس عبارت کے نکالنے کی یہ وجہ سمجھی اور ظاہر کی ہے کہ۔

''سراسران کے مہدی کی تکذیب کرتی تھی کیونکہ نہ ان بزرگوار نے مدینۂ رومیہ کو فتح کیا نہ اُن کے ہمراہ کبھی ستّر ہزار مسلمان اولاد آدم کے جمع ہوئے چہ جائیکہ اولاد اسحاق کے'' الخ

یہاں دو امر تحقیق طلب قرار پاتے ہیں ایک تو تحریف کا الزام کہ حضرت مولف صاحب مکتوب ملتانیؒ نے جو عبارت چھوڑ دی ہے کیا اس کو تحریف کہنا صحیح ہے؟ دوسرا مدینۂ رومیہ کی فتح کو کیا امام مہدی علیہ السلام سے کچھ تعلق بھی ہے یا نہیں؟

امر اول کا بیان یہ ہے کہ مولف صاحب ہدیہ نے جس کو تحریف بتایا ہے وہ صورت اختلافِ نسخ کی ہونا ممکن ہے کہ یہ عبارت کسی نسخہ میں نہ ہو یا اقتباس کی ہوسکتی ہے کہ مقصود بہ اور متعلقہ مضامین لئے گئے اور غیر متعلقہ مضامین چھوڑ دئے گئے ہیں چنانچہ فتوحات کا یہ فقرہ بھی بعض حدیثوں کا اقتباس اور خلاصہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوگا جو بعد میں نقل کی گئی ہے کہ جس حدیث میں اولادِ اسحاق کے ستر ہزار آدمی صرف تکبیر سے ایک شہر کو فتح کرنے کا ذکر ہے اس میں ''رومیہ'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور نہ ''المسلحمة العظمیٰ'' (جنگ عظیم) اور نہ ''مادبة اللّٰه'' اور نہ ''مرجِ عکا'' کا ذکر ہے اور آخری فقرہ ''یبید الظلم واهله و ینفخ الروح فی الاسلام'' بھی اس حدیث میں کہیں نہیں ہے یہ الفاظ یا مضامین ممکن ہے کہ دوسری احادیث سے اقتباس کئے گئے ہوں گے۔ ایسا ہی اس حدیث میں اور نیز دوسری حدیثوں میں جو تفصیلات مندرج تھیں وہ سب چھوڑ دی گئی ہیں مثلاً اس حدیث میں اس شہر کا جو پتہ یا علامت بتائی گئی تھی کہ ''اس کے ایک جانب خشکی اور ایک جانب سمندر ہے'' فتوحات کی اس عبارت میں مذکور نہیں ہے اور نہ تین مرتبہ تکبیر کہنے کا ذکر ہے اور نہ تقسیم غنائم کا اور نہ خروج دجال کا یہاں ذکر کیا گیا ہے جو اس حدیث میں موجود تھا۔ ایسا ہی اور کئی مضامین جو ان حدیثوں میں تھے یہاں چھوڑ دئے گئے ہیں۔ اگر اس طرح بعض حصہ ذکر کرنے اور بعض حصہ چھوڑ دینے کو تحریف کہا جائے تو پھر حدیثِ رسول اللہؐ میں تحریف کرنے کا وہی اعتراض خود صاحب فتوحات حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ پر عائد کرنا ہوگا کیونکہ آپ نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی الفاظ وعبارت میں کہیں اضافہ کردیا ہے اور کہیں ان کو چھوڑ دیکر ان کا اقتباس یا ان کی تلخیص کردی ہے۔ ورنہ مولف صاحب ہدیہ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس قسم کے اقتباس یا تلخیص کو یا الفاظ کی کمی

www.khalifatullahmehdi.info

وبیشی کو تحریف نہیں کہا جا سکتا۔

امر دوم کا بیان یہ ہے کہ مولف ہدیہ نے اس عبارت کو نقل نہ کرنے کی جو وجہ سمجھی اور بیان کی ہے اس کے بیان کرنے سے پہلے یہ غور کرنا چاہیئے تھا کہ یہ مضمون جن احادیث سے لیا گیا ہے وہ احادیث کونسی ہیں اور وہ امام مہدی علیہ السلام سے متعلق بھی ہیں یا نہیں؟ اس کی زیادہ تفصیل کی تو یہاں ضرورت نہیں ہے اس کی مختصر تحقیق یہ ہے کہ حدیث کی مشہور کتاب ''مسلم'' میں ابو ہریرہؓ سے اس مضمون کی حدیث مروی ہوئی ہے کہ۔

عن ابی هريرةؓ ان النبی صلی اللّٰه عليه و سلم قال هل سمعتم بمدينة جانب منها فی البر وجانب منها فی البحر قالوا نعيم يا رسول اللّٰه قال لا تقوم الساعة حتی يغزوها سبعون الفا من بنی اسحاق فاذا جاؤ ها نزلوا فلم يقاتلوا بسلاح ولم يرموابسهم قالوا لااله الااللّٰه واللّٰه اكبر فيسقط احد جانبها قال ثور لا اعلمها الا قال الذی فی البحر ثم يقول الثانية لا اله الااللّٰه واللّٰه اكبر فيسقطجانبها الأخر ثم يقول الثالثة لا اله الااللّٰه واللّٰه اكبر فيفرج لهم فيد خلونها فيغنموا فبينما هم يقتسمون المغانم اذاجاء هم الصريخ فقال ان الدجال قد خرج فيتركون كل شئی ويرجعون۔(مسلم کتاب الفتن)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس شہر کو سنا ہے جس کے ایک جانب خشکی اور ایک جانب سمندر ہے صحابہؓ نے کہا ہاں سنا ہے یا رسول اللہؐ فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک اولاد اسحاق کے ستر ہزار آدمی اس پر حملہ نہ کریں گے۔ جب وہ اس شہر پر آئیں گے نہ ہتھیار سے لڑیں گے اور نہ ایک تیر چلائیں گے بلکہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے پس شہر کا ایک جانب گر پڑے گا۔ ثور (جو اس کے راویوں میں ہیں) کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ سمندر کی جانب ہی کا حصہ فرمایا۔ پھر دوبارہ وہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے اور اس کا دوسرا جانب گر پڑے گا۔ پھر تیسری مرتبہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے اور ان کیلئے ایک شگاف پڑ جائے گا اور وہ شہر میں داخل ہو جائیں گے اور مال غنیمت حاصل کریں گے وہ غنائم تقسیم ہی کرتے رہیں گے کہ یکا یک ایک چلّانے والا یہ کہتا ہوا آئے گا کہ دجال نکل آیا پس وہ ہر چیز کو چھوڑ کر واپس ہو جائیں گے۔

ایک اور حدیث اسی کتاب میں ابو ہریرہ ہی سے یہ لکھی ہے کہ۔

اوبدابق فيخرج اليهم جيش من الدمدينة من خيار اهل الارض يومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوابيننا و بين الذين سبوا منا نقاتلهم فيقول

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہ آے گی جب تک رومی اعماق یا وابق میں نزول نہ کریں گے۔ پس مدینہ سے ایک لشکر جو اس وقت

المسلمون لا والله لا نخلی بینکم و بین اخواننا فتقاتلونهم فینهزم ثلث لایتوب الله علیهم ابدا و یقتلهم ثُلثُهم افضل الشهداء عندالله ویفتح الثُلثُ لا یفتنون ابداً فیفتحون قسطنطنیه فبینما هم یقتسمون الغنائم قد علقوا سیوفهم بالزیتون اذصاح فیهم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اهلیکم فیخرجون وذٰلک باطل فاذا جاؤ ابالشام خرج فبینما هم یعدون للقتال یسوون الصفون اذا اقیمت الصلٰوة فینزل عیسیٰ بن مریم صلی الله علیه و سلم فلهم فاذا راٰه عدوالله ذاب کمایذوب الملح فی الماء فلوترکه لا نذاب حتی یهلک ولکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حرقبه۔

کے بہترین لوگوں سے ہوگا ان کے مقابلہ کو نکلے گا۔ جب وہ صف آرا ہونگے رومی کہیں گے کہ ہم کو ان لوگوں تک پہنچنے کا راستہ دو جنھوں نے ہمارے آدمیوں کو گرفتار کرلیا ہے تاکہ ہم ان سے لڑیں مسلمان کہیں گے کہ ہم تم کو ہمارے بھائیوں تک نہ جانے دیں گے تم ان سے لڑیں گے اور (مسلمانوں کا) ایک تھائی لشکر شکست کھا جائے گا جن کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہیں کرے گا اور ایک تہائی شہید ہوجائیں گے جو افضل ترین شہید ہونگے اور تہائی فوج فتحیاب ہوگی اور قسطنطنیہ کو فتح کرلے گی جبکہ وہ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے اس اثنا میں شیطان پکارے گا کہ مسیح الدجال تمہارے پیچھے تمہاری اہل وعیال میں آگیا ہے وہ نکل کھڑے ہوں گے حالانکہ یہ خبر غلط ہوگی جب وہ ملک شام میں آئیں گے وہ (دجال) نکلے گا۔ جب وہ جنگ کے لئے تیار اور صف بستہ ہو رہے ہوں گے نماز کی اقامت کہی جائے گی عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور ان کی امامت کریں گے جب دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا جس طرح نمک پانی میں گھلنے لگتا ہے وہ ایسا گھلنے لگے گا کہ اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو وہ خود بخود گھل کر ہلاک ہوجاتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کو عیسیٰ کے ہاتھ سے قتل کروائے گا اور عیسیٰ اپنے ہتھیار پر لگا ہوا اسکا خوں لوگوں کو دکھلائیں گے۔

یہ دونوں حدیثیں معنی ومضمون کے اعتبار سے متحد ہیں فرق یہ ہے کہ حدیث ثانی میں جیش من المدینة مجمل ہے اور تعداد درج نہیں ہے اور پہلی حدیث میں اس کی تفسیر ہوگئی ہے کہ وہ بنی اسحاق کے ستر ہزار ہوں گے۔ حدیث اول میں مدینہ کا نام نہیں ہے صرف ایک علامت یا نشانی بتائی گئی ہے کہ اس کے ایک جانب خشکی اور ایک طرف سمندر ہے دوسری حدیث میں شہر کا نام قسطنطنیہ درج ہے۔ پہلی حدیث میں بغیر جنگ کے صرف تکبیر سے فتح ہوجانا ہے اور دوسری حدیث میں جنگ ہونا اور لشکر کا تہائی حصہ شکست کھا جانا اور ثلث حصہ شہید ہوجانا اور بقیہ ثلث حصہ کامیاب ہونا اور فتح پانا اور عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا مذکور ہے۔ دونوں حدیثوں میں اس واقعہ

کا زمانہ متحد ہے جو خروج دجال کا زمانہ ہے ان روایتوں سے بھی اس زمانہ کی تائید ہوتی ہے جن کو ابوداؤد نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہیں۔

عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللّٰہ صلعم عمران بیت المقدس خراب یثرب و خراب یثرب خروج الملحمة و خروج الملحمة فتح قسطنطنیه و فتح قسطنطنیه خروج الدجال (ابوداؤد۔مشکوٰۃ)	معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی یثرب کی خرابی ہے اور یثرب کی خرابی ملحمہ (فتنہ و فساد) کا ظہور اور ملحمہ کا ظہور قسطنطنیہ کی فتح اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کا خروج (قریب قریب) ہیں۔
ایضاً قال قال رسول اللّٰہ صلعم الملحمة العظمیٰ و فتح قسطنطنیه و خروج الدجال فی سبعة اشهر۔	ایضاً رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ملحمۂ عظمی اور قسطنطنیہ کی فتح اور دجال کا خروج یہ سب سات مہینوں میں ہوں گے۔

مدینۂ رومیہ کو فتح کرنا مہدیؑ کی علامات میں نہیں ہے:۔ ان دونوں حدیثوں کو خواہ ایک ہی واقعہ سے متعلق تسلیم کریں خواہ علیحدہ علیحدہ دونوں میں امام مہدی علیہ السلام کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

مقدسی کی یہ رائے ہے کہ اس فوج کے امیر امام مہدی علیہ السلام ہوں گے یہ مقدسی کی ذاتی رائے ہے جبکہ حدیث میں امام مہدیؑ کا ذکر ہی نہیں ہے تو یہ حدیث حضرت امام علیہ السلام سے متعلق اور مدینۂ رومیہ کی فتح حضرتؑ کی علامات و شرائط میں داخل نہیں ہو سکتی کیونکہ مقدسی کی یہ رائے ان حدیثوں کے مخالف و منافی ہے بعض غیر متعلق باتیں جو غلط طور پر امام مہدی علیہ السلام کی علامات میں داخل کر دی گئی ہیں یہ بھی انہی کی ایک مثال ہے۔ یہ ہمارا ہی قول نہیں ہے بلکہ علمائے اہلِ سنت کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ شیخ نجیب الدین واعظ دہلوی نے ''مدار الفضلا'' میں لکھا ہے کہ۔

قال المقدسی امیر هذه الطائفة بشبه ان یکون مهدیاً هذا قول لا نفاذله من وجه فما بال المقدسی اشتبه علیه الامر حتی قال یشبه ان یکون المهدی لان فی نفی هذا المعنی حدیثین صحیحین و اقوال العلماء المشاهیر۔	مقدسی کا قول ہے کہ اس فوج کے امیر مہدیؑ ہونے کا شبہ ہے لیکن یہ ایسا قول ہے جو کسی طور بھی چل نہیں سکتا۔ مقدسی کو کیا ہو گیا کہ ان پر نفس معاملہ مشتبہ ہو گیا جو یہ کہہ دیا کہ اس کے امیر مہدیؑ ہونیکا شبہ ہے کیونکہ دو صحیح حدیثیں اور مشہور مشہور علماء کے اقوال اس قول کی نفی کرتے ہیں۔

ان حدیثوں میں خود ایسے واضح قرینے موجود ہیں جن سے مقدسی کی اس رائے کی تغلیط ہوتی ہے فاتحین قسطنطنیہ بنی اسحاق سے ہونے کی صراحت موجود ہے اور امام مہدی علیہ السلام بنی اسماعیل سے ہیں کیونکہ آپ آل نبیؐ اور اولادِ فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہ) وعلی (کرم اللہ وجہہ) سے ہیں جو کسی صورت بھی بنی اسحاق میں شامل نہیں ہیں۔ اگر اس فوج کے امیر امام مہدی علیہ السلام ہوتے تو آپ کی

عظمت وکرامت کے نظر کرتے جناب رسالت مآب صلعم آپ کا ذکر فرماتے اور یہ فتح آپ کی طرف منسوب کی جاتی کیونکہ عام قاعدہ ہے کہ جب امیر لشکر خاص عظمت وشہرت کا حامل ہوتا ہے تو فتح کو عام لشکریوں کی طرف منسوب کرنے کے عوض امیر لشکر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حدیث میں جب فتح کو بنی اسحاق کی طرف منسوب کیا گیا ہے تو ثابت ہوا کہ امیر لشکر بھی بنی اسحاق ہی سے ہوگا اور وہی عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھے گا۔

حدیث میں جو الفاظ ''من خیار اھل الارض یومئذ '' کے ہیں (یعنی وہ اُس وقت کے اچھے لوگوں میں ہوں گے) یہ بھی دلالت کرتے ہیں کہ وہ لشکر عترۃ رسول اللہ صلعم سے نہ ہوگا اس لئے کہ عترۃ رسول اللہؐ ہمیشہ خیار اہل الارض ہیں ان کی عظمت کسی خاص وقت سے مخصوص نہیں ہے خصوصاً امام مہدی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس تو ہر زمانہ اور ہر وقت میں ہمیشہ ہمیشہ خیر الاخیار ہے۔

ان حدیثوں سے فتح کا زمانہ خروج دجال ونزول عیسیٰؑ کا زمانہ ثابت ہورہا ہے۔ مہدی علیہ السلام اس کے فاتح اور اس لشکر کے امیر ہونے کا کوئی ذکر بلکہ کوئی اشارہ تک ان حدیثوں میں نہیں ہے اور ایسا خیال کرنے سے اس مضمون کا تعارض اور تضاد ان حدیثوں سے بھی لازم آتا ہے جو عدم اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ پر دلالت کرتے ہیں اور جن کی بنا پر بعض مشاہیر علمائے اہلِ سنت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مہدیؑ کا عیسیٰؑ کی اقتدا کرنا یا بالعکس ایسی غیر مستند بات ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے (شرح مقاصد مولفہ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ)

''مدار الفضلا'' میں بھی ان وجوہ کو ظاہر کرتے ہوے علامئے اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک مہدی علیہ السلام کا ظہور اس فتح سے پہلے اور اس فتح کا واقعہ حضرت کی رحلت کے بعد ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے۔

زعمت الشیعة خزلھم اللّٰہ تعالیٰ ان ھذا الحدیث فی حق المھدی و تمسکوا بالحدیث المروی عن حذیفة و قال علماء اھل السنة الجماعة ان ھذا التمسک ضعیف لان النبی صلعم ذکر الفتح بالتکبیر من بنی اسحاق و المھدی من بنی فاطمة بنت رسول اللّٰہؐ وھو من بنی اسماعیل ثم اخفاء اسم الامیرؤ ذکر اسم الجیش بالفتح لم یعھد به العقلاؤ البلغاؤ لان المھدی اسبقھم بعثالان ھذا الفتح قریب من نزول عیسیٰؑ و خروج الدجال و	شیعہ کا خیال ہے کہ یہ حدیث مہدی علیہ السلام کے حق میں ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جو حذیفہ سے مروی ہے۔ علماے اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کے ذریعہ فتح ہونے کا واقعہ بنی اسحاق سے متعلق ذکر کیا ہے اور مہدی علیہ السلام فاطمہ بنت رسول اللہؐ کی اولاد سے ہیں جو بنی اسمٰعیل سے ہیں۔ پھر امیر لشکر کا نام چھپانا اور فتح پانے والے لشکر کا نام ذکر کرنا فصیح و بلیغ عقلمندوں کی عادت نہیں ہے اس لئے بھی (یہ خیال صحیح نہیں ہے) کہ مہدیؑ کا ظہور تو اس سے پہلے ہے کیونکہ یہ فتح نزول

بعث المھدیٔ سابق علیہ بقولہ علیہ السلام کیف تھلک امۃ انا فی اولھا و عیسٰیؑ فی اٰخرھا والمھدیٔ من عترتی وسطھا۔

عیسیٰؑ اورخروج دجال کے قریب ہے اورمہدیؑ کا ظہوراس سے پہلے ہے کیونکہ رسول اللہ(صلعم) کا فرمان ہے کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کی ابتدا میں میں ہوں اور عیسیٰؑ اس کے آخر میں ہیں اور میری آل سے مہدیؑ اس کے درمیان میں ہیں۔

حدیث حذیفہ سے جو استدلال کیا گیا ہے اس کی نسبت ''مدار الفضلا'' میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ۔

حدیث المسلم اصح من حدیث الحسان لانہ یکون فیھا من غریب و ضعیف فثبت ان ذکر المھدی فی حدیث حذیفۃ من مخترعات الشیعۃ۔

مسلم کی حدیث حدیث حسان سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ ان میں غریب وضعیف احادیث بھی ہوتے ہیں پس ثابت ہوا کہ حذیفہ کی حدیث میں مہدیؑ کا ذکر شیعہ کی اختراع ہے۔

اب ہم مولف صاحب ہدیہ سے جو مہدویہ پر غلط سلط اعتراضات کرنے میں خود کو اہلِ سنت و جماعت کا علمبردار سمجھے ہوے ہیں یہ دریافت کرتے ہیں کہ جب علمائے اہلِ سنت کے نزدیک اس ستّر ہزار فوج اوراس کی فتح کو امام مہدی علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ حضرت مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد ہونے والا واقعہ ہے تو پھر امام مہدی علیہ السلام کے ہمراہ ستر ہزار بنی اسحاق نہ رہنے اور آپ مدینۂ رومیہ کو فتح نہ کرنے کا اعتراض مشہور علمائے اہلِ سنت کے فیصلہ سے علانیہ روگردانی اور بعض شیعوں کے خیالات کی پیروی ہے تو کیا آپ اس کے بعد بھی اہلِ سنت ہیں۔

تحریف ہشتم یہ لکھی ہے کہ۔

تحریف ہشتم:۔بعد لفظ بعد موتہ کے یہ عبارت نکال ڈالی یضع الجزیۃ ویدعوالی اللّٰہ بالسیف فمن ابی قتل و من نازعہ خذل یعنی موقوف کرے گا جزیہ کو یعنی جزیہ لیکر کفر پر کافروں کو نچھوڑے گا جیسا کہ اب معمول ہے بلکہ یا اسلام یا قتل **مانند عیسیٰؑ** کے جاری کرے گا اور دعوت کرے گا طرف اللہ تعالیٰ کے بزور شمشیر پس جس نے انکار کیا مارا جاوے گا اور جس نے نزاع کیا مخذول ہوگا۔انتہی

اس اعتراض تحریف پر غور کرنے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی شان دیکھو کہ مولف ہدیہ دوسروں کی تحریف پر غور کرنے چلے تھے مگر جس تحریف کا الزام دوسروں پر دے رہے تھے اس موقعہ پر وہی تحریف خود اُن سے سرزد ہورہی ہے یعنی وہ کوئی لفظ یا الفاظ چھوڑ دینے یا اضافہ کر دینے یا تلخیص وتضمین کرنے کو جو تحریف کہتے آرہے تھے یہاں خود اس کے مرتکب ہورہے ہیں۔ سچ ہے ''چاہ کن راچاہ درپیش'' چنانچہ فتوحات مکیہ مطبوعۂ مصر کے نسخہ میں بالسیف کے بعد ''ما کان'' لکھا ہوا ہے مگر انہوں نے یہ الفاظ چھوڑ دیئے ہیں۔ اصل عبارت میں عیسیٰ علیہ السلام کا کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ کوئی لفظ ایسا ہے جو تشبیہ پر دلالت انہوں نے اپنی طرف سے ''مانند عیسیٰؑ اضافہ کر دیا ہے۔فتوحات کی مختصر عبارت کے اتنے طویل معنی کئیے ہیں جو اصل سے زائد ہیں مثلاً ''یضع الجزیۃ'' کے

مختصر جملہ کا معنی یہ لکھا ہے کہ ''یعنی موقوف کرے گا جزیہ کو یعنی جزیہ لیکر کفر پر کافروں کو نہ چھوڑ دے گا جیسا کہ اب معمول ہے'' ظاہر ہے کہ یہ اصل سے زیادتی ہے۔ پس اس طرح کیکمی وبیشی اور تضمین تحریف ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو جہاں بھی ایسی صورتیں پیش آئی ہیں وہ بھی تحریف نہیں ہوسکتیں۔ اور اگر یہ صورتیں تحریف ہیں تو خود مولف ہدیہ اس کے مرتکب ہیں۔ اول ان کو خود اپنی وجاب دہی کرنا چاہیئے۔

تحریف کے اصل اعتراض کا جواب یہ ہے کہ متعدد احادیث کو تحقیقی نظر سے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مضمون امام مہدی علیہ السلام سے بالکل متعلق نہیں ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام کی صفات وعلامات سے متعلق ہے بعض راویوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے متعلقہ مضامین کو امام مہدی علیہ السلام کے حالات میں جو غلط سلط کر دیا ہے یہ بھی اسی کی ایک مثال ہے چنانچہ یہ بحث اور امام مہدی علیہ السلام میں ظاہری بادشاہوں کے لوازمات نہ ہونے کے وجوہ ودلائل انشاءاللہ بعد میں ذکر کئے جائیں گے جن سے ثابت ہوگا کہ یہ قول بھی اصل فتوحات کا ہونا مشتبہ ہے۔

تحریف نہم یہ لکھی ہے کہ۔

تحریف نہم:۔ یرفع المذاهب ور فلا یبقی الاالدین الخالص کے درمیان لفظ من الارض کا تھا اس کو نکال ڈالا اس واسطے کہ یہ معنی ہوتے تھے کہ مہدی اُٹھاویں گے سب مذہبوں کو روئے زمین سے پس باقی نہ رہے گا مگر دین خالص اور یہ بات ان کے پر صادق نہیں ہے کیونکہ انہوں نے روئے زمین سے مذاہب کہاں اٹھائے مذاہب مختلفہ اب تک روے زمین پر موجود ہیں۔

اس کا اولاً جواب تو یہی ہے کہ اس عبارت میں ''من الارض'' نہیں ہے یہی عبارت صاحب یواقیت نے نقل کی ہے اس میں بھی ''من الارض'' نہیں ہے شائد کسی نسخہ میں ہو تو ہو لیکن تب بھی یہ صورت اختلافِ نسخ کی ہوگی اس کو تحریف نہیں کہا جاسکتا یہی عبارت فتوحات کے دوسرے مقام پر اس طرح ہے کہ۔

یظهر من الدین ماهو علیه الدین فی نفسه حتی لو کان رسول الله حیافحکم به فلایبقی فی زمانه الاالدین الخالص من الرای۔	امام مہدی علیہ السلام دین کو جیسا کہ وہ فی نفسہ ہے ظاہر کریں گے۔ یہاں تک کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو وہی حکم کرتے پس آپ (امام مہدی علیہ السلام) کے زمانہ میں رائے وقیاس سے غیر مخلوط خالص دین ہی باقی رہے گا۔

دیکھو اس میں بھی ''من الارض'' نہیں ہے۔

ثانیاً۔ اگر بالفرض ''موجود بھی ہوتا تو اس سے کیا نقصان لازم آتا جو اس کو حذف کر دینے کی ضرورت ہوتی کیونکہ اس سے تمام روے زمین مراد نہیں ہوسکتی جیسا کہ حدیث ''یملاء الارض'' الخ میں اس کی بحث بوجہ احسن کی گئی ہے کہ ''الارض'' کے الف لام کو

www.khalifatullahmehdi.info

استغراقی سمجھنا اوراس سے تمام روئے زمین کا یہ معنی نکالنا کہ اس کا کوئی چپہ بھی خارج نہ ہو صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مطلب لینا آیات قرآنی اوردوسری صحیح احادیث اور محاورۂ عرب کے خلاف ہے۔

ثالثاً۔ مولف ہدیہ نے تحریف کرنے کی جو وجہ سمجھی اور بیان کی ہے اگر وہ صحیح ہوتی تو حدیث یملاء الارض قسطاً و عدلاً میں یہ لفظ ارض کیوں باقی رکھا گیا اور وہاں یہ لفظ کیوں حذف اور مولف ہدیہ کے الفاظ میں تحریف نہیں کیا گیا؟ یہ مولف صاحب کی خوش فہمی کا کرشمہ یہ کہ انہوں نے یرفع المذاهب من الارض کے معنی غلط سمجھے اور پھراس کی توجیہ کرکے غلطی در غلطی کے بھنور میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

رابعاً۔ اس امر کا تحقیق کرنا مولف صاحب ہدیہ کا فرض اولیں تھا کہ یرفع ال المذاهب کا مضمون کسی حدیث سے ماخوذ ہے یا شیخ ابن عربیؒ کا ذاتی قول ہے؟ پہلی صورت میں وہ کونسی حدیث سے ماخذ ہے؟ دوسری صورت میں جبکہ حضرت مولف صاحب مکتوبِ ملتانیؒ کا اصل مقصد ان روایتوں کا بیان کرنا ہے جو شیخ ابن عربیؒ نے امام علیہ السلام کی نسبت فتوحات میں نقل کی ہیں تو ایسی صورت میں شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے ذاتی قول کو چھوڑ دینا کسی طرح تحریف نہیں ہوسکتا بلکہ یہ صورت مقصود بہ مضمون کے اقتباس اور غیر مقصود بہ مضامین کے ترک کی ہوگی۔

اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیئے کہ رفع مذاہب کا معنی کیا ہے؟ اوراس سے تمام مذاہب کا بطلان ظاہر کردینا اور حقیقی دین کا اظہار مقصود ہے یا تمام مذاہب کا روئے زمین سے مٹا دینا اور کوئی باطل مذہب دنیا میں موجود ہی نہ رہنا مراد ہے۔

پہلی صورت تو واضح ہے اوراس کی بہترین مثال حضرت پیغمبر اسلام صلعم کی موجود ہے کہ جب قوم عرب غلط راستوں پر پڑی ہوئی تھی اوراصل ابراہیمی دین حق کی اصلی صورت گم ہوگئی تھی ایسے وقت میں حضرت نے حقیقی دین ابراہیم کو ظاہر کیا اوراس کے مخالف تمام مذاہب وادیان کا بطلان ظاہر فرمادیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا اسی طرف اشارہ ہے اور تمام ادیان پر غلبہ سے مراد حجت ودلیل اور حقیت کا غلبہ ہے۔

هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔	اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اوردین حق دیکر بھیجا ہے کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو یہ ناگوار ہی ہو۔

پس رفع مذاہب کا بھی یہی معنی ہوسکتا ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ دین اسلام میں بھی افراط وتفریط پیدا ہوکراس کی حقیقی صورت مسخ ہوجائے گی امام مہدی علیہ السلام دین کو جیسا کہ وہ فی نفسہ ہے ظاہر فرمائیں گے چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے ان اقوال سے بھی یہی مفہوم ظاہر ہورہا ہے کہ۔

یظهر من الدین ماهوا علیه الدین فی نفسه حتی لوکان رسول الله حیًّا فحکم به۔	(امام مہدی علیہ السلام) دین کو جیسا کہ وہ فی نفسہ ہے ظاہر کریں گے اگر رسول اللہؐ زندہ ہوتے تو آپ بھی وہی حکم دیتے جو مہدیؑ نے دیا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

ایضاً یعزا لاسلام به بعد زلهٖ و یحیی اثاره بعد مرته۔ اللہ تعالیٰ امام مہدی علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کو اس کی ذلت کے بعد عزت دے گا اور اسکی موت کے بعد اس کے حقیقی آثار کو زندہ کرے گا۔

امام مہدی علیہ السلام کی شان میں احادیث سے جو تصریحات ثابت ہیں جیسے ''احیاء دین [۱]'' ''اقامتہ دین'' ''ختم دین'' وغیرہ سے بھی یہ مضمون پورا مطابق ہے۔اگر دین حق کے غلبہ کے یہ معنی لئے جائیں۔ یا رفع مذاہب کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ دوسرے تمام مذاہب وادیان دنیا سے بالکلیہ محو ہو جائیں گے اور کوئی باطل مذہب دنیا میں موجود ہی نہیں رہے گا جیسا کہ مولف صاحب ہدیہ نے یہی سمجھا اور یہی بیان کیا ہے تو یہ ایسا معنی ہوگا جو صاف وصریح طور پر کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ خود ساختہ طور پر ایسا سمجھ لیا گیا ہے اس کی تائید دوسری آیات واحادیث سے نہیں ہوتی بلکہ یہ معنی قرآن شریف اور دوسری صحیح احادیث کی ان تصریحات کے خلاف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں حق وباطل قیامت تک رہیں گے۔

ان سب کے قطع نظر ایک کھلی حقیقت اور نا قابل انکار واقعہ ہے کہ حضرت افضل الانبیاء والمرسلینؐ کے عہد ہی میں جملہ مذاہب و ادیان دنیا سے نہیں مٹ گئے اور علی حالہ موجود رہے تو آپؐ کے تابع تام حضرت امام مہدیِ موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اس کا ظہور کس طرح ہو سکے گا ان سب وجوہ ودلائل کے ہوتے ہوئے پھر بھی کوئی رفع مذاہب کا یہی معنی کیسے لے سکتا اور اس کو امام مہدیِ موعود علیہ السلام سے متعلق کیسے سمجھ سکتا ہے۔

تحریف دہم یہ لکھی ہے کہ۔

تحریف دہم:۔ بعد الاالدین الخالص کے یہ عبارت نکال ڈالی اعداء ہ مقلدة العلماء اهل الاجتهاد لمایرونه من الحکم بخلاف ماذهب الیه ائمتهم فید خلون کرهاً تحت حکمه خوفا من سیفه و سطوته و رغبة فیمالدیه ''۔

یہ عبارت نکال ڈالنے کی مولف ہدیہ نے اپنے خیال میں یہ توجیہ کی ہے کہ۔

---

[۱]۔علامہ مجیب نے ان احادیث کا خلاصہ یہ بیان کیا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ صحابہ سے مروی ہیں۔

فیحیی الله بالمهدی محمد بن عبدالله السنن التی قد امتت اللہ تعالیٰ ان سنتوں کو جو ہٹ گئی ہوں گی مہدی محمد بن عبداللہ کے ذریعہ زندہ کرے گا۔

یختم الله به الدین کما فتح بنا۔(العرف الوروی فی اخبار المہدی للسیوطی) اللہ تعالیٰ مہدی پر دین کو ختم کرے گا جس طرح ہم سے دین کی ابتدا کی ہے۔

یقیم یالدین کما قمت به اول الزمان۔ مہدی (علیہ السلام) دین کو اسی طرح قائم کریں گے جس طرح میں نے ابتدائی زمانہ (اسلام) میں قایم کیا ہے۔

''یہ عبارت اس لئے حذف کردی گئی ہے کہ نہ ان کے مہدی کے پاس شمشیر تھی اور نہ علمائے مخالف بزور شمشیر ان کے زیرفرمان ہوے اور نہ مال و دولت رکھتے تھے کہ اس کی رغبت سے فرمانبردار ہوتے''۔

مولف صاحب ہدیہ نے جس عبارت کو''تحریف دہم'' قرار دیا ہے اصل میں وہ مختلف فیہ ہے کہ کسی نسخہ میں ہے اور کسی میں نہیں ہے چنانچہ''یواقیت''میں یہی عبارت فتوحات سے اس طرح منقول ہوئی ہے۔

فلایبقیٰ فی زمانہ الاالدین الخالص من الرایے یخالف فی غالب احکامہ مذاهب العلماء فینتقضون منه لذالک لظنهم ان اللّٰہ تعالی ما ابقیٰ بعد ائمتهم مجتهداً۔

مہدیؑ کے زمانہ میں رائے وقیاس سے غیر مخلوط خالص دین باقی رہے گا مہدیؑ کے اکثر احکام علما کے مذہب کے خلاف ہوں گے پس وہ اسی لئے مخالفت کریں گے کہ ان کا گمان ہے کہ ان کے اماموں کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو مجتہد نہیں پیدا کرے گا۔

ناظرین بہ انصاف ملاحظہ کریں کہ الاالدین الخالص عن الرائے کے بعد مولف ہدیہ نے جو عبارت لکھی ہے وہ کہاں ہے ایسی صورت میں یہ تحریف کاہے کو ہوئی یہ تو اختلاف نسخ کی مثال ہوگی۔جس نسخہ سے مکتوبِ ملتانی میں یہ عبارت نقل کی گئی ہوگی ممکن ہے کہ اس میں یہ عبارت ہی نہ ہو۔

ورنہ یہ عبارت تو پوری ہمارے موافق ہے بلکہ مولف صاحب ہدیہ کی خاطر کے لئے ہم اس عبارت کو سو بار نقل کرنے اور کہنے پر آمدہ اور ان کو اِس کی بشارت دینے تیار ہیں کہ بفرضِ صحت شیخ نے کرامت کے طور پر کئی سو سال قبل ہی علماء مقلدین کی عداوت کو امام مہدیٔ موعودؑ کی حقیت کی علامات میں شمار کیا ہے اور مولف صاحب ہدیہ جیسے علماء ناحق شناس کا بغض وعناد اور مخالفت جو امامنا مہدیٔ موعودؑ برحق کی جناب میں ظاہر ہورہی ہے اس سے شیخؒ کی یہ پیشین گوئی پایۂ ثبوت کو پہنچ رہی ہے۔پس ایسی عبارت درج رہنے میں کیا نقصان تھا جو اس کو حذف کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی۔اس کی صراحت ہم آگے کریں گے۔

اس کے بعد مولف صاحب ہدیہ کی بیان کردہ توجیہ بھی قابلِ غور ہے اولاً''خوفاً من سیفه و سطوته'' لکھا ہے حالانکہ فتوحات کے مطبوعۂ مصر نسخہ میں''من سیفه و صولته'' لکھا ہے۔خود آپ کے قول کے مطابق یہ تحریف ہے اور آپ تحریف کے مرتکب ہوے ہیں جس کی جواب دہی اول آپ کیجئے اور بعد میں دوسروں پر تحریف کا اعتراض اٹھائے۔

ثانیاً۔ آپ نے''خوفامن سیفه'' کو تو دیکھ لیا لیکن''سطوته یا صولته'' کو توجیہ میں چھوڑ دیا جو ظاہری وباطنی۔مادی و روحانی سب قسم کے دبدبہ کو شامل اور خلفاء اللہ کو ہر حالت میں بکمالِ درجہ حاصل ہے۔حضرت رسول اللہ صلعم کے ابتدائے اسلام کے تیرہ سال کے عرصہ میں جب تک حضرت مکہ تشریف فرما رہے اور ابھی جہاد کا حکم منجانب اللہ نہیں ہوا تھا گویا آپؐ کے ہاتھ میں شمشیر نہیں تھی لیکن روحانیت وحقانیت ہی کی صولت کے بیسیوں واقعات ملتے ہیں اور یہی وہ صولت یا سطوت ہے جو خلفاء اللہ سے مخصوص اور ان کے شایانِ شان ہے ورنہ زورِ شمشیر تو ایسی چیز ہے جو معمولی حکام وروسا بلکہ متغلّبین کو بھی حاصل رہتی ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

ثالثاً۔ رغبة فیما لدیہ کا جملہ یعنی (آپ کے پاس جو کچھ ہے اس کی رغبت کر کے علما فرمانبردار ہوں گے) یہ بھی مال و دولت فیضان علمی وروحانی سب کو عام تھا مگر آپ کا ذہن صرف مال و دولت ہی کی طرف منتقل ہوا ہے اور منتقل ہوتا رہتا ہے اور علمی و روحانی فیضان وغیرہ کمالات جو ''فیما لدیه'' کے مفہوم میں داخل ہیں اُن کو آپ کے ذہن وخیال میں جگہ نہیں مل سکی ہے گویا آپ کے خیال میں جو کچھ ہے مال و دولت دنیاوی ہے اس کے سوا دین اور دینی فیضان اور روحانیت وغیرہ کمالات قابل توجہ چیز ہی نہیں ہیں سچ ہے ''کُلُّ اناءٍ یترشح بمافیه'' (یعنی ہر برتن میں جو کچھ ہوتا ہے اس سے وہی ٹپکتا رہتا ہے)۔

وہ بہت سے علمائے دیندار وحق شناس وحق طلب جو حضرت امامنا علیہ السلام کی مخالفت کے بعد تصدیق سے مشرف ہوئے ہیں جن میں سے کئی ایک کا خود ہدیہ میں بھی ذکر کیا گیا ہے مثلاً ملا علی فیاضؒ صدر وفد علمائے ''ہرات'' اور ملا صدرالدینؒ شیخ الاسلام سندھ وغیرہ جو اسی علمی وروحانی صولت سے خالص توجہ اللہ حضرت امامنا علیہ السلام کے زیر فرمان ہوئے ہیں اور ان کا ایمان شمشیر کے خوف اور مال و دولت کی رغبت ولالچ سے ملوّث نہیں رہا ہے ان علماء کا یہ حقیقی ایمان آپ کے پاس قابل اعتنا ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ خوفاً من سطوته ورغبةً فیما لدیه کے مورد ومصداق نہیں ہیں جو آپ نے ان کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

رابعاً۔ بقول آپ کے بالفرض بزور شمشیر یا مال و دولت کی رغبت ولالچ سے زیر فرمان ہونے والے علماء تو حقیقی اور لوجہ اللہ ایمان لانے والے نہ ہونگے بلکہ یہ ایمان بالغرض اور منافقت کی ایک جلی اور کھلی صورت ہوگی۔ پس کیا ایسے پُر از نفاق ایمان لانے والوں کا زیر فرمان ہونا کسی خلیفۃ اللہ کی صداقت کی علامت ہوسکتا ہے؟ یا پُر خلوص ایمان اور حقیقی مومنین کا چمن ایسے خس وخاشاک سے پاک رہنا ہی اسکی حقیت وصداقت کی قوی دلیل وحجت ہے؟

اس کے قطع نظر مال و دولت کی داد ودہش بھی صادق ہے کیونکہ امامنا علیہ السلام کے حضور میں جب کبھی اور جس قدر بھی فتوح و غنائم آتے اُسی وقت تقسیم ہو جاتے تھے جو بعض موقعوں پر قنطاروں کے قنطار وقت واحد میں لٹا دئے گئے ہیں۔ پھر تو رغبتِ مال و دولت کے مواقع بھی موجود تھے اور مال و دولت نہ رکھنے کا سوال واقع کے خلاف ہے۔

یفرح به عامة المسلمین اکثر من خواصهم (امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے خاص طبقہ کی بہ نسبت عام مسلمان زیادہ خوش ہوں گے) بھی صادق ہے کیونکہ خواص سے مراد وہ علمائے متعصبین ہوسکتے ہیں جن کی مثال خود مولف صاحبِ ہدیہ موجود ہیں اور اگر خواص سے مراد مالدار طبقہ لیا جائے تو یہ بھی صادق ہے کیونکہ اس طبقہ کی بہ نسبت زیادہ عام لوگ ہی مقبلین رہے ہیں اور سنۃ اللہ بھی یہی جاری رہی ہے کہ خلفاء اللہ کے مقبلین زیادہ تر غرباہی رہا کئے ہیں جن کی شان میں ''طوبیٰ للغرباء'' وارد ہے۔

تحریف یازدہم مولف صاحب ہدیہ نے یہ لکھی ہے کہ۔

تحریف یازدہم:۔ بعد یعینونه علی ماقلد اللّٰه تعالیٰ کے اس قدر عبارت حذف کردی فینزل علیه عیسیٰؑ بن مریم بالمنارة البیضاء شرقی دمشق بیں مهروذتین علی ملکین ملک عن یمینة و ملک عن یساره یقطر راسه ماءً امثل الجمان الخ

www.khalifatullahmehdi.info

فتوحات کی عبارت نقل کرنے کے بعد اس کا ترجمہ اور کچھ تشریح کر کے مولف ہدیہ نے اپنی سیاحتِ دمشق کے واقعات اور غوطہ و منارۂ دمشق کے حالات لکھے ہیں جس پر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے جو یہاں غیر مقصود بہ ہیں۔اور آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ۔

بالجملہ یہ عبارت زیادہ تر سب سے تخریب وتکذیب مہدی جونپوری کی کرتی تھی اس واسطے میاں مذکور نے حذف کر دی۔

لیکن تحقیقی نظر سے دیکھنے کے بعد ہر شخص پر واضح ہوسکتا ہے کہ یہ عبارت جن واقعات پر مشتمل ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں اور جیسا کہ ہم نے تحریفات کی جوابی تمہید میں بیان کیا ہے خود ''فتوحات'' کے نسخے اختلافِ الفاظ وعبارت سے مامون و محفوظ نہیں ہیں اور یہ کہ مکتوبِ ملتانی ایک مختصر رسالہ ہے جس میں فتوحات کے وہ سب اقوال نقل نہیں کئے گئے اور نہیں کئے جاسکتے تھے جو غیر متعلق یا غیر مقصود بہ ہیں۔اس لحاظ سے مولف صاحب ہدیہ کا یہ کہنا کہ ''فلاں مقام میں فلاں عبارت یا الفاظ نکال ڈالے ہیں اور فلاں جاے پر یہ عبارت حذف کر دی ہے'' اور اس کو تحریف سمجھنا ایسا صریح مہمل ہے جسکی جواب دہی کی ضرورت ہی نہیں تھی لیکن ہم نے تفصلاً ان کے جوابات بھی ادا کئے ہیں تا کہ ناظرین کو ان اعتراضات کے تفصیلی اغلاط ونقائص بھی معلوم ہوسکیں۔

اگر فتوحات کی اس عبارت کا مطلب مولف ہدیہ نے یہ سمجھا ہے کہ اس سے امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا ایک زمانہ میں ہونا ثابت ہوتا ہے تو یہ ایسا مضمون ہوگا جو صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ ان کے صریح کے خلاف ہے۔اس کا اصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض راویوں نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو احادیث وارد ہیں ان کا کچھ حصہ امام مہدی علیہ السلام سے متعلقہ احادیث میں خلط ملط کر دیا ہے لہذا مسئلۂ اجتماع مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کے متعلق کئی مباحث تحقیق طلب قرار پاتے ہیں مثلاً اصل مسئلہ اجتماع مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کی تحقیق کہ اس کا ماخذ کیا ہے؟ دوسری احادیث سے مضمون اجتماع کا تخالف وتعارض۔مشاہیر علمائے اہلِ سنت بھی اجتماع کے قائل ہیں یا نہیں؟ چنانچہ ترتیب وار ان پر کافی بحث ہوسکتی ہے۔لیکن اس مختصر میں ان کے تفصیلی مباحث کی گنجائش نہیں ہے البتہ مختصر طور پر اس مسئلہ کے ضروری پہلو واضح کئے جاتے ہیں۔

سب سے پہلے اس مسئلہ میں جو اختلاط واقع ہوا ہے اصولِ اہلِ سنت ہی کے مطابق اس کی چھان بین کی جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان متقدمین محدثین کی روایتوں کے خلاف جن کو علمائے اہلِ سنت سب سے زیادہ صحیح مانتے ہیں بعض متاخرین کی روایتوں میں خلط ملط یا حذف وزیادتی ہوگئی ہے چنانچہ مشہور محدث امام بخاری وامام مسلم نے جن کی روایتوں کو محدثین وعلمائے اہلِ سنت صحیح ومستند خیال کرتے ہیں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ حدیث ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

کیف انتم اذا نزل ابن مریم و امامکم منکم۔ تم کیسے ہونگے جبکہ ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔

دوسری حدیث بھی اسی مضمون کی ابوہریرہؓ سے امام مسلم نے اس طرح روایت کی ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

كيف انتم اذا انزل ابن مريم فامكم۔	تم کیسے ہوں گے جبکہ ابن مریم نازل ہوں گے پس تمہاری امامت کریں گے۔

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں جابرؓ سے یوں مروی ہوی ہے۔

لاتزال طائفة من امتي يقاتلون على الحق ظاهرين الٰى يوم القيامة فينزل عيسى بن مريم فيقول امير هم تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم على بعض امير تكرمة الله هذه الامة۔	میری امت کی ایک جماعت قیامت تک حق پر لڑتی اور غالب رہے گی پس عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے اور ان کو (اس جماعت کا) امیر کہے گا کہ آئے ہمیں نماز پڑھائے عیسیٰؑ کہیں گے کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے اس امت (اُمتِ محمدیہؐ) جو کرامت و بزرگی دی ہے اس کے نظر کرنے تم میں سے بعض بعض کے امیر ہیں۔

ان حدیثوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے امامت کرنے میں یہ اختلافِ بیان پایا جاتا ہے کہ دوسری حدیث میں امامت کرنے کی صراحت ہے تیسری حدیث میں امامت کرنے سے عذر کرنا ظاہر ہو رہا ہے اور پہلی حدیث ساکت ہے کہ اس میں امامت کرنے نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لیکن ان تینوں روایتوں میں متفقہ طور پر نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اور ''امامكن منكم'' اور ''اميرهم'' مطلق ہیں۔ ان میں امام مہدیؑ کا کوئی ذکر یا آپؑ کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ پس نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت مسلمانوں کا جو امام یا امیر ہوگا ''امامكم'' یا ''اميرهم'' سے مراد ہوگا۔ ان متقدمینِ محدثین کے بعد بعض متاخرین نے اس میں ''امامكم المهدى'' اور ''امير هم المهدى'' اضافہ کر دیا ہے [1]۔

مگر یہ اضافہ اس لئے قابل اعتنا نہیں ہے کہ اس سے دوسری حدیثوں سے تخالف و تعارض لازم آتا ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ اہلِ سنت کے نزدیک صحیحین یعنی بخاری و مسلم اور صحاح ستہ کے مقابلہ میں یہ روایتیں جن میں یہ اضافہ درج ہے بلحاظِ صحت کمتر درجہ کی ہیں اور اہلِ سنت ہی کا یہ مسلّمہ اصول ہے کہ۔

---

[1] علامہ مجیب نے جس اضافہ کا ذکر فرمایا ہے اس کی دو ایک مثالیں یہاں درج کی جاتی ہیں چنانچہ متقدمین و متاخرین کی روایت کردہ حدیثوں کا یہی مقصود بہ حصہ ناظرین کی سہولتِ فہم کے لئے محاذی محاذی نقل کیا جاتا ہے جس کے مقابلہ سے واضح ہوگا کہ کونسی روایت میں کیا اضافہ ہو گیا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت کردہ عبارت	سیوطی نے ابونعیم کے حوالہ سے العرف الوارى میں جو عبارت لکھی ہے
فينزل عيسىٰؑ بن مريم فيقول امير هم تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم على بعض امير تكرمة الله هذه الامة	فينزل عيسىٰؑ بن مريم فيقول اميرهم المهدى تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم على بعض امراء تكرمة الله هذه الامة

دونوں روایتوں کے الفاظ و عبارت ٹھیک ایک ہی ہے مگر ابونعیم کی روایت میں امیر ہم کے ''بعد المهدى'' بڑھا دیا گیا ہے۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

العمل بالاقویٰ وترک الاٰخر واجب۔ قوی راویت پرعمل کرنا اور دوسری کو (جو قوی نہ ہو) چھوڑ دینا واجب ہے

دوسری تقریر اس کے متعلق خود اہلِ سنت کے ضوابط کے مطابق یہ ہے کہ ان حدیثوں میں لفظ ''امام'' ''امیر''مطلق ہے پس حسب ضابطۂ المطلق یجری علٰی اطلاقه (مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا) جس روایت میں امام مہدیؑ کا نام اضافہ کر دیا گیا ہے اس سے اس مطلق کا نسخ لازم آتا ہے کیونکہ یہ قید اس مطلق کے اطلاق کو باطل کر دیتی ہے جیسا کہ ''تلویح'' میں لکھا ہے۔

لوحمل المطلق علی المقید یلزم ابطال المطلق۔ اگر مطلق کومقید پر محمول کیا جائے تو اس سے مطلق کا ابطال لازم آئے گا۔

پس غیر صحیح حدیث کی بنا پر صحیحین کی احادیث سے ثابت شدہ اطلاق کو باطل کرنا لازم آیا جو اہلِ سنت کے مسلمات کے خلاف ہے جن راویوں نے اس مطلق لفظ امام یا امیر کو''مَھْـدِی'' کی قید سے مقید کر دیا ہے وہ کسی قوی دلیل پر مبنی نہیں ہے جو اس کی مخصص ہو سکے بلکہ مجرد قیاس واحتمال کی بنا پر ہے اور جس نے ان غیر صحیح روایتوں کو علاماتِ مہدیت سمجھا وہ بھی وہم واحتمال پر معمل ہوا حالانکہ خبر مغیب میں احتمال اصلاموثر نہیں ہے۔ پس اگر مولف ہدیہ خود اہل سنت ہونے کے مدعی ہیں تو ان کو اول اہل سنت کے ان مسلمات کے انکار یا اقبال سے نمٹنا ہوگا۔

راویوں کی تنقید وتحقیق کے اصول پر بھی جن روایتوں میں یہ اضافہ ہوا ہے وہ مخدوش ثابت ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان کے سلسلۂ

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) اسی طرح ابن ماجہ نے ابوامامۂ باہلیؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں دجال کے حالات وواقعات ذکر فرمائے۔ام شریک نے پوچھا یا رسول اللہؐ اس وقت عرب کہاں ہوں گے فرمایا وہ بہت تھوڑے ہوں گے اور سب بیت المقدس میں رہیں گے ان کا امام ایک صالح شخص ہوگا۔مگر سیوطی نے رویانی اور ابوعوانہ کی جو روایت ابوامامۂ باہلی ہی سے لکھی ہے اس میں ''امامهم رجل صالح'' کے الفاظ میں ''امامهم المهدی رجل صالح'' بڑھا دیا ہے چنانچہ دونوں کی اصل عبارت یہ ہے۔

رویانی اور ابوعوانہ کی عبارت جو سیوطی نے لکھی ہے۔	ابن ماجہ کی روایت کردہ عبارت
قال هم یومئذ قلیل وجلهم بیت المقدس وامامهم المهدی رجل صالح فبینما امامهم تد تقدم یصلی بهم الصبح اونزل عیسٰی بن مریم الصبح الٰی اخره۔	قال هم یومئذ قلیل و جلهم بیت المقدس و امامهم رجل صالح فبینما امامهم قد تقدم یصلی بهم الصبح اونزل عیسٰی بن مریم الصبح الآخر۔

ان دونوں روایتوں کی عبارت بھی ٹھیک ایک سی ہے گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ رویانی اور ابوعوانہ نے جن کا زمانہ ابن ماجہ کے زمانہ سے متاخر ہے ابن ماجہ کی ہی روایت پوری نقل کر دی ہے مگر ان متاخرین نے امامہم کے بعد ''المہدی'' اضافہ کر دیا ہے اور مسئلہ اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ کی بنا یہی اضافہ ہے اور اسی اضافہ سے امام مہدی علیہ السلام کو بیت المقدس سے تعلق پیدا ہو رہا ہے ورنہ کسی صحیح حدیث سے مستقل طور پر امام مہدی علیہ السلام کا بیت المقدس میں ظہور ثابت نہیں ہے۔۱۲

شہاب بن نصرت غفر لہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

روایت میں کئی بحثیں ہیں۔

متقدمین و متاخرین کی روایتوں میں جہاں اختلاف واقع ہوتا ہے تو ضابطہ یہی ہے کہ اگر متاخرین کی روایتیں پایۂ صحت سے گری ہوئی ہوں وہاں متقدمین کی صحیح روایتیں مرجح ہوتی ہیں [ا]۔

اس کے بعد اجتماع مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کا مسئلہ جن احادیث کے مخالف و متعارض ہے اس پر بھی ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ فتوحات کی اس عبارت کا یہ مطلب لیا جائے تو کئی احادیث سے اس کی مخالفت لازم آتی ہے۔

حدیث اول صحیح مسلم ہی میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ۔

انه قال قال رسول اللّٰه صلعم اذا يويع الخليفتان فاقتلوا الأخر منهما۔	ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جب دو خلیفوں سے ایک وقت میں بیعت ہو تو ان میں سے آخر کو قتل کردو۔

نووی شارح مسلم نے اس پر علما کا اتفاق و اجماع ہونا بیان کیا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے۔

اتفق العلماء على انه لا يجوز ان يعقد لخليفتين فى عصر واحد۔	علما اس امر پر متفق ہیں کہ دو خلیفوں سے ایک ہی زمانہ میں بیعت کرنا ناجائز ہے۔

جبکہ امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰؑ دونوں خلیفے ہونے میں شک نہیں ہے چنانچہ ثوبانؓ کی اس حدیث سے جو سنن ابن ماجہ میں مروی ہوی ہے اور اس کتاب میں حسب موقع نقل کی گئی ہے امام مہدی علیہ السلام کا خلیفۃ اللہ ہونا ثابت ہے۔اور عیسیٰ علیہ السلام کا بھی خلیفہ ہونا اس حدیث سے ثابت ہے۔

[ا] اسی قسم کے الحاق یا اضافہ کی پوری مطابق مثال نبی عربی محمد مصطفےٰ صلعم کی ان بشارتوں میں بھی ملتی ہے جو انبیائے سابقین کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔چنانچہ توریت۔سفر استثنا۔باب ۱۸ کی پندرھویں آیت کے عربی ترجمہ کے موجودہ نسخوں میں یہ الفاظ پائے جاتے ہیں فان الرب الهک يقيم بينكم من بين اخــوتک (یعنی تیرا رب تیرا معبود تجھ میں سے تیرے بھائیوں میں سے (نبی کو) قایم کرے گا۔یہود و نصاریٰ اس آیت سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ اس آیت میں ''مــن بيــنــک '' کا اشارہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے جس نبی کا وعدہ کیا گیا ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل سے ہونا چاہیئے اور محمد بنی اسرائیل سے نہیں ہیں اس لئے وہ اس بشارت کے مصداق نہیں ہیں۔

علمائے اہل اسلام یہ بشارت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صادق ہونے کے قایل ہیں اور یہود و نصاریٰ کے استدلال کی تردید میں جو حجتیں پیش کرتے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اس آیت میں ''من بينک '' (تجھ میں سے) کے الفاظ الحاقی ہیں جو بعد میں بڑھائے گئے ہیں متقدمین نے نہیں لکھے ہیں چنانچہ پطرس حواری نے یہی آیت نقل کی ہے مگر اس میں ''مــن بيــنــک '' کے الفاظ نہیں ہیں۔اسی طرح استفانوس نے بھی یہ آیت لکھی ہے مگر اس میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں چنانچہ ان کی عبارت کا عربی ترجمہ یہ ہے۔ (باقی حاشیہ صفحۂ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

ینزل عیسٰی بن مریمؑ خلیفۃ علٰی امتی یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ولضیع الجزیۃ الخ۔	عیسیٰؑ بن مریم میری امت پر خلیفہ ہوکر نازل ہوں گے صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل اور جزیہ موقوف کریں گے۔

امت کو ان دونوں سے بیعت کرنے کے واضح اور صریح احکام بھی وارد ہیں۔لیکن مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کا ایک ہی زمانہ میں جمع ہونا فرض کیا جائے تو اس حدیث کے نظر کرتے کسی ایک ہی سے بیعت کرنا لازم آئے گا بلکہ معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام کا قتل ضروری ہوگا کیونکہ مہدی علیہ السلام کی بعثت پہلے ہے۔آپ پہلے سے موجود ہوں گے آپ سے بیعت پہلے ہوچکی ہوگی۔اور عیسیٰ علیہ السلام بعد میں نازل ہوں گے پس وہ ''فاقتلوا الاٰخر منھما'' کا مورد ہوں گے۔

ان احکام میں تضاد وتخالف کی یہ سب صورتیں ان دونوں خلیفۃ اللہ کے بیک وقت اجتماع کے قائل ہونے کا نتیجہ ہے۔اگر یہ دونوں خلیفۃ اللہ اپنے اپنے وقت میں علیحدہ علیحدہ مبعوث ہوں تو تضاد کی کوئی صورت ہی پیدا نہیں ہوتی اور اُن تمام احکام میں کامل تطبیق ہوجاتی ہے۔ان وجوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کا اجتماع ایک زمانہ میں نہ ہوگا۔

حدیث دوم بروایت کعبؓ جس کی توضیح اس سے قبل دلیل ہفتم کے ضمن میں کی گئی ہے۔

یموت المھدی ثم یلی الناس بعدہ رجل من اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ و سلم . الحدیث۔	مہدیؑ کی رحلت ہوجائے گی اور ان کے بعد نبیؐ کی اہل بیت کا ایک شخص لوگوں کا والی ہوگا۔

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ)

ھذا ھو موسیٰ الذی قال البنی اسرائیل نبیا مثلی سیقیم لکم الرب الھکم من اخوتکم لہ تسمعون (اظہار الحق مطبوعہ مصر)	یہ موسیٰ ہیں جنہوں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تمہارا رب تمہارے لئے قریب میں تمہارے بھائیوں میں سے میرے جیسا نبی قائم کرے گا اس کی بات سنو۔

یونانی ترجمہ جو دوسرے ترجموں سے زیادہ قدیم ہے اس میں بھی ''من بینک'' کے الفاظ نہیں ہیں۔(خطبات احمدیہ خطبۂ عاشر)

دوسری حجت یہ ہے کہ اگر اس پندرھویں آیت میں بیـــنک کے الفاظ صحیح تسلیم کئے جائیں تو اسی باب کی اٹھارویں آیت سے خلاف وتضاد لازم آتا ہے جسکا مضمون یہ ہے اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے۔

سوف اقیم لھم نبیا مثلک من بین اخوتھم (اظہار الحق)	یعنی اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ میں ان (بنی اسرائیل) کے لئے تیرے جیسا نبی ان کے بھائیوں میں سے قریب میں قائم کروں گا۔

پس جس طرح نبی آخر الزماں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعلقہ بشارتوں میں متقدمین کی روایتوں کے خلاف متاخرین کا الحاق وتحریفی حصہ یا اضافہ قابلِ حجت نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح امام آخر الزماں مہدیٔ موعود علیہ السلام کی متعلقہ احادیث میں اہلِ سنت کے اصول پر متقدمین محدثین کی روایتوں کے مقابل متاخرین محدثین کا الحاقی حصہ یا اضافہ بھی قابلِ حجت نہیں ہونا چاہیئے۔خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ اس اضافہ کو صحیح تسلیم کرنے سے دوسری بشارتوں سے خلاف وتضاد کی جو صورت پیدا ہوتی ہے بعینہٖ وہی صورت دوسری احادیث رسول اللہ صلعم سے خلاف وتضاد کی اس الحاقی حصہ یا اضافہ کو صحیح تسلیم کرنے سے لازم آتی ہے۔۱۲

شہاب بن نصرت غفر لہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

حدیث سوم جس کو نعیم بن حماد نے ارطاۃ سے روایت کی ہے۔

عن ارطاۃ قال بلغنی ان المھدی یعیش اربعین عاماثم یموت علٰی فراشہ ثم یخرج رجل من قحطان مثقوب الاذنین علی سیرۃ المھدی بقاؤہ عشرین سنۃ ثم یموت قتیلاً بالسلاح ثم یخرج رجل اھل بیت النبی مھدی حسن الصورۃ یغزو مدینۃ قیصر وھو آخر امیر من امۃ محمدثم یخرج فی زمانہ الدجال و ینزل فی زمانہ عیسٰی بن مریم علیہ السلام۔

ارطاۃ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مہدیؑ چالیس سال زندہ رہیں گے پھر اپنے بستر پر وفات پائیں گے پھر قحطان کا ایک شخص مہدیؑ کی سیرت کے مطابق نکلے گا جس کے دونوں کانوں میں سوراخ ہوگا جو بیس سال رہے گا اور پھر ہتھیار سے مقتول ہوگا پھر نبیؐ کی اہل بیت سے ایک شخص ہدایت یافتہ خوبصورت نکلے گا جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا اور وہ امت محمدؐ کا آخری امیر ہوگا پھر اسی کے زمانہ میں دجال نکلے گا اسی کے زمانہ میں عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے۔

جیسا کہ دلیل ہفتم کے ضمن میں ہم نے تحقیق کی ہے ارطاۃ کی یہ روایت اقسام حدیث کے نظر کرتے اگرچہ حدیث موقوف ہے اور کعب کی مذکورہ روایت کے نظر کرتے جو اس سے زیادہ صحیح ہے اس میں یہ تقدم و تاخر ہو گیا ہے کہ کعب کی روایت میں امام مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد اہل بیت کے ایک شخص کا اور اس کے بعد مرد قحطانی کا ظہور مذکور ہے جو امت محمدیہؐ کا آخری امیر ہوگا اور قیصر روم کے شہر پر حملہ کرے گا اور اسی کے زمانہ میں خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا۔اور ارطاۃ کی روایت میں اس کے برعکس پہلے قحطانی اور بعد میں اہل بیت کے شخص کا ظاہر ہونا لکھا ہے اور تمام حالات جو قحطانی سے متعلق تھے وہ اس اہل بیت کے شخص سے متعلق کر دئے گئے ہیں لیکن ملا علی متقی نے رسالۂ برہان میں ارطاۃ ہی کی ایک روایت لکھی ہے جس میں امام مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد اہل بیت کا ایک شخص ظاہر ہونا درج ہے جس سے کعب کی روایت ہی کی تائید ہوتی ہے۔غرض اس تقدم و تاخر سے قطع نظر کر لیا جائے تو عدم اجتماع مہدیؑ و عیسیٰؑ کے مسئلہ میں یہ دونوں روایتیں متحد ہیں کیونکہ ان دونوں سے امام مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد اہل بیت کے ایک شخص اور قحطانی کا ظہور ہونا اور ان میں سے کسی ایک کے زمانہ میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام ہونا متحقق ہو رہا ہے۔

حدیث چہارم ارطاۃ ہی سے مروی ہے۔

قال یموت المھدی موتا ثم یصیر الناس بعدہ فی فتنۃ و یقبل الیھم من بنی مخزوم فیبائع لہ فیمکث زماناً ثم نیادی مناد من السماء لیس ناس ولاجان

مہدیؑ اپنی موت سے وفات پائیں گے پھر آپؑ کے بعد لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے اور بنی مخزوم کا کوئی شخص ان کے پاس آئے گا پس اس سے بیعت کی جائے گی اور وہ کچھ عرصہ رہے گا

الابایعوا فلاناً ولا ترجعوا علی اعقابکم بعدالھجرۃ فینظرون ولا یعرفون بالرجل ثم ینادی ثلاثا ثم یبایع المنصور فیصیر الی المخزومی فیظفرہ اللّٰہ علیہ فیقتلہ و من معہ۔

پھر کوئی منادی آسمان سے ندا کرے گا کہ سب انس و جن فلاں سے بیعت کریں اور ہجرت کے بعد مرتد نہوں پس لوگ دیکھیں گے اور اس شخص کو نہیں پہچان سکیں گے پھر تین مرتبہ ندا ہوگی پھر کہیں منصور سے بیعت کی جائے گی وہ مخزومی کی طرف چلے گا اور اس کو اللہ تعالیٰ اس پر فتح دے گا اور وہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو قتل کردے گا۔

حدیث پنجم ارطاۃ ہی سے مروی ہے کہ۔

یکون بین المھدی و بین الروم ھدنۃ ثم یھلک المھدی ثم یلی رجل من اھل بیتہ و یعدل قلیلا ویقتل۔

مہدیؑ اور روم کے درمیان صلح ہوگی پھر مہدیؑ کی ہلاکت ہوجائے گی اور بعد اہل بیت کا ایک شخص والی ہوگا جو کم عدل کرے گا اور مقتول ہوگا۔

حدیث ششم سالم بن الجعد سے مروی ہے کہ۔

یکون المھدی احد و عشرین سنۃ او اثنین وعشرین سنۃ ثم یکون آخر من بعدہ و ھو دونہ و ھو صالح تسع سنین۔

مہدیؑ اکیس سال یا بائیس سال رہیں گے پھر ان کے بعد دوسرا شخص ہوگا جو اس سے کم اور صالح ہوگا وہ نو سال رہے گا۔

یہ روایتیں ملا علی متقی کے رسالۂ برہان سے منقول ہیں اگرچہ بلحاظ اصولِ روایت ان میں بعض قابل بحث ہیں اور بعض باعتبار خلط مبحث مدرج کی نوعیت رکھتی ہیں۔ لیکن مولف صاحب ہدیہ چونکہ ملا علی متقی کے معتقد ہیں اور اُن کے رسالہ کو مستند سمجھتے اور اس سے جا بے جا حجت لیتے ہیں اس لئے ہم ان روایتوں سے متعلق اس موقع پر بحث کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ ان کے مسلمہ رسالہ کا صرف حوالہ الزاماً کافی ہے۔ ان روایتوں سے بھی مہدیؑ کے بعد کئی واقعات اور بعض اشخاص کا ظہور ہونا پایا جاتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مہدیؑ کی حیات میں ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

حدیث ہفتم جو ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

روی عن ابن عباس انہ ذکر المھدی فقال اسمہ محمد بن عبداللّٰہ ھو رجل ربعۃ بہ یفرج اللّٰہ سبحانہ عن ھذہ الامۃ کل کرب ویصرف بعدلہ

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے مہدیؑ کا ذکر کیا اور کہا مہدیؑ کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اور وہ متوسط القامت (نہ کوتاہ قد اور نہ دراز قامت) ہونگے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ذریعہ اس

www.khalifatullahmehdi.info

کل جور ثم یلی الامر بعده اثنی عشر رجل خمسین و مائه سنة ثم یموت فیفسد الزمان۔

امت کی ہر سختی و مصیبت کو دور کرے گا اور آپؑ کے عدل سے ہر ظلم کو دفع کرے گا۔ پھر آپ کے بعد بارہ اشخاص ڈیڑھ سو سال تک والی رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور زمانہ بگڑ جائے گا۔

فصل الخطاب میں لکھا ہے کہ۔

قوله علیه السلام یکون اثنی عشر امیر افیه ثلاثة اقوال احدها ان هذه الی مابعد اصحابه۔ والثانی ان هذا یکون بعد موت المهدی الذی یخرج فی آخر الزمان۔

رسول اللہ صلعم کا یہ قول کہ بارہ امیر ہوں گے اس کی شرح میں تین قول ہیں ایک تو یہ کہ یہ بارہ اشخاص رسول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہؓ کے بعد ہوں گے دوسرا قول یہ کہ یہ واقعہ امام مہدیؑ کی وفات کے بعد ہوگا جو آخر زمانہ میں ظہور کریں گے۔

حدیث ہشتم یہ ہے کہ۔

قد وجد فی کتاب دانیال اذا مات المهدی ملک خمس رجال وهم من اولاد الحسن۔

کتاب دانیال میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جب مہدیؑ کی وفات ہوجائے گی اولاد حسن کے پانچ اشخاص مالک ہوں گے۔

یہ اُن روایتوں کا خلاصہ اور شرح ہے جن کو ابوالفرج ابن جوزی نے کتاب ''الکشف'' میں ذکر کیا ہے۔ ان سب سے بھی امام مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد کئی والی اور کئی امرا کا وجود پایا جارہا ہے جو اجتماع مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کے منافی ہے۔

اجتماع مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کے قائل ہونا ان احادیث کے بھی صاف خلاف ہے جو ابن عباسؓ۔ ابن عمرؓ۔ علی کرم اللہ وجہہ۔ امام جعفر صادق۔ رزین وغیرہ سے کسی قدر اختلاف الفاظ کے ساتھ مروی ہوی ہیں اور سب کا جزء مشترک یہی ہے کہ واضح اور صاف طور پر امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانۂ بعثت علیحدہ علیحدہ متعین ہے چنانچہ ہم ان احادیث کو بھی انہی احادیث کے سلسلہ میں یہاں درج کرتے ہیں۔

حدیث نہم جو ابن عمرؓ سے حاکم نے روایت کی ہے۔

کیف تهلک امه انا فی اولها و عیسیٰ بن مریم آخرها۔

وہ اُمت کیسے ہلاک ہوگی جس کی ابتدا میں میں ہوں اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخر میں ہیں۔

حدیث دہم ابونعیم اخبار مہدیؑ میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔

لن تھلک امۃ انافی اولھا و عیسیٰ بن مریم فی آخرھا والمھدی فی اوسطھا۔

وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے اول میں ہوں اور عیسیٰؑ بن مریم جس کے آخر میں اور مہدیؑ جس کے درمیان ہیں

حدیث یازدہم تفسیر مدارک میں جو حنفیہ کی مشہور تفسیر ہے آیت یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی کے تحت یہ حدیث ان الفاظ میں لکھی ہے۔

کیف تھلک امۃ انا فی اولھا و عیسیٰ فی آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا۔

وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں اور آخر میں عیسیٰؑ اور میری اہل بیت سے مہدیؑ اس کے درمیان ہیں۔

حدیث دوازدہم جو امام جعفر صادق سے مروی ہے۔

عن جعفر عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہؐ بشروا ابشروا انما مثل امتی مثل الغیث لا یدری اولہ خیر ام آخرہ ...... کیف تھلک امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا ولکن بین ذٰلک فیج اعوج لیسوا منی والا انا منھم رواہ رزین (عقدالدرر باب ۷۔مشکوٰۃ شریف باب ثواب ہذہ الامۃ)

امام جعفر صادق سے روایت ہے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے راویت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھیں بشارت ہو بشارت ہو کہ میری اُمت کی مثال بارش کے جیسی ہے نہیں معلوم اس کا اول حصہ بہتر ہے یا آخر حصہ...... وہ اُمت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں اور درمیاں میں مہدیؑ ہیں اور آخر میں مسیحؑ ہیں لیکن ان کے درمیان ایسی کج فہم جماعت ہے جو نہ میری ہے نہ میں اس کا ہوں۔اس کو رزین نے روایت کیا ہے۔

حدیث سیزدہم جو یحییٰ بن عبداللہ بن الحسن عن ابیہ گویا یہ بھی اہل بیت کے سلسلہ روایت سے مروی ہوئی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آیندہ ہونے والی بہت سی باتیں فرمائیں۔انھی میں یہ بھی فرمایا کہ۔

یاعلی کیف یھلک اللہ امۃ انا اولھا و مھدینا اوسطھا والمسیح بن مریم آخرھا یا علی انما مثل ھذہ الامۃ کمثل الغیث لایدری اولہ خیر ام آخرہ و بین ذٰلک نھج اعوج لست منہ ولیس منی (کنزالعمال جلد۸)

یا علی وہ اُمت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں ہمارا مہدیؑ اس کے درمیان میں اور مسیحؑ بن مریم آخر ہے یا علی اس اُمت کی مثال مینہ کے جیسی ہے نہیں معلوم اس کا اول حصہ بہتر ہے یا اس کا آخر حصہ اور اس کے درمیان تیڑھا راستہ ہے جو میرا نہیں ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

یہ سب راویتیں جن کا مطلب و مضمون متحد ہے ایک دوسری کی موید ہیں۔ اگر کسی میں کچھ ضعف لاحق بھی ہے تو دوسری روایتوں سے جو اس کے شواہد کے جیسی ہیں اس کی تلافی اور جبر نقصان ہوگیا ہے اس بات کی نص صریح ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ علیحدہ علیحدہ علی الترتیب وسط امت اور آخر امت ہے۔

پس ان احادیث سے امام مہدی علیہ السلام کا وسط اُمت میں ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آخر اُمت میں ہونا ایسا یقینی ہے کہ ان دونوں کا ایک ہی زمانہ میں مجتمع ہونا محالات سے ہے کیونکہ اس سے مخبر صادق ؐ کی سچی خبر کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

ان چند احادیث کے نقل کرنے پر اکتفا کر کے بعض مشاہیر علمائے اہلِ سنت کے چند اقوال بھی نقل کئے جاتے ہیں جو اجتماع مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کے قائل نہیں ہیں اور جنہوں نے انہی مذکورہ احادیث سے حجت و سند لی ہے اور جن سے ان احادیث کا صحیح اور قابل استناد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب ''میزان'' میں لکھا ہے۔

اقوال العلما فی کل دو رمن الادوار الی ان یخرج المهدی علیه السلام فیبطل فی عصره التقئید بالعمل بقول من قبله من المذاهب کما صرح به اهل الکشف یلیهم الحکم بشریعة محمد صلعم بحکم المطابقة بحیث لو کان رسول الله صلعم موجوداً القرةُ علیٰ جمیع احکامه کما اشار الیه فی حدیث ذکر المهدی بقوله یقفو اثری ولایخطی. ثم اذا نزل عیسیٰ انتقل الحکم الی امر آخر وهو انه یوحی الی السید عسیٰ بشریعة محمدؐ علی السان جبریل انتهیٰ۔

ہر زمانہ کے علماء کے اقوال مہدی علیہ السلام کے ظہور تک ہیں پھر آپ کے زمانہ میں پہلے لوگوں کے اقوال و مذاہب پر عمل کی تقئید باطل ہوجائے گی جیسا کہ اہل کشف نے اسکی تصریح کی ہے کہ شریعت محمدیہ کے احکام کے بلحاظ مطابقت آپ والی ہوں گے اس طرح پر کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے تو آپ کے کل احکام کو برقرار رکھتے جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے اُس حدیث میں جو مہدی علیہ السلام کے ذکر میں ہے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ (مہدیؑ) میرے قدم بقدم پیروی کریں گے اور خطا نہیں کریں گے۔ پھر جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا یہ حکم ان کی طرف منتقل ہوجائے گا اس طرح کہ عیسیٰؑ کی طرف شریعت محمدیہ کی وحی جبرئیل کے ذریعہ ہوتی رہے گی۔

اس سے احکام شریعت محمدیہ کی ولایت ترتیب وار اول مہدی علیہ السلام کو حاصل ہونا اور پھر یہی ولایت نزول عیسیٰؑ کے بعد عیسیٰؑ کی طرف منتقل ہونا ظاہر ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانیؒ نے شرح عقائد میں اجتماعِ مہدی و عیسیٰ علیہما السلام اور ایک دوسرے کی اقتدا فی الصلوٰۃ کا اعتراف کیا تھا۔ اس کے چند سال بعد جب شرح مقاصد لکھی تو اس مسئلہ کی نسبت اپنی تحقیق سے جو بات صحیح ثابت ہوئی از روی دیانت وانصاف اس کو اس طرح واضح کر کے اپنے پہلے قول کی تردید و تصحیح فرمادی چنانچہ لکھا ہے کہ۔

فمایقال ان عیسیٰ یقتدی بالمھدی او بالعکس شئی لا مستند له فلا ینبغی ان یعول علیه۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ مہدیؑ کی اقتدا کریں گے یا مہدیؑ عیسیٰؑ کی یہ ایسی بات ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے۔اس پر توجہ نہ کرنا چاہیئے۔

اس موقع پر ایک غلط فہمی کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اپنی کم فہمی سے اس قول کا یہ غلط معنی سمجھا ہے کہ اس قول سے ان دونون میں سے ایک دوسرے کی اقتدا کرنے کی نفی ہوتی ہے لیکن ایک وقت میں دونوں کے مجتمع ہونے کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے کہ دونوں ایک وقت اور ایک جگہ جمع ہوں اور باہم اقتدا نہ کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی سمجھ کی خوبی ہے جو ایسا سمجھ رہے ہیں جس کی تائید نہ عقل سے ہوتی ہے نہ نقل سے اس واسطے کہ یہ دونوں خلیفۃ اللہ اور تابع شریعت مصطفےٰؐ ہیں ان میں کسی جہت سے امور دینی میں مباینت ومخالفت نہیں ہے جو مانع اقتدا ہو۔ جب یہ دونوں ایک وقت میں اور ایک جگہ جمع ہوں گے لامحالہ کسی نماز کا وقت بھی ان پر آئے گا یا نہیں دوسری صورت باطل ہے کہ کوئی نماز کا وقت ہی نہ آئے اگر آئے گا تو کسی ایک کی اقتدا دوسرے کے ساتھ ہوگی یا نہیں؟ اگر نہ ہوگی تو مانع اقتدا کونسا امر ہوگا۔

غرض یہ تقریر کسی پہلو بھی صحیح نہیں اترتی کہ مہدی وعیسیٰ علیہما السلام ایک زمانہ میں جمع ہوں اور باہم اقتدا فی الصلوٰۃ نہ کریں۔اصل یہ ہے کہ دونوں کے اجتماع کی نفی کو اقتدا کی نفی سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ پہلے شرح عقائد میں مہدی علیہ السلام کی اقتدا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہونا جو لکھا تھا اس کی کافی اور واضح تردید ہو جائے۔ نیز نزول عیسیٰ علیہ السلام کی جو روایتیں آئی ہیں اُن میں نماز کے وقت جبکہ اقامت کہی گئی ہو اور بعض روایتوں میں خاص نماز عصر اور بعض میں خاص نماز فجر کے وقت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کا ذکر ہے اور اس وقت ملتِ اسلامیہ کا جو امام یا امیر ہوگا اس کا عیسیٰ علیہ السلام سے نماز پڑھانے کی درخواست کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا امامت سے عذر کر کے اس امیر یا امام ہی کو نماز پڑھانے کے لئے کہنا اور خود اس کے پیچھے نماز پڑھنا درج ہے اور بعض روایتوں میں خود عیسیٰؑ امام ہو کر نماز پڑھانا ظاہر ہوتا ہے جب اس امیر یا امام کو مہدی علیہ السلام سمجھ لیا گیا ہو تو یہی اقتدا فی الصلوٰۃ کا واقعہ بھی مہدی علیہ السلام کی اقتدا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یا عیسیٰ علیہ السلام کی اقتدا مہدی علیہ السلام کے ساتھ ہونے کو غیر مستند قرار دیدیا ہے تو اس سے خود بخود اجتماع کی نفی ہوگئی۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو شرح مقاصد کے قول سے متعلق تھا۔اس موقع پر اصل مقصود بہ بحث تو یہ ہے کہ مشہور علمائے اہلِ سنت بھی اجتماع مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کے قائل نہیں ہیں چنانچہ اسی سلسلہ کے بعض اور شواہد ذکر کئے جاتے ہیں۔

اس سے پہلے شیخ نجیب الدین واعظ دہلوی کا جو قول ''مدار الفضلا'' سے نقل کیا گیا ہے وہ بھی اس کا بیّن ثبوت ہے کیونکہ فتح قسطنطنیہ کی روایت کے بیان میں بعض علمائے شیعہ کا یہ خیال کہ فاتحین کے امیر مہدی علیہ السلام ہوں گے نقل کر کے اس کے مقابل علمائے اہلِ سنت کے پاس یہ استدلال اس وجہ سے ضعیف ہونا ظاہر کیا گیا ہے کہ روایت میں فاتحین قسطنطنیہ بنی اسحاق سے ہونے کی

صراحت موجود ہے اور امام مہدی علیہ السلام تو بنی فاطمہ سے ہیں اس کے بعد یہ صراحت بھی کی ہے کہ۔

ولان المهدی اسبقهم بعثاً لان هذا الفتح قریب من نزول عیسیٰ و خروج الدجال و بعث المهدی سابق علیه و یکون ذلک بعد موت المهدی لقولهٗ کیف تهلک امة انا فی اولها و عیسی فی اٰخرها والمهدی من عترتی فی وسطها الآخر۔

اور اس لئے کہ مہدی علیہ السلام پہلے مبعوث ہوں گے کیونکہ یہ فتح نزول عیسیٰؑ اور خروج دجال کے قریب ہوگی اور مہدیؑ کی بعثت اس سے پہلے ہے یہ فتح مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد ہوگی نبی علیہ السلام کے اس فرمان کی وجہ سے کہ وہ اُمت کیسے ہلاک ہوگی جس کی ابتدا میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰؑ اور درمیان میں میری آل سے مہدیؑ ہیں۔

اِس قول سے امام مہدی علیہ السلام کی بعثت نزول عیسیٰؑ اور خروج دجال سے پہلے ہونا اور امام مہدی علیہ السلام کی رحلت کے بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ ہونا متبادر ہے اور حدیث **کیف تهلک امة** کی صحت اور اس کو قابل استناد ماننا بھی ثابت ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ شعر بھی اسی کا مویّد ہے جس کو خود مولف صاحبِ ہدیہ نے تحریف دوازدہم میں نقل کر کے اس سے بحث کی ہے

الا ان ختم الاولیاء شهید

وعین امام العالمین فقید

آگاہ ہو کہ ختم الاولیاء (مہدیؑ) موجود ہونگے۔اور امام العارفین (عیسیٰؑ) موجود ہونگے۔

مولف صاحب ہدیہ نے ختم الاولیاء سے مراد عیسیٰ علیہ السلام اور امام العارفین سے مراد مہدی علیہ السلام بیان کی ہے حالانکہ ایسا کوئی قرینہ ان کے بیان کردہ معنی پر دلالت کرنے والا نہیں ہے بلکہ سیاقِ کلام اور بعد کے اشعار سے اس کی نفی ہوتی ہے۔لیکن اس وقت اس سے کوئی بحث نہیں کہ مولف صاحب کا یہ ترجمہ کہاں تک صحیح ہے یا غلط اس سے بعد میں اس کے موقع پر بحث کی جائے گی۔یہاں صرف اجتماع مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کے مسئلہ کی حد تک غور کیا جائے تو ختم الاولیاء سے خواہ عیسیٰ علیہ السلام مراد لیں یا امام مہدی علیہ السلام اسی طرح امام العالمین سے خواہ مہدی علیہ السلام مراد ہوں یا عیسیٰ علیہ السلام دونوں صورتوں میں ایک وقت میں دونوں کے اجتماع کی صاف نفی ہو رہی ہے کیونکہ کوئی ایک موجود اور دوسرا اس وقت مفقود رہنا ظاہر ہے اور عدم اجتماع مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کا اصل مطلب ومنشا یہی ہے۔

جو وجوہ ودلائل اجتماع مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کے مسئلہ کی نفی میں بیان ہوئے ہیں ان میں سے بحیثیت انفرادی بھی ہر ایک اس قدر کافی ہے کہ اس سے اس مسئلہ کے نہایت ضعیف اور بے اصل ہونے پر کافی روشنی پڑتی ہے اور بحیثیت اجتماع تو بدرجۂ اولیٰ۔کیونکہ سب وجوہ ایک دوسرے کے موید ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

مزید براں مہدیؑ وعیسیٰ کا بیک وقت اجتماع فرض کرنے سے جو پیچیدگیاں اور مشکل صورتیں پیدا ہوتی ہیں ان پر غائر نظر ڈالنے سے اس مسئلہ کا ضعف اور زیادہ ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً ان دونوں کا اجتماع فرض کیا جائے تو دو حال سے خالی نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا تابع ہوگا یا نہیں؟ اگر یہ کہا جائے کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کا تابع نہ ہوگا اور دونوں مستقل طور پر خلافتِ الٰہی کے منصب پر فائز رہیں گے تو وہی اجتماع خلیفتین کے تمام احکام ونتائج عائد ہونے کے علاوہ اس سے باہم اقتدا فی الصلوٰۃ کے اصل مسئلہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے جس پر اجتماع کا مسئلہ مبنی ہے کیونکہ اقتدا بھی اتباع ہی کی ایک صورت ہے۔ جب ایک کا دوسرے کی اتباع نہ کرنا فرض کر لیا گیا ہے تو اس سے ایک دوسرے کی اقتدا نہ کرنا بھی لازم آ گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ان دونو خلفاء اللہ میں سے کوئی ایک دوسرے کا تابع ہوگا تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ یا عیسیٰ علیہ السلام مہدی علیہ السلام کے تابع ہوں گے یا مہدی علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کے؟ دونو مفروضہ صورتوں میں اوّلاً تابع خلیفۃ اللہ نہ رہے گا۔ ثانیاً ایک کا وجود بیکار و معطل ہو جائے گا۔ ثالثاً تابع کے افعال و اعمال متبوع کے حکم سے ہونا لازم آئے گا۔ رابعاً تابع کے تمام اعمال و افعال اور ان کے نتائج فی الحقیقت متبوع یا حکم دینے والے کی طرف منسوب ہوں گے۔ پس متعدد احادیث سے عیسیٰ علیہ السلام کے جو مخصوص فرائض ثابت ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب کو توڑنا۔ جزیہ کو موقوف کرنا دجال کو قتل کرنا وغیرہ یہ سب اعمال مہدی علیہ السلام کی طرف منسوب ہونا لازم آئے گا جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو مہدی علیہ السلام کا تابع فرض کر لیا جائے۔ یا امام مہدی علیہ السلام کی وہ علامات جو آپ نے اپنے خیال میں مقرر کر لئے ہیں جیسے مہدی علیہ السلام عرب وعجم کے بادشاہ ہونا۔ تمام روئے زمین کے لوگ آپ پر ایمان لا کر دنیا بھر میں ملتِ واحدہ ہو جانا وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہونا چاہیئے جبکہ امام علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کے تابع ہونا فرض کیا جائے۔ گویا اس صورت میں آپ کے لئے یہ علامات اور مہدیؑ وعیسیٰ کا اجتماع اور مہدی علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کے تابع فرض کر لینا اجتماع اضداد کے قائل ہونا ہے۔ غرض اجتماع مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کا مسئلہ کسی پہلو بھی منطبق نہیں ہوتا[1]۔

قیامت کی اشراط صغریٰ وکبریٰ کی تحقیق:۔ ان تمام مباحث کے علاوہ اس مسئلہ پر اصول درایت کے مطابق غور کرنے سے

---

[1] ۔اجتماع مہدیؑ وعیسیٰ کے تسلیم کرنے سے جو مشکل مسائل پیدا ہونے کا علامہ مجیب نے ذکر فرمایا ہے ان کے علاوہ اور بہت سی مشکلات اس کے تسلیم کرنے سے لاحق ہوتی ہیں جن کو مولوی زماں خاں صاحب کو اول حل کرنا اور بعد میں اس کے قائل ہونا پڑے گا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ ثوبانؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں آپ سے بیعت کرنا فرض ہے۔ چنانچہ فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج اس پر دال ہے پس اس حدیث سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

اول یہ کہ مہدیؑ جب خلیفۃ اللہ ہیں تو آپ سے بیعت کرنا فرض ہے پس بالضرور جو کوئی بھی آپؐ کے زمانہ میں ہوگا اس کو آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنا فرض ہوگا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام آپ کے زمانہ میں ہوں تو ان کو بھی مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنا فرض ہوگا کیونکہ فبایعوہ کے خطاب میں سب افراد داخل ہیں۔

دوسرا یہ کہ آپؐ کا جو کچھ حکم ہوگا وہ امر خدا سے ہوگا کیونکہ خلیفۃ اللہ کی یہی شان ہے۔

تیسرا یہ کہ آپؐ مجتہدین کی تقلید نہیں کریں گے کیونکہ ان کا حکم ظنی ہے اور خلیفۃ اللہ کا حکم قطعی۔

چوتھا یہ کہ آپؐ کے حکم کا انکار کفر ہوگا کیونکہ آپؐ کے احکام خلیفۃ اللہ ہونے کی جہت سے ہیں۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

ہم ایک صحیح فیصلہ پر پہنچ سکتے ہیں۔اس کی توضیح یہ ہے کہ ان تمام احادیث کو دیکھنے سے جو امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وارد ہیں ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور بھی علاماتِ قیامت سے ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی علاماتِ قیامت میں ہے۔لیکن علاماتِ قیامت پر غور کرنے سے ان دونوں صورتوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔اہلِ سنت محدثین کے نزدیک علامات و اشراطِ قیامت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جن کا ظہور قبلِ قیامت ہونا تو ضروری ہے لیکن۔قیامت کے قریب ہونا ضروری نہیں ہے ایسی علامات کو محدثین وغیرہ نے ''اشراطِ صغریٰ'' کہا ہے۔

اشراط و علامات قیامت کی دوسری قسم وہ ہے جن کا ظہور قیامت کے پہلے اور قیامت کے قریب ہونا ضروری ہے ایسی علامات کو ''علامات و اشراط کبریٰ'' کہتے ہیں۔

قیامت کی ''اشراطِ صغریٰ'' بہت سے امور ہیں یہاں تک کہ حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلعم کا مقدس وجود اور آپ کا مشہور معجزہ شق القمر بھی اشراطِ قیامت میں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اقتربت الساعة و انشق القمر (۲۷۔۸۔قمر) — قیامت قریب آ گئی اور چاند شق ہو گیا (کہ قریب قیامت کی یہ بھی ایک نشانی ہے)

فهل ينظرون الا الساعة ان تاتيهم بغتة فقد جاء اشراطها فانّٰی لهم اذا جاتهم ذكر يلهم (۲۶۔۶۔محمد) — کیا وہ قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ یکدم سے ان پر آ نازل ہو۔سو اس کی نشانیاں تو آ چکی ہیں۔پھر جب قیامت آ ہی جائے گی تو اس وقت ان کا سمجھنا ان کو کیا مفید ہوگا۔

مفسرین کا قول ہے کہ قد جاء اشراطها (یعنی قیامت کی علامتیں تو ظہور میں آ گئی ہیں) سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کی بعثت اور شق القمر مراد ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

الاشراط العلامات قال المفسرون هی مثل انشقاق القمر و رسالة محمد عليه السلام۔ — اشراط سے مراد علامات ہیں۔مفسرین کا قول ہے کہ یہ علامات جیسے شق القمر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہیں۔

تفسیر لباب التاویل میں لکھا ہے۔

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) پانچواں یہ کہ آپؑ کے دعویٰ کا ماننا فرض ہوگا کیونکہ آپ خلافت الٰہی کی جہت سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دعویٰ فرمائے ہیں۔غرض یہ سارے لوازم خلیفۃ اللہ ہونے کے ہیں جن کا اقرار خلیفۃ اللہ ہونے کے اقرار سے لازم ہو جاتا ہے اس صورت میں اگر عیسیٰ علیہ السلام بھی آپؑ ہی کے زمانہ میں موجود ہوں تو اس وجہ سے کہ وہ بھی خلیفۃ اللہ ہیں یہ سارے لوازم ان کے لئے بھی ثابت ہوں گے جس سے تعارض و نقض ثابت ہوگا جو جائز نہیں پس دونوں خلیفوں کا جمع ہونا بھی جائز نہیں ہے واللہ اعلم۔ اشرف محشی (کحل الجواہر)

www.khalifatullahmehdi.info

قال المفسرون من اشراط الساعه الشقاق القمر و بعثة رسول اللّٰہ صلعم۔

مفسرین کا قول ہے کہ شق القمر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کی علامات ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی مفسرین کے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔

بعثت انا والساعة کھاتین۔

حضرت رسول اللہ صلعم نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح (قریب قریب) ہیں۔

چونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور شق القمر قیامت کی علامات سے ہونے کے باوجود قیامت سے پہلے ان کا ظہور ہو گیا ہے اس لئے اس سے حضرت کی بعثت قیامت کی ''اشراطِ صغریٰ'' میں ہونا ثابت ہے۔

جن محدثین نے اشراط وعلامات قیامت کی یہ تقسیم کی ہے انہوں نے امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کو بھی اشراطِ صغریٰ میں شمار کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور قبل قیامت ہونا تو ضروریات سے ہے مگر قریب قیامت ہونا ضروری نہیں ہے اور عیسیٰؑ کے نزول کو اشراط کبریٰ میں شمار کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ایک زمانہ میں نہیں ہے۔ اگر اس کے خلاف دونوں کا ایک ہی زمانہ میں جمع ہونا کہا جائے تو لازم آتا ہے کہ یا تو عیسیٰؑ اشراطِ صغریٰ میں داخل ہو جائیں یا امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ''اشراطِ کبریٰ'' میں شامل ہو جائے وھذا خُلفٌ (اور یہ بات امر مسلّمہ کے خلاف ہے)۔

اس پر اُن صحیح احادیث سے مہر تائید وصداقت ثبت ہوتی ہے جن میں ''اشراطِ کبریٰ'' کی تعداد دس بتائی گئی ہے چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں حذیفہؓ سے روایت کی گئی ہے۔

قال اطلع النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذاکرون قالوا انذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر اٰیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها و نزول عیسٰیؑ بن مریمؑ ویاجوج و ماجوج و ثلٰثة خسوف خسف بالمشرق و خسف بالمغرب و خسف بجزیرة العرب واٰخر ذالک نارتخرج من الیمن تطود الناس الی محشرهم (مسلم کتاب الفتن واشراطہا)

حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے ایسے میں رسول اللہ صلعم برآمد ہوے اور آپؐ نے پوچھا کیا باتیں کر رہے ہو ہم نے عرض کیا قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ فرمایا جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھیں قیامت نہ ہوگی پھر آپ نے دخانؔ۔ دجالؔ۔ دابۃ الارضؔ۔ آفتابؔ مغرب سے طلوع ہونا۔ نزولؔ عیسیٰؑ بن مریم۔ یاجوجؔ ماجوج کا خروج تین خسف یعنی مشرق، مغرب، جزیرہ عرب میں ہونے اور آخر میں یمن سے آگ نکلنے کا ذکر کیا جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔

اس سے ثابت ہے اور دوسری روایتوں سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا اور دجال کا خروج جس

www.khalifatullahmehdi.info

طرح بالاتفاق ''اشراطِ کبریٰ'' میں ہے اسی طرح نزول عیسیٰ علیہ السلام بھی قیامت کی ''اشراطِ کبریٰ'' میں ہے۔لیکن کسی روایت میں بھی امام مہدی علیہ السلام کا ذکر اِن اشراطِ کبریٰ میں نہیں ہے۔ اگر امام مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک زمانہ میں ہونے کا کوئی اصل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دس ''اشراطِ کبریٰ'' میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مہدی علیہ السلام کا بھی ضرور ذکر فرماتے اسی سے بدیہی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مہدی وعیسیٰ علیہما السلام دونوں ایک زمانہ میں نہیں ہیں۔

پس ان تمام مباحث سے ثابت ہے کہ اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ کے مسئلہ کا ماخذ نہایت ضعیف بلکہ بے اصل ہے اس کے ماننے سے کئی احادیث سے تخالف وتعارض لازم آتا ہے۔مشاہیر اہل سنت بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔اجتماع کے قائل ہونے سے بہت پیچیدہ مسائل پیدا ہوجاتے ہیں جن کا حل کرنا اصول قیاسی واصول روایت ودرایت اور دینی احکام مسلمہ کو علیٰ حالہا ملحوظ رکھتے ہوئے بہت مشکل ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے بارھویں تحریف فتوحات کے اشعار میں تحریف معنوی بتائی ہے چنانچہ لکھا ہے کہ۔

تحریف دوازدہم یعنی فتوحات کے اشعار میں تحریف معنوی کا اعتراض اور اس کا جواب:۔

تحریف دوازدہم تحریف معنوی ہے کہ اشعار فتوحات کے معنی میاں مذکور نے نہ سمجھے اور اپنے مطلب کے موافق کچھ معنی تجویز کر کے اشعار مذکور کو اپنے مہدی کی تائید میں نقل کیا ہے ورنہ اشعار مذکور بھی ان کے مہدی کی تکذیب کرتے ہیں۔

فتوحات کے اشعار میں تحریف کا یہ اعتراض پچھلی تحریفات کے اعتراضات سے بھی کہیں زیادہ بے اصل ہے کیونکہ ان اشعار میں نہ کوئی تحریفِ لفظی ہوئی ہے اور نہ تحریفِ معنوی۔حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے مکتوبِ ملتانی میں ان اشعار کو بعینہٖ نقل فرمادیا ہے اور ان کا کوئی معنی یا مطلب نہیں بیان کیا ہے جس پر تحریف معنوی کا اطلاق ہوسکے یا جس کو غلط یا صحیح کہا جاسکے یا اس پر سمجھنے نہ سمجھنے کا مفہوم صادق آسکے۔یہ سب مولف صاحب ہدیہ کی غلط فہمی یا خبث باطنی ہے جو بطورِ خود یہ فیصلہ کررہے ہیں کہ۔

''اگر معنی صحیح ان اشعار کا سمجھتے حذف کرڈالتے ذکر نہ کرتے''

ہم پہلے فتوحات کے وہ اشعار جو مکتوبِ ملتانی میں نقل کئے گئے ہیں یہاں بھی نقل کئے دیتے ہیں اور بعد میں ان کے ترجمہ و مطلب سے بحث کریں گے۔

الا ان ختم الاولیاء شهید هوالسید المهدی من آل   وعین امام العالمین فقید هو الصارم الهندی حین
احمد هوالشمس یجلو کل غیم و ظلمة۔   یعبید هو الوابل الوسمی حین یجود [1]۔

فتوحات کے زیر بحث اشعار یہی ہیں اور ''مکتوبِ ملتانی'' میں اسی طرح نقل کئے گئے ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے۔آگاہ ہو کہ خاتم

[1] ۔فتوحات کے مطبوعۂ مصر نسخہ میں یجود ہی ہے اور مکتوبِ ملتانی میں بھی یہی لکھا ہے خود مولف صاحب ہدیہ نے بھی ''یجود'' ہی نقل کیا ہے لیکن بعض نسخوں میں ''یجید'' ہے پہلا لفظ سخاوت پر دلالت کرتا ہے اور دوسرے کے معنی خوب برسنے کے ہوتے ہیں۔۱۲

www.khalifatullahmehdi.info

الاولیاء موجود ہوں گے اور امام العالمین کی ذات مفقود ہو گی۔

وہ سید۔مہدیؑ۔آلِ احمدؐ سے ہیں وہ ہندی تلوار ہیں جبکہ ظاہر ہوں گے وہ آفتاب ہیں جو ہر بادل اور تاریکی کو دور کر دیں گے وہ موسم بہار کا مینہ ہیں جبکہ سخاوت کریں گے۔

سیاقِ کلام خود بتا رہا ہے کہ ختم الاولیاء کا تذکرہ و بیان اصلِ مقصود کلام ہے اور امام العالمین کا ذکر ضمنی ہے۔بعد کے اشعار اسی مقصود بالذات حصہ یعنی ختم الاولیاء کی تفسیر اور بیان واقع ہوئے ہیں اور ان میں جو ضمیر منفصل ''ھُـوَ'' ہے وہ بھی اصل مقصود بہ یعنی ختم الاولیاء کی طرف راجع ہے۔

خصوصاً دوسرے شعر میں ختم الاولیاء کی تفسیر اس صراحت کے ساتھ کردی گئی ہے کہ وہ ختم الاولیاء مہدیؑ ہیں جو آلِ احمدؐ سے ہیں۔لہذا ختم الاولیاء سے کوئی اور شخص جو آلِ احمدؐ سے نہ ہو مراد لینے کی گنجایش ہی باقی نہیں ہے۔پس نہ عیسیٰ علیہ السلام آلِ احمدؐ سے ہیں جو ختم الاولیاء سے مراد ہوسکیں اور نہ خود شیخ ابن عربیؒ پر اور نہ اُس عرب پر آلِ احمدؐ سے ہونا صادق آتا ہے جس سے شیخ نے شہر فاس میں ملاقات کیا ہے۔

تیسرا شعر بھی وہی ختم الاولیاء کی نعت ومنقبت ہے پس ثابت ہوا کہ یہ اشعار مہدی علیہ السلام ہی سے متعلق ہیں اور مہدی علیہ السلام ہی کا بیان کلام کا اصلِ مقصد ہے۔

فتوحات کا باب (۳۶۶) جس میں یہ اشعار لکھے ہیں وہ بھی خاص مہدی علیہ السلام ہی سے متعلق ہے اور دوسرے مضامین یا مباحث اس میں ضمناً آ گئے ہیں۔

خود صاحب فتوحات نے متعدد مقامات پر خاتم الاولیاء سے امام مہدی علیہ السلام ہی کی ذات مراد لی ہے چنانچہ ''عنقائے مغرب'' میں فرماتے ہیں۔

واستمسکوا بحدیث النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم حتی بلغھم منہ انہ ماینقضی زمان اِلّا وان یاتی شرمنہ و غفلوا عن القرن الرابع الاٰتی الذی ھو زمن المھدی و ھو خاتم الولی۔	ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو انہیں پہنچی ہے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا اس سے زیادہ خراب زمانہ آتا جائے گا اور وہ لوگ آنے والی قرن رابع سے غافل رہے جو مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہے اور وہی ختم الولی ہیں۔

اس سے ثابت ہے کہ شیخ ابن عربیؒ کے نزدیک بھی مہدی علیہ السلام ہی ختم الولی۔پس یہاں بھی ختم الاولیاء سے مراد مہدی علیہ السلام ہی ہونا شیخ کے دوسرے اقوال سے پورے مطابق ہے۔

محققین صوفیا کی اصطلاح میں بھی خاتم الاولیاء کا لفظ خاص مہدی علیہ السلام ہی کے لئے متعارف ہے چنانچہ اس کتاب کے باب اول عقیدۂ چہارم وپنجم کے ضمن میں بعض صوفیا کے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔

خاتم الاولیاء عبارت از محمد مہدی ست کہ موعودِ حضرت رسالت است علیہ الصلوٰۃ والسلام [۱] (جلد اول ۔حصہ اول صفحہ ۳۴ و ۳۷)

ختم ولایت کی یہ اصطلاح ''خاتم دین'' سے ماخود ہے جو امام مہدی علیہ السلام کی شان میں احادیث میں خاص طور پر وارد ہے چنانچہ ابونعیم اصبہانی نعیم بن حماد۔طبرانی وغیرہ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے۔

عن علی بن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھہ قال قلت یا رسول اللّٰہؐ امنا اٰل محمد المھدی ام من غیرنا فقال لا بل منان یختم اللّٰہ بہ الدین کما فتح بنا (العرف الوردی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ مہدیؑ ہم آلِ محمدؐ میں سے ہوگا یا ہمارے سوا دوسروں میں سے؟ فرمایا ہم میں سے ہوگا اللہ تعالیٰ مہدیؑ پر دین کو ختم کریگا جیسا کہ ہم سے دین کی ابتدا کی ہے۔

پس مہدی علیہ السلام کا خاتمِ ولایت ہونا انہی احادیث سے مستنبط ہے کیونکہ محققین صوفیا کے نزدیک نبوت وولایت کے مجموعہ کا نام دین ہے یہ دونوں صفتیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجۂ کمال موجود تھیں جن میں سے حضرت نے احکامِ نبوت کو بیان فرمایا اور احکامِ ولایت کے نشر وتبلیغ کے لئے اپنی اہلِ بیت سے مہدی علیہ السلام کے ظہور کی بشارت دی اسی وجہ سے مہدی علیہ السلام ولایتِ محمدیہؐ کے خاتم ہیں۔ جب خاتمِ دین ہونے کی بشارت حضرت مہدی علیہ السلام ہی کی شان میں وارد ہے تو خاتم الاولیاء بھی حضرت مہدی علیہ السلام ہی کی ذات ہوگی نہ خود شیخ اکبرؒ ہو سکتے ہیں اور نہ وہ عرب ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے خاتم دین ہونے کی بشارت نہ شارع علیہ السلام کی طرف سے وارد ہے نہ وہ مدعیٔ مہدیت ہیں اور نہ اولادِ فاطمہؓ سے ہیں۔

ان تمام وجوہ سے ثابت ہے کہ ختم الاولیاء سے مراد مہدی علیہ السلام ہی ہیں اور امام العالمین کا اشارہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں یؤمُّ الناس بسنتی (یعنی میری سنت کے موافق لوگوں کے امام ہونگے) وارد ہے جو امام العالمین کے معنی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے پس اس شعر کا واضح مطلب یہی ہے کہ۔

---

[۱] علامہ مجیب نے اس موقع پر اجمالاً صرف ایک دو اقوال کی طرف اشارہ فرمایا ہے لیکن ''خاتم ولایت محمدیہ'' یا ''خاتم الاولیا'' امام مہدیٔ موعود علیہ السلام ہی ہونا ایسا متعارف ہے کہ مشاہیر صوفیائے محققین کی تالیفات میں اس کی نسبت کئی اقوال ملتے ہیں جن میں سے بعض اقوال خود علامہ مجیب نے دوسرے موقعوں پر نقل فرمائے ہیں مثلاً تجلیاتِ رحمانی میں لکھا ہے ''چنانچہ ختم نبوت بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است ہمچناں ختم ولایت بر مہدی علیہ السلام ست (تجلی ۲۷) علامہ عبدالرزاق کاشانی نے اصطلاحات الصوفیہ میں لکھا ہے۔وکذا خاتم الولایۃ وھو الذی یبلغ بہ صلاح الدنیا والاٰخرۃ نہایۃ الکمال ویختل بموتہ نظام العالم وھوالمھدی الموعود فی آخر الزمان۔

نقد النصوص شرح فصوص میں ولایت کی اقسام اور ختم ولایت کی صورتیں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔''نوع دیگر از ولایت محمدی کہ جامع باشد تبصرف صوری و مضوی ومقروں بخلافت (ظاہری) نباشد امام مہدی ست کہ در آخر زمان باسم وصورت آنحضرت رسالتؐ ظاہر خواہد شد واو خاتم خاصۂ ولایتِ محمدیہ خوانند''۔

غرض ان کے علاوہ بھی اتنے اقوال ملتے ہیں جن کا استیعاب محال ہے اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قریباً متفقہ ومتعارف اصطلاح ہے۔۱۲

شہاب بن نصرت غفر لہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

ختم الاولیا یعنی مہدی علیہ السلام موجود ہوں گے اُس وقت امام العالمین یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی ذات موجود نہ ہوگی۔

مولف صاحب ہدیہ نے اِن تمام وجوہ سے آنکھ بند کر کے ختم الاولیا سے عیسیٰ علیہ السلام مراد لی ہے اور امام العالمین مہدی علیہ السلام کو قرار دیا ہے جو سیاقِ کلام کے صریح خلاف اور پراز تکلف معنی ہے۔انہوں نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ شیخ ابن عربیؒ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام ولایتِ مطلقہ کے خاتم ہیں لیکن یہاں یہ توجیہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ جہاں کہیں یہ ولایت مقصود ہوتی ہے وہاں ولایتِ مطلقہ یا عامہ کی قید لگائی جاتی ہے اور یہاں یہ قید نہیں ہے۔اس لئے اس موقع پر ولایتِ مطلقہ یا عامہ ہی کے خاتم مراد لینا ضروری نہیں بلکہ یہاں جب مطلق خاتم الاولیا مذکور ہے تو چونکہ خاتمِ ولایتِ خاصہ محمدیہؐ کی ذات اس کی فرد کامل ہے اور خاتم الولیاء کا اطلاق اس ذات کے لئے متعارف ومشہور ہے تو اس سے خاص خاتمِ ولایت محمدیہؐ ہی مراد ہیں۔

مولف ہدیہ نے امام العالمین مفقود ہونے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ امام مہدی وعیسیٰ علیہما السلام دونوں ایک زمانہ میں رہیں گے پھر امام مہدی علیہ السلام مفقود ہو جائیں گے یعنی وفات پا جائیں گے حالانکہ ان اشعار میں اس مضمون کا کوئی ذکر یا اشارہ تک نہیں ہے اور نہ کسی حدیثِ صحیح سے اس کی تائید ہوتی ہے جس سے مولف ہدیہ کا یہ مطلب برآتا۔اسی سے ثابت ہو رہا ہے کہ مولف ہدیہ اصول حدیث کے فن سے کس قدر نابلد ہیں اور ارطاۃ۔کعب۔سالم ابن الجعد۔ابن عباس۔ابن عمر۔علی کرم اللہ وجہہ۔امام جعفر رزین کی روایت کردہ تمام احادیث کے صریح خلاف اور متضاد کیسی لاطائل توجیہ بلکہ تحریف معنوی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ کا اس توجیہ کے ضمن میں یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ امام مہدی علیہ السلام شیخ کے نزدیک نہ ولایتِ عامہ یا مطلقہ کے خاتم ہیں اور نہ ولایتِ محمدیہؐ کے کیونکہ خود شیخ کے اُن اقوال سے اِس زعم باطل کا بطلان ثابت ہے جو اسی کتاب میں برموقع ذکر کئے گئے ہیں۔بریں ہم اس کی بحث باب ہشتم میں مسئلۂ تسویت کے ضمن میں آئے گی جہاں مولف صاحب ہدیہ نے اس کی تفصیلی بحث کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

ان غلطیوں کے باوجود جو مولف صاحب ہدیہ سے ان اشعار کا ترجمہ یا مطلب بیاں کرنے میں سرزد ہوئی ہیں ان سے قطع نظر کر کے اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے ہمارے مقصد یعنی عدمِ اجتماع مہدیؑ وعیسیٰؑ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ بقول مولف صاحب اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب خاتمِ ولایت عامہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود رہیں گے اُس وقت مہدی علیہ السلام جو بقول مولف ہدیہ امام العالمین مراد ہیں موجود نہیں رہیں گے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے دونوں صورتوں میں بے شک وشبہ یہی ثابت ہو رہا ہے کہ ان دونوں میں ایک موجود رہیں گے اور دوسرے مفقود یعنی مہدی علیہ السلام کے وقت میں عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں مہدی علیہ السلام نہیں ہیں وھوالمقصود۔

ہم نہیں سمجھتے کہ ایسے اشعار کی نسبت جن کے دونوں پہلو ہمارے ہی مقصد کے موید ہیں یہ دعویٰ کرنا کہ

”یہ اشعار حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کرتے ہیں“

کس قدر لغو اور ناظرین کو علانیہ کیسی مغالطہ دہی ہے پھر انہی اشعار کی بحث کے ختم پر مولف صاحب ہدیہ کا
حضرت مصنف مکتوبِ ملتانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب اقدس میں اس قدر بدزبانی سے پیش آنا حضرت پر
تحریف معنوی کا افترا کرنا۔ دیانت وشرافت کے کس قدر منافی ہے جبکہ مولفِ ہدیہ فحش و بدزبانی دیانت و
شرافت کے خلاف ہونے کے خود قائل بھی ہیں[ا]۔

اسی ضمن میں مولف ہدیہ نے استہزا کے انداز میں جو علما کے لئے معیوب اور اُن کے خلافِ شان ہے حضرت مصنف مکتوبِ ملتانیؒ کی جناب میں گستاخی کرتے ہوئے مولوی سید عیسیٰ عالم میاں صاحب پر ایک اعتراض کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

یہ اگرچہ بڑے میاں کے (یعنی حضرت بندگی میاں سید خوندمیر مصنف مکتوبِ ملتانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف
گستاخانہ وبے ادبانہ (اشارہ ہے) علم وفہم کا ذکر ہے لیکن اس کے ضمن میں ایک چھوٹے میاں کی فہم وعقل بھی
سن لیا چاہیئے کہ عالم میاں رسالۂ معارضہ میں اسی مصرعہ (هو الصدام الهندى حن يبيد) سے ثابت کرتے
ہیں کہ مہدی کی جائے تولد ہند ہے اور معنی یہ کہتے ہیں کہ مہدی تلوار ہند کی ہے جبکہ ظاہر ہوگا۔

اس اعتراض میں اس قدر غلو کیا ہے کہ مولوی سید عیسیٰ صاحب کے استاد پر طنزاً صد آفرین وتحسین کی ہے کہ انہوں نے آپ کو لغت وصیغہ دانی میں ایسا چالاک کردیا ہے کہ "یُبید" اور "یبیدو" میں کچھ فرق نہیں جانتے کہ مزید کو مجرد اور اجوف کو ناقص سمجھتے ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ شائد نہیں جانتے ہیں کہ حضرت مولوی سید عیسیٰ صاحب کے استاد جناب قاضی ارتضا علی خاں صاحب رئیس مدراس ہیں کہ حضرت کو بہت کچھ سواد ومواد قاضی صاحب ممدوح ہی سے حاصل ہوا ہے لہذا یہ سب طنز وتشنیع قاضی صاحب کی خدمت میں مولف صاحبِ ہدیہ کی طرف سے ارمغاں ہے۔

لغت وصیغہ دانی کی تحقیق یہ ہے کہ مولف ہدیہ خود مجرد کو مزید سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہیں اور "الٹے چور کوتوال ڈانٹے" کی طرح مولوی سید عیسیٰ صاحب پر غلط الزام دے رہے ہیں یہ "بَادَ" "یَبِیدُ" بمعنیٰ "ذهب يذهب" اوانقطع ينقطع ہے چنانچہ قاموس میں ہے بَادَ يَبِيْدُ بَوْداً وَ بِيداً و بَيَاداً و بُوداً و بُيُددا وَبَيْدُوْدَةً ذهب وانقطع (قاموس)

مولف ہدیہ نے اس کو "من يدفيه" اور "اباد يُبِيْدُ" سے سمجھ لیا ہے اور اس کا ترجمہ ہلاک کرنا کیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کا مولد ہند ہونا صارم ہندی سے مستفاد ہوسکتا ہے مولف ہدیہ نے اس کو یُبید سے ماخوذ خیال کرکے طنز و استہزا کا یہ طومار باندھا ہے جو خود غلط ہے۔ اس لئے امام مہدی علیہ السلام کو تیغ ہندی کہنا اگرچہ بنا بر تشبیہ ہے لیکن اس میں حقیقت کا بھی احتمال ممکن ہے کیونکہ بعض روایتوں سے امام مہدی علیہ السلام کا مولد ہند ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ پس شیخ اکبرؒ کا یہ منقبتی شعر پیش گوئی کو بھی محتمل ہے۔

مولف ہدیہ نے تمثیل کے طور پر قصیدۂ بردہ کا جو شعر

[ا] علامہ مجیب نے مولف ہدیہ کے اس قول کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو انہوں نے ہدیہ کے ابتدائی حصہ میں لکھا ہے کہ "کسی جاان کو (مہدویہ کو) اور ان کے پیشواؤں کو القاب قبیحہ اور الفاظ شنیعہ سے یاد نہ کیا گیا علاوہ یہ ہے کہ فحش وبدزبانی دیانت وشرافت کے بھی خلاف ہے (ہدیہ صفحہ ۲)۔ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

''اِنَّ الرسول النور یستضاء به''

''مهند من سیوف الله مسلول''

پیش کیا ہے وہ اس موقع کے ٹھیک موافق نہیں ہے کیونکہ حضرت رسول اللہ صلعم کی جناب اقدس میں جو مہند عرض کیا گیا ہے وہاں بجز استعارہ یا تشبیہ کے پیشین گوئی کا کوئی احتمال نہیں ہے لیکن فتوحات کا یہ شعر مجاز وحقیقت دونوں کومحتمل ہے۔ وہاں مہنّد کا لفظ ہے جو کثرتِ استعمال سے مطلق تلوار کے معنی میں رائج ومستعمل ہوگیا ہے اوراس کا اصلی معنی اور ہند کا مفہوم چنداں ملحوظ نہیں رہا ہے بلکہ مهند من سیوف الله گویا سیف من سیوف اللہ کا معنی دے رہا ہے۔اور یہاں ''صارم هندی ''کے الفاظ ہیں جن سے ہند کا مفہوم اور ہند کی طرف نسبت ثابت ومتحقق ہے۔اوران دونوں میں جوفرق ہے وہ معنی فہم اصحاب سے مخفی نہیں ہے۔غرض مولوی سید عیسیٰ عالم میاں صاحب نے اگر یہ توجیہ کی ہے تو بعید از قیاس نہیں ہے۔

مولف صاحب ہدیہ اسی قسم کی لاطائل مباحث میں اپنا اور ہمارا بہت سا وقت ضائع کرنے کے بعد انہی تحریفات کی طرف متوجہ ہوئے اوران کے نتیجہ کے طور پر لکھے ہیں کہ۔

> ''پس ان تحریفات کے نقل کرنے سے دومقدمے محقق ہوئے مقدمہ اول دروغ گوئی میاں خوندمیر کی خصوصاً تحریف دوم کہ سراسر جھوٹ لکھا کہ صاف فتوحات کہتے ہیں کہ مہدی مشابہ رسول خدا کے ہونگے خلق بضم الخا میں حالانکہ صاحب فتوحات کہتے ہیں کہ خلق بضم الخا میں کم ہوویںگے۔اوراسی طرح تحریف پنجم میں ''ایاته الرجل ''اپنے دل سے بنا کر صاحب فتوحات کی طرف نسبت کردیا الخ۔

مولف صاحب ہدیہ نے فتوحات کی عبارت میں جو بارہ تحریفیں گنائی تھیں ان میں سے یہ دوتحریفات گویاان کے خیال میں بہت اہم ہیں اوران پر جواعتراض پھراعادہ کیا ہے۔لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہی دوتحریفیں ان کے نزدیک اہم ہیں اور باقی دوسری غیر اہم تھیں تو انہوں نے ان کا ذکر بے فائدہ کیوں کیا؟ اوراگر مذکورہ سب اعتراضاتِ تحریف بھی اہم تھے تو اس موقع پرصرف اُنھی دو کے اعادہ کی کیا وجہ ہے؟

دلیل ہشتم جو بزعم مولف ہدیہ تحریفات سے متعلق ہے اس کی جوابی تقریر کی تمہید میں ہم نے تفصیلی بحث کی ہے کہ یہ اعتراضات کئی وجوہ سے مہمل اور غلط ہیں مثلاً ہدیہ کا باب سوم تو دلائل اثبات مذہب سے مخصوص ہے اور مستقل دلائل یا اصل بنائے دین ومذہب کتاب اللہ وسنت رسول اللہؐ ہیں۔ یہ زیادہ سے زیادہ اصل دلائل کی توضیحات یا ضمنی وجوہ تائید ہوسکتے ہیں بشرطیکہ وہ اصل کے صریح خلاف نہ ہوں۔اگر یہ توضیحات یا ضمنی وجوہِ تائید سرے سے حذف ہی کردی جائیں تو اصل مذہب پرتب بھی کوئی اثر نہیں پڑسکتا تو ان کے الفاظ وعبارت میں کچھ تغیر وتبدل ہونا فرض بھی کرلیا جائے تو اس سے اصل دلائل کسی طرح متاثر نہیں ہوسکتے پھر اس قسم کے مباحث سے ہدیہ کے باب سوم کو کیا تعلق ہے۔

مکتوبِ ملتانی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف مکتوبِ ملتانیؓ کا اصل مقصد اُن روایتوں کا بیان کرنا ہے جوفتوحات

www.khalifatullahmehdi.info

میں نقل کی گئی ہیں اسی لئے صاحب فتوحات کے ذاتی اقوال کی بہ نسبت مضمون رویات کی مطابقت زیادہ ترملحوظ رہی ہے اور یہ تحریف نہیں ہے۔

فتوحات کے نسخوں میں بھی باہم اختلافِ الفاظ وعبارت پایا جاتا ہے ایسی صورت میں الفاظ وعبارت کی کمی وبیشی کی وجہ خود نسخہ ہائے فتوحات کا مختلف ہونا ممکن ہے۔اس کوتحریف سمجھنا یا کہنا غلطی ہے۔

بعض موقعوں پر اقتباس وتلخیص یا تضمین کی صورت ہے اور اقتباس وتلخیص یا تضمین میں عبارت لفظاً لفظاً نقل کرنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ غیر مقصود بہ الفاظ وعبارت کا چھوڑ دینا اور صرف مقصود یہ مضامین کو اپنے الفاظ وعبارت میں بیان کرنا جائز ہے اس کو بھی تحریف نہیں کہہ سکتے۔

مولف صاحب ہدیہ سے بھی مکتوب ملتانی اور فتوحات کی عبارت نقل کرنے میں ایسی ہی کمی وبیشی اور تغیر وتبدل سرزد ہوا ہے جس کو انہوں نے تحریف کہا ہے۔پس مولف صاحب کا خود کو اول تحریف کنندہ ماننا یا یہ جواب دہی کرنا ضروری ہے کہ ایسا تصرف کیوں تحریف نہیں ہے جبکہ مکتوبِ ملتانی میں تحریف سمجھا جارہا ہے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے اپنی کتاب ’’الیواقیت والجواہر‘‘ میں جس کا خاص موضوع بحث فتوحات حضرت شیخ ابن عربیؒ پر ان کے معاندین نے جو اعتراضات کئے ہیں ان اعتراضات کا دفع کرنا ہے۔معترضین کے اعتراضات دفع کرنے یا ان کے اقوال کی توجیہ حسن کرنے یا کسی قول کی تائید ومطابقت کرنے کے لئے فتوحات کی جو عبارتیں جا بجا نقل کی ہیں ان عبارتوں کا اکثر حصہ مکتوبِ ملتانی میں بیان کردہ عبارتوں کے ٹھیک مطابق ہے۔پس ’’الیواقیت والجواہر‘‘ میں نقل کردہ عبارتوں کی جو توجیہ کی جائے گی وہی توجیہ مکتوب ملتانی میں نقل کردہ حصوں کی بھی ہوسکتی ہے۔یانہیں تو علامہ شعرانیؒ پر بھی وہی اعتراضاتِ تحریف ودروغ گوئی وغیرہ عائد کرنا ہوگا جو مولف ہدیہ نے بزعم فاسد حضرت مصنفِ مکتوبِ ملتانیؓ کی جنابِ اقدس میں کئے ہیں۔

خود فتوحات کے باب (۳۶۶) کے مندرجہ مضامین کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں یا تو صاحب فتوحات حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے ذاتی اقوال ہیں یا بعض حدیثوں اور روایتوں کی تلخیص وتضمین یا اقتباس ہے کہ کہیں احادیث کا مضمون مقدم ومؤخر کردیا گیا ہے کہیں کسی روایت کا کچھ حصہ درج کیا گیا اور بقیہ مضامین چھوڑ دئے گئے ہیں۔کہیں کسی روایت کے ساتھ دوسری حدیث کا مضمون اضافہ کردیا گیا ہے۔غرض جو صورتیں مکتوبِ ملتانیؓ میں فتوحات کا مضمون بیان کرنے کے متعلق تحریفات سمجھی اور بیان کی گئی ہیں وہ سب صورتیں بلکہ ان سے بھی کہیں زیادہ فتوحات میں حدیثوں اور راویتوں کا مضمون بیان کرنے میں پائی جاتی ہیں۔اگر بقول مولف ہدیہ اس طرح کے اقتباس وتلخیص یا تضمین کو تحریف قرار دیا جائے تو سب سے پہلے صاحبِ فتوحات شیخ ابن عربیؒ پر احادیث کی تحریف کا الزام عائد کرنا ہوگا کیونکہ فتوحات کی عبارت میں تحریف کرنے سے احادیث رسول اللہ صلعم میں تحریف کرنا تو بدر جہا بدتر ہے۔

غرض یہاں اُن تمام مباحث کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے ناظرین کرام وہاں ان کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔پس جب تک مولف صاحبِ ہدیہ ان وجوہ کی جواب دہی نہ کریں اُن کے وہ اعتراضاتِ تحریف وارد ہی نہیں ہوسکتے۔خصوصاً تحریف دوم وتحریف پنجم کا

www.khalifatullahmehdi.info

اعتراض تو دوسرے اعتراض کے مقابل زیادہ بدیہی البطلان ہے۔ چونکہ ان دو کو مولف صاحب ہدیہ نے زیادہ اہم سمجھ کر خاص طور پر یہاں مکرر ذکر کیا ہے اس لئے اُن کے جوابات کا خلاصہ یہاں دوبارہ درج کیا جاتا ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے جس کو تحریف دوم سمجھا ہے وہ ''یشبہ رسول اللہ فی الخلق بضم الخاء'' ہے۔ لیکن اس اعتراض کو صحیح تسلیم کرنے سے صاحب فتوحات کا یہ قول خود اُنہی کے دوسرے اقوال کے مخالف ہونا بلکہ احادیث رسول اللہؐ کے بھی خلاف ہونا لازم آتا ہے۔

امر اول کا بیان یہ ہے کہ فتوحات ہی میں پندرھویں سوال کے تحت لکھا ہے۔

ان الدنیا لما کان لھا بدء ونھایۃ وھو ختمھا قضی اللّٰہ سبحانہ ان یکون جمیع مافیھا یجب لغتھا لہ بدء و ختام فختم اللّٰہ ھذا التنزیل بشرع محمد صلی اللّٰہ علیہ و سلم فکان خاتم النبین و ختم الولایہ العامۃ بعیسٰی واستحق ان یکون لو لایتہ الخاصۃ ختم یو اطی اسمہ ویحوز خلقہ۔	جبکہ دنیا کی ابتداء وانتہا ہے کہ اس کا وہی ختم اللہ سبحانہ کی یہ قضا جاری ہوئی کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے اس کے لئے بھی ابتدا وانتہا ہو پس اس لئے تنزیل آسمانی کو شریعت محمدیؐ پر ختم کیا اور محمد صلعم خاتم النبیین ہوے اور ولایت عامہ کو عیسیٰؑ پر ختم کیا پس ولایت خاصہ محمدیہؐ کے لئے بھی ایک خاتم ہونا چاہئے جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے مطابق ہو اور وہ آنحضرتؐ کے اخلاق کا جامع ہو۔

اس سے خاتمِ ولایتِ خاصہ محمدیہؐ کا اخلاقِ محمدیؐ کے جامع ہونا ثابت ہے کیونکہ لغت میں ''حوز'' کا معنی جمع کردن وگرد آمدن ہے اور صوفیائے محققین کے نزدیک ولایت خاصۂ محمدیہ کے خاتم امام مہدی علیہ السلام ہی ہیں پس امام مہدی علیہ السلام مشابہ رسول اللہ فی الخلق بضم الخاء ہیں۔

مولف ہدیہ کا قول صحیح تسلیم کرنے سے صاحبِ فتوحات کے یہ دونوں قول ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں اور مکتوبِ ملتانی میں جس نسخہ سے عبارت نقل کی گئی ہوگی اس کے صحیح تسلیم کرنے سے فتوحات کے ان دونوں اقوال میں تضاد وتخالف کا پہلو دفع ہو جاتا اور دونوں میں کامل تطبیق ہو جاتی ہے۔

امر دوم یعنی یہ قول احادیث کے مخالف ہونے کا بیان یہ ہے کہ ابونعیم اور طبرانی نے حذیفہ اور ابن مسعود (رضی اللہ عنہما) سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے امام مہدی علیہ السلام کی شان میں خُلقہ خُلقی (امام مہدی علیہ السلام کے اخلاق میرے اخلاق ہوں گے) کی بشارت دی ہے۔ پس مولفِ ہدیہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہو تو صاحبِ فتوحات کا یہ قول احادیث رسول اللہ صلعم کے صریح خلاف ہوگا۔

اگر چہ مولف ہدیہ یہاں تو امام مہدی علیہ السلام کے اخلاق محمدی میں مشابہ رسول اللہ صلعم ہونے کا انکار کر رہے اور اس کو تحریف

www.khalifatullahmehdi.info

قرار دے رہے ہیں لیکن خود انہوں نے ہدیہ کے صفحہ (۲۷۴) پر یہ اعتراض کیا ہے کہ۔

''حدیث میں وارد ہے کہ یشبہہ فی الخُلق یعنی امام مہدی علیہ السلام مشابہ ہوں گے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاق محمدی میں اور مشابہ ہونگے نہیں شکل وصورت کے''۔

پس جب امام مہدی علیہ السلام کا اخلاق محمدی میں مشابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا حدیث میں وارد ہے تو مکتوبِ ملتانی میں جولکھا ہے وہ حدیث کے عین مطابق ہوا۔ اگر فتوحات میں اس کے خلاف ہونا تسلیم کیا جائے تو صاحبِ فتوحاتؒ کا یہ قول فرمانِ رسول اللہؐ کے صریح خلاف ہونا لازم آئے گا اور مولفِ ہدیہ کے قول سے تو یہ حدیث رسول اللہؐ میں تحریف ہو جائے گی۔

اسی طرح شکل وصورت میں مشابہت وعدم مشابہت کا بیان بھی باہم متضاد ہے کیونکہ فتوحات کے اس قول سے جس کو تحریف دوم ثابت کرنے کیلئے مولف ہدیہ صحیح بتا رہے ہیں شکل وصورت میں مشابہت ثابت ہوتی ہے اور مولف ہدیہ کے اس قول سے جو ہدیہ کے صفحہ (۲۷۴) پر درج ہے عدم مشابہت لازمی آتی ہے۔ اگر چہ ہم نے اس کی تحقیق اس کے محل پر کی ہے جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے لیکن مولف ہدیہ نے امام علیہ السلام کے حلیہ شریفہ کی جو بحث اس موقع پر چھیڑی ہے اُس کے متعلق ہم مولف صاحب ہدیہ سے پوچھتے ہیں کہ اول آپ اس تضاد و مخالفت کا جواب دیں کہ آپ ہی کے اصول کے مطابق مکتوبِ ملتانی میں تحریف ثابت کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے آپ کا یہ قول فتوحات کے قول کی تحریف ہے؟ یا فتوحات کے قول میں حدیثِ رسول اللہؐ کی تحریف ہوگئی ہے اور دونوں صورتوں میں تحریف ودروغگوئی کے کون مورد ہیں؟

مولف صاحب ہدیہ نے جس کو تحریف پنجم بیان کیا ہے اور جس کو یہاں خاص طور پر اہمیت کے ساتھ دہرایا ہے اس کی حقیقت پہلے بیان کر دی گئی ہے جو صرف اس قدر ہے کہ مکتوبِ ملتانی میں فتوحات کی عبارت کا اقتباس یا خلاصہ یہ لکھا ہے کہ **یاتیہ الرجل یمسی جاھلاً بخیلاً جبانا فیصبح اعلم الناس اکرم الناس اشجع الناس** ۔یعنی امام مہدی علیہ السلام کے پاس جاہل۔ بخیل۔ بزدل شخص بھی آئے گا تو آپ کی برکت صحبت سے وہ بڑا عالم اور سخی اور جوانمرد ہو جائے گا۔

مولف ہدیہ کہتے ہیں کہ ایسا کہنا تحریف ہے بلکہ خود امام مہدی علیہ السلام (معاذ اللہ)۔ جاہل۔ بخیل۔ بے جرأت ہوں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایک رات میں درست کر دے گا۔

اس کی لفظی تحقیق یہ ہے کہ لفظ ''**الرجل**'' بڑھایا ہوا دل سے بنایا ہوا نہیں ہے جیسا کہ مولف صاحب ہدیہ کا خیال فاسد ہے بلکہ فتوحات کے بعض نسخوں میں بھی ''**یمسی الرجل**'' ہے اور باقی عبارت وہی ہے جو مکتوبِ ملتانی میں ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے یواقیت والجواہر کے مبحث (۶۵) میں فتوحات کا یہی قول اس طرح نقل کیا ہے۔ ''**یمسی الرجل جاھلا و جبانا و بخیلا فیصبح عالماً شجاعاً کریماً** ''اس میں لفظ الرجل موجود ہے جس کا مولف ہدیہ کو انکار ہے۔ متعدد نسخے جمع کرنا تو ہر شخص کے لئے مشکل ہے یواقیت والجواہر ہی کو دیکھ لینا آسان ہے جس کے مصنف کا زمانہ مولف ہدیہ سے قریباً تین سو سال قبل اور صاحب فتوحات سے بھی قریباً اتنے ہی سو سال قریب کا ہے اور جن کو تحقیقات کے موقعے مولف ہدیہ کی بہ نسبت زیادہ

حاصل تھے اس لحاظ سے ان کا نقل کلام مولف ہدیہ کے نقل کلام سے زیادہ صحیح اور قابل وثوق ہوسکتا ہے۔ اگر کسی کو یواقیت الجواہر کا بھی نسخہ دستیاب نہ ہو جو خیلے کمیاب ہے تو اس محررِ اوراق کے نزدیک موجود ہے جو چاہیں مطالعہ کر کے ہمارے بیان کی صحت کا قطع و یقین حاصل اور شکوک وشبہات زائل کر سکتے ہیں۔

پس یہ صورت نسخہائے فتوحات کے اختلاف کی ہوگی کہ جو نسخہ حضرت مصنف مکتوب ملتانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علامہ عبدالوہاب شعرانی کے زیرِ مطالعہ تھا اس میں یہی الفاظ ہوں گے اور مولف ہدیہ نے جو نسخہ دیکھا اس میں ممکن ہے کہ یہ لفظ ''الرجل'' نہ ہو۔ اس کو اس شدومد سے تحریف پر محمول کرنا صحیح نہیں ورنہ وہی تحریف و دروغگوئی کی بدزبانی و دریدہ دہنی علاّمہ شعرانی پر بھی کرنا ہوگا۔

یہ صورت اقتباس و تلخیص یا تضمین کی بھی ہوسکتی ہے جس میں اس قدر کمی وبیشی جائز ہے جیسا کہ یواقیت میں فتوحات کا قول نقل کرنے میں اور خود فتوحات میں احادیث کا مضمون بیان کرنے میں پائی جاتی ہے اور اس کو تحریف نہیں کہا جاتا۔

اس کی معنوی تحقیق کے بھی کئی پہلو قابل غور و تامل ہیں جن کو نظر انداز کر جانے سے تضاد و تخالف کی بہت سی صورتیں لازم آتی ہیں اور مولف ہدیہ نے بھی یہی بنیادی غلطی کی ہے۔

مکتوبِ ملتانی کی مندرجہ عبارت اور مولف ہدیہ کے بیان میں یہ فرق ہے کہ مکتوبِ ملتانی اور ''یواقیت والجواہر'' کا مندرجہ مضمون فطرت انسانی۔ تجربہ۔ مذہبی تاریخ کے بیشمار شواہد کے ٹھیک مطابق ہے کہ برگزیدہ نفوس۔ فضائل۔ نیکیوں۔ خوبیوں سے خود آراستہ ہوتے ہیں اور ان کے فیضانِ تعلیم و برکت صحبت سے دوسرے انسانوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ حضرت پیغمبر اسلام صلعم کے حالات اس کی سب سے زیادہ روشن مثال ہیں کہ حضرت کے فیضان سے اہلِ عرب جو صفات ذمیمہ سے متصف تھے وہی اوصاف حسنہ سے کیسے آراستہ ہوگئے۔ پس امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں بھی یہی ہونے کی خبر دی گئی ہے۔

مولف ہدیہ کا بیان کردہ مطلب ارشاد و ہدایت کے اس عام اصول کے خلاف ہے کہ وہ برگزیدہ نفوس جو خلافت الٰہی کی خلعت سے سرفراز ہوتے ہیں ان میں عموماً شروع ہی سے مافوق العادت صلاحیتیں اور خصوصیتیں موجود ہوتی ہیں اور وہ ابتدا ہی سے بُری صفتوں اور رذائل اخلاق سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اس کی بھی روشن مثال ہیں کہ حضرت کی ذات اقدس طفولیت۔ عنفوان شباب غرض کہ بعثت سے پہلے کے ہر زمانہ میں صفات ذمیمہ سے محفوظ اور اخلاق حسنہ سے آراستہ تھی۔ امام مہدی علیہ السلام بھی بالاتفاق خلیفتہ اللہ ہیں اور تمام خلفاء اللہ کی اسی سنت جاریہ کے مطابق صفاتِ ذمیمہ سے محفوظ اور اخلاق حسنہ سے آراستہ ہونا چاہیئے۔ لیکن مولف صاحب ہدیہ کی اس توجیہ سے امام علیہ السلام کی مقدس ذات اس سنتِ جاریہ کے خلاف صفاتِ ذمیمہ سے ہونا لازم آتا ہے گویا مولف ہدیہ مہدویہ کی کاوش میں خود امام مہدی علیہ السلام ہی کی توہین جلی کر رہے ہیں۔ استغفراللہ صاحب فتوحات علیہ الرحمہ اس امر قبیح کے کس طرح قائل ہوسکتے ہیں اور اہلِ حق بلکہ کوئی مسلمان بھی جو امام مہدی علیہ السلام کے وجود کا قائل اور آپ کی ذات اقدس حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی موعود و مبشر ہونے کا معتقد ہے مولفِ ہدیہ کی اس بداعتقادی و بد زبانی کو کیسے روا رکھ سکتا ہے۔ مولفِ ہدیہ نے اتنا نہیں سمجھا کہ حضرت رسولِ عربی صلعم نے جس کی شان میں یقفو اثری ولا یخطی

www.khalifatullahmehdi.info

اور خُلقهُ خُلقی فرمایا ہے اس مقدس ذات کو ان صفات ذمیمہ سے کس طرح متصف کہا جائے۔اور جب امام مہدی علیہ السلام اخلاقِ محمدیؐ میں حضرت پیغمبر اسلام صلعم کے مشابہ ہونا حدیث میں وارد ہے اور خود مولف ہدیہ اس کے قائل ومعترف ہیں تو پھر ان بدترین صفات کی نسبت امام مہدی علیہ السلام کی طرف کرنے کی وہ کیسے جرات کررہے ہیں۔یا وہ جہل وبخل وجبن کو معاذ اللہ اخلاق محمدی میں داخل سمجھتے ہیں؟ پس فتوحات کے اس قول کی توجیہ مولف ہدیہ کے مسلمات کے صریح خلاف ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے امام احمدؒ کی روایت کردہ حدیث ''المهدی من اهل البیت یصلحه الله فی لیلة '' سے اپنی اس توجیہ باطل کو چسپاں کرنے کی یا اس کے حقائق ومطالب سے بحث نہ بھی کی جائے تو تب بھی یہ متبادر ہے کہ اس حدیث کا ابتدائی حصہ یعنی امام مہدی علیہ السلام کا اہلِ بیت سے ہونا دوسری بہت سی احادیث سے ثابت بلکہ حدتواتر کو پہنچا ہوا ہے لیکن اس حدیث کا آخری حصہ یعنی ''یصلحة الله فی لیلة'' غریب اور شاذ کی حیثیت رکھتا ہے جس کے شواہد یا موایدات پہلے حصہ کی طرح نہیں ملتے۔

اس کے قطع نظر اس حدیث کے سیاق کلام یا اس کے کسی بھی حصہ میں امام مہدی علیہ السلام کا ان صفاتِ ذمیمہ سے قبل بعثت متصف رہنے کا کوئی ذکر یا اشارہ تک نہیں ہے۔

خود صاحبِ فتوحات کے جس قول میں ''یصلحة الله فی لیلة'' کی روایت لکھی ہے اس میں بھی اس روایت کو امام مہدی علیہ السلام کے ان صفاتِ ذمیمہ سے متصف ہونے کی وجہ نہیں قرار دیا گیا ہے۔یہ مولف صاحب ہدیہ کی کج فہمی ہے کہ وہ بطورِ خود ایسا نتیجہ اخذ کررہے ہیں جس کی تائید اصل حدیث اور خود فتوحات کے سیاقِ کلام سے نہیں ہوتی۔بلکہ فتوحات کی اسی عبارت کے بعض حصے جو دوسری احادیث کی تلخیص یا تضمین اور حضرت امام علیہ السلام کے بعض فضائل واوصاف کریمہ کا بیان ہیں جیسے امام علیہ السلام کا رسول اللہؐ کے نقشِ قدم پر چلنا۔آپ سے خطا سرزد نہ ہونا۔فرشتہ کا آپ کی رہنمائی کرنا۔راہ حق میں بار اٹھانا۔ضعیف کو قوی بنادینا۔اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ لوگوں کو برائیوں سے باز رکھنا وغیرہ ایسے موجود ہیں جن سے مولف ہدیہ کی بیان کردہ توجیہ کی صاف نفی اور دوسرے لوگوں کی آپ کے ذریعہ اصلاح ہونیکی تائید ہوتی ہے۔

مولف صاحب ہدیہ کا یہ اعتراض تحریفِ محض اس خبث باطنی یا سوئظن پر مبنی ہے کہ ''مہدویہ کے اعتقاد میں امام مہدی علیہ السلام مادرزادولی ہیں ان پر فتوحات کا یہ قول صادق نہیں آتا تھا اس لئے مکتوبِ ملتانی میں تحریف کردی گئی ہے کہ یاتیه الرجل بڑھادیا ہے۔ لیکن تحقیق لفظی کے تحت جو بحث ہوچکی ہے اس کے بعد یہ لفظ بڑھادینے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا اس سے قطع نظر مادرزادولی ماننے کی وجہ سے بھی یہ بدظنی اس لئے غلط ہے کہ اس مسئلہ میں مہدویہ کی تخصیص نہیں ہے تمام محققین صوفیا منصبِ ختمیت ولایتِ محمدیہ کو اور متکلمین بھی مرتبۂ مہدیت وخلافتِ الٰہی کو مرتبۂ نبوت ورسالت کی طرح وہبی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا عطا کرے گا۔کوئی کسب و اکتساب کے ذریعہ حاصل نہیں کرسکتا۔صاحبِ فتوحات شیخ محی الدین ابن عربیؒ تو خاتمِ ولایت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مادرزادولی ہونے ہی کے قائل نہیں بلکہ ظہور آدم علیہ السلام کے پہلے سے منصب ولایت پر فائز ہونے کے قائل ہیں چنانچہ آپ نے اپنی مشہور

www.khalifatullahmehdi.info

کتاب ''فصوص الحکم'' میں لکھا ہے۔

قال صلی اللہ علیہ و سلم کنت نبیا وادم بین الماء والطین وغیرہ من الانبیاء ماکان نبیا الاحین بعث و خاتم الاولیاء کا ولیاً و آدم بین الماء والطین وغیرہ من الاویاء ماکان ولیّا الابعد تحصیل شرائطا الولایۃ من الاخلاق الالھٰیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس وقت نبیؐ تھا جبکہ آدمؑ ابھی پانی اور مٹی کی حالت میں تھے اور آپؐ کے سوا دوسرے انبیاء اپنی بعثت کے وقت ہی نبی ہوے ہیں ایسا ہی خاتم الاولیاء بھی اس وقت ولی تھے جبکہ آدمؑ ابھی پانی اور مٹی کی حالت میں تھے اور دوسرے اولیاء اخلاق الٰہی سے متصف ہونے کی شرائط حاصل کرنے کے بعد ولی ہوے ہیں۔

اب تو مولف صاحب ہدیہ کی اُس بدظنی اوراس توجیہ کی بھی مطلق گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ ان کی اس غلط توجیہ کی بناپر وہ کونسا وقت اور زمانہ ہوسکتا ہے کہ اس میں خاتم الاولیاء کی ذاتِ اقدس کو اخلاقِ الٰہی سے معاذ اللہ عاری اوران ذمائم اخلاق سے متصف ہونے کا تصور کیا جاسکے یا مولفِ ہدیہ کو اپنی اس غلط توجیہ کو نباہنے کے لئے نعوذ باللہ جہل وجبن کو بھی اخلاق الٰہی میں شمار کرنا ہوگا حالانکہ اہلِ سنت کے عقاید کے نظر کرتے اگر کوئی شخص جہل وغیرہ رذائل اخلاق کو اخلاقِ الٰہی میں شمار کرتے تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مولف ہدیہ نے جس کو تحریف پنجم قرار دیا ہے اور جس کو اہمیت اور خصوصیت کے ساتھ مکرر ذکر کیا ہے وہ بھی تحریف دوم کی طرح اخلاق محمدیؐ ہی سے متعلق ہے۔اس کو تحریف سمجھنا اور کہنا ان تمام وجوہ سے محض باطل ہے کیونکہ اس کو تحریف کہنے اور مولف ہدیہ کی بیان کردہ توجیہ کو صحیح تسلیم کرنے سے خود صاحب فتوحات کے دوسرے اقوال اوراحادیثِ رسول اللہ صلعم کی مخالفت اور معاذ اللہ امام مہدی علیہ السلام کا صفاتِ ذمیمہ سے متصف ہونا یا خلق محمدی و اخلاقِ الٰہی میں بعض اخلاقِ رذائل شامل ہوجانا لازم آتا ہے۔پس امام مہدیٔ موعود علیہ السلام کا ابتدا ہی سے ہم خلقِ رسول اللہؐ ہونا امرِ ثابت و متحقق ہے۔

کسی نے سچ کہا ہے۔

شجاعت میں، کرم میں، عدل میں، صورت میں، سیرت میں
امامِ آخریں ہے مثل اپنے جدِ امجد کا

مولف صاحب ہدیہ اپنی خیالی تحریفات کا ذکر کرنے کے بعد صدیق ولایت مصنف مکتوبِ ملتانی رضی اللہ عنہ کی جناب میں یہ بدزبانی کرتے ہیں کہ۔

ان کو لقب صدیق کا دینا نہایت غلط ہے کہ ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علی المرتضیٰؓ نے فرمایا انا عبداللہ واخو رسولہ صلی اللہ علیہ و سلم وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا بعدی الاکذاب الخ۔

www.khalifatullahmehdi.info

اگر مولف صاحب ہدیہ کا اس سے یہ مطلب ہے کہ لفظ صدیق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کے لئے مخصوص و منحصر ہے دوسرے پر اس کا اطلاق درست نہیں ہے تو ایسا سمجھنا اہلِ سنت کے خلاف ہے کیونکہ اہلِ سنت کے سلف وخلف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرور ''صدیق'' مانتے آئے ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ کا یہ متضاد بیان بھی ناظرین کرام کے لئے قابلِ توجہ ہے کہ وہ دوصدیق۔ بارہ مبشر۔ پانچ خلفا کی بحث میں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار نبوت میں ایک ہی صدیق ہونا تسلیم کیا ہے۔ (دیکھو ہدیہ صفحہ۔۲۱) اور یہاں صدیقیت کے مفہوم کو جنابِ مرتضوی کرم اللہ وجہہ کے لئے اس طرح مخصوص قرار دیا ہے کہ کسی دوسرے کے لئے اس کا اطلاق درست ہی نہیں۔ پس اگر اس ایک صدیق سے ابوبکرؓ مراد ہیں تو جنابِ مرتضوی کے لئے اس کا انحصار تو کجا بلکہ اس لفظِ صدیق کا اطلاق بھی صحیح نہ ہونا چاہیئے کیونکہ بقولِ ہدیہ دربارِ نبوت میں ایک ہی صدیق ہیں دو نہیں ہیں۔ اور اگر اس ایک صدیق سے جناب مرتضوی ہی مراد ہیں تو پھر اہلِ سنت کا ابوبکر صدیقؓ کو ''صدیق'' کا لقب دینا کذب ہوگا۔

اس الزامی تقریر کے علاوہ جس کی جوابدہی کے مولف ہدیہ ذمہ دار ہیں اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ از روے لغت صدیق مادۂ صدق سے اسم مبالغہ ہے یعنی وہ شخص جو کثیر الصدق یا صداقت وتصدیق میں اعلی درجہ پر فائز ہو۔

آیتِ قرانی سے بھی صدیق کا مفہوم اور مصداق عام ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ قرآن شریف ناطق ہے۔

والذین اٰمنوا باللّٰہ و رسلہ اولئک ھم الصدیقون۔	جولوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہی صدیق ہیں۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وفی ھٰذہ الایہ قولان احدھما ان الاٰیۃ عامۃ فی کل امن باللہ ورسلہ وھو مذھب مجاھد قال کل من امن باللّٰہ ورسلہ فھو صدیق ثم قرء ھٰذہ الاٰیۃ و یدل علی ھٰذا ماروی عن ابن عباسؓ فی قولہ ھم الصدیقون ای الموجدون. الثانی ان الاٰیۃ خاصۃ و ھو قول المقاتل ان الصدیقیں ھم الذین اٰمنوا بالرسل حین ابوھم ولم یکذبوھم ساعۃ قطّ۔	اس آیت کی تفسیر میں دوقول ہیں ایک یہ کہ آیت ہر اس شخص کے لئے عام ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر ایمان لایا ہو یہ مجاہد کا قول ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا ہو وہ صدیق ہے پھر مجاہد نے (اپنے قول کی تائید میں) یہی آیت تلاوت کی۔ ابن عباسؓ کی راویت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے ھم الصدیقون کے معنی موحدوں کئے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیت خاص ہے یعنی صدیقین وہ لوگ ہیں جو اللہ کے رسولوں کو ایک ساعت جھٹلائے بغیر ایسے وقت ان پر ایمان لائے ہیں جبکہ لوگ انہیں جھٹلا رہے تھے۔

خود شیخ اکبرؒ نے بھی جن کے اقوال میں تحریفات کا افترا کر کے مولف ہدیہ صدیقیت کی نفی کر رہے ہیں صدیقیت کی حقیقت یہی بیان کی ہے کہ پیغمبروں کے سارے احکام واخبار پر ایمان لانا اوران کی تصدیق کرنا صدیقیت ہے چنانچہ علامہ شعرانی نے یواقیت کے (۴۳) مبحث میں ''الواقح الانوار'' سے شیخ اکبرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

فان قلت فما حقيقة الصديقية فالجواب كما قاله الشيخ فی كتاب لواقح الانوار ان الصديقية عبارة عن ايمان صاحبها بجميع ما اخبريه به الرسل فتصديقة لذلک هو صديقية۔

اگر تم کہیں کہ صدیقیت کی کیا حقیقت ہے تو اس کا جواب وہی ہے جو شیخ نے لواقح الانوار میں کہا ہے کہ پیغمبروں کے تمام احکام واخبار کی تصدیق کرنا یہی صدیقیت ہے۔

پس مجاہدؒ۔ ابن عباسؓ۔صاحب فتوحاتؒ کے قول سے ہر مومن موحد جو اللہ کے رسولوں پر یا خلفاء اللہ کے تمام احکام واخبار پر ایمان لایا ہو وہ صدیق ہے۔قولِ ثانی کے نظر کرتے بھی صدیقیت کا انحصار نہیں ثابت ہوتا بلکہ وہ تمام مومنین بھی صدیق ہیں جو خلفاء اللہ کی ایک ساعت بھی تکذیب کئے بغیر ایسے وقت میں ان پر ایمان لائے ہیں جبکہ دوسرے لوگ ان کو جھٹلا رہے تھے۔جیسے آل یاسین یا مومن آل فرعون وغیرہ۔ دینِ اسلام میں آٹھ صحابہٗ رسول اللہؐ اسی صفت سے متصف گنے جاتے ہیں مثلاً ابوبکر صدیق۔علی کرم اللہ وجہہ۔عثمان۔طلحہ۔زبیر۔حمزہ۔زید۔سعد رضی اللہ عنہم نویں عمرؓ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی صدق نیت کی وجہ انھیں میں شامل فرمادیا ہے یہ بھی تفسیر کبیر کا خلاصہ ہے۔

پس امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے اس فرمان کی یہ توجیہ ہوگی کہ حضرت ان سب کے بعد شہید ہوئے ہیں اس لئے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد جناب رسالتمآبؐ کا کوئی صدیق نہیں ہے۔یا ممکن ہے کہ اس سے مطلق صدیقیت کا نہیں بلکہ صدیقیت کبریٰ کا انحصار مراد ہو۔چنانچہ آپ کے فرمان''انا الصديق الاكبر ''سے خود خصوصیت اور انحصار متبادر ہے۔یا ان امور ثلثہ (یعنی عبدیتِ خاصہ۔اخوۃ رسول اللہ صلعم۔صدیقیت کبریٰ) جمع نہیں ہوسکتیں۔ان توجیہات حسن سے روگردانی کر کے اس فرمانِ مرتضوی کا مطلب ومنشا صدیق کی نفی سمجھی جائے کہ حضرت کے بعد جو مولف ہدیہ کے انداز بیان سے متبادر ہو رہا ہے مفہوم آیت کے صریح خلاف ہوگا اور اہلِ سنت کے اصول پر یہ فرمان آیت کے مقابل مرجوح ہو جائے گا اور اعتقاد اسی عمومیت پر رکھنا ہوگا جو آیت قرآنی سے ثابت ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو صدیقِ ولایت کہنے اور علی کرم اللہ وجہہ کے اس فرمان میں شائد تضاد سمجھا ہے اور یہی ثابت کرنا چاہا ہے جو محض غلط ہے کیونکہ تضاد کے لئے اتحادِ وقت واتحادِ محل شرط ہے اور یہاں یہ صورت ہی نہیں ہے اس لئے کہ بفرض صحت جنابِ مرتضوی نے حضرت رسول اللہ (صلعم) کے صدیق اکبر ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے اور یہاں اس واقعہ سے آٹھ نوسو سال کے بعد امام مہدیِ موعود علیہ السلام کی اسی طرح تصدیق کرنے سے جس طرح کہ جنابِ مرتضوی نے رسول اللہ (صلعم) کی کی تھی صدیق ولایت لقب پایا ہے نہ وقت متحد ہے نہ محل۔بلکہ اہلِ سنت کے مسلمہ اصول پر یہ'' اطلاق [1] الشئی علیٰ مايشابهه فی اكثر خواصه و صفاته جائز حسن'' کی صورت ہے۔کیونکہ جس نے آنکھ میں آنکھ ملتے ہی امام مہدیٔ موعود علیہ السلام

[1] کسی چیز کے نام کا اطلاق دوسری چیز پر کرنا جو پہلی چیز سے اکثر خواص وصفات میں مشابہ ہو جائز اور حسن ہے۔۱۲

www.khalifatullahmehdi.info

کی تصدیق کرلی ہو آپ کے تمام احکام پر ایمان لایا ہو دم بھر بھی خلیفۃ اللہ کو نہ جھٹلایا ہو اس کے صدیق ہونے میں کیا شک ہے۔

اگر مولف صاحبِ ہدیہ کے نزدیک وقت و محل متحد نہ ہونے کے باوجود پھر بھی صدیق کا اطلاق درست نہیں اور اس سے تضاد لازم آجاتا ہے تو پھر جہاں کہیں بھی ایسا ہوا ہے ان سب صورتوں میں یہی حکم تضاد عائد کرنا ہوگا۔ چونکہ اس موقع پر شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے بحث ہو رہی ہے لہذا آپ ہی کا ایک قول تمثیلاً پیش کیا جاتا ہے۔علامہ شعرانی نے یواقیت کے پینتالیسویں مبحث میں شیخؒ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ امام شافعی کا کیا مقام ہے تو جواب دیا **من الاوتا والاربعة** (وہ چار اوتاد میں سے ایک ہے) پھر میں نے پوچھا امام احمد کا کیا مقام ہے تو فرمایا **ھو صدیق و اطال فی ذالک** (وہ صدیق ہے اور اس کی نسبت زیادہ کہا)۔

پس اگر مطلقاً کسی کو بھی صدیق کہنا کذب سمجھا جائے تو شیخ اکبرؒ اور خضرؑ کو معاذ اللہ کذاب ٹھہرانا ہوگا۔

اس کے قطع نظر صدیق کی خصوصیت کیوں؟ قیامت تک کسی کا نام یا لقب عبداللہ بھی نہ ہونا چاہیئے کیونکہ جناب مرتضوی نے جس طرح انا الصدیق الاکبر فرمایا ہے اسی طرح انا عبداللہ بھی فرمایا ہے اور لا یقولھا بعدی الا الکذاب جیسا صدیق کو شامل ہے ایسا ہی عبداللہ کو بھی شامل ہے پس جن اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کا نام عبداللہ ہوا ہے ان سب کو بھی مولف ہدیہ کذاب ٹھہرانے کی جرأت کریں۔

اس بحث کے آخر میں بھی مولف ہدیہ نے اور چند غلط قیاسات قائم کرلئے ہیں کہ ''مہدویہ صدیق ولایت کو صدیق نبوت سے یا عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل جانتے ہوں گے''۔ یہ ان کی محض خیال آفرینی ہے حالانکہ اس طرح کا تقابل زیر بحث ہی نہیں ہے بلکہ ہر ایک بجائے خود ہے۔مولف ہدیہ نے اس کا کوئی ثبوت بھی پیش نہیں کیا ہے بلکہ انہیں اس کا خود یقین و وثوق نہ ہونا انہی کی عبارت سے ظاہر ہے چنانچہ خود لکھتے ہیں کہ ''جانتے ہونگے''۔

مولف صاحب ہدیہ نے اپنے خیال باطل میں مقدمۂ دوم یہ سمجھا اور بیان کیا ہے۔

> مقدمۂ دوم بطلان مہدویت انکے مہدی ادعائی کے اس واسطے کہ شیخ اکبر کے کلام سے جا بجا ثابت ہوا کہ یہ مہدی نہیں ہیں اور ان کے مہدی نے کہا ہے کہ۔
>
> شیخ اکبر نے جو کچھ لکھا ہے اول لوح محفوظ پر نظر کر کے قلم تر کیا ہے اگر یہ بشارت صحیح ہے تو یہ لوح محفوظ میں مہدی نہیں ہیں اور اگر غلط ہے تو جب بھی مہدی نہیں ہیں کہ مہدی غلط گو نہیں ہوتے ہیں کہ لا یخطی بالاتفاق مہدی کی شان ہے یعنی خطا نہ کرے گا۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ مولف صاحب ہدیہ نے اپنے خیال فاسد میں اس بحث کو مسئلۂ ثبوت مہدیت میں ایک طرح کا شبہ پیدا کرنا سمجھ لیا ہے اور اس کو ہدیہ میں کئی جگہ ذکر کیا ہے۔اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے جو شبہات پیش کئے ہیں وہ کس پایہ کے ہیں اور علماء کی شان سے کس قدر بعید ہیں۔اس کا بیان یہ ہے کہ امامنا علیہ السلام کے جس منقبتی فرمان کو مولف ہدیہ نے اپنے اس دعویٰ

www.khalifatullahmehdi.info

باطل کی بنا قرار دیا ہے اوّلاً اس فرمان کی نوعیت کو اور ثانیاً اس کی مراد ومنشا کو نہیں سمجھا ہے ثالثاً اس کے نقل کرنے میں ایک نوع کی دزدی و بددیانتی بھی کی ہے۔ رابعاً جو رائے قایم کی ہے وہ خود اہلِ سنت کے اصول کے معارض ومخالف بھی ہے۔ خامساً اس فرمان کا جو معنی اور مطلب سمجھا اور بیان کیا ہے اُس سے شیخ اکبرؒ کی تعریف ومنقبت یا خصوصیت اصلاً مستفاد نہیں ہوتی۔

اس فرمان کی نوعیت اور اس کے منشاء و مراد کی تحقیق سے اس بحث کی حقیقت ظاہر ہوسکتی ہے۔ اس فرمان کی نوعیت منقبتی فرامیں کی ہے مناقب وفضائل کا وسیع اور گویا ناپیدا کنار سمندر حضرت افضل الانبیاء والمرسلین (صلعم) کی احادیث میں موجود ہے کہ حضرت نے متعدد انبیاء مرسلین میں سے کسی کے کچھ مناقب وفضائل بیان فرمائے ہیں اور کسی کے کچھ۔ اسی طرح صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں سے ہر ایک کی قابلیت یا خصوصیت کے نظر کرتے مختلف منقبتیں ارشاد ہوی ہیں جن میں سے بعض ایسی ہیں جو دوسروں کے لئے نہیں پائی جاتیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کی نسبت بھی جو صحابہ میں داخل نہیں ہیں بعض ایسی منقبتیں ملتی ہیں جو صحابہ کے حق میں نہیں ملتیں۔

ایسا ہی فضائل اعمال کا بھی ایک وسیع باب احادیث میں موجود ہے کہ کسی عمل کی جو فضیلت بیان فرمائی گئی وہ ایسی بڑھی چڑھی ہے کہ اس کے نظر کرتے دوسرے اعمال ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔ پھر ان اعمال کے فضائل کی بھی یہی کیفیت معلوم ہوتی ہے لیکن اہلِ سنت کے اصول پر ہر وہ منقبت وفضیلت جو صحیح ذرائع سے مروی ہوئی ہو اس کی صحت کا اعتقاد رکھنا ضروری اور ہر منقبت وفضیلت بجائے خود ہونا صحیح ہے مگر ان مناقب وفضائل کی بنا پر ان سے ایسے احکام ونتائج نہیں اخذ کئے جاتے جن سے کسی اصولِ مسلمہ کا خلاف و بطلان لازم آئے چنانچہ اس کا کسی قدر بیان باب اول میں اصطلاح منزلت ومقام کی تحقیق کے تحت ہوا ہے یہاں بھی اس مسئلہ کی کسی قدر اور توضیح کر دی جاتی ہے مثلاً حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یونس علیہ السلام کی منقبت میں فرمایا ہے کہ۔

لاینبغی لا حدان یقول انا افضل من یونس بن متّٰی — کسی شخص کو یہ نہ کہنا چاہیئے کہ میں یونس بن متّی سے افضل ہوں۔ (مسلم)

ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناقب میں فرمایا ہے۔

لا تخیرونی علٰی موسٰی الحدیث (مسلم) — مجھے موسیٰ پر ترجیح نہ دو

لیکن اس قسم کی منقبتوں سے حضرت رسول اللہ (صلعم) تمام انبیاء ومرسلین سے افضل نہ ہونے کے احکام ونتائج نہیں نکالے جاتے کیونکہ ایسی منقبتیں بعض فضل جزی یا تواضع پر مبنی ہیں اور ان سے حضرت سرور کائنات (صلعم) کی فضیلت کے اصولِ مسلمہ کی نفی نہیں ہوتی۔

اسی طرح صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کی نسبت جو منقبتیں بیان ہوئی ہیں ان میں بہت سی ایسی ہیں جو دوسرے کے لئے نہیں پائی

جاتیں اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ''مواہب لدنیہ'' میں لکھا ہے۔

وحذیفة ابن الیمان من السابقین صح فی مسلم انه صلی اللّٰه علیه و سلم اعلمه بما کان و ما یکون الیٰ ان تقوم الساعة۔	حذیفہ ابن الیمان سابقین اولین سے ہیں۔ مسلم میں یہ صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو کچھ ہوا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب معلوم کر دئے ہیں۔

لیکن اس منقبت سے اہلِ سنت کے اصول پر حذیفہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت دوسرے تمام صحابہ پر یا آپ کا اپنی اخبار میں معصوم عن الخطا ہونے کا نتیجہ نہیں اخذ کیا جائے گا۔

پس اسی طرح لوح محفوظ کی منقبت سے شیخ اکبرؒ کا ہر قول صحیح یا آپ کے معصوم عن الخطا ہونے کا نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا اور شیخ اکبر کے اقوال صحتِ مہدیت کے موقوف علیہ نہیں قرار دئے جاسکتے جس کی کسی قدر تفصیل بعد میں آئے گی مولف صاحب ہدیہ نے پہلی غلطی یہی کی ہے کہ ایک ایسے فرمان سے جو مناقب وفضائل سے متعلق ہے خود اہلِ سنت کے اصول کے خلاف ایسے احکام ونتائج اخذ کئے ہیں جن سے قرآن وحدیث کے عوض شیخ اکبرؒ کے اقوال امام مہدی علیہ السلام کی صداقت جانچنے کا معیار ہوتا لازم آتا ہے جو کئی اصول مسلمہ کے خلاف ہے۔

اس فرمان کے حقیقی منشا ومقصد کے سمجھنے میں مولف ہدیہ نے یہ غلطی کی ہے کہ شانِ نزول کے لحاظ سے یہ فرمان جو بعض مسائل حقایق ومعارف سے مخصوص ہے اس کو شیخؒ کے ہر قول کے لئے عام سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے یہ مروی ہے کہ حضرت نے شیخ اکبرؒ کے بعض اقوال کو غلط اور خطائے اجتہادی قرار دیا ہے چنانچہ فرعون کی نجاتِ اخروی کس مسئلہ شیخ اکبرؒ کی طرف منسوب ہے اس کے متعلق حضرت امامنا علیہ السلام کا یہ فرمان بھی اسی کتاب میں موجود ہے جس سے مولف ہدیہ نے لوحِ محفوظ کی یہ منقبت نقل کی ہے حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

''ابن عربی بہ فرعون حکم نجات کردہ دراجتہاداو غلطی اوفتاد''

یعنی ابن عربی نے فرعون کی نجات کا حکم کیا ہے ان کے اجتہاد میں غلطی ہوگئی ہے یہ بھی فرمایا ہے کہ۔

''چہ شدہ بود ابن عربی را کہ نجاتِ فرعون بیان کرد و چرا ایں آیت نظر نہ کرد کہ حق تعالیٰ درحق وے می فرماید

فاخذه اللّٰه نكال الاخرة والاولىٰ''۔

یعنی ابن عربی کو کیا ہو گیا جو انہوں نے فرعون پر نجات کا حکم کر دیا اور حق تعالیٰ نے اس کے حق میں جو ارشاد فرمایا ہے اس کو نہیں دیکھا کہ اللہ نے اس کو دنیا وآخرت کے وبال میں گرفتار کر دیا ہے۔

جب بعض مسائل میں ابن عربی کی رائے یا قول قرآن شریف کے صریح خلاف اور اُن سے خطاء اجتہادی سرزد ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے تو امامنا علیہ السلام کے اس فرمان سے شیخ ابن عربی کا ہر قول اور ہر کلام صحیح اور لوح محفوظ کی نقل ہونے کا امکان کہاں باقی ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

مولف صاحب ہدیہ نے نقل کلام میں یہی دزدی و بد دیانتی کی ہے کہ ایک منقبتی فرمان کو جو بعض خاص مسائل سے مخصوص تھا ناظرین کو مغالطہ دینے کے لئے شیخ کے تمام اقوال کے لئے عام بتایا ہے اور حضرت نے شیخ کا جو تخطیہ فرمایا ہے اور اسی کتاب میں بفاصلۂ یک دوسطر موجود ہے اس کا مطلق ذکر نہیں کیا ہے۔

اگر لوحِ محفوظ کی منقبت کا یہی معنی لیا جائے کہ شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ کا ہر قول اور ہر کلام صحیح و درست اور لوح محفوظ کی نقل ہے تو لازم آئے گا کہ شیخ نے فرعون کی نجات اخروی کے متعلق جو کچھ آیتِ قرآنی کے خلاف لکھا ہے اور جس کو امامنا علیہ السلام نے قرآن کے خلاف ہونے کا فیصلہ فرمادیا ہے وہ بھی صحیح و درست ہے۔ اس صورت میں لوحِ محفوظ والی یہ منقبتی روایت اُس صحیح و متواتر روایت کے معارض ہوگی جس سے امام علیہ السلام کی راویتوں کی صحت قرآن شریف کی موافقت پر موقوف ہونا ثابت ہے۔ پس روایتِ زیر بحث چونکہ امام علیہ السلام کی صحیح و متواتر روایت اور آیتِ قرآنی کی پوری مخالف ثابت ہوگی اس لئے یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ لوح محفوظ والی روایت حضرت امام علیہ السلام کی روایت ہی نہیں ہے روایت کرنے والوں نے اس کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلطی کی ہے ۱۔

لوح محفوظ کی منقبت کو شیخ اکبرؒ کے ہر قول اور ہر کلام کے لئے عام سمجھنا اہلِ سنت کے اصول کے بھی خلاف ہے کیونکہ یہ جبھی صحیح ہوگا جبکہ شیخ کو معصوم عن الخطا اور آپ کے ہر کلام کو مفید قطع و یقین تسلیم کیا جائے۔ حالانکہ اہلِ سنت کے نزدیک شیخ کی ذات معصوم عن الخطا نہیں ہے بلکہ علمائے متکلمین اہلِ سنت نے آپ کی جو تنقیص کی ہے اور آپ کے خلاف جو فتوے لکھے ہیں ان سے قطع نظر بھی کرلیا جائے تو اہلِ سنت کے اصول پر غیر معصوم کا کشف والہام غیر قطعی ہی ہوتا ہے۔

خود شیخ کو بھی اپنی معصومیت کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ آپ کو یہ اعتراف ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص مہدی علیہ السلام کے سوا آئمہ دین میں سے کسی امام کی نسبت جو حضرت کے بعد ہونے والے ہیں اپنے نقشِ قدم پر چلنے اور خطانہ کرنے کی تصریح نہیں فرمائی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

مانص رسول اللّٰہ صلعم علی امام من ائمة الدین یکون بعدہ ویرثه ویقفوا اثرہ الا المهدی خاصة فقد شهد بعصمته فی احکامه کما شهدالدلیل العقلی بعصمة رسول اللّٰہ صلعم فیما یبلغه عن ربه

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئمہ دین میں سے کسی امام کی نسبت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے والا ہے یہ تصریح نہیں فرمائی ہے کہ وہ آپ کا وارث ہوگا اور قدم بقدم آپ کی پیروی کرے گا مگر خاص مہدی کے لئے یہ صراحت

۱ میں کہتا ہوں کہ علامہ مجیب کے اس محققانہ بیان کی توضیح یہ ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام نے اپنی روایتوں کی صحت کا ایک خاص اور مضبوط اصل مقرر فرمایا ہے جس کو مجیب علامہ نے کئی مرتبہ ذکر فرمایا ہے اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’میری روایت کو قرآن سے مطابق کرکے دیکھو اگر مطابق ہو تو یقین کرنا ضرور ہے کہ وہ روایت مجھ سے ہے اور اگر مطابق نہ ہو تو یہ یقین کرنا ہوگا کہ وہ روایت مجھ سے نہیں ہے روایت کرنے والے نے اس میں غلطی کی ہوگی‘‘ اس اصل راسخ کی بناپر جب روایتِ زیر بحث قرآن سے مطابق کی جاتی ہے تو بالکل معارض ثابت ہوتی ہے اور وہ روایت جس کو مجیب علامہ نے ذکر فرمایا اور اس میں فرعون کے ناجی نہ ہونے پر استدلال کیا گیا ہے وہ قرآن شریف کے بالکل مطابق ہے یعنی فاخذہ اللّٰہ نکال الاخرة والاولیٰ کے پوری موافق ہے پس نتیجہ نکلے گا روایت زیر بحث یعنی لوح محفوظ کی منقبتی روایت صحیح نہیں ہے۔ پھر تو مولوی زماں خاں صاحب کا اعتراض وارد ہی نہ ہوسکے ۱۲۔ اشرف محشی کحل الجواہر۔

www.khalifatullahmehdi.info

الخ (فتوحات مکیہ جلد ثالث باب ۳۶۶)

فرمائی ہے۔ پس رسول اللہ صلعم نے آپ (مہدی علیہ السلام) کے لئے اپنے احکام میں معصوم ہونے کی شہادت دی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم اپنے احکام میں جو آپ خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو پہنچائے ہیں معصوم ہونے کی دلیل عقلی گواہی دیتی ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ معصومیت اور شارع علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی خلعت فاخرہ شارع علیہ السلام کی طرف سے امام مہدی علیہ السلام ہی کے لئے مخصوص ہے اور امام علیہ السلام کے سوا تمام امت میں آئمہ دین میں سے کوئی امام بھی معصوم عن الخطا نہ ہونے کا خود شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ کو اعتراف ہے۔

محدثین اہلِ سنت کا یہ بھی ایک ضابطہ ہے کہ خبر مغیب میں کسی غیر معصوم حتیٰ کہ کسی صحابی کا قول بھی جس کو حدیثِ موقوف کہتے ہیں اگر کسی حدیثِ مرفوع کے مطابق نہ ہو تو حجت نہیں ہے۔ چونکہ امام مہدی علیہ السلام کی علامات بھی بالاتفاق خبر مغیب ہی ہیں پس ان علامات کے متعلق بھی شیخ کے وہ اقوال جن کی تائید صحیح احادیث سے نہ ہوتی ہو وہ مفید قطع و یقین اور قابل حجت نہیں ہو سکتے۔ ان اصولی مباحث کے علاوہ امام مہدی علیہ السلام کی مدت اقامت کی نسبت جو امام علیہ السلام کے بعض متعلقات اور علامات ہی کی نوعیت رکھتی ہے خود شیخؒ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کو خود شک ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق تحقیق نہیں کی ہے چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔

فاعلم انی علی الشک من مدة اقامة هذاالمهدی اماماً فی هذه الدنیا فانی ماطلبت من الله تحقیق ذالک ولاتعینه ولا تعئین حادث من حوادت الاکوان الا ان یعلمنی الله به ابتداءً لا عن طلب ( )

یہ معلوم رہے کہ مہدی (علیہ السلام) اس دنیا میں کتنی مدت تک امام رہیں گے اس میں مجھے شک ہے اور میں نے اس کی تحقیق اور تعین اللہ تعالیٰ سے نہیں چاہا اور نہ زمانہ کے حوادثات میں سے کسی حادثہ کا تعین چاہا ہے مگر مجھے وہی معلوم ہوا جو اللہ تعالیٰ نے ابتداءً بغیر طلب کے معلوم فرمایا ہے۔

پس جبکہ اہلِ سنت کے نزدیک شیخ کی ذات معصوم عن الخطا نہیں ہے اور خبر مغیب میں غیر معصوم کا قول حجت نہیں ہوتا اور نہ شیخ کو اپنے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے بلکہ بعض علامات میں خود کو شک ہونے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی تحقیق نہ کرنے کا اعتراف بھی ہے تو ایسی صورت میں شیخؒ نے علاماتِ امام مہدی علیہ السلام کی نسبت ذاتی طور پر جو کچھ لکھا ہے اس کو صحتِ مہدیت کے لئے مدار و موقوف علیہ سمجھنے والے کی کم فہمی و کج فہمی کا بیّن ثبوت ہے۔

یہ تمام بحث شیخ اکبرؒ کی معصومیت اور اسکے متعلقات سے متعلق تھی ورنہ شیخؒ کے تبحر علمی اور محققانہ عظمت و منزلت میں کوئی کلام نہیں آپ علوم ظاہری و باطنی میں مجتہدانہ شان اور علمائے محققین و مجتہدین کی صفت میں نمایاں مقام رکھتے ہیں اور آپ کے اقوال سے

www.khalifatullahmehdi.info

اسی حدتک محبت و دلیل لی جاسکتی ہے جس طرح اور جس حدتک دوسرے علماء و مجتہدین کے اقوال سے لی جاتی یا لی جاسکتی ہے۔لیکن پھر بھی مولف ہدیہ کو اس سے ان کی اپنی کج فہمی میں کوئی مدد نہیں مل سکتی کیونکہ اہلِ سنت کے اصول پر مجتہد کا بھی یہی حکم مسلّم ہے کہ ''المجتہد قد یخطیٔ قد یصیب ''پس اس کا بھی یہی نتیجہ برآمد ہوگا کہ شیخ اکبرؒ سے بھی خطاء اجتہادی ہوسکتی ہے اور جس طرح آیت قرآنی کے خلاف رائے قایم کرنے میں شیخؒ سے غلطی ہوئی ہے اسی طرح امام مہدی علیہ السلام کی علامات بیان کرنے میں احادیثِ رسول اللہ صلعم کے خلاف رائے قایم کرنے کی خطا ہونا بھی ممکن ہے۔

ان تمام وجوہ کے نظر کرتے مولفِ ہدیہ کی یہ خیال آفرینی کہ شیخ اکبر کے کلام سے جا بجا ثابت ہوا کہ یہ مہدی نہیں ہیں کیسی عامیانہ رائے اور خود اہلِ سنت کے اصول کے کس قدر صریح خلاف ہے۔

اس بحث کے بعد مولف صاحب ہدیہ بیان کرتے ہیں کہ۔

اعجم اور عجمی اور عربیہ کی تحقیق:۔دلیل نہم۔وہی میاں خوندمیر اسی مکتوبِ ملتانی میں اسی باب فتوحات سے نقل کرتے ہیں کہ در وصف وزرائے مہدی می گوید وھم علی اقدام رجال من الصحابة صدقوا ما عاھدو اللّٰہ و ھم من الاعاجم مافیھم عربی لکن لایتکلمون الابالعربیة لھم حافظ لیس من جنسھم ما عصی اللّٰہ قط و ھوا حض الوزراء وافضل الامناء [1] الخ۔

مولف صاحب ہدیہ کو اس کے متعلق دو اعتراض ہیں اول یہ کہ امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام کے خلفا ہمیشہ گجراتی اور پوربی زبان میں بات کرتے تھے عربی زبان میں نہیں کرتے تھے۔

دوسرا یہ کہ امامنا علیہ السلام کے خلفا میں جو ارشد کہلاتے ہیں ان میں میاں محمود جو مہدی کے بیٹے ہیں فراہ کو جانے سے پہلے نوکری کرتے تھے اور میاں خوندمیر مہدی سے بیعت کرنے سے پہلے بلبل بازی اور لوا بازی کرتے تھے اور بیعت کے بعد بھی ان سے دو کذب سرزد ہوے ہیں جو دلیل ہشتم میں مذکور ہو چکے ہیں الخ

مولف صاحب ہدیہ نے بزعم خود اس کو دلائل ثبوت مہدیت کی نویں دلیل قرار دے لیا ہے جو خود قابلِ تامل ہے کیونکہ یہ نہیں معلوم ہوا اور نہ مولف صاحب ہدیہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کو دلائل ثبوتِ مہدیت کی نویں دلیل کس نے قرار دیا ہے اور اس کو اثبات مہدیت کا مدار و موقوف علیہ کون تسلیم کیا ہے۔جبکہ یہ دلیل ذاتِ اقدس مہدی علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتی بلکہ وزرائے مہدی علیہ السلام سے متعلق ہے۔پس اس کا سب سے پہلا جواب یہی ہے کہ فتوحات کے اس قول کی جب کسی حدیث سے مطابقت ثابت

---

[1] مولف صاحب ہدیہ نے اس عبارت کا یہ ترجمہ کیا ہے ''یعنی وزرائے مہدی صحابہ کرام کے قدم بقدم ہوں گے کہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے سچ کر دکھایا جس کا عہد کیا تھا اللہ سے اور وہ وزراء قوم عجم سے ہیں کہ ان میں کوئی نہیں ہے عربی لیکن بات نہ کرتے ہوں گے مگر زبان عربی میں۔ان کا ایک نگہبان ہے کہ ان کی جنس سے نہیں ہے اس نے کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کی وہ خاص تر وزرا کا ہے اور افضل امینوں کا ہے'' انتھی (ہدیہ صفحہ ۹۹)۔اس ترجمہ میں مولف ہدیہ نے جو غلطیاں کی ہیں علامہ مجیب نے ان سے بعد میں تفصیلی بحث فرمائی ہے۔۱۲ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

نہیں ہے تو یہ قول شیخ اکبرؒ کے ذاتی کشف یا رائے پر مبنی ہوگا حالانکہ غیر معصوم کا کشف بھی اہلِ سنت کے اصول پر غیر قطعی ہے مولف صاحب ہدیہ جب خود کو اہلِ سنت کہتے ہیں تو اول یہ ثابت کریں کہ وزرائے مہدی علیہ السلام کی یہ صفت اور ان میں کسی معصوم اخص الوزرا کا وجود اور اس کے وجود پر مہدیت کا صدق موقوف ہونا اہلِ سنت کے اصول پر کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

ثانیاً۔اگر وزرائے مہدی علیہ السلام کے حالات صاحبِ فتوحات کے بیان کردہ حالات کے مطابق نہ ہونا فرض بھی کرلیا جائے تو اس سے امام مہدی علیہ السلام کی متفقہ حقیقی علامات جو شارع علیہ السلام سے ثابت و متحقق ہیں اور اس ذات اقدس میں موجود ہیں کیا وہ سب محض اس وجہ سے کالعدم سمجھی جائیں گی اور ایسا سمجھنا صحیح بھی ہوگا کہ آپ کے صحابہ میں صاحبِ فتوحات کے بیان کردہ اوصاف نہیں پائے جاتے ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صحابۂ رسول اللہ صلعم کے یہ صفات وحالات بیان فرمائے ہیں۔

محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تریھم رکعاً سجدا یبتغون فضلاً من اللّٰہ ورضوانا آلایۃ (۲۶۔۱۲۔سورۃ الفتح)

محمد اللہ کے رسول ہیں وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے حق میں بڑے سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں تم ان کو راکع وساجد اور اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طالب دیکھو گے۔

اگر کوئی معاندِ اسلام واقعات صفین کو پیش کر کے جس میں دونوں طرف کئی صحابۂ رسول اللہ شریک تھے یہ اعتراض کرے کہ ان صحابۂ رسول اللہؐ میں ''رحماء بیناھم'' کی صفت مفقود تھی کیونکہ وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اور قتل وغارت کے درپے تھے۔یہاں ان واقعات کی واجبیت و ناواجبیت کی توجیہات سے بحث نہیں سوال صرف یہ ہے کہ یہ صفت جبکہ قرآن سے ثابت ہے کسی غیر معصوم کا ذاتی کشف یا رائے نہیں ہے اور اس صفت کا فقدان بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے جس میں کسی تاویل وتوجیہ کی گنجائش نہیں ہے تو کیا صحابۂ رسول اللہؐ کے اس تغیر حالات کی وجہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، صداقت اور حقیت میں کسی معاندِ اسلام کا شبہ کرنا مولف ہدیہ کے پاس درست ہوسکتا ہے؟ یا خود ہمارے مولف صاحب ہدیہ اسی نظریہ کے تحت جو اس اعتراض میں ملحوظ رکھا گیا ہے حضرت سرورِ کائناتؐ کی ذات اقدس میں وہ سب علامات موجود ہوتے ہوئے جو نبوت ورسالت کے لئے لازمی ہیں صرف اس بنا پر کہ آپؐ کے بعض صحابہ میں وہ صفت نہیں پائی جاتی جو قرآن میں ان کے لئے بیان کی گئی ہے حضرتؐ کے رسولِ برحق ہونے میں شک وشبہ کرنے کی جرأت بیجا کر بیٹھیں گے؟

پس وزرائے مہدی علیہ السلام کے حالات صاحبِ فتوحات کے بیان کردہ حالات سے مطابق نہ ہونا فرض کر کے مولف صاحبِ ہدیہ بزعم خود اگر امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام کی صداقت وحقیت میں شک کریں تو اس کی بھی بعینہٖ وہی صورت ہوگی جو اوپر بیان کی گئی ہے۔

ان تمام وجوہ سے مولف صاحب ہدیہ کا یہ اعتراض کسی بھی اہلِ سنت کے پاس بلکہ ہر ذی شعور انسان کے پاس ایسا بدیہی

www.khalifatullahmehdi.info

البطلان ہے کہ اس کے جواب کی ضرورت ہی نہیں ہے لیکن بر تنہم اس اعتراض پر بھی ہم تنقیدی نظر ڈالنا اور مولف صاحب ہدیہ نے اس اصولی غلطی کے علاوہ اور جو غلطیاں کی ہیں ان کو ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

صاحب فتوحات کا یہ قول کہ **هم من الاعاجم مافيهم عربى ركن لا يتكلمون الا بالعربية** ''اس کا معنی مولف صاحب نے غلط سمجھا ہے اور اس کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ ''وہ وزرا قوم عجم سے ہیں کہ ان میں کوئی نہیں ہے عربی لیکن بات نہ کرتے ہوں گے مگر زبان عرب میں'' یہ ترجمہ اس لئے غلط ہے کہ اعاجم اعجم کی جمع ہے جس کا معنی کندزبان و غیر فصیح ہے اگرچہ وہ عرب ہی ہو چنانچہ صراح میں لکھا ہے۔

اعجم [۱] آنکہ سخن پیدا و فصیح نہ تواند گفتن و اگرچہ از عرب باشد عجماء مونث منہ اعجمان مثنیٰ۔ اعجمون جماعت۔

ايضاً يقال [۲] لسان اعجمى و كتاب اعجمى ولا يقال رجل اعجمى تنسبه الىٰ نفسه الخ۔

صحاح جوہری میں ہے

والا [۳] عجم ايضا الذى فى لسانه عجمة وان افصح بالعجمية ورجلان اعجمان و قوم اعجمون واعاجم۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ

ان [۴] العرب تسمى كل من لا يعرف لغتهم ولا يتكلم بلسانهم اعجم واعجمياً۔

ايضا۔ [۵] قال الفراء واحمد بن يحيىٰ الاعجم الذى فى لسانه عجمة وانكان من العرب۔

ايضاً۔ قال ابوعلى الفارسى الاعجم الذى لا يفصح سواء كان من العرب او من العجم الاترى انهم قالوا زيادالاعجم لانه كانت فى لسانه عجمة مع انه كان عربياً۔

غرض اعاجم اعجم کی جمع ہے عجمی کی نہیں اور عجمی اور اعجم میں بڑا فرق ہے۔ مولف ہدیہ نے اعاجم کا ترجمہ جو قوم عجم کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب اعجم ہوسکتا ہے [۶]۔

عربیہ سے قرآن مراد ہونے کی تحقیق:۔ ایسا ہی مولف صاحب ہدیہ نے **لا يتكلمون الا بالعربية** کا جو یہ ترجمہ کیا ہے ''لیکن بات نہ کرتے ہوں گے مگر زبان عربی میں'' یہ بھی اس موقع پر صحیح نہیں ہے کیونکہ شیخؒ کا مقصودِ کلام وزرائے مہدی علیہ السلام کی

---

[۱]۔ اعجم وہ شخص ہے جو فصیح اور واضح بات نہ کہہ سکے اگرچہ عرب ہو۔ اس کا مونث عجما و تثنیہ اعجمان اور جمع اعجمون و اعاجم ہے۔ ۱۲

[۲]۔ ایضاً زبان اعجمی اور کتاب اعجمی کہتے ہیں لیکن مرد اعجمی نہیں کہتے کیونکہ یہ اسی کی ذات کی طرف نسبت ہوتی ہے اور یہ درست نہیں ہے۔ ۱۲

[۳]۔ اعجم وہ ہے جو کند زبان ہو اگرچہ وہ عجمی زبان میں فصیح ہو۔ تثنیہ اعجمان اور جمع اعجمون اور اعاجم ہے۔ ۱۲

[۴]۔ عرب ہر اس شخص کو اعجم اور اعجمیاً کہتے ہیں عربی زبان نہ جانتا ہو اور عربی زبان میں بات نہ کرے۔

[۵]۔ فراء اور احمد بن یحییٰ کا قول ہے کہ اعجم وہ ہے جو کند زبان ہو اگرچہ عرب ہی ہو۔

[۶]۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں کہ اعجم وہ ہے جو فصیح بات نہ کرے خواہ وہ عرب ہو یا عجمی۔ زیاد اعجم کہتے ہیں کیونکہ ان کی زبان کند اور غیر فصیح تھی حالانکہ وہ عرب ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

صفات مخصوصہ کا بیان کرنا ہے جو خاص طور پر اُن میں پائی جائیں گی۔لیکن عجمی ہوکر زبان عربی کرنا صفات مخصوصہ سے نہیں ہے۔ایسے لاکھوں کروروں آدمی ہیں جو وطن کے اعتبار سے عجمی ہیں اور زبان عربی کرتے ہیں چنانچہ عرب کے سوا جس قدر ممالک ہیں وہ سب عجم کہلاتے ہیں اور اس اعتبار سے افریقہ (مصر۔مراکو۔الجیریا وغیرہ) شام۔عراق عجم وغیرہ خالص عجمی ممالک ہیں اور یہاں عام طور پر اہل ملک عربی زبان کرتے ہیں۔

خود ہمارے ملک ہند میں ایسی قومیں ہیں جن کا زاد یوم ہند ہے مگر وہ عربی بولتے ہیں جیسے مولّد اور موپلے جو وطن کے اعتبار سے یقیناً عجمی ہیں مگر زبان عربی بھی کرتے ہیں۔پس ثابت ہوا کہ عجمی ہوکر عربی زبان کرنا وزرائے مہدی علیہ السلام کے لئے نہ صفات مخصوصہ سے ہوسکتا ہے اور نہ یہ صفت کمال ہی ہے پس ''عربیہ'' کا معنی زبان عربی کے سوا کچھ اور ہی ہونا چاہیئے۔

لغت سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن وآیات قرآنی کو بھی ''عربیہ'' کہتے ہیں چنانچہ علامہ مجدالدین المعروف بابن اثیر نے ''النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر'' میں جو لغت حدیث کی مشہور کتاب ہے لکھا ہے۔

(ومنه حديث عمر) لا تنقشوا فی خوایتمکم العربیه و کان ابن عمر یکره ان ینقش فی الخاتم القراٰن۔

اسی معنی سے عمرؓ کی حدیث ہے کہ اپنی خاتم (انگھوٹی یا مہر) میں قرآن کندہ نہ کرو۔ابن عمرؓ خاتم میں قرآن کندہ کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

لغت حدیث کی ایک اور کتاب ''مجمع بحار الانوار'' میں یہی حدیث لکھی ہے اور یہی معنی کیا ہے۔اس سے ثابت ہے کہ حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ''عربیہ'' سے زبان عربی مراد نہیں لی ہے بلکہ قرآن شریف کو عربیہ کہا ہے۔

بریں تقدیر فتوحات کے اس جملہ کا بھی یہ معنی ہوگا کہ امام مہدی علیہ السلام کے خلفا قرآن کے سوا بات نہ کریں گے ہمیشہ قرآن اور حقائق قرآن بیان کرتے رہیں گے۔اور کلام لایعنی کے نظر کرتے وہ اعجم یعنی کند زبان اور گویا گونگے ہوں گے۔ظاہر ہے کہ یہ بات خلفائے مہدی علیہ السلام کے لئے عربی زبان کرنے کی بہ نسبت زیادہ صفتِ کمال ہوسکتی ہے۔

اس کے علاوہ خود صاحبِ فتوحاتؒ نے جس کے قول سے یہ سب کچھ بحث ہورہی ہے اپنے اس کلام سے مراد تلاوتِ کتاب اللہ ہی بیان کی ہے۔چنانچہ عبدالوہاب شعرانی ''الیوقیت والجواہر'' کے انچالیسویں مبحث میں نقل کیا ہے کہ۔

وذٰلک (ای ذکر اللّٰه بالقرآن) زوقهم الذی یعیشون به وفیه حیٰوتهم ولذٰلک کان المهدی اذاخرج یقیم جماعة یتلون کتاب اللّٰه آناء اللیل والنهار ذکره الشیخ فی الباب السادس والستون و ثلثمائیة۔

اور (یعنی اللہ تعالیٰ کو قرآن کے ذریعہ یاد کرنا) اِن کے لئے ایسا رزق ہے کہ وہ اسی سے زندہ رہتے ہیں اور اسی میں ان کی حیات ہے اس لئے جب مہدیؑ کا ظہور ہوگا تو ایک جماعت ایسی قائم ہوگی جو دن رات کتاب اللہ کی تلاوت کرتی رہے گی۔شیخ نے (۳٦٦) باب میں یہ ذکر کیا ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے ''عربیہ'' کا معنی قرآن بیان کرنے پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ ایسی توجیہ ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی نہ آوے گی۔پس مولف ہدیہ حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھیں کہ آپ نے اہل زبان ہوتے ہوئے ''عربیہ'' کے معنی قرآن شریف کیوں لئے ہیں جو بچوں کی سمجھ میں نہیں آتا ہے اور خود شیخ ابن عربیؒ سے گلہ کریں کہ آپ نے **لا یتکلمون الا بالعربیة** کے معنی کتاب اللہ کی تلاوت کیوں کئے جو بچوں کی سمجھ میں نہیں آتا اور جس سے ہماری وہ لن ترانیاں جو ہم نے عربیہ اور قرآن کی تالوت اس سے مقصود یہ نہ ہونے کی کی تھیں سب غلط ہوگئی ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ یہ صفت خلفائے امامنا مہدئ موعود علیہ السلام میں کس حد تک موجود تھی اس کی تصدیق تاریخ سے ہوسکتی ہے چنانچہ مہدوی اہلِ سیَر نے جو حالات لکھے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ امامنا علیہ السلام کے خلفا ''حقا کہ جز بیان قرآن دم نمی زدے'' کے اصول کے پورے پیرو تھے۔

مہدوی اہل سیَر کے علاوہ اس طبقہ کے بیانِ حقائق و معارفِ قرآنی کی مصروفیت اور کلام لایعنی سے احتراز و پرہیز کی شہادت میں ایسے مورخین کے بیانات بھی موجود ہیں جو ذاتی طور پر اس طبقہ کے حالات سے واقفیت رکھتے ہیں اور اپنے چشم دید حالات لکھے ہیں مثلاً شیخ عبدالقادر بدایونی بیان کرتے ہیں کہ۔

> من بمقتضائے ''**خذما صفا و دع ما کدر**'' جمعے را از یں سلسلہ ملازمت کردہ ام واخلاقِ رضیہ واوصاف مرضیۂ ایشاں را در فقر وغنا بمرتبۂ عالی دیدہ و بیان قرآن و اشارات و دقائق وحقائق ومعارف ولطائف بے کسب علوم رسمی چناں شنیدہ ام کہ اگر خواہند کہ مجملے از انہا در قید کتابت آرند تذکرۃ الاولیائے دیگر باید نوشت
> (نجاۃ الرشید)
>
> ایضاً۔بعضے طالبان ایشان را دیدم کہ از جہت تحرز از مالایعنی سریش برلب چسپانیدہ وبعضے سنگریزہ بدہاں گرفتہ اند
> (منتخب التواریخ)

مورخ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ

میں ''**خذما صفا و دع ما کدر**'' (جو صاف ہو اس کو لے لو اور جو مکدر ہو اس کو چھوڑ دو) کے اصول پر عمل کرکے مہدویہ سلسلہ کے کئی بزرگوں کی صحبت میں رہا ہوں اور محتاجی وفراغت دونوں حالتوں میں ان کے پسندیدہ اوصاف اور اخلاق اعلیٰ درجہ کے دیکھا ہوں۔ان سے رسمی علوم کی تحصیل کے بغیر قرآن کا بیان اور قرآن کے دقائق ایسے سنے ہیں کہ اگر ان میں سے مجمل طور پر بھی کچھ لکھنا چاہیں تو ایک دوسرا تذکرۃ الاولیاء تحریر کرنا ہوگا انکے بعض طالبانِ خدا کو میں نے دیکھا ہے کہ لایعنی کلام سے بچنے کے لئے سریش سے اپنے ہونٹ چسپاں کرلیتے اور بعض منہ میں کنکریاں بھر لیتے تھے تاکہ لایعن بات نہ کرسکیں''۔

گویا مورخ کا یہ بیان فتوحات کی عبات ''**ھم من الاعاجم**'' اور ''**لا یتکلمون الا بالعربیة**'' کی واضح اور واقعہ کے مطابق شرح وبیان ہے۔اس سے ثابت ہورہا ہے کہ صاحب فتوحات کی بیان کردہ صفت بھی بدرجۂ کمال موجود تھی۔پس مولف ہدیہ کا یہ کہنا

www.khalifatullahmehdi.info

کہ ''فتوحات کی یہ عبارت بھی ان کی تکذیب کرتی ہے'' محض غلط اوران کی کج فہمی کی دلیل بیّن ہے۔

اسی ضمن میں مولف صاحب ہدیہ نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ ''مہدوی کسی بات پر قائم نہیں ہیں حدیث یملک العرب کی توجیہ میں خلفاء مہدی علیہ السلام کوعرب مانتے ہیں اور یہاں ان کو عجمی بنادے رہے ہیں۔

حدیث یملک العرب کی صحت وعدم صحت اورقوت وضعف اوراس کے محویٰ ومعانی سے تواس کے موقع پر بحث کی جائے گی۔ لیکن ہم خلفائے مہدی علیہ السلام کواس موقع پر عجمی نہیں بلکہ صاحب فتوحات کے الفاظ کے مطابق اعجم کہہ رہے ہیں اس لئے عرب و اعجمی میں تضاد کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اس کے علاوہ کسی کا باعتبارِ نسل عرب یعنی عربی النسل کہلانا اور باعتبار وطن عجمی ہونا ممکن ہے ان دونوں مفہوم میں بھی تضاد نہیں ہے۔

اخص الوزرا اورکسب حلال کی بحث:۔ مولف ہدیہ کا یہ دوسرا اعتراض کہ ''اخص الوزرا'' جوکبھی معصیت نہ کیا ہو کون ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے اخص الوزرا کا وجود اوراس کے یہ اوصاف اوراس کے وجود پر امام مہدی علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت وحقیت موقوف ہونا شارع علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے اسی لئے ہم اس سے کوئی بحث کرنا نہیں چاہتے اور نہ اِس کی ضرورت ہی ہے تاہم مولف ہدیہ نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس پر بھی ایک تنقیدی نظر ڈالی جاتی ہے۔

اس کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں سب سے پہلے یہ غلط بیان کیا ہے کہ ''حضرت بندگی میاں سید خوندمیر مولفِ مکتوبِ ملتانیؓ کواس قول کے نقل کرنے سے حقیقت میں اپنی مدح خوانی منظور ہے'' حالانکہ حضرت ممدوح نے مکتوبِ ملتانی میں فتوحات کا یہ قول نقل کرنے کے سوا اپنی نسبت ایک حرف بھی نہیں لکھا ہے۔

اس کے بعد حضرت بندگی میراں سید محمودؓ خلف حضرت امامنا علیہ السلام اور بندگی میاں سید خوندمیرؓ اور بندگی میاں شاہ نعمتؓ اس کے مصداق نہ ہونے کے جو وجوہ بیان کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

''بندگی میاں سید محمود فرہ کو جانے سے پہلے نوکریاں کرتے تھے اور بندگی میاں سید خوندمیر مولفِ مکتوبِ ملتانی اس وجہ سے اس کے مصداق نہیں ہوسکتے ہیں کہ امامنا مہدیؑ موعود علیہ السلام سے بیعت کرنے سے قبل ہمیشہ بلبل بازی لوابازی وغیرہ میں مشغول رہتے تھے دوسرے خلفا نے بھی اقسام کے خون وفساد کرنے کے بعد امامنا علیہ السلام کی ملازمت اختیار کی ہے چنانچہ خلیفۂ باختصاص میاں نعمت ایک حبشی کو قتل کرکے بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر میراں (علیہ السلام) کے مرید ہوئے ہیں ایسے لوگ اخص الوزرا نہیں ہوسکتے ورنہ مخلوق ہنسے گی۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں جہاں چوں نہ گیرد قرارے چناں

مولف ہدیہ کے اس بیان میں اولاً یہی کرامت قابل غور وتامل ہے کہ انہوں نے تین سال کی مسلسل جستجو میں جو ہدیۂ مہدویہ کی تالیف میں صرف ہوئے ہیں خلفاء امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق صرف یہی باتیں چن چن کر قابل اعتراض نکالی ہیں اوراس

کے علاوہ انہیں کوئی اور بات قابل گرفت نہیں مل سکی ہے اوران کی جو بھی حقیقت ہے وہ بعد میں ظاہر ہوگی۔ثانیاً ان واقعات پر تو ہم علیحدہ علیحدہ تبصرہ بعد میں کریں گے لیکن مولف ہدیہ کوخود اعتراف ہے کہ جو کچھ واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ مجموعی طور پر شرفِ خلافت ووزارت حاصل ہونے سے قبل کے ہیں۔جبکہ صاحبِ فتوحات کے بیان کردہ حالات وواقعات وزرائے مہدی علیہ السلام سے متعلق ہیں تو یہ اوصاف بھی مرتبۂ وزارت حاصل ہونے کے بعد سے متعلق ہونا چاہیئے۔

ثالثاً۔اس کی توضیح اس سے ہوسکتی ہے کہ خود صاحبِ فتوحات نے خلفاء یا وزرائے امام مہدی علیہ السلام کے حالات صحابۂ رسول (صلعم) کے حالات سے مشابہ ہونا بیان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اسلام وایمان پر راسخ وصادق رہنے میں صحابۂ رسول اللہؐ کے قدم بقدم رہیں گے۔ظاہر ہے کہ یہ مذکورہ صفت بلکہ وہ تمام منقبتیں جو صحابۂ رسول اللہؐ کے حق میں وارد ہیں وہ سب اسلام و ایمان لانے اور صحابی بننے کے بعد ہی سے صحابۂ رسول اللہ (صلعم) میں پائی جاتی ہیں کیا اس سے پہلے بھی وہ ان سے متصف تھے؟ پس صحابہ وخلفائے امام مہدی علیہ السلام بھی امام علیہ السلام کی صحبت وخلافت کی فضیلت حاصل ہونے کے بعد ہی اس وصف سے متصف ہونا چاہیئے جوان کے حق میں بیان کیا گیا ہے کیا اس سے پہلے بھی ان میں وہ وصف موجود رہنا ضروری ہے؟

رابعاً۔ اس سے بھی واضح مثال یہ ہے کہ اس سے قبل جو آیت شریفہ نقل کی گئی ہے اس میں صحابۂ رسول اللہؐ کے جو اوصاف ہیں ان میں صحابی بننے سے پہلے قطعاً ویقیناً موجود نہیں تھے نہ وہ ''اشداء علی الکفار'' (کافروں کے حق میں بہت سخت) کے مصداق تھے اور نہ ان میں ''رکعاً سجداًیبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً'' (رکوع اور سجود کرنے اور اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طالب ہونے) کی صفت موجود تھی۔پس کوئی معاندِ اسلام یہ اعتراض کرے کہ قبل اسلام یہ صحابہ چونکہ ان صفات سے متصف نہیں تھے جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں اس لئے وہ اس قرآنی بشارت کے مصداق نہیں ہیں تو یہ اعتراض صریح مہمل ہوگا کیونکہ یہ اوصاف صحابیت یا معیتِ رسول اللہ صلعم سے متعلق یا اس کا لازمہ ونتیجہ ہیں تو صحابی بننے سے پہلے وہ اوصاف ان میں کیسے پائے جائیں گے؟ پس مولف ہدیہ بھی خلفائے امام علیہ السلام کے اس زمانہ کا کوئی واقعہ فرض کرکے جبکہ وہ مرتبۂ خلافت یا وزارت پر فائز نہیں تھے ایسا نتیجہ اخذ کریں تو وہ بھی صریح مہمل ہوگا۔

خامساً۔ اہلِ سنت کا متفقہ اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطا ہیں اور صحابۂ رسول اللہ (صلعم) معصوم نہیں ہیں اور یہ کہ انبیاء صحابۂ رسول اللہؐ سے افضل وبرتر ہیں۔اس کے باوجود اہلِ سنت کا مذہب مختار یہ ہے کہ انبیاء مرتبۂ نبوت پر فائز ہونے کے بعد سے گناہِ صغائر وکبائر سے معصوم ہیں اور قبل نبوت ان سے گناہ صادر ہونا جائز ہے چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے۔

اختلف الناس فی وقت العصمة الانبیاء علیٰ ثلاثة اقوال احد هما انهم معصوم مون من وقت وملد هم وهو قول الروافضة و ثانیها وقت عصمتهم وقت بلوغهم ولم یجوز وامنهم ارتکاب الکفر والکبیرة	انبیاء علیہم الصلوٰۃ کومعصومیت کا درجہ کس وقت سے حاصل ہوتا ہے اس کے متعلق تین مختلف قول ہیں۔اول یہ کہ وہ پیدائش ہی سے معصوم ہیں یہ روافض کا قول ہے۔دوسرا یہ کہ وہ بالغ ہونے کے بعد سے معصوم ہیں ان سے کفر اور گناہ کبیرہ نبوت سے پہلے

www.khalifatullahmehdi.info

قبل النبوة وهو قول كثير من المعتزلة وثالثها قول من ذهب الى ان ذٰلک لا يجوزوا وقت النبوة اما قبل النبوة فجائز و هو قول اكثر اصحابنا وقول ابى الهزيل وابى على من المعتزلة والمختار عند نا انه لم يصدر عنهم الذنب حال النبوة لا الكبيرة والاصغيرة۔

بھی سرزد ہونا جائز نہیں ہے یہ اکثر معتزلہ کا قول ہے تیسرا قول یہ ہے کہ وہ وقت نبوت سے معصوم ہوتے ہیں اور نبوت سے پہلے ان سے گناہ سرزد ہونا جائز ہے یہ ہمارے اکثر اصحاب کا اور ابوالھزیل وابوعلی معتزلی کا قول ہے ہم اہلِ سنت کا مزہب مختار یہ ہے کہ ان سے حالت نبوت میں کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ صادر نہیں ہوا ہے۔

پس کسی نبیؑ سے قبل نبوت کوئی گناہ سرزد ہوسکتا ہے اور اہلِ سنت کے نزدیک اس گناہ کے سرزد ہونے کے بعد وہ مرتبۂ نبوت و رسالت پر فائز ہوسکتے ہیں تو امام مہدی علیہ السلام کے وزراو خلفا سے بھی اس مرتبۂ وزارت یا خلافت پر فائز ہونے کے پہلے کوئی گناہ سرزد ہوجانا فرض کرلیا جائے تو وہ گناہ مرتبۂ خلافت حاصل ہونے کا مانع نہیں ہوسکتا اور نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اہلِ سنت کے نزدیک خلفاء رسول اللہ (صلعم) کی طرح خلفاے امام مہدی علیہ السلام بھی معصوم اور انبیاء ورسل سے افضل و برتر نہیں ہیں جو ان کے لئے انبیاء علیہم السلام سے بھی زیادہ معصوم ہونا لازمی وضروری قرار دیا جائے۔

یہ تمام بحث تو اس سے متعلق تھی کہ حصول درجۂ خلافت سے پہلے کوئی معصیت صادر ہونا فرض بھی کرلیا جائے تو وہ صدور گناہ درجۂ خلافت حاصل ہونے کا کسی طرح مانع نہیں ہے۔اب ہم یہ تحقیق کرتے ہیں کہ مولف ہدیہ نے جس امور کو پیش کیا ہے وہ معصیت کی تعریف میں داخل بھی ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں بھی تو کیا وہ توبہ اور ایمان کے بعد حبطہ نہیں ہوجاتے اور پھر بھی حصولِ درجۂ خلافت کے مانع سمجھے جاسکتے ہیں؟

اولاً۔ اس نقطۂ نظر سے بندگی میاں سید محمود ثانیٔ مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرہ کو جانے سے پہلے نوکریاں کرنے کے واقعہ کو دیکھا جائے تو ناظرین کرام کے لئے واضح ہوگا کہ صاحبِ فتوحاتؒ نے اخص الوزراء کی صفت ''ماعصی اللّٰہ قط'' (یعنی کبھی معصیت نہ کی ہوگی بیان کی ہے اور مولفِ ہدیہ نے معصیت ثابت کرنے کے لئے نوکریاں کرنے کو پیش کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولفِ ہدیہ کے نزدیک نوکری کرنا معصیت ہے حالانکہ ہرکس وناکس جانتا ہے کہ یہ کسبِ حلال کی ایک صورت ہے اور کسبِ حلال گناہ اور معصیت میں محسوب نہیں ہے بلکہ انبیاء مرسلین کا بھی یہ عمل رہا ہے۔حضرت افضل الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام دعویٔ نبوت فرمانے سے پہلے تجارت فرمائے ہیں حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کسبِ حلال کی اجازت دی ہے۔بعض اہلِ کسب سے راضی بھی رہے ہیں بعض ملاؤں نے سوال کیا کہ آپ کسبِ حلال کو حرام کہتے ہیں تو حضرتؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ''ہم کسبِ حلال کو حرام نہیں کہتے مومن کے لئے کسب جائز ہے قرآن میں غور کرو کہ وہ مومن کس کو کہتا ہے''۔ان وجوہ سے ثابت ہے کہ نوکری کرنا معصیت نہیں ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

خود مولفِ ہدیہ اس موقع پر تو کسبِ حلال کی اس صورت یعنی نوکری کرنے کو معصیت میں شمار کر رہے ہیں لیکن مسئلۂ توکل اعلیٰ اللہ کی بحث کے ضمن میں کسبِ حلال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہم کا پیشہ ہونے کا شدومد سے اعتراف کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ۔

> کسبِ حلال کہ پیشہ انبیاء و مرسل کا ہے اور اصحاب و اہلِ سنت اور علمائے مجتہدین اور کل اولیاء اس کو اختیار کئے ہیں الخ ہدیہ صفحہ (۱۷۴)۔

پس اول مولف ہدیہ اپنے ان متضاد اقوال کی نسبت یہ فیصلہ کریں کہ کسبِ حلال جب انبیاءؑ و صحابہؓ و اہلِ سنت علمائے مجتہدین کا پیشہ رہا ہے تو کیا یہ سب آپ کے نزدیک مرتکبینِ معصیت ہیں؟ اور اگر نہیں ہیں تو پھر نوکریاں کرنے کو معصیت کے ثبوت میں پیش کرنا خود بخود غلط ہوا۔

مولف ہدیہ کی یہ بحث کہ کتبِ مہدویہ میں تعین کو لعین کہا گیا ہے۔اس کا معنی غالباً مولف صاحب ہدیہ نے سمجھا ہی نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آدمی کو کسی معین ذریعۂ رزق پر اتنکا ہوا اور رازق حقیقی پر سے اس کی نظر اُٹھ جائے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ صورت حقیقی ایمان کے منافی اور ضرور لعین (ملعون) ہے لیکن جہاں یہ صورت نہ ہو اور آدمی ایمان کی صراطِ مستقیم پر مستقیم رہے تو یہی صورت جائز ہے چنانچہ حضرت امامنا علیہ السلام کا یہ فرمان کہ مومن کے لئے کسب جائز ہے اسی حقیقت کی طرف اشارۂ جلی ہے۔

اس جائز صورت سے افضل و برتر مقام اعلیٰ توکل اور تسلیم و رضا کا مقام ہے جس پر انبیاء علیہم السلام مرتبۂ نبوت پر فائز ہونے کے بعد سے عامل رہے [1] ہیں۔حضرت افضل الانبیاء والمرسلینؐ کا بھی یہی عمل رہا ہے کہ اگر آپ نے قبل (بعثت ؟؟؟ صفحہ ۲۹۸۔ سطر۱۴) تجارت فرمائی ہے تو وحی نازل ہونے اور دعویٰ نبوت شروع فرمانے کے بعد اس کو ترک فرمادیا ہے۔اب حضرت کے اوقات عزیز نہ تجارت و زراعت میں صرف ہوتے تھے اور نہ کسی ملازمت وغیرہ ذرائع کسب معاش میں۔ بلکہ حضرت نے اپنی ذات اقدس کو تبلیغِ دین اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف فرمادیا اور ذاتی ضروریات و معاملات کو کارسازِ حقیقی پر چھوڑ دیا تھا۔

پس حضرت بندگی میاں سید محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے کسبِ حلال اختیار فرمایا تھا اور بعد میں اس کو ترک فرمادیا ہے تو یہ بھی عین اتباع سنتِ انبیاء سنت افضل الانبیاء (علیہم السلام) ہے۔اختیارِ کسبِ جائز قبلِ بعثت کے عمل کی اتباع تھی تو ترک کسب بعدِ بعثت کے عملِ توکل و تسلیم و رضا کی عین اتباع ہے۔اگر مولفِ ہدیہ کسبِ حلال کو گناہ و معصیت سمجھتے ہیں تو یہ ان کی فاحش غلطی ہے کسبِ حلال گناہ و معصیت نہیں ہے اور اس کی صورت اختیار کرنے کے باوجود حضرت پر ماعصی اللہ قط صادق ہے۔

---

[1] ۔حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت اس زمانہ میں اور اس واسطے ہوا کی ہے کہ جو لوگ دنیا کی طرف راغب ہیں اور اللہ کو اور اس کے احکام کو بھول گئے ہیں ان کو ہدایت کی راہ بتلاویں اور ان کے دلوں کو جو دنیاوی شہوتوں کی طرف جھکے ہوئے ہیں محبت خدا کی طرف مائل فرمائیں۔پس سارے پیغمبر عموماً دنیا کی مذمت اور اس کی شہوات و مزخرفات کے معائب بیان کرنے میں مصروف رہے۔یہی وجہ ہے کہ خلائق ان کی طرف کم رجوع ہوئی بلکہ ان کی ایذا رسانی و قتل کے درپے رہی۔ غرض انبیاء علیہم السلام سب کے سب تارکین دنیا تھے۔اگر نبوت کے منصب سے مشرف ہونے سے پہلے کسبِ معاش میں مصروف بھی رہے ہوں تو نبوت کے بعد اس سے دست بردار ہوگئے ہیں امام فیلسوف احمد بن عبداللہ نے رسالہ ’ماہیۃ الایمان‘ میں اس کو بیان کیا ہے۔(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جو لکھا ہے۔

''آپ امامنا علیہ السلام سے بیعت کرنے سے پیشتر بلبل بازی لوابازی وغیرہ میں مشغول رہتے تھے۔

بعد بیعت آپ سے دو کذب سرزد ہوے ہیں''۔

''میاں سید حمید فرزند امامنا علیہ السلام کی شادی کے موقع پر اس قدر آتش بازی چھوڑوائی گئی کہ لوگوں کے گھر جلنے کا خوف ہوا''

ان سے امر دوم یعنی کذب سرزد ہونیکا ادعا خود غلط ہے کیونکہ اس سے وہی تحریفات مراد ہیں جن کی تحقیق اس سے پہلے ہو چکی ہے۔اور یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔نہ یہ تحریف ہے نہ کذب نہ معصیت۔ بلکہ اس کی صورت تو یہ ہے کہ صحیح توجیہات سے روگردان ہو کر غلط تاویلات کی بنا پر مولف ہدیہ اپنے زعم باطل میں اس کو کذب سمجھ رہے ہیں۔لیکن آپ یہاں کیا کہتے ہیں کہ بعض معاندین اسلام نے قرآن شریف پر یہ حملہ کیا ہے کہ قرآن سے بعض انبیاءؑ کا کذب صریح سے مرتکب ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً فرزندانِ یعقوب علیہ السلام کا جو انبیاءؑ ہیں یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھالینے کی خبر دینا اور یوسف علیہ السلام کی خون آلود قمیص اپنے والدامجد کو بتلانا ایسا کذب صریح ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے اہل اسلام کی طرف سے اس کے جو جوابات دئے گئے ہیں یہاں ان کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے سوال یہ ہے کہ اہلِ سنت کے نزدیک کیا یہ حصولِ نبوت کا مانع ہوسکتا ہے۔

امر اول پر بھی گناہ و معصیت کا اطلاق کئی وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت حضرت امامنا علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہوے ہیں آنجناب کا سن شریف سترہ سال کا تھا اور اٹھارھواں سال شروع تھا اور بلبل بازی وغیرہ کا واقع اگر صحیح بھی مان لیا جاے تو وہ اس سے پہلے کا ہے جو طفولیت کا یا زیادہ سے زیادہ رہاق کا سن ہے۔سن رہاق کا حکم شرعی احکام کی رو سے یہی ہے کہ اگر بلوغ کے علامات ظاہر نہ ہوں تو اس پر بھی طفولیت کا حکم کیا جاتا ہے چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

ان لم یوجد ذٰلک فحتی یتم له ثمانی عشرة سنة عندا بی حنیفةؒ۔	اگر یہ علامات نہ پائی جائیں تو ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے اٹھارہ سال پورے ہو جائیں۔

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) وذٰلک ان الانبیاء قبل ان یوحٰی الیھم یکونوں کا حد ابناء الدنیا فی طلب المعیشة حتی اذاجاء ھم الوحی والنبوة ترکولطلب المعاش والشتغلوا بتبلیغ الرسالة ویتکلون علی اللّٰہ فیما یحتاجون الیه من عرض الدنیا الخ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل ہونے سے پہلے طلب معیشت میں دوسرے ابنائے دنیا کے جیسے رہتے ہیں جب وحی نازل ہوتی اور منصب نبوت حاصل ہوتا ہے تو طلب معاش چھوڑ دیتے اور تبلیغ رسالت میں مشغول ہو جاتے ہیں اور جن ضروریات دنیاوی کی ضرورت ہوتی ہے ان میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہے کہ نبوت کے درجہ پر مامور ہونے کے بعد ذرائع کسبِ معاش ترک کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا انبیاء علیہم السلام کا بھی دستور رہا ہے پس مولوی زماں خاں صاحب کا یہ قول درست نہیں ہے کہ کسب حلال انبیاء و رسلؑ کا پیشہ ہے۔ کیونکہ پیشہ کا اطلاق اس کام پر ہوتا ہے جو ہمیشہ کیا جائے اور جس کام سے نزولِ وحی اور حصولِ نبوة کے بعد دست کش ہو گئے ہیں اسکو انبیاءؑ کا پیشہ کب کہہ سکتے ہیں۔۱۲ سید اشرف محشی کحل الجواہر۔

www.khalifatullahmehdi.info

بریں تقدیر یہ افعال زمانۂ طفولیت کے ہوے اور شرعاً اس زمانہ کے سب افعال معفوعنہ ہیں ان پر احکام مترتب ہی نہیں ہوتے۔

اگر بلوغ تسلیم بھی کیا جاے تو تب بھی یہ افعال اور امر سوم زیادہ سے زیادہ لہو ولعب یعنی کھیل اور تفنن میں داخل ہوسکتا ہے اور لہو لعب کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی قبل نبوت ہوی ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے۔

نزل جبرئیل علی النبی و ھو یلعب مع الصبیان۔ نبی صلعم پر جبرئیل نازل ہوئے اور آپؐ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرزندان یعقوب علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ۔

ارسلہ معنا غداً یرتع ویلعب وانا لہ لحافظون۔ یوسف کو کل ہمارے ساتھ بھیجئے وہ سیر کریگا اور کھیلے گا اور ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

اس آیت میں فعل لعب یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب ہوا ہے جو بالاتفاق نبیؑ ہیں لیکن تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اسی آیت کی تیسری قرأت ''نرتع و نلعب'' ہے جس کے معنی ہیں کہ ''ہم سیر کریں گے اور کھیلیں گے''۔ اس قرأت کی رو سے فعل لعب تمام فرزندانِ یعقوب علیہ السلام کی طرف منسوب ہوتا ہے جو انبیاء ہیں اگر لہو ولعب کو معصیت قرار دیا جاے تو ان سب صورتوں میں انبیاء علیہم السلام کو عاصی قرار دینا ہوگا یا اس کی جو توجیہات کی جائیں گی اس قسم کے افعال کی بھی ہوسکتی ہیں۔ اسی سے ثابت ہے کہ کھیل اور تفنن گناہ معصیت نہیں ہے۔

یہاں تک تو ان افعال کی ظاہری صورت سے بحث ہوئی اب اس سے آگے ان افعال سے مقصد اور نیت کی بحث بھی ضروری ہے کیونکہ اس قسم کا کوئی فعل محض بنظر لہو ولعب ہو تو مکروہ ہے اور اگر اس نیت سے ہو کہ اِس سے لڑائی کے داؤ پیچ معلوم ہوں اور مقاتلہ مع الکفار کی بصیرت حاصل ہو یا ایسے ہی اور کوئی فوائد مقصود ہوں تو وہی فعل بلا کراہت جائز ہوتا ہے۔ چنانچہ شرعی احکام میں اس قسم کی بہت سی صورتیں ملتی ہیں۔ مثلاً شطرنج کھیلنا لہو ولعب کی نیت سے ہو تو مکروہ ورنہ جائز ہے۔ فتاوی عالمگیریہ کی کتاب الکراہتہ باب (۱۷) میں لکھا ہے۔

المصارعة بدعة وھل یرخص للشبان قالؒ لیست ببدعة وقد جاء الاثر فیھا الا ان ینظران ارادبه التلھی یکرہ لہ ذٰلک و یمنع عنه وان اراد تحصیل القوہ لیقدر علی المقاتلة مع الکفرة فانه یجوز و یثاب علیه۔ کشتی لڑنا بدعت ہے۔ کیا نوجوانوں کو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے امامؒ کا قول ہے کہ وہ بدعت نہیں ہے اور اس کی نسبت روایت بھی وارد ہے۔ مگر یہ دیکھا جائے کہ اس سے صرف لہو لعب مقصود ہے تو یہ مکروہ ہے اور اس سے روکا جائے اور اگر اس

www.khalifatullahmehdi.info

سے کفار سے لڑنے کے لئے قوت حاصل کرنا مقصود ہو تو یہ جائز
اور باعث اجر وثواب ہے۔

تفسیر کبیر میں فرزندانِ یعقوب علیہ السلام کے لہو ولعب کی یہی توجیہ کی ہے کہ۔

کان لعبهم الاستباق والغرض منه تعلم المحاربة والمقاتلة مع الكفار۔

ان کا کھیل مسابقت (ایک کا دوسرے سے بڑھنے کا جذبہ) تھا اور اس سے مقصود کفار کے ساتھ جنگ سیکھنا تھا۔

ان مثالوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہی فعل جو بظاہر لہو ولعب معلوم ہوتا ہے اگر کسی نیک مقصد اور ارادۂ خیر سے کیا جائے تو وہ بلا کراہت جائز بلکہ موجب اجر وثواب ہو جاتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے یہ افعال بھی اسی قسم کی نیک نیت پر مبنی تھے اس لئے گناہ معصیت نہیں بلکہ موجب ثواب ہیں اور آپ پر عدم صدورِ معصیت کا مضمون پورا پورا صادق ہے۔

مولف ہدیہ کے اس اعتراض کا ایک اور جواب یہ ہے کہ صاحبِ فتوحات نے ''ماعصی اللّٰہ'' لکھا ہے اور عرف شرع میں عاصی کا اطلاق صاحب کبائر پر ہوتا ہے اہل صغائر پر نہیں ہوتا چنانچہ تفسیر کبیر میں تحت آیت ''عصیٰ اٰدم ربه فغویٰ'' لکھا ہے۔

ان العاصی اسم ذم فلا یطلق الاعلیٰ صاحب الکبیرة لقوله تعالیٰ و من یعص اللّٰه و رسوله و یتعد حدود الله ید خله ناراً خالداً فیها
ایضاً. ان ظاهر القراٰن یدل علی ان العاصی مستحق للعقاب والعرف یدل علی انه لوکان تارک المندوب عاصیاً لوجب وصف الانبیاء باسرهم بانهم عصاة فی کل حال لا ینفکون من ترک المندوب انتهیٰ۔

عاصی برائی ظاہر کرنے والا اسم ہے وہ صاحب گناہ کبیرہ ہی پر اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی معصیت کرے اور حدود اللہ سے تجاوز کر جائے اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ دوزخ میں داخل کرے گا۔ ظاہر قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عاصی مستحق عذاب ہے اور عرف و اصطلاح اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عاصی اسم ذم (برائی ظاہر کرنے والا) ہے پس عاصی کو تارک واجب سے خاص کر دینا واجب ہے اس لئے کہ اگر امر مستحب کے تارک کو عاصی کہا جائے تو تمام انبیاءؑ کو بہر حال عاصی کہنا لازم آئے گا کیونکہ انبیاء علیہم السلام مستحب کے ترک سے بری نہیں ہیں۔

بدیہی طور پر معلوم ہے کہ کسبِ حلال اور کشتی لڑنا لڑانا اور جانوروں کو لڑانا جبکہ خلوص نیت پر مبنی ہو موجب اجر وثواب ہے صغائر سے بھی نہیں ہے چہ جائیکہ گناہ کبیرہ ہو۔ ان وزرا اور خلفاء مہدی علیہ السلام پر اس وجہ سے بھی بلا شک وشبہ ثابت و متحقق ہے کہ کسی صورت میں بھی یہ افعال گناہ کبیرہ نہیں ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

مولف ہدیہ نے حضرت بندگی میاں شاہ نعمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق وہی حبشی کے لڑکے کو قتل کرنے کا واقعہ بیان کر کے جو نتیجہ نکالا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے کہ ''ایسے لوگ اخص الوزرا کیسے ہو سکتے ہیں ورنہ مخلوق ہنسے گی

شعر

وزیرے چنیں شہریارے چناں　　　جہاں چوں نگیرو قرارے چناں

اس گستاخانہ دریدہ دہنی کے جو رشحات حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن تقدس و معصومیت تک پہنچ رہے ہیں اس سے ان اہلِ کفر وطغیان کی یاد تازہ ہوتی ہے جو ہر زمانہ میں خلفاء اللہ کی جناب اقدس میں ان کی عظمت و اعلیٰ منزلت کے خلاف بدزبانی کرتے چلے آئے ہیں۔ حضرت افضل الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب اقدس میں کفار نے کیا کچھ نہیں کیا اور آج بھی معاندین اسلام کیا کچھ بے ادبی نہیں کرتے ہیں پس جن لوگوں کو انہی اہلِ کفر وطغیان کی وراثت ملی ہو وہ حضرت خاتم الاولیاء علیہ السلام کی جناب اقدس میں ایسی گستاخی کریں تو ان کا یہ عمل اسی وراثت کا نتیجہ وثبوت ہے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔

بندگی میاں شاہ نعمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو واقعات لکھے اور اُن سے جو نتائج نکالے گئے ہیں ان کے متعلق اسی کتاب کی جلد اول حصہ دوم میں ہم نے تحقیق کی ہے۔ اور واقعات کے وہ حصے واضح کر دئے ہیں جن پر مولف ہدیہ نے پردہ ڈال دیا اور بیان نہیں کیا ہے یعنی بندگی میاں شاہ نعمتؓ جب حضرت امامنا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے حکم دیا کہ تم جن لوگوں کے قصوروار ہو اول ان سے معاف کروا کے آؤ۔ اس حکم کی تعمیل میں آپ اُس حبشی کے مکان پر پہنچے اور کہا کہ میں نے تیرے لڑکے کو قتل کیا ہے یہ تلوار اور میرا سر حاضر ہے تو مجھ سے قصاص لے یا معاف کر دے۔ اس نے دیکھا کہ آپ کی حالت دگرگو ہوگئی ہے اور چہرہ انوارِ تجلیات سے منور ہے کہا میں نے اس شرط سے معاف کر دیا کہ یہ نعمت تم کو جہاں سے ملی ہے مجھے بھی اس کا نشان بتائیں۔ پھر آپ اس کو ہمراہ لئے ہوے حضرت امامنا علیہ السلام کی خدمتِ قدسی منزلت میں واپس ہوئے اور وہ حبشی بھی جن کا نام سدّی عبداللہ تھا امامنا علیہ السلام کی تصدیق و بیعت سے مشرف ہوگئے۔ (پنج فضائل وتذکرۃ الصالحین)

پس احکام شرع شریف کے مطابق قصاص ولی مقتول کا حق ہے اگر وہ معاف کر دے تو قاتل ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے جبکہ سدّی عبداللہ نے معاف کر دیا تو بندگی میاں شاہ نعمتؓ اس فعل کی ذمہ داری سے بری ہو گئے ہیں اور خلافت کے مرتبۂ جلیلہ پر فائز ہونے میں کوئی امر مانع نہیں رہا ہے۔

اس کے علاوہ ایمان اور توبہ کے بعد وہ سب گناہ جو پہلے کئے گئے ہوں حبط ہو جاتے ہیں چنانچہ **الاسلام یھدم ماقبلہ** (اسلام اس سے پہلے کے گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے) اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی ضابطہ کے موافق بہت سے جلیل القدر صحابۂ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسی قسم کے بلکہ اس سے بڑھ کر افعال قبل اسلام سرزد ہوے تھے لیکن وہ بعد اسلام وایمان سب حبط ہو گئے اور وہ صحابہؓ **یبدل اللہ سیاتھم حسنات** (اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے) کے مورد ومصداق ہو گئے ہیں مثلاً عمر

www.khalifatullahmehdi.info

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل اسلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن اور حضرت کی آزار رسانی بلکہ قتل کے درپے تھے۔ خالد بن الولید جنہوں نے غزوۂ احد میں مسلمانوں کو شکست دی اور کئی اصحاب رسول اللہؐ کو شہید کیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوے غرض ایک زمانہ تک حضرت پیغمبر اسلام صلعم اور صحابۂ رسول اللہؐ کے معاند و دشمن بنے رہے ظاہر ہے کہ عوام کے قتل وایذادہی کی بہ نسبت مسلمانوں کے اعتقاد میں خاص درپے ہونا زیادہ سے زیادہ بدترین گناہ ہیں۔ مگر اسلام سے مشرف ہونے کے بعد وہی عمر بن الخطاب جلیل القدر صحابی بنے اور وہی خالد بن الولید ''سیف اللہ'' کے لقب وخطاب سے سرفراز ہوے۔

پس بندگی میاں شاہ نعمت رضی اللہ عنہ سے بھی پہلے جو کام سرزد ہوئے تھے وہ ولیِ مقتول کے معاف کردینے اور توبہ کرنے اور خلیفۃ اللہ پر ایمان لالینے کے بعد سب حبط ہوگئے اور آپ بھی یبدل اللّٰہ سیاٰتھم حسنات کے مورد و مصداق ہوگئے ہیں اور مراتب اعلیٰ پر فائز ہوئے ہیں تو اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

اس موقع پر ناظرین کرام کے لئے ایک اور بات ضروری طور پر قابل توجہ یہ ہے کہ مہدویہ کے پاس اخص الوزرا کا وجود کسی حدیث سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے وہ مذہباً علاماتِ امام مہدی علیہ السلام میں ضروری نہیں ہے اور نہ اخص الوزرا کے تعین سے کوئی بحث ہی کی گئی ہے کہ کون ہیں۔ ایسی صورت میں مولف ہدیہ نے امامنا علیہ السلام کے صرف انہی تین خلفا سے جو بحث کی ہے اور اپنے خیال فاسد کے مطابق ان چند امور کو خلافتِ مخصوصہ کا مانع سمجھ لیا ہے جن کی حقیقت اور ان کا مانع نہ ہونا واضح ہو چکا ہے۔ مولف صاحب ہدیہ سے پوچھا جائے کہ حضرت امامنا علیہ السلام کے کیا یہی تین خلفا ہیں اور ان کے سوا کوئی اور نہیں ہیں دوسرے بہت سے خلفا وصحابہ کی طرف آپ کا ذہن کیوں منتقل نہیں ہوا جن میں آپ کے خیالی موانع نہیں پائے جاتے ہیں مثلاً خلفاے اثنی عشر مبشر بالجنتہ ہی میں سے بندگی میاں شاہ نظام و بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ عنہما ہی کو دیکھو کہ ان کی نسبت نہ نوکریاں کرنے کی روایت آئی ہے اور نہ جانور لڑانے کی اور نہ کسی کو قتل کرنے کی؟ پس آپ کے زعم باطل کے مطابق اُن میں تو کوئی امر اخص الوزرا ہونے کا مانع نہیں پایا جارہا ہے پھر آپ کا ذہن ان کی طرف کیوں منتقل نہیں ہوا اور آپ نے ان کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ اسی سے مولف ہدیہ کی بددیانتی ظاہری ہے۔

اخص الوزرا کی بحث کے آخر میں مولف ہدیہ نے اخص الوزرا دوسرے صحابہ کی جنس سے نہ ہونا اور امامنا علیہ السلام کے سب وزرا ایک ہی جنس کے یعنی عجمی ہونا بیان کر کے صاحب فتوحات کے قول کے مصداق نہ ہونے اور وزرائے مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں فتح قسطنطنیہ ہونے کا مکرر ذکر کیا ہے جو بالکل غیر صحیح ہے۔ مولف صاحب ہدیہ باوجود دعویٔ ہمہ دانی یہاں جنس سے کیا مراد لے رہے ہیں۔ منطقیین کے اصول پر تو ''انسان'' بھی نوع ہے جنس نہیں ہے پھر عجمی ہونا جنس کیسے ہوسکتا ہے۔

اس کے قطع نظر یہاں اعاجم کے الفاظ ہیں اور اعاجم اعجم کی جمع ہے اور اعجمی اور عجمی میں بہت فرق ہے جیسا کہ اس سے پہلے از روے لغت اس کی تحقیق ہوچکی ہے۔

فتح قسطنطنیہ کی روایت میں اس کے راویوں کے ضعف وقوت کی بحث کے قطع نظر بھی امام مہدی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب سے فتح قسطنطنیہ کوئی تعلق نہ ہونے کی تحقیق خود علماے اہل سنت کے اقوال سے کردی گئی ہے جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

مولف صاحب ہدیہ نے تحریفات کی بحث کے آخر میں دلیل دہم کے نام سے ایک اور تحریف ذکر کی ہے جو آخری وانتہائی تحریف ہے اور غلط بیانی کے لحاظ سے بھی وہ انتہائی ہی ہے چنانچہ لکھا ہے کہ۔

دلیل دہم میاں خوندمیر اسی مکتوب ملتانی میں ایک اور عبارت فتوحات کی اپنے پیر و مرشد کے بیان بزرگی اور اثباتِ خاتمیت کے واسطے نقل کرتے ہیں وہ عبارت یہ ہے۔

الختم ختمان ختم یختم اللّٰہ بہ الولایۃ مطلقاً و ختم یختم اللّٰہ بہ الولایۃ المحمدیۃ فاماختم الولایۃ علٰی الاطلاق فھو عیسٰی علیہ السلام فھوا لولی بالنبوۃ المطلقۃ فی زمان ھذہ الایۃ الخ۔

واضح ہو کہ مولف صاحب ہدیہ نے اس دلیل میں بھی دلیل ہشتم کی طرح عبارت فتوحات میں کچھ تغیر وتبدل ہونا بیان کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عبارت میں کئی تحریفیں کی ہیں۔لیکن ناظرین کرام یہ سن کر حیران رہ جائیں گے کہ یہ عبارت ''مکتوبِ ملتانی میں ہے ہی نہیں چنانچہ مکتوبِ ملتانی کے مندرجہ مضامین کی ترتیب یہ ہے کہ فتوحات کی مندرجہ روایات اور طول طویل مضامین کا اقتباس درج کرنے کے بعد اس طرح ختم کیا گیا ہے۔

''دیگر احادیث وروایات کہ درحق مہدیؑ ثابت شدہ است درکتبہا بسیار است اما از جہت دراز شدن کیفیت مختصر کردہ شد''۔

اس کے بعد مکتوبِ ملتانی میں چند آیتیں لکھی گئی ہیں جو حضرت امامنا علیہ السلام نے مختلف موقعوں پر بیان فرمائی ہیں۔چنانچہ خود مولف ہدیہ نے دلیل یازدہم کے تحت وہ آیتیں نقل کر کے اُن کے مطالب ومفہوم کے متعلق جو ایرادات پیش کئے ہیں اُن سے اس کے موقع پر ہم بحث کریں گے۔غرض مکتوبِ ملتانی میں یہ آیتیں نقل کرنے کے بعد صحابۂ رسول اللہ صلعم کے اقوال کا اقتباس اس تمہید کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

''وآیاتِ دیگر بسیار است کہ برصدقِ وے دلالت می کند واقوالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نیز بے شمار است کہ برصحت وثبوتِ آں گواہی می دہند چنانچہ قولِ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بریں معنی وارد شدہ است۔

بنّی اذا ما جاشت الترک فانتظر	ولایۃ مھدی یقوم و یعدل
و ذلّ ملوک الارض من اٰل ھاشم	وبویع منھم منیلذویھزل
صبی من الصبیان لا رای عندہ	ولا عندہ جد و لا ھو یعقل
فثم یقوم القائم الحق منکم	و بالحق یاتیکم و بالحق یعمل
سمی نبی اللّٰہ نفسی فداء ہ	فلا تخذلوہ یا بنی و عجلوا [1]۔

[1] یہ اشعار رسالۂ مکتوبِ ملتانی میں درج ہیں جس سے ان کی نسبت اب سے تخمیناً چار سو سال پہلے بھی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی طرف صحیح وثابت ہونا ظاہر ہوتا ہے۔دیوانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعدد قلمی نسخوں میں یہ اشعار موجود ہیں۔نامی پریس لکھنو کے چھپے ہوئے نسخہ میں اور مطبع حجر (مصر) کے ۱۲۷۶ھ کے مطبوعہ نسخہ میں بھی یہ اشعار موجود ہیں۔(باقی حاشیہ صفحۂ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان اشعار پر رسالۂ مکتوب ملتانی ختم ہوگیا ہے۔ رسالہ کے ختم پر دلالت کرنے والا یہ جملہ بھی درج ہے ''حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل نعم المولٰی و نعم النصیر''

جو عبارت مولف ہدیہ نے اس موقع پر لکھی ہے وہ عبارت اس سے پہلے بھی رسالۂ مکتوبِ ملتانی میں کہیں نہیں ہے۔ پس مولف صاحب ہدیہ اول یہ بتائیں کہ جس عبارت کو آپ نے دلیل دہم قرار دیا ہے وہ مکتوبِ ملتانی میں کہاں ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ جس مکتوبِ ملتانی کے نسخہ سے مولف ہدیہ نے مکتوبِ ملتانی کی عبارتیں نقل کی ہیں اس مکتوبِ ملتانی کے رسالہ میں جیسا کہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ اپنی زیر مطالعہ کتاب کے اول وآخر میں یا جہاں کہیں موقع ملے بطور یادداشت کچھ عبارت یا اشعار وغیرہ لکھ لیتے ہیں ایسا ہی کسی نے اس کے سادہ اوراق پر یہ عبارت لکھ لی ہوگی اور مولف ہدیہ نے اپنی خوش فہمی سے اس کو مکتوبِ ملتانی کی مندرجہ عبارت اور اس کا جز سمجھ لیا اور اس کو دلیل دہم بھی قرار دیدیا اور اس پر تحریفات کا اعتراض بھی گھڑ لیا ہے ظُلُمَاتٌ

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) ان اشعار کا ترتیب وار ترجمہ یہ ہے۔

(۱)۔ اے میرے فرزند جب ترک حملہ کریں تو تم مہدیؑ کی ولایت کے منتظر رہو جو قائم ہوگا اور عدل کرے گا۔

(۲)۔ ہاشمی ظالم بادشاہ ذلیل ہوجائیں گے اور ان میں سے ایک ایسے شخص سے بیعت کی جائے گی جو کھیل کود میں لگا ہوا ہوگا۔

(۳)۔ وہ بچوں میں سے ایک بچہ ہوگا جو نہ بزرگی وعظمت اور نہ عقل ورائے رکھتا ہوگا۔

(۴)۔ پھر تم میں سے حق کو قائم کرنے والا کھڑا ہوگا جو تم پر حق کو پیش کرے گا اور خود حق پر عمل کرے گا۔

(۵)۔ وہ رسول اللہؐ کا ہمنام ہوگا۔ میری ذات اس پر سے فدا ہوجائے۔ پس میرے فرزند واس وقت جلدی کرنا اور اسکو نہ چھوڑنا۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک خبر مغیب یا پیشین گوئی ہے جس میں بطور کشف والہام بعد میں ہونے والے واقعات کی خبر قبل وقوع واقعہ دی گئی ہے۔

اصولِ حدیث کے ضوابط کے نظر کرتے یہ قولِ صحابی یا حدیثِ موقوف ہے۔ اگرچہ اہلِ سنت کسی صحابیِ رسول اللہؐ کو معصوم نہیں مانتے اور اُن کے نزدیک کسی غیر معصوم کا کشف والہام قطعی نہیں ہوتا اس لئے اُن کے نزدیک کسی صحابی کی خبر مغیب یا پیشین گوئی سے قطعی ویقینی علم حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن کسی خبرِ مغیب کا ظہور اسی کے مطابق ہوجائے تو وہ موجبِ قطع ویقین ہوجاتی ہے۔ اسی اصول پر بعض راہبوں اور کاہنوں کی ان پیشگوئیوں سے علماء اہلِ سنت حجت لیتے آئے ہیں جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور حالات وواقعات سے متعلق قبل وقوع واقعہ بیان کی گئی تھیں اور بعد میں وہ حضرت کے حالات وواقعات سے پوری مطابق ثابت ہوئیں جیسے ''بُحَیرہ'' راہب کا حضرت کو زمانہ شیر خوارگی میں دیکھ کر یہ کہنا کہ اس بچہ کے ایک منخر (نکپوڑے) میں نبوت اور دوسرے میں حکومت ہے۔ پس وہی اہل سنت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے نامحدود کمالات وفضائل ظاہری وباطنی کو متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہوئے حضرتؓ کے فرمان کو قابل حجت نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً اس صورت میں کہ تاریخی واقعات اس پیشین گوئی کے ٹھیک ٹھیک مطابق ظاہر ہونے کی تاریخی شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ ۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۸ء میں جبکہ ''ہلاکو'' نے دولاکھ تاتاریوں کے ساتھ بغداد پر حملہ کیا اور خلیفۂ وقت مستعصم باللہ عباسی معہ اپنے بیٹوں اور خاندان کے سربرآوردہ افراد کے قتل ہوکر خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہوگیا۔ اس طرح ترکوں کے حملہ کرنے اور ہاشمی بادشاہوں کے ذلیل وخوار ہونے کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔

۶۵۶ھ سے ۶۵۸ھ تک کوئی خلیفہ نہیں رہا ۶۵۸ھ میں ''بیبرس'' حاکم مصر نے بنی عباس کے ایک لڑکے کو جس کا نام احمد ابوالقاسم تھا قاہرہ بلوا کر اور اس کو مستنصر باللہ کا لقب دیکر خلیفہ بنایا اور اس سے بیعت کی گئی (تاریخ الخلفا ترجمۂ تاریخ اسلام مولفۂ امیر علی) اس طرح بنی عباس کے ایک لڑکے سے بیعت کرنے کی پیشین گوئی بھی صادق آئی۔ ان واقعات کے بعد ہی امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کا ظہور ہوا جن کا نام مبارک سید محمد بن سید عبداللہ تھا اور نہ صرف یہی کہ آپ کا نام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنام تھا بلکہ حدیث ''یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی'' کے موافق (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْض (گویا تاریکی در تاریکی ہے)

مولف صاحب ہدیہ کو خود اس کا اعتراف بھی ہے کہ یہ عبارت فتوحات کی ہونے کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ یہ خود اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ یہ عبارت رسالۂ مکتوب ملتانی کی نہیں ہے ورنہ فتوحات کی مندرجہ روایات ومضامین کا جہاں اقتباس یا خلاصہ درج ہے اسی کے ساتھ یہ فقرہ بھی لکھا جاتا اور دوسری منقولہ عبارتوں کے حوالہ جات کی طرح اس کا بھی حوالہ دیا جاتا لیکن آیاتِ قرآنی اور اقوال صحابہ کے ضمن میں یہ فقرہ کیوں درج ہوتا جبکہ نہ یہ آیت قرآنی ہے اور نہ کسی صحابی کا قول ہے۔

غرض یہ عبارت مکتوبِ ملتانی کی نہیں ہے اور مولف ہدیہ نے اس کے متعلق حضرت مصنف مکتوبِ ملتانیؒ پر تحریفات کے جو اعتراضات کئے ہیں اور حضرت کی جناب اقدس میں بدگوئی کا جو طومار باندھا ہے وہ سب بے اصل ہے۔

پس اس ضمن میں اسی غلط نظریہ کے تحت کہ ''مکتوبِ ملتانی میں فتوحات کی اس عبارت میں حضرت مصنف مکتوبِ ملتانی رضی اللہ

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) آپ کے والد بزرگوار کا نام بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ہمنام تھا۔ سب سے زیادہ عجیب واقعہ جو ناظرین کو حیرت میں ڈال سکتا ہے یہ ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام بھی بی بی آمنہ تھا جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ محترمہ کی ہمنام تھیں اگر چہ حدیث مذکورہ میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے۔ غرض ''سمیّ'' رسول اللہؐ ہونے کی پیشین گوئی بھی بدرجۂ اتم صادق ہے۔ پس جبکہ واقعات پیشین گوئی کے ٹھیک مطابق ظہور میں آئے ہیں تو اس کے صادق ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

جان تاریخی واقعات کے تطابق کے علاوہ اصولِ حدیث کا ایک ضابطہ یہ بھی ہے کہ کوئی قولِ صحابی یا حدیث موقوف کسی مرفوع یا قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوتو وہ بھی قابلِ حجت ہوتی ہے۔ اس ضابطہ کے تحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس پیشین گوئی کو دیکھا جائے تو اس معیار پر بھی وہ صحیح اترتی ہے کیونکہ متعدد مرفوع احادیث میں بھی ترکوں یا تاتاریوں کے حملہ کی خبر مغیب پائی جاتی ہے جن میں سے بعض میں تو حملہ آور قوم کا حلیہ اور علامتیں ایسی بتائی گئی ہیں جو تاتاریوں میں پائی جاتی ہیں اور بعض احادیث میں قوم ترک کی صراحت بھی ہے۔ ان احادیث کو مشہور محدثین بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ احمد ابن حبّان۔ بیہقی وغیرہ نے کسی قدر اختلافِ الفاظ سے یہ حدیث مرفوع روایت کی ہے جس کا پورا متن یہ ہے۔

یقتتل عند کنز کم ثلثة کلهم ابن خلیفه ثم لا یصیر الی واحد منهم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلا لم یقتله قوم ثم یجئی خلیفة اللّه المهدی فاذا سمعتم به فاتوه فبایعوه ولو حواً علی الثلج فانه خلیفة اللّه المهدی۔

(اس حدیث میں چار واقعات کی پیشین گوئی کی گئی ہے) ایک یہ کہ خزانہ یعنی خلافت کے لئے تین شخص لڑیں گے جو سب خلیفہ کے بیٹے ہوں گے ان میں سے کسی کو بھی وہ نہ ملے گی۔ دوسرا کالی جھنڈیاں یا نشانیاں مشرق کی طرف سے نکلیں گی۔ تیسرا یہ کہ تم کو یعنی مسلمانوں کو ایسا قتل کریں گے کہ کسی قوم نے ایسا قتل نہ کیا ہوگا۔ چوتھا یہ کہ اس کے بعد اللہ کے خلیفہ مہدیؑ آئیں گے جب تم ان کا نکلنا سن لو تو ان کے پاس آؤ اور ان سے بیعت کرو اگر چہ تم کو برف پر سے رینگتے جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مہدیؑ ہیں۔

تاریخ اسلام کے واقعات پر ایک تحقیقی نظر ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس خبرِ مغیب یا پیشین گوئی کے جس قدر حصے ہیں ان کا ظہور مختلف ادوار میں ہوا ہے۔

پہلا جز حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور محمد بن حنفیہؒ کی اس جدوجہد اور جنگ وجدال پر صادق ہے جو سب کے سب خلیفۂ برحق حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند ہیں اور جنہیں اپنی اس جدوجہد میں کامیابی نہیں ہوی۔

دوسرا جز یعنی ''رایات سود'' کا ظہور خلافتِ عباسیہ کے قیام کیلئے خراسان میں ابومسلم خراسانی کی جدوجہد کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے جو سیاہ لباس اور سیاہ بیرقیں اس تحریک کے محرکین کی علامت قرار دی گئی تھیں کیونکہ ''سود'' کا لفظ سیاہ اور سیادت دونوں معنی کا محتمل ہے (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

تعالیٰ عنہ نے تحریفات کی ہیں'' مولف ہدیہ نے جس قدر ہرزہ سرائی کی ہے وہ سب بے اصل اور بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔اس لئے ان سے بحث کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

دلیل یازدہم کے ضمن میں مولف ہدیہ نے چند آیتیں نقل کی ہیں اور مہدویہ کی بعض کتابوں کے نام سے لکھا ہے کہ مہدویہ کے نزدیک ان آیتوں میں سے بعض کا مصداق امامنا مہدئ موعود علیہ السلام کی ذات اقدس اور بعض کا جماعت مہدویہ اور بعض خلفائے امامنا علیہ السلام ہیں لیکن یہاں یہ نہیں بتایا کہ ان آیتوں کے مورد و مصداق یا ان کے کسی خاص لفظ سے کوئی فرد خاص یا مخصوص جماعت مراد لینے میں مولف ہدیہ کو کیا شبہات ہیں؟

اس کے بعد آیت ''ثم اِنّ علینا بیانہ'' سے کچھ بحث کی اور لفظ ''ثم'' کے استعمال کی چند مثالیں دیکر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ بیان کا متراخی ہونا صحیح نہیں ہے۔پس اس دلیل کے متعلق مباحث کے دو حصے ہو جاتے ہیں ایک تو مذکورہ آیتوں کے مصداق و مراد کی نسبت۔دوسرے خاص آیت ثم انّ علینا بیانہ سے متعلق۔

دوسری آیتوں سے متعلق مولف ہدیہ جہاں اپنے شبہات پیش کریں گے ہم بھی ان سے وہیں بحث کریں گے اس موقع پر صرف

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) جیسا کہ علامہ مجیب نے اس سے پہلے اس کی تحقیق فرمائی ہے۔

تیسرا جز خلافتِ عباسیہ کے خاتمہ اور بغداد میں تاتاریوں کے حملہ کے وقت جو قتل عام ہوا اس کی طرف اشارہ ہے چنانچہ ترجمۂ تاریخ اسلام مولفہ امیر علی میں مشہور مورخ ابن خلدون کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''یہ قتل عام چالیس روز تک جاری رہا اور (۱۶) سولھا لاکھ مسلمان قتل ہوئے کئی دن تک گلیوں میں خون کے دریا بہتے رہے اور دجلہ کا پانی کئی میلوں تک ارغوانی ہو گیا تھا''۔خبر مغیب کے الفاظ اور سیاق کلام کے نظر کرتے واقعی مقتولین کی یہ تعداد ایسی ہے کہ اس سے پہلے کسی قوم کی کسی جنگ میں اتنی تعداد قتل نہیں ہوئی ہے۔

چوتھا جز امام مہدی علیہ السلام کے ظہور اور آپ سے بیعت کرنے کی تاکید ہے جس سے امام علیہ السلام کا زمانہ ظہور و بعثت ان تینوں پیشین گوئیوں کے بعد ثابت ہوتا ہے۔حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی پیشین گوئی میں بھی امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا زمانہ تاتاریوں کے حملہ اور خلفائے عباسیہ کے خاتمہ کے بعد ہی ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

ان اشعار میں امام مہدی علیہ السلام کے اولاد علی سے ہونے کا اشارہ اور آپ کا ہمنام رسول اللہؐ ہونا اور وصفِ عدل و قیام حق و عمل بالحق سے متصف ہونا بھی ایسے امور ہیں جنکی تائید و مطابقت متعدد اخبار مرفوع سے ثابت ہے۔پس یہ اشعار جو خبر موقوف یا حدیث موقوف کی حیثیت رکھتے ہیں مرفوع احادیث کے پورے مطابق ہونے کی جہت سے بھی ضرور قابل حجت ہیں۔

ان روشن اور واضح وجوہ و دلائل کے ہوتے جو حضرت امامنا مہدئ موعود علیہ السلام پر پورے منطبق ہیں مولف ہدیہ کا یہ کہنا کہ جو''اشعار جناب مرتضوی کی طرف منسوب ہیں بعد اثبات صحت سند کے بھی مفید مقصود نہیں ہیں'' کہنے والے کی کس قدر کوتہ نظری اور عدم تحقیق و تدبر کا علانیہ ثبوت ہے حالانکہ امامنا مہدئ موعود علیہ السلام باعتبار نسب و نام اور اوصاف اور زمانہ بعثت ان پیشین گوئیوں کے پورے پورے مصداق ہیں مولف صاحب ہدیہ انصاف و دیانت سے فرمائیں کہ وہ اپنے خیال فاسد میں جس مہدی کے منتظر ہیں ان کے لئے بھی یہی امور معیار صداقت ہوں گے یا کوئی اور۔اگر ان کے سوا کوئی اور ہی ہوں گے تو وہ کونسے ہیں؟ اور وہ کن صحیح و معتبر احادیث سے ماخوذ ہیں؟ اور اگر یہی فاطمی النسب اور ہمنام و ہم خلق رسول اللہؐ ہونا اولین شرائط ہوں گے تو پھر وجہ ترجیح کیسا ہوگی کہ امور ان کے لئے تو معیار صداقت رہیں گے اور یہاں وہ قابل لحاظ کیوں نہ سمجھے جائیں۔۱۲ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

آیت ثم ان علینا بیانه کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اول اسی پر ایک تنقیدی نظر ڈالی جاتی ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے مذکورہ آیت کی رو سے بیان کے متراخی ہونے نہ ہونے کی نسبت جو ردوقدح کی ہے اس سے تو بعد میں بحث کی جائے گی لیکن سب سے پہلے یہی بات قابلِ تنقید ہے کہ انہوں نے بزعم خود ثبوتِ مہدیت کی یہ گیارھویں دلیل جو قرار دے لی ہے یہی کہاں تک صحیح ہے؟ کیونکہ نہ حضرت مصنف مکتوبِ ملتانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اثبات مہدیت کی دلیل قرار دیا ہے اور نہ عقل سلیم اس کو اثباتِ مہدیت کی دلائل میں شمار کرسکتی ہے اس لئے کہ دلائل اثبات مہدیت تو صرف وہ علامات ہیں جو حضرت مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق صحیح طور پر وارد ہوے ہیں۔اور وہ امور جو مولف ہدیہ نے کتب مہدویہ کے نام سے لکھے ہیں اور امام علیہ السلام کے فضائل وکمالات یا فرائض منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔پس جب صحیح علامات کے مطابق جس ذاتِ اقدس کا مہدیٔ موعود ہونا ثابت ہوجائے یہ سب فضائل بھی اُس ذاتِ اقدس کے لئے ثابت ہوں گے اور اس کا فرمان موجبِ قطع و یقین ہوگا۔وہ جس آیتِ قرآنی کے مفہوم کا مصداق ومراد جس کو بیان فرمائے اس پر کسی شک وشبہ کے بغیر ایمان لانا واجب ہوگا۔

اس کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت جو دعا کی تھی وہ قرآنِ مجید میں اس طرح بیاں کی گئی ہے۔

واذیرفع ابراهیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔	ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ جب بیت اللہ (کعبہ) کی بنیادیں بلند کر رہے تھے۔(انہوں نے یہ دعا کی کہ) اے ہمارے پروردگار تو اس خدمت کو قبول فرما تو ہی (التجاوں کو) سننے والا اور (نیتوں کا) جاننے والا ہے۔
ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امة مسلمة لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔	اے ہمارے پروردگار ہم کو مسلمان بنا اور ہماری اولاد سے ایک امت مسلمہ کو پیدا کر اور ہم کو عبادت کے طریقے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما تو ہی توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔
ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلو علیهم اٰیاتک و یعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم انک انت العزیز الحکیم (۱۔۱۵۔بقرہ)	اے ہمارے پروردگار اُس مسلمان امت میں سے ایک رسول کو مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور اُنھیں پاک کرے تو ہی عزت اور حکمت والا ہے۔

اس واقعۂ دعا کے تخمیناً ڈھائی ہزار سال بعد حضرت نبیٔ عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور یہ فرمایا کہ ''انا دعوة ابی ابراهیم''یعنی میرے باپ ابراہیمؑ کی دعا کا ظہور ومصداق میں ہی ہوں (تفسیر معالم التنزیل وتفسیر لباب التاویل)

www.khalifatullahmehdi.info

پس منکرین اسلام خواہ مانیں یا نہ مانیں ہر مسلمان جو حضرت محمد صلعم کو رسولِ برحق مانتا ہے بغیر کسی شک وشبہ کے یہ یقین رکھتا ہے اور یقین رکھنا چاہیئے کہ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا میں ذکر کی ہوئی امت مسلمہ سے مراد اُمتِ محمدیہؐ ہے اور کتاب سے مراد قرآن اور آیات کی تلاوت اور کتاب کی تعلیم سے قرآن شریف ہی کی آیتوں کی تلاوت اور اسی کی تعلیم اور رسول سے محمد صلعم مراد ہیں۔ظاہر ہے کہ مسلمان اس تخصیص کے محض اسی لئے قایل ہیں کہ یہ تخصیص انھیں اپنے رسولِ برحق اور مخبر صادق کے فرمان سے معلوم ہوی ہے ورنہ رسول۔اُمتِ مسلمہ۔کتاب۔آیات ان سب الفاظ کا مفہوم عام ہے اور معاندینِ اسلام اسی عمومیت سے حجت کر کے اس تخصیص کے قائل نہیں ہیں۔

اسی سے یہ بھی متبادر ہے کہ آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور حکمت کی تعلیم وغیرہ امور حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات اور منصب نبوت ورسالت کے فرائض ہیں یہ براستہ نبوت ورسالت کی دلیل نہیں ہیں۔

اسی طرح جس ذاتِ اقدس کا صحیح ومتعبر علامات وآثار کے مطابق مہدیٔ موعود ہونا ثابت ومتحقق ہے اس کا فرمان بھی ایسا موجب قطع ویقین ہے کہ وہ جس آیت قرآنی کے مفہوم کا جس کو مصداق قرار دے اُس پر کسی شک وشبہ کے بغیر ایمان لانا واجب ہے۔کیونکہ یہ صرف مہدویہ ہی کا اعتقاد نہیں ہے بلکہ اکابرینِ اہلِ سنت خود قائل ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ذات معصوم عن الخطا ہے اور حضرت کو اس معدن سے معلومات حاصل ہوتے ہیں جہاں سے وحی کا فرشتہ اخذ کرتا ہے اور خود مولف ہدیہ معترف ہیں کہ **لا یخطی** (خطا نہیں کرے گا) بالاتفاق مہدی علیہ السلام کی شان ہے۔

پھر تعجب ہے کہ مولف صاحب ہدیہ بار بار یہی غلطی کرتے آئے ہیں کہ مفسرین ومحدثین کے ایسے اقوال جن کی بنا محض رائے و قیاس پر ہے اور کسی دلیل قطعی پر مبنی نہیں ہیں امام مہدی علیہ السلام کے فرامین کے مقابلہ میں پیش کرنے کی جرأتِ بیجا کر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ بدیہی طور پر معلوم ہے اور علمائے اہلِ سنت بھی قائل ہیں کہ مفسرین وغیرہ کا جو قول امام مہدی علیہ السلام کے فرمان ذی شان کے مخالف ہو وہ متروک وناقابلِ حجت ہے چنانچہ اس کے دلائل کرات ومرات بیان ہو چکے ہیں **فلا نعیدھا ھمنا**۔

حاصل کلام قرآن شریف کے حقایق ومعارف کا بیان حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ذریعہ ہونا جب کہ حضرت کے فرمان سے ثابت ہے تو وہ موجبِ قطع ویقین ہے اور یہ کہ یہ حضرت کے فضائل اور فرائض منصبی سے متعلق ہے اس کو براسہ دلائل ثبوتِ مہدیت سمجھنا یا کہنا خود کہنے والے کی لاعلمی کی دلیل ہے۔

اس کے بعد اصل بحث کی تحقیق ضروری ہے کہ بیان کی تاخیر جائز ہے یا نہیں اور حرف ’’ثم‘‘ کا مفاد کیا ہے؟

اس کی علمی تحقیق سے پہلے خود مولف صاحب ہدیہ ہی کے اقوال سے بحث کی جاتی ہے مولف صاحب ہدیہ نے یہاں تو لکھا ہے کہ ثُـم کو سینکڑوں برس کی تاخیر درکار نہیں ہے‘‘ (ہدیہ صفحہ۔۱۰۹) لیکن خود ہی اس کے بھی معترف ہیں کہ ’’مطلق تاخیر ثم کا مفاد ہے خواہ زیادہ ہو یا کم (ہدیہ صفحہ ایضاً) ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ ’’حرف ثم خاص ہے واسطے تعقیب مع التراخی کے اور خاص قطعی ہوتا ہے جیسا کہ اصول میں مبرہن ہے‘‘ (ہدیہ صفحہ ۶۱)

مولف صاحب ہدیہ کو اس کا بھی اعتراف ہے کہ آیات قرآنی کا مآل ومصداق کبھی عرصۂ دراز کے بعد ظہور میں آتا ہے چنانچہ لکھا ہے۔

البتہ تاویلِ قرآن یعنی مآل ومصداق آیاتِ قرآنی کا کبھی بعد عرصہ دراز کے ظہور پاتا ہے چنانچہ بعضے اخبار کا ظہور ہو چکا اور بعضے کا آیندہ ہوگا جیسا کہ خروج دابۃ الارض اوریاجوج ماجوج وغیرہ حالاتِ قیامت اور ایسی تاویل یعنی معانی محتملۂ قرآن کی بھی حد نہیں ہے کہ ہر عصر میں علماء واولیاء استخراج کرتے جاتے ہیں۔

(ہدیہ صفحہ۔۱۱۱)

پس ناظرین کرام مولف ہدیہ کے ان متضاد بیانات پر اول غور فرمائیں کہ امر مابہ البحث کا فیصلہ خود انہی کے اقوال سے ہو جارہا ہے وہ اس طرح کہ جب حرف ''ثم'' تعقیب مع التراخی کے لئے خاص ہے اور خاص قطعی بھی ہوتا ہے۔

ثم کا مفاد مطلق تراخی ہے خواہ زیادہ ہو یا کم تو پھر ثم کو سینکڑوں برس کی تراخی درکار نہ ہونا کیا معنی ایسا ہی آیاتِ قرآنی کا جب مآل ومصداق عرصہ دراز کے بعد ظہور پانا جائز ہے تو ثم ان علینا بیانہ کے مآل ومصداق کا ظہور بھی نزول سے عرصۂ دراز کے بعد ہو تو اس میں کیا حرج ہے؟

علم نحو کی کتابوں کے دیکھنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ثم مختلف موقعوں پر مطلق تراخی کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ رضی شرح کافیہ اور مغنی وغیرہ میں مذکور ہے۔ پس جب تراخی کی زیادتی اور کمی دونوں صورتیں جائز ہیں تو جس طرح تراخی کی کمی محتمل ہوسکتی ہے تراخی کی زیادتی بھی ضرور محتمل ہے۔ پھر تراخی کے پہلو کو لینا اور دوسرے پہلو کو بالکلیہ نظر انداز کر دیکر یہ کہنا کہ ثم کو سینکڑوں برس کی تراخی درکار نہیں ہے کہنے والے کی کوتاہی نظر کی دلیل ہے۔ مولف ہدیہ نے اس موقع پر صرف وہ آیتیں نقل کی ہیں جن میں حرف ثم تراخی بعید کے لئے مستعمل نہیں ہوا ہے اور وہ آیتیں چھوڑ دی ہیں جن میں حرف ثم طویل تراخی یا طویل مہلت وتاخیر پر دلالت کرتا ہے جس کے شواہد بھی بے شمار ہیں جیسے آیت۔

ان الینا ایابھم ثم انّ علینا حسابھم (جز۳۰۔رکوع سورہ غاشیہ) البتہ ان کا رجوع ہمارے ہی طرف ہے اور پھر ان کا حساب ہمارے ہی ذمہ ہے۔

اس آیت میں حرفِ ثم وقت موت سے زمانۂ حساب تک کی تراخی بعید پر دلالت کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کن اشخاص کے لئے کتنے سینکڑوں ہزاروں سال بعد ہے کیا مولف ہدیہ یہاں بھی یہی کہیں گے کہ ثم کو سینکڑوں برس کی تراخی درکار نہیں ہے وقت موت کے ساتھ ہی حساب ہونا چاہیئے۔ پھر اس دن کی درازی بھی خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے۔

تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنہ (۲۵۔۷۔معارج) اس کی طرف ملائکہ اور جبرئیل اس دن عروج کرتے ہیں جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا۔

پس نہیں معلوم اس طویل دن میں کن اشخاص کے حساب کی نوبت کب آئے گی اور ان کے لئے ان کے وقت موت سے حساب

تک کتنے ہزار سال کی مزید تراخی مضمر ہے۔

ایک اور آیت دیکھو۔

لقد خلقنا الانسان من سلامة من طين ثم جعلناه نطفة فی قرار مكين ثم جعلنا النطفة علقة مخلقنا لاعلقة مضنة فخلقنا المضغة عظاماً فكسونا العظام لحماً ثم انشاناه خلقاً اخر فتبارك الله احسن الخالقين ثم انكم بعد ذالك لميتون ثم انكم يوم القيامة تبعثون (۱۸۔۱۔مومنون)	ہم نے انسان کومٹی کے ست سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا کر محفوظ جگہ (ماں کے رحم میں) رکھا پھر ہم نے نطفہ کولوتھڑا بنایا پھر ہم ہی نے لوتھڑے کو مضغہ بنایا پھر ہم نے مضغہ کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا پھر ہم ہی نے اس کو دوسری ہی مخلوق (جاندار انسان) بنادیا پس اللہ بڑی برکت والا اور بہترین پیدا کرنے والا ہے پھر تم اس کے بعد مرنے والے ہو۔پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

یہ آیت شریفہ تراخی کی کمی اور زیادتی اور ثم کے مختلف مستعملہ معانی کی جامع مثال ہے کیونکہ اس کے پہلے حصہ میں آدمی کی تخلیق کے مختلف دور نطفہ سے علقہ اور علقہ سے مضغہ بننا وغیرہ مذکور ہیں ان ادوار میں کچھ ایسی زیادہ تراخی نہیں ہے ان کی بہ نسبت پیدائش کے بعد سے موت تک ہر شخص کی مدتِ حیات کے اختلاف کے نظر کرتے کئی سال کی تراخی یا تاخیر پر حرف ''ثم'' دلالت کررہا ہے۔وقت موت کے بعد سے یوم قیامت بعث ونشر ہونے میں ہزاروں برس کی تاخیر پائی جاتی ہے کیونکہ یہاں نوع انسان کی تخلیق کے مختلف دَور پھر اسی کا بعث ونشر ذکر کیا گیا ہے اور نوع انسان میں آدم علیہ السلام سے قیامت تک ہونے والے سب انسان شامل ہیں پس ہر امت کے زمانۂ موت وفنا سے اس کے زمانۂ بعث ونشر تک ہزاروں سال کی تراخی ایسی ظاہر ومتبادر ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ خاص آیت ''ثم ان علينا بيانه'' میں بھی تراخی بعد کا احتمال ہے یا نہیں۔اگرچہ وقتِ خطاب سے بیان کی تاخیر ہونا اختلافی مسئلہ ہے لیکن جو علمائے اہلِ سنت اس کے قائل ہیں کہ وقتِ خطاب سے بیان متاخر ہوسکتا ہے انہوں نے اپنے مذہب پر اسی آیت سے حجت لی ہے چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

احتج من جوّزتاخير البيان عن وَقت الخطاب بهذه الأية۔	جو لوگ وقت خطاب سے بیان کی تاخیر جائز ہونے کے قائل ہیں انہوں نے اسی آیت سے حجت لی ہے۔

خصوصاً بیانِ تفصیلی کی تاخیر تو ضرور جائز ہے چنانچہ تفسیر کبیر ہی میں لکھا ہے۔

فاما البيان التفصيلی فيجوز تاخيره فتحتمل الأية علیٰ تاخير البيان التفصيلی۔	لیکن بیان تفصیلی کی تاخیر جائز ہے پس یہ آیت بیان تفصیلی ہی کی تاخیر پر حمل کی جائے گی۔

www.khalifatullahmehdi.info

اس سے ثابت ہے کہ یہ آیت وقتِ خطاب سے بیان کے متاخر ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ بھی کہ بیان تفصیلی تو ضرور متاخر ہوسکتا ہے اور مہدویہ کے نزدیک اس بیان سے بیان تفصیلی ہی مراد ہے۔ پس آیت ''ثم ان علینا بیانہ'' میں وقتِ خطاب سے بیان کی تراخی تسلیم کرنے میں بعض علمائے اہلِ سنت بھی مہدویہ کے ہم نوا ہیں۔

خود آیت کے سیاقِ کلام سے بھی اس کی تائید و تاکید ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ شریفہ میں جمعِ قرآن۔ قراءتِ قرآن۔ بیانِ قرآن کے تین وعدے فرمائے ہیں۔ یہ تینوں وعدے حرفِ تحقیق ''اِنّ'' اور الفاظِ لزوم ''علینا'' کے ساتھ فرمائے گئے ہیں جو محاورۂ عرب کے مطابق وجوب ولزوم کا فائدہ دیتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ فاعلِ مختار ہے اس لئے اُس کی ذات پر کسی چیز کے واجب ہونے کا اطلاق نہیں ہوسکتا اس سے وعدۂ قطعی مراد ہوتا ہے جس کا خلاف ممکن نہیں جیسا کہ اس کا فرمان ہے۔

ان اللہ لا یخلف المیعاد (۳۔۹۔ال عمران) البتہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ایضاً. لا تحسبن اللہ مخلف وعدہ وسلہ واللہ عزیز ذو انتقام (۱۳۔۱۹۔ابراہیم) تم ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں سے جو وعدہ کر چکا ہے اس کے خلاف کرے گا بیشک اللہ زبردست اور بدلہ لینے والا ہے۔

پس ان تینوں وعدوں کا ایفا لازمی وضروری ہے۔لیکن یہ تینوں وعدے بیک وقت پورے ہونا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ آیت میں یہ تینوں وعدے ایک ہی نہجِ کلام سے ذکر نہیں کئے گئے ہیں یعنی ان علینا جمعہ وقرانہ و بیانہ نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ اُن کا نہجِ کلام بدلا ہوا ہے۔ پہلے دو وعدے ایک جملہ میں حرف عطف ''و'' سے بیان ہوئے ہیں اور تیسرا وعدہ جملۂ مستانفہ کے طور پر حرف عطف ''ثم'' اور حرف تحقیق ''اِنّ'' اور کلمۂ لزوم ووجوب ''علینا'' کی تکرار کے ساتھ ''ثم ان علینا بیانہ'' فرمایا گیا ہے۔علم نحو اور اصول فقہ کے ضوابط کے مطابق استخراج مسائل میں الفاظ سے جو بحث کی جاتی ہے اس کے نظر کرتے حرف عطف ''و'' سے مطلق جمع کا مفہوم حاصل ہوتا ہے وہ ترتیب کا فائدہ نہیں دیتا اور حرف ''ثم'' ترتیب کا فائدہ دیتا اور مہلت وتراخی کے لئے مخصوص ہے۔مثلاً کوئی کہے جاء نی زید و عمرو (میرے پاس زید اور عمر آے) تو اس سے دونوں کا آنا سمجھا جائے گا اور یہ ترتیب کہ پہلے کون آیا اور بعد کون مقصود نہ ہوگی۔اور اگر ''جاء نی زید ثم عمرو'' کہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ پہلے زید اور اس کے بعد مہلت وتاخیر سے عمرو آیا۔ پس آیت کا سیاق کلام خود اس کا مقتضی ہے کہ جس بیان کا وعدہ ہو رہا ہے وہ وعدۂ جمع و وعدۂ قرأت کے بعد مہلت وتاخیر سے ظہور میں آنا چاہیئے چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ نے بھی تفسیر کبیر میں یہی لکھا ہے۔

انّ ظاھر الأیۃ یقتضی وجوب تاخیر البیان عن وقت الخطاب۔ ظاہر آیت اسی کا مقتضی ہے کہ وقت خطاب سے بیان کی تاخیر واجب ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

پس بیانِ قرآن وقتِ خطاب سے متراخی ہونا خود سیاقِ آیت سے ثابت و متحقق ہے۔اس تحقیق سے مولف صاحب ہدیہ کے اس قول کی غلطی ہے چنانچہ سابقاً مسطورہ آیتوں میں بعث وحشر اور حساب کے جو وعدے مذکور ہوے ہیں ان کا ظہور حیاتِ مخاطب (روحی فداہ صلعم) خلفائے راشدین کے عہد میں پورا ہونا ایسا بدیہی واقعہ ہے کہ کوئی اہلِ سنت مسلمان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔اسی طرح بیان قرآن کا وعدہ بھی بعدِ انقراضِ حیاتِ مخاطب پورا ہونا تسلیم کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے امام السنہؒ نے تفسیر معالم التنزیل میں آیت یا ایھاالذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذاھتدیتم کے تحت لکھا ہے۔

ان القراٰن نزل منه ای قد مضٰی تاویلھن قبل ان ینزل و منه ای وقع تاویلھن علٰی عھد رسول اللّٰہ و منه ای وقع تاویلھن بعد رسول اللّٰہ و منه ای یقع تاویلھن فی آخرالزمان۔

قرآن کا بعض حصہ ایسا ہے جس کی تاویل اس کے نزول سے پہلے ہی ظاہر ہوچکی ہے اور بعض حصہ ایسا ہے جس کی تاویل رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ظاہر ہوی ہے اور بعض حصہ ایسا ہے جس کی تاویل کا ظہور آخر زمانہ میں ہوگا۔

پس امام محی السنہ کی اس تحریر کے مطابق آیت ''ثم ان علینا بیانه'' کا ظہور امام مہدیٔ آخرالزمان علیہ السلام کے عہد میں امام علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے ہونا جائز ہے خواہ وہ وقتِ نزول سے نوسو برس بعد ہو یا اس سے زیادہ یا کم چنانچہ علمائے اہلِ سنت بھی یہ بیان بزبان مہدی علیہ السلام ہونے کے قائل ہیں جس کا بیان بعد میں آئے گا۔مولف صاحب ہدیہ نے امام مہدیٔ موعود علیہ السلام کے ذریعہ بیان قرآن ہونے سے یہ سمجھا ہے کہ عیاذاً باللہ اس سے ایک عرصہ تک قرآن مجید کا بے معنی رہنا اور اس معنیٰ مراد سے حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلعم کا لاعلم ہونا لازم آتا ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

> یہ نہایت نامعقول امر ہے کہ جس پر قرآن اترا وہ مراد کو نہ سمجھے اور اپنے اصحاب کو بھی کہ خاص مخاطب الٰہی وہی ہیں نہ سمجھاوے۔(ہدیہ صفحہ۔۱۱۱)

معانی قرآن کی نامحدود وسعت و جامعیت:۔ ''یہ مولف صاحب کی کم فہمی یا کج بحثی ہے کیونکہ جب ان کو خود اسکا اعتراف ہے کہ معانی محتملہ قرآن کی حد نہیں ہے کہ ہر عصر میں علما و اولیاء استخراج کرتے جاتے ہیں'' (ہدیہ صفحہ۔۱۱۱)

تو اس سے قرآن شریف کا بغیر معنی کے رہنا کہاں ثابت ہوا بلکہ معلوم ہوا کہ نزول قرآن سے اب تک ہر عصر میں اہل ظاہر و اہل باطن اپنے اپنے حوصلے اور قابلیت کے موفق ظاہری و باطنی معانی و مطالب اخذ کرتے چلے آرہے ہیں۔ایسی صورت میں ان علماء و الیاء کے بیان کردہ معانی اور حضرت امام مہدیٔ موعود علیہ السلام کے مبیَّنہ اعلیٰ حقائق و معارف میں ظاہری و باطنی یا ابتدائی وانتہائی یا نقصان و کمال کا فرق ہوسکتا ہے مگر قرآن کا بے معنی رہنے کا غلط تصور کبھی صحیح نہیں ہوسکتا۔

یہاں ایک اور سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ بقول ''مولف ہدیہ'' ان معانی محتملہ سے جن کا علما و اولیا ہر عصر میں استخراج کرتے آے ہیں آنحضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لاعلم رہنا یا اُن معانی کو نہ سمجھنا اور اپنے اصحاب کو بھی کہ خاص مخاطب الٰہی

www.khalifatullahmehdi.info

وہی ہیں نہ سمجھنا لازم آتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں لازم آتا تو کیوں نہیں آتا جبکہ یہی تمام معانی محتملہ جو علما و اولیا ہر عصر میں بیان کرتے آئے ہیں آنحضرت صلعم سے مروی نہیں ہوی ہیں؟ اگر ہوئی ہیں تو مولف ہدیہ ثابت کریں کہ یہی جملہ معانی ومطالب بعینہٖ آنحضرت صلعم سے کہاں مروی ہیں؟ اور جب یہ مروی نہیں ہیں اور انہی علماء و اولیاء ہی نے بیان کئے ہیں تو کیا آنحضرت صلعم کا ان سے لاعلم رہنا یا ان کو نہ سمجھنا لازم آئے گا۔ پس جو اعتراض مولف ہدیہ نے اس موقع پر کیا ہے وہی ان سب صورتوں پر وارد ہوتا ہے وہ اس کا جو جواب دیں گے وہی ہمارا بھی جواب ہوسکتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے اعلیٰ حقائق ومعارف قرآن بیان فرمانے سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے لاعلم رہنا یا ان کو نہ سمجھنا ہرگز لازم نہیں آتا۔ اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ یہ قرآن شریف کی جامعیت کا ایسا معجزہ ہے جو کسی اور کتاب آسمانی کے لئے نہیں پایا جاتا اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ فرمایا گیا ہے جس سے قرآن شریف کے معانی ومطالب کی نامحدود وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

مانزل من القرآن الاولها ظهر و بطن لكل حرف حدو لكل حد مطلع۔	جو کچھ قرآن نازل ہوا ہے اس کیلئے ظہر (ظہور) اوربطن (بطون) ہے اور ہر حرف کے لئے ایک حد اور ہر حد کے لئے ایک مطلع ہے۔

فصل الخطاب میں خواجہ محمد پارسا نے لکھا ہے۔

روى عن علیؓ انه قال لكل آية ظهر و بطن ولكل حرف حد و مطلع قال بعض الكبراء رحمة الله عليهم فى هٰذا الجزء المروى موقوفاً و مرفوعاً فى بعض روايا ية ان القرآن ظهراً و بطناً وحداً و مطلعاً ان الظهر هو التفسير والبطن هو التاويل والحد مايتناهى الفهوم من معنى الكلام والمطلع مايصعد اليه منه فيطلع علىٰ شهود الملك العلام جل ذكره والتاويل يختلف بحسب احوال المستمع و اوقاته فى مراتب سلوكه و تفاوت درجاته و كلماتى فى عن مقاماته انفتح له باب فهم جديد واطلع به علىٰ لطيف معنى عنيد والله فى	حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہر آیت کے لئے ظہر (ظہور) اور بطن (بطون) ہے اور ہر حرف کے لئے ایک حد اور ایک مطلع ہے۔ بعض اکابر نے اس جز کی نسبت جو بعض روایتوں مین موقوفاً و مرفوعاً مروی ہوا ہے کہ قرآن کے لئے ظہر وبطن وحد ومطلع ہے یہ کہا ہے کہ ظہر تفسیر ہے اور بطن تاویل ہے حد وہ ہے جہاں معنی کلام سمجھنے میں فہم وادارک کی انتہا ہوجاتی ہے مطلع وہ ہے جس کی طرف اس سے عروج ہوتا ہے اور اللہ جل ذکرہ کے مقام شہودہ پر وہ مطلع ہوتا ہے تاویل سننے والے کے مراتب اور درجات سلوک کے حالات واقات کے مطابق ہوتی ہے جب کبھی وہ اپنے مقام سے ترقی کرتا ہے

www.khalifatullahmehdi.info

کلمة اسرار ینفدالبحر دون نفاذ ھا فکیف السبیل الیٰ حصر ھا و تعدادھا۔	تو اس کے لئے جدید فہم وادراک کا باب کھلتا ہے اور وہ نئے عمدہ اورانوکھے معانی پر مطلع ہوتا ہے۔ ہر کلمہ میں اللہ تعالیٰ کے اتنے اسرار ہیں کہ ان کے بیان کرنے میں دریا ختم ہوجائیں گے اور وہ اسرار ختم نہ ہوں گے ان کے حصر اور گنتی کی کوئی سبیل کیسے ہوسکتی ہے۔

پس علمائے محققین اہلِ ظاہر واہلِ باطن نے معانی ومطالب قرآنی کے بیان میں جو موشگافیاں کی ہیں وہ سب اسی معجزہ کا ظہور ہیں ان کا کچھ نمونہ یہاں اور بیان کیا جاتا ہے تاکہ مولفِ ہدیہ اپنے دعویٰ تفسیر دانی اور اہلِ حق پر بیہودہ الزام دہی سے باز آئیں اور توبہ کریں چنانچہ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے۔

یمکن ان یستنبط من فوائد سورۃ الفاتحہ و نفایسھا عشرۃ الاف مسئلة۔	سورۂ فاتحہ کے فوائد اور اس کی خوبیوں سے متعلق دس ہزار مسائل کا استنباط کرنا ممکن ہے۔

اس سے اور بھی ترقی کر کے لکھا ہے۔

ان قولنا اعوذ باللّٰہ مشتمل علیٰ عشرۃ الاف مسئلة اوازید او اقل من المسائل الھمة المعتبرہ۔	ہمارا اعوذ باللہ کہنا کم وبیش دس ہزار اہم اور معتبر مسئلوں پر مشتمل ہے۔
لکل ایة ستون فھما فما بقی من فھمھا اکثر۔	ہر آیت کے ساٹھ مفہوم ہیں اور جس قدر مفہوم باقی رہتے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔

جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

لو شئت لا وقرت سبعین بعسیراً من تسفیر فاتحہ الکتاب( )	اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی اتنی تفسیر کرسکتا ہوں جو ستر اونٹوں پر لادی جاسکے۔

یہ چند اقوال قرآن شریف کی جامعیت اور اس کی معانی ومطالب کی نامحدود وسعت کا نمونہ اور مثال ہیں۔لیکن کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہوگا کہ یہ علما ومفسرین تو قرآن کے اس قدر نکات وغوامض جانتے ہیں مگر حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفٰے صلعم ان امور ونکات سے معاذ اللہ لاعلم تھے ایسا سمجھنا محض جہل وحماقت ہے ہمارے اعتقاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس عالم معانی قرآن اور واقفِ اسرار فرقان ہے۔کوئی دقیقہ ونکتہ جو معانی ومطالب قرآن سے تعلق رکھتا ہے حضرت کے وسیع دائرۂ علم سے خارج نہیں ہے بلکہ کوئی حرف حروف قرآنی سے ایسا نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مراد الٰہی یا اسکی حد اور اس کے مطلع کو نہ جانتے ہوں۔

www.khalifatullahmehdi.info

پس جس طرح حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ یا اس کے بھی زمانہ دراز کے بعد بعض علمائے امت کا بعض معانی ومطالب قرآن بیان کرنے سے اُس وقت تک قرآن بغیر معنی کے رہنا یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن معانی ومطالب سے لاعلم ہونا یا ان کو نہ سمجھنا لازم نہیں آتا اسی طرح نوسو برس کے بعد حضرت امام مہدیٔ موعود علیہ السلام کے ذریعہ قرآن کے اعلیٰ حقائق ومعارف تک قرآن بغیر معنی کے تھا یا حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ان معانیٔ قرآن کا علم نہ تھا۔

اسی سے یہ بھی ثابت ومتحقق ہے کہ اِسرار ورموز قرآن کے سمجھنے میں عقول انسانی مختلف ومتفاوت ہیں نیز یہ کہ ظہر قرآن وبطن قرآن کے کئی مدارج ہیں چنانچہ فصل الخطاب میں ظہر وبطن قرآن کے ذکر میں لکھا ہے۔

> ہر کلمہ از کلمات قرآن حدیث نبوی ظہرے وبطنے وارد وہر بطنے بطنے دیگر تا مراد اولاً بمقتضی فہم ظاہر عمل بجانیارد از فہم بطن اول نصیبے نیابد وتا بر مقتضی فہم بطن اول عمل نہ کند از فہم بطن ثانی بے بہرہ ماند۔ علیٰ ہذا ہر فہمے دلیل عملے دیگر وہر عملے سبیل فہم دیگر تا آنگاہ کہ بمنتہاے بطون وقتے بود کہ امکانِ رسیدن بمقام متکلم ودرجۂ علم او باشد واز ینجا معلوم شود کہ وصول بمنتہائے بطون کلام الٰہی وحدیث نبوی مقدر ہر کسے نہ بود۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث نبوی کے کلمات سے ہر کلمہ کا ظہر اور بطن ہے جب تک ظاہری فہم کے مقتضا کے موافق عمل نہ کرے بطن اول کی دانست سے کوئی حصہ نہ پاسکے گا اور جب تک بطن اول کی دانست کے موافق عمل نہ کرے بطن ثانی کی فہم و دانست سے بے بہرہ رہے گا۔ دانست کا راستہ ہے یہاں تک کہ کلام کے منتہائے بطون کو پہنچے منتہائے بطون کو پہنچنا اس وقت ممکن ہے جبکہ متکلم کے مقام اور اس کے مرتبۂ علم کو پہنچ سکے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام الٰہی اور حدیث نبوی کے منتہائے بطون کو پہنچنا ہر شخص کی طاقت نہیں ہے''۔

اس سے کالنور علیٰ شاہق الطّور ظاہر وباہر ہے کہ منتہاے بطون کلام الٰہی کو وہی پہنچتا ہے جو علم الٰہی اور اسم اعظم کا مظہر اتم ہے اور یہ مقام جناب ختم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے تابع تام یعنی جناب امام مہدی علیہ السلام کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے جس کی شان میں ''یقفو اثری ولا یخطی'' وارد ہے۔ چنانچہ محققین صوفیائے کرام بھی اس تخصیص کے قایل ہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف فصوص الحکم کی شرح میں لکھا ہے۔

> یعنی نیست ایں شہود وعلم متلزم سکوت وعدم اضطراب مگر بخاتم رسل وخاتم اولیا راز یرا کہ ایں نوع علم موقوف ست بر احاطۂ تشخص مرجمیع مرایا ومقامات را کلیاً وجزئیاً وجلیلہا وحقیر ہا وایں احاطہ نمی شود مگر کسے را کہ صاحب اسم اعظم باشد از روے ظاہر وباطن وانبیاء علیہم السلام مظہر امہات اسماء حق تعالیٰ اند وایں امہات داخل اسم اعظم اند ومظہر اسم اعظم خاتم الرسل است وخاتم الاولیا الخ (شرح فصوص الحکم)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شہود اور علم جو سکوت اور عدم اضطراب کو متلزم ہے وہ خاتم رسل وخاتم اولیا ہی کو حاصل ہے کیونکہ اس طرح

www.khalifatullahmehdi.info

کا علم تمام مقامات و مرایا خواہ کلی ہوں خواہ جزی خواہ جلیل ہوں خواہ حقیر ان سب کے تشخص کو محیط ہونے پر موقوف ہے اور یہ احاطہ اسی کو حاصل ہوتا ہے جو ظاہر و باطن کی رو سے صاحب اسم اعظم ہے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے امہات اسماء کے مظہر ہیں اور یہ امہات اسما اسم اعظم میں داخل ہیں اور اسم اعظم کے مظہر خاتم الرسل اور خاتم اولیا ہی ہیں الخ۔

پس معلوم ہوا کہ جو علم و مقام خاتم الرسل و خاتم الاولیا کو حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں ہے اور کلام الٰہی کے منتہائے بطون سے کما حقہ واقف جس طرح یہ ذوات مقدسہ ہیں کوئی اور نہیں ہے۔

> مولف صاحب ہدیہ کو ایک اور اعتراض یہ بھی ہے کہ ''نو سو برس کے بعد جب بیان اوتارا اس کو لاکھ آدمیوں سے ایک نے مانا اور باقی سب نے اس کا انکار کیا اگر اسی وقت بیان ہوا ہوتا آج تک سب مسلمان راہ راست و معنی صحیح پر رہتے پس اس تاخیر میں سوائے خراب و گمراہ کرنے امت محمدیہ کے کیا مصلحت ہوئی''۔

اگر چہ اس تقریر میں ایمان لانے والوں کی قلت تعداد پر طنز اور سب مسلمان راہ راست پر رہنے کی خیال آرائی قابلِ تامل ہے۔ لیکن اس سے پہلے ان کے موقعوں پر ان مسئلوں پر ردوقدح ہوگئی ہے اس لئے ہم اس کا اعادہ نکر کے اعتراض کے حقیقی پہلو کو واضح کرتے ہیں۔

اب تک مولف ہدیہ زیادہ تر بزرگان مہدویہ پر اعتراض کرنے کی جرأت بیجا کرتے رہے ہیں لیکن ان کی یہ شوخی و گستاخی اب اتنی ترقی کرگئی ہے کہ خدائے دوعالم کی تقدیر و مشیت پر اس حرف گیری کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کے اتارنے میں جو تاخیر کی ہے اس سے امت محمدیہؐ کے خراب و گمراہ کرنے کے سوا کیا مصلحت ہوئی۔ ان کی اس شوخی و بیباکی پر ہزار آفرین ہے جس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ وہ اب تک جو خود کو مسلمان ظاہر کر کے چند آیات و احادیث پڑھ پڑھ کر انہی کی آڑ میں اپنی بد اعتقادی کو چھپائے ہوئے تھے آخر اپنا یہ لبادہ پھینک کر اصلی صورت میں نمودار ہوگئے کہ علانیہ آیات و احادیث پر حملہ کر کے اللہ جل شانہ اور اس کے رسول برحقؐ کی جناب اقدس میں امت محمدیہ کو گمراہ کرنے کا ملحدانہ الزام عائد کر رہے ہیں۔ انھیں یہ خبر نہیں کہ انسان کی محدود عقل اللہ تعالیٰ کی حکمت نامتناہی کو نہیں پا سکتی اور اس کی مشیت نے جس امر کے لئے جو وقت اور جو موقع و محل مقرر فرمایا ہے اس میں عرش سے فرش تک کسی مخلوق کو مجالِ دم زدن نہیں ہے۔

اوست سلطان ہر چہ خواہد آں کند	عالمے را در دمے ویراں کند
طرفۃ العینے جہاں برہم زند	کس نمی یارد کہ انجادم زند
ہست سلطانی مسلم مرورا	نیست کس راز ہرہ چوں و چرا

آیت **لا یسئل عما یفعل و هم یسئلون** اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اگر مولف صاحب ہدیہ کو اس آیتِ کریمہ سے ہدایت حاصل کرنے کی توفیق و صلاحیت گم ہوگئی ہے تو ان کے تفہم و تعقل کے لئے ''بوستان'' کا یہ ایک مصرعہ ہی کافی تھا ع

نہ برحرف او جائے انگشتِ کس

www.khalifatullahmehdi.info

اس حقیقت سے روگرداں ہوکر مولف ہدیہ نے جو کچھ لکھا ہے اس عبارت کے سیاق سے ان کو اس قسم کی سب صورتوں پر اعتراض ہونا پایا جاتا ہے جن میں امت محمدیہ کی بظاہر خرابی وگمراہی کا پہلو نکلتا ہو مثلاً اہلِ سنت خروج دجال ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں مولف ہدیہ کو اس خروج ونزول پر بھی اعتراض ہونا چاہیئے کیونکہ بظاہر اس خروج ونزول کے وقت لاکھوں کروڑوں آدمی کافر ہوجائیں گے اسی طرح مولف ہدیہ کو جناب ختم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے (۷۳) فرقے اور ان میں صرف ایک فرقہ کو ناجی اور باقی (۷۲) فرقے دوزخی ہونا ظاہر فرمایا ہے کیونکہ بقول مولف ہدیہ اس میں امت محمدیہ کی خرابی وگمراہی ظاہر کرنے کے سوا بظاہر کیا مصلحت ہے۔

غرض انہی پر موقوف نہیں اس قسم کی اور بھی بے شمار صورتیں ہوسکتی ہیں مولف ہدیہ کی اس رائے کے مطابق ان سب کی یہی کیفیت ہونا چاہیئے۔اگر خصوصاً تاخیرِ زمانہ ہی کو مولفِ ہدیہ گمراہی کا سبب سمجھتے ہیں تو ایسی سب صورتوں کو گمراہی کا سبب قرار دینا ہوگا جہاں بھی تاخیر پائی جاتی ہے۔دعائے ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام میں مذکورہ تعلیم کتاب وحکمت اور تلاوتِ آیات کا ظہور دوڈھائی ہزار سال کی تاخیر سے ہونا کس مصلحت پر مبنی تھا اور کیا اس تاخیر سے معاذ اللہ گمراہی مقصود تھی۔اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے کہ قرآن شریف بڑی تاخیر سے تیئیس (۲۳) سال کے عرصہ میں پورا نازل ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت کا اقتضا یہی تھا۔مگر کفّار قرآنِ شریف کے اس طرح کچھ کچھ حصہ نازل ہونے پر معترض تھے اور پورا قرآن دفعتہً واحدۃً بصورت کتاب نازل ہوجانے کا مطالبہ کرتے اور کہتے تھے لولا نزل علیه القرآن جملة واحدة (اس پیغمبر پر قرآن سارے کا سارا یکدم سے کیوں نہ نازل کیا گیا) لیکن اس تاخیرِ نزول کی مصلحت کو بعض صحابۂ رسول اللہ کی زبان سے سنیئے۔تفسیر کبیر میں آیت'' ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنته'' کے تحت لکھا ہے۔

روی عن بعض الصحابة انه قال لقد احسن اللّٰه الینا کل الاحسان کنا مشرکین فلو جاء نارسول اللّٰه صلعم بهذا الدین جملة و بالقراٰن دفعة لثقلت علینا فما کنا ندخل فی الاسلام ولکنا دعانا الیٰ کلمة واحدة علی سبیل الرفق الیٰ ان تم الدین و کملت الشریعة۔

بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ہم مشرک تھے۔اگر رسول اللہ صلعم تمام احکام دین اور پورے قرآن کو ہم پر بیک وقت پیش فرمادیتے تو یہ تکلیفات ہم پر بہت بار ہوجاتیں اور ہم دین اسلام میں داخل نہ ہوسکتے لیکن نرمی اور سہولت سے ایک ایک بات کی تدریجاً ہم کو دعوت دی گئی اور اس طرح دین کی تعلیم پوری اور شریعت کامل ہوئی۔

اس سے ظاہر ہے کہ یہ نزول قرآن کی تاخیر امت کے لئے خرابی کا باعث نہیں بلکہ باعث صد رحمت ہے پس یہی صلاحیت اور وقت کی موزونیت بیان قرآن میں تاخیر کے لئے بھی ملحوظ ہوسکتی ہے۔

تنزیل وتاویل میں تاخیر کی واضح اور متفقہ مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا''فارقلیط'' کے ذریعہ تاویل ظاہر ہونے کا وعدہ یا خبر

www.khalifatullahmehdi.info

مغیب (پیشین گوئی) بھی ہے جس سے علمائے اسلام ہر زمانہ میں حجت لیتے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہے۔''ہم تمہارے پاس تنزیل لائے ہیں اور تاویل آخر زمانہ میں ''فارقلیط'' کے ذریعہ ظاہر ہوگی۔

مولف صاحب ہدیہ کے سوا کوئی مسلمان بھی غالباً تاویل کی اس طویل تراخی کو جو سینکڑوں سال سے متجاوز ہے اور امت محمدیہؐ کی فضیلت وکرامت پر دال ہے امت محمدیہؐ کے لئے خرابی وگمراہی کا باعث نہیں سمجھ سکتا اور نہ یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ یہ تاویل اسی وقت ظاہر ہوجانا چاہیئے تھا۔

مولف ہدیہ نے وقت خطاب سے بیان کی تاخیر پر یہ اعتراض جس انداز میں کیا ہے اُس میں بعض معاندین اسلام کے ایک اعتراض کا پورا چربہ اُتارا ہے جو مکمل شریعت آخر میں نازل ہونے پر بعینہٖ یہی اعتراض کرتے سنا گیا ہے جو مولف ہدیہ نے کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ شریعت اسلامیہ مکمل شریعت ہے جو محمدؐ کو سب پیغمبروںؑ کے آخر میں دی گئی ہے اور اس سے پہلے ہزاروں سال دنیا میں ناقص شریعتیں رہیں۔ جب یہ مکمل شریعت کے احکام نازل ہوئے تو چند قریشی۔ ہاشمی وغیرہ ان پڑھ عرب گویا لاکھوں کروڑوں میں سے ایک آدمی اس شریعت سے مستفید ہوا اور باقی دنیا بھر کی سب قومیں اور امتیں اس سے محروم رہ گئیں یہ مکمل شریعت سب سے پہلے کیوں نہیں اتاری گئی اور گزشتہ پیغمبروں میں سے کسی پیغمبرؑ کو کیوں نہیں دی گئی اور بنی نوع انساں کی ان گنت تعداد کو جو اسلام سے پہلے گزری اس مکمل شریعت سے کیوں محروم رکھا گیا؟

یہ سب بحثیں تو مولف صاحب ہدیہ کے اُن لایعنی شبہات واعتراضات کی تردید تھیں جو انہوں نے خود علمائے محققین اہلِ سنت کے اصولِ مسلّمہ کے خلاف پیش کئے ہیں۔لیکن اصل مسئلہ کی مختصر توضیح یہ ہے کہ محققین صوفیائے کرام اس کے قائل ہیں کہ قرآن شریف ظاہر شریعت کے احکام اور حقائق ومعارف کے باطنی اسرار ورموز دونوں کو جامع ہے پہلی قسم کے احکام نبوت ورسالت کے متعلقات سے ہیں اور دوسری نوعیت کے ولایتِ خاصّہ محمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔فصل الخطاب میں لکھا ہے۔

> نبینا صلی اللہ علیہ وسلم دونوع علم میراث گزاشتہ اند علم ظاہر وعلم باطن۔علم ظاہر نافع است کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین از قول وفعل خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم گرفتہ اند وتابعین وآئمۂ سلف تتبع آں کردہ وخواندہ وآموختہ باآں عمل کردہ اند علم کتاب وسنت وتفسیر واخبار وآثار وفقہ از توابع اینہا است وعلم باطن معرفت آں معانیست کہ بے واسطۂ جبرئیل از غیب الغیب در مقام ''او ادنیٰ'' درحالت ''لی مع اللّٰہ'' کہ جرعۂ ازاں جامہائے مالا مال برجان جگر سوختگاں می ریختند۔چنانچہ علم ظاہر راانواع ست علم باطن راز بادت ازاں ست چوں علم ایمان واسلام وغیرہ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے علم وراثۃً چھوڑے ہیں ایک علم ظاہر دوسرا علم باطن علم ظاہر وہ مفید علم ہے جس کو صحابۂ رسول اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلعم کے قول وفعل سے حاصل کیا ہے اور تابعین اور ائمۂ سلف نے اس کی تتبع کرکے اس کو پڑھا اور سیکھا اور اس پر عمل کیا علم کتاب وسنت۔تفسیر۔اخبار وآثار۔فقہ اسی کے لوازمات سے ہیں۔علم باطن اُن

معانی کی معرفت ہے جو جبرئیلؑ کے واسطہ کے بغیر غیب الغیب سے مقام ''او ادنیٰ ''میں ''لی مع اللّٰہ وقت '' کی حالت میں خواجۂ عالم صلعم کے حوالہ ہوئی ہیں ''اوحی الی عبدہ ما اوحی ''(اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جو وحی کرنا تھا وہ کیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لبالب پیالوں میں سے سوختہ جگروں کو ایک ایک گھونٹ پلایا۔علم ظاہر کی جتنی قسمیں ہیں علم باطن کی ان سے زیادہ اقسام ہیں جیسے علمِ ایمان وعلم اسلام وغیرہ۔

اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم ظاہر یعنی ان احکام کی جو نبوت ورسالت اور ظاہر شریعت سے تعلق رکھتے تھے علی الاعلان بطور دعوت تبلیغ فرمائی اور عام طور پر سب صحابہؓ اور تابعین وائمۂ سلف ان احکام سے فیضیاب ہوئے لیکن ان اسرار ورموز کو جو بلاواسطۂ جبرئیلؑ غیب الغیب سے لی مع اللہ وقت کے مقام میں حوالۂ سرور عالم صلعم ہوئے ہیں اور ولایت سے متعلق ہیں عوام وخواص پر علی الاعلان افشانہیں فرمایا بلکہ اپنے صحابہ میں سے خاص خاص صحابہ کو جن کو سوختہ جگر اور اس بار کے قابل پایا ان کی قابلیت کے موافق ان اسرار ورموز باطنی کی تعلیم دی چنانچہ اس کا ثبوت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے بھی ملتا ہے جس کو بخاری اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے۔

من ابی هريرةؓ قال حفظت من رسول اللّٰه و عائين فاما احدهما فبشثته و اما الأخر لو بشثته قطع هذا البلعوم۔	میں نے رسول صلعم سے علم کے دوظرف محفوظ رکھے ہیں ان میں سے ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا لیکن دوسرے کو بھی اگر عام طور پر پھیلاؤں تو میرا حلق کاٹ دیا جائے گا۔

بخاری کی مشہور شرح ارشاد الساری للامام القسطلانی میں لکھا ہے کہ۔

المراد به علم الاسرار المصئون من الاغيار المختص بالعلماء باللّٰه من اهل العرفان والمشاهدات والاتقان الخ	اس سے علم اسرار مراد ہے جو غیروں سے محفوظ اور اہل عرفان و مشاہدات علما باللہ سے مخصوص ہے۔

فصل الخطاب میں بھی اس حدیث کا معنی یہی لکھا ہے۔

قالوا المراد بالاول علم الاحكام والاخلاق وبالثانی علم الاسرار۔	ابو ہریرہؓ کے اس قول میں ذکر کئے ہوئے پہلے ظرف سے علم احکام واخلاق مراد ہے اور دوسرے سے مراد علم اسرار ہے۔

اس سے بھی علم کی وہی دو قسمیں ہونا ثابت ہوتا ہے ایک علم ظاہر یا علم الاحکام والاخلاق اور دوسرا علم باطن یا علم اسرار اور یہ بھی کہ علم ظاہر تو سب پر ظاہر کر دیا گیا لیکن علم اسرار عام طور پر علی الاعلان ظاہر نہیں کیا گیا کیونکہ عام لوگ اس کے سمجھنے سے قاصر تھے اور منصب نبوت ورسالت ان کے بطور دعوت اظہار کا مانع ہے۔

علامۂ روز بہان نے تفسیر عرائس البیان میں آیت ''ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة'' کے تحت احکام شریعت کے اظہار اور اسرا حقیقت کے اخفا کی حکمت ومصلحت کی اس طرح تشریح کی ہے۔

ای خاطب الجمهور بلسان الشريعة لا بلسان الحقيقة فان تكلمت معهم بالحقيقة طاشت العقول فيها و بقيت الخلق بلا فهم وعلم والموعظة الحسنة التى لا حظ للنفس فيها ويكون على قدر عقول الخلق وطاقتهم۔

یعنی جمہورِ خلائق کے ساتھ زبان شریعت سے مخاطب کیجئے زبان حقیقت سے نہ کیجئے۔ ان سے اگر حقیقت کی باتیں کروگے تو ان کی عقلیں پریشان ہوجائیں گی اور خلائق لاعلم اور نادان رہ جائے گی موعظۂ حسنہ یہ ہے کہ اس میں کوئی حظ نفس نہ ہو اور خلائق کی عقلوں اور طاقت کے مناسب ہو۔

ان تفصیلات سے ثابت ہورہا ہے کہ جب قرآنِ شریف علم ظاہر وعلم باطن یعنی علم الاحکام اور علم الاسرار دونوں کو شامل ہے تو بیان قرآن بھی ان دونوں کو حاوی ہونا ضروری ہے۔ جہاں بیان کا اسناد انبیاء علیہم السلام کی طرف ہوا ہے جیسے آیت مارا سلنا من رسول الابلسان قومه ليبين لهم الاية (۱۳۔۱۳۔ابراہیم) ہم نے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے تو اس قوم کی زبان میں (بات کرتا ہوا) بھیجا ہے تاکہ وہ رسول انھیں بیان کرے)۔

ایضاً۔ وانزلنا اليک الذكر لتبين للناس مانزل اليهم لعلهم يتفكرون ۔(ہم نے تم پر قرآن اُتارا ہے تاکہ تم لوگوں کو وہ بیان کریں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے اور وہ سوچیں) تو اس قسم کی آیتوں سے احکام علم ظاہر کا بیان مراد ہے چنانچہ ابن عباسؓ اور قتادہؓ نے فاتبع قرانه کا معنی بھی فاتبع حلاله و حرامه کہا ہے جو احکام ظاہری ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اور جو بیانِ اسرار باطنی یا حقایق معارف سے متعلق ہے اس کا تعلق احکام ولایت سے ہوتا ہے۔ مولف ہدیہ نے یہی غلطی کی ہے کہ بیان کو ایک ہی سمجھ لیا ہے اور بیان علم ظاہر اور بیان علم باطن یا بیان شرائع اور بیان حقائق کو خلط ملط کر کے یہ کہا ہے کہ ''بیان قرآن کام حضرت رسالت کا ہے بلکہ یہ امر حضرت کا خاصّہ نہیں ہے بلکہ تمام پیغمبروں کا عہدہ تھا''۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ نحن ناتيكم بالتنزيل تمام انبیاء ورسل کی تعلیمات متعلق نبوت ورسالت کو حاوی ہے اور آپ کے قول کا یہ حصہ کہ اما التاويل فسياتى به فارقليط فى آخر الزمان تنزیل وتاویل کے امتیاز اور فرق کو صاف ظاہر کررہا ہے اسی لئے محققین صوفیائے کرام نے تفسیر وتاویل کی تعریف وار ان دونوں علوم کے واقفین وماہرین کے حالات یا فرائض منصبی میں خاص امتیاز ظاہر کیا ہے۔

التفسير كشف ظاهر الكلام والتاويل كشف باطنه وبالفارسية تفسير ۔روشن کردن روے سخن است وتاویل پیدا کردن مغز سخن ست (فصل الخطاب)

تفسیر ظاہر کا کشف یا کھولنا ہے اور تاویل باطن کلام کا فارسی میں یوں کہا جائے گا کہ تفسیر کلام کے چہرہ کو روشن کرنا ہے اور تاویل کلام کے مغز کو ظاہر کرنا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

ان ورثۃ الانبیاء ھم العلماء والاولیاء فالاولیاء حفاظ الاحوال والاحکام الباطنۃ التی تدق من الافھام والعلماء حفاظ الاحکام الظاھرۃ التی تفھم ببادی الرای (یواقیت مبحث ۴۷ منقول از فتوحات)

انبیاء علیہم السلام کے وارث علما اور اولیاء ہیں اولیا احوال اور ان باطنی احکام کے حفاظت کرنے والے ہیں جو دقیق الفہم ہیں اور علما ان ظاہری احکام کی حفاظت کرنے والے ہیں جو ظاہراً سمجھے جاسکتے ہیں۔

غرض حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم ظاہر کی تبلیغ تئیس سال کی مدت میں بتدریج فرمائی اور عالم باطن یعنی اسرار و حقائق کا بیان علی السبیل الدعوۃ امام مہدی علیہ السلام پر موقوف رکھا اور آپ کی منقبت یہ فرمائی ''یختم اللہ بہ الدین کما فتحہ بنا'' اور آپ کی بعثت ایسی ضروری قرار دی کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی۔قیامت اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک میری اہل بیت سے یک شخص مبعوث نہ ہوگا جس کے حالات واوصاف ایسے ایسے ہوں گے۔اگر فرضاً وتقدیراً دنیا کا ایک دن یا ایک رات باقی رہ جائے اور اس ذات کا ظہور نہ ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ اس دن یا رات کو اس قدر طویل ودراز کردے گا کہ اس کا ظہور یا اس کی بعثت ہوسکے۔

امت کو امام مہدی علیہ السلام سے بیعت کرنے کی ایسی تاکید فرمائی جو کسی اور کے لئے اس کی نظیر نہیں ملتی یعنی یہ حکم دیا ہے کہ اگر تم کو برف پر سے رینگتے جانا پڑے تو تب بھی جاؤ اور امام مہدیؑ سے بیعت کرو کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح نبوت ورسالت کا کمال ظہور یا حقیقی تکمیل حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین کی ذات اقدس سے ہوئی ہے اسی طرح ولایتِ خاصۂ محمدیہ کا کامل ظہور حضرت خاتم الاولیا یا خاتمِ ولایت خاصۂ محمدیہؐ سے مخصوص ہے اور ''ثم ان علینا بیانہ'' سے یہی بیانِ ولایتِ کاملہ مقصود ہے جو اس مقام کے شایانِ شان ہے۔

محققین صوفیا کا قریباً متفقہ مسئلہ ہے کہ خاتم الاولیاء کی ذات گرامی ولایت خاصۂ محمدیہ کی مظہر اتم ہے۔شرح فصوص الحکم میں لکھا ہے۔

ولایت از صفاتِ الٰہیہ سب پس منقطع نشود ابداً وممکن نیست وصول بہ ہیچ کدام از انبیاء وغیرہم بسوے حضرت الٰہیہ مگر بہ ولایت کہ باطن نبوت ست وایں ولایت ظاہری شود در اولیا بہ حسب استعداد ایشاں شیئاً فشیئاً الیٰ ان یظھر بتما مھا بمن ھو مستعد لھا وھو خاتم الاولیا۔

گلشن راز میں لکھا ہے۔

نبوت راظہور از آدم آمد — کمالش در وجود خاتم آمد
ولایت بود باقی تا سفر کرد — چو نقطہ در جہاں دَورِ دگر کرد
ظہورِ کل او باشد بہ خاتم — بدو یابد تمامی دَورِ عالم
وجودِ اولیا او را چو عضو اند — کہ او کلّ است وایشاں ہمچو جز اند

مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز میں لکھا ہے۔

یعنی ظہور تمامیٔ ولایت وکمالش بخاتم اولیا خواہد بود چہ کمالِ حقیقت دائرہ در نقطۂ اخیرہ بظہور میرسد وخاتم

www.khalifatullahmehdi.info

الاولیاء عبارت از محمد مہدی است کہ موعود رسول اللہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

یہ بحث اس سے پہلے اسی کتاب میں برموقع کی گئی ہے اور یہ اقوال معہ تلخیص وتوضیح درج ہوئے ہیں اس لئے یہاں ان کی زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔اس بحث کے آخر میں مثال کے طور پر بعض علمائے متقدمین ومشاہیر اہلِ سنت کے چند اقوال درج کئے جاتے ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کو معانی ومطالبِ قرآن کے وہ حقائق منکشف ہوں گے جو اُن سے پہلے لوگوں پر منکشف نہ ہوئے تھے اور یہ کہ ''ثم ان علینا بیانہ'' کا ظہور مظہر ولایت خاصہ محمدیہؐ ہی کے زمانہ میں ہوگا۔

تفسیر تاویلات میں لکھا ہے۔

الم ذٰلک الکتاب الموعود ای صورتۃ الکل الموميٰ الیہ بکتاب الجفر والجامعۃ المشتملۃ علٰی کل الشئی الموعود بانہ یکون مع المھدی فی آخر الزمان لا یقرہ کما ھو بالحقیقۃ الاھو الخ	الم ذالک الکتاب یعنی وہ کتاب جس کا وعدہ کیا گیا ہے جس کی طرف کتاب جفر و جامعہ کا اشارہ کیا گیا ہے جو ہر موعود شی پر مشتمل ہے اس طرح کہ آخر زمانہ میں وہ مہدی کے ساتھ ہوگی جس کو ان کے سوا کوئی نہیں پڑھے گا جیسی کہ وہ حقیقت میں ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے عوارف المعارف میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلۂ اسناد سے روایت کیا ہے کہ ''ما من ایۃ الا ولھا قوم سیعلمون بھا'' ہر آیت کی حقیقی طور پر جاننے والی ایک ایک خاص قوم ہے۔

عوارف کی شرح ''زوارف'' میں اس روایت کی شرح میں لکھا ہے۔

یفھم من ذالک ان بعض المعانی لم یخطر ببال الصھابۃ ویخطر فی قلوب بعض المشایخ سیماً من اصحاب المھدی ۔انتہی	اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بعض معانی ومطالب کا صحابہؓ کے قلوب میں بھی خیال نہیں گزرا تھا اور وہ معانی بعض مشائخین خصوصاً اصحاب مہدی علیہ السلام کے قلوب میں منکشف ہونگے۔

جبکہ صحابۂ مہدی علیہ السلام کی یہ شان ہے تو اسی پر سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ خود خلیفتہ اللہ امام مہدی علیہ السلام کی ذات اقدس کی وسعت معلومات کس قدر ارفع واعلیٰ ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ''فارقلیط'' کے ذریعہ تاویل ظاہر ہونیکی جو خبر مغیب منقول ہے علمائے محققین نے خاتم ولایتِ خاصۂ محمدیہ یعنی امام مہدی علیہ السلام ہی کو فارقلیط کہا ہے چنانچہ تفسیر تاویلات میں ''لاریب فیہ'' کی تفسیر میں لکھا ہے۔

قال عیسٰی علیہ السلام نحن ناتیکم بالتنزیل واما التاویل فسیاتی بہ المھدی فی آخر الزمان۔	عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے کہ ہم تنزیل (ظاہری احکام) تمہارے پاس لائے ہیں اور تاویل آخر زمانہ میں مہدیؑ لائیں گے۔

حکیم شہاب الدین اشراقی المشہور بالشیخ المقتول ''ہیاکل النور'' میں لکھتے ہیں۔

ویجب علی المستبصر ان یعتقد صحة النبوات و ان امثالهم تشیر الیٰ الحقائق کما ورد فی المصحف و تلک الامثال نضربها للناس و ما یعقلها الا العالمون و کما انذر بعض النبوات (اریدان افتح فمی بالامثال) فالتنزیل موکول الی الانبیاء والتاویل والبیان موکول الی المظهر الاعظم الانوری الاروحی الفار قلیط کما انذرالمسیح حیث قال انی اذهب الیٰ ابیکم لیبعث الیکم الفار قلیط الذی ینبئکم بالتاویل ان الفارقلیط الذی یرسله ابی باسمه یعلمکم کل شئی) وقد اشیر الیه فی المصحف حیث قال (ثم ان علینا بیانه) و ثم للتراخی)۔

مستبصر کو انبیا کے صحیح ہونے کا اعتقاد واجب ہے اور اس امر کا کہ ان کی مثالیں حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہیں جیسا کہ مصحف میں وارد ہے کہ ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور ان کو جاننے والے ہی سمجھتے ہیں اور جیسا کہ بعض نبیوں نے اطلاع دی ہے (میں ان مثالوں کو بیان کرنے کیلئے اپنا منہ کھولنا چاہتا ہوں) تنزیل انبیا سے متعلق ہے اور تاویل و بیان زیادہ نورانی اور روحانی مظہر اعظم یعنی فارقلیط کے ذمہ ہے جیسا کہ مسیحؑ نے اطلاع دی ہے کہ میں اپنے اور تمہارے باپ کے پاس جاتا ہوں تا کہ وہ تمہارے پاس فارقلیط کو بھیجے جو تم کو تاویل بتائے گا (وہ فارقلیط جس کو میرا باپ اس کے نام (فارقلیط) سے بھیجے گا وہ تم کو ہر چیز معلوم کرائے گا) مصحف میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو فرمایا ہے کہ ''ثم ان علینا بیانہ'' ثم تراخی کے لئے مخصوص ہے۔

حاشیۂ ہیاکل النور میں لکھا ہے۔

قوله الی المظهر الاعظم الانوری الخ یقال انه المهدی علیه السلالم۔

ماتن نے زیادہ نورانی مظہر اعظم جو کہا ہے کہتے ہیں کہ یہ مہدی علیہ السلام ہیں۔

شرح ہیاکل النور میں جلال الدین دوّانی نے لکھا ہے۔

وقوله والبیان ای بیان تلک الحقائق معراةً عن حجب الصوریة موکول الی المظهر الاعظم الانوری الاروحی الفار قلیطی منسوب الی فارقلیطا بالفاء ثم الالف ثم الراء المکسورة ثم القاف الساکنة ثم اللام المکسورة ثم الطاء ثم

قولہ البیان۔ یعنی ان حقائق کو صوری حجاب سے معرّا بیان کرنا زیادہ نورانی وروحانی مظہر اعظم فارقلیطی کے ذمہ ہے جو فارقلیطا کی طرف منسوب ہے جس میں فا پھر الف پھر رائے مکسورہ پھر قاف پھر لام مکسورہ پھر یا پھر طا پھر الف مقصورہ ہے۔ یہ عبرانی لفظ ہے جس کا معنی حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے اور اس

الالف المقصورة لفظ عبرانی و معناه الفارق بین الحق والباطل والمرادبه مظهر الولایة التی هی باطن لنبوة۔

سے مراد ولایت کا مظہر ہے جو باطن نبوت ہے۔

ایضاً قوله وقد اشیر الیه فی المصحف حیث قال "ثم انّ علینا بیانه" و ثم للتراخی یعنی انه یعلم من قوله ثم ان علینا بیانه ای تمام الکشف عن حقائق ما انبائه من صورالا وضاع المنزلة علی الخاتم وتجرید ها عن ملابس الصور بالکلیة متراخ عن زمانه بانه یظهر فی زمان من هو فارقلیطا و هو مظهر الولایة الخاصة بهٗ تلک الحجب الرقیقة بحکم مقتضی النبوة موقوفاً موکولا کشفه الی مظهر ولایته الخاصة الحمدیة مراعاة لما هو المناسب من استعداد الزمان۔

قولہ قرآن میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو فرمایا ہے ''ثم ان علینا بیانه''ثم تراخی کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اس قول سے جو''ثم ان علینا بیانه''ہے معلوم ہوتا ہے کہ خاتم پر نازل شدہ اوضاع واطوار کے حقائق کا کامل کشف اور ظاہری لباس سے بے پردہ بیان زمان خاتم سے متراخی ہے اور اس کا ظہور فارقلیط کے زمانہ میں ہوگا جو ولایت خاصہ کا مظہر ہے اقتضائے نبوت کے مطابق جو رقیق حجاب حائل ہیں ان حجابوں کا دور کرنا بھی اہل زمانہ کے استعداد و قابلیت کا لحاظ کرتے ہوئے ولایتِ خاصہ محمدیہؐ کے مظہر ہی پر موقوف ہے۔

ان اقوال سے ثابت ہے کہ علمائے مشاہیر اہل سنت بھی قائل ہیں کہ قرآن کے اعلیٰ معارف وحقائق کا انکشاف یا اس کا حقیقی بیان مظہر ولایتِ خاصۂ محمدیہ یعنی امام مہدی علیہ السلام کے ذریعہ ہوگا اور یہ کہ فارقلیط سے مراد مظہر ولایتِ خاصۂ محمدیہؐ ہیں اور یہ کہ ثم ان علینا بیانه کا ظہور آپ ہی کے زمانہ میں ہے۔

جس طرح حضرت نبیٔ امی (فداہ ابی وامی) کی ذات اقدس سے تلاوتِ آیات وتعلیم کتاب وحکمت کی پیشین گوئی کا ظہور ایسے اعجاز کے طور پر ہوا ہے اس کی مثال پیش کرنے سے سب عاجز رہے ہیں اسی طرح امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان قرآن کی پیش گوئی کا ظہور بھی بطور معجزہ اس طرح ہونے پر کتب تاریخ وسیر شاہد ہیں کہ علما وامرا اور رؤسا سب اس کے سامنے سر ٹیکتے اور اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں چنانچہ مہدوی مورخین واہلِ سیر کے علاوہ دوسرے مورخین کے بیانات سے بھی اس کا کافی ثبوت ملتا ہے اور حضرت کے بعد بھی متبعین میں بیان قرآن کے معجز نما دہی اثرات پائے جانے کی تائید وتصدیق ہوتی ہے۔مشہور مورخ عبدالقادر بدایونی نجات الرشید میں اپنے ہمعصر بزرگان مہدویہ کے بیان قرآن کی کیفیت کی اس طرح شہادت دیتے ہیں۔

وبیان قرآن واشارات ودقائق وحقائق ولطائف بےکسب علوم رسمی چناں شنیدہ ام کہ اگر خواہند کہ مجملے ازانہا درقید کتابت آرند تذکرۃ الاولیائے دیگر باید نوشت۔

مولف صاحب ہدیہ نے آیت''ثم ان علینا بیانه''کے متعلق یہ ردوقدح کرنے کے بعد جس کی حقیقت ناظرین کرام پر منکشف ہوگئی ہے دوسری آیتوں سے متعلق جو خامہ فرسائی کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

اسی طرح دوسری آیات کے معنی بھی مخالف احادیث صحیحہ اور تفسیر صحابہ اور جمہور مفسرین کے بیان کئے چنانچہ

www.khalifatullahmehdi.info

سورۂ جمعہ میں واخرین منهم لما یلحقوا بهم کو خاص اپنے فرقہ مہدویہ پر حمل کیا حالانکہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں تو حضرت نے سلمان فارسی پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہو تو یہ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ یہ صاف دلالت ہے کہ مراد آخرین منہم سے آیت مذکور میں قوم عجم ہیں بغیر تخصیص کسی قوم کے۔

اس لاطائل بیان میں بھی مولف ہدیہ سے جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ان پر کئی طرح سے روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

آیاتِ قرآنی کی مراد ومنشا کے معین کرنے کے متعلق پہلے جو بحثیں کی گئی ہیں وہ اس آیت سے متعلق بھی پوری منطبق ہیں بلکہ جن جن آیتوں کو حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اپنی یا اپنی قوم کی شان میں وارد ہونا ارشاد فرمایا ہے ان سب کا بھی وہی جواب ہے۔ چنانچہ جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے قطع ویقین حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کی دعا سے متعلقہ آیتوں میں ہوا ہے اور اس کے علاوہ اور بہت سی مثالیں اس قسم کی موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت امام مہدی علیہ السلام کے فرمان سے بھی قطع ویقین حاصل ہونا حضرت امام علیہ السلام کی خصوصیات سے ہے کیونکہ آپ کی شان میں جناب رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔

یقفو اثری ولا یخطی (۲۸۔۹۔صف) (مہدی علیہ السلام) میرے نقش قدم پر چلیں گے اور خطا نہیں کریں گے۔

ایضاً۔ یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت به فی اول الاسلام۔ (مہدی علیہ السلام) آخر زمانہ میں دین کو ایسا قایم کریں گے جیسا میں نے ابتداے اسلام میں قائم کیا ہے۔

اس لئے مہدیت کا مرتبہ فوق الاجتہاد ہے اور امام مہدی علیہ السلام مجتہدین کی طرح راے وقیاس کے تابع نہیں ہیں بلکہ آپ کا بیان اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور اس کے حکم پر مبنی ہے چنانچہ نقد النصوص شرح فصوص میں لبنة فضة و ذهبة کی شرح میں لکھا ہے۔

مہدی اخذ کند احکام شرعیہ را بہ تبعیت خاتم الرسل از معدنے کہ اخذ کردہ است ازاں معدن ملک کہ وحی کردہ می شود بر رسول علیہ السلام۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مہدی علیہ السلام خاتم الرسل کی تبعیت سے احکام شرعیہ کو اس معدن سے حاصل کرتے ہیں جس معدن سے فرشتہ رسول علیہ السلام پر وحی لاتا ہے۔ پس امام مہدی علیہ السلام کے فرامین واحکام خود قطعی دلیل وحجت ہیں جس کو پھر کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے اور مفسرین ومجتہدین کے مقابلہ میں ان فرامین کی اتباع زیادہ ضروری ہے جیسا کہ یواقیت میں اسی اصول کے طرف یہ اشارہ کیا گیا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

من کان معلّمه الله تعالیٰ کان احق بالاتباع ممن کان معلمه فکره ورایه۔

جس کا معلم خود اللہ تعالیٰ ہو وہ ان لوگوں سے زیادہ اتباع کا مستحق ہے جن کی معلم ان کی فکر ورائے ہو۔

حاصل یہ کہ ''امت مسلمہ'' کے عام مفہوم سے جیسا کہ اہل اسلام کے نزدیک اپنے رسول معصوم عن الخطا کے فرمان سے خاص امت محمدیہؐ مراد ہونا درست ہے ایسا ہی امام معصوم یعنی امام مہدیِ موعود علیہ السلام کے بیان سے قوم عجم کے عام مفہوم سے ان کا کوئی خاص طبقہ یا گروہ یا جماعت مراد ہو تو اس میں کیا اِشکال ہوسکتا ہے۔لیکن مولف ہدیہ امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام کے محض حسد میں آپؑ کے معارف وحقائق کا انکار کر رہے ہیں اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی ہے چنانچہ علامہ شعرانی نے ابتدائے ''یواقیت والجواہر'' میں اسی حقیقت کو جواضح کیا ہے وہ مولف ہدیہ کے حسب حال اوران کا حقیقی جواب ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

لایخفیٰ ان اصل الانکار من الاعداء المبطلین انما ینشأ من الحسد والوان اولٰئک المنکرین ترکوالحسد وسلکوا طریق اهل الله لم یظهر منهم انکار ولا حسد ایضاً واشد الناس عداوة لا صحاب العلوم الوهب الالهی فی کل زمان اهل الجدل بلا ادب فهم لهم اشد المنکرین۔فلکل آیة او حدیث عند اهل الله وجهان وجه یرونه فی انفسهم و وجه یرونه فیما خرج عنهم وکل ذٰلک لکونهم لا یعتقدون فی اهل الله انهم یعلمون الشریعة وانما ینسبونهم الی الجهل والعامیة لا عتقاد هم ان احداً الاینال علما الاعلیٰ ید معلم والاصل ان القوم لما عملوا بما علموا اعطاهم الله تعالیٰ علماً من لدنه باعلام ربانی انزله فی قلوبهم لماجاء ت به الشریعة لا یخرج عنها ذرة قال تعالیٰ خلق الانسان علمه البیان و قال علم الانسان مالم یعلم و قال فی الخضر علمناه من لدنا علما و اخطأ المنکرون فی اعتقاد هم ان الله تعالیٰ لا یعلم من لیس بینی ولا

یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مخالف اعدا کی طرف سے محض حسد ہی کی وجہ سے انکار پیدا ہوتا ہے اگر یہ منکرین حسد چھوڑ دیں تو ان سے نہ انکار صادر ہوگا اور نہ حسد ہر زمانہ میں ان لوگوں کے ساتھ جن کو اللہ نے وہبی علوم عطا کیا ہے بے ادب مجادلہ کرنیوالے ہی سخت معاند اور شدید انکار کرنے والے ہوتے آئے ہیں اہل اللہ کے نزدیک ہر آیت وحدیث کی دو وجہیں ہوتی ہیں ایک وجہ تو وہ اپنی ذات میں دیکھتے ہیں اور دوسری خارج میں۔یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ معاندین اہل اللہ کو علوم شرعیہ سے لاعلم سمجھتے بلکہ ان کو جہل سے منسوب کرتے ہیں کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی معلم کے بغیر علم حاصل نہیں کرسکتا حالانکہ اہل اللہ جب اپنے علم کے موافق عمل کرتے ہیں تو اللہ ان کے قلوب میں احکام شریعت کے ٹھیک ٹھیک مطابق جس میں ذرہ برابر فرق نہ ہو علم لدنی عطا کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا اور بیان کرنا سکھایا نیز فرماتا ہے کہ انسان کو وہ معلوم کیا جو نہیں جانتا تھا۔خضرؑ کی نسبت فرمایا کہ ہم نے ان کو علم لدنی دیا۔منکرین یہ خیال کرنے میں غلطی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو نبی و رسول نہیں ہیں علم لدنی نہیں

www.khalifatullahmehdi.info

رسول قال اللّٰہ تعالیٰ یوتی الحکمۃ من یشاء والحکمۃ ھی العلم وجاء بمن وھی نکرۃ ولا کن ھولاء المنکرون لما ترکو الزھد فی الدنیا و آثر واعلی الاٰخرۃ وعلی مایقرب الی اللّٰہ و تعودوا اخذ العلم من الکتب و من افواہ الرجال حجبھم ذٰلک الخ

دیتا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے حکمت سے مراد علم ہے اور لفظ من نکرہ ہے جو سب کے لئے عام ہے لیکن یہ منکرین جب زہد وتقویٰ کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور دنیا کو آخرت پر اور اللہ سے قریب کرنے والی باتوں پر ترجیح دے رکھی ہے اور لوگوں کی زبانوں ہی سے علم حاصل کرنے کے عادی ہوگئے ہیں اس لئے یہ امور ان کیلئے حجاب بن گئے ہیں۔

دراصل مولف ہدیہ کے لاطائل شبہات کا حقیقی جواب یہی ہے جو علامہ شعرانی نے لکھا ہے مگر ان کے شبہات واعتراضات کی غلطی بوجوہ دیگر بھی واضح ہوتی ہے۔

اولاً مولف صاحب ہدیہ نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

آخرین منھم لمایلحقوا بھم سے مراد قوم عجم ہیں بغیر تخصیص کسی قوم کے اور اس سے قوم مہدی مراد لینا احادیث صحیحہ اور تفسیر صحابہ اور جمہور مفسرین کے خلاف ہے۔

لیکن مولف ہدیہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ابن زید اور مجاہد کے نزدیک و آخرین منھم سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے قیامت تک ہونے والے تمام مسلمان مراد ہیں پس یہ قول کیا ابوہریرہؓ کی مذکورہ حدیث کے خلاف ہے یا نہیں کیونکہ بقول آپ کے حدیث سے قوم عجم مراد ہونا ثابت ہے اور جمہور مفسرین قیامت تک ہونے والے تمام مسلمان مراد ہونے کے قائل ہیں جن میں عرب، عجم بلکہ دنیا بھر کے تمام ممالک کے مسلمان شامل ہیں۔اگر یہ قول حدیث کے خلاف ہے تو آپ نے اس کے مخالف حدیث ہونے کا کیوں فتویٰ صادر نہیں کیا۔اور اگر مخالف حدیث نہیں ہے تو مہدویہ بھی اس تعریف میں ضرور داخل ہیں ان کو اس آیت کا مصداق ومراد ماننا بھی خلافِ حدیث نہیں۔

ایسا ہی خود مولف صاحب ہدیہ بیان کرتے ہیں کہ عکرمہ اور مقاتل کے بلاتخصیص کسی کے قوم عجم مراد ہے تو کیا یہ تابعین کی تخصیص بھی تخصیص ہے یا نہیں؟ مولف ہدیہ یہ ثابت کریں گے کہ سب تابعین قوم عجم ہی سے ہیں۔اگر تابعین کی تخصیص ان کے قوم عجم سے نہ ہونے کے باوجود صحیح ہے اور اس حدیث کی مخالفت لازم نہیں آتی تو مہدویہ کی تخصیص بھی ضرور صحیح ہے اور یہ بھی حدیث کے خلاف نہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ تخصیص تو غیر معصوم بزرگوں کا قول ہے اور یہ تخصیص خلیفۃ اللہ معصوم عن الخطا کی نص ہے۔

ثانیاً۔ اگر یہ آیت اس حدیث کے نظر کرتے جو خبر واحد سے قوم عجم سے مخصوص ہونا فرض کیا جائے تو یہ اصول کے خلاف ہوگا کیونکہ خبر واحد آیت کی مخصص نہیں ہوسکتی۔اس کے قطع نظر اس صورت میں یہ مشکل حل طلب رہتی ہے کہ بلحاظ نسلی وخاندان یا باعتبار دین ومذہب جو مشہور بنائے قومیت ہیں ’’قوم عجم‘‘ کوئی خاص قومیت نہیں ہے کیونکہ یہاں مختلف النسل اور مختلف المذاہب انسان آباد

www.khalifatullahmehdi.info

ہیں جو نسل و مذہب کے اعتبار سے ایک قوم نہیں کہلا سکتے۔ البتہ قوم عجم کا یہ اطلاق باعتبار وطنیت وسکونت ہوسکتا ہے یعنی جو لوگ ملک عجم کے باشندے ہیں وہ سب قوم عجم سمجھے جائیں۔ چونکہ لغت ومحاورۂ عرب کے لحاظ سے ملکِ عرب کے سوا تمام ممالک عجم ہی کہلاتے ہیں اس لئے ان تمام ممالک کے باشندوں پر اہل عجم کا اطلاق ہوتا ہے۔ عربی زبان کے سوا دوسری زبان کے الفاظ خواہ کوئی ہوں عجمہ کہلاتے ہیں اس اعتبار سے چونکہ فرقۂ مہدویہ کے اکثر و بیشتر افراد ممالک عجم کے باشندے ہیں وہ بھی وطنیت وسکونت کے لحاظ سے قوم عجم کی تعریف میں داخل اور آخرین منھم لما یلحقوا بھم کےضرور مورد ومصداق ہونا لازم آتا ہے۔

رابعاً۔ خود مولف ہدیہ نے دلیل دہم کے ضمن میں امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزرا اقوام عجم سے ہونے پر بڑے شدومد سے زور دیا ہے اور لکھا ہے کہ۔

شیخ جونپور کے تمام وزرا ہم جنس وعجم ہیں (ہدیہ صفحہ۔۱۰۱)

ان کو قوم عجم سے ثابت کرنے کیلئے یہاں تک غلو کیا گیا ہے کہ فتوحات کے قول کا غلط ترجمہ کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جیسا کہ دلیل نہم کے متعلقہ مباحث میں تحقیق کی گئی ہے تو پھر اس موقع پر ان کے قوم عجم سے ہونے کا انکار کرنے کی مولف ہدیہ کیلئے گنجائش نہیں ہے۔

خامساً۔ اس کے بعد یہ امر تصفیہ طلب رہتا ہے کہ حدیث ابو ہریرہؓ کے نظر کرتے اس آیت سے اگر قوم عجم مراد ہے تو تمام قوم عجم اس کا مصداق ہے یا قوم عجم کا کوئی خاص طبقہ؟ ظاہر ہے کہ تمام قوم عجم میں عجمی کفار اور عجمی مومنین سب شامل ہیں حالانکہ ایمان ثریا کے پاس بھی ہو تو اس کو حاصل کرنے کی صفت جو حدیث میں مذکور ہے یہ عجمی مومنین ہی سے مخصوص ہوسکتی ہے نہ کہ کفار سے۔ پس مضمون حدیث سے خود مومنین اہل عجم کی تخصیص ظاہر ومتبادر ہے اور مولف ہدیہ کا یہ قول کہ ''بغیر تخصیص کسی قوم کے قوم عجم مراد ہیں'' خود غلط ہے۔

الفاظ حدیث پر غور کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث باختلاف الفاظ مروی ہوی ہے ترمذی کی روایت میں ''ھذا وقومه'' کے الفاظ ہیں ایک اور روایت میں ''ھذا و اصحابه'' ہے جس کو ترمذی ہی نے روایت کی ہے اور اس کی نسبت لکھا ہے کہ

ھذا حدیث غریب و فی اسنادہ مقال (یہ غریب حدیث ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے)

صحیحین کی روایت میں جو مفسرین نے لکھی ہے لنالہ رجال من ھولاء کے الفاظ ہیں۔ جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ ''ایمان ثریا کے پاس بھی ہو تو البتہ اس ایمان کو ان میں سے کوئی لوگ حاصل کرلیں گے'' اس سے بھی تمام لوگ نہیں بلکہ بعض لوگ ایمان حاصل کرنے والے معلوم ہورہے ہیں۔ خود مولف ہدیہ نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ''تحقیق پہنچ جائیں گے اس کو رجال ان لوگوں سے'' اس سے بھی بعضیت ہی متبادر ہے۔ پس الفاظ حدیث کے نظر کرتے بھی تمام اہل عجم مراد لینا حدیث کے خلاف ہے بلکہ اہل عجم کا کوئی خاصہ طبقہ ہی مراد ہوسکتا ہے۔

اس قسم کی تخصیص اصول اہل سنت کے بھی مطابق ہے اس لئے کہ اصولین کے ضوابط کے موافق عام بھی کبھی خاص ہوتا ہے امام شافعیؒ کا تو مذہب یہ ہے کہ۔

www.khalifatullahmehdi.info

ان العام ظنی لانه ما من عام الا وقد خص منه البعض فیحتمل ان یکون مخصوصاً منه البعض وان لم تقف علیه۔

عام ظنی ہوتا ہے اس لئے کہ کوئی عام ایسا نہیں ہے جس سے بعض مخصوص نہوں۔ پس ہر عام محتمل ہے کہ اس سے بھی بعض مخصوص ہوں اگر چہ تم اس سے واقف نہوں۔

چنانچہ مفسرین نے سورۂ محمد کی آخری آیت ''وان تتولوا یستبدل قوماغیر کم فلا یکونوا امثالکم ''(اگر تم خدااور رسول کی فرمانبرداری سے روگردان ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا جو تمہارے جیسی نہ ہوگی) کی تفسیر میں بھی یہی حدیث لکھی ہے۔

تفسیر لباب التاویل میں یہ حدیث درج کرنے کے بعد لکھا ہے۔

واللہ اعلم بمراده واسرار کتابه

اللہ ہی اس کی مراد اور اپنی کتاب کے اسرار کو بہتر جاننے والا ہے

حاصل کلام یہ کہ آخرین منهم لما یلحقوابهم سے متبعین حضرت امامنا مہدی علیہ السلام مراد لینا نہ حدیث کے خلاف ہے اور نہ جمہور مفسرین کے اور نہ آیت کی یہ تخصیص اصول اہلِ سنت کے منافی ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت کے متبعین صفت ایمان میں صحابۂ رسول اللہ صلعم کے حالات سے بدرجۂ کمال متصف ہیں۔

شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ نے بھی خلفائے مہدی علیہ السلام کی یہی صفت لکھی ہے۔

هم علی اقدام رجال من الصحابه صدقوا ما عاهدوا اللہ علیه (۲۸۔۹۔صف)

وہ صحابۂ رسول اللہؐ کے قدم بقدم اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد میں صادق ہوں گے۔

ہم نے جو وجوہ بیان کئے ہیں وہ نہایت درجہ اہم ضرور ہیں لیکن اس باب میں ہمارے لئے اسی ذات اقدس کا فرمان منتہائے دلیل ہے جس کا اقبال مقبلین پر واجب ہے۔

دلیل دوازدہم زمانہ بعثت مہدیؑ کی تحقیق:۔ واللہ ملهم الصداق والصواب والیه المرجع والمآب۔اخرج نعیم بن حماد عن محمد بن الحنیفة قال کناعند علیؓ فسئاله رجل عن المهدی فقال هیهات ثم عقد بیده تسعا فقال ذٰلک یخرج فی آخر الزمان اذا قیل للرجل اللہ اللہ قال فیجمع اللہ قوماً فرغا کفرغ السحاب یولف بین قلوبهم لا یستو حشون علیٰ احد خرج منهم ولا یفرحون باحد و خل فیهم علیٰ عدة اصحاب بدر لم یسبقهم الاولون ولایدرکهما لاٰخرون وعلیٰ عدة اصحاب طالوت الذین جاوز وامعه النهو۔الخ

مولف صاحب ہدیہ نے اس روایت کا ترجمہ یا خلاصہ یہ کیا ہے۔

یعنی ’’نعیم بن حماد نے حضرت محمد بن حنیفہؒ سے روایت کی کہ فرمایا۔ تھے ہم پاس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ پوچھا حضرت سے ایک شخص نے احوال مہدیؑ کا پس فرمایا کہ دور ہے پھر عقد کیا اپنے ہاتھ میں (۹) کا پھر فرمایا یہ نکلے گا آخر زمانہ میں جس وقت کہ کہا جائے گا اس مرد سے کہ ڈر اللہ سے یعنی بجبر واکراہ خدا واسطے دیکر ڈرتا کران کے ہاتھ پر بیعت کریں گے فرمایا پس جمع کرے گا اللہ تعالیٰ اُنکے واسطے ایک قوم اشکِ ریز مانند ریزش ابر کے کہ ان کے دلوں میں الفت ہوگی نہ وحشت کریں گے کسی کے جانے پر اور نہ خوش ہوں گے کسی کے آنے پر شمار میں اصحاب بدر کے برابر ہوں گے نہ سبقت لے گئے اُن پر اول والے اور نہ ان کے مقام کو پاویں گے بعد والے اور بشمار اصحاب طالوت ہوں گے جو کہ اس کے ہمراہ نہر سے پار اترے تھے‘‘۔ انتہیٰ

اس روایت کے بعض حصہ کا ترجمہ مولف ہدیہ نے صحیح نہیں کیا ہے اور نہ روایت صحیح لکھی ہے اصل روایت میں ’’**اذا قال الرجل الله** ‘‘ اللہ قتل ہے (مستدرک) روایت سے قُتِل کے الفاظ حذف کر دئے ہیں جس کی وجہ سے پر از تکلف یہ معنی بیان کیا ہے کہ جس وقت کہ کہا جائے گا اس مرد سے کہ ڈر اللہ سے ڈر اللہ سے یعنی بجبر واکراہ خدا واسطے دیکر ڈرتا کران کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ حالانکہ یہ سب مضمون اصل سے زیادہ ہے۔ اس کی تائید اصل کلام مرتضوی کے الفاظ وسیاق کلام سے مطلق نہیں ہوتی لیکن اس وقت ہم اس سے بحث کرنا نہیں چاہتے اور اصل اعتراضات کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ مولف صاحب ہدیہ کے اس کے متعلق دو سوال باطل اعتراض لاطائل ہیں۔

اول یہ کہ اس کمال نفسانی کا ثبوت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ وتبعین میں مشکل ہے۔ اگر بالفرض ہو بھی تو مہدی علیہ السلام کی خصوصیات سے نہیں ہے بلکہ تمام کاملین ان صفات سے متصف ہوا کرتے ہیں۔ عبادات کی صحت کا مدار اعتقاد کی صحت پر ہے اور صحت اعتقاد کا مدار کتاب وسنت کی مطابقت پر ہے اور یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے‘‘۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جناب مرتضوی (کرم اللہ وجہہ) نے نو (۹) کا عقد کیا ہے اس سے نو سو پر استدلال کرنا ممنوع ہے۔

پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ اول دیکھنا چاہیئے کہ جس کمال نفسانی کا مولف ہدیہ انکار کر رہے ہیں اس کی علامات اور نشانیاں کیا ہیں؟ اور وہ موجود ہیں یا نہیں؟ مذکورہ روایت میں ’’فرغا کفرغ السحاب‘‘ ’’باہمی الفت‘‘ غیر حق سے ایسا استغنا کہ کوئی ان میں داخل ہو تو خوش نہ ہونا اور کوئی ان کے پاس سے چلا جائے تو وحشت زدہ نہ ہونا‘‘ مذکور ہیں اور یہ اوصاف صحابہ وتبعین امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام میں بدرجۂ کمال موجود ہیں پھر کمال نفسانی کا ثبوت مشکل کیسا؟ بلکہ ثابت ومتحقق ہے۔ مثال کے طور پر دیکھو شیخ علی متقی کے جیسا مشہور شخص جب امامنا مہدیِ موعود علیہ السلام کی تصدیق کر کے مہدویہ جماعت میں داخل اور امامنا علیہ السلام کے خلیفۂ پنجم حضرت بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں فائز ہوا ہے تو اس کے ہمعصر بزرگانِ مہدویہ نے کوئی خوشی نہیں منائی اور جب شیخ علی متقی بزرگانِ مہدویہ کی اعلیٰ ریاضتوں اور زہد وتقویٰ کی پابندیوں کے متحمل نہ ہو کر مذہب سے مرتد ہو گئے تو کسی نے ان کی کچھ پرواہ نہیں کی پس مضمون ’’**لا یفرحون باحدد خل فیهم ولا یستو حشون علی احد خرج منهم** ‘‘ پورا پورا صادق ہے اور اسی قسم کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔

خود مولف ہدیہ نے ہدیہ کے باب دوم میں یہ اعتراف کیا ہے کہ

کسی مورخ سنی وشیعی نے بجز ترک وتجرد اور تاثیر وعظ وبیان کے کہ لوازم ترک وتجرد سے ہے کوئی کرامت نقل نہ کی۔(ہدیہ صفحہ۔۲۲)

اس کے علاوہ بھی ہدیہ میں متعدد مقامات پر تاثیر وعظ وبیان کو بیان کیا گیا ہے جو کمال نفسانی کا صاف اعتراف ہے پھر اس کے باوجود یہاں یہ کہتے ہوئے انہیں شرم وحجاب دامن گیر نہیں ہے کہ ’’کمال نفسانی کا اثبات مشکل ہے اور ہو بھی تو خصائص مہدی سے نہیں ہے‘‘۔

واضح ہو کہ جس طرح کسی وصف یا کسی شئی کی ابتدا ہوتی ہے ایسا ہی اس کی انتہا اور درجۂ کمال بھی ہوتا ہے اس قسم کے فضائل کے ذکر سے محض ان کا وجود نہیں بلکہ ان کا کمال مقصود ہوتا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ فضائل کسی اور میں مطلق نہ پائے جائیں پس روایت مذکورہ میں جو صفات نقل ہوی ہیں اگر چہ کاملین وطالبان حق بین ان سے متصف ہو سکتے ہیں لیکن امام علیہ السلام کے اصحاب میں ان صفات کا بدرجۂ کمال پایا جانا ان کی خصوصیات سے ہے چنانچہ خود مولف صاحب ہدیہ کو بھی یہ صفات اصحاب مہدی علیہ السلام میں بدرجۂ کمال موجود ہونے کا اعتراف ہے وہ لکھتے ہیں کہ۔

’’تمام کاملین وطالبان حق اس صفات سے متصف ہوا کرتے ہیں۔البتہ مہدیؑ کے اصحاب میں یہ صفات بدرجۂ کمال موجود ہوں گے کہ اس مقام میں متاخرین سے پیش قدم اور متقدمین کے ہمقدم ہونگے۔

(ہدیہ صفحہ۔۱۱۵)

اگر کوئی وصف یا اوصاف اوروں میں بھی پائے جا کر ان کا کمال کسی کی خصوصیات ہونے میں کوئی مسلمان شک کرے تو اس کی واضح مثال دیکھ لے کہ سارے انبیاء علیہم السلام اخلاق حسنہ سے متصف ہیں مگر اخلاق حسنہ کا کمال کسی نبیؑ میں نہیں تھا اور ذات خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اس سے مختص ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ’’**انک لعلٰی خلق عظیم**‘‘

اسی کی ایک اور مثال قرآن شریف ہی سے دیکھو اللہ تعالیٰ نے صحابۂ رسول اللہؐ کے یہ اوصاف ذکر کئے ہیں۔

محمد رسول اللّٰہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماً بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللّٰہ و رضوانا (الآیۃ ۲۲۔۱۲۔فتح)	محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔جو لوگ انکے ساتھ ہیں (صحابۂ رسول اللہؐ) وہ کافروں کے ساتھ بڑے سخت اور آپس میں رحمدل تم ان کو رکوع وسجود کرتے ہوے اور اللہ کے فضل اور خوشنودی کے طالب دیکھو گے۔

بعینہٖ یہی سوال یہاں پیدا ہوتا ہے کہ یہ اوصاف صحابۂ رسول اللہؐ کے خصوصیات سے ہیں یا نہیں؟ اگر خصوصیات سے نہیں ہیں تو پھر ان کے ذکر کرنے سے صحابہؓ کی کوئی فضیلت ومنقبت ثابت نہ ہوئی اور اگر خصوصیات سے ہیں تو یہ صفات دوسرے کاملین میں نہ پائے جانا چاہیئے ورنہ بقول مولف ہدیہ ان کے خصوصیات سے ہونے کی نفی ہو جائے گی۔

درحقیقت اس کی بھی صحیح توجیہ یہی ہوسکتی ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ ان صفات کا بدرجۂ کمال پایا جانا صحابۂ رسول اللہؐ کی خصوصیات سے ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ سوائے صحابۂ رسول اللہؐ کے کوئی شخص رکوع وسجود یا طلب فضل ورضوان وغیرہ سے متصف ہی نہو۔ناظرین کرام مولف ہدیہ کی دیانت وانصاف پر ایک اور لحاظ سے ذرا غور فرمائیں کہ دلیل نہم کے ضمن میں مولف ہدیہ نے وزرائے مہدی علیہ السلام کی نسبت صاحب فتوحات مکیہ کا ایک قول نقل کیا تھا کہ ''مافیھم عربی والکن لا یتکلمون الابالعربیۃ'' (ان وزرامیں کوئی عرب نہ ہوگا لیکن وہ عربیہ کے سوابات نہیں کریں گے) مولف ہدیہ نے اپنی فہم ودانست کے موافق اس کا معنی زبان عربی کرنا سمجھ لیا اور دیکھا کہ یہ صفت وزرائے مہدی علیہ السلام میں نہیں تو اس کو خصائص سے قرار دے لیا حالانکہ بنظر مراد قائل اس صفت کا ظہور لاکھوں عوام الناس ہندی المولد میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔اور جب دیکھا کہ فقرۂ فرغاً کفرغ السحاب امام مہدی علیہ السلام کے رفقا پر صادق ہے تو صاف کہدیا کہ یہ خصائص سے نہیں ہے حالانکہ یہ دونوں صفتیں عمومیت میں برابر ہیں یعنی جس طرح اشک ریزی وغیرہ کی صفت کاملین وطالبین کے حق میں پائی جاتی ہے ایسا ہی عجمی ہوکر بزبان عربی تکلم کرنا اکثر ناقصین بازاری کا روزمرہ ہے پھر ایک کی تخصیص کے قایل ہونا اور دوسری کا انکار کرنا صاف بیدینی اور بددیانتی ہے۔

ایسا ہی اس روایت کا آخری حصہ جو ''لم یسبقھم الاولون ولایدرکھم الاٰخرون'' (یعنی اگلے لوگ صحابۂ مہدی علیہ السلام پر مراتب میں سبقت نہیں لے جاسکیں گے اور بعد کے لوگ ان کے مراتب کو نہ پاسکیں گے) مولف ہدیہ نے یہ دیکھ کر گھبرایا کہ اس سے تو صحابۂ مہدیٔ موعود علیہ السلام کی بڑی منقبت وفضیلت ثابت ہوجاتی ہے فوراً اس کی یہ توجیہ کردی کہ متقدمین سے مراد ان کے مجانسین یعنی اولیاء اللہ ہیں انبیاء وصحابۂ کرام نہیں ہیں۔اگرچہ یہ توجیہ مفہوم ومنشاے روایت اور سیاق کلام کی تعمیم کے صریح خلاف ہے لیکن ہم اس وقت اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے اور فقط مولف صاحبِ ہدیہ کے اس اعتراف ہی کے نتائج کو حسب منطوق ''الفضلِ ماشھدت بہ الاعداء'' واضح کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ جب آپ ہی کے اعتراف کے موافق اولین وآخرین سے مراد اولیاء اللہ ہی ہونا مسلم ہے تو ثابت ہوگیا کہ انبیاء وصحابۂ کرام کے سوا امت مرحومہ کے متقدمین ومتاخرین جملہ اولیا سے جو ''ہدیہ'' کے باب چہارم میں ذکر کئے ہوئے تمام دعوے خاک میں مل گئے اور اس میں مندرجہ بیہودہ اعتراضات سب ہباءً منثورا ہوگئے کیونکہ اس باب کی بنا اسی پر ہے کہ حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام یا آپ کے کسی صحابی نے فلاں فلاں ولی سے بے ادبی وگستاخی کی ہے اور ان دعویہاے باطل کو ثابت کرنے کے لئے بعض ایسی روایتیں ہی نقل کی گئی ہیں جن سے حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام اور صحابۂ حضرتؑ کے فضائل ظاہر ہوتے ہیں۔جب یہاں اس روایت کا یہ حصہ یعنی ''لم یسبقھم الاولون ولا یدرکھم الاٰخرون'' تسلیم کرلیا گیا ہے تو ثابت ہوگیا کہ اگر کہیں کسی اولیاء اللہ کی نسبت احیاناً کم مرتبی یا کسی کوتاہی کا اظہار ہوا بھی ہے تو وہ اصل واقعہ کا اظہار ہے اور جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ کی اس روایت کی ٹھیک ترجمانی ہے اس سے توہین وبے ادبی مقصود نہیں ہے۔

مولف ہدیہ کا یہ قول کہ ''صحتِ عبادت کا مدار صحتِ اعتقادات اور کتاب وسنت کی موافقت پر ہے اور یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے''۔

www.khalifatullahmehdi.info

اِس کا پہلا جز صحیح ہے بلکہ بعینہٖ ہماری زبان ہے کیونکہ تمام فرقہائے اسلامیہ کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور جمع انبیاء ومرسلینؑ کی نبوت ورسالت کے معتقد ہیں مگر بینۃ اللہ یعنی حضرت سید المرسلین وخاتم النبینؐ کے منکر ہیں وہ زہد وریاضت اور تقویٰ وعبادت کے طریقے اپنے دین ومذہب کے مطابق اگرچہ کچھ بھی اختیار کریں وہ سب ہباءً منثورا ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وقدمنا الی ماعملوا من عمل فجعلنا هباءً منثوراً (۱۹۔۱۔فرقان)	انہوں نے جو عمل کئے ہوں گے ان کی طرف ہم متوجہ ہوں گے تو ان کو بکھری ہوئی دھول کی طرح رائیگاں کر دیں گے۔

ظاہر ہے کہ یہ اُس بینۃ اللہ یعنی حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کا نتیجہ یا ثمرہ ہے کہ ان کی عبادت وریاضت ہباءً منثورا ہو جارہی ہے لیکن مہدوی تو اس بینۂ خدا کی ذاتِ اقدس کے مقبل۔ حضرت کے اوامر ونواہی اور حضرت کے اعمال وافعال یعنی سنت قولی وفعلی کے مطیع ومنقاد اور پیرو ہیں اس طرح مہدویہ کتاب وسنت کی موافقت اور صحتِ اعتقاد وصحتِ عبادت کے معیار پر ایسے کامل العیار ہیں کہ مولف ہدیہ کے جیسے معاند مہدویہ کی غلط بیانی یا افترا پردازی سے آفتاب کی طرح ظاہر وباہر حقیقت پر کبھی پردہ نہیں پڑ سکتا۔ بلکہ مہدوی یہ کہنے کا واجبی اور جائز حق رکھتے ہیں کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء افضل المرسلین صلعم کے اقبال وتصدیق کی خلعت فاخرہ کے ساتھ حضرت کے تاکیدی فرامین کی تعمیل کر کے اُس آخری بینۃ اللہ یعنی حضرت خاتم الاولیا امام مہدی علیہ السلام کے اقبال و تصدیق کی دولت سے بھی مالا مال ہونے کا قابل فخر وشرف رکھتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانِ صداقت نشان کے ذریعہ خلفاء اللہ کی بعثت کے وقت اُن کے مخالفین ومعاندین کی سرکشی وتمرد کا جو عام رویہ اور طریقہ ظاہر فرمایا ہے کہ۔

وماتفرق الذين او توا الكتاب الا من بعد ماجاء تهم البينة (۳۰۔۲۳۔بینہ)	اہل کتاب بینہ یعنی واضح حجت یا رسول علیہ السلام آنے کے بعد ہی اہل کتاب متفرق ہوئے ہیں۔
ایضاً۔افکلما جاء کم رسول بمالا تهوی انفسکم استکبرتم ففريقاً كذبتم وفريقاً تقتلون (۱۔۱۱۔بقرہ)	جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول تمہاری خواہشوں کے خلاف کوئی حکم لایا تم استکبار کر بیٹھے پھر بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو تو قتل کرنے لگے۔

اس کے موافق مولف ہدیہ کے جیسے مہدویہ کے معاند تفرق واستکبار اختیار کر کے اس شرف سے محروم ہیں۔ اور کتاب وسنت کی موافقت میں اور صحتِ اعتقاد وصحتِ عبادت کے معیار پر ناقص العیار ہیں۔

انہی آیاتِ شریفہ کے مفہوم ومنشا کے مطابق محققین اہلِ سنت مثلاً شیخ عبدالرزاق کاشیؒ نے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہود ونصاریٰ کو حضرتؐ کے ظہور کا اشتیاق وانتظار تھا اور بعد ظہور وہی یہود ونصاریٰ حضرتؐ کا سختی کے ساتھ انکار کر بیٹھے اس کا ذکر کر کے حضرت خاتم الاولیا امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت بھی یہی واقعہ پیش آنے کی پیشین گوئی کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ حتی تایتهم البینة ای الحجة الواضحة الموصلة الیٰ المطلوب وذٰلک انّ القرن المختلفة المحتجبة باهوا ئهم وضلالتهم من الیهود والنصاریٰ والمشرکین کانوا یتخاصمون ویتعاندون و یدعی کل حزب حقیة ماعلیه و یدعو صاحبه الیه و ینسب دینه الیٰ الباطل ثم یتفقون علیٰ انا لاننفک عما نحن فیه حتی یخرج النبی الموعود فی الکتابین المامور باتباعه فیهما نستتبعه و نتفق علیٰ الحق علیٰ کلمة واحدة کما علیه الاٰن بعینه حال هولاء المتعصبین من اهل المذاهب المتفرقة وانتظار هم خروج المهدی فی آخر الزمان و وعد هم علی اتباعه متفقین علی کلمة واحدة و لا احسب حالهم الامثل حال اولٰئک اذاخرج. اعذنا اللّٰہ من ذٰلک الاخر (تفسیر تاویلات)

اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ان کے پاس بینہ آئے (بینہ) وہ واضح حجت ہے جو مطلوب تک پہنچانے والی ہے اور یہ اس طرح کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے مختلف فرقے جو اپنی نفسانی خواہشوں اور گمراہیوں کی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں آپس میں عناد رکھتے اور جھگڑتے تھے اور ہر فرقہ خود حق پر ہونے کا مدعی اور دوسرے فرقہ کو باطل قرار دیتا اور اس حق کی طرف بلاتا تھا پھر وہ سب اس امر پر متفق بھی تھے کہ اُس نبیؐ کے ظہور تک جس کا توریت وانجیل میں وعدہ کیا گیا اور جس کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے ہم سب اس نبیؐ کی اتباع کریں گے اور ایک ہی حق بات پر متفق ہوجائیں گے جیسی کہ اب بعینہٖ یہی حالت ان مختلف متعصب اہل مذاہب کی ہے جو مہدی آخر الزمان کے ظہور کا انتظار کرتے اور بعد ظہور ایک ہی بات پر متفق ہوکر آپ کی اتباع کا وعدہ کرتے ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی حالت بھی جب امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا انھی (یہود و نصاریٰ) کے جیسی ہوگی اللہ تعالیٰ ہم کو اسے پناہ دے اور بچائے۔

اس صادق القول بزرگ کی پیشین گوئی کے ٹھیک مطابق اس آخری بینۃ اللہ موعود رسول اللہ افضل الاولیا۔ خاتم ولایت خاصۂ محمدیہ۔ امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کے بعد بھی آپ کا بصد شوق انتظار کرنے والے اور آپ کی اتباع کا دم بھرنے والے تمام آیات بینات اور احادیث واخبار واضحات سے روگرداں ہوکر حضرتؑ کا انکار کر گئے۔ پس مولف صاحب ہدیہ کے جیسے معاندِ مہدویہ خود موافقتِ کتاب وسنت اور صحتِ اعتقاد وصحتِ عبادت کے معیار پر ناقص العیار ہیں۔ مولف ہدیہ کے اس قول کا دوسرا جز کہ یہاں معاملہ بالکل بالعکس واقع ہوا ہے۔ بارہا کہا کہ جو حدیث رسول اللہؐ کی اس بندے کے حال کے مخالف ہے اس کو میں تسلیم وقبول نہیں کرتا ہوں۔ اس سے ان کا مطلب یہ ہے کہ مہدویہ کا عمل کتاب وسنت واجماع امت کے مخالف ہے۔ یہ مولف ہدیہ کا محض افترا ہے جو اُن سے ہر جگہ اصلِ واقعہ کے صریح خلاف سرزد ہوتا آیا ہے اور کہیں بھی وہ اس کو ثابت نہیں کرسکے ہیں کیونکہ اتباع کتاب وسنت مذہب مہدویہ کا اصلِ اصول ہے چنانچہ امامنا علیہ السلام کا محکم فرمان ہے کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہؐ '' (کتاب اللہ اور رسول اللہؐ کی اتباع ہمارا مذہب ہے) ہر منصف ومتدین صاحبِ فہم ورائے فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ روایت کتاب وسنت کی موافقت عین مذہب مہدویہ ہونے پر دلالت قاطعہ رکھتی اور اس سے مولف ہدیہ کی اس افترا پردازی کی غلطی روز روشن کی طرح ظاہر ہورہی ہے جو یہ

www.khalifatullahmehdi.info

کہتے ہیں کہ ''یہاں معاملہ بالعکس واقع ہوا ہے؟''۔

اس روایت کی تائید و تاکید اُس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بطور تواتر مروی ہے اور جو اس کتاب میں متعدد موقعوں پر نقل کی گئی ہے کہ حضرت نے اپنی روایتوں کی صحت کا معیار قرآن شریف کی موافقت کو قرار دیا ہے جس کا خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ۔

اگر کوئی شخص بندہ سے کچھ نقل کرے تو اس کو دیکھو کہ وہ کلامِ خدا سے موافق ہے یا نہیں۔اگر موافق ہے تو بندہ کی نقل ہے۔اور اگر وہ موافق نہیں ہے تو وہ بندے سے نہیں یا ناقل نے اس کی مراد نہیں سمجھی ہے۔

پس اس سے کتاب اللہ کی موافقت و مطابقت حضرت امامنا علیہ السلام کی روایتوں کی صحت کا معیار ہونا ثابت ہے اگر احیاناً مولف ہدیہ کسی روایت کو اپنے خیال فاسد میں کتاب اللہ کے خلاف سمجھے ہیں تو اس پر اعتراض کرنے کے عوض اِس متواتر روایت کے نظر کرتے یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ وہ حضرت کی روایت ہی نہیں ہے یا خود انہوں نے اس کی مراد و منشا کے سمجھنے میں غلطی کی ہے

اتباع سنت کا یہ حال ہے کہ خود آنحضرت کا دعویٰ یہی ہے۔**انی عبداللہ تابع محمد رسول اللہ** (رسالۂ عقیدہ) اور ''مذہب ما کتاب اللہ و اتباع رسول اللہؐ '' ملا صدر الدین صدر علمائے سندھ سے مناظرہ کے وقت واضح و مشرح طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

''ما شریعتِ نو نیاوردیم و احکام شرع حقیقی را تغییر ندادیم۔ درمیاں ما و شما در بابِ اتباعِ شریعت ہیچ فرقے نیست'' (شواہد الولایت)

امامنا علیہ السلام کے یہ چند فرامین مذکورہ افترا پردازی و غلط بیانی کی تردید کے لئے کافی ہیں۔مہدویہ کے عقائد و اعمال کتاب و سنت کے مطابق ہونے کی تمام تر تفصیلات اس کتاب کے باب عقائد یعنی باب اول سے کالشّمس فی نصف النہار ظاہر ہو چکی ہیں کہ ان کا کوئی عقیدہ اور عمل جس کو مولف ہدیہ نے اپنی غلط فہمی یا خبث باطنی سے قابل اعتراض بتایا ہے کتاب اور سنت کے خلاف نہیں ہے۔

مطابقت احادیث کی تحقیق:۔ اب رہی امام مہدی علیہ السلام کے حال سے احادیث کی مطابقت کی بحث جس کو مولف ہدیہ نے غلط طور پر توہین حدیث سمجھا اور ناظرین کو بھی یہی مغالطہ دینا چاہا ہے چنانچہ انہوں نے عقیدۂ ہفتم کے ضمن میں بھی یہی مغالطہ دیا ہے اور یہاں بھی پھر اس کا اعادہ کیا ہے لیکن کہیں بھی انہوں نے حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل روایت کے الفاظ و عبارت بعینہٖ نقل نہیں کی ہے بلکہ اپنی طرف سے جو چاہا بیان کر لیا ہے خود ان کے اس بیان اور پہلے بیان میں بھی اختلاف ہے۔حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کا اصل فرمان جو رسالۂ عقیدہ میں روایت کیا گیا ہے اور جس پر مولف ہدیہ کے سب شکوک و شبہات مبنی ہیں یہ ہے۔

''ہر کسیکہ وے را بہ احادیث پیش حجت آمد فرمود کہ در احادیث اختلاف بسیار است و ایں صحیح شدن مشکل است۔ ہر حدیثیکہ موافق با کتاب خدا و حال ایں بندہ باشد آں صحیح است۔'' (رسالۂ عقیدہ)

اس فرمان میں سب سے مقدم صحتِ احادیث کا معیار موافقتِ کتاب خدا کو قرار دیا گیا ہے اور یہ مضمون حدیث ''**ستکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذاروی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علیٰ کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ و ان خالفہ فردوہ**''

www.khalifatullahmehdi.info

یا اسی کی ہم مضمون دوسری تمام احادیث کے ٹھیک مطابق ہے۔ مولف ہدیہ نے اس ضروری حصہ کو بالکل چھوڑ دیا اور اس سے مطلق بحث نہیں کی ہے اور ہر جگہ فرمان کا دوسرا جز پیش کر کے ناظرین کو یہ مغالطہ دیا ہے کہ کتاب وسنت کو اپنی رائے کے موافق کرنا چاہتے ہیں حالانکہ امامنا علیہ السلام نے اپنے حال وقال کی صحت بھی کلام خدا کی موافقت پر موقوف رکھی ہے جیسا کہ حضرت کا یہی فرمان ابھی کچھ پہلے لکھا گیا ہے۔ پس اپنی جو روایت کتاب اللہ کے موافق ہو وہ صحیح ہے ورنہ غلط کہنا کتاب وسنت کو اپنی رائے کے موافق کرنا کہاں ہے بلکہ اپنی رائے اپنے حال اپنے قال کو کتاب اللہ کے تابع بنا دیا ہے۔

اس فرمان کا یہ جز کہ۔''دراحادیث اختلاف بسیار است وایں صحیح شدن مشکل است''۔صاف بتا رہا ہے کہ یہ فرمان بھی غیر صحیح اور مختلف فیہ احادیث سے متعلق ہے۔ پس جو احادیث صحیح اور متفق علیہ ہیں جیسے احادیث متواتر اللفظ یا متواتر المعنی جن کی صحت متفقہ ہے اور جن میں کوئی اختلاف نہیں ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

مطابقت احادیث کا شان نزول:۔اس کے علاوہ اس روایت کے شان نزول کے لحاظ سے اس کی تحقیق یہ ہے کہ بعض معاندین ومخالفین نے امام مہدی علیہ السلام کے مقام ظاہر وغیرہ علامات سے متعلق ضعیف وغیر صحیح احادیث پیش کر کے حجت کی تو حضرت نے اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ۔

''احادیث میں اختلاف بہت ہے ان سب کا صحیح ہونا مشکل ہے جو حدیث کتاب خدا اور بندہ کے حال سے مطابق ہو وہ صحیح ہے''۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی علامات کے متعلق جسقدر احادیث محدثین نے جمع کی ہیں ان میں بعض ضعیف ہیں اور بعض بلحاظ مضمون ومفہوم باہم متضاد ہیں۔ ظاہر ہے کہ ضعاف احادیث کا اور دو یا کئی متضاد مضامین کا صحیح ہونا مشکل ہے کیونکہ دو متضاد باتوں میں سے کوئی ایک صحیح ہوگی اور ایک غلط۔ دونوں صحیح نہیں ہوسکتیں۔ ایسی صورت میں نبیؑ مبشر یا امام موعود کے ظہور کے وقت اس کے حال سے جو خبر مغیب مطابق ہوگی وہی صحیح ثابت ہوگی۔ اور جو مطابق نہ ہونگی۔ وہ غیر صحیح سمجھی جائیں گی جس کی کئی مثالیں اخبار مغیبات میں ملتی ہیں۔

مثلاً حضرت خاتم الانبیاء والمرسلینؐ کی جو بشارات انبیائے سابقین کی کتابوں میں موجود ہیں ان میں سے آپ کے مقام بعثت ''فاران'' کے تعین میں اختلاف ہے۔ یا نبی موعود کے اولاد اسمٰعیل یا اولاد اسحاق سے ہوتے ہیں یہود ونصاریٰ حجت کرتے ہیں اور علمائے اہلِ اسلام حضرت کی بعثت وظہور کے حالات کی مطابقت ہی کو اس اختلاف کا صحیح فیصلہ سمجھتے ہیں۔

اسی طرح امام مہدی علیہ السلام کے مقام ظہور وزمان ظہور وغیرہ کی نسبت جو اختلاف روایات ہے یا آپ کے اولاد فاطمہؓ سے ہونے اور اس کے مقابل اولاد عباس سے ہونے کی متضاد روایتیں ہیں ان کی صحت کا فیصلہ امام موعود کے حال کی مطابقت سے ہوسکتا ہے۔ ایسا ہی کتاب خدا سے حدیث کا موافق ہونا علامات سے بھی متعلق ہے کیونکہ بعض لوگوں نے حضرت امامنا علیہ السلام سے متعلق تمام خلائق کا مہدیؑ پر ایمان لانا امام مہدی علیہ السلام کی علامت ہونے کی حجت پیش کی تھی تو یہ واضح کر دیا گیا کہ جو علامتیں کتاب خدا

www.khalifatullahmehdi.info

کے صریح خلاف ہونے کی وہ کبھی صحیح نہیں ہوسکتیں۔

غرض اس روایت کے شان نزول کے نظر کرتے جو خود سیاق کلام سے متبادر ہے۔ امام علیہ السلام کے حال سے احادیث کے مطابق ہونے کا مضمون صرف علامات امام علیہ السلام سے مخصوص ہونا پایا جاتا ہے مولف ہدیہ نے اس کو عام سمجھا اور عام بتایا ہے جو شان نزول کے لحاظ سے صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

ان تمام وجوہ واسباب سے قطع نظر کر کے امام مہدی علیہ السلام کی معصومیت اور شان خلیفۃ اللّٰہی کے اعتبار سے بھی اس اہم مسئلہ کو اہلِ سنت کے اصول پر جانچا جاسکتا ہے جیسا کہ۔

اس مسئلہ کی تحقیق عقائد کے ضمن میں اس کتاب کے باب اول میں کی گئی ہے کہ یہ صورت قوی وضعیف روایت کی سی ہے اور قوی روایت کے مقابلہ میں ضعیف روایت مرجوح ہونا تمام فرقہائے اسلامیہ کا خصوصاً محدثین ومجتہدین اہلِ سنت کا مسلمہ اصول ہے اور یہاں یہی صورت ہے کہ احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک بوسائطہ کثیرہ پہنچی ہیں اور جن راویوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں وہ سب کے سب بقولِ اہلِ سنت غیر معصوم ہیں اس کے مقابل امام مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات خلیفۃ اللہ اور معصوم عن الخطا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور روحِ رسول اللہؐ سے بلاواسطہ معلومات حاصل ہیں اور ''لا یخطی'' اور ''ما ینطق عن الھوی'' آپ کی شان ہے۔ پس اہلِ سنت بلکہ شیعہ بھی اس امر پر متفق ہیں کہ غیر معصوم کی روایتوں کی صحت معصوم کی روایت کی مطابقت سے ہوتی ہے اور بصورتِ مخالفت معصوم کی روایت کے مقابل غیر معصوم کی روایتیں مرجوح ہونگی اس حد تک تو سب متفق ہیں۔ اگر ان دونوں مشہور فرقوں میں اختلاف ہے تو یہ ہے کہ معصوم کون ہے اور کون نہیں ہے لیکن امام مہدیٔ موعود علیہ السلام کے معصوم ہونے پر تو سب متفق ہیں۔

خبر معصوم مرجح ہونے کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ اسرائیلیات یعنی انبیائے سابقین یا سابقہ امتوں کے حالات وواقعات یا عقائد واعمال جو قرآن واحادیث میں مذکور ہیں وہ مسلمانوں کے پاس قابل وثوق ہیں اور جو بلاواسطہ رسول اللہ صلعم صرف اہل کتاب کی روایتوں سے منقول ہوے ہیں وہ ویسے مفید قطع ویقیں نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جن ذرایع سے وہ روایتیں منقول ہوتی آئی ہیں وہ محرفین ووضاعین کے تصرف سے محفوظ نہیں ہیں اس کے مقابل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مُلہَم من اللہ اور مہبط جبرئیل ہے اس لئے حضرت کے ذریعہ سے دی ہوئی خبر واطلاع ضرور قابل وثوق ہے یہ صورت بھی ایسی ہی ہے کہ آئمہ محدثین نے اگرچہ احادیث کی تحقیق وتحفظ میں بقدرِ طاقت بشری کچھ کوتاہی نہیں کی لیکن پھر بھی وہ سہو وخطا سے معصوم ومحفوظ نہیں ہیں اور احادیث میں وضاعانِ حدیث وغیرہ کے تصرف سے جو اختلافِ عظیم واقع ہوا وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے اس کے مقابل امام علیہ السلام کو خلافت الٰہی کی جہت سے اللہ تعالیٰ اور روح رسول اللہ صلعم سے بلاواسطہ جو معلومات حاصل ہیں وہ اس نقص سے پاک اور قابل وثوق ہیں چنانچہ اس مسئلہ پر عقیدۂ ہفتم میں اور دوسرے موقعوں پر تشریح وتوضیح کے ساتھ کافی بحث ہو چکی ہے۔

حاصل یہ کہ کسی اعتبار سے بھی مہدویہ کے عقائد وعبادات کی صحت میں ذرہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سب مولف ہدیہ کی خبث باطنی کے کرشمے ہیں کہ وہ ان صاف وواضح حقائق سے آنکھیں بند کر کے اس قسم کے بے اصل ایرادات پیش کرتے ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

سب سے زیادہ تعجب خیز بات تو یہ ہے جوانہوں نے اتیت وگسائیوں کی مدح سرائی کرتے ہوئے صحابۂ مہدی علیہ السلام کی ریاضتوں کو ان کی ریاضتوں کا عشرعشیر بھی نہ ہونا کہا ہے۔اولاً یہ اعتراض جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ میں وارد ہوتا ہے کہ آپ نے ایسی صفات کو جو بقول مولف ہدیہ یہ اتیت وگسائیوں کی عشرعشیر بھی نہیں ہیں صحابۂ امام مہدی علیہ السلام کی صفات کیسے قرار دیں اوران صفات کی وجہ سے **لم یسبقھم الاولون ولم یدرکھم الاخرون**'' کے جیسی ارفع واعلیٰ شان ان کی کیوں ظاہر فرمائی۔ثانیاً مولف ہدیہ کی ابلہی اس سے ظاہر ہے کہ ان میں حق وناحق کی تمیز کا مادہ کس حد تک مفقود ہے؟ کیا ان کے نزدیک اتیت وگسائیوں کے پاک اعتقاد بھی ہیں؟ اگرنہیں ہیں تو پھر جب تک اعتقاد پاک نہ ہو صرف محنت وریاضت کیا کام آتی ہے اور حقیت کی تائید کے بغیر تاثیر کہاں میسر ہوسکتی ہے؟ پھر لطف یہ کہ مولف دوزبان پراز سہو ونسیان بہزار زبان تاثیر حق کے قابل بھی ہیں چنانچہ حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے متبعین کے تاثیر بیانِ قرآن کے متعدد واقعے خود ''ہدیہ'' میں لکھے ہیں جو معنیٰ حقیت کا اعراف ہے کیونکہ حقیت اور تاثیر باہم لازم وملزوم ہیں مثلاً قندہار کے واقعات میں صاف اعتراف کیا ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام نے علما کی بدگوئی پر تحمل کرکے وعظ شروع فرمادیا شہ بیگ حاکم قندہار کہ جوان تھا آپ کے بیان پر فریفتہ ہوگیا۔

میاں شیخ علائی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت لکھا ہے کہ شیخ جب آیات قرآنی کا بیان شروع کردیتا تھا سلیم شاہ متاثر ہوکر کہتا تھا کہ شیخ اس دعویٰ سے باز آئیں تجھ کو تمام قلمرو کا محتسب بنادیتا ہوں۔

ان کے علاوہ بھی کئی واقعے تاثیر بیان کے خود لکھے ہیں تو پھر حقیت وصحتِ عقائد کا انکار کیسا؟

عقد انامل سے نوسو مراد ہونے کی تحقیق:۔مولف صاحب ہدیہ کو دوسرا شبہ یہ ہے کہ جناب مرتضوی نے نو کا عقد کیا ہے اس سے نوسو پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ''عقد انامل'' کی صورت ہے جس میں آحاد۔عشرات۔مأت۔الوف یعنی اکائیاں۔دہائیاں۔سینکڑوں۔ہزاروں ایسے امتیاز کے ساتھ انگلیوں پر گنے جاتے ہیں کہ ایک کا احتمال دوسرے پر نہیں ہوسکتا لیکن وہ وجہ امتیاز جس سے ہر عدد علیحدہ علیحدہ سمجھا جاتا ہے وہ عقود یعنی اشارات ہیں جو سیدھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں مقررہ مقامات پر خاص ترکیب ووضع کے ساتھ رکھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔مثلاً سیدھے ہاتھ کی تین انگلیاں خنصر۔بنصر۔وسطیٰ سے ایک سے نوتک اکائیاں بنتی ہیں۔سیدھے ہی ہاتھ کی دوانگلیاں سبابہ اور ابہام سے عشرات یعنی دس سے نودتک دہائیاں برآمد ہوتی ہیں اس کے مقابل بائیں ہاتھ میں انھی مقامات پر یہی اشارات بنانے سے بجائے عشرات وآحاد کے الوف ومأت یعنی ایک ہزار سے نوہزار اور ایک سو سے نوسو تک اعداد حاصل ہوتے ہیں چنانچہ غیاث اللغات میں لکھا ہے۔

باید دانست کہ آنچہ در دست راست دلالت برعقدے ازعقود آحاد کند از یک تانہ۔در دستِ چپ دلالت برہماں عقد ازعقود الوف کند از یکہزار تانہ ہزار۔وہمچنیں انچہ در دست راست دلالت برعقدے ازعقود دہ گانہ عشرات از دہ تا نود۔در دست چپ برہماں عقدے ازعقود مأت کند از یکصد تانہ صد۔

www.khalifatullahmehdi.info

اس تفصیل سے معلوم ہورہا ہے نو (۹) کے عقد چار ہیں ۹۔۹۰۔۹۰۰۔۹۰۰۰۔اور یہ اعداد سیدھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے مقامات بدلنے سے بدلتے جاتے ہیں چونکہ روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ نے جو عقد انامل کا اشارہ فرمایا تھا وہ سیدھے یا بائیں ہاتھ کی کونسی انگلیوں سے ظاہر کیا گیا تھا اس لئے روایت میں یہ ابہام ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نو یا نو دسال میں ہونے کا اشارہ کیا گیا ہے یا نوسو یا نو ہزار سال میں؟ پس یہاں درایت کی ضرورت ہے کہ ان چار احتمالات میں کونسی صورت قرین قیاس ہوسکتی ہے پہلی دو صورتیں مراد لینا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ خود روایت میں ہیہات یعنی بعُدَ (دور ہے) کے الفاظ موجود ہیں اور نو یا نو دسال اتنی قریبی مدت ہیں کہ اُن پر ''ہیہات'' صادق نہیں آتا اس کے علاوہ روایت میں یخرج فی اٰخر الزمان '' کے الفاظ بھی ہیں یعنی امام مہدی علیہ السلام کا ظہور آخر زمانہ میں ہونے کی صراحت موجود ہے اور صاف ظاہر ہے کہ نو سال یا نو دسال کی قلیل مدت پر آخر زمانہ کا اطلاق کسی طرح درست نہیں ہے بریں ہمہ وہ مدت منقضی ہوگئی اور اس مدت میں امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نہیں ہوا تو یقیناً معلوم ہوگیا کہ حضرت امیر المومنینؓ نے جو اشارہ کیا تھا وہ نو اور نو د کا عقد نہیں تھا۔

اب رہے نوسو اور نو ہزار سال کے احتمالات ان میں سے نو ہزار کے عدد کا احتمال بدرجۂ یقین ساقط ہے کیونکہ وقت خبر کے بعد سے نو ہزار سال مراد ہوں یا سنہ نو ہزار ہجری یہ دونوں احتمال بھی صحیح نہیں ہوسکتے اس لئے کہ خود مولف ہدیہ نے دلیل پنجم کے تحت شیخ جلال الدین سیوطی کے رسالہ ''کشف'' کے حوالہ سے متعدد روایتیں لکھی ہیں جن کا جزءِ مشترک یہی ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے اور حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہبوطِ آدم علیہ السلام سے اسی ساتویں ہزار میں ہے امام مہدی علیہ السلام کا ظہور بھی وسطِ امت میں ہونے کی متعدد روایتیں آئی ہیں تو ان تمام وجوہ سے قطعاً معلوم ہوا کہ وہ عقد انامل نو ہزار کا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ان تمام روایتوں کے خلاف اور غیر صحیح ثابت ہوتا ہے اب باقی رہ گیا صرف نوسو کا ایک عقد۔ اس کے سوا کلام مرتضوی کا کوئی اور مصداق ہی نہیں۔یہی مصداق عوارض وموانعات سے پاک بھی ہے۔''ہیہات''اور''یخرج فی آخر الزمان '' بھی اس پر صادق آتا ہے۔ جو روایتیں اور اقوال سلف دسویں صدی یا نوسو پر ظہور مہدی علیہ السلام ہونے کی نسبت آئے ہیں ان سب سے بھی اسی کی تائید وتصدیق ہوتی ہے سب سے عمدہ اور قوی دلیل یہ ہے کہ اسی مدت معہودہ پر امام مہدی علیہ السلام کا دعویٰ بھی ہوا۔ چونکہ یہ ضابطۂ کلیہ ہے کہ روایات ظنیہ ظہور واقعہ کی مطابقت کے سبب سے قطعی ہوجاتی ہیں پس ایسا ہی نوسو کا عقدِ انامل بہ سبب دعوئ مہدیت کے قطعی ہوگیا ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے ''عقد تسعاً'' (نو کا عقد انامل باندھا) سے نو سال مدت اختلافِ امام مہدی علیہ السلام کی طرف اشارہ ہونا کہا ہے لیکن یہ صریح غلط ہے کیونکہ سائل کا سوال وقتِ ظہور امام مہدی علیہ السلام سے متعلق ہے تعین مدتِ خلافت کا نہ یہاں کوئی ذکر ہی ہے اور نہ کوئی سوال ہی ہے اسی وجہ سے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے سائل غرض سوال کے موافق جواب میں ''ہیہات'' (دور ہے) فرمایا اور پھر مزید یہ صراحت فرمادی کہ ''یخرج فی اٰخر الزمان'' (وہ آخر زمانہ میں نکلے گا) اس سے مضمونِ سوال اور غرضِ سوال واضح ہوجارہی ہے پھر جواب کے الفاظ کو مضمونِ سوال کے برخلاف تعیّن مدتِ خلافت پر محمول کرنا حضرت مجیب کرم اللہ وجہہ کی حداعجاز تک پہنچی ہوئی فصاحت وبلاغت پر حرف گیری کرنے کی یہ بے ادبی کرنا ہے کہ آپ نے سوال کی غرض کو نہ سمجھا وہ کچھ اور

www.khalifatullahmehdi.info

تھی اور جواب کچھ اور دیا گیا۔

مولف ہدیہ یہ بھی کہتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

حضرت محمد بن حنیفہ کہ راوی اس کلام کے ہیں غائبین سے زیادہ اپنے والد کے رموز واشارات کو سمجھتے ہیں اھل البیت ادریٰ بمافیه من الغیر ''آپ اس کلام سے نوسو برس نہ سمجھے تو دوسروں کا سمجھنا غلط فہمی ہے کیونکہ وہ غائبین فہم وفراست میں آپ کے ادنیٰ غلاموں کے پاسنگ کو نہیں پہنچتے ہیں۔

مولف ہدیہ کا یہ قول بھی کئی وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

اولاً جب مولف ہدیہ کو اس کا اعتراف ہے کہ ''عقد انامل'' کے واضع نے چند عقد آحاد وعشرات کیلئے اور چند (صفحہ ۳۶۲ سطر ۶؟؟؟) واُلُوف کے لئے وضع کئے ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ اشارات وضعی ہیں طبعی نہیں ہیں اور کلمات واشارات وضعیہ کا معنی واضع کی وضع کے موافق ہوتا ہے اور ان کے سمجھنے میں حاضر وغائب خویش وبیگانہ سب یکساں ہوتے ہیں قرآنِ عالیہ ومقالیہ کی ضرورت طبعی اشارات کے فہم کے لئے ہوتی ہے وضعی کلمات واشارات کیلئے نہیں ہوتی۔

ثانیاً اگر نوسو کا تصور محض اس لئے صحیح نہیں ہے کہ حضرت محمد بن حنیفہؓ سے کوئی قول ایسا منقول نہیں ہے تو ''عقد تسعا'' سے مولف ہدیہ نے مہدی علیہ السلام کی نو سال مدتِ خلافت مراد ہونا جو بیان کیا ہے اس کو بھی ضرور غلط فہمی کہنا چاہیئے کیوں کہ حضرت محمد بن حنیفہؓ سے جو واقف رموز واشارات ہیں ایسی کوئی روایت بھی تو منقول نہیں ہے۔

ثالثاً۔ مولف ہدیہ کے اس قول کی غلطی اس سے بھی ظاہر ہے کہ خود انہوں نے عقیدۂ پنجم کے ضمن میں حضرت محمد بن حنیفہؓ کا یہ قول لکھا ہے کہ سن دوسو میں مہدی (علیہ السلام) قائم ہونگے۔(ہدیہ صفحہ۔۶۸) اور یہاں بھی اس کو نقل کر کے حضرتِ ممدوح پر اٹکل و قیاس دوڑانے کا بے ادبانہ حملہ کیا ہے۔جب ''اھل البیت ادریٰ بمافیه من الغیر'' آپ کا قول ہے اور حضرت محمد بن حنیفہؓ اپنے والد کے رموز واشارات کو غائبین سے زیادہ سمجھتے ہیں تو پھر یہ قیاس قائم کرنے میں حضرت محمد بن حنیفہؓ سے کس طرح غلطی ہوگئی کیونکہ ۲۰۰ھ کو عَـقـدً تِسعـا'' سے لفظاً ومعناً کوئی بھی مناسبت ومطابقت نہیں ہے۔اس سے زیادہ پر لطف بات یہ کہ مولف ہدیہ بھی اس واقعہ کے وقت تو یقیناً حاضر نہیں تھے اور غائبین ہی میں داخل ہیں اور غائبین میں داخل ہونے کی جہت سے خود اپنے قول کے موافق فہم و فراست میں حضرت محمد بن حنیفہؓ کے ادنیٰ غلاموں کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچتے ہیں۔پھر تعجب ہے کہ وہی ادنیٰ غلام جو اپنی اس کم فہمی کا مقر ومعترف اور اپنے آقا کے قول کو غلط اٹکل وقیاس قرار دینے کی زبان درازی اور خطا کہنے کی جرأتِ بیجا کرتا ہوا اس کو حضرت مظہر العجائب (امیر المومنین کرم اللہ وجہہ) کے فرمان کی توجیہ احسن پر اعتراض کرنے کا کیا منہ ہے۔

مولف صاحب ہدیہ نے جو دلیل سیزدہم بیان کی اور اس پر جو اعتراض کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

طالقان کی بحث:۔ دلیل سیزدہم عالم میاں رسالہ معارضہ میں رسالہ برہان سے نقل کرتے ہیں کہ ویحاً للطالقین بها کنوز الیست من ذهب ولا فضة ولکن بها رجال عرفوا اللّٰہ حق معرفته و هم

www.khalifatullahmehdi.info

انصار المھدی فرمائے حضرت علی رضی اللہ عنہ واسطے اللہ کے خزانے ہیں نہیں ہیں روپے اور سونے سے و
لیکن وہ مرد ہیں عارفان باللہ جو حق معرفت کا پورا کیا ہے یہ مرد انصار ہیں مہدی کے۔ الخ

بزعم مولف ہدیہ دلائل اثباتِ مہدیت سے یہ تیرھویں دلیل ہے حالانکہ یہ مستقل دلیل ثبوت نہیں ہے کیونکہ اس میں مہدی علیہ السلام کے انصار و معاونین کا حال بیان ہوا ہے نہ حضرت امام علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کا۔ پس یہ روایت اصحابِ مہدی علیہ السلام کے فضائل میں شمار ہوگی نہ کہ اثبات مہدیت کے دلائل میں۔

مولف صاحب ہدیہ نے اپنی عادتِ مستمرہ کے موافق کسی شخص خاص سے رائے وقیاس قائم کرنے میں ولو بالفرض کوئی ضعف و کمزوری پائی جائے تو اس سے تمام قوم کو متہم کرنے کی بدنفسی کا مظاہرہ اس موقع پر بڑے غلو کے ساتھ کیا ہے اور بہت زبان درازی کی ہے چنانچہ اسی موقع پر یہ بدزبانی کی ہے۔

تجھے کیا کام ہے مولا علی سے ۔۔۔ تو اپنے شیخ سدو کو منالے

مولف ہدیہ نے ''ہدیہ'' کی ابتدا ہی میں لکھا ہے کہ ''کسی جاان کو (مہدویہ کو) اوران کے پیشواؤں کو القاب قبیحہ اور الفاظ شنیعہ سے یاد نہ کیا گیا علاوہ یہ ہے کہ فحش وبدزبانی دیانت وشرافت کے بھی خلاف ہے۔ (ہدیہ صفحہ ۲)

ناظرین کرام خود فیصلہ فرمائیں کہ اس شعر سے مولفِ ہدیہ کی خود ان کے اپنے قول کے مطابق شرافت کے خلاف کس قدر رذالت ٹپک رہی ہے۔ خیر ہم نے اس کا انتقام منتقم حقیقی کے حوالہ کردیا ہے۔ غرض بہت کچھ بدزبانی کرنے کے بعد ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ جناب سید عیسیٰ صاحب مہدوی نے اس عبارت میں یہ تحریف کردی ہے کہ اصل کلام مرتضوی میں ویحاً لطالقان تھا جو کسی مقام کا نام ہے سید عیسیٰ صاحب نے اس کو صیغۂ تثنیہ سمجھ کر لام جار کی وجہ سے اس کو مجرور بالیاء کر کے طالقین کردیا ہے اور بعض الفاظ کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے''۔ الخ

مولف صاحب ہدیہ کا ذہن جناب سید عیسیٰ صاحب کی ایک لفظی وخیالی غلطی کی طرف تو منتقل ہو رہا ہے مگر اپنی خطا پر ان کی نظر نہیں پڑتی۔ وہ یہ کہ ''طالقین'' کو مولف ہدیہ نے تثنیہ کا صیغہ ہی کیسے یقین کرلیا جو ضمیر کے مرجع کا اعتراض جناب ممدوح پر عائد کردیا حالانکہ حالتِ جرّی میں جمع مذکر سالم اور صیغہ تثنیہ کی صورتِ مکتوبی ایک ہی ہوتی ہے صرف اعراب کا فرق ہوتا ہے اس لحاظ سے ''طالقین'' کا لفظ ''طالِقِین'' اور ''طَالِقَیْن'' دونوں کو محتمل ہے پس اگر اس لفظ کو طلق کا صیغہ جمع اسم فاعل بروزن فَاعِلِیْن پڑھا جائے (جس کا معنی نیکی کے لئے ہاتھ کھولنے والوں کے ہیں) تو مطلب یہ ہوگا کہ ان نیکی کرنے والوں پر رحمت ہو جو امام مہدی علیہ السلام کے انصار ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو ایسا پہچانا ہے جیسا کہ حق پہچاننے کا ہے یہ بھی ایک صحیح توجیہ ہوسکتی ہے جس میں نہ ضمیر تثنیہ کی ضرورت ہے اور نہ مرجعِ ضمیر کی بحث ہی پیدا ہوتی ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بقولِ مولف ہدیہ طالقین ایک قریہ کا نام ہی تسلیم کیا جائے جو ''بلخ ومرو'' کے درمیان واقع ہے تو جناب سید عیسیٰ صاحب نے اگر طالقین لکھا ہے تو ممکن ہے کہ آپ نے جس رسالۂ برہان سے نقل کیا ہے اس کا غلط نسخہ آپ کو دستیاب ہوا

www.khalifatullahmehdi.info

ہو اور وہی نقل کر دیا گیا ہو جو اس میں لکھا ہوا تھا۔ چنانچہ مولف ہدیہ نے بھی یہ احتمال اس طرح ظاہر کیا ہے کہ معلوم نہیں کہ نسخہ غلط دستیاب ہوا تھا یا عمداً یہ کام کیا۔ ترجمہ متروک ہو جانا بھی ایک امر اتفاقی ہونا ممکن ہے یا یہ کہ وہ ترجمہ نہیں بلکہ تلخیص ہے جس میں خلاصۂ مطلب بیان کر دیا جاتا ہے اور لفظاً لفظاً ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مولف ہدیہ سے ایسی بہت سی غلطیاں احادیث اور اقوال بزرگانِ سلف اور خصوصاً ہماری کتابوں کی عبارتیں نقل کرنے میں عمداً سرزد ہوئی ہیں اور ہم نے ان کو بسا اوقات نظر انداز کر دیا ہے۔

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے تمام صحابہ طالقانی ہی ہوں گے یا یہ کہ سب طالقانی اس صفت سے متصف رہیں گے آپ کے فرمان کا مصداق صحیح ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام کی دعوت چونکہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ساری امت پر عام ہے یہی وجہ ہے کہ امامنا علیہ السلام کے مقبلین ایک ہی قوم اور ایک ہی ملک اور ایک ہی مقام کے باشندے نہیں تھے بلکہ حضرت کے صحابہ میں ہندی۔ سندھی۔ خراسانی۔ بلخی۔ طالقانی۔ ہروی گجری۔ عربی وغیرہ سبھی تھے جن کا نام بنام تفصیلی ذکر کرنا دشوار ہے اور نہ اس موقع پر اس کی ضرورت ہی ہے۔

طالقان کسی مقام کا نام ہی ہو تو اس روایت سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اصحاب مہدی علیہ السلام بحدکمال ایسے ذی مرتبت ہیں کہ جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ نے ان کے مقام سکونت پر کلمۂ ترحم استعمال فرمایا ہے۔ ان کی ذوات متبرکہ کو اللہ تعالیٰ کے خزانے قرار دئے ہیں جن کے لئے یہ بشارت و منقبت عظمیٰ فرمائی ہے کہ انہوں نے خدا کو ایسا پہچانا جیسا کہ حق پہچاننے کا ہے اور یہی وہ مرتبۂ اعلیٰ ہے جس کا بیان سابق میں اس طرح کیا گیا ہے۔ ''لم یسبقھم الاولون ولا یدرکھم الآخرون'' (اگلے لوگ ان سے سبقت نہ لیجا سکیں گے اور بعد کے لوگ ان کے مراتب کو نہ پاسکیں گے) العظمۃ للہ اسی سے امام مہدی علیہ السلام کی شان و عظمت فہم و ادارک سے بالاتر ثابت ہوتی ہے کہ جس ذات اقدس کے صحابہ کی یہ مرتبت و منزلت ہو خود اس ذات اقدس کے فضائل کیا ہوں گے؟

مولف صاحب ہدیہ نے ''ھم انصار المھدی'' کے الفاظ سے بھی یہ شبہ پیدا کیا ہے کہ امامنا علیہ السلام نے اپنے صحابہ میں صرف مہاجرین ہونا اور انصار نہ ہونا فرمایا ہے اس لئے انصار المہدی کے الفاظ ان پر صادق نہیں آتے۔ لیکن یہ شبہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ''انصار'' اسلامی اصطلاح میں اُن صحابۂ رسول اللہ صلعم کو کہا جاتا ہے جو مدینۂ منورہ کے باشندے تھے اور جنہوں نے حضرت رسول اللہ صلعم کی اور مہاجرینِ صحابہ کی اس وقت بڑی مدد کی جبکہ یہ سب مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے مدینۂ طیبہ آئے اور اسی کو اپنا وطن بنالیا لیکن انصار کا معنیٰ لغوی اسی اصطلاح معنی میں محدود نہیں ہے بلکہ عام ہے چنانچہ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کا مکالمہ مذکور ہے۔

فلما احس عیسیٰ منھم الکفر قال من انصاری الی اللّٰہ قال الحواریون نحن انصار اللّٰہ اٰمنا باللّٰہ واشھد بانا مسلمون (۳۔۱۳۔ال عمرآن)	جب عیسیٰؑ نے ان (یہود) سے کفر محسوس کیا تو کہا اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کر میری مدد کرنے والے کوئی ہیں تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ (کے دین) کی مدد کرنے والے ہیں اللہ پر ایمان لائے ہیں آپ گواہ رہیں ہم مسلمان (یعنی تابعدار) ہیں۔

اس آیت میں انصار سے اصطلاحی انصار مراد نہیں ہیں بلکہ حواریوں پر معنی لغوی کے لحاظ سے انصار کا اطلاق ہوا ہے۔

حضرت امامنا علیہ السلام سے جو یہ مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں انصار و مہاجرین دونوں تھے اور بندہ کے پاس صرف مہاجرین ہی ہیں اس سے اصطلاحی انصار کی نفی مقصود ہے کیونکہ حضرت امامنا علیہ السلام اور آپ کے مہاجرین نے کسی مقام پر توطن اختیار نہیں کیا جہاں کے باشندوں نے آپ کی اور آپ کے مہاجرین کی امداد و اعانت کی ہو اور وہ انصار کے لقب سے مشہور ہوئے ہوں مگر لغوی معنی کے اعتبار سے صحابۂ امام علیہ السلام حقیقی مومنین اور انصار اللہ یا انصار دین اللہ ہونے میں کیا شک ہے ان پر انصار مہدی کا اطلاق بالکل درست ہے۔

دلیل چہاردہم رسالۂ معارضۃ الروایات کی چند روایتیں:۔ مولف صاحب ہدیہ نے رسالۂ معارضۃ الروایات کی مندرجہ چند روایات اپنے بعض غلط اور لا طائل شبہات و اعتراضات کے ساتھ لکھی ہیں اور ان کو دلیل چہاردہم قرار دیا ہے چنانچہ لکھا ہے۔''دلیل چہاردہم بقیہ احادیث۔و آثار رسالہ معارضۃ الروایات''۔

لیکن مولف ہدیہ نے اولاً تمام احادیث کو یکجا لکھدیا ہے اور ہر حدیث کی نسبت جو توجیہ صاحب معارضۃ الروایات نے بیان کی ہے اس کو بھی ہر حدیث کے ساتھ لکھا ہے۔مگر ان توجیہات پر خود کو جو اعتراض ہے وہ سب جواب کا عنوان قائم کر کے بعد میں لکھے ہیں جس سے ناظرین کو ربط کلام قائم کرنے میں بار بار اوراق الٹنے کی ضرورت لاحق ہوگی۔اسلئے ہم نے ناظرین کی سہولت کیلئے ہر حدیث کی نسبت صاحب معارضۃ الروایات نے جو توجیہ کی ہے اور اس پر مولف ہدیہ کو جو شبہ یا اعتراض ہے اور اس اعتراض یا شبہ کا جو حل یا تردید ہوسکتی ہے یہ سب متعلقہ مضامین ایک ہی جگہ ہر حدیث کے ضمن میں درج کر دئے ہیں۔

ان مباحث پر قلم اٹھانے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس دلیل کے ضمن میں جو حدیثیں لکھی گئی ہیں ان میں سے ایک دو کے سوا باقی سب مقطوع یا موقوف حدیثیں ہیں جو کسی صحابی یا تابعی وغیرہ کی ذاتی رائے یا ذاتی اقوال ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین نہیں ہیں۔

اصولِ حدیث کے مطابق حدیثِ موقوف کی تعریف اور اس کا حکم جو اس سے پہلے بھی اس کتاب میں نقل کیا گیا ہے۔

الموقوف هو مطلقاً ماروی عن الصحابی من قول اوفعل مفصّلاً کان او منقطعاً و هو لیس بحجة علیٰ الاصح (رسالہ اصولِ حدیث مولفۂ علامہ سید شریف جرجانیؒ مطبوعہ ۱۲۸۴ھ)

مطلق موقوف خواہ مفصل ہو یا منقطع وہ ہے جو صحابی کا قول یا فعل روایت کیا گیا ہو۔اور مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ حجت نہیں ہے۔

ایسا ہی مرفوع احادیث کی اسناد بھی قوی اور صحیح ہونا ضروری ہے۔ضعیف و غیر صحیح حدیثوں سے محدثین و مجتہدین کے پاس قطع و یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔پس اس قسم کے اقوال کو مرفوع احادیث کی طرح یا غیر صحیح احادیث کو صحیح احادیث کی طرح قابل حجت

www.khalifatullahmehdi.info

قرار دینا اوران میں سے ہر قول کوخواہ اس کا کہنے والا کوئی بھی ہواوراس کی اسناد میں کتنا ہی ضعف لاحق ہوثبوت مہدیت کامدار وموقوف علیہ سمجھ لینا اصول کے خلاف ہے۔اس لحاظ سے مولف ہدیہ کا محل بے محل یہ کہہ دینا کہ ''یہ حدیث امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدیت کی تکذیب کرتی ہے'' یا یہ کہ ''فلاں قول حضرت پر صادق نہیں آتا'' اس سے خودان کی اصولِ حدیث سے لاعلمی وجہالت ثابت ہے۔

اسی طرح مولفِ ہدیہ کی اس غلط بیانی سے ان کی اصول حدیث سے جہالت ظاہر ہوتی ہے جوانہوں نے لکھا ہے کہ ''مہدی علیہ السلام کی صدہاعلامات بروایات ثقات ثبوت کوپہنچی ہیں'' (ہدیہ صفحہ۔۱۲۰)

مولف صاحب ہدیہ اول یہ تو بتائیں کہ بروایاتِ ثقات ثبوت کوپہنچی ہوئی صدہا علامات وہ کونسی ہیں؟ اوران علامات کا ماخذ حضرت مخبر صادق صلعم کے فرامیں یعنی مرفوع احادیث ہیں یا ماوشما کے اقوال اور غلط قیاسات جواصولِ حدیث کے مطابق قابل حجت نہیں ہیں۔ان مرفوع احادیث کی نسبت بھی مخبر صادق کی طرف صحیح ہے یانہیں؟ ورنہ بیشمار موضوع اور ضعیف حدیثیں ایسی ہیں جومخبر صادق کی طرف منسوب کردی گئی ہیں لیکن حقیقت میں ان کی نسبت مخبر صادق کی طرف صحیح نہیں ہے۔

مشہور محدثین وعلمائے اہلِ سنت نے تو اُنہی چند امور کوعلامات صحیحہ قرار دیا ہے جوحضرت مخبر صادقؐ سے مہدی علیہ السلام کی شان میں متواتر ومشہور طور پر وارد ہیں ان کے مقابل مولف ہدیہ اپنے تبحر علمی سے جب سینکڑوں علامتیں ہونے کے مدعی ہیں تو اول یہ معلوم ہو جانا چاہیئے کہ آخر وہ اَن گنت علامتیں کونسی ہیں اوران کا ماخذ کیا ہے جن تک ان علماء ومتقدمین کے ذہن رسا کی رسائی نہیں ہوئی۔

ثانیاً ان احادیثِ مرفوع وموقوف کی نسبت جوتوجیہ صاحب معارضۃ الروایات جناب سید عیسیٰ صاحب مہدوی نے بیان کی ہے اس کی نوعیت وہی ہوسکتی ہے جوتمام علمائے اسلام کی رائے وقیاس کی ہے جس طرح ان علمانے کسی آیت وحدیث کی نسبت اپنی رائے و قیاس سے جوتوجیہات کی ہیں وہ سب درست ہونا ضروری نہیں ہے اسی لئے مجتہدین اور علمائے امت کی اس قسم کی توجیہات باہم مختلف ہیں ان میں سے کوئی صحیح ہے کوئی صحیح نہیں ہے لیکن کسی کی قیاسی توجیہ کے غلط ہونے سے اصل دین و مذہب پر یا اس آیت و حدیث پر کوئی اثر مترتب نہیں ہوسکتا

اسی طرح صاحب ''معارضۃ الروایات'' کی کوئی توجیہ اگر احیاناً صحیح نہ ہوتو اُس سے اصل دین و مذہب پر کوئی اثر مترتب نہیں ہوسکتا اور نہ اس غلطی کوتمام اہل مذہب کی طرف منسوب کردینا صحیح ہے جیسا کہ مولف ہدیہ کی ہی مذموم عادت ہی ہوگئی ہے کہ شخصی غلطی کو وہ تمام اہل مذہب کی طرف منسوب کر کے سب کومورد الزام قرار دیتے ہیں۔اس اعتبار سے ان توجیہات پر رد وقدح کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہی ایک معقول وجہ مولف ہدیہ کی تردید کے لئے خودکافی ہے۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اقوال بھی امامنا علیہ السلام پر صادق ہیں اور صاحبِ ''معارضۃ الروایات'' کی توجیہ درست ہے ان کے سمجھنے میں خود مولف ہدیہ ہی سے غلطی ہوئی ہے اس لئے مختصر طور پر ان کی بھی توضیح کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ہم ان رویات کو یہاں مولف ہدیہ کی ترتیب ہی کے موافق درج کرتے ہیں۔پہلی روایت۔

www.khalifatullahmehdi.info

ما اخرجه الترمذی یلی رجل من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی ۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص میری اہل بیت سے والی ہوگا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔

بقول مولف ہدیہ صاحب ''معارضۃ الروایات'' نے اس روایت کی جو توجیہ کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔
عالموں۔عاملوں۔امیروں۔فقیروں کی جماعت کثیر نے آپ کی تصدیق کی تو حق تعالیٰ نے آپ کو جو نبی (صلعم) کی اہل بیت سے اور ہمنام نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان سب کی ولایت عطا کی ہے۔

ترمذی کی اس روایت مذکورہ سے متعلق مولف ہدیہ کو یہ اعتراض ہے کہ ''ولایت سے اگر ولایتِ عامہ مراد ہے تو تمہارے مہدی میں مفقود ہے۔اگر یہ مراد ہے کہ ایک جماعت کثیر کے پیر بن جانا تو یہ خصائص سے نہیں ہے بلکہ اہل بیت میں ہزارہا شخص ہمنام حضرت کے ایسے ہوے ہیں کہ ایک خلق ان کی مطیع ومعتقد ہوئی ہے یہ کیا خصائص وعجائب سے تھا کہ اس کو حضرت رسالت خاص مہدی کے واسطے بیان فرماتے''۔

اس کی جوابی تقریر کئی وجوہ سے ہوسکتی ہے۔جناب سید عیسیٰ صاحب مہدوی نے ان روایات پر ثبوت کا مدار نہیں رکھا ہے بلکہ اس حدیث کو سائل کے اس سوال کے جواب میں لایا ہے جس کی تقریر سوال یہ ہے کہ ''ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ''لاتذهب الدنیا حتیٰ یملک العرب رجل من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی '' حالانکہ تمہارے مہدی عرب کے مالک نہیں ہیں۔
اس سوال کا اولاً جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح بھی ہو تو یملک العرب کے الفاظ صرف اسی روایت میں ہیں اس کے کوئی شواہد بھی نہیں ہیں لہذا اس کی حیثیت ایک خبر واحد کی سی ہے اور خبر واحد سے اصولِ فقہ واصولِ حدیث کے نظر کرتے ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ مفید قطع ویقین نہیں ہوتی۔عرب کے معنیٰ مرادی کے تعین میں بھی کئی بحثیں ہیں۔
ثانیاً۔ جناب سید عیسیٰ صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اسی ترمذی میں ایک اور حدیث اس طرح آئی ہے ''یلی رجل من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی '' اس میں عرب اور یملک کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ مطلق ولایت ہے مطلق مقید کی ضد ہے اور یہ دونوں حدیثیں صحت وقوت میں برابر ہیں تو حکم اذاتعارضاتساقطا ان پر صادق آیا یعنی دونوں ساقط ہوگئیں۔
اب ناظرین کرام اصول مناظرہ کے موافق بانصاف ملاحظہ کریں کہ مولف صاحب ہدیہ نے اس حدیث کو دلیلِ ثبوتِ مہدیت قرار دیکر جو اعتراض کیا ہے وہ کس حد تک صحیح ہے۔جب بنائے اعتراض ''معارضۃ الروایات'' کا قول ہے اور صاحب ''معارضۃ الروایات'' کے قول کی رو سے یہ حدیث دوسری حدیث سے متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط سمجھی جارہی ہے تو صاحب معارضۃ الراویات کے نزدیک وہ حدیث اپنے حکم پر باقی نہیں ہے اور نہ وہ دلیل ثبوت ہی ہے پھر اس کو دلیل قرار دیکر اس پر اعتراض کرنے کی کہاں گنجایش ہے۔
ثالثاً۔ یہ تو جناب ممدوح کے بیان کا خلاصہ اور اس سے متعلقہ تقریر تھی لیکن قابلِ غور یہ بات ہے کہ معنیٰ ولایت کی یہ بحث کیا

مدارِ بحث ثبوت ہے کہ اس کے سوا اور کوئی دلیل ہی نہیں یا علامات مہدیت کا انحصار صرف اسی پر ہے کہ اس کے نہ پائے جانے سے دوسری تمام علامتوں کا وجود بیکار اور کالعدم ہو جائے گا۔

رابعاً۔ ''یلی رحل'' سے تمام روئے زمین کی ولایت عامہ یا تمام ربع مسکوں کا والی ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ اس کی تحقیق اس سے پہلے یملاء الارض قسطاً وعدلاً کے تحت کی گئی ہے۔

خامساً۔ ایک اور جواب یہ ہے کہ زبانِ عرب میں ''والی'' اور ''ملک'' کا اطلاق کم از کم درجہ کی حکومت وقدرت پر بھی ہوتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔۔

اذ قال موسیٰ لقومه يا قوم اذكروا نعمة الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء و جعلكم ملوكا (الاٰیة ۶۔۸۔مائدہ)	جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) سے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تم میں سے انبیا اور بادشاہ بنائے۔

بنی اسرائیل کے بادشاہ تمام روئے زمین کے بادشاہ نہیں تھے اس کے باوجود ان پر قرآن شریف میں ملوکاً کا اطلاق ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ولایت وملوکیت کا اطلاق صحیح ہونے کے لئے تمام روئے زمین کا بادشاہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

تفسیر زاہدی اور تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے تحت یہ روایتیں لکھی ہیں۔

قال ابن عباسؓ من كان له مسكن و عيال و خادم ولايدخل احدنى بيته الاباذنه فهو من جملة الملوک.	ابن عباسؓ کا قول ہے جس کو مکان سکونت اور اہل وعیال اور خادم ہو اور اس کے مکان میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہ ہو سکے وہ منجملہ ملوک کے ہے۔
و روى عن البنى صلى الله عليه و سلم انه قال من كان له بيت و خادم و زوجه فهو ملک.	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ جس شخص کا کوئی مکان اور خادم اور زوجہ ہو وہ ملک (بادشاہ) ہے۔
و سأل رجل عن عبدالله بن عمرو بن العاص السنا من فقراء المهاجرين فقال الک امرة تاوى اليها قال نعم قال الک مسكن تسكنه فانت من الاغنياء قال ولى خادم ايضاً قال فانت من الملوک تملک امره۔	عبداللہ بن عمر بن العاص سے ایک شخص نے پوچھا کیا ہم فقرائے مہاجرین نہیں ہیں تو انہوں نے کہا کیا تجھے عورت ہے کہا ہاں ہے کہا کیا تجھے کوئی مکان ہے جس میں تو رہتا ہے کہا ہاں ہے انہوں نے کہا پھر تو تو اغنیا میں ہے اس شخص نے کہا مجھے ایک خادم بھی ہے تو انہوں نے کہا پھر تو تو ملوک سے ہے جس کے امور ضروری کا تو مالک ہے۔

جب صرف ایک خادم اور زوجہ ہونے پر ملوک کا اطلاق ہوسکتا ہے تو امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں تو امرا۔ شرفا۔ علما۔ حکام وروساء وغیرہ مختلف طبقات کے سینکڑوں ہزاروں اشخاص زیر فرمان رہے ہیں چنانچہ خود مولف ہدیہ نے ہدیہ کے باب دوم میں سفر خراسان میں آپ کے ہمراہ نوسو آدمی رہنے کا اعتراف کیا ہے حالانکہ حقیقی تعداد اس سے کہیں بہت زیادہ تھی پس اس کے لحاظ سے ''یلی'' و''یملک'' کا اطلاق بالکل درست ہے۔

ان سب ہمراہی مہاجرین کے علاوہ جن کو وقتاً فوقتاً حضرت کے ساتھ ساتھ رہنے کا شرف حاصل رہتا تھا چونکہ حضرت منصب خلافت الٰہی اور امامت وارشاد وہدایت پر فائز تھے کئی امراو سلاطین و والیانِ ملک وخواقین حضرت کے زیر فرمان تھے تو اس جہت سے بھی ''یلی ویملک'' کا اطلاق آپ پر صادق ہے لیکن ہمارے نزدیک اس سے حکومت حقیقی مراد ہے جو انبیاء وخلفاء اللہ کو حاصل رہی ہے حکومت ظاہری یعنی دنیاوی بادشاہت ہرگز مراد نہیں ہے جس کے دلائل اس کے موقع پر ذکر ہوئے ہیں۔

سادساً مولف صاحب ہدیہ کا یہ قول بھی کہ ''ایک جماعت کے پیر بن جانا کچھ خصوصیات سے نہیں ہے'' اس لئے صحیح نہیں ہے کہ مولف ہدیہ کے خیال فاسد کے مطابق اگر ولایت عامہ مراد لی جائے تو کیا خصائص مہدی علیہ السلام سے ہوگی؟ کہ کسی دوسرے کو حاصل ہی نہو اگر بقول مولف ہدیہ ایک جماعت کے معتقد علیہ بن جانا خصائص سے نہیں ہے تو یہی ولایت عامہ یعنی بادشاہت ظاہری بھی جبکہ سینکڑوں ہزاروں اشخاص کو حاصل رہی ہے امام مہدی علیہ السلام کی خصوصیات میں کس طرح شمار ہوسکتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ علامات کے تعین میں جیسی مولف صاحب سے غلطی ہوئی ہے اور صدہا علامات ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں ایسا ہی خصائص کا معنی سمجھنے میں بھی مولف ہدیہ کو مغالطہ ہوگیا ہے کہ وہ ہر علامت وخصوصیت کا معنی یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ (یعنی آپ ہی میں پائی جائے اور دوسرے میں نہ پائی جائے) سمجھ رہے ہیں حالانکہ اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ بعض خصوصیتیں تو ایسی ہوتی ہیں جو یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ کا مصداق ہیں جیسے معصوم عن الخطا اور خلیفۃ اللہ ہونا وغیرہ۔ بعض ایسی ہیں جو ذات مخصوص بہ میں ان کا پایا جانا ضروری ہے اور دوسروں میں ان کا پایا جانا منع نہیں جیسے عترۃ رسولؐ اور بنی فاطمہؓ سے ہونا وغیرہ۔ بعض ایسی ہیں جن کا مجموعی طور پر ذات مخصوص بہ میں جمع ہونا خصوصیات سے ہے خواہ بحیثیت انفرادی اُن میں سے کوئی امر دوسرے میں پایا جائے یا نہ پایا جائے اس سے بحث نہیں۔ اگر ہر خصوصیت وعلامت کو لایوجد فی غیرہ کا مصداق سمجھا جائے تو اس کی غلطی اسی سے صاف ظاہر ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا فاطمی النسب ہونا تو باتفاق فریقین ضروری اور حضرت کی علامت وخصوصیت ہے لیکن آپ کے نزدیک کیا اس خصوصیت کا یہ معنی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے سوا کوئی اور فاطمی النسب ہی نہونا چاہیئے اگر یہ معنی لیا جائے تو صریح غلط ہے ایسا ہی امام مہدی علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنام ہونا امام علیہ السلام کی علامت ہے لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کے سوا اور کسی کا نام محمد نہو۔

معارضۃ الروایات کی دوسری حدیث نعمت اور مال کی تحقیق:۔ مولف صاحب ہدیہ نے دوسری حدیث یہ لکھی ہے۔ منہا ما اخرجہ ابن ماجۃ یکون فی امتی امام مہدی ان قصر فسبع والافتسع فتنعم امتی نعمہ لم یبتنعمہ قلبہا مثلہا

www.khalifatullahmehdi.info

قط تؤتی اکلھا ولا تدخرمنھا والمال یومئذ کدوس . آہ۔اس پر مولف صاحب ہدیہ نے جو اعتراض کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحب معارضۃ الروایات نے اس نعمت سے نعمت باطنی مراد لی ہے والمال یومئذ کدوس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ مال اس روز مثل خرمن پامال کے ہوگا لیکن مولف صاحب ہدیہ کی رائے میں اس سے نعمت ظاہری مراد ہے نہ باطنی اور صحیح ترجمہ ان کی رائے میں یہ ہے کہ اس روز مال خرمنہا ہوگا۔غیر ضروری اور غیر متعلق مباحث سے قطع نظر کر کے اصل اعتراض کا خلاصہ کر دیا گیا ہے جو یہی ہے۔

واضح ہو کہ جناب سید عیسیٰ صاحب نے نعمت سے مراد نعمت باطنی لی ہے تو بجا و صحیح ہے اس لئے کہ امام مہدی علیہ السلام بادشاہ صاحب ملک وسلطنتِ ظاہری نہیں ہیں جو امت کو دنیاوی نعمت سے مالا مال کر دیں گے بلکہ آپ تابع تام حضرت خاتم رسالتؐ وجگر گوشہ آنحضرتؐ ہیں پس امام ہمام علیہ السلام کے حالات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے مشابہ ہونا چاہیئے۔یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم نے ظاہری بادشاہت اور دنیاوی نعمت سے ہمیشہ اعراض و انکار فرمایا ہے چنانچہ طبرانی وغیرہ نے ابن عمرؓ وغیرہ سے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں۔

عن ابن عمرؓ سمعت رسول اللّٰہ یقول لقد ھبط علّی ملک من السماء ما ھبط علٰی نبی قبلی ولا یھبط علٰی احد بعدی و ھو اسرافیل فقال انا رسول ربک الیک امرنی ان اخبرک ان شئت نبیاً عبداً و ان شئت نبیا ملکاً فنظرت الٰی جبرئیل فاو ما الّی ان تواضع فلو انی ان قلت نبیاً ملکاً لسادت الجبال معی ذھباً۔	ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا کہ مجھ پر ایک فرشتہ آسمان سے اترا جو مجھ سے پہلے کسی نبی پر نہیں اترا اور نہ میرے بعد کسی پر نازل ہوگا وہ فرشتہ اسرافیل ہے اس نے کہا کہ میں آپ کے پروردگار کا پیامبر ہوں اس نے مجھے آپ کو یہ اطلاع دینے کا حکم دیا ہے کہ آپ نبیؐ اور بندہ رہنا چاہتے ہیں یا نبیؐ اور بادشاہ ہونا (رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں) میں نے جبرئیل کی طرف دیکھا اس نے تواضع اختیار کرنے کا اشارہ کیا اگر میں نبی اور بادشاہ ہونے کے لئے کہتا تو پہاڑ سونے کے بن کر میرے ساتھ ساتھ رہتے۔

ایسی ہی اور روایتیں بھی آئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ ہونے کو پسند نہیں فرمایا۔

آنحضرت صلعم نے اپنی آل کے لئے بھی یہ دعا فرمائی ہے۔

اللھم اجعل رزق آل محمد کفافا	یااللہ تو آل محمد کو ضرورت کے موافق رزق دے۔

امام مہدی علیہ السلام بھی آپ کی برگزیدہ آل ہی ہیں اس لئے امام علیہ السلام کے لئے بھی رزق کفاف کی یہ دعا شامل ہونا چاہیئے جو بادشاہت کے منافی ہے۔

آنحضرت صلعم نے ہر محبوب بندہ کے لئے بھی رزق کفاف کو اس کے محبوب ہونیکی یہ علامت قرار دیا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

ان اللّٰہ اذا احبّ عبد اجعل رزقہ کفافہ۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت رکھتا ہے تو اس کو ضرورت کے موافق رزق دیتا ہے۔

امام مہدی علیہ السلام بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح محبوب ترین عباداللہ ہیں اس لئے اسی وصف خاص سے آپ متصف رہنا اور جیسا رسول اللہ صلعم نے فقر وفاقہ میں گزارا ہے مہدی علیہ السلام بھی ایسا ہی بسر کرنا چاہیئے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی نعمتوں سے کس طرح مستغنی زندگی بسر فرمائی ہے اس کی مثال ان روایتوں میں پائی جاتی ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال دخلت علٰی النبی فی غرفۃ کانھا بیت حمام وھو نائم علی حصیر وقد اثر علٰی جنبہ فبکیت فقال مایبکیک یا عبد اللّٰہ قلت یا رسول اللّٰہ کسریٰ و قیصر یطؤن علی الخز والدیباج والحریر وانت نائم علٰی ھذا الحصیر قد اثر بجنبک فقال فلاتبک یاعبد فان لھم الدنیا ولنا الآخرۃ۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں رسول اللہؐ کے پاس ایک تنگ جھروکہ سے جو کبوتر کے تنگ گھونسلے کے جیسا تھا داخل ہوا اور آپ ایک حصیر پر سو رہے تھے جس کا نقش آپ کے پہلو پر اٹھ آیا تھا یہ دیکھ کر میں رو دیا آپؐ نے فرمایا عبداللہ کیوں روتے ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کسریٰ و قیصر ریشم و دیبا کے فرش پر پھرتے ہیں اور آپؐ اس حصیر پر سو رہے ہیں جس کا نقش آپؐ کے پہلو پر اُٹھ آیا ہے آپ نے فرمایا عبداللہ رو نہیں ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔

ایضاً عن ابن عباسؓ قال حدثنی عمر بن الخطاب قال دخلت علٰی رسول اللّٰہ (الٰی ان قال) و ذٰلک کسریٰ و قیصر فی الثمار والانھار وانت نبی اللّٰہ و صفوتہ و ھذہ خزنتک قال یا ابن الخطاب اما ترضیٰ ان تکون لنا الآخرۃ ولھم الدنیا (ابن ماجہ باسناد صحیح)

ایضاً ابن عباسؓ بھی کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوا (بعد کا وہی واقعہ یہاں تک بیان کیا کہ) یہ کسریٰ و قیصر میووں اور نہروں وغیرہ میں ہیں اور آپؐ اللہ کے نبی اور خاص بندہ ہیں اور یہ آپؐ کا خزانہ ہے فرمایا اے ابن الخطاب کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ ہمارے لئے آخرت ہے اور ان کے لئے دنیا ہے۔

پس امام مہدی علیہ السلام جو قدم بر قدم رسول اللہ اور وارث میراث خاتم الانبیاء صلعم ہیں۔ قیصر و کسریٰ کے منصب پر کیسے فائز رہیں گے البتہ ہم نے جیسا بیان کیا ہے اس حکومت و ولایت کا اعلیٰ و حقیقی مفہوم آپ پر کئی وجوہ سے صادق ہے اور آپ بھی اس ولایت کے اسی طرح ضرور مظہر و مصداق ہیں جس طرح اکثر انبیاء وخلفاء اللہ علیہ السلام اور خصوصاً حضرت افضل الانبیاء صلعم ظاہری بادشاہ ہوئے بغیر مظہر رہے ہیں۔ حدیث میں ذکر کی ہوئی نعمت سے مال مراد لیا جائے تو اس کی تردیدی دلایل کے منجملہ ایک واضح دلیل یہ

ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان لکل امة فتنة امتی المال۔ ہر ایک امت کے لئے ایک ایک فتنہ ہے اور میری امت کے لئے مال فتنہ ہے۔

پس یہ کس طرح ہو سکے گا اور کوئی دیندار عقلمند کیسے کہے گا کہ مہدی علیہ السلام اُمت محمدیہؐ کو اُس نعمت سے مالا مال فرمائیں گے جو در حقیقت اُمت کیلئے فتنہ ہے۔اس صورت میں اس حدیث کا معنی ومطلب یہ ہوگا۔

میری اُمت میں مہدی (علیہ السلام) ہوں گے اور وہ (معاذ اللہ) اُمت کو فتنہ سے اس طرح پر کریں گے کہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔

ظاہر ہے کہ بقول مولف ہدیہ اگر یہ مراد لی جائے تو یہ حدیث امام مہدی علیہ السلام کی منقبت وفضیلت کا بیان نہ ہوگی۔واحسرتا مولف صاحب ہدیہ کی رگ و پے میں دنیا و مال کی محبت کیسی سرایت کی ہوئی ہے کہ آیات واحادیث سے بھی سوائے مال دنیا کے جو ''راس کل خطیئة'' ہے اور کچھ معنی ان کی سمجھ میں نہیں آتا حالانکہ قرآن وحدیث دنیا و مال دنیا کی سب سے زیادہ مذمت کرنیوالے اور مومنین کو اس سے نفرت دلانے والے ہیں۔گویا مولف ہدیہ اس آیت کے مورد ومصداق ہوگئے ہیں **اما من طغیٰ واثر الحیوة الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ۔**

غرض اس حدیث کے ابتدائی حصہ کا صحیح مطلب وخلاصہ یہ ہے کہ ''میری اُمت میں مہدی (علیہ السلام) مبعوث ہوں گے اگر کم رہیں تو سات برس ورنہ نو برس رہیں گے آپ کے زمانہ میں میری اُمت اس طرح صاحبِ نعمت رہے گی کہ اس جیسی کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ اُمت کو اس کے ثمرات دئے جائیں گے اور ان سے کچھ چیز اٹھا نہ رکھی جائے گی۔ جب مولف صاحب ہدیہ ولایت کے معنی میں خصوصیت کا مفہوم ہونے کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں تو پھر نعمت کے مفہوم میں بھی یہی خصوصیت کی ضرورت کیوں نہیں مانتے یعنی نعمت کے معنی مراد بھی ایسے کرنا چاہیئے جو دوسروں میں نہ پائے جائیں اور حضرت امام مہدی علیہ السلام ہی سے مخصوص ہوں۔اور یہ معنی کہ مالدار ہونا اور خیرات کرنا اس میں کیا خصوصیت ہے جیسا کہ مولف ہدیہ نے ولایت کی نسبت کہا ہے ایسا ہی ہزار ہا اشخاص مالدار اور سخی ہوئے ہیں اور ہوتے رہیں گے یہ کیا خصوصیات وعجائبات سے تھا جو حضرت رسالت مآب صلعم اس کو خاص مہدی علیہ السلام کے لئے فرماتے۔پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے یہ وعدہ ایسی نعمتوں کا فرمایا ہے جو امام مہدی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس سے مخصوص ہیں اور دوسروں میں نہیں پائی جائیں گی اور وہ نعمتیں ظاہری ودنیوی نہیں بلکہ دینی واخروی نعمتیں ہی ہوسکتی ہیں جو حضرت مہدی علیہ السلام کے ذریعہ سے امت کو حاصل ہوئیں۔جن کی تکمیل کے لئے مخبر صادق نے حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کو ایسی ضروری قرار دیا کہ اس کے بغیر دنیا ختم نہیں ہوسکتی اور قیامت نہیں آسکتی اور آپ کا منصب جلیلہ۔''**یختم اللہ به الدین کما فتحه بنا**''۔اور''**یقوم بالدین کما قمت به فی اول الاسلام**''ارشاد فرمایا پس صاحب معارضۃ الروایات'' کے قول کے موافق جس کو مولف ہدیہ نے

ہدیہ میں لکھا ہے اگر فضائل وکمالات باطنی جو تعلیماتِ ولایتِ محمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں جیسے دنیا سے اعراض۔توکل تام۔ذکر دوام۔ طلب دیدارِالٰہی فنائے شخصی وبقائے ذاتی وغیرہ اس نعمت سے مراد لی جائیں تو یہ واقعی ایسی نعمتیں ہیں جو امام مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جیسی عام طور پر حاصل ہوئی ہیں کبھی حاصل نہیں ہوئیں اوران کوحضرت امام علیہ السلام کے منصب جلیلہ سے خاص مناسبت بھی ہےاوران پرفرمانِ **فتنعم فيه امتى لم يتنعموا مثلهم قط** (اس زمانہ میں میری اُمت ایسی پُرنعمت رہے گی کہ اس کے جیسی کبھی نہ رہی ہوگی) پورا پورا صادق ہے اور اگراس سے صرف بارش کثرت سے ہونا اورخوب غلہ اور میوے پیدا ہونا مراد لی جائے تو یہ ایسا معنی ہوگا کہ اقطاع عالم میں بیشمار مقامات پر ہزاروں مرتبہ ہوا ہوگا یعنی خوب بارش ہوئی اورخوب غلہ اورخوب میوہ پیدا ہوتا رہا اس میں کوئی خصوصیت نہ ہوگی کیونکہ یہ عادت جاریہ ہے کہ بارش کی زیادتی کثرت نباتات وثمرات کومتلزم ہے اور یہ دنیا میں اکثر ہوتا چلا آیا ہے۔

مولف صاحب ہدیہ کہتے ہیں کہ حدیث ابن ماجہ میں عبارت صحیح یہ ہے''**توتى الارض اكلها**''۔یعنی دیگی ثمرات اپنے۔تو مرادنعمت ظاہری ہوئی نہ باطنی واضح ہو کہ یہ روایت''ابن ماجہ'' کے حوالہ سے درج ہوئی ہےاورابن ماجہ کے بعض نسخوں میں یہی عبارت ہے جو جناب سید عیسیٰ صاحب مہدوی نے نقل کی ہےاس میں لفظ''ارض''نہیں ہے چنانچہ مطبع فاروقی دہلی کے مطبوعہ نسخہ''ابن ماجہ'' میں ابوسعید خدریؓ کی راویت سے جوحدیث درج ہےاس کے الفاظ یہی ہیں۔

ان النبى صلى الله عليه و سلم قال يكون فى امتى المهدى ان قصر فسبيع و الافتسع. فتنعم فيه امتى نعمة لم ينعموا مثلها قط توتى اكلها ولا تذخر منهم شيئا والمال يومئذ كدوس الحديث (ابن ماجہ باب خروج المہدی)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مہدی (علیہ السلام) ہوں گے اگرکم رہیں تو سات ورنہ نوسال۔اس زمانہ میں میری امت ایسی پرنعمت رہے گی اس جیسی کبھی نہ رہی ہوگی وہ اپنے ثمرات دیجائیگی اوران سے کوئی چیزاٹھانہ رکھی جائے گی اوراس روز مال شئی پامال کی طرح ہوگا۔

اس روایت میں''الارض''نہیں ہے بلکہ''**لم ينعموا**''اور**لا تذخر منهم**''میں جو ضمیر جمع مذکر غائب ہے وہ امت کی طرف راجع ہے کیونکہ قوم وغیرہ الفاظ کی طرح لفظ امت بھی لفظاً واحد اور معناً جمع دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے پس حدیث میں ذکر کئے ہوئے افعال امت ہی کی طرف مسند ہیں ان کی اسناد''الارض'' کی طرف کسی طرح نہیں ہوسکتی۔ایسی صورت میں جناب سید عیسیٰ صاحب نے جوروایت نقل کی ہے وہ اس روایت کے عین مطابق ہےاورمولف ہدیہ نےتحریف لفظی ومعنوی اورغلط بیانی وغیرہ کے جو الزامات حضراتِ مہدویہ کی جناب میں عائد کئے ہیں وہ سب غلط اورافترا ہیں اورخود مولف ہدیہ پر پلٹ پڑتے ہیں کیونکہ جو الفاظ اس راویت میں نہیں ہیں وہ خود اضافہ کررہے ہیں۔

کسی راویت میں لفظ ارض ہو بھی تو ہامرے بیان کردہ مطالب ومعانی کو اصلامضرنہیں ہے اس لئے کہ ارض سے بھی نفس وذات

www.khalifatullahmehdi.info

مراد ہو سکتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والبلد الطیب یخرج نباته باذن ربه والذی خبث لا یخرج الانکدا (۸۔۱۴۔اعراف)

اچھی بستی جس کی نباتات اپنے پروردگار کے حکم سے اگتی ہیں اور جو ناقص ہے اس کی نباتات بھی ناقص ہوتی ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے۔

هذا امثل ضربه اللّٰه للمومن والکافر فمثل المومن مثل البلد الطیب یصیبه المطر فیخرج نباته باذن ربه والذی خبث یرید الارض السنحنة التی لا یخرج نباته۔

اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کی یہ مثال دی ہے مومن کی مثال اس اچھی بستی کی جیسی ہے جس پر مینہ برسا ہو اور اپنے پرورچگار کے حکم سے اس کی نباتات اُگی ہوں اور ناقص سے مراد زمین شور ہے جس میں نباتات نہیں اُگتیں۔

تفسیر کشاف میں لکھا ہے۔

هذا مثل لمن یخع فیه الوعظ والتنبیه من المکلفین ولمن لایوثرفیه شئی من ذالک وعن مجاهد آدم و ذریته منهم خبیث و طیب وعن قتاده المومن سمع کتاب اللّٰه فوعاه بعقله وانتفع به کالارض الطیبة اصابها الغیث فانبتت ۔والکافر بخلاف ذالک وهذا التمثیل واقع علیٰ اثر المطهر وانزاله بالبلد المیت واخراج الثمرات به علی طریق الاستطرار۔

یہ مکلفین میں سے اس شخص کی مثال ہے جس میں وعظ اور تنبیہ اثر کرتا ہے اور جس میں کچھ بھی اثر نہیں کرتی۔مجاہد سے روایت ہے کہ اولاد آدم میں بعض خراب ہیں اور بعض اچھے ہیں۔قتادہ سے روایت ہے کہ مومن اللہ کی کتاب سن کر اس کو اپنی عقل سے محفوظ رکھتا اور اس سے منتفع ہوتا ہے جیسی اچھی زمین جس کو مینہ سیراب کرے تو نباتات اگاتی ہے اور کافر اس کے خلاف ہوتا ہے یہ ویران بلدہ پر مینہ برسنے کے اثرات اور بطریق استطراد ثمرات نکلنے کی تمثیل ہے۔

پس جس طرح بلد طیب سے نفس مومن مراد ہے کہ آیات قرآنی کی سماعت سے جو بمنزلہ بارش کے ہے اُس کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے جس کو نباتات و ثمرات سے تمثیل دی گئی ہے اور بلد خبیث سے مراد نفس کافر ہے جس کے لئے قرأت و سماعتِ آیاتِ قرآنی اور وعظ و تنبیہ اصلاموثر نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ مومن کی یہ نعمتیں باطنی ہیں ظاہری نعمتیں نہیں ہیں اسی طرح ''توتی الارض اکلها'' سے بھی نفس مومن اور ثمرات نفسانی مراد ہو سکتے ہیں۔تفسیر تاویلات میں تو ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر ما انزل اللّٰه من السماء ماءً افاحییٰ بها الارض کا معنی یہی کیا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

ما انزل اللہ من سماء الارواح من ماء العلم فاحییٰ به ارض النفس بعد موتها بالجهل۔ اللہ تعالیٰ نے ارواح کے آسمان سے علم کا پانی برسایا اور اس سے نفس کی زمین کو جہالت سے مرجانے (ناکارہ ہوجانے) کے بعد پھر زندہ کیا۔

غرض اس کی مثالیں بہت سی ہیں کہاں تک لکھی جائیں اس لئے اسی پر اختصار کیا جاتا ہے آئندہ اس کے محل مناسب پر اور ذکر کی جائیں گے۔

اگر اس حدیث کو مولف ہدیہ کی مراد و منشاء کے موافق ظاہری معنی پر محمول کریں اور ارض و نبات و ثمرات سے وہی مراد لیں جو انہوں نے لی ہیں تو یہ بھی امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ کی برکات و فیوض کا بیان ہوگا لیکن اس میں کوئی خصوصیت نہ ہوگی کہ یہ صورت کبھی وقوع میں نہ آئی ہو اور صرف امام مہدی علیہ السلام ہی کے زمانہ میں ظاہر ہوئی۔ اس کے مقابل جو معنی ہم نے بیان کیا ہے اس پر خصوصیت کے ساتھ امام علیہ السلام کے زمانہ کے سوا کبھی اس طرح کا فیضان نہونا صادق ہے کیونکہ ولایت محمدیہؐ جو منبع فیوضِ احسان ہے یہاں پردۂ نبوت وحجاب رسالت کے بغیر ظاہر ہے جس کا حقیقی بیان یہ ہے۔

ظہور کل او باشد بخاتم ازو یابد تمامی دور عالم

مولف صاحب ہدیہ کا ایک اعتراض جناب سید عیسیٰ صاحب پر یہ بھی ہے کہ انہوں نے ''کدوس'' کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ واضح ہو کہ یہاں دو لغت کا احتمال ہے ایک ''کُدس'' بالضم وسکون الدال بمعنی خرمن جس کی جمع کدوس بروزن فعول اور اکداس بروزن افعال آتی ہے۔ دوسرا لغت ''دوس'' ہے بمعنی کوفتین بیا (پاؤں سے کھندلنا یا روندنا) پہلی صورت میں ''کاف'' جزء کلمہ ہے اور صورت ثانی میں حرفِ جار حرف تشبیہ ہے پہلی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس روز مال خرمنہا ہوگا۔ دوسری صورت میں یہ کہ اس روز مال روندی ہوی اور پامال شئی کے مثل ہوگا کیوں کہ ''دوس'' مصدر ہے اور مصدر کبھی فاعل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور کبھی مفعول کے معنی میں جیسے لفظ بمعنی ملفوظ کے اور خلق بمعنی مخلوق کے مستعمل ہے۔ پس اگر کسی موقع پر دو معانی محتملہ سے کوئی ایک اختیار کرے تو اعتراض یا طعن و تشنیع کا کوئی محل نہیں۔ جناب سید عیسیٰ صاحب نے ثانی کو اختیار کیا ہے اور مولف ہدیہ نے پہلا احتمال صحیح سمجھا ہے اگر بقول مولف ہدیہ سید عیسیٰ صاحب مہدوی کے اختیار کردہ معنی میں تکلف ہے تو مولف ہدیہ کا اختیار کردہ معنی بھی خالی از تکلف نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ''کُدس'' کی جمع کدوس بروزن فعول سمجھا ہے حالانکہ کُدس کی جمع فعول کے وزن پر شاذ و نادر آتی ہے اور اکثر اکداس رائج ہے چنانچہ صحاح جوہری میں لکھا ہے۔

والکدس بالضمن واحدا کداس جمع۔ صراح میں لکھا ہے کدس بالضم خرمن و اکداس جماعت''۔

غرض یہ دونوں معنی بھی بلا تکلف حضرت امامنا علیہ السلام کے زمانہ پر صادق ہیں۔ جناب سید عیسیٰ صاحب کا بیان کردہ معنی تو بالکل واضح اور واقعہ کے ٹھیک مطابق ہے وہاں مال پامال تھا اس کی کوئی قدر نہ تھی سب طالبانِ ذاتِ مطلق تھے کوئی مال و زر کا طالب

www.khalifatullahmehdi.info

نہیں تھا جس کے ثبوت میں واقعات موجود ہیں۔

مولف ہدیہ کی تو جیہ کہ وہاں مال خرمن ہا ہوگا یہ بھی صادق ہے واقعی وہاں خزانے مالا مال تھے اور بے بہا دولت لٹ رہی تھی لیکن اس ضرب المثل کے موافق کہ ''چیل کی نظر مردار پر'' مولف ہدیہ کا ذہن مال دنیا کی طرف ہی منتقل ہوگیا ہے اور انہوں نے اس سے یہی مال سمجھا ہے حالانکہ وہاں اُس مال و دولت کے خزانے بھرے ہوے تھے جن کا بیان جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ ''وہاں سونے چاندی کے خزانے نہیں بلکہ عرفان کے خزانے ہوں گے مہدیؑ کے انصار (صحابہ) اللہ تعالیٰ کو ایسا پہچانیں گے جیسا کہ حق ہچاننے کا ہے''۔

اگر ان حقائق و معارف سے جو آیات واحادیث کے مطابق ہیں بالکلیہ قطع نظر کر کے مال ظاہر ہی مراد لیں تو اس کا بھی ظہور ہوا ہے۔اور قنطار ہا مال پیش ہوا اور بانٹا گیا ہے اور یہ مضمون بھی کہ **یقول الرجل یا مهدی اعطنی فیقول خذ** (ایک شخص کہے گا یا مہدیؑ مجھے دو تو آپؑ کہیں گے لے) پورا ہوا ہے کہ ایک ایک معمولی حیثیت کے شخص کو گراں بہا عطا فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ مولف ہدیہ نے اس داد و دہش کے واقعہ کو ہدیہ کے صفحہ (۲۴) پر خود بیان کیا ہے حاصل یہ کہ اس حدیث کی جو بھی توجیہات حسنہ ہوسکتی ہیں وہ سب صادق و منطبق ہیں۔مولف ہدیہ نے اس ضمن میں جناب سید عیسیٰ صاحب اور مہدویہ کی قرآن و حدیث فہمی کی نسبت جو حرف گیری اور جس قدر رشد و مد سے بدگوئی کی ہے وہ سب مولف ہدیہ کی غلط بیانی یا کم فہمی و حق پوشی ہے جو خود انہی پر عود کرتی ہے۔

مولف ہدیہ نے تیسری حدیث یہ لکھی ہے۔

معارضۃ الروایات کی حدیث سوم مشرق سلطانہ کی تحقیق:۔ منها ما اخرج ابن ماجة قال رسول الله صلی الله علیه و سلم یخرج فاس من المشرق فیوطون للمهدی یعنی سلطانه۔

مولف ہدیہ نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب معارضۃ الروایات نے اس حدیث کا ترجمہ اور اس کی توجیہ یہ کی ہے۔

> یعنی فرمایا حضرت رسول اللہ صلعم نے کہ نکلیں گے آدمی مشرق سے پامال کریں گے سلطنت کو مہدی کی یا موافقت کریں گے مہدی کی۔ہاں موافق اس حدیث کے کئی بار خروج کر چکے ہندیاں جو مشرقی ہیں حضرت مہدی کی قوم مبارک پر جو حضرت کی سلطنت ہیں اور کئی بار پائمال کر چکے قتل و اخراج و حبس و ضرب اور انواع و اقسام سے اور پھر قیامت تک کرتے رہیں گے۔
>
> اور معنی وطأ کے موافقت کے لیویں تو موافقت و تصدیق بھی ہندیوں اور خراسانیوں سے ہوئی اور ہو رہی ہے کہ یہی مشرقی ہیں۔

مولف ہدیہ کہتے ہیں کہ ''یہ حدیث امامنا علیہ السلام پر صادق نہیں کیونکہ جس کا واقعہ بیان ہوتا ہے اسی کی جہات مراد ہوتی ہیں نہ متکلم کی''۔

اس وقت ہم اس سے بحث نہیں کرنا چاہتے کہ صاحب معارضۃ الروایات نے کیا لکھا ہے اور مولف صاحب ہدیہ نے جو نقل کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں بلکہ مولف ہدیہ نے جو کچھ نقل کیا ہے اسی سے بحث کرتے ہیں۔ مولف ہدیہ کو اس حدیث کی توجیہ کے متعلق صرف دو اعتراض ہیں۔ ایک یہ کہ مشرق سے مراد شرقی بلادِ مہدی ہیں اس واسطے کہ جس کا واقعہ بیان ہوتا ہے اس کی جہات مراد ہوا کرتی ہیں۔ دوسرا یہ لفظ سلطنت بھی قوم مہدی پر کہ ایک جماعت درویش وفقرا ہے غیر صادق ہے۔

پہلا اعتراض بدون وجہ غلط ہے۔ اول یہ کہ محاورہ کا استعمال غلط بیان کیا گیا ہے بلکہ حسب دستور وعادت صحیح معنی یہ ہے کہ جہات کا تعیُّن متکلم کے لحاظ سے ہوتا ہے یعنی متکلم جب کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اپنی قیام گاہ کے نظر کرتے اس کی جہات بیان کرتا ہے جیسے ''تطلع الرایات السود من قبل المشرق''۔ میں مقام متکلم سے جہت مشرق سمجھی جائے گی۔ ایک اور حدیث میں جس کو ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے اور زیادہ شرح وتفصیل سے یہی مضمون ظاہر ہوتا ہے۔ ''**قال حدثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم ان الدجال یخرج من ارض بالمشرق یقال لھا خراسان**''۔ الحدیث اس کا صاف معنی یہی ہے کہ مدینۃ الرسول سے جہت مشرق میں مشہور بخراسان ہے وہی خروج دجال کا مقام ہے۔ پس یہ سراسر نا معقول بات ہے جو مولف ہدیہ نے کہی ہے کہ جس کا واقعہ بیان ہوتا ہے اسی کی جہت مراد ہوتی ہے اگر ایسا ہو تو بیان کریں کہ پھر مقام خروج دجال کونسا ہے جو اس کے اس مقام سے جہت مشرق میں واقع ہونا چاہیئے۔ لا یقولہ جاہل فضلاً عن العالم۔

وجہ دوم یہ کہ اس صورت میں حدیث کا معنی مہمل ہو جائے گا کیونکہ یہ لازم آئے گا کہ امام مہدی سے موافقت کرنے والے مقام مہدی سے فقط مشرقی ہوں گے حالانکہ یہ صریح غلط ہے کیوں کہ امام مہدی سے بیعت کرنے کے جو تاکیدی احکام مخبر صادق نے دئے ہیں جیسے ''**فاتوا ھا فان فیھا خلیفۃ اللّٰہ المھدی**'' اور ''**فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج**'' وغیرہ یہ احکام تمام امت کے لئے عام ہیں اور تمام افراد اُمت تو جہات اربع میں پھیلے ہوئے ہیں لہذا امام مہدی علیہ السلام سے بیعت یا موافقت کرنے والے جہات اربعہ سے ہوں گے نہ صرف مشرقی۔

حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی ایک روایت خود مولف ہدیہ نے لکھی ہے کہ امام مہدی کے اصحاب طالقانی ہوں گے طالقان تو یمن میں ہے اور یمن مقام مہدی سے بجانب مشرق نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ مولف ہدیہ کی توجیہ باطل ہے۔

مولف ہدیہ کا دوسرا اعتراض بھی کہ لفظ سلطنت بھی خود مہدی پر کہ ایک جماعت درویش وفقرا کی ہے غیر صادق ہے اس لئے غلط ہے کہ اول تو ''سلطانہ'' کے الفاظ حدیث کے الفاظ ہونے میں کلام ہے کیونکہ حدیث یوطؤن للمھدی پر ختم ہوگئی ہے اور یعنی سلطانہ راوی کے الفاظ معلوم ہوتے ہیں جو ''یوطؤن'' کا بیان اور تفسیر ہے پس اول یہ معین ہونا چاہیئے کہ یعنی کا فاعل جو ضمیر ہے وہ کس کی طرف راجع ہے۔

اگر حدیث ہی کے الفاظ فرض کئے جائیں تو تب بھی اس سے سلطنت ظاہری یا بادشاہت مراد نہیں بلکہ اس سے حجت وغلبہ مراد ہے کیونکہ یہی لفظ ''سلطانہ'' قرآن شریف میں متعدد موقعوں پر مستعمل ہوا ہے اور اس سے کامیابی وغلبہ وغیرہ ہی کا معنی مقصود ہے بادشاہت وسلطنت ظاہری مراد نہیں ہے مثلاً شیطان کی نسبت ارشاد ہوا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

انّ عبادی لیس لک علیھم سلطان (۱۵۔۷۔اسرائیل)	(جو) ہمارے (سچے) بندے ہیں ان پر تجھے غلبہ حاصل نہیں ہے۔
ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل انه کان منصوراً(۱۵۔۴۔بنی اسرائیل)	جوشخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی (وارث) کو (قاتل سے قصاص لینے) کی قدرت دی ہے وہ (بدلہ لینے میں) زیادتی نہ کرے وہ کامیاب ہوگا۔

خودسرورکائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرنیکی تعلیم دی گئی ہے کہ۔

قل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ (۱۵۔۹۔بنی اسرائیل)	(اے محمدؐ) کہواے میرے پروردگار مجھے (جہاں داخل کرے) اچھی جگہ یا اچھی طرح داخل فرمااور (جہاں سے مجھے نکالے) اچھی طرح یا اچھی جگہ نکال اور مجھے اپنے ہاں سے غلبہ وکامیابی عطا کر۔

پہلی اور دوسری آیت میں سلطان سے صرف غلبہ وکامیابی مقصود ہے ورنہ شیطان کو مخلص بندوں پر بادشاہی حاصل ہونے کی نفی اور ولی مقتول کوسلطنت ظاہری یا حکومت و بادشاہت ہی دی جانا مقصود نہیں ہے تیسری آیت میں بھی کامیابی وغلبہ عطا کرنے کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے سلطنت ظاہری وحکومت و بادشاہت مانگنے کا حکم نہیں ہے۔اگر یہ معنی لئے جائیں تو ان تمام حدیثوں میں جن میں آنحضرت صلعم نے ظاہری بادشاہ بننے سے انکار کیا ہے اور اس آیت میں باہم تضاد اور خلاف لازم آئے گا۔

مولف صاحب ہدیہ نے چوتھی روایت اور اس کی توجیہ یہ لکھی ہے۔

معارضۃ الروایات کی حدیث چہارم خشک درخت سبز ہو جانے کی بحث:۔منھا ما اخرجه نعیم بن حماد عن امیر المومنین علی بن ابی طالب قال یوم المهدی الی الطیر فیسقط علی یدیه و یغرس فی بقعة من الارض فیخضرو یورق آہ۔

صاحب معارضۃ الروایات نے کہا کہ امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام نے میاں شاہ نظام کی التماس پر یہ معاملہ کر بتلایا اور فرمایا کہ یہ کام بازیگر بھی کرتے ہیں لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ مہدی خشک دلوں کو سبز کریں گے۔

مولف ہدیہ کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ ’’لفظ یغرس سے جو مراد بیان کی گئی ہے لفظ بقعة من الارض اس کو رد کرتا ہے اس واسطے کہ دل سینہ میں ہوا کرتے ہیں بقعة من الارض میں نہیں ہوتے الخ

مولف ہدیہ سے بہت تعجب ہے کہ وہ قرآن فہمی وتفسیر دانی کا دعویٰ کرنے کے باوجود ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ استعارہ۔کنایہ۔مجاز۔تعبیر۔تمثیل۔تشبیہ وغیرہ اصناف کلام سے گویا عاریٔ محض ہیں۔معارضۃ الراویات کی مندرجہ دوسری حدیث کے ضمن میں آیت قرآنی البلد الطیب یخرج نباته باذن ربه الآیہ کے مطالب ومعانی جو مفسرین نے بیان کئے ہیں لکھے گئے ہیں جن سے واضح ہو چکا ہے کہ بلد الطیب سے مومن اور بلد خبیث سے کافر کی مثال دی گئی ہے محققین صوفیاے کرام کے پاس تو

www.khalifatullahmehdi.info

آسمان سے ارواح زمین سے نفس۔ پانی سے علم۔ مراد ہے مولف ہدیہ سے پوچھا جاتا ہے کیا مومن شاداب زمین سے اور کافر بنجر زمین سے اُگتا ہے اور علم کیا پانی کی طرح آسمان سے برستا ہے جو یہ مراد لی گئی۔

ان کے علاوہ اسی قسم کی اور چند مثالیں یہاں لکھی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔

اللّٰہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح والمصباح فی زجاجہ والزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیئی ولو لم تمسہ نار نور علی نور یھدی اللّٰہ لنورہ من یشاء و یضرب اللّٰہ الامثال للناس واللّٰہ بکل شئی علیم (۱۸۔۱۱۔نور)

اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اور طاق میں ایک چراغ ہے چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے اور قندیل اس قدر شفاف ہے کہ گویا وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے (وہ چراغ) زیتون کے مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ پورب کے رُخ واقع ہے اور نہ پچھّم کے۔ (اس کا تیل) اس قدر صاف ہے کہ اگر اس کو آگ نہ چھوئے تاہم وہ آپ سے آپ روشن ہو جائے گا وہ نور علی نور ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے اور لوگوں کے سمجھنے کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اس وقت اس آیت کی پوری تفسیر کرنا مقصود نہیں اس کے بعض حصے یا بعض الفاظ کا جو معنی و مطلب اکابر اہلِ سنت نے بیان کیا ہے اس کو ہم پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان میں جو شجرہ مبارک زیتونہ ہے اس سے یہ مراد بیان کی ہے۔

قیل الشجرۃ المبارکۃ ھو ابراھیم. قیل ھو القراٰن وقیل ھو الایمان و قیل ھو النفس والمطمئنہ (غنیۃ الطالبین)

کہا گیا ہے کہ شجرۂ مبارکہ ابراہیمؑ ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قرآن ہے اور کہا گیا ہے وہ ایمان ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ نفس مطمئنہ ہے۔

مولف ہدیہ اپنے اس قول کو پیش نظر رکھ کر کہ۔ ''دل سینہ میں ہوا کرتے ہیں بقعۃ من الارض نہیں ہوتے''۔ فرمائیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ قرآن۔ ایمان۔ نفس مطمئنہ کیا زمین سے اگنے والی نباتات کی قسم سے ہیں جو شجر سے مراد لئے گئے۔

اسی طرح مفسرین نے مشکوٰۃ۔ مصباح۔ زجاجہ سے کیا کیا مراد لی ہیں ناظرین کے غور کے قابل ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ بعض نے مشکوٰۃ سے صدر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیا ہے اور بعض ذات ابراہیم علیہ السلام اور بعض نے عقل ہیولانی کہا ہے حالانکہ مشکوٰۃ طاق کو کہتے ہیں اور طاق عموماً دیوار میں ہوتا ہے کیا بقول مولف ہدیہ یہاں یہ کہا جائے گا کہ معاذ اللہ صدر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا ذات

www.khalifatullahmehdi.info

ابراہیم علیہ السلام یا عقل ہیولانی دیوار میں تھے جو مشکوٰۃ سے مراد لی گئی ہے نعوذ باللہ من ہذا الفہم السوٗ۔

ایک اور صاف مثال دیکھو جس میں بقعۃ من الارض اور قلب کا اطلاق بعینہٖ موجود ہے جس کا مولف ہدیہ نے اپنی کوتہ نظری سے انکار کیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فلما اتاھانودی من شاطی الوادی الایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة۔(۲۰۔۷۔قصص) جب (موسیٰؑ) آگ کے پاس آئے تو اس مبارک جگہ میں وادی کے داہنے کنارہ ایک جھاڑ سے آواز آئی۔

تفسیر تاویلات میں لکھا ہے۔

ای مقام کمال القلب المسمی من شجرة نفسه القدسیة الخ یعنی کمالِ قلب کے مقام سے جو نفس قدسی کے جھاڑ سے موسوم ہے۔

اب کہئے کہ یہ کس کے قول کو رد کر رہا ہے اور کس کے فرمان کا شاہد عدل ہے۔ ناظرین بغور ملاحظہ فرمائیں کوئی ذی عقل وشعور ایسے بیہودہ کلمات کہے گا جیسے مولف ہدیہ کہتے ہیں۔مولف ہدیہ کا ہر مقام میں یہی عامیانہ اندازِ کلام ہے جو بالکل بے پایہ اور شانِ علما سے بعید ہے۔ گویا ان کی یہ تالیف (ہدیہ مہدویہ) ایسے ہی مہمل اعتراضات ولایعنی تحریرات سے ترتیب پائی ہے۔شاید یہ نقص وخرابی ان کو اوران کے ہواخواہوں کو نظر نہیں آتی سچ ہے **لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور** (آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں)۔

مولف ہدیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''دلوں کو سبز کرنیکا دعویٰ بھی دعویٰ محض ہے اس کا بھی اثبات چاہیئے'' اور اثبات بھی اس طرح کہ وہ خصم کے نزدیک بھی مسلم ہو اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ مولف ہدیہ اکثر مہدویہ کے عناد میں ایسی یاوہ گوئی کرتے آئے ہیں جو دینی اصولِ مسلمہ کے خلاف ہے اور جس سے خود بانیٔ اسلام ارواحنا فداہ اور معتقدات اسلامی پر وہی اعتراض وارد ہوسکتا ہے اور معاندینِ اسلام بھی یہی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام باطنی حالات بھی دعویٰ محض ہیں ان کا ایسا اثبات چاہیئے کہ خصم کے نزدیک مسلم ہو۔ دوسرے تمام کمالاتِ باطنی کی مثال کے طور پر دیکھو آنحضرت صلعم کا دعویٔ رسالت اس دعویٰ پر مبنی بلکہ اس دعویٰ کی شرطِ اولیں ہے کہ آپ پر جبرئیل نازل ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام لاتے ہیں یہ ایسا باطنی معاملہ ہے جس پر تمام مسلمان ایمان رکھتے ہیں مگر منکرینِ رسالت اس کو تسلیم نہیں کرتے بقول مولفِ ہدیہ یہ بھی دعویٰ محض ہے اور جب تک جبرئیل کا حضرت پر نازل ہونا اس طرح ثابت نہ ہو کہ وہ خصم کے نزدیک بھی مسلم ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت نہ ہونا چاہیئے۔ ماشاء اللہ مولفِ ہدیہ نے حضرت امامنا مہدیٔ موعودؑ کی نعمت تصدیق سے محروم رہنے کے خصم کے تسلیم کرنے کی ایسی انوکھی شرط بیان کی کہ اسے نہ صرف حضرت خاتم الانبیاء والمرسلینؐ کے دعویٔ رسالت بلکہ تمام انبیاء ومرسلین کے دعویٰ ہائے نبوت ورسالت کی صحت سے انکار کی رجعت میں

www.khalifatullahmehdi.info

مبتلا ہو گئے کیونکہ ان سب انبیاء وخلفاء اللہ کے منکرین کو بھی ان پر اللہ تعالیٰ کے احکام بذریعۂ جبرئیل نازل ہونے کا بنیادی دعویٰ تسلیم نہیں ہے اور بقولِ مولف ہدیہ جب تک خصم تسلیم نہ کرے دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً۔ باطنی حالات اور دلی کیفیات عیاناً تو نظر نہیں آسکتیں ان کا اظہار یا تو اُنہی کے بیان کرنے سے ہوسکتا ہے جن پر وہ کیفیات وارد ہوتی ہیں یا بعض علامات وآثار سے ان کا ثبوت ملتا ہے۔ایک بیمار کی اندرونی تکلیفات اس کی ٹھیک مثال ہیں کہ وہ عیاناً ظاہر نہیں ہوسکتیں اور نہ کسی کو نظر آسکتیں ہیں ان کا اظہار بیمار کے کہنے ہی سے یا بعض علامات وآثار سے ہی ہوتا ہے۔چنانچہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ علیہم الرحمتہ کے حالات میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں پس جو لوگ حضرت خاتم الانبیاء اور حضرت خاتم الاولیا علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے فیضیاب ہوئے اور ان کے مردہ دل ان تعلیمات کی تاثیر سے کس طرح زندہ ہوئے اس کا ثبوت بھی خود ان کے بیان کرنے سے ہوگا یا ان کے حالات کے انقلاب سے کہ وہ پہلے کیا تھے اور ایمان لانے کے بعد کیا سے کیا ہو گئے جس کا ثبوت کتب تاریخ وسیر سے ملتا ہے۔مولف ہدیہ کو حضرت امامنا علیہ السلام کی تعلیمات کی جس تاثیر کا انکار ہے اس کا ثبوت بھی کتب تاریخ میں اسی طرح بوجہ احسن موجود ہے۔منتخب التواریخ میں خود اس کے مصنف نے اپنا حال لکھا ہے۔

بملازمت شیخ ابوالفتح گجراتی داماد حضرت سید محمد جونپوری رسیدم وتلقین ذکر گرفتم و چندگاہے بآن مشغولی داشتم درخود فیضے عجیب وغریب مشاہدہ میکردم ومعنی قرآن برمن مکشوف شد چندگاہ چنیں بود کہ ہر صدا وندائیکہ سمع مرا قرع می کرد ذکرمی پنداشتم۔تا آخر۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ میں شیخ ابوالفتح گجراتی داماد حضرت سید محمد جونپوری کی خدمت میں پہنچ کر آپ سے ذکر کی تلقین لے کر کچھ عرصہ اس میں مشغول رہا تو اپنے میں عجیب وغریب فیضان دیکھتا تھا مجھ پر قرآن کے معانی منکشف ہو گئے کئی وقت تو ایسا ہوتا تھا کہ جو آواز میرے سننے میں آتی میں اس کو ذکر ہی سمجھتا تھا۔

معارضۃ الروایات کی حدیث پنجم مال کی بخشش مساکین پر رحم عمال پر سختی کا بیان:۔ روایت پنجم کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام مال بخشش کریں گے اور عمال پر سختی اور مساکین پر رحم کریں گے۔

اس روایت کا پہلا اور تیسرا جز حضرت امامنا علیہ السلام پر پورا پورا صادق ہے کیونکہ حضرت کا ہمیشہ ہی آئین تھا کہ جس قدر مال فی سبیل اللہ آتا وہ بالسویہ تقسیم فرمادیتے تھے مساکیں پر رحم وترحم بھی حضرت کی خاص صفت تھی ان دونوں اجزا کے متعلق اس وقت مولف ہدیہ کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے ان کو اعتراض صرف یہی ہے کہ جناب سید عیسیٰ صاحب نے عمال سے مراد اغنیا بیان کی ہے اور یہ غلط ہے اس واسطے کہ عمال سے مراد عاملانِ خدماتِ مملکت ہیں مثل تحصیل صدقات وخراج وغیرہ کے چنانچہ قرآن میں ہے **والعاملین علیہا**۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مولف صاحب ہدیہ کا بیان کردہ معنی کئی وجو سے غلط ہے۔

اولاً یہ معنی اس لئے غلط ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا صاحبِ مملکت وسلطنتِ ظاہری یعنی بادشاہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے جیسا کہ اس

سے پہلے اس کے دلائل ذکر ہوئے ہیں پس جب تک یہ ثابت نہ ہو عمال سے عاملانِ خدمت مملکت مراد لینا بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً عمال عامل کی جمع ہے جو عمل کا اہم فاعل ہے۔عمال پر سختی کرنیکا مفہوم عمل پر سختی کرنا ہے جو ہر طبقہ کے مناسب تمام اعمال اور ذمہ داریوں کو شامل ہے اور عمل کی تاکیدات اکیدہ حضرت امامنا علیہ السلام کی خاص صفت ہے جس کے ثبوت میں بیشمار روایتیں موجود ہیں۔جیسے ''تصدیق بندہ عمل است'' ''با عمل مقبول بے عمل مردود'' وغیرہ پس عمال سے عاملانِ خدمتِ مملکت کی تخصیص بلا کسی دلیل کے ہے۔عام اور مطلق اپنے معنی عموم واطلاق پر باقی اور سب کے لئے حاوی رہنا چاہیئے۔

ثالثاً حدیث میں عمال کی نسبت یشتد اور مساکین کی نسبت یرحم کے الفاظ آئے ہیں گویا یہ حدیث آیت شریف۔''**اشداء علی الکفار رحماء بینھم**'' کی ہم معنی ہے لیکن شدوسختی کی صفت مملکت وسلطنت سے مخصوص نہیں ہے چنانچہ قرآن شریف میں تمام صحابہؑ رسول اللہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی یہی صفت بیان ہوی ہے حالانکہ انہیں مملکتِ ظاہری یعنی بادشاہت حاصل نہیں تھی پس ثابت ہوا کہ صفت اشتداد کے لئے بھی مملکت وسلطنت لازمی نہیں ہے۔

رابعاً آیت **والعاملین علیھا** کی تشبیہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس آیت شریفہ میں صدقات کے مصرف بیان ہوے ہیں۔ ''**علیھا**'' کی ضمیر مجرور صدقات کی طرف ہی راجع ہے جو عاملین سے عاملین زکوٰۃ مراد ہونیکا قوی قرینہ ہے لیکن اس حدیث میں کوئی قرینہ عمال سے عاملین زکوٰۃ مراد ہونیکا موجود نہیں ہے لہذا مولف ہدیہ کا بیان کردہ معنی بے دلیل ہے اس کے علاوہ آیت میں تحصیل زکوٰۃ کے لئے مملکت وسلطنت ظاہری ضروری ہونیکا کوئی اشارہ تک نہیں ہے کیونکہ مصارف زکوٰۃ جس طرح حاکم کے لئے لازمی ہیں محکوم کے لئے بھی ہیں جہاں غیر مسلم حکومت ہو وہاں بھی مصارفِ زکوٰۃ یہی ہیں جو مسلم حکومت ہونیکی صورت میں ہوتے ہیں پس ثابت ہوا کہ عمال سے عاملین۔زکوٰۃ اور عاملین زکوٰۃ سے مملکت وسلطنت ظاہری یعنی بادشاہت کا مفہوم نکالنا خود صحیح نہیں ہے۔لہذا مولف ہدیہ کا عمال سے عاملین خدماتِ مملکت مراد لینا کسی پہلو بھی درست نہیں ہے۔

خامساً۔اس کے مقابل جناب سید عیسیٰ صاحب نے جو عمال کا مفہوم اغنیا واہل دنیا بیان کیا ہے وہ زیادہ موزوں ومناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ عمال کے مقابل میں مساکین کے الفاظ حدیث میں آئے ہیں جو اغنیا و مالدار اشخاص کے مقابل اکثر مستعمل ہوتے ہیں۔

روایت ششم خشوع ومراقبہ کی تحقیق:۔روایت ششم کا حاصل مطلب یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام خاشع و مراقب ہوں گے۔

حضرت امامنا علیہ السلام کی پاک سیرت کا مطالعہ کرنے والوں پر کالشمس فی نصف النہار ظاہر ہوگا کہ حضرت کی تمام سیرت اس صفت سے معمور ہے۔

روایت ہفتم امام مہدیؑ کے نام کی تحقیق:۔راویت ہفتم میں یہ بیان ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا نام ''محمد'' ہوگا۔

www.khalifatullahmehdi.info

درحقیقت یہ روایت ان کثیر روایتوں کا بیان ہے جن میں۔''یو اطی اسمه اسمی ''۔یا۔''اسمه اسمی ''۔وارد ہے(یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مہدی کا نام میرے نام کے موافق ہوگا دوسری روایتوں میں تو یہ ہے کہ مہدی کا نام میرا نام ہوگا)۔یہ بھی ایسی خبر مغیب ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام پر بغیر کسی شک وشبہ کے ایسے یقین کے ساتھ صادق آتی ہے کہ اس میں کسی مورخ یا کسی بڑے سے بڑے معاند کو بھی انکار نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ مولف ہدیہ کو بھی جو دوسری روایتوں سے متعلق غلط سلط اعتراض یا شک وشبہ ظاہر کرنے کی جرات بیجا کرتے گئے ہیں اس روایت میں دم مارنے کی طاقت نہیں ہوئی ہے اور روایت نقل کر کے چپ چاپ آگے بڑھ گئے ہیں کوئی اعتراض نہیں کیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ صاحب معارضۃ الروایات جناب سید عیسیٰ صاحب مہدوی نے جو روایتیں لکھی ہیں اور جن کو مولف ہدیہ نے پیش کیا ہے وہ سب روایتیں حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام پر صادق ہیں۔مولف ہدیہ نے ان پر جو شکوک وشبہات ظاہر کئے ہیں یا صاحب معارضۃ الروایات پر معترض ہوے ہیں وہ سب غلط ہیں۔

دلیل(۱۵)بقیہ آثار واحادیث سراج الابصار:۔دلیل پانزدہم بقیہ احادیث وآثار سراج الابصار۔

یہاں سے مولف ہدیہ نے اپنی ناقص فہم ودانست کے موافق چند روایات مندرجہ''سراج الابصار'' کی تردید کمر باندھی ہے لیکن ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے حوصلہ کے موافق جرأت کرے نہ زائد ازاں۔ورنہ ظاہر ہے کہ آفتاب پر خاک اڑانے والا خود اپنی ہی ریش و فش کو خاک آلودہ کر لیتا ہے آفتاب پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا۔

''سراج الابصار'' میں تو اور بھی روایتیں لکھی گئی ہیں ان سات روایتوں پر حصر نہیں کیا گیا ہے بلکہ برمحل واستدلالاً ہر جگہ درج ہیں۔پھر نہیں معلوم مولف ہدیہ نے انہی سات روایتوں کو اعتراض کے لئے کیوں انتخاب کیا ہے اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ بقیہ روایتیں ان کے نزدیک صحیح ہیں اور ان پر ان کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

مولف ہدیہ نے''سراج الابصار'' کی مندرجہ ان روایات کے متعلق بھی وہی انداز بیاں اختیار کیا ہے جو''معارضۃ الروایات'' کی مندرجہ روایتوں کے متعلق کیا تھا یعنی سب روایتیں اول ایک جگہ نقل کر دی گئی ہیں اور ان پر خود کو جو اعتراضات ہیں وہ بعد میں جواب کا عنواب قائم کر کے بیان کرتے گئے ہیں۔ہم ناظرین کی سہولت کے لئے یہاں بھی ہر روایت معہ شرح وتوضیح جو صاحب سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ نے کی ہے اور اس کے متعلق مولف ہدیہ کا اعتراض اور اس اعتراض یا شبہ کا حل وتردید ایک ساتھ درج کرتے ہیں۔

مولف ہدیہ نے جواب کے عنوان کے تحت سب سے پہلے تمہید کے طور پر تمام راویتوں کو کلام رسول اللہؐ بتاتے ہوے لکھا ہے کہ۔

''حقیقت حال یہ ہے کہ احادیث نہایت مخالف ہیں احوالِ مہدیٔ متنازع فیہ سے اور کلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سراسر تکذیب وابطال ان کا کرتا ہے۔

مولف ہدیہ کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ سب روایتیں کلامِ رسول اللہ(صلعم)یعنی مرفوع حدیثیں نہیں ہیں بلکہ ان میں اکثر

www.khalifatullahmehdi.info

صحابی تابعی یا اور بھی بعد کے لوگوں کے آثار واقوال ہیں جو اہل سنت کے نزدیک مغیبات میں موجب قطع ویقین اور قابل حجت نہیں ہیں۔ایسا ہی وہ سب روایتیں صحیح [1] وقوی بھی نہیں ہیں۔

جیسا کہ رسالۂ معارضۃ الروایات کی مندرجہ روایتوں کے متعلق لکھا گیا ہے اس قسم کے اقوال کو مرفوع احادیث کی طرح یا غیر صحیح احادیث کو صحیح احادیث کی طرح قابل حجت قرار دینا اور ان میں سے ہر قول کو خواہ اس کا کہنے والا کوئی بھی ہو اور اس کی اسناد میں کتنا بھی ضعف لاحق ہو ثبوت مہدیت کا مدار و موقوف علیہ اور اس کے نہ پائے جانے سے دعوئے مہدیت کو غیر صحیح سمجھ لینا اصول کے خلاف ہے اسی طرح ان روایتوں کے متعلق سب سے پہلے یہ بات تصفیہ طلب قرار پاتی ہے کہ خود مولف ہدیہ اس سے پہلے یہ دعویٰ کر آئے ہیں کہ ''اثبات مہدیت کے لئے جو امر پیش کیا جائے اس امر کا مہدیت کے خصائص سے ہونا اور اس کا بروایت صحیحہ مروی ہونا ضروری ہے'' تو بالضرور جس امر کے انتفا کو انتفائے مہدیت کا سبب سمجھا جائے وہ بھی اول خصوصیات مہدیت سے ہونا اور پھر وہ بروایت صحیحہ ثابت ہونا چاہیئے جب تک یہ دونوں وجہ ثابت نہ ہوں اس سے ابطال مہدیت بھی کبھی لازم نہیں آسکتا۔

پس مولف ہدیہ کا ہر روایت کی نسبت اس کا منصب مہدیت کی خصوصیات سے ہونا اور پھر وہ بروایت صحیحہ مروی ہونا ثابت کئے بغیر اس کو سراسر تکذیب وبطلانِ دعویٰ مہدیت کا سبب کہہ دینا خود ان کے بیان کردہ اصول اور اہل سنت کے مسلمہ ضابطہ کے خلاف ایسا غلط اور باطل دعویٰ ہے جس کی غلطی ثابت کرنے اور اس کی تردید وجواب کے درپے ہونے کی مطلق حاجت ہی نہیں ہے۔

لیکن ہم تفضُّلاً اس موقع پر ان احادیث۔آثار۔اقوال کی صحت وعدم صحت۔ضعف وقوت۔یا ان کے قابل حجت ہونے نہ ہونے کی بحث سے قطع نظر کرکے جن کی ذمہ داری مولف ہدیہ پر ہر وقت باقی ہے اور جس کی جوابدہی کے بغیر ان کا کوئی اعتراض قابل

---

[1] ۔علامہ مجیب نے سب روایتوں کے صحیح وقوی نہ ہونے کا جو اشارہ کیا ہے وہ خود حضرت مصنف سراج الابصارؒ کے قول کی تضمین ہے۔حضرت ممدوح نے سراج الابصار میں ان روایتوں کے ماخذ کا جس سے یہ روایتیں نقل کی گئی ہیں حوالہ دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ''هذه المنقولات من عقدالدرر وان كان بعضها ضعافاً لكن لما وجدت فيمن ادعى ظهوانها كانت صحا حافي نفس الامر وان لم تبلغ درجتها۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایتیں عقدالدرر سے منقول ہیں اگرچہ ان میں بعض ضعیف ہیں لیکن جبکہ وہ اس ذات میں پائی گئیں جس نے (مہدیٔ موعود ہونے کا) دعویٰ کیا تو ظاہر ہوا کہ وہ فی نفسہ صحیح ہیں اگرچہ ظاہر روایت کے اعتبار سے وہ صحاح کے درجہ کو نہ پہنچی ہوں''۔اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب ان روایتوں میں بعض صحابہ وتابعین وغیرہ اقوال ہیں تو حضرت مصنف سراج الابصارؒ نے ان کو دلیل کے طور پر کیسے پیش فرمایا؟ اس شبہ کا حل یہ ہے کہ ایک عام اصول ہے کہ روایات ظنیہ واقعات کے مطابق ثابت ہوجانے سے وہ صحیح ومفید یقین ہوجاتی ہیں جیسے کسی ناقابل وثوق ذریعہ سے کوئی خبر لی ہو تو وہ ذریعہ چونکہ قابل اعتبار نہیں ہے اس لئے وہ خبر اس کے راوی کے نظر کرتے قابلِ وثوق ومفید یقین نہ ہوگی لیکن جب اس خبر کے مطابق واقعہ ہی ظہور میں آجائے تو اس واقعہ کی مطابقت کی وجہ سے وہی خبر صحیح سمجھی جائے گی اسی اصول پر حضرت سرور کائنات محمد مصطفی صلعم کی سیرت میں راہبوں اور کاہنوں وغیرہ کے ایسے متعدد اقوال پیش کئے جاتے ہیں جو حضرت کے حالات سے مطابق ثابت ہوئے ہیں اگرچہ اسلامی عقائد کے لحاظ سے ان کے کہنے والے قابلِ وثوق وذرائع نہیں ہیں۔حضرت مصنف سراج الابصارؒ نے بھی اسی اصول کے مطابق اس قسم کے اقوال وآثار درج فرمائے ہیں اور اس کی وجہ بھی ظاہر فرمادی ہے کہ وہ دعویٔ مہدیت کرنے والی ذاتِ اقدس میں پائے جانے سے ان کا فی نفسہ صحیح ہونا ثابت ہو رہا ہے۔۱۲

شہاب بن نصرت غفرلہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

توجہ نہیں رہتا یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ سب بھی حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر پورے پورے صادق ہیں اوران کا معنی ومفہوم مولف ہدیہ نے جو کچھ سمجھا اور بیان کیا ہے وہ خود غلط ہے۔

روایت اول۔ختم دین کمال دین وغیرہ کی تحقیق:۔مولف ہدیہ نے سراج الابصار کی جن سات روایتوں پر اعتراض کیا ہے ان میں سے پہلی روایت یہ ہے۔

منھا ما قال علی رضی اللہ عنہ قلت یا رسول اللہ امنا المھدی ام من غیر تافقال رسول اللہ صلعم بل منّا یختم اللّٰہ بہ الدین ای اظھرہ باتم الظھور فی زمانہ و اوصل اصحابہ فی منازل المقربین والصدیقین فھم اھل المشاھدۃ و لعانیۃ والمکالمۃ ولکن لا یعرفھم الااللّٰہ و اولیاء ہ کما قال تعالٰی اویلائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری۔

ان روایتوں سے ایک وہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا مہدیؑ ہم میں سے ہوں گے یا اوروں میں سے؟ فرمایا ہم ہی میں سے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دین کو ختم کرے گا یعنی دین کو ان کے زمانہ میں اتم اور کامل ظہور کے ساتھ ظاہر کیا اور آپ کے صحابہ کو مقربین وصدقین کے مراتب میں پہنچادیا پس وہی لوگ صاحب مشاہدہ صاحب معاینہ۔صاحب مکالمہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اور اولیاء اللہ کے سوا کوئی نہیں پہچانتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اولیا میرے قبا کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔

مولف ہدیہ کو اس کی نسبت جو نامعقول سوال ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صاحب سراج نے اس حدیث کے نصف اول کو نقل کیا ہے اور نصف ثانی کو حذف کیا۔خلاصۂ حدیث چار باتیں ہیں کہ وہ تمام مہدی متنازع فیہ میں مفقود ہیں

اول یہ کہ نسب مہدیؑ کا اہل بیت کو پہنچتا ہے۔

دوسری یہ کہ مہدیؑ کے سبب سے دین کمال پاوے گا۔

تیسری یہ کہ مہدیؑ کے سبب سے مسلماں فتنۂ باہم سے نجات پاویں گے۔

چوتھی یہ کہ مہدیؑ کے سبب سے مسلمانوں کے دلوں سے اختلاف وعداوت جاکر موافقت ہوجائے گی۔

مولف صاحب ہدیہ نے حدیث کا مضمون بیان کرنے میں کمی بیشی کی ہے اوراس کے سمجھنے میں ان سے جو غلطی ہوئی ہے اس کی وضاحت بعد میں ہوگی لیکن انہوں نے نصف حدیث نقل کرنے اور نصف حذف کرنے کا جو اعتراض کیا ہے اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ نے جو حدیث نقل کی ہے وہ پوری حدیث ہے۔اگر آدھی عقل والے اس کو آدھی سمجھیں تو یہ ان کی کم عقلی اور غلط فہمی ہے۔مولف ہدیہ نے اس کو آدھی سمجھ کر تتمہ حدیث نقل کیا ہے وہ دراصل دوسری حدیث ہے چنانچہ یہ دونوں حدیثیں

www.khalifatullahmehdi.info

بحوالۂ روایتِ نعیم بن حماد وغیرہ عقد الدرر میں موجود ہیں۔ پہلی حدیث عقد الدرر کے باب اول کی ہے جو سراج الابصار میں نقل کی گئی ہے اور دوسری حدیث جس کو مولف ہدیہ نے تتمہ سمجھا ہے اسی کتاب عقد الدرر کے باب پنجم کی ہے ان دونوں حدیثوں میں اختلاف الفاظ بھی پایا جاتا ہے جس سے ایک ہی حدیث ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں علیحدہ علیحدہ ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ ''العرف الوردی فی اخبار المھدی''۔ میں یہ دونوں حدیثیں طبرانی اور نعیم بن حماد وغیرہ کے حوالہ سے لکھی ہیں۔ پہلی حدیث عن عمر بن علی عن علی ابن ابی طالب مروی ہے دوسری حدیث عن مکحول عن علی ابن ابی طالب روایت ہوئی ہے۔ پس دو علیحدہ راویوں سے روایت شدہ حدیثیں ان کے مضمون کا کوئی حصہ متحد ہونے سے ایک ہی حدیث نہیں سمجھی جاسکتیں۔ مولف ہدیہ کا ان کو ایک ہی حدیث کہنا صحیح نہیں ہے اور ان کی یہ غلطی ہے کہ وہ جناب صاحب سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ کی طرف الٹی خطا و غلطی منسوب کر رہے ہیں۔ حالانکہ خود وہ دو اور ایک میں تمیز نہیں کرسکے ہیں۔ احوال تو ایک کو دو دیکھتا ہے لیکن یہ عجیب احوالی ہے کہ دو کو ایک دیکھا جارہا ہے۔

ثانیاً۔ مولف ہدیہ کا یہ کہنا کہ حدیث مذکور کا خلاصہ چار باتیں ہیں ان کا جواب ادا کرنا بھی ہم پر اگرچہ اس لئے لازم نہیں ہے کہ جو حدیث صاحب سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ نے لکھی ہے اس میں یہ چار باتیں مذکور نہیں ہیں۔ لیکن ہم ان چار باتوں کا جواب بھی تفصیلاً علیحدہ علیحدہ ادا کرتے ہیں کہ اس حدیث میں زکر کی ہوئی چاروں باتیں بھی امامنا حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کی ذات اقدس پر بوجہ احسن صادق ہیں۔ البتہ مولف صاحب ہدیہ کی غلط بیانی و غلط فہمی کے ہم جوابدہ نہیں ہیں چنانچہ مولف ہدیہ نے جو حدیث لکھی ہے اس کا متن یہ ہے'' **عن علی قال قلت یا رسول اللّٰہ امنا اٰل محمد المھدی ام من غیرنا فقال بل منا یختم اللّٰہ بہ الدین کما فتح بنا ینقون منالفتنۃ کما انقذوا من الشرک و بنایولف اللّٰہ بین قلوبھم بعد عدلوۃ الفتنۃ کما الف بین قلوبھم بعد عداوۃ الشرک و بنا یصبحون بعد عداوۃ الفتنۃ اخوانا کما اصبحوا بعد عدواۃ الشرک اخوانا فی دینھم** ۔اب ناظرین کرام کے سامنے اصل متن حدیث موجود ہے۔ مولف ہدیہ کو یہ تسلیم ہے کہ یہ چاروں باتیں امام مہدی علیہ السلام ہی سے متعلق ہیں اور یہ بھی کہ ختم دین سے کمال دین مراد ہے پس ترتیب وار مولفِ ہدیہ کے اعتراضات پر تنقید کرنا آسان ہے۔ پہلا اعتراض صاف باطل ہے چنانچہ دلیل اول میں اس کا جواب اور حضرت امامنا علیہ السلام کا بنی فاطمہ اور اہل بیت سے ہونے کا ثبوت بدلائل شافی ہوچکا ہے جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے پس امامنا علیہ السلام کا نسب اہل بیت کو پہنچنا ثابت و متحقق ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب ادا کرنے سے پہلے یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ مولف صاحب ہدیہ کا منشا اور توجہ خاص مہدویہ کی طرف تھی لیکن انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے اثرات بلحاظِ سیاقِ کلام خود ان کے مزعومہ مہدیؑ کی طرف عود کر گئے ہیں جن کا ان کو انتظار ہے بلکہ حضرت ختم رسالت صلعم کی جناب اقدس میں عود کرتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ'' **بل منا یختم اللّٰہ بہ الدین** ''یعنی مہدیؑ ہم میں سے ہوں گے اللہ ان کے ذریعہ دین کو ختم کرے گا۔ ختم سے مراد کمال ظہور ہے چنانچہ خود مولف ہدیہ بھی ختم سے یہی مراد ہونے کے قائل ہیں۔ پس حضرت کے اس فرمان اور حتمی وعدہ کے موافق یہ ختمیت امام مہدی علیہ السلام

کا کام ہونا ثابت ہوا لیکن بقول مولف ہدیہ جب دین سے مراد اسلام اور اسلام کہتے ہیں صرف شہادۃ کلمہ اور ادائے صوم وصلوٰۃ وحج و زکوٰۃ کو اور ان امور کو خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کامل کر دیا اور صحابہ وتابعین نے تمام مشرق ومغرب میں پھیلا دیا تو دانایان سخن شناس بعدل وانصاف نہ بہ تعصب واعتساب فرمائیں کہ مولف ہدیہ کے اس بیان کے مطابق معاذ اللہ حضرت سرور کائنات ارواحناہ فداہ کی جناب اقدس میں گویا تخلف وعدہ کا یہ مظنہ پیدا کر دیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت سے تو یہ وعدہ فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ مہدیؑ کے ذریعہ دین کو ختم کرے گا'' لیکن خود ہی دین کو ختم اور کامل فرمادیا تو اب ہم مولف ہدیہ سے پوچھتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کی ضرورت ہی کیا رہی پھر آپ مہدیؑ کے ظہور کے کیوں منتظر ہیں ان کا عدم وجود یکساں ہے۔فرمائے اگر بفرض محال آپ کے خیالی مہدی آئیں گے تو وہ کس خدمت پر مامور ہوں گے اور کون سے دین کو ختم کریں گے۔

مولف صاحب ہدیہ کی یہ جہالت ہزار دریغ وتاسف کے قابل ہے کیونکہ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ لکھنے گئے تمسک اور لکھدئے رسید۔ مقصود تو یہ بیان کرنا تھا کہ حدیث کا دوسرا مضمون جو دین کو کامل کرنا ہے امامنا علیہ السلام پر صادق نہیں ہے لیکن چونکہ یہ نری ہٹ دھرمی اور صریح دروغگوئی تھی اس کی رجعت یہ ہوئی کہ شیطان نے ایسا پر مارا کہ خود جنابِ سرورِ کائنات صلعم کی جنابِ اقدس میں تخلُّفِ وعدہ کا مظنّہ عائد کر دیا اور اپنے مزعومہ مہدی کی ضرورت اور انتظار کی خود اپنے ہاتھوں جڑ کاٹ لی۔

مہدویہ پر یہ سوال اس لئے وارد ہی نہیں ہوسکتا کہ اُن کے نزدیک دین کا مفہوم۔اسلام۔ایمان۔احسان کے احکام کو جامع ہے جیسا کہ حدیث جبرئیل سے متبادر ہے اور محققین صوفیائے کرام کا بھی مسلمہ ومتفقہ مسئلہ یہی ہے پس دین کے وہ احکام جو نبوت ورسالت کا لازمہ اور متعلقات سے ہیں حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین (صلعم) کی ذات اقدس سے ان کا کمال ظہور یا حقیقی تکمیل بطریق دعوت ہوی۔اور احسان کے احکام ومسائل جو ولایت خاصۂ محمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کا کامل ظہور علیٰ سبیل الدعوۃ حضرت خاتم الاولیا امام مہدی علیہ السلام کی ذات اقدس سے مخصوص ہے یہ مسئلہ محققین صوفیہ کا بھی مسلمہ ہے چنانچہ اس کا بیان اس طرح کیا گیا ہے۔

نبوت راظہور از آدم آمد — کمالش در وجود خاتم آمد

(خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ولایت بود باقی تا سفر کرد — چو نقطہ در جہاں دَور دگر کرد

ظہورِ کلِ او باشد بہ خاتم — از و یابد تمامی دَورِ عالم

(یعنی خاتم الاولیاء) — (خاتم الاولیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام)

وجودِ اولیا او را چو عضو اند — کہ او کل است وایشاں ہمچو جزو ند

(گلشن راز)

مفاتیح الاعجاز ''شرح گلشن راز'' میں لکھا ہے۔

''یعنی ظہور تمامی ولایت وکمالش بخاتم اولیا خواہد بود چہ کمال حقیقیت دائرہ در نقطۂ اخیرہ بظہور میر سید وخاتم

اولا ولیا عبارت از محمد مہدی است کہ موعود رسول است علیہ الصلوٰۃ والسلام"۔

یہ بحث اس سے پہلے بھی اس کتاب میں برموقع شرح وبسط کے ساتھ کی گئی ہے یہاں مکرر اس کی زیادہ تشریح کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہاں صرف یہی بتانا ہے۔ کہ مولف ہدیہ کی مذکورہ اور بقیہ غلطیوں سے قطع نظر اور اعراض کر کے قصہ مختصر کیا جائے تو اس حدیث مذکور کا صحیح مطلب ومعنی محققین کرام اور مہدویہ کے اصول متفقہ ومسلمہ کے مطابق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو شروع کیا ہے امام مہدی علیہ السلام کے ذریعہ دین کو ختم کریگا یعنی آپ سے احکام شریعت کی تائید وتقویت اور احکامِ ولایتِ محمدیؐ کی علی سبیل الدعوۃ تبلیغ ہوگی۔ چنانچہ امامنا مہدیؑ موعود علیہ السلام پر پوری طرح صادق ہے حضرت ہمیشہ احکام شریعت کی پابندی وحفاظت اور اس کے احترام کی بڑی تاکید فرماتے رہے اور احکام ولایت کی بروجہ دعوت نشر وتبلیغ کی۔

صاحب سراج الابصارؒ نے اسی حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے **ای اظهره باتم الظهور فی زمانه فاوصل اصحابه فی منازل المقربین والصدیقین** الخ اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے انہی فیوض لامتناہی کی برکات سے جو حضرت امام علیہ السلام سے صحابہ کو پہنچتے رہیں گے صحابۂ مہدی علیہ السلام کی یہ منقبت ظاہر فرمائی۔

لا یسبقهم الاولون ولایدرکهم الآخرون۔ یعنی ان سے پہلے کے لوگ ان پر سبقت نہ لیجا سکیں گے اور ان سے بعد کے لوگ ان کے مراتب کو نہ پاسکیں گے۔

مولف ہدیہ کہتے ہیں کہ۔

"حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرق سے مغرب تک آدمیوں کو کافر ٹھہرایا اور بجز چند ہندیوں کے کسی کو مسلمان نہ سمجھا۔ پس یہ ختم بمعنی کمال دین نہ ہوا بلکہ زوال دین ہاؤ"۔

اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ مولف ہدیہ نے بھی غلط لکھا ہے کہ حضرت نے مشرق سے مغرب تک کسی کو مسلمان نہ سمجھا حضرت نے یہ کب فرمایا ہے وہ فرمان پیش کیا جائے۔ مولف ہدیہ معنئ ایمان واسلام میں امتیاز نہ کرنے کی جہالت میں خود مبتلا ہیں اور ہمیشہ ناظرین کرام کو خلط مبحث کر کے مغالطہ دینے کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اول انکو خود نفی ایمان اور نفی اسلام کی حقیقت کو سمجھنا چاہیئے۔ رہا کفر کا اطلاق کرنا اس کی تفصیلی بحث اس سے پہلے اس کتاب میں ہوچکی ہے جس سے واضح ہوچکا ہے کہ یہ تمام فرقوں میں بکمال کشادہ پیشانی جاری وساری ہے۔ خود اہل سنت دوسرے تمام فرقوں کو بلکہ آپس میں ایک دوسرے کو جو اپنے معتقدات کے خلاف ہوں علانیہ کافر کہتے ہیں تو کیا مولف ہدیہ کے پاس اس کا یہ معنی ہے کہ اہل سنت مشرق سے مغرب تک کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔

ثانیاً سابقہ قول کی طرح یہ قول بھی تمام انبیاء ورسل وخلفاء اللہ علیہم السلام کی سنت جاریہ اور خود اصول اسلامی سے لاعلمی اور اسلام وایمان واحسان کے مابین عدم امتیاز پر دلالت کرتا ہے کیونکہ تمام خلفاء اللہ انبیاء ورسل کی یہ سنت جاریہ رہی ہے کہ وہ بحکم خدا نہ باتباع نفس وہوا اپنے منکرین پر حکم تکفیر جاری کرتے آئے ہیں۔ اگر مولف ہدیہ خود کو مسلمان کہتے ہیں تو وہ بتائیں کہ حضرت رسول عربی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اُن قریشی وہاشمی وغیرہ عربوں کے سوا جنہوں نے حضرت کو رسول برحق مانا اور آپ پر ایمان لایا باقی

www.khalifatullahmehdi.info

تمام منکرین رسالت مشرق سے مغرب تک آپ کے اعتقاد میں کافر ہیں یا نہیں؟ اگر آپ اس کے قائل نہیں تو آپ بھی منکرین کے زمرہ میں شامل اور حکم تکفیر کے مورد بن جاتے ہیں اور اگر تمام منکرین پر حکم تکفیر جاری ہونے کے قائل ہیں تو آپ کا اعتراض خود بخود رفع ہو جاتا اور ثابت ہوتا ہے کہ مشرق سے مغرب تک منکرین کو کافر ٹھہرانے سے کمال دین کی نفی لازم نہیں آتی ورنہ کہنا ہوگا کہ مسلمان چونکہ مشرق سے مغرب تک کروروں منکرین اسلام کو کافر ٹھہراتے ہیں اس لئے دینِ اسلام کامل نہیں ہے حالانکہ ایسا کہنا ہرگز صحیح نہیں۔

ثالثاً۔ مولف ہدیہ نے مسلمانوں کی کثرت کو جو کمال دین سمجھا ہے یہ بھی ان کی کمال خطا ہے اس لئے کہ اہل دین کی کثرت پر دین کا کمال اور ان کی قلت پر دین کا نقصان مبنی نہیں ہے بلکہ دین کا کمال احکام دین کی خوبی و جامعیت اور احکام کے اظہار و تبلیغ سے ہوتا ہے کہ اس کا کوئی عقدہ فروگذاشت نہونے پائے کثرتِ اہل دین سے نہیں ہوتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی و رسول کی بعثت اور اظہار دعوتِ حق کو زمین واہلِ زمین کی اصلاح فرمایا ہے "کما قال اللّٰہ تعالیٰ فی قصه شعیب ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها "یعنی زمین کی اصلاح و درستی کے بعد تم اُس کو مت بگاڑو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اسی جہت سے زمین کو اصلاح شدہ فرمایا ہے کہ نبی مبعوث ہوے اور انہوں نے سب کو دینِ حق کی طرف بلایا راہ راست بتائی عدل و انصاف اور دوسری نیکیوں کا حکم دیا اور تمام برائیوں اور امور قبیحہ سے منع فرمایا اس جہت سے اصلاح زمین کا اطلاق نہیں ہوا ہے کہ سب لوگ ایمان لائے اور فرمان رسولؐ کے موافق معتقد اور عامل ہو گئے کیونکہ یہ معنی یہاں صادق ہی نہیں آیا اس لئے کہ شعیب علیہ السلام پر گنتی کے چند آدمیوں کے سوا کوئی بھی ایمان نہیں لایا تھا۔ غرض کمالِ دین کا اطلاق یا باعتبار نزول شرائع ہوتا ہے یا ان احکام منزلہ کی تبلیغ و بیان کے اعتبار سے۔ پہلی صورت کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "الیوم الکملت لکم دینکم" ہے یعنی خدائے تعالیٰ نے جمیع احکام دین محمدی کو نازل فرما دیا اور اسی نزول احکام کے اعتبار سے تکمیل دین اور تمام نعمت کا اطلاق ہوتا ہے اگرچہ کروروں آدمی کافر موجود تھے دوسری صورت کی مثال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یختم اللّٰہ به الدین کما فتحه بنا ہے یعنی امام مہدی علیہ السلام کے ذریعہ جو دین کے کمال ظہور کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ ان احکام کو بطریقِ دعوت بیان کرنے کے اعتبار سے ہے جو دَورِ نبوت میں بطریق دعوت بیان نہیں ہوے تھے چنانچہ صوفیائے محققین بھی اس کے قائل ہیں۔ پس کمال ظہور دین بھی آپ پر صادق ہے۔

مولف صاحب ہدیہ کے قول سے اس کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کسی نبی کے دین میں جب تک مقلبین و مومنین کی کثرت نہ ہو اس نبی کا دین ناقص رہتا ہے کامل نہیں ہوتا نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ حالانکہ بہت سے صادق پیغمبر اور ادیان حقہ ایسے گذرے ہیں جن کے مقبلین کی تعداد معدودے چند رہی ہے اور اکثر باطل مذاہب ایسے ہیں جن کے پیروں کی کثرت اتنی رہی کہ جملہ اہل اسلام بھی ان کا عشر عشیر نہیں تھے۔ کیا مولف صاحبِ ہدیہ ان باطلِ مذاہب کو احکام اسلامی کے خلاف صرف اہل مذہب کی کثرت کی وجہ سے کامل دین و مذہب تسلیم کرلیں گے؟

خود اہل اسلام کو دیکھو ان کی جو کثرت اب ہے جناب رسالتمآب صلعم کی حیات طیبہ تک نہیں تھی تو بقول مولف ہدیہ جن کے نزدیک کمال دین کا مدار مسلمانوں کی کثرت پر ہے یہ کہنا لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں معاذ اللہ دین ناقص تھا

www.khalifatullahmehdi.info

اوراب اس کی بہ نسبت زیادہ کامل ہے حالانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسی وقت ''الیوم اکملت لکم دینکم '' فرمایا ہے جبکہ مسلمانوں کی کثرت نہیں تھی جس سے ثابت ہے کہ کمال دین ''اہل دین'' کی کثرت پر موقوف نہیں ہے خود حدیث کے الفاظ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یختم اللّٰہ به الدین ''ارشاد فرمایا ہے اہل دین کی کثرت کو ختم دین یا کمالِ ظہور دین نہیں قرار دیا ہے۔ مولف ہدیہ نے ہر جگہ یہی اصولی غلطی کی ہے کہ دین اور اہل دین دونوں کو ایک سمجھ لیا اور اہلِ دین کی کثرت کو کمال دین خیال کرلیا ہے جو شخص مذہبِ حق سے روگردان ہوتا ہے اس کو ایسے ہی غلط خطرات گمراہ کرتے ہیں۔

فتنہ سے نجات پانے کی بحث وتحقیق:۔ مولف ہدیہ کہتے ہیں کہ تیسری بات یعنی فتنہ سے نجات پانا بھی نہیں ہوا بلکہ بدستور اہلِ اسلام مبتلائے فتن ہیں۔

مولفِ ہدیہ سے اس مضمون کے سمجھنے اور بیان کرنے میں دو صریح غلطیاں ہوئی ہیں۔

اول تو فتنہ کا معنی غلط سمجھا اور غلط بیان کیا ہے۔

دوم فتنہ سے نجات پانے والوں کے تعین میں بھی ان کو مغالطہ ہوگیا ہے

پہلی غلطی کی توضیح یہ ہے کہ مولف صاحب ہدیہ نے ''بنا ینقذون من الفتنة '' کے ''ترجمہ میں اپنی طرف سے ایک لفظ اضافہ کرکے یہ لکھا ہے کہ مہدی کے سبب سے فتنہ ''باہم'' سے نجات پاویں گے'' معلوم نہیں ہوا کہ ''باہم'' کا لفظ اصل حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے حدیث میں تو اس پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں ہے مولف ہدیہ نے اسی کو بنا قرار دیکر فتنہ سے مراد باہمی مخالفتیں اور نزاعین سمجھی ہیں جو بنائے فاسد علی الفاسد اور منشاء حدیث کے خلاف ہے حقیقی فتنہ کیا ہے اس کی تحقیق کے لئے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے۔

انما اموالکم و اولادکم فتنه۔(۲۸۔۱۶۔تغابن) — تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں۔

رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے۔

ان لکل امة فتنة و فتنة امتی المال۔ — ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہے اور میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔

عزیزی شرح جامع الصغیر میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ۔

المال معظم فتنهم من اللهو به لانه یشغل البال عن القیام للطاعة و ینسی الأخرة۔ — اس میں مشغول ہوجانے کی وجہ سے ان کے فتنوں میں بڑا فتنہ مال ہے کیونکہ وہ دل کو طاعت وعبادت سے غافل کردیتا اور آخرت کو بھلا دیتا ہے۔

اس سے حقیقی فتنہ کا کھوج مل رہا ہے کہ مال واولاد کی محبتِ مُسفرط اصل فتنہ ہے جو ایک طرح کا شرک خفی ہے جس کی طرف یہ

www.khalifatullahmehdi.info

آیت شریفہ مشعر ہے

ومن الناس من یتخذ من دون اللّٰہ انداداً یحبونھم کحب اللّٰہ والذین اٰمنوا اشد حباً للّٰہ (بعض لوگ وہ ہیں جواوروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے رکھنی چاہیئے اور جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں) اور اسی معنی کے اعتبار سے شرک خفی وجلی میں گہرا ربط وتعلق ثابت ہوتا ہے اور اسی سے بچنا فتنہ سے نجات پانا ہے۔پس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہوا کہ امام مہدیؑ کے ذریعہ لوگ اس فتنہ سے نجات پائیں گے جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلعم کے ذریعہ شرک سے نجات پائے۔اس اعتبار سے ''بنا ینقذون من الفتنۃ'' حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پورا پورا صادق ہے کیونکہ آپ نے ان آیات واحادیث کے موافق مومنین کو راہ راست بتلائی جو خاروخاشاک فتن سے پاک وصاف ہے۔

اگر فتنہ سے باہمی مخالفت ومنازعت مراد لیجائے تو یہ مضمون کئی آیات وحدیث کے خلاف ومتعارض ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا یزالون مختلفین الامن رحم ربک ولذالک خلقھم (۱۲۔۱۰۔ہود) — ان لوگوں کے سوا جن پر آپ کے پروردگار نے رحم کیا ہے ہمیشہ وہ اختلاف ہی کیا کرتے رہیں گے اور اسی کیلئے انھیں پیدا کیا ہے۔

ایضاً . والقیناً بینھم العدواۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ۔ — ہم نے ان میں قیامت تک باہمی دشمنی اور بغض کا مادہ ڈال دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع منھا الیٰ یوم القیامۃ۔ — میری اُمت میں جب تلوار چل جائے گی پھر قیامت کے دن تک نہ رکے گی۔

صحیح مسلم میں ایک طویل حدیث عامرہ بن سعد سے مروی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے۔

فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم سألت ربی ثلاثا فاعطانی اثنین و منعنی واحدۃ سألت ربی ان لا یھلک امتی بالسنۃ فاعطاینھا وسألت ربی ان لا یھلک بالغرق فاعطاینھا وسألت ان لا یجعل باسھم بینھم فمنعنیھا۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے تین باتیں چاہیں جن میں دو مجھے دی گئیں اور ایک قبول نہیں ہوی میں نے دعا کی کہ میری اُمت قحط اور غرق کے ذریعہ ہلاک نہ ہو یہ قبول ہوگئی میں نے دعا کی کہ میری اُمت آپس کی جنگ وجدال میں مبتلا نہ ہو مجھے اس سے منع کیا گیا یعنی یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔

ان کے علاوہ بھی انہی کے ہم معنی وہم مضمون بہت سی آیات واحادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اختلافات ومنازعات تو

www.khalifatullahmehdi.info

قیامت تک برپا رہیں گی ان کا رفع ہونا ممکن نہیں خصوصاً فتنہ دجال جو سر آمد جمیع فتنہ رہا ہے اور علاماتِ قیامت سے ہے اس کا ظہور ضرور ہی ہونا ہے اور ضرور ہوگا چنانچہ عقیدۂ چہاردہم اور دلیل دوم کے ضمن میں یہ ضروری مسئلہ اور اس کے متعلقات تفصیلی طور پر معرض بحث میں آئے ہیں۔

غرض فتنہ یہ اختلاف باہمی مراد لینا اور امام مہدی علیہ السلام کے ذریعہ ان اختلافات کے رفع ہونے کے قائل ہونا جنکے رفع ہونے پر مشیت ایزدی جاری نہیں ہوئی ہے گویا امام مہدی علیہ السلام سے خلافِ مشیت ایزدی ظہور میں آنے کے قائل ہونا ہے اور یہ محالات سے ہے۔

دوسری غلطی کی توضیح یہ ہے کہ تمام خلفاء اللہ انبیاء ومرسلین کی عام سنتِ جاریہ یہی رہی ہے کہ جب کبھی بھی کسی ہادیٔ برحق کا ظہور ہوا ہے بعض لوگ اُن کی ہدایت سے فیضاب ہوے اور اکثر لوگ اُن کی ہدایت سے روگردان رہے پہلی جماعت ہی اس ہادیٔ برحق کی تعلیمات کی برکات سے مالا مال ہوئی اور دوسری جماعت جس نے اس ہادی کو نہ مانا وہ اُن کی ہدایت کے فیضان سے محروم رہی چنانچہ حضرت افضل الانبیاء والمرسلین صلعم کے زمانہ میں بھی جو لوگ حضرت کی نبوت ورسالت کے منکر ہوئے وہ حضرت کی تعلیمات سے بے بہرہ رہے جو امت دعوت کہلاتے ہیں اور شرک سے بھی نجات نہیں پاسکے اور وہی لوگ شرک سے نجات پائے جنھوں نے حضرت پر ایمان لایا اور جو حضرت کی اُمتِ اجابت ہیں۔

پس اسی سنتِ جاریہ کے مطابق امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے وہی آپ کی تعلیمات سے مستفیض ہوئے او رفتنہ سے نجات پائے بنا ینقذون من الفتنة کا ظہور ہوا مگر جو لوگ آپ پر ایمان نہیں لائے اور آپ کی ہدایت سے دور رہے وہ اس فتنہ سے نجات نہیں پاسکے لہذا امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تمام مسلمانوں کے فتنہ سے نجات نہ پانے کا اعتراض سراسر بے جا اور اس سنتِ جاریہ کے صریح خلاف ہے۔ مولفِ ہدیہ نے اعتراض کرنے کے جوش میں اُمتِ دعوت واُمتِ اجابت کے فرق وامتیاز کو بالائے طاق رکھ کر اُمتِ اجابت کے فضائل وخصوصیات اُمتِ دعوت میں بھی پائے جانے کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں جو اصولاً غلط ہے۔

الفاظ وعبارت حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ بنا ینقذون من الفتنة کما انقذوا من الشرک اس فرمان میں فتنہ سے نجات پانے کو شرک سے نجات پانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے پس جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے تمام افرادِ انسانی اور تمام مقامات سے شرک نہیں اُٹھ گیا اسی طرح امام مہدی علیہ السلام کے ذریعہ یہ فتنہ بھی سب افراد اور سب مقامات سے نہیں اٹھ سکتا تا کہ تشبیہ بالشرک صحیح ہو اور مشبہ بہ جو الفت بعد الشرک ہے اور مشبہ میں جو الفت بعد الفتنہ ہے مطابقت پائی جائے۔

تالیف قلوب کی بحث وتحقیق:۔ مولف صاحب ہدیہ نے چوتھی بات کے متعلق حدیث کے مضمون کا خلاصہ یہ لکھا ہے کہ مہدی کے سبب سے مسلمانوں کے دلوں سے اختلاف وعداوت فتنوں کی جا کر ایسی موافقت

www.khalifatullahmehdi.info

ہوجائے گی کہ مانند بھائیوں کے ہوجائیں گے جیسا کہ بعد جانے عداوت شرک کے ہوگئے تھے۔

(ہدیہ صفحہ۔۱۲۷)

اس کا جواب بھی پہلے قول کی تردید ہی میں ادا ہوگیا ہے کیونکہ تمام خلفاء اللہ کی سنت جاریہ یہی رہی ہے کہ ان کی ہدایات و تعلیمات کے فیوض و برکات ان کے مقبلین ہی کے شامل حال رہتی آئی ہیں نہ کہ ان کے منکرین کے۔اس کے علاوہ مولف ہدیہ نے مضمون حدیث کی تلخیص کرنے میں بھی غلطیاں کی ہیں مثلاً تمام مسلمانوں کے دلوں سے اختلاف جاتے رہنا سمجھا ہے اور ''اخوانا فی وینھم'' کا مطلب بیان کرنے میں ''دینھم'' کا مفہوم بالکل نظرانداز کردیا ہے وغیرہ وغیرہ ان سے قطع نظر کر کے غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ اس حصۂ حدیث میں بھی صحابۂ امام علیہ السلام کے انقلاب حالات کو صحابۂ رسول اللہ صلعم کے انقلابِ حالات سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ شرک کے وقت کی عداوت کے بعد جیسے دین میں بھائی بھائی بن گئے تھے ایسا ہی یہ فتنہ کی عداوت کے بعد دینی بھائی بن جائیں گے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اس دینی الفت واخوت کا جس کی مخبر صادق صلعم نے خبر دی ہے ظہور ہوا یا نہیں؟ مہدویہ کی کتب تواریخ وسیر میں اس کا کافی ثبوت موجود ہے کہ امامنا علیہ السلام پر جن لوگوں نے ایمان لایا اور آپؑ کی ہدایات وتعلیمات سے بہرہ ور ہوے اگرچہ ان میں مختلف اقطاع وممالک کے باشندے اور مختلف طبقات یعنی روسا وامرا۔اغنیا وفقرا ادنیٰ اعلیٰ غرض کہ ہر طبقہ کے افراد شامل تھے لیکن سب دینی اخوت کے جذبہ سے ایسے سرشار تھے کہ سب بھائی بھائی اور ایک ہی رنگ میں رنگے ہوے نظر آتے تھے جن سے صحابۂ رسول اللہ (صلعم) رضوان اللہ علیہم کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

عقلی وقیاسی طور پر بھی حدیث میں ذکر کی ہوئی تالیفِ قلوب اور دینی اخوت حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبعین میں پائے جانے کا قطعی ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ عداوت وخصومت کا اصلی منبع طلب دنیا وہوسِ جاہ ومالِ دنیا ہے۔حضرت امامنا علیہ السلام نے باتباع کتاب اللہ وسنت رسول اللہؐ جب دنیا وجاہ ومال دنیا کے ترک کرنے کے عام احکام صادر فرمارہے تو گویا تمام فتنہ وفسادات اور خصومتوں کی جڑ ہی کٹ گئی اسی لئے حضرت کے صحابہ متبعین میں جو ان احکام کے سختی سے پابند تھے نہ خصومت باقی رہی نہ عداوت وہ سب آپس میں بھائی کے جیسے متحد ہوگئے ان میں اللہ تعالیٰ کی طلب صادق اور رضا جوئی ذاتِ مطلق اور ماسوئ اللہ سے بے اعتنائی کا یہ عالم تھا کہ جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ نے ان کی جو حالت بیان فرمائی ہے کہ ''ان کو کسی کے چلے جانے سے وحشت نہ ہوگی اور نہ کسی کے آنے پر انھیں فرحت ہوگی'' اس کے پورے پورے مظہر ومصداق تھے۔

مولف ہدیہ کو بھی مہدویہ کی باہمی الفت واتحاد کا دبی زبان سے اعتراف ہے لیکن اعتراض ہے تو یہ ہے فقط مہدویہ میں نہیں بلکہ مسلمانوں میں الفت واتحاد ہوجانا چاہیئے تھا اور یہ نہیں ہوا ہے۔شائد مولف ہدیہ کو یاد نہیں رہا یا انہوں نے عمداً اس سے آنکھیں بند کرلی ہیں کہ شرک کے وقت کی عداوت کے بعد تالیف قلوب ہوکر بھائی بھائی بن جانے کا واقعہ جو اس حدیث میں ذکر ہوا ہے قرآنِ شریف میں بھی بیان کیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

واذکر وانعمة الله علیکم اذکنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذ کم منھا لأیة(۴۔۲۔)

تم پر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ تم باہم دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے میں تالیف قلوب کردی پس تم اس کی بدولت بھائی بھائی ہوگئے اور تم جہنم کے کنارہ پر ٹھہرے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بچالیا۔

اس آیت شریفہ میں خاص وہ صحابۂ رسول اللہ صلعم مخاطب اور مراد ہیں جو پہلے شرک میں مبتلا تھے اور بعد میں اسلام وایمان کی نعمت سے مشرف ہوئے اور اسی نعمت کی وجہ سے زمانۂ شرک کی کاوشوں اور عداوتوں سے نجات پا کر آپس میں بھائی بھائی بن گئے تھے لیکن وہ لوگ تو اس سے مراد نہیں ہو سکتے جو نعمتِ اسلام وایمان سے محروم رہے اور ان میں محرومی کی وجہ سے باہم اتحاد بھی نہ ہوسکا۔

پس فتنہ حُبِ اولا دو جاہ ومالِ دنیا سے بچنے کے حقیقی سبب یعنی نعمت ایمان سے محروم اور اِس فتنہ میں مبتلا رہ کہ باہم اتحاد والفت نہ ہونیکی بیجا شکایت کو مولفِ ہدیہ اسی پر قیاس کریں کہ وہ الفت کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔

ترجو النجاہ ولا تسلک مسالکھا؛ ان السفینة لا نجزی علیٰ الیبس

تم نجات کی آرزو رکھتے ہو اور نجات کے طریقے اختیار نہیں کرتے تو کشتی خشکی پر نہیں چل سکتی۔

حاصل کلام یہ کہ مولف صاحب ہدیہ نے اس حدیث کا جو مطلب ومعنی سمجھے اور بیان کئے ہیں وہ خود غلط اور فرامیں الٰہی وفرامین مصطفویؐ اور تمام انبیاء وخلفاء اللہ کی سنت جاریہ کے خلاف ہیں ورنہ اس حدیث کا اصلی وحقیقی مفہوم امامنا علیہ السلام پر صادق ومنطبق ہے۔اور حدیث سے جو چار مفہوم یا چار باتیں مولف ہدیہ نے مستخرج ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ چاروں مفہوم امامنا علیہ السلام کی ذات اقدس پر صادق ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام کے بادشاہ ہونے کی تردید:۔مولف صاحب ہدیہ نے ''ہدیہ'' میں سراج الابصار کی دوسری روایت یہ لکھی ہے اور اس کا جو خلاصہ بیان کیا ہے وہ اس کے محاذی درج کردیا جاتا ہے۔

منھا ماروی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنه قال دخل رجل علیٰ ابی جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنه فقال اقبض منی ھذہ الخمسمائة درھم فانھا زکوة مالی فقال له ابو جعفر خذما انت فضعھا فی جیرانک من اھل الاسلام والمساکین من اخرانک المسلمین ثم اذا قام مھدینا اھل البیت قسم بالسویة وعدل فی الرعیة فمن اطاعه اطاع

روایت دوم کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقر سے عرض کیا کہ مجھ سے یہ پانسو درہم میرے مال کی زکوٰۃ کے آپ لیجئے آپ نے فرمایا تو ہی ان کو اپنے ہمسائے مسلمانوں مساکین میں تقسیم کردے پھر جب ہم اہل بیت میں کا مہدی قائم ہوگا تقسیم برابر کی اور عدل رعیت میں کرے گا پس اس کی اطاعت و نافرمانی خدا کی اطاعت ونافرمانی ہوگی انتہیٰ (مولف ہدیہ نے بقیہ عبارت کا ترجمہ نہیں لکھا ہے جو یہ ہے)امام ابوعبداللہ نعیم

الـلّٰہ و من عصیاہ عصی اللّٰہ اخرجہ الا ما ابو عبداللّٰہ نعیم بن حماد فی کتاب الفتن قلت قد وجد القسمۃ بالسویۃ والعدل فی الرعیۃ ای فیمن اطاعہ فقد اطاع اللّٰہ ومامن عصاہ فقد عصی اللّٰہ فلا یقبل عدلہ۔

بن حماد نے کتاب الفتن میں اس کی تخریج کی ہے۔(مولف صاحب سراج الابصارؒ اس روایت کے نتیجہ کے طور پر لکھتے ہیں۔) کہتا ہوں برابر برابر تقسیم پائی گئی اور رعیت میں یعنی ان لوگوں میں جنھوں نے آپ کی اطاعت کی عدل بھی پایا گیا جس نے آپ کی طاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی پس وہ آپ کے عدل کو نہیں قبول کرتا۔

جناب مولف سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت کے مندرجہ مضامین سے امام مہدی علیہ السلام کی دو صفتوں یعنی تقسیم بالسویہ اور عدل فی الرعیت سے استدلال کیا ہے کہ یہ دونوں وصف امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام میں موجود تھے اصولِ مناظرہ کی رو سے یہ جائز بھی ہے کہ کسی قول کے کسی خاص حصہ سے حجت لی جائے اور اسی قول کے دوسرے حصص اس وقت مقصود بہ نہوں چنانچہ جن آیات و احادیث میں متعدد احکام مندرج ہوتے ہیں ان کے کسی خاص جز کو استدلالاً پیش کیا جاتا ہے اور دوسرے اجزاو حصص سے بحث نہیں کی جاتی مثال کے طور پر ایک آیت شریفہ ’’واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین ‘‘ہی کو دیکھو جہاں نماز کی بحث ہو وہاں اقیموا الصلوٰۃ سے دلیل لیجائے گی اور اٰتوا الزکوۃ سے کچھ بحث نہ ہوگی لیکن جب زکوٰۃ کا ذکر ہوگا تو اسی آیت کے حصہ اٰتوا الزکوٰۃ کو استدلالاً پیش کیا جائے گا اور اقیموا الصلوٰۃ مقصود بہ نہ رہے گا۔ایسا ہی جہاں نماز باجماعت اور اس کے متعلقات وفضائل کا بیان مقصود ہو تو وہاں آیت کے کسی جز’’وارکعوا مع الراکعین‘‘ سے حجت لی جائے گی اور آیت کے وہ دو اجزا معرض بحث میں نہیں آئیں گے قس علیٰ ذالک۔

ایسا ہی بہت سی احادیث ایسی ہیں جن میں ایک ہی جگہ متعدد اخلاق حسنہ یا احکام دینی درج ہیں چنانچہ بعض محدثین نے ایسی بہت سی حدیثیں علیحدہ جمع کی ہیں چنانچہ مثال کے طور پر یہی ایک حدیث دیکھو جو عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ منورہ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلی جو نصیحت آپ سے ہم نے سنی یہ تھی ’’یاایھاالناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوابالليل والناس نیام (اے لوگو علانیہ اور عام طور پر سلام کرو غریبوں کو کھانا کھلاؤ عزیز واقارب کے ساتھ نیک سلوک کرو رات میں نماز پڑھو جب کہ لوگ سوتے ہوں) پس اس قسم کی احادیث کے مندرجہ احکام کی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ اُن میں سے جو حکم یا خُلق زیر بحث ہوگا اس کیلئے حدیث کے اُسی جز یا حصہ سے حجت لی جائے گی اور باقی احکام اس وقت معرض بحث میں نہیں آئیں گے۔

مولف صاحب ہدیہ کو اس روایت کی نسبت جو اعتراض ہے انہی کے الفاظ میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام باقر نے مہدی علیہ

السلام کی سلطنت وامامت ظاہری کی طرف اشارہ کیا ہے اس واسطے کہ خراج وعشر وزکوٰۃ چارپایوں چرندہ اور اموال تجارت کی تحصیل کر کے اس کے مصارف میں خرچ کرنا خلفا وسلاطین کا کام ہے۔اور شیخ جونپور پر بسبب فقدان سلطنت کے عہدہ اخذ زکوٰۃ کا حوالہ نہیں ہوسکتا۔(ہدیہ صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹)

اس اعتراض کا جواب دینے یا اس کی تردید کرنے سے پہلے ناظرین کرام پر ایک بات واضح کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولف ہدیہ نے دلیل پانزدہم کے ضمن میں روایات مندرجۂ سراج الابصار پر ترتیب وار بحث شروع کرنے سے قبل مہدویہ پر یہ غلط طعن کیا ہے کہ وہ کسی حدیث کا ایک ٹکڑا اپنے موافق اور دوسرا مخالف دیکھتے ہیں تو اس میں قطع وبرید کر کے پارۂ موافق کو نقل کرتے ہیں، خدا کی شان ہے کہ اس روایت کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے خود بھی اسی طعن پر عمل پیرا ہوئے ہیں بلکہ دو چار قدم اس سے بھی آگے نظر آتے ہیں کیونکہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی ٹکڑا بھی اصل روایت میں نہیں ہے چنانچہ اس اعتراض کی جوابی تقریر یہ ہے کہ مولف ہدیہ کا قول کئی وجوہ سے مخدوش ہے۔

اولاً۔ امام محمد باقرؓ کے اس واقعہ سے امام مہدی علیہ السلام کی سلطنت و بادشاہت کی طرف اشارہ سمجھنا صاف غلط ہے کیونکہ اس روایت میں سلطنت و بادشاہت کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ اس میں کوئی ایسا جملہ بھی نہیں ہے جو امام مہدی علیہ السلام کے بادشاہ صاحب ملک وسلطنت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

ثانیاً۔اس روایت میں عشر وخراج چار پایوں چرندہ یا اموال تجارت کی زکوٰۃ بھی کہیں مذکور نہیں ہے یہ بھی مولف صاحب ہدیہ کی ایزاد وایجاد ہے جس کو سلطنت کا مفہوم ثابت کرنے کے لئے بڑھا دیا ہے اور اصل روایت میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

ثالثاً۔عشر وخراج اور زکوٰۃ کو ایک ہی حکم میں شمار کیا ہے حالانکہ ان کے متعلقہ احکام میں بیّن فرق ہے۔

رابعاً۔ مالِ زکوٰۃ کی وصول تحصیل اور اس کی تقسیم کا مدار علیہ بھی خلفا وسلاطین ہی کو قرار دیا ہے حالانکہ زکوٰۃ خلفا وسلاطین ہی کو دینا ضروریات سے نہیں بلکہ زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوٰۃ کے مصرف جو آٹھ اصناف پر ہیں ان تمام اصناف میں تقسیم کرے یا کسی ایک ہی صنف کو دے یا کسی صنف کے ایک ہی شخص پر اختصار کردے جیسا کہ ہدایہ وفتح القدیر وغیرہ کتب فقہ میں ہے چنانچہ اس روایت میں جو واقعہ مذکور ہے اس سے بھی ثابت یہی ہوتا ہے کہ صاحب مال نے زکوٰۃ کا مال خود لایا ہے کسی حاکم نے وصول نہیں کیا ہے اور مولف ہدیہ کے بیان کے موافق (اگرچہ وہ صحیح نہیں معلوم ہوتا) امام محمد باقرؓ نے اس کو بطور خود مستحقین میں تقسیم کردینے کا حکم دیا ہے۔اگر خلفا وسلاطین ہی کو دینا ضروری ہوتا تو آپ خلیفۂ وقت کے پاس لے جاکر داخل کرنے کا حکم دیتے پس ان تمام وجوہ سے اس روایت سے امام مہدی علیہ السلام کے بادشاہ اور سلطان ہونے کا نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے پھر مولف صاحب ہدیہ کا یہ کہنا کہ قسمت بالسویہ کا اشارہ طرف سلطنت اور خلافت عامہ کے ہے یا مہدی علیہ السلام تمام بلاد اسلامیہ کے شرق سے غرب تک حاکم ہو کر عدل وداد کرنے کا مفہوم نکالنا بالکل ایسا خود ساختہ مضمون ہے کہ اس روایت میں اس کا ذکر صراحتاً یا کنایۃً واشارۃً نہیں ہے اور نہ کسی دوسری احادیث سے بھی امام مہدی علیہ السلام کی شان میں یہ بات نصاً ثابت ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

اگر اس روایت سے امام محمد باقرؒ کا منشا امام مہدی علیہ السلام کے دنیوی بادشاہ ہونے کو ثابت کرنا سمجھا جائے تو امام ممدوح کا یہ قول اُن روایتوں کے متعارض ومتضاد ہونا لازم آئے گا جن سے ظاہری ودنیوی بادشاہ ہونے کی نفی ہوتی ہے جیسے الدنیا لا ینبغی لمحمد و آل محمد (دنیا محمد اور آل محمد کے لئے نہیں چاہیئے) مہدی علیہ السلام بھی آل محمدؐ سے ہیں اس لئے یہ دنیاوی بادشاہت بھی آپ کو نہیں حاصل ہونا چاہیئے جس طرح خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل نہیں تھی۔

حضرت عمر کا حضرت امام حسینؓ سے یہ کہنا کہ واللہ لا یلیھا اجد منکم ابدا (اللہ کی قسم تم میں سے کوئی کبھی خلافت کا والی نہ ہوگا) چنانچہ امام مہدی علیہ السلام کے بادشاہ نہ ہونے کے دلائل اس سے پہلے لکھی گئی ہیں۔ جن کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

خامساً اگر مولف ہدیہ کو لفظ رعیت سے مہدی علیہ السلام کے بادشاہ ہونے کا دھوکہ ہوا ہے اور اسی لحاظ سے انہوں نے مہدی علیہ السلام کی بادشاہت وسلطنت کا تصورت کر لیا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ رعیت کا اطلاق بادشاہت وسلطنت کے لئے متلزم نہیں ہے بلکہ اہل وعیال۔ خادموں۔ طالبوں۔ ماتحتوں اور محکوموں پر بھی رعیت کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ خود مولف ہدیہ نے حدیث ''کلکم راع و کلکم مسول عن رعیتہ'' (تم میں ہر شخص صاحب رعیت ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کی نسبت پرسش ہوگی (ہدیہ صفحہ   ) نقل کر کے ہزاروں لاکھوں اشخاص پر بغیر بادشاہت وسلطنت کے اس لفظ رعیت کا اطلاق درست ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ پس اگر رعیت کے لفظ سے بادشاہت وسلطنت کا تصور لازم ہے تو ان ہزاروں لاکھوں اشخاص پر بھی بادشاہ وسلطان کا تصور کر لیا جائے اور اگر رعیت کے لفظ سے بادشاہت وسلطنت کا وجود لازمی نہیں ہے تو پھر یہاں بھی بادشاہت وسلطنت کے تصورت کے بغیر رعیت کا اطلاق درست ہونے کو ماننا چاہیئے یہی وجہ ہے کہ جناب مولف سراج الابصارؒ نے اسی حقیقت کو پیش نظر رکھا ہے اور رعیت میں عدل کرنے کی تفسیر اپنے مطیعین ومتبعین میں عدل کرنا بیان کیا ہے جو تمام اصناف رعایا کو اور عدل کے مفہوم عام کی تمام صورتوں کو حاوی ہے اور تمام انبیاء وخلفاء اللہ جو ظاہری بادشاہ نہیں تھے اسی اعتبار سے صفتِ عدالت سے متصف ثابت ہو سکتے ہیں کہ ان کی امت ان کی رعیت تھی اور یہ باطنی وروحانی ودینی حاکم تھے ورنہ ان کی جناب میں یہ بے ادبی کرنا ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام بلکہ افضل الانبیاء والمرسلین صلعم بھی صفت عدل سے متصف نہیں تھے یا صفت عدل ان سے ظاہر نہیں ہو سکی کیونکہ وہ ظاہری بادشاہ وسلطان نہیں تھے۔

مولف صاحب ہدیہ نے اس روایت کے مضمون کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ ''سائل کے سوال کے جواب میں مہدی کے تذکرہ کو کچھ مناسبت نہیں ہے جب تک مہدی کی سلطنت کی طرف اشارہ نہ لیا جائے امام ابوجعفرؓ کا جواب نامربوط رہتا ہے'' اسی سے مولف ہدیہ کی اصل غلطی کا سراغ مل رہا ہے کہ مولف ہدیہ نے مہدی علیہ السلام کا بادشاہ ہونا فقط سوال و جواب میں ربط پیدا کرنے کے لئے تصورت کر لیا ہے ورنہ حضرت امام ابوجعفر نے نہیں فرمایا ہے اور اصل روایت کے الفاظ وعبارت سے بھی یہ مستفاد نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ سوال و جواب میں ربط پیدا کرنے کی ضرورت کیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ ایک حدیث یا آیات میں ایسے متعدد احکام ہو سکتے ہیں جن میں باہم کوئی ربط نہ ہو۔

www.khalifatullahmehdi.info

اگر بقول مولف ہدیہ ربط پیدا کرنے کی ضرورت ہی فرض کرلی جائے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ادائے زکوٰۃ کے مفصل احکام اگرچہ کتب فقہ میں بیاں ہوے ہیں لیکن ان پر جیسا چاہیئے عمل کہاں ہورہا ہے اس لئے امام ابوجعفرؓ نے حقیقی اور کامل عمل کی مثال میں امام مہدی علیہ السلام کی ذات اقدس کو پیش کیا ہے کہ آپ تقسیم بالسویہ اور عدل فی الرعیہ فرمائیں گے اس سے حضرت ابوجعفرؓ کا مقصد اس شخص کو جس نے زکوٰۃ کا مال پیش کیا تھا یہ ہدایت کرنا تھا کہ زکوٰۃ کا مال مستحقین کو احکام فقہ کے موافق دینا چاہیئے۔

اگرچہ امام مہدی علیہ السلام کا ذکر اس روایت میں ضمناً آ گیا ہے لیکن یہ روایت بھی امام مہدی علیہ السلام کی پیشین گوئی ہے جس میں تقسیم بالسویہ اور عدل فی الرعیۃ کے دونوں وصف کو امامؑ کی علامت بتایا گیا ہے چنانچہ یہ علامتیں امامنا علیہ السلام میں درجۂ اتم موجود تھیں جیسا کہ حضرت مولف سراج الابصارؒ نے بیان فرمایا ہے۔لیکن پھر بھی اس سے سلطنت و بادشاہت ظاہری کا مفہوم مستفاد نہیں ہوتا کیونکہ تقسیم بالسویہ اور بادشاہت ظاہری لازم و ملزوم نہیں بلکہ اس کے لئے یہ صحیح توجیہ کیوں نہ کی جائے کہ حضرت امام ابوجعفرؓ کو امام مہدی علیہ السلام کی اعلی شان و منزلت سے سائل اور تمام اہل اسلام کو مطلع کرنا مقصد تھا کہ آپ کے منصب خلافت الٰہی سے لوگ واقف ہوں اور بدل و جان آپ کے مشتاق اور بکمال عقیدت آپ کے ظہور و بعثت کے منتظر رہیں۔چنانچہ اسی مقصد و منشا کی تائید روایت کے ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ آپ نے اس کے بعد یہ فرمایا ہے کہ **فمن اطاعه فقدا طاع الله و من عصاه فقد عصٰی الله** (جو مہدی علیہ السلام کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی گویا اس نے اللہ کی نافرمانی کی) ظاہر ہے کہ ان منقبتی جملوں سے امام مہدی علیہ السلام کی خلیفۃ اللٰہی شان صاف اور واضح طور پر عیاں ہے کیونکہ ''**من اطاعة فقد اطاع الله**'' آیت شریفہ ''**من یطع الرسول فقد اطاع الله**'' کی پوری تضمین ہے جو خلیفۃ اللہ ہی کے لئے مخصوص اور موزوں ہوسکتی ہے نہ کہ کسی بادشاہ کے لئے۔ایک معمولی سمجھ کا مسلمان بھی اپنے اسلامی عقائد کے لحاظ سے یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ کسی دنیوی و ظاہری بادشاہ کی اطاعت و نافرمانی اللہ تعالی کی عین اطاعت و نافرمانی نہیں کہی جاسکتی یہ تو خلفاء اللہ ہی کی مخصوص شان ہے کہ ان کی اطاعت بغیر کسی تاویل کے عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ان کی نافرمانی عین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے۔پس اس روایت سے امام مہدی علیہ السلام کے ظاہری و دنیوی بادشاہ اور سلطان ہونے کا تصور کرنے کے عوض جس کا کوئی صحیح ماخذ اور اصل نہیں ہے آپ کے خلیفۃ اللہ ہونے کا تصور زیادہ مناسب و موزوں اور روایت کے الفاظ و سیاق کلام کا قریبی مفہوم ہے اسی سے یہ روایت ان مرفوع احادیث (یعنی خاص رسول اللہ صلعم کے فرامین) سے بھی جن میں امام مہدی علیہ السلام کی ذات خلیفۃ اللہ ہونے کے صاف و صریح الفاظ وارد ہیں ٹھیک ٹھیک مطابق ثابت ہوتی ہے۔اور اسی سے ''**کالشمس فی نصف النهار**'' ظاہر ہے کہ یہ روایت امامنا مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف حال نہیں بلکہ آپ پر پوری پوری صادق و منطبق ہے۔

مہدی علیہ السلام کا ذکر اسفار انبیاء میں ہونے کی بحث:۔ تیسری روایت جو مولف ہدیہ نے لکھی ہے اور اس کا جو خلاصہ بیان کیا ہے یہ ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

منھا ماروی عن کعب الاحبار انہ قال انی لا جدالمھدی مکتوباً فی اسفار الانبیاء مافی حکمہ ظلم ولاعیب اخرجہ الامام ابو عبداللّٰہ نعیم بن حماد. قلت قد تحقق لارو ایۃ عن المھدیؑ انہ قال ذکری فی کتاب اللّٰہ و کتب الانبیاء ولم یکن فی حکمہ ظلم ولا عیب کما ھوالمشھور۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ کعب نے فرمایا کہ میں مہدی کو اسفار انبیاء یعنی انبیاء کی کتابوں میں لکھا ہوا پاتا ہوں کہ اس کے حکم میں ظلم و عیب نہوگا اس روایت کی امام ابوعبداللہ نعیم بن حماد نے تخریج کی ہے۔(مولف سراج الابصارؒ فرماتے ہیں کہ) امامنا مہدی علیہ السلام سے بھی یہی روایت ثابت و متحقق ہے کہ آپ نے فرمایا ہے ''قرآن میں اور انبیاء کی کتابوں میں میرا ذکر ہے''۔اور آپ کے حکم میں کوئی عیب اور کسی طرح کا ظلم نہیں تھا جیسا کہ یہ بات مشہور ہے۔

مولف صاحب ہدیہ کو اس راویت کے متعلق دو اعتراض ہیں۔

اول یہ کہ کیونکر معلوم ہوا کہ کتب انبیاء میں تمہارا ذکر ہے وہاں ذکر امام مہدیؑ کا تمہارا مہدی ہونا کہاں سے ثابت ہوا یہ مصادرہ علی المطلوب ہے۔

دوم یہ کہ مہدویہ کا یہ دعویٰ کہ ہمارے مہدی کے حکم میں ظلم وعیب نہیں ہے بلا دلیل ہے چنانچہ اس کی شرح دلیل اخلاق میں آئے گی۔

مولف ہدیہ کا پہلا اعتراض اس قدر نامعقول ہے کہ اس کا جواب ادا کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ حضرت سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر انبیاء سابقین کی کتابوں میں یقیناً موجود ہے اور اس پر بعض معاندینِ اسلام کا کبھی یہی اعتراض ہے کہ ''توریت وغیرہ میں ایک نبی کی بعثت کا ذکر ہے محمد عربی کا ذکر کہاں ہے'' مولف ہدیہ کے اس اعتراض کی بھی ٹھیک یہی مثال ہے گویا مولف ہدیہ معاندینِ اسلام کے نقش قدم پر چلے ہیں۔پس معاندینِ اسلام کا جو جواب اہلِ اسلام ادا کرتے ہیں وہی مولف ہدیہ کے اس نامعقول اعتراض کا جواب مہدویہ کی طرف سے ہوسکتا ہے۔چنانچہ ہم مسلمان ہونے اور پیغمبر اسلام کی صداقت پر کامل ایمان رکھنے کی حیثیت سے یہ یقین کامل اور اعتقاد جازم رکھتے ہیں کہ انبیائے سابقین کی کتابوں میں جو بشارتیں نبی آخر الزماںؐ کے ظہور و بعثت کے متعلق آئی ہیں ان سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات اقدس مراد ہے کوئی اور نہیں ہے۔کیونکہ جو علامات ونشانیاں ان بشارتوں میں بتائی گئی ہیں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں پائی جاتی ہیں۔کیا مولف ہدیہ کے نزدیک یہ مصادرہ علیٰ المطلوب ہے۔

اسی طرح ہمارے اعتقاد میں امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہی موعود حقیقی ہے کوئی اور دوسرا نہیں ہے اس لئے اسفارِ انبیاء میں جو مہدیؑ کا ذکر کعب احبار نے بیان کیا ہے یا کتب احادیث میں امام مہدیؑ کا جو ذکر یا جو شان ومنزلت مذکور ہے ان سب سے مراد اور اُن کے مصداق امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام ہی ہیں اس لئے کہ وہ تمام علامات ونشانیاں جو امام مہدی علیہ السلام کی نسبت احادیث سے بتواتر یا بشہرت ثابت اور عندالایمہ معتبر ہیں وہ آپ کی ذاتِ اقدس میں مجتمع پائی جاتی ہیں یہ بھی کسی طرح مصادرہ وعلی

www.khalifatullahmehdi.info

المطلو نہیں ہے۔

غرض جب انبیائے سابقین کی کتابوں میں مہدی علیہ السلام کا ذکر موجود ہونا کعب احبار کی روایت سے اور خود مولف ہدیہ کے اقرار سے جو سر دفتر اہل انکار ہیں ثابت ہے تو اب صرف مہدیؑ موعود علیہ السلام کی ان آثار و علامات کے تعین کرنے پر بحث ختم ہو جاتی ہے جو احادیث صحیحہ سے بتواتر یا بشہرت ثابت اور عندالایمہ معتبر ہیں کہ وہ کیا ہیں اور امامنا مہدیؑ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس میں موجود ہیں یا نہیں۔

لیکن مولف ہدیہ نے بعض ایسی غیر صحیح علامات کو بھی بزعم خود معتبر و صحیح قرار دے لیا ہے جن کا کوئی اصل نہیں ہے اور عندالایمہ بالکل غیر معتبر ہیں جیسے امام مہدی علیہ السلام کا بادشاہِ ہفت اقلیم ہونا اور کل روے زمین کا عدالت سے ایسا بھر جانا کہ اختلافات و نزاعات کا نام تک دنیا میں نہ رہے نیز عیسیٰؑ و مہدی علیہما السلام کا بیک وقت جمع ہونا۔ زمین کے خزانے آپ کے زمانہ میں ظاہر ہو جانا وغیرہ[۱] حالانکہ یہ امور ایسے ہیں جو قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ٔ معتبرہ کے سراسر مخالف اور عندالائمہ درجہ ٔ اعتبار سے ساقط ہیں چنانچہ اس کی تفصیلی بحث اس کتاب میں متعدد موقعوں پر ہوئی ہے۔ حاصل یہ کہ جو باتیں عندالایمہ معتبر نہیں ہیں ان کا مولف ہدیہ کو اقرار ہے اور جو امور عندالایمہ معتبر ہیں ان کا انکار ہے بلکہ ان کو بالکل معمولی اور غیر مخصوص قرار دینے کی جرأت بیجا اور مشاہیر ایمہ کی تحقیق سے علانیہ روگردانی کی ہے۔ مولف ہدیہ کا یہ قول ان کی سب غلط فہمیوں پر طرہ ہے جو وہ کہتے ہیں کہ کعب احبار کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدیؑ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے سبحان اللہ کیا فہم رسا ہے اگر کعبِ احبار نے یہ کہا کہ انبیائے سابقین کی اسفار میں مہدیؑ کا ذکر میں پاتا ہوں تو اس سے آپ کا ذکر قرآن میں نہ ہونا کس طرح لازم آ گیا۔

ابوہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس کا خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ طیبہ کو تشریف لانے کے بعد یہود سے دریافت فرمایا کہ تم میں سب سے بڑا عالم کون ہے انہوں نے عبداللہ بن صوریا کا نام بتایا حضرت نے عبداللہ سے علیحدہ ملاقات کی اور پوچھا کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں عبداللہ نے کہا ہاں میں جانتا ہوں اور میری قوم بھی جانتی ہے آپ کی صفت و نعت توریت میں بیان ہوئی ہے لیکن یہ لوگ آپ سے حسد کر رہے ہیں۔ (اظہار الحق)

پس مولف ہدیہ کے قول کے مطابق رسول اللہ صلعم کے اوصاف توریت میں بیان ہونے سے حضرت کا ذکر قرآن میں نہ ہونا

---

[۱] ناظرین کرام کو مولف صاحب ہدیہ کی طرف سے اس طرح کی لاطایل شرائط و علامات قرار دے لینے پر جن کا کوئی صحیح ماخذ نہیں ہے بلکہ من مانے طور پر تاویلات بعیدہ کر کے نکالی گئی ہیں اور پھر آیات قرآنی اور دوسری احادیثِ صحیحہ معتبرہ کے مخالف بھی ہیں کوئی حیرت نہ ہونی چاہیئے کیونکہ خلفاء اللہ یعنی انبیاء و مرسلینؑ کے منکرین کی طرف سے اس قسم کے اعتراضات و عذرات ہمیشہ ہوا کئے ہیں مثلاً آدمی کے عوض کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیجنے کا عذر پیش کیا گیا ہے جس کے جواب میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ۔

قل لو کان فی الارض ملایکۃ یمشون مطمئین لنزلنا علیھم من السماء ملکاً رسولاً — کہدو کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے (بستے) ہوتے تو ہم فرشتہ ہی کو آسمان سے پیغمبر بنا کر ان کے پاس بھیجتے۔

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

لازم آنا چاہیئے ظاہر ہے کہ ایسا نتیجہ نکالنا صریح غلط ہے۔ پس امام مہدی علیہ السلام کا ذکر بھی اسفار انبیاء میں ہونے سے قرآن میں آپ کا ذکر نہ ہونا کبھی لازم نہیں آسکتا اور کعب احبار کے اس قول سے یہ نتیجہ نکالنا کھلی گمراہی ہے۔ بلکہ اسفار انبیاء میں امام مہدیؑ کا ذکر ہونا قرآن شریف میں آپ کا ذکر ہونے کی تاکید و تاسیس ہے کیونکہ جب اسفار میں آپ کا ذکر ہے تو خود قرآن میں کیونکر نہ ہوگا بلکہ مہدی علیہ السلام کا ذکر قرآن شریف میں اسی طرح موجود ہے جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر توریت وغیرہ میں موجود ہے [ا]۔

قرآن میں مہدیؑ کا ذکر ہونے کی بحث:۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مولف ہدیہ نے اکثر موقعوں پر مفسرین سے بڑی خوش اعتقادی ظاہر کی ہے۔ بعض جگہ تو مفسرین کے اقوال کو احادیث رسول اللہؐ کے ہم پایہ اور مفسرین کے اقوال کی مخالفت اور احادیث رسول اللہؐ کی مخالفت ایک سی ہونا ظاہر کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ''مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے احوال کو احادیث و تفاسیر سے مقابل کر کے آزمائے جو موافق نکلے اس پر ثابت رہے اور جو مخالف پاوے اس سے توبہ کرے'' گویا احادیث رسول اللہؐ اور اقوال مفسرین کا ایک ہی حکم اور ایک ہی درجہ ہے۔ حالانکہ احادیث رسول اللہ قول و فعل معصوم ہیں اور مفسرین غیر معصوم۔ کہیں مولف ہدیہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے روایت کے موافق لکھا ہے جو آیت جس کی شان میں لکھی ہے یا جس آیت سے جو مراد و منشا یا غرض و مفاد لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ کہیں لکھا ہے کہ ان مفسرین کے بیان کے بغیر ہم قرآنی معانی جان نہیں سکتے گویا مولف ہدیہ کے قول کے مطابق مفسرین کا قول عین مفہوم قرآن ہے بلکہ بعینہٖ خدا اور رسولؐ کا فرمان ہے۔ اگرچہ ہم کو مولف ہدیہ کے ان اقوال سے

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) خاص کر افضل الانبیاء والمرسلینؐ کے منکرین نے حضرت کی ہدایت سے بھاگنے کے لئے ایسے ہی لاطایل عذرات جن کا کوئی اصل اور صحیح ماخذ نہ تھا پیش کئے تھے چنانچہ قرآن خود ان کو بیان فرماتا ہے۔

قالوا لن نومن لک حتی تفجرلنا من الارض ینبوعاً او تکون لک جنة من نخیل و عنب فتفجر الانہا و خللھا تفجیرا اوتسقط السماء کما زعمت علینا کفا او تاتی باللّٰہ والملایکة قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرء ہ۔

اے پیغمبر کفار کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ زمین سے ہمارے لئے چشمہ جاری نہ کریں یا آپ کے لئے کھجور اور انگور کا باغ نہ ہو جس کے درمیان آپ نہریں بہائیں یا جب تک آپ اپنے بیان کے مطابق آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نہ گرائیں یا آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو روبرو کر نہ کھڑا کریں یا آپ کا خالص سونے کا مکان نہ ہو یا آپ آسمان پر نہ چڑھ جائیں آپ کے چڑھ جانے پر بھی ہم ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر آپ کوئی کتاب نہ اُتاریں جس کو ہم پڑھیں۔

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ لاطایل خیالات صحت نبوت و رسالت کی نہ علامات ہوسکتی ہیں نہ شرائط نہ اس کے موقوف علیہ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سب خیالات اور تنگ بندیوں کا یہی ایک جواب دیا گیا ہے۔

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا — اے پیغمبر کہد و کہ اللہ پاک ہے اور میں ایک بشر اور رسول ہوں۔

یعنی سب انبیاء کی سنت اور فطرت انسانی کے خلاف کوئی بات میری نبوت و رسالت کی صحت و صداقت کے لئے مشروط نہیں ہوسکتی۔ پس اسی عادت مستمرہ کے مطابق جو منکرین نبوت کی رہی ہے امام علیہ السلام کی بعض غیر علامتیں قرار دے لی گئی ہیں تو وہ نہ علامات مہدیت ہوسکتی ہیں اور نہ اس کے موقوف علیہ اور نہ ان کا پایا جانا ضروری ہے۔۱۲ شہاب بن نصرت غفرلہما۔

[ا] ۔ میں کہتا ہوں کہ مولوی محمد زماں صاحب کو وہ درّاکہ نہیں ہے کہ وہ اخبار مغیب کو قرآن شریف (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

اس حدتک اتفاق نہیں ہے اور ہم نے ہر موقع ان پر تنقید وتبصرہ کیا ہے لیکن خود مولف صاحب ہدیہ تو اپنے ان اقوال کے پابند ہیں اور ان کو پابند رہنا چاہیئے پس امام مہدی علیہ السلام کا ذکر قرآن میں موجود ہونے کی بحث کے ضمن میں مفسرین نے جو کچھ وضاحت کی ہے وہ مولف ہدیہ کو تسلیم ہونا بلکہ مفسرین کے اقوال سے جو بات ثبوت و تحقیق کو پہنچے اس کو بے شک وشبہ قرآن کا مفہوم ومنشاء ماننا ضرور ہے۔

اب ملاحظہ کیجئے کہ مفسرین نے کن کن آیتوں سے کیا کیا مراد لی ہے اور آیات قرآنی کی کیا توجیہات کی ہیں۔

تفسیر تاویلات القرآن میں آیت عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا کے تحت لکھا ہے کہ مقام محمود سے مراد ولایت محمدیہ ہے جس کے خاتم امام مہدی علیہ السلام ہیں اور یبعثک ربک جملہ میں کاف خطاب کا اشارہ ذات مہدی علیہ السلام کی طرف ہے جو نبینا محمد صلعم کا باطن ہیں۔

تفسیر تاویلات ہی میں آیت الٓم ذالک الکتاب لاریب فیہ کی یہ تفسیر کی ہے۔

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) میں پاسکیں مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منجملہ ان اخبار مغیب کے جو امام مہدی علیہ السلام کی شان میں قرآن شریف میں موجود ہیں بعض کو اس جگہ ذکر کروں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ الآیۃ ملاحظہ فرمایا جائے کہ وہ حرف باجو ''بقومٍ'' میں ہے دوحال سے خالی نہیں ہے اول یہ کہ بائے بمصاحبت ہوگا دوم یہ کہ بائے تعدیہ ہوگا۔ دوسری جہت کے اعتبار سے آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو لائے گا جس کو وہ دوست رکھے گا اور وہ قوم اس کو دوست رکھے گی۔ اب غور کیا جائے یہ آیت جس میں ایک معزز ومکرم قوم کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی ہے وہ قوم صحابہ وتابعین رسول اللہ صلعم نہیں ہوسکتی کیونکہ ''سوف'' جوزمانہ آیندہ کے لئے مخصوص ہے زمانہ مستقبل بعید کی خبر دے رہا ہے وہ موجودہ اصحاب پر کیونکر محمول ہوسکے گا اور تابعین پر بھی اس وجہ سے محمول نہیں ہوسکتا کہ وہ استقبال بعید کے لئے موضوع ہے پس بالضرور اس قوم سے وہ قوم مراد ہوگی جس کا زمانہ آنحضرتؐ اور صحابہ وتابعین کے زمانہ سے بعید ہو۔ یہ نہ خیال کیا جائے کہ اس قوم سے عیسیٰؑ مراد ہیں کیوں کہ حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ بالاتفاق آخر زمانہ ہے اور مہدیؑ کا زمانہ وسط امت ہے چنانچہ مجیب علامہ نے اس کو ثابت کردیا ہے سوف کا لفظ اگرچہ وہ استقبال بعید پر دلالت کرتا ہے مگر آخر زمانہ پر دلالت نہیں کرتا پس اس سے مطلق استقبال بعید ہی مراد ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ یہ بہ نسبت صحابہ کے تابعین کا زمانہ بھی استقبال بعید ہے پس اس قوم سے تابعین مراد ہوں گے میں کہتا ہوں کہ امام مہدی علیہ السلام ظہور دفع ہلاکت امت کے لئے ہونا احادیث سے ثابت ہے تو یہ اشارہ ہے کہ جب امت میں اسباب ہلاکت پیدا ہوجائیں اس وقت مہدی علیہ السلام کا ظہور ہونا چاہیئے تابعین تو خیر القرون میں ہیں جن میں اسباب ہلاکت پیدا نہیں ہوسکتے لہذا تابعین و تبع تابعین وہ قوم بھی نہیں ہوسکتے جس قوم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ غرض اس قوم سے مہدیؑ مراد ہوگی اور دوسرا قلو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو لائے گا اور پہلا قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کے ساتھ آئے گا اور بوجوہ مذکورہ قوم سے مراد قوم مہدی ہوگی اور اللہ سے مراد ذات مہدی ہوگی کتب انبیاءؑ میں بھی امور مغیبہ کا بیان اسی طرح ہوا ہے چنانچہ اردو ترجمہ توریت کتاب پنجم باب ۳۳۔۲ میں ہے ''اور کہا خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا اس کے داہنے ہاتھ میں شریعت ساتھ لشکر ملائکہ کے تھا۔ اس آیت میں سینا سے خدا نکلنے اور سعیر سے چمکنے اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہونے سے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور محمد صلعم کا ظہور مراد ہے پس جس طرح خدا کے ان خلیفوں کے ظہور کو خدا کے نکلنے سے تعبیر کیا گیا ہے اس طرح خدا کے آنے سے خدا کے خلیفہ مہدی علیہ السلام کا آنا مراد ہوسکتا ہے اور یہ تقریر مُیں نے آیت کے الفاظ اور کتب انبیاءؑ کے دستور کے مطابق کی ہے۔ واللہ اعلم۔ اشرف کان اللہ لہ۔

www.khalifatullahmehdi.info

ذالک الکتاب الموعود بانه یکون مع المهدی فی آخر الزمان لا یقرُه کما هو بالحقیقه الاهو۔	وہ موعود کتاب جو آخر زمانہ میں مہدیؑ کے ساتھ ہوگی اس کو جیسی کہ وہ حقیقت میں ہے سوائے مہدی کے کوئی نہیں پڑھے گا۔

تفسیر تاویلات کے اکثر مقامات پر اسی طرح تفسیر کی گئی ہے اور کئی آیتوں سے مراد مہدی علیہ السلام ہونا بیان کیا ہے جن کی تفصیل مناسب موقع ومحل پر پیش کی گئی ہے۔

تفسیر نیشاپوری میں آیت کریمہ ''سوف یاتی اللّٰه بقوم یحبهم ویحبونه '' سے قوم مہدی مراد لکھا ہے۔ صاحب فتوحات مکیہ جو بڑے محقق اور بڑے مفسر بھی ہیں جنہوں نے (۹۵) جلدوں میں قرآن کی تفسیر لکھی ہے آیت ''قل هذه سبیلی ادعوا الی اللّٰه علی بصیرة انا و من اتبعنی '' کے تحت فرماتے ہیں کہ من اتبعنی سے مراد امام مہدی علیہ السلام ہیں جو جناب خیر الانام کے تابع تام ہیں۔

تفسیر کشف الحقایق کا قول سب سے زیادہ واضح اور مفصل ہے۔ یہ قول اس کتاب کے باب ہشتم کے مطلب دوم میں پورا نقل کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے جو یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مہدیؑ کے نام کو نبی صلعم کے نام کی رعایت کر کے صراحتہً بیان نہیں کیا ہے کیونکہ مہدیؑ کی دعوت مثل نبی صلعم کی دعوت کے ہے اور مہدی علیہ السلام کا علم وصبر وتوکل وذات وصفات مثل ذات وصفات نبی صلعم کے ہیں پس ایک کا ذکر گویا دوسرے کا ذکر ہے مہدیؑ کا ذکر قرآن میں ضمناً وکنایتاً ایسا ہی ہے جیسا کہ نبی صلعم کا ذکر تمام قرآن میں لفظ'' قــل '' کے بعد منوی ومستتر ہے کیوں کہ لفظ ''قل '' اصل میں قل انت یا محمد کے معنی میں ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی آیتوں میں امام مہدی علیہ السلام کی طرف اشارہ اور ان سے امام علیہ السلام ہی مراد ہونے کی نسبت مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں جن کا استیعاب دشوار ہے پس ان صاف وصریح شواہد کے ہوتے مولف ہدیہ قرآن شریف میں امام مہدی علیہ السلام کا ذکر ہونے کا کبھی انکار نہیں کر سکتے جب کہ ان کے معتقد علیہ مفسرین کے اقوال موجود ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان مذکورہ وجوہ کے قطع نظر خود مولف صاحب ہدیہ سے پوچھا جاتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ذکر قرآن شریف میں ہونا اثبات مہدیت اور اس جناب والا کی رفعت شان ومنزلت کے لئے ضروری ہے یا نہیں؟ اگر آپ کے پاس امام مہدی علیہ السلام کا ذکر قرآن میں ہونا ضروریات سے نہیں ہے تو پھر یہ اعتراض ہی سراسر مہمل اور بیجا ہے ایسی صورت میں اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت کا ذکر قرآن میں نہیں ہے تو اس سے کوئی نقصان عاید نہیں ہوسکتا۔

اور اگر اثبات مہدیت کے لئے آپ کا ذکر قرآن میں ہونا ضروری ہے تو آپ کے مزعومہ مہدی کا ذکر بھی جن کے آپ منتظر ہیں قرآن میں ضرور ہونا چاہیئے جس کے بغیر وہ مہدی نہیں ہوسکتے پس فرمائے کہ آپ کے مہدیؑ منتظر کا ذکر قرآن میں کہاں اور کس طرح ہے وہ جناب عنقا صفت قرآن میں کنایۃً یا اشارۃً یا دلالۃً مذکور ہوئے ہیں یا نصاً وصراحتہً۔ آپ ان کا قرآن میں جو بھی اور جس طرح

www.khalifatullahmehdi.info

بھی پتہ بتائیں گے وہی ہمارا بھی جواب ہوگا۔

دوسرا اعتراض یعنی آپ کے احکام میں ظلم وعیب ہونے کا ادعا بھی غلط ہے کیونکہ امام علیہ السلام کے احکام ظلم وعیب سے پاک ہونا آپ کے خلیفۃ اللہ اور معصوم عن الخطا ہونے کی جہت سے ایسا مسلمہ مسئلہ ہے کہ دلائل و براہین سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے وحوصلہ کے موافق بزعم خود جونقایص وکوتاہیاں دلیل اخلاق کے ضمن میں گنائے ہیں وہ ایسی ہیں کہ مولف ہدیہ کے خیال فاسد میں ظلم کا انحصار گویا انھیں پر ہے اوران پر زیادتی متصورنہیں ہے انشاءاللہ ہم ان میں سے ہر ایک کا جواب بالتفصیل وہیں دلیلِ اخلاق کے ضمن میں ادا کریں گے۔

چوتھی روایت ۔سکینہ وقار۔عدم احتیاج وغیرہ کی تحقیق:۔مولف صاحب ہدیہ نے سراج الابصار کی جن روایتوں کو قابل اعتراض سمجھا ہے ان میں سے چوتھی راویت یہ لکھی ہے۔

منھا ماروی عن الحارث بن المغیرة البصری قال قلت لا بی عبداللّٰہ وجھه بای شئی یعرف الامام المھدی قال بالسکینة والوقار قلت و بای شی قال بمرفته الحلال والحرام وبحاجة الناس الیه ولا یحتاج الی احد قلت صدق الحارث ھکذا کان المھدیؑ۔

حارث بن مغیرہؒ بصری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ الحسین بن علی کرم اللہ وجہہ سے کہا امام مہدی (علیہ السلام) کس بات سے پہچانے جائیں گے فرمایا سکینہ ووقار سے میں نے کہا اورکس بات سے فرمایا حلال وحرام کی معرفت سے اوراس سے کہ لوگ ان کے محتاج ہوں گے اوران کو کسی کی احتیاج نہ ہوگی (جناب مولف سراج الابصارؒ کہتے ہیں کہ) حارث نے سچ کہا مہدی علیہ السلام کی حالت ایسی ہی تھی۔

مولف ہدیہ کو اس روایت کے متعلق جو اعتراضات یا شبہات ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

> سکینہ ووقار کا اندازہ معلوم نہ ہوا کہ کس قدر سکینہ ووقار مہدیت کی علامت ہے کیونکہ مطلق سکینہ ووقار ہر مسلمان مہذب میں ہوتا ہے بلکہ امرائے اہل دنیا میں بھی ہوتا ہے مقدار معرفت حلال وحرام بھی معلوم نہیں ہوی مطلق معرفت ہر مجتہد وعالم کو ہوتی ہے۔پس معلوم ہوا کہ امور ثلٰثہ علامت مہدیت کی ہیں نہ فقط ایک ایک۔شیخ جونپور میں دو باتیں اخیر کی قطعاً مفقود ہیں اور امر اول میں بھی تردد ہے۔الخ

ان اعتراضات یا شبہات کی تردید یا جوابات بیان کرنے سے پہلے مولف ہدیہ کی یہ ایک صریح غلط بیانی ظاہر کردی جاتی ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے روایت کی تلخیص میں یہ غلطی کی ہے کہ حارث بن مغیرہ نے سکینہ ووقار کو کافی نہ جان کر دوبارہ سول کیا کہ ’’وبِایّ شَئیٍ ‘‘یعنی اورکس بات سے پہچاننا۔فرمایا معرفتِ حلال وحرام سے اس کو بھی راویٔ مذکور نے کافی نہ سمجھا اس واسطے سہ بارہ سوال کیا کہ اورکس چیز سے پہچاننا فرمایا کہ حاجتِ ناس سے حالانکہ روایت کی عبارت سے صرف دومرتبہ ہی سوال کرنا ظاہر ہے تیسری

علامت کا ذکر یعنی ’’وبحاجة الناس اليه ولا يحتاج الى حدً ‘‘(لوگ مہدیؑ کے محتاج ہوں گے اور ان کو کسی کی احتیاج نہو گی) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور خود فرمایا ہے اس کے متعلق سائل کے سوال کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔اگر اصل روایت میں اس کا ذکر ہے تو مولف ہدیہ نے روایت غلط لکھی ہے یہاں اس حصہ کو کیوں ترک کر دیا؟ اور اگر روایت کی عبارت میں یہ سہ بارہ سوال کرنا مذکور نہیں ہے تو مولف ہدیہ نے اپنی طرف سے یہ اضافہ کر دیا ہے دونوں صورتوں میں مولف ہدیہ پر روایت میں تحریف کا الزام ثابت ہے۔

اس کے بعد مولف ہدیہ کے شبہات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کئی طرح سے مخدوش ہیں۔اولاً جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سائل نے امام مہدیؑ کی وہ علامت پوچھی جس سے آپ کو پہچانا جاسکے تو آپؓ نے سکینہ و وقار کا ہونا بتلایا۔پھر سایل کے مکرر سوال کرنے پر حلال وحرام کی معرفت اور لوگ آپ کے محتاج ہونا اور آپ کو کسی کی احتیاج نہ ہونا فرمایا۔پس ان امور ثلثہ کا مجموعہ اگر چہ بدرجہ اولیٰ علامت ہوگا لیکن چونکہ ان تین امور میں سے ہر امر براسہ علیحدہ وصف ہے جس کو دوسرے وصف سے کوئی زیادہ تعلق نہیں ہے اور نہ ہر ایک دوسرے کا موقوف علیہ براسہ و بالفراوہ علامت ہے پس مولف ہدیہ کا فقط ایک ایک کو علامت نہ ماننا غلط ہے کیونکہ ایسا کہنے سے حضرت امام حسینؓ کے فرمان کی تکذیب لازم آتی ہے کہ ہر بات یا وصف پہچانت کا ذریعہ نہیں تھا تو آپ نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کیوں بیان فرمایا اور تینوں امور کے جمع ہونے کو شرط کیوں نہیں قرار دیا۔

ثانیاً مولف ہدیہ کی یہ توجیہ بھی سراسر لغو ہے کہ ’’سکینہ و وقار ہر مسلمان مہذب بلکہ امرائے اہل دنیا میں بھی پایا جاتا ہے‘‘۔اس لئے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ فرمایا کہ سکینہ و وقار سے مہدیؑ کو پہچانا جاسکتا ہے تو سکینہ و وقار اس ذات اقدس میں جو مہدیؑ ہونے کا دعویٰ فرمائے موجود ہونا چاہیئے خواہ اور کسی میں یہ وصف پایا جائے یا نہیں اس سے بحث ہی نہیں کیونکہ حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ مہدیؑ کے سوا کسی میں سکینہ و وقار نہ ہوگا۔

ثالثاً مولف ہدیہ کا یہ شبہ بھی لغو ہے کہ ’’ان کو سکینہ و وقار کا اندازہ نہیں معلوم ہوا ہے کہ‘‘ کس قدر سکینہ و وقار مہدیت کی علامت ہے‘‘ کیونکہ بہت سے اوصاف کا اطلاق عام مومنین اور انبیاء علیہم السلام دونوں پر ہوا ہے لیکن ہر ایک کی ادنیٰ و اعلیٰ حیثیت کے اعتبار سے اس وصف کے بھی ادنیٰ و اعلیٰ مدارج ہوتے ہیں مثلاً صفت ایمان کا اطلاق عام مومنین پر بھی ہوا ہے اور حضرت افضل الانبیاء والمرسلینؐ پر بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اٰمن الرسول بما انزل اليه من ربه والمومنون (جزء ۳۔رکوع ۸۔بقرہ)	رسول اور مومنین اس (کتاب) پر ایمان لائے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر نازل ہوی ہے۔

اس آیت شریفہ میں رسول سے مراد مفسرین کے نزدیک حضرت افضل الانبیاء والمرسلینؐ کی ذات اقدس ہے اگر چہ اس آیت میں ایمان کا اطلاق حضرت پر اور مومنین دونوں پر ہو رہا ہے لیکن مراتب و مدراج کے اعتبار سے دونوں کے ایمان میں زمین و آسمان کا بل

www.khalifatullahmehdi.info

ہے۔

اسی طرح خود سکینہ کا اطلاق حضرت افضل الانبیاء والمرسلینؐ پر بھی ہوا ہے اور عام مومنین پر بھی جیسا کہ قرآن شریف ناطق ہے۔

ثم انزل سکینة علی رسوله و علی المومنین وانزل جنودًا الم تروھا (۱۰۔۱۰۔توبہ) | پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر سکینہ نازل کیا اور ایسا لشکر اتارا جو تم کو نظر نہیں آتا تھا۔

مدارج ایمان کی طرح سکینہ ووقار کے بھی اعلیٰ وادنیٰ مدارج ہیں عام مومنین میں جس درجہ کا سکینہ پایا جاتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکینہ ووقار سے کوئی نسبت نہیں رکھتا اگر مدارج ومراتب کا یہ اصول مسلمہ تسلیم نہ کیا جائے تو یہاں بھی مولف ہدیہ کو سکینہ و ایمان کے وجود میں تردید ظاہر کرنا ہوگا کیونکہ مطلق ایمان اور مطلق سکینہ ہر مومن میں پایا جارہا ہے اور ایمان وسکینہ کا کوئی اندازہ نہیں بیان ہوا ہے کہ شان رسالت کے موزوں مناسب کس قدر ہے۔

پس اس روایت میں بھی خلیفۃ اللہ امام مہدی علیہ السلام کی جو علامت سکینہ ووقار بیان ہوئی ہے اسے سکینہ ووقار کا وہ اعلیٰ واکمل درجہ مراد ہے جو خلافت الٰہی کی شان ومرتبت کے مناسب ہے اس کو ہر مسلمان کے سکینہ ووقار کے جیسا سمجھ لینا اور اعلیٰ وادنیٰ کے فرق و امتیاز کو بھول جانا یا عمداً چھپا کر ایک ہی درجہ بتانا غلط فہمی یا مغالطہ دہی ہے۔

کز قیاسش خندہ آمد خلق را | کو چو خود پنداشت صاحب دلق را

رابعاً مولف ہدیہ کا یہ کہنا کہ ”حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام مین سکینہ ووقار ہونے میں تردد ہے۔اس کے لئے اول یہ ضروری ہے کہ سکینہ ووقار کے معنی کی تحقیق کی جائے کہ کیا ہے؟ اسکی توضیح یہ ہے کہ وقار آہستگی کردن اسم ومصدر۔وفی المثل وقرہ فی صحرة وایں بجائے استعمال کنند کہ کسے در مصیبت صبور باشد ودروے آں مصیبت اثر نکند (صراح) یہ معنی امامنا علیہ السلام میں کامل طور پر موجود ہے۔سکینہ سکون سے ہے جو حرکت وپریشانی کی ضد ہے۔تفسیر تاویلات وغیرہ میں ”انزل سکینة“ کی تفسیر یہ کی ہے ”ای انزل ماتسکن قلوبکم الیه“ (اللہ تعالیٰ نے وہ بات تمہارے قلوب پر وارد کردی جو سکون واطمینان کو متلزم ہے) گویا مسبب کہکر سبب یا ملزوم کہکر لازم مراد لی گئی ہے جو کلام بلاغت نظام میں رائج ہے اور جس کی بہت سی نظائر ملتی ہیں اور وہ بات یا وہ چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جو نقلاً موجب سکون واطمینان ہے۔نقلی توجیہ یہ ہے کہ مومن اسی وقت ہولناک موقعوں پر پریشان ہوتا ہے جب وہ خدا سے غافل ہوتا اور اس کو بھول جاتا ہے تو اس کی قدرت ورحمت کے یقین سے اس کے دل میں سکون واطمینان حاصل ہوتا اور اس کی وہ پریشانی اس کے درجہ یقین کے مناسب دفع ہوجاتی ہے۔

نقلاً ذکر اللہ کا موجبِ اطمینان قلب ہونا قطعی ویقینی طور پر قرآن شریف سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ الابذکر اللہ تطمئن القلوب۔ | وہ لوگ جو ایمان لائے اور جن کے قلوب اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں۔آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔

اس معنی کے اعتبار سے امام مہدی علیہ السلام کی مخصوص علامت یہی ہوئی کہ ذکر اللہ جو موجب سکون و اطمینان قلب ہے علیٰ الدوام اس ذات اقدس میں پایا جائے اور امامنا علیہ السلام میں یہ علامت اس درجہ یقینی طور پر موجود ہے کہ یہاں ذکر زمرۂ مقبلین پر تک فرض ہے اور حضرت امامنا علیہ السلام کے بیشمار متبعین اس صفت سے متصف ہیں تو پھر اس صفتِ سکینہ و وقار سے حضرت کی ذات اقدس کس اعلیٰ و ارفع درجہ تک متصف ہوگی ظاہر ہے اسی سے یہ بھی ثابت ہے کہ عام لوگوں کے سکینہ و وقار کو خلیفۃ اللہ کے سکینہ و وقار سے وہی نسبت ہے جو حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ کے سکینہ و وقار سے عام مومنین کے سکینہ و وقار کو ہوسکتی ہے۔

دوسرے مفسرین نے اور خصوصاً امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں سکینہ کا معنی ثبات۔ امن۔ سکون۔ طمانیت بیان کیا ہے۔ مفسرین اور اہل سیر کا اتفاق ہے کہ یہ آیتِ سکینہ غزوۂ حنین کے متعلق نازل ہوئی ہے جبکہ مسلمان شکست کھا کر بہت پریشان ہوگئے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبات و استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا اور اسی سکون و اطمینان کے ساتھ جو حالت امن میں رہتا تھا اس ہولناک موقع پر بھی شکست خوردہ اور پریشان شدہ مسلمانوں کو آپ جمع کرنے کی کوشش فرمارہے تھے اس موقع پر ہی موقوف نہیں بلکہ حضرت رسول اللہ صلعم کسی بھی خطرناک موقع پر کبھی پریشان نہیں ہوئے اور انتہائی مشکل ومصائب کے ہجوم سے کبھی دین حق کی تبلیغ و دعوت سے باز نہیں رہے۔ یہی وہ سکینہ و وقار کا اعلیٰ وصف جو فوق العادۃ حد تک آپ میں موجود تھا جس سے عام مومنین کے سکینہ و وقار کو کوئی نسبت نہیں ہے۔

یہی معنی اور یہی صورت حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام میں بھی باحسن وجوہ موجود ہے چنانچہ حاکم گوڑ رائے دلپت کی جنگ میں حضرت امامنا علیہ السلام سے جو ثابت قدمی و استقلال ظہور میں آیا اس کا واقعہ مولف ہدیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ سلطان موصوف (سلطان حسین شرقی) نے بسبب قلت سپاہ کے ہزیمت پائی لیکن شیخ قدم استقلال جما کر پندرہ سو بیراگیوں سے ایسا حملہ کیا کہ شیخ و دلپت راو دوچار ہوگئے اور تیغ شیخ اس پر ایسی کاری پہنچی کہ دو پارہ ہوگیا اور دل اس کا نکل آیا۔ (ہدیہ صفحہ ۲۳) اسکے علاوہ آپ نے فی سبیل اللہ صدہا رنج ومحن سہے ہزار ہا مصائب وتکالیف برداشت کیے۔ ایسے فقر وفاقہ میں مبتلا رہے کہ آپ کے کئی اصحاب اس سے شہید ہوگئے۔ کئی مقامات پر وہاں کے حکام نے آپ پر فوج کشی کی قتل وقمع کی دھمکیاں دی گئیں مگر آپ کے ثبات و استقلال میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ کبھی سمندر میں آپ کا جہاز طوفان میں گھر گیا کہیں کشتیوں کے ملاح دریا کی منجدھار میں کشتیوں کو چھوڑ کر ان کی طنابیں کاٹ کر چلے گئے ہمراہی ہراساں و پریشاں ہوکر آپ کو اس خطرہ سے اطلاع دیتے اور دعا کی التجا کرتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی فکر کی بات نہیں خشکی میں جو ہمارا محافظ ہے دریا میں بھی وہی محافظ ہے غرض ایسے ایسے ہولناک مصائب میں ابتلا ہوتا رہا کہ اگر کوہ فولاد بھی ہوتا تو پاش پاش ہوجاتا چنانچہ خود مولف نے ان تمام مظالم ومحن کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن ان تمام خطرناک وہولناک حالات کے باوجود حضرت اپنے دعویٰ حق میں ہمیشہ ثابت قدم رہے اس میں اصلا لغزش نہیں ہوئی اور ایسے اطمینان وسکون کے ساتھ تبلیغ وہدایت کے فرض کو انجام دیتے رہے کہ کسی خطرہ سے اور کسی مخالف ومعاند سے کبھی دل میں کوئی خطرہ تک نہیں لایا اور اپنے موافقین ومتبعین کی بلکہ کسی فرد بشر کی بھی امداد واعانت کو قبول نہیں کیا یہی معنی سکینہ و وقار کا ہے اور وہ آپ میں بدرجۂ کمال موجود رہا۔

بخلاف دوسرے مدعیان مہدیت کے جن کی تفصیل مولف ہدیہ نے لکھی ہے جن میں سے بعض حکامِ وقت کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔بعض بہزار ذلت وخواری اسیر ومقید ہوکر اپنے دعویٰ سے باز آگئے بعض دوسرے مقامات پر فرار ہوگئے اس سے ثابت ہے کہ حضرت امامنا مہدئ موعود علیہ السلام کے حالات اور ان کے حالات میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔پس حضرت امامنا علیہ السلام کی ذات اقدس میں صفت وعلامتِ سکینہ ووقار موجود ہونے میں مولف ہدیہ کا تردد ظاہر کرنا گویا نصف النہار میں وجود آفتاب میں شک و تردد ظاہر کرنے کے مماثل ہے۔

مولف ہدیہ نے سکینہ ووقار کا معنی **حلم وتحمل** بیان کیا ہے۔اگر چہ یہ معنی مفسرین کے مذکورہ معنی کے خلاف ہے لیکن اس عدم موافقت اور خلاف کے امامنا مہدئ موعود علیہ السلام میں بمرتبۂ کمال وبدرجۂ اتم موجود ہے چنانچہ حضرت جب شہر قندہار اور فرہ میں تشریف لے گئے وہاں کے علمائے سوٗ کے اغوا سے مقام حکام کی طرف سے جو ناواجبی سخت برتاؤ ہوا اور حضرت نے جس **صبر وتحمل** سے اس کو برداشت کیا ان واقعات کا خلاصہ مختصراً مولف ہدیہ ہی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے وہ ہدیہ کے باب دوم میں لکھتے ہیں [1]۔

> حاکم قندھار میرزا شہ بیگ نے حکم کیا کہ سید ہندی کو روز جمعے کے مسجد جامع میں حضور علمائے اسلام میں حاضر کرو چنانچہ حسب الحکم ملازمین اس کے دوڑے اور جبراً وقہراً کمر بند شیخ کا پکڑ کر اس عجلت سے لے چلے کہ جوتا بھی پہننے نہ دیا اور مریدوں نے جب ارادہ ہمراہی کا کیا منع کیا بلکہ زدوکوب کی بھی نوبت پہنچی جب شیخ داخل مسجد ہوئے علما نے ہجوم کر کے سخت سست کہنا شروع کیا شیخ نے تحمل کر کے وعظ قرآن شروع کر دیا۔شہ بیگ جوان بست سالہ تھا ان کے بیان پر فریفتہ ہوگیا الخ جب فراہ پہنچے وہاں بھی یہی باز پرس پیش آئی کہ اول ایک عہدہ دار نے آکر شیخ اور ہمراہیوں کے ہتھیار چھین لئے اور گوشہ کمان سب کے سر پر رکھ کر ایک ایک کو شمار کر کے کہا کہ کل سب کو قید کریں گے بعد اس کے امیر ذوالنون حاکم شہر بکمال دبدبہ واسطے دریافت کیفیت کے بذات خود آیا لیکن بعد ملاقات کے معتقد شیخ کا ہوگیا۔ہدیہ صفحہ (۲۸)

انھیں واقعات پر انحصار نہیں بلکہ بہت سے مقامات اور بہت سے موقعوں پر ایسا ہی ہوا ہے اور حضرت کی پاک سیرت میں حلم وتحمل کے سینکڑوں نمونے اور مثالیں ملتی ہیں جہاں آپ نے صبر وتحمل وبردباری سے سب کچھ برداشت فرمایا ورنہ نہ قندھار میں اور نہ فراہ میں اور نہ کسی دوسرے مقام پر اگر حضرت صبر وبردباری کو کام نہ فرماتے تو ان مقامات کے ظالموں کی مجال نہ تھی کہ وہ اس طرح ظلم وزیادتی کر سکتے کیونکہ روحانی قوت اور تائید غیبی کے علاوہ جو خلفاء اللہ کو حاصل رہتی ہے اور جس کی وجہ سے کوئی ان پر غالب نہیں ہوسکتا (الا ماشاء اللہ) اسباب ظاہری بھی بفضلہٖ تعالیٰ موجود تھے کہ حضرت کے ہمراہی جاں نثاروں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز تھی خود اُس مقام کے رؤسا وسپہ سالار اور اعلیٰ عہدہ دار حضرت کے ایسے مطیع ومنقاد ہوگئے تھے کہ آپ کے ذرا سے اشارے پر بڑے سے بڑے معاند کی سرکوبی کے لئے تیار تھے۔غرض مولف ہدیہ کا بیان کردہ معنی سکینہ ووقار یعنی تحمل وبردباری کا وصف بھی حضرت میں حد اعجاز تک

---

[1] ان واقعات کے بیان کرنے میں بھی مولف ہدیہ نے جو ضروری حصے چھوڑ دئے ہیں اور اخفائے حقیقت کی جو کوشش کی ہے اس کا کسی قدر ذکر جلد اول حصہ دوم صفحہ (۵۸) تا صفحہ (۶۳) پر علامہ مجیب نے فرمایا ہے۔۱۲ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

موجود تھا۔

لیکن تعجب ہے کہ یہاں مولف صاحب ہدیہ ان تمام واقعات سے اور خود اپنی تحریر سے آنکھیں بند کر کے قاضیٔ ملک سندھ کے سر سے پگڑی چھین لینے کے ایک غلط واقعہ کو پیش کر کے حضرت کے اس وصف سے انکار کر رہے ہیں جو صداقت و دیانت کے صریح خلاف ہے اس لئے کہ اگر ایک واقعہ صحیح ہونا فرض بھی کر لیا جائے تو جبکہ اس کے مقابل حلم و بردباری پر دلالت کرنے والے بیشمار واقعات موجود ہیں صرف ایک واقعہ سے (جس کی حقیقت ابھی بعد میں ظاہر ہوگی) حضرت کی ذات اقدس میں حلم و بردباری کے وصف کی نفی لازم نہیں آتی۔

قاضی صاحب سندھ کا واقعہ نقل کرنے میں مولف ہدیہ نے بہت کچھ کمی و بیشی کی ہے اور تحریفِ لفظی و معنوی کے مرتکب ہوے ہیں چنانچہ مولف ہدیہ نے ''مطلع الولایت'' کے حوالہ سے جو واقعہ بیان کیا ہے ہم اس موقع پر مطلع الولایت ہی کے اقتباسات درج کرتے ہیں جن سے ناظرین کرام یہ فیصلہ کرسکیں گے کہ اصل واقعہ کی حقیقت کیا ہے اور مولف ہدیہ سے اس واقعہ کے بیان کرنے میں کس قدر لغزشیں ہوئی ہیں۔

اولاً بنائے واقعہ کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ مطلع الولایت کے دیکھنے سے بنائے واقعہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب امامنا علیہ السلام ملکِ سندھ میں تشریف فرما ہوے تو بادشاہِ سندھ نے حضرت کا اخراج کرنا چاہا اور قاضی کو آپ پاس بھیجا چنانچہ مطلع الولایت میں اس کا یہ واقعہ لکھا ہے۔

بادشاہ سندہ خواست کہ از ملک خود اخراج کند قاضی را فرستاد و گویانید کہ فرمانِ بادشاہ است کہ ازینجا پیشتر شوید۔ حضرت امام علیہ السلام فرمودند فرمانِ بادشاہ تو تراست ہرگاہ کہ بادشاہ ما بما خواہد گفت تا پیشتر خواہیم شد (مطلع الولایت)

بادشاہ سندھ نے اپنے ملک سے (حضرت) کا اخراج کرنا چاہا قاضی کو بھیج کر کہلایا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں حضرت نے فرمایا کہ تمہارے بادشاہ کا حکم تمہارے لئے ہے ہمارا بادشاہ (اللہ تعالیٰ) جب ہم کو کہے گا ہم اس وقت یہاں سے آگے جائیں گے۔

اس کے بعد یہی مضمون اس طرح سے ادا کیا گیا ہے۔

فرمودند مر بادشاہ خود را بگو کہ ما بجز امر حق از جائے نرویم پس با جمیع لشکر و شوکت خود بیائی انشاء اللہ تعالیٰ بندہ باذن خدائے خویش بر تو غالب آید (مطلع الولایت)

حضرت نے قاضی کو فرمایا کہ تم اپنے بادشاہ سے کہدو کہ ہم یہاں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں جائیں گے اگر تم اپنے تمام لشکر اور قوت کے ساتھ بھی آ ؤ گے تو انشاء اللہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم پر غالب آئے گا۔

اس کے مقابل قاضی سندہ کا قول یہ تھا۔

قاضی گفت کہ اطاعت اولی الامر لازم ست۔

قاضی نے کہا کہ اولی الامر کی اطاعت لازم ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

اس سے بنائے واقعہ واضح ہو رہی ہے کہ ایک طرف خالق زمین و آسمان احکم الحاکمین کے حکم پر مدار کار ہے اور اس کے بغیر قدم باہر نہ رکھنے پر استقلال کے ساتھ اصرار ہے **افغیر اللّٰہ ابتغی حکما** کیا میں غیر اللہ کو حاکم بناؤں کا یہ حقیقی مظاہرہ ہو رہا ہے جو تمام خلفاء اللہ از آدمؑ تا ایندم کی سنت جاریہ رہی ہے اور جس کی بہت سی نظیریں افضل الانبیاء والمرسلین صلعم کی پاک سیرت میں بھی ملتی ہیں۔ دوسری طرف حاکم حقیقی کے حکم سے بے اعتنائی ہو رہی ہے اور ایک بندہ کے حکم کو اہمیت اور ترجیح دی جا رہی ہے جو صریح بیدینی اور ایک طرح کا شرک ہے مگر مولف ہدیہ نے واقعہ کے اس پہلو پر پردہ ڈال دیا اور اس کو ظاہر نہیں کیا ہے۔

اگر چہ اس حقیقت کے مقابلہ میں تمام حجتیں لاطائل ہیں مگر اس کے باوجود قاضی صاحب کے استدلال کا نقش و ضعف شرعی اصول پر بھی بڑی سنجیدگی و متانت و معقولیت کے ساتھ اس طرح ظاہر کیا گیا ہے کہ۔

آنحضرت فرمودند کہ حالانکہ تو قاضی ہستی بگو کہ شرائط اولی الامر در بادشاہ تو ہستند اگر باحکام شرعی اولی الامر ثابت کنی بندہ بر گفتۂ او فی الحال برود۔	حضرت نے فرمایا حالانکہ تم قاضی ہو کھو تمہارے بادشاہ میں اولی الامر کی شرطیں بھی ہیں اگر احکام شرع کے موافق تم اس کو اولی الامر ثابت کردیں تو بندہ اس کے کہنے کے مطابق ابھی چلا جاتا ہے۔

اس اجمال کی یہ تفصیلات بھی پیش کی گئیں جن کے جواب میں قاضی صاحب کو اپنے بادشاہ کے اصلی حالات کا انکشاف و اعتراف کرنا پڑا۔

آنحضرت فرمودند کہ بادشاہ تو عادل ست یا ظالم قاضی گفت بلکہ اظلم است بعدہ فرمودند کہ تابع شرع مصطفیٰ ست یا تابع ہوائے خویش۔ قاضی گفت شراب کوار و متکبر ست کہ از شرع و ورع بوئے ندارد۔ آنحضرت فرمودند پس ایں چنیں کس را چگونہ اولی الامری گویند۔	حضرت نے فرمایا تمہارا بادشاہ عادل ہے یا ظالم و قاضی نے کہا بلکہ اظلم (یعنی بڑا ظالم ہے) اس کے بعد حضرت نے پوچھا (تمہارا بادشاہ) شریعت مصطفیٰ کا تابع ہے یا اپنی خواہش نفسانی کا؟ قاضی نے کہا شراب خوار اور خود پرست و مغرور ہے شریعت اور پرہیزگاری کی بو تک اس کے دماغ میں نہیں ہے حضرت نے فرمایا پھر ایسے شخص کو اولی الامر کیسا کہہ سکتے ہیں۔

چونکہ سندھ کے حاکم کی بدنامی و رسوائی اور قاضی کی نادانی و جہالت اس سے ظاہر ہوتی تھی مولف ہدیہ نے تمام تفصیلات اور خود قاضی صاحب نے اپنے بادشاہ کے اصلی حالات کا جو انکشاف و اعتراف کیا وہ مطلق ذکر نہیں کیا اور ان سب کا اخفا کیا ہے بلکہ تحریف کر کے قاضی صاحب کے بیان کو حضرت امامنا علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا اور یہ لکھا ہے کہ۔

''میراں نے کہا کہ بادشاہ تیرا ظالم ہے ایسے شخص کو اولی الامر نہیں کہتے ہیں'' (ہدیہ صفحہ۔۱۳۰)

مطلع الولایت کی اصلی عبارت اور سیاقِ کلام کو مولف ہدیہ کے اس بیان سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے حضرت کے استفہامی

www.khalifatullahmehdi.info

انداز بیان کو اس قدر تحریف کر دیا گیا ہے کہ وہ افترا کی حد تک پہنچ گیا ہے۔

اس کے بعد کے واقعات کا تتمہ یہ ہے کہ قاضی صاحب نے جب اپنے بادشاہ کے اندرونی حالات کا خود اپنی زبان سے اعتراف کر لیا تو وہ حضرت کے اس فرماں کا کہ ''ایں چنیں کس را چگونہ اولی الامری گویند'' کوئی جواب نہ دے سکے اور تقریر کا پہلو بدل کر کہنے لگے کہ کوئی حاکم اپنے ملک میں جائے نہ دے تو کیا کیا جائے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا

بگو کہ ملک سند آز آن بادشاہ سندہ است وقطعۂ گجرات ازاں امرائے اوست ویوم خراسان ازانِ بادشاہ آں۔ ہمچنیں ہر ملکے ہر شہرے وہر دیہے را بزعم خود ہر کسے حکم وراثت دارد۔ پس اندکے زمینِ خدائے تعالیٰ بما کہ خاص مر خدائے را باشد تا آنجا بندگان مخلص خدائے را عبادت کنند۔

ملک سندہ بادشاہ سندہ کی ملک ہے گجرات کا قطعہ امرائے گجرات کی ملک ہے۔ سرزمین خراسان وہاں کے بادشاہ کی ملک ہے۔ اسی طرح ہر شخص ہر ملک اور ہر شہر اور ہر گاؤں کا وارث اپنے زعم میں خود کو سمجھتا ہے پس ایسی تھوڑی سی زمین تو بتاؤ جو خاص اللہ تعالیٰ کی مِلک ہو تا کہ اللہ کے خاص بندے وہاں اللہ کی عبادت کریں۔

مولف ہدیہ نے اس مضمون کو اس طرح بدل دیا کہ میراں نے کہا کہ ممالک ملوک کی ملک و وراثت نہیں ہیں۔غور کا مقام ہے کہ اصل عبارت اور منشاء کلام میں کس قدر تحریف کر دی گئی ہے جن ناظرین کے روبرو واصل عبارت نہ ہو وہ مولف ہدیہ کی اس تحریف سے کس قدر دھوکہ اور مغالطہ میں مبتلا رہیں گے۔

حضرت کا یہ فرمان اللہ ملک السموات والارض کی طرف اشارہ ہے کہ آسمان وزمین حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں اور وہی ان کا مالک ہے۔

حاصل کلام قاضی صاحب سندہ یہ سن کر حیران ہوگئے اور ان کو کوئی جواب نہ بنا تو اپنی پگڑی ہاتھ میں لے کر کہا۔''کیا آپ زبردستی کسی کی پگڑی چھین لیں گے''۔

قاضی صاحب اصل مسئلہ کے ان تمام پہلوؤں پر دینی وشرعی حجت پیش کرنے سے عاجز رہ کر جس گستاخانہ کلام پر اتر آئے اور جس سے ان کا عجز ان کی جہالت ان کی بلاوت ظاہر ہے اسی سے ان کے مفروضہ الزام کی عملی صورت ان پر ظاہر کرنے کی ضرورت داعی ہوئی کہ پگڑی چھیننا کس کو کہتے ہیں اور اس صورت سے ہمارے عمل کو کیا مشابہت ہے؟ اسی لئے حضرت نے یہ سنکر قاضی صاحب کی پگڑی ان کے ہاتھ سے مثال بتانے کے لئے لی اور اپنے زانو پر رکھ کر ارشاد فرمایا۔

دستار گرفتن ایں نوع فعل رامی گویند پس بگو کہ ما جائے کسے یا شہر کسے یا دیہ کسے بلکہ باغ وکشت کسے گرفتہ ایم کو تو چنیں سخنِ ناسزا بزبان آری۔

کسی کی پگڑی لینا اس قسم کے فعل کو کہتے ہیں پس کہو کیا ہم نے کسی کی جگہ یا کسی کا شہر یا کسی کا گاؤں بلکہ کسی کا باغ یا کسی کا کھیت لے لیا ہے جو تم ایسی نالائق بات کہہ رہے ہو۔

قاضی صاحب اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے اور نہ اس گستاخانہ کلام کی کوئی توجیہ احسن کر سکے۔

اس تمام تفصیل سے انصاف پسند ناظرین یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حضرت امامنا علیہ السلام کی جناب اقدس میں مولف ہدیہ نے سکینہ ووقار کا فقدان ہونے اور سیدھی تقریر مناظرہ دینی میں بھڑک جانے کا جو افترا کیا ہے وہ کس حد تک غلط ہے اور سر سے پگڑی چھیننے کا جو طومار باندھا ہے وہ بھی بے اصل ہے۔

روایت میں کونسی بات حمل وہ بردباری کے خلاف ہے جو مولف ہدیہ نے اس روایت کو عدم سکینہ و وقار پر سند قرار دیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کسی کی نالائق بات پر اس کو متنبہ کرنا سکینہ ووقار کے منافی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی بعض مثالیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت میں بھی ملتی ہیں جو درحقیقت حُبًّا للّٰہ و بغضاً لِلّٰہ کی صورت ہے۔

''سراج الابصار'' کی مندرجۂ روایتِ چہارم تین امور پر مشتمل ہے جن میں سے امر اول سکینہ ووقار کا بیان بتفصیل تمام ہو چکا کہ خواہ اس کا معنی ثابت واستقلال ہو یا تحمل وبردباری دونوں اعتبار سے یہ علامت حضرت امامنا علیہ السلام کی ذات اقدس میں ثابت و متحقق ہے۔

دوسرا امر حلال وحرام کی معرفت بیان کی گئی ہے۔مولف ہدیہ کو اس پر جو اعتراض ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔''مقدار معرفت معلوم نہیں ہوئی اور مطلق معرفت ہر عالم ومجتہد کو ہوتی ہے یہ علامت بھی امامنا علیہ السلام میں نہیں تھی کیونکہ باوجود دعوی امامت مہدیت کے امامت جماعت کے حلال وحرام بھی نہ جانتے تھے اس واسطے کہ اپنی مہدیت کے منکر کو کافر بلکہ اکفر جانتے تھے اور نماز جمعہ وعیدین میں ان کے پیچھے اقتدا کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ اس قدر بھی معلوم نہ تھا کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو ان کو کافر کہنا حرام ہے اور اگر کافر ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ہے''۔

اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ معرفت حلال وحرام بھی بانفرادہ امام مہدی علیہ السلام کی علامتِ مخصصہ ہے ہر عالم ومجتہد میں اس کا کچھ حصہ پائے جانے سے اس کے مخصص ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا جیسا کہ مولف ہدیہ کا خیال فاسد ہے کیونکہ یہ وصف امام مہدی علیہ السلام میں پایا جانا شرط ہے دوسروں میں اس کا نہ پایا جانا شرط نہیں ہے۔

ثانیاً ایمان وسکینہ وغیرہ اوصاف حسنہ کی طرح معرفتِ حلال وحرام کے بھی مدارج ومراتب ہیں۔عام مسلمانوں کو جس قدر معرفت ہوتی ہے اس کی نسبت ایک عالمِ دینیات کو زیادہ معرفت ہوتی ہے۔اسی طرح جس میں شرایط اجتہاد موجود ہوں اس کو علماے اسلام سے بڑھکر معرفت حاصل ہوگی ایسا ہی خلیفۃ اللہ کی معرفت مجتہدین سے زیادہ ہونا چاہیئے کیونکہ خلافت الٰہی کا مرتبہ اجتہاد سے برتر واعلیٰ ہے۔یہی وجہ ہے کہ مجتہدین کی معرفتِ حلال وحرام کا ماخذ خلیفۃ اللہ کے احکام ہوتے ہیں اور علما کی معرفت کی بنا مجتہدین کے احکام ومعلومات پر اور عام مسلمانوں کی معرفت علماء کی معلومات وبیانات سے ماخوذ ہوتی ہیں۔پس کمال معرفت امام مہدی علیہ السلام کی علامت مخصصہ ہے کیونکہ خلافت الٰہی اور معصومیت کے منصب جلیلہ کی وجہ سے آپ کو الہام ربّانی اور روح مبارک رسول اللہ صلعم

سے بلاواسطہ قطعی معلومات حاصل ہیں اور یہ مقام کسی عالم ومجتہد کو نصیب نہیں ہے۔

ثالثاً یہ فرق مدارج ومراتب جو بیان ہوا وہ فقط حلال وحرام شرعی سے متعلق ہوسکتا ہے لیکن اس کے علاوہ جبکہ دین کا مفہوم اسلام و ایمان واحسان سب کو حاوی ہے جن کو مقام شریعت۔ مقام طریقت۔ مقام حقیقت سے تعبیر کیا گیا ہے اور حلت وحرمت کا اطلاق بھی ان سب مقامات کے حلال وحرام کو شامل ہے پس باعتبار مقام شریعت جن امور پر حلال وحرام کا اطلاق ہوتا ہے مقام طریقت و حقیقت میں ان سے سوا بعض امور حلال اور بعض حرام سمجھے جاتے ہیں چنانچہ یہ اسی فرق وامتیاز کی طرف اشارہ ہے کہ۔

الدنیا حرام علی اهل الآخرة والآخرة حرام علیٰ اهل الدنیا والآخرة حرام علیٰ اهل۔

دنیا آخرت کی (نعمتوں) والوں پر حرام ہے اور آخرت کی نعمتیں دنیا والوں پر حرام ہیں۔ خدا والوں پر (یعنی خالص طالبانِ خدا پر) دنیا دار آخرت کی نعمتیں دونوں حرام ہیں۔

اسی مضمون کی اور بھی روایتیں وارد ہیں جن سے اس مضمون کی توضیح وتائید ہوتی ہے۔ ان تمام مقامات کے حلال وحرام کی معرفت مجموعی طور پر خلیفۃ اللہ جناب امام ہمام مہدیٔ موعود علیہ السلام ہی کا خاصہ ہے۔ یہ جامع معرفت امام علیہ السلام کے سوا کسی دوسرے عالم ومجتہد کو حقیقی معنی میں حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت نے جہاں محرماتِ شرعی سے بچنے کی تاکیدات فرمائی ہیں وہیں محرماتِ طریقی وحقیقی سے پرہیز کرنے کے احکام دئے۔ ترک دنیا کا حکم دیا کیونکہ جب تک مومنین دنیا کو نہ چھوڑ دیں آخرت ان کے ہاتھ نہ آئے گی اس لئے ان دونوں میں ضد ومنافات ہے جیسا کہ اس روایت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

لا یستقیم حب الدنیا والاخرة فی قلب المومن کما لا یستقیم الماء والنار فی اناء واحد (احیاالعلوم)

مومن کے دل میں دنیا اور آخرت کی محبت جا گزیں نہیں رہ سکتی جیسے ایک ہی برتن میں آگ اور پانی نہیں رہ سکتے۔

دوسری طرف حسبِ منشاءِ فرمانِ الٰہی من کان فی هذه اعمٰی فهو فی الاخرة اعمی واضل سبیلا (جو شخص اس دار دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ ہے) دیدار الٰہی کی طلب کو اہم اور لازم قرار دیا کیونکہ خاص طالبانِ مولا کو ناز ونعیم آخرت اور اثمار وانہار وحور وقصور جنت سے کیا غرض ہے بلکہ ان مقامات کی توضیح تو یہ ہے۔

ان جنة عامة المومنین جنة المکاسب وجنة العارفین جنة المواهب فلما عبدوه لا خوفاً من ناره ولا طمعاً فی جنتة صارت جنتهم النظر الی وجهه والذالک قال ابویزید لِلّٰه رجال لوحجب اللّٰه عنهم طرفة عین استغاتوا من الجنة کما یستغیث اهل النار منها (سراج المنیر شرح جامع الصغیر)

عام مومنین کی جنت بخشش کی جنت ہے جبکہ انہوں نے اللہ کی عبادت دوزخ کے خوف اور جنت کی طمع سے نہیں کی ہے عارفین کی جنت اللہ کو دیکھنا ہے۔ اس لئے ابویزید نے کہا ہے اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ دم بھر بھی ان کی نظروں سے چھپ جائے تو وہ جنت سے اس طرح پناہ مانگنے لگیں گے جس طرح اہل دوزخ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

پس جو معرفت حلال وحرام امام مہدی علیہ السلام کا خاصہ ہے وہ یہی اعلیٰ و جامع معرفت مراد ہوسکتی ہے جو تمام مقامات کے حرام وحلال کو شامل ہے اور حقیقی معنی میں کسی عالم ومجتہد کو حاصل نہیں ہے۔

مولف ہدیہ کا یہ شبہ کہ ’’امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مہدیت کے منکر کو کافر بلکہ اکفر جانتے تھے اور نماز جمعہ وعیدین میں اپنے منکرین کی اقتداء کرتے تھے‘‘ اس کے متعلق دو امر قابل بحث قرار پاتے ہیں۔ایک انکار کفر ہونا۔ دوسرا منکرین کی اقتداء کرنا امر اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی ترجمانی ہے کہ۔

من انکر المهدی فقد کفر بما انزل علیٰ محمد۔ جس نے مہدیؑ کا انکار کیا وہ اس سے کافر ہوگیا جو محمد پر نازل ہوا ہے۔

چنانچہ امام مہدی علیہ السلام کا انکار کفر ہونا ان تمام فرقہ ہائے اسلامیہ کا جو امام مہدی علیہ السلام کے وجود کے قایل اور آپ کی بعثت ضروریات دین سے ہونے کے معتقد ہیں مسلمہ ہے اگر اختلاف ہے تو اس ذات کے صرف تعین میں ہے۔ایسا ہی کسی مسلمان میں موجباتِ کفر میں سے کوئی امر پایا جانے سے اُس مسلمان پر کفر کا اطلاق درست ہونا بھی سب فرقوں کے نزدیک مسلم ہے چنانچہ اس کی وجوہ ودلایل اس سے پہلے کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں اور آئندہ بھی برموقع بیان ہوں گی۔

دوسرا امر یعنی اقتدائے منکرین کا شبہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ حضرت نے کبھی ایسے شخص کی اقتدا نہیں کی ہے جس سے انکار ظاہر ہوا ہو چنانچہ خود مصنف سراج الابصار حضرت عالم باللہ میاں عبدالملک سجاوندی رحمتہ اللہ علیہ نے ’’منہاج التقویم‘‘ میں تحریف فرمایا ہے۔

امام الصلٰوۃ المفروضة خلف امام غیر امامه فغیر صحیح لانه ما صلّی خلف غیر امامة قط. اماصلٰوۃ العیدین و الجمعة مخلف امام لا تعلم انکاره رعایة لشعاء الاسلام و ما نقل احد من اصحابه انه صلّی خلف امام ظهو انکاره فلا تقوم حجة علینا۔

فرائض پنجگانہ اس شخص کے پیچھے جو مصدق نہو غیر صحیح ہے کیونکہ امامنا علیہ السلام نے غیر مصدق امام کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھی مگر نماز جمعہ وعیدین اس شخص کے پیچھے جس کا انکار معلوم نہوا ہو شعار اسلام کی رعایت کرتے درست ہے آپ کے کسی صحابی نے یہ روایت نہیں کی ہے کہ امامنا علیہ السلام نے اس امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے جس کا انکار ظاہر ہوگیا ہو پس ہم پر یہ مخالف قول حجت نہیں ہے۔

سراج الابصار کی روایتِ چہارم کی مندرجہ علامتوں میں سے دو کی تفصیلی بحث ہوچکی اور ثابت ہوگیا کہ سکینہ ووقار اور معرفتِ حلال وحرام امامنا علیہ السلام کی ذات اقدس پر پورے پورے صادق ہیں۔اب باقی رہی اس روایت کی مندرجہ تیسری علامت کہ

www.khalifatullahmehdi.info

یحتاج الناس الیه و لا یحتاج الیٰ احد (یعنی لوگ امام مہدی علیہ السلام کے محتاج رہیں گے اور آپ کسی کے محتاج نہ ہوں گے)
مولف ہدیہ نے اس کی نسبت جو بے اصل شبہ ظاہر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

''یہ بات امامنا علیہ السلام میں مفقود تھی کیونکہ آپ امور دینی و دنیوی میں غیروں کے محتاج تھے اس واسطے کہ فقیر محتاج تھے اور فقر و حاجتمندی ایک ہی چیز ہے اور میاں لاڑ مہاجرا امور دینی میں آپ کو تعلیم کرتے تھے''۔

امور دنیوی میں محتاج ہونے کا جواب یہ ہے کہ مولف ہدیہ نے احتیاج کا مطلب وہی احتیاج مالی سمجھا ہے جو اہل دنیا کا خاصہ ہے کہ ان کی نظر اسی شئی مردار پر رہتی ہے ان کے پاس دینی وللّٰہی مقاصد کی احتیاج کوئی چیز ہی نہیں ہے اسی وجہ سے انکا ذہن اس طرف منتقل ہی نہیں ہوتا۔ مولف ہدیہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلے ہیں وہ اتنا ہی سمجھتے کہ مال ایسی شئی نہیں ہے کہ اس سے احتیاج دفع اور سکونِ قلب حاصل ہو سکے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ احتیاج وغنا دونوں قلب کی صفتیں ہیں حریصوں کا دل کبھی غنی نہیں ہوتا اگر چہ قارون کا خزانہ بھی ان کے ہاتھ لگ جائے۔

اسی کی طرف اس روایت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

لو کان لا بن اٰدم و ادیان من مال لاَ بتَغٰی و ادیاً ثالثاً و لا یملا جوفه الاالتراب۔

اگر آدمی کے لئے مال سے بھرے ہوے دو وادی بھی ہوں تو وہ تیسری وادی کا طالب رہے گا اس کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

سعدی علیہ الرحمتہ نے گویا اسی روایت کی تضمین کی ہے۔

مفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ ہمچناں در بند اقلیمی دیگر

اگر یہ روایت مولف ہدیہ نے نہیں دیکھی یا نہیں سنی تو گلستاں کا وہ مذکورہ شعر اور یہ مصرعہ بھی نہیں دیکھا اور نہیں سنا کہ

''آنانکہ غنی تراند محتاج تراند''

اس کے مقابل جو لوگ قناعت کی دولت رکھتے ہیں ان کے دل بے مال کے غنی ہوتے ہیں۔ مولف صاحب ہدیہ کو اس سن پیری وشیخوخیت کے باوجود اس کی تحقیق کا خیال نہ آیا حالانکہ یہ مقولہ اطفال کی تک زباں زد ہے کہ ''بزرگی بہ عقل است نہ بسال وتوانگری بدل است نہ بمال''۔ ان پُر از حکمت اقوال سے جو بانی دین صلعم کے عمل اور احکام کے مطابق ہیں یہ ثابت ہے کہ عدم احتیاج قناعت کا نتیجہ ہے۔ پس اس روایت کے اس حصہ کا مطلب یہ ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام قانع ہوں گے اور وصف قناعت کی وجہ سے تمام لوگوں سے مستغنی رہیں گے اور لوگ آپ کے محتاج ہوں گے۔ یہ بات امامنا علیہ السلام کی پاک سیرت میں سراسر موجود ہے۔

لیکن مولف ہدیہ کا یہ خیال کہ کثرت مال اور تقسیم مال کے سبب سے لوگ آپ کے محتاج ہونا اور آپ لوگوں کے محتاج نہ ہونا مراد ہے۔ اس اختلاف رائے کو سنت نبویؐ کی طرف رجوع کیا جائے تو اس کا صحیح فیصلہ ہو جاتا ہے۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قولی کو

www.khalifatullahmehdi.info

دیکھو ارشاد ہوا ہے۔

الفقر فخری	فقر میرے لئے باعث فخر ہے
ماأوحی الی ان اکون تاجرا ولا ان اجمع المال مکاثراً ولکن أوحی الّی ان سبح بحمد ربک و کن من الساجدین حتی یاتیک الیقین . اللھم اجعل رزق آل محمد کفافاً ان اللہ اذا احب عبدًا جعل رزقة کف فاً۔	مجھے یہ وحی نہیں ہوئی ہے کہ میں تاجر بنوں یا کثیر مال جمع کروں لیکن یہ وحی ہوی ہے کہ تو اپنے پروردگار کی تسبیح کر اور موت آنے تک عبادت کرنے والا رہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اس کو ضرورت وگزر کے موافق رزق دیتا ہے۔

اسی قسم کے بہت سے ارشادات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ آپ مالدار تھے اور نہ آپ کو مال کی خواہش تھی۔ بلکہ بغیر مال کے تمام دنیا و مافیہا سے مستغنی تھے اور خلق آپ کی محتاج تھی۔

سنت فعلی کو دیکھو تو اس کے بھی بیشمار واقعات ملتے ہیں دو دو مہینے مسلسل گھر میں آگ نہیں سلگتی تھی جو میسر آجائے اسی پر گزر جاتی تھی۔ فاقے کئے جاتے تھے اس فقر کے باوجود جب عمر رضی اللہ عنہما کی راویتیں اس سے پہلے دلیل چہاردہم وغیرہ کے ضمن میں لکھی گئی ہیں ان صحابہ نے آپ کے رہایشی مقام کو دیکھ کر رنج وغم سے رو دیا آپ نے فرمایا کہ کسریٰ وقیصر کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔

پس مولف صاحب ہدیہ اپنی وہی زر پرستی و دنیا طلبی کی عینک چڑھا کر اس سنت قولی وفعلی کو پیش نظر رکھ کر بتائیں کہ بقول آپ کے جب فقر و حاجتمندی ایک ہی چیز ہے اور حضرت رسول اللہ صلعم کی پاک زندگی فقر و فاقہ ہی میں گزری ہے تو کیا آپ کی جناب میں یہی کہا جائے گا کہ آپ لوگوں کے محتاج تھے۔

جب آپ لوگوں کے محتاج تھے کہنا صریح البطلان ہے تو اسی طرح امامنا علیہ السلام بھی لوگوں کے محتاج تھے سمجھنا اور کہنا صریح البطلان ہے۔

اگر مولف ہدیہ اپنے خیال کے موافق تقسیم مال کو عدم احتیاج کا مدار و معیار قرار دیتے ہیں تو پھر بھی مولف ہدیہ کو اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کیونکہ امامنا علیہ السلام کی یہی عادت تھی کہ جب کبھی جو کچھ مال بطور فتوح آتا باوجود خود فقر و فاقہ میں رہنے کے وہ لوگوں کو تقسیم کر دیا جاتا تھا چنانچہ اس قسم کے واقعات سے آپ کی سیرت بھری ہوئی ہے انہی واقعات میں ایک مشہور واقعہ وہ ہے جب سلطان غیاث الدین نے ساٹھ قنطار مال وزر اور گراں قیمت مروارید کی ایک تسبیح حضرت کی خدمت میں گزرانی تھی۔ حضرت نے یہ تمام مال ان لوگوں کو تقسیم کر دیا جو اس کے پیچھے جوق جوق آئے تھے۔ اور وہ تسبیح مروارید ایک دفالی کو عطا فرما دی۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ مال حضرت کے فقراے مہاجرین کا حق تھا اور ان کو نہیں دیا گیا فرمایا یہ سب اللہ کی طلب میں مال و متاع دنیا کو چھوڑ کر آئے ہوے

ہیں وہ اس کے طالب نہیں ہیں ان کو وہی ملے گا جس کے وہ طالب ہیں۔ اور جو لوگ اس مال کے طالب تھے ان کو یہ دیدیا گیا۔ کسی نے عرض کیا کہ اتنی بڑی چیز ایک دفالی کو دیدی گئی فرمایا اللہ تعالیٰ تو تمام متاع دنیا کو قلیل فرمایا ہے **قل متاع الدنیا قلیل** پھر یہ تسبیح تمام دنیا کے مال ومتاع سے کیا نسبت رکھتی ہے۔

جبکہ مولف ہدیہ اپنی دنیا طلبی سے مال جمع ہونے اور تقسیم مال کرنے ہی کو عدم احتیاج سمجھ رہے ہیں تو اُن کو ان واقعات سے ''لوگ آپ کے محتاج ہونے اور آپ کسی کے محتاج نہ ہونے'' سے انکار کرنے کے عوض اس پر ایمان لانا چاہیئے کیونکہ غنا وعدم احتیاج حقیقتاً یہی ہے جو قدم بقدم اتباعِ سنتِ افضل الانبیاء والمرسلینؐ ہے۔ مال قارونی واسباب شدادی کا جمع رکھنا عدم احتیاج نہیں ہے۔ اسی سے امامنا علیہ السلام کے فقرائے مہاجرین کا اعلیٰ مقام بھی ظاہر ہورہا ہے کہ ان کو اس مال کے اس طرح تقسیم ہونے اور انہیں نہ ملنے کا بال برابر خطرہ وخلجان نہ تھا اور وہ اس سے بالکل مستغنی ولا پرواتھے جو حقیقی فقرا اور خاص پیروان خاتم الانبیاء وخاتم الاولیاء (علیہما السلام) کا مسلک ہے کیونکہ حقیقی فقرا کو کسی چیز اور کسی شخص کی احتیاج نہیں ہوتی تا آنکہ وہ اللہ سے بھی اپنی احتیاج ظاہر نہیں کرتے چنانچہ سید الطائفہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ۔

الفقیر لا یحتاج الیٰ نفسه ولا الی ربه اور جیسا کہ ابراہیم خلیل اللہؑ نے خود کو آگ میں پھینکتے وقت بچانے کی دعا نہیں کی اور ''**کفانی علمه بحالی**'' کہا یعنی اس کا میری اس حالت کو جاننا کافی ہے دعا کی کیا حاجت ہے۔

اس سے بھی مولف ہدیہ کے اس قول کی تردید ہو جارہی ہے جو انہوں نے کہا کہ ''فقر وحاجتمندی ایک ہی ہے''۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ فقیر وغیر محتاج ایک ہے۔ لیکن یہ وہ مقام ہے جس کی سمجھ کا حوصلہ ہر کسی کو حاصل نہیں اس کے مرد میدان اور ہی ہیں۔

ع۔ بردند شکشتگاں ازیں میدان گوئے۔

مولف ہدیہ یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو امامنا علیہ السلام سے کیا حاجت تھی؟ اگر حاجت ہوتی تو اپنے ملکوں سے کیوں اخراج کرتے؟ اس کا جواب یہ ہے یہ کسی مسلمان کے پوچھنے کی بات نہیں ہے۔ اسلامی عقائد کے موافق تمام خلفاء اللہ کی انس وجن کو حاجت رہی ہے اور حاجت وضرورت کو پورا کرنے کے لئے وہ مبعوث ہوتے آئے ہیں یہاں بھی وہی حاجت تھی اگر امام علیہ السلام کی لوگوں کو ضرورت نہ ہوتی تو حضرت رسول اکرم صلعم امت کو برف پر سے رینگتے یا گھسٹتے جا کر بھی بیعت کرنے کی کیوں تاکید فرماتے۔ مولف ہدیہ نے صرف اپنے چند ہم جنسوں کو دیکھ لیا اور انہی معاندین ومنکرین کے عمل پر سے یہ رائے قایم کرلی کہ اگر حاجت ہوتی تو اپنے اپنے ملکوں سے کیوں اخراج کرتے؟ لیکن ان بیشمار مومنین ومصدقین کو نہیں دیکھا جو ایمان وتصدیق سے مشرف ہوئے اور اپنی اپنی سلطنت۔ امارت۔ دولت چھوڑ چھوڑ کر حضرت امامنا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آئے اور حضرت کے ساتھ اخراج۔ جلاوطنی۔ ہجرت اور اقسام کے مصائب اختیار کرتے رہے۔ نیز ان حکام ورؤسا کو بھی نہیں دیکھا جو حضرت سے اپنے ملک میں تشریف رکھنے کی باصرار التجا کرتے رہے مگر حضرت نے اللہ تعالیٰ کا حکم وہاں سے ہجرت کرنے کے لئے ہو جانے کی وجہ سے ان کی التجا قبول نہیں فرمائی لوگوں کو آپ کی حاجت ہونے اور آپ کو کسی کی احتیاج نہ ہونے کا بدیہی ثبوت اسسے بڑھ کر کیا چاہیئے تعجب ہے کہ مولف ساحب ہدیہ

www.khalifatullahmehdi.info

اکثر آنکھیں بند کر کے اعتراض کر بیٹھتے اور اسلامی اصول وعقائد سے بھٹک جاتے ہیں۔سچ ہے **لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور** (اکثر لوگوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتی لیکن وہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہوتے ہیں مولف صاحب ہدیہ کی اس کج فہمی کے موافق اگر خلفاء اللہ کے لفظ منکرین ومعاندین کے مخالفانہ اعمال اور کرتوتوں کو ان خلفاء اللہ کی ضرورت و حاجت کا معیار قرار دیا جائے تو کسی بھی خلیفۃ اللہ۔نبی۔پیغمبر۔رسول بلکہ خاتم الانبیاء والمرسلین صلعم کی بعثت اور تعلیمات کی ضرورت و حاجت ہی ثابت نہ ہوگی کیونکہ ان کے معاندین نے ان ذوات مقدسہ کو بے انتہا تکلیفیں دیں۔ستایا۔اپنے ملکوں سے اخراج کیا چنانچہ سنہ ہجری آج بھی اسی اخراج کی یاد دہی کر رہا ہے۔غرض وہ سب کچھ بدسلوکی کی جس کو مولف ہدیہ اپنے خیال میں عدم ضرورت و حاجت کی علامت ودلیل سمجھ رہے ہیں۔

یہاں تک جو بحث ہوئی وہ دنیوی احتیاج کے متعلقات سے تھی دینی اعتبار سے مولف ہدیہ نے حضرت امامنا علیہ السلام کا لوگوں کے محتاج ہونے اور لوگ آپ کے محتاج نہ ہونے کا جو نتیجہ نکالا ہے وہ اس سے بھی زیادہ قایل کی سخافت عقل پر دلالت کرتا ہے۔چنانچہ واقعہ پر سے مولف ہدیہ نے یہ رائے ظاہر کی ہے اس کا اصل واقعہ صرف اس قدر ہے کہ امامنا علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر کوئی سنتیں ترک ہوتی ہوں تو مطلع کرو۔چند روز کے بعد میاں لاڑ مہاجر نے عرض کیا کہ کتب فقہ سے تحقیق ہوتا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی قبل فرض وبعد فرض سنت حجرہ سے باہر آ کر ادا فرماتے تھے۔امامنا علیہ السلام نے فرمایا بندہ بھی ایسا ہی کرے گا۔

اب ناظرین کرام خود فیصلہ کریں کہ اس کو مولف ہدیہ نے امور دینی میں حضرت دوسروں کے محتاج ہونا اور میاں لاڑ مہاجر حضرت کو تعلیم دینا جو قرار دیا ہے وہ کس حد تک صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ حضرت امام مہدئ موعود علیہ السلام کی ذات اقدس جس کو ہر آن و ہر لحظہ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ معلومات حاصل ہیں اور جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے راست ہر امر کو دریافت کرنے پر قادر ہے وہ اپنے متبعین اور پیروؤں سے کوئی امر دینی دریافت کرنا کیا معنی؟ صاف ظاہر ہے کہ اس سے متبعین کو اتباع سنت کی عملی تعلیم دینا مقصود تھا کہ وہ بھی سنت کی ایسی ہی اتباع کریں جس طرح خود فرماتے ہیں۔

یا حضرت کو مومنین کی یہ تعلیم منظور تھی کہ کوئی شخص اپنے علم ودانست پر مغرور نہ ہو بلکہ ہمیشہ آیت شریفہ ''**فوق کل ذی علم علیم**'' کو پیش نظر رکھتے اور خود کو سر آمد اہل زماں نہ سمجھے کیونکہ یہ بات جناب کبریائی میں گوارا نہیں۔

یا امامنا علیہ السلام نے اس طرح طریقہ امر معروف ونہی منکر کی تعلیم فرمائی ہے کہ مومنین آپس میں اظہار امر حق کے ایسے در پے رہیں کہ کوئی کسی کے افعال واعمال میں سہو وخطا پائے تو بلا رو ورعایت اس کو مطلع کرے غرض حضرت امامنا علیہ السلام کے اس عمل کی وہی توجیہ ہوسکتی ہے جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں سجدۂ سہو کرنے یا اسی طرح کا کوئی عمل آپ سے ظاہر ہونے میں کی جاسکتی ہے کیونکہ حضرت کی ذات تو سہو وخطا سے پاک ومبرا ہے پھر آپ سے سہو ہونا کیا معنی؟ اس کی توجیہ حسن یہی ہوسکتی ہے کہ امت کی حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کے جیسی نہیں ہے ان سے سہو وغلطی ہونا لازمی ہے اس لئے درحقیقت یہ امت کے لئے علمی ہدایت ہے کہ کسی کو ایسی صورت پیش آئے تو یہی عمل کرے۔اس کا اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ افراد امت کو ان کے سہو ونسیان

www.khalifatullahmehdi.info

میں بھی اقتداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت وسند حاصل رہے۔پس اما منا علیہ السلام کے اس واقعہ میں بھی فوائد مضمر ہیں۔

اس حقیقت کے قطع نظر باعتبار ظاہر میاں لاڑ مہاجرؓ کے کسی بات کے یاد دلانے سے امور دینی میں احتیاج یا تعلیم کرنا اس لئے بھی لازم نہیں آتا اور ایسا کہنا سراسر بے ادبی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے حضرت کو بعض باتیں یاد دلائی ہیں چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلعم نے نماز ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں۔صحابہ نے عرض کیا کیا نماز بڑھ گئی ہے حضرت نے فرمایا یہ کیوں کہتے ہو عرض کیا کہ حضرت نے اس وقت پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔فرمایا۔

انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا انسیت فذکرونی (مسلم)

میں بھی تمہارے جیسا بشر ہوں تم جس طرح بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں جب میں بھول جاؤں مجھے یاد دلا دو۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔نووی شارح مسلم نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

فیہ دلیل علی جواز النسیان علیہ فی احکام الشرع و ھو مذھب جمھور العلماء وھوظاھر القرآن والحدیث۔

اس میں احکام شرعی کے مطابق حضرت کے لئے نسیان جائز ہونے کی دلیل ہے اور یہی جمہور علما کا مذہب ہے۔اور یہی قرآن وحدیث کا ظاہری مفہوم ہے۔

اس اعتبار سے بھی حضرت کے اس قسم کے عمل اور صحابہ کے عرض ومعروض کو امور دینی میں احتیاج یا صحابہ کے تعلیم کرنا سراسر غلط اور بڑی بے ادبی ہے۔

اس قسم کے واقعات اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت میں ملتے ہیں۔ابو ہریرہؓ کی ایک راویت مشکوٰۃ میں مسلم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور دوسرے لوگ بھی تھے۔آنحضرت صلعم اٹھ کر باہر تشریف لے گئے اور بہت دیر تک واپس نہیں آئے تو ہمیں خوف ہونے لگا اور ہم گھبرا کر اٹھے میں سب سے پہلا شخص تھا جو گھبرا کر حضرت کی تلاش میں نکلا اور انصار کے قبیلۂ بنی النجار کے باغ تک پہنچا (آپؐ اس باغ میں نظر آئے) میں داخل ہونے کے لئے اس کا دروازہ تلاش کیا اور دروازہ نہیں ملا تو میں باغ کی ایک نالی کو گہری کر کے باغ میں داخل ہوا جس سے بیرونی کنوئیں کا پانی باغ میں آتا تھا جب میں آپ کے پاس پہنچا تو فرمایا ابو ہریرہ کیا کیفیت ہے؟ میں نے عرض کیا آپ ہمارے پاس بیٹھے بیٹھے اٹھکر چلے گئے اور دیر تک واپس نہیں آئے جس سے ہم گھبرا گئے اور سب سے پہلا گھبرانے والا میں تھا جو یہاں پہنچا اور لومڑی کی طرح نالی کھود کر داخل ہوا۔آپ نے مجھے اپنی دونوں نعلین دیں اور فرمایا یہ میری نعلین لیجا اور اس باغ کے باہر جو شخص لا الٰہ الا اللہ کی قلبی یقین کے ساتھ شہادت دینے والا تجھے ملے اس کو جنت کی بشارت دے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ مجھے سب سے پہلے عمرؓ ملے اور پوچھا یہ نعلین کیسی ؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین ہیں آپ نے بھیجی ہیں کہ جو شخص قلبی یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والا ملے اس کو جنت کی بشارت دو۔ یہ سنکر عمرؓ نے میرے سینہ پر اس زور سے مکھا مارا کہ میں چت گر پڑا اور کہا واپس چلے جاؤ میں آنحضرت کے پاس واپس گیا اور رونے لگا۔آپ نے پوچھا کیا ہے میں نے واقعہ بیان کیا کہ عمرؓ مجھ سے ملے آپ نے جو کہلایا تھا میں نے ان کو اس کی خبر دی انہوں میرے سینہ پر مکھا مارا جس سے میں چت گر پڑا اور یہ کہا کہ واپس چلے جاؤ عمرؓ بھی میرے پیچھے پہنچے حضرتؐ نے فرمایا عمرؓ تو نے ایسا کیوں کیا عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ پر سے میرے ماں باپ فدا ہو جائیں آپؐ نے کیا ابوہریرہؓ کو اپنی نعلین دیکر بھیجا ہے کہ جو شخص قلبی یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والا اُنہیں ملے اس کو جنت کی بشارت دیں حضرتؐ نے فرمایا ہاں میں نے کہا ہے عمرؓ نے عرض کیا ایسا نہ کیجئے مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ اس پر بھروسہ کر کے عمل نہ چھوڑ دیں آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے تا کہ وہ عمل کرتے رہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا ہے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔دیکھو حسب فرمان الٰہی ''فشاورھم فی الامر'' آنحضرت صلعم نے عمرؓ کے نیک مشورہ کو قبول فرمایا اور اپنے حکم کو واپس لے لیا ہے جو میاں لاڑ مہاجرؓ کے ایک سنت فعلی کا ذکر کرنے سے بہت زیادہ تعلیمی نوعیت رکھتا ہے مگر اس کے باوجود یہ کون مسلمان کہہ سکتا ہے کہ عمرؓ نے آنحضرت صلعم کو تعلیم دی۔

پس امامنا مہدئ موعود علیہ السلام کے اس واقعہ کو بھی اسی پر قیاس کیجئے۔اس پر کسی شبہ یا اعتراض کی کیا گنجایش ہے۔

اس تمام تقریر ما تقدم سے ثابت ہوا کہ اہل سنت کے اصول پر اگر چہ امام حسینؓ کی یہ روایت حدیثِ موقوف ہے جو مغیبات و اعتقادیات میں حجت نہیں ہوتی اور اس لحاظ سے اس میں مندرجہ امور اثباتِ مہدیت کی اصل شرائط یا علامات میں شمار نہیں ہو سکتے اور ان کا فقدان فرض بھی کر لیا جائے تو اس سے صحتِ دعوی مہدیت کی نفی لازم نہیں آتی۔لیکن اس کے باوجود بھی ان امور ثلثہ میں سے ہر ایک کو بالفرض صحتِ مہدیت کی علامت مخصصہ ہونا تسلیم کر لیا جاے تو ان میں سے ہر امر کا مفہوم امامنا علیہ السلام پر تمام تر صادق و منطبق ہے۔مولف ہدیہ نے سکینہ و وقار۔معرفتِ حلال و حرام۔غنا و عدم احتیاج کے متعلق جو خیال آفرینی کی ہے وہ اس لئے غلط ہے کہ بقولِ مولف ہدیہ یہ تینوں امور بحیثیت مجموعی بھی مہدیت کی علامت سمجھی جائیں نہ فقط ایک ایک تو اس صورت میں بھی معاذ اللہ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بیکار و غیر مفید مقصود ہونا لازم آئے گا کیونکہ اس صورت میں ہر اُس شخص کو جو حلم و بردباری۔علم و معرفت حلال و حرام۔غنا و عدمِ احتیاج سے کسی قدر بھی متصف ہو اس کو مہدی ماننا پڑے گا کیوں کہ ان امور کا کس قدر انداز ہ مہدیت کی علامت ہے مولف ہدیہ کو معلوم نہیں ہے۔نعوذ باللہ من ذالک الفہم السو۔

سراج الابصار کی روایت پنجم جو مولف ''ہدیہ'' نے نقل کی ہے یہ ہے جس کو ہم ہدیہ ہی سے یہاں نقل کرتے ہیں۔

منها ماروی عن علی بن الهزیلی عن ابیه قال دخلت علی رسول الله صلی الله علیه و سلم وهو فی الحالة التی قبض فیها فاذا فاطمة عند راسه والحدیث طویل ذکر فی آخره یا فاطمة والذی بعثنی بالحق ان منها مهدی هذه الامة اذا صارت الدنیا هوجاً مرجاً و

تظاھوت الفتن وانقطعت السبل واغاربعضھم بعضاً فلا کبیر یرحم صغیراً ولا صغیر یوقر کبیر افیعث اللّٰہ عند ذالک منھما من یفتح حصرن الضلالۃ و قلوباً غلفا یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت بہ فی اول الزمان اخرجہ الحافظ ابونعیم الاصفھانی فی صفۃ المھدی. فانظر ایھا المنصف الیٰ قولہ علیہ السلام وقلوباً غلفا و ھو تفسیر لقولہ حصرن الضلالہ نعلم ان المھدی یفتح القلوب الغلف فیملأ ھابعدلہ وھذا معنی یملا الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت جوراً او ظلما کما ذکرا لامام احمد بن حنبل فی مسندہ و یملأ اللّٰہ بہ قلوب امۃ محمد غنی و یسعھم عدلہ۔

مولف صاحب ہدیہ نے اس حدیث کا پورا ترجمہ نہیں کیا بلکہ اس کا مختصر خلاصہ لکھا ہے۔اور ابتدائی حصہٗ حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے اس کا بھی نہ ترجمہ کیا ہے نہ خلاصہ چنانچہ مولف ہدیہ نے جو خلاصہ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

روایت پنجم کا حاصل یہ ہے کہ حضرت نے فاطمہ زہرا سے قسم کھا کر فرمایا کہ ان دونوں حسن حسین کی نسل سے مہدی اس امت کا ہے جس وقت دنیا میں ہرج مرج ہوگا اور فتنے ظاہر ہوں گے اور راہیں بند ہوجاویں گے اور ایک دوسرے کو لوٹے گا پس بڑا نہ چھوٹے پر رحم کرتا ہوگا اور نہ چھوٹا بڑے کی توقیر کرتا ہوگا پس قایم کرے گا اللہ تعالیٰ ان دونوں سے ایسے شخص کو کہ فتح کرے گا قلعوں گمراہی کو اور دلوں غلاف دار کو قایم کرے گا دین کو آخر زمانہ میں جیسا کیا میں نے اس کو اول زمانہ میں انتہیٰ (ہدیہ صفحہ۔۱۳۲)

مولف صاحب ہدیہ کو جناب مصنف صاحب سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ پر جو اعتراضات ہیں ان سے تو بعد میں بحث کی جائے گی یہاں اولاً یہ بتادینا ضروری ہے کہ علماء مہدویہ نے کہیں اسی قسم کی تلخیص کی ہے اور اس میں کہیں کوئی غیر مقصود بہ مضمون یا الفاظ نظر انداز ہوگئے ہیں مولف ہدیہ اس کو بڑے شد و مد سے تحریف وخیانت۔سرقہ مانتے ہیں پس اس طرح اپنے اُن غلط اعتراضات سے رجوع کر کے یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ اس طرح خلاصہٗ کلام بیان کرنے میں غیر مقصود بہ الفاظ وعبارت متروک ہوجائے تو وہ تحریف و خیانت نہیں کہلاتی۔جناب مصنف صاحب سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت کی نسبت اپنی جو تحقیق بیان کی ہے اس کا اور روایت کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ یہ ہے۔

(ابتدائی حصہ کا ترجمہ)

انہی (روایتوں) میں سے علی بن ہزیلی کی روایت ہے جو اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا جبکہ آپ اُس حالت میں تھے جس حالت میں آپ کی رحلت ہوئی۔فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ کے سرہانے (بیٹھی ہوی) تھیں۔حدیث طویل ہے۔اس کے آخر میں یہ ذکر ہے کہ (رسول اللہ صلعم نے فرمایا) ای فاطمہ اُس خدا کی قسم جس نے مجھے حق پر مبعوث کیا ہے البتہ انہی دونوں (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) سے اس امت کا مہدی ہوگا۔الخ

www.khalifatullahmehdi.info

(آخری حصہ کا ترجمہ)

اس حدیث کی حافظ ابونعیم اصفہانی نے تخریج (روایت) کی ہے۔اے منصفو! رسول اللہ صلعم کے اس قول کو دیکھو جو قلوباً غلفاً (غلاف پوش دل) ہے یہ قول آپ کے اس قول ''حصون الضلالۃ'' (گمراہی کے قلعوں) کی تفسیر ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مہدی (علیہ السلام) غلاف پوش قلوب کو (جن پر کوئی بات اثر نہیں کرتی) کھول دیں گے اور ان کو اپنے عدل (کی تعلیم سے بھر دیں گے)۔**یملا الارض قسطاً و عدلا کما ملئت جورا و ظلماً** (بھر دے گا زمین کو قسط وعدل سے جیسی بھر گئی ہوگی ظلم وجور سے) کا یہی معنی ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند میں ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مہدی کے ذریعہ امت محمدیہ کے قلوب کو غنا ولا پرواہی سے بھر دے گا اوران کو مہدی کا عدل شامل ہوگا۔

مولف ہدیہ کو جناب مصنف صاحب سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق پر جو اعتراضات ہیں ان میں پہلا اوراہم اعتراض یہی ہے کہ آپ نے ''خصوں الضلالۃ'' سے حقیقی قلعے مراد نہیں لئے ہیں بلکہ ''قلوب غلف'' کو اس کا بیان اور تفسیر کہا ہے تاکہ یہ مطلب نکلے کہ مہدیؑ حقیقی قلعوں کو فتح نہ کریں گے بلکہ فقط گمراہوں کے دلوں کو اپنے فیض سے فتح کر کے اپنے عدل سے بھر دیں گے دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مصنف سراج الابصار نے اس مرادِ خلاف ظاہر پر حدیث امام احمد بن حنبل کے اس حصہ کو کہ **یملاء** [1] **اللہ به قلوب امة محمد غنی و یسعهم عدله** '' سے قرینہ ٹھیرایا ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ مصنف سراج الابصار نے دونوں روایتوں میں سرقہ کیا ہے۔روایت ابونعیم کے آخر کا فقرہ ''**یملاء** [2] **الدنیا عدلا کما ملئت جوراً** '' اس لئے حذف کر دیا ہے کہ یہ ان کی تاویل کو رد کرتا تھا۔امام احمد کی روایت کا ماقبل و مابعد حصہ بھی جو اس تاویل کی تخریب اوران کے مہدی کی تکذیب کرتا تھا تمام حذف کر دیا ہے؟؟

ان اعتراضات کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مولف ہدیہ کے دل و دماغ پر چند غلط تصورات جن کو کوئی صحیح ماخذ نہیں ہے ایسے مسلط ہیں کہ وہ ہروقت محل بے محل جابجا مترشح ہوتے رہتے ہین۔ یہ اعتراضات بھی امام مہدی علیہ السلام کے بادشاہ ہفت اقلیم ہونے کے غلط تصور پر مبنی ہیں حالانکہ یہ تصورت کسی دلیل شرعی سے نصاً ثابت نہیں ہے بلکہ دوسری متعدد شرعی دلایل کے معارض مخالف بھی ہے۔ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ''حصون الضلالۃ'' سے حقیقی قلعے مراد ہو ہی نہیں سکتے اس موقع پر اس کے معنی سنگ وخشت کے قلعے سمجھنا خود خلافِ ظاہر اور غلط ہے کیونکہ ''حصون'' کا لفظ جب ''ضلالت'' کی طرف مضاف کر دیا گیا ہے تو گویا ضلالت کو حصون سے تعبیر کیا گیا ہے اس قسم کی تعبیر کی بہت سی مثالیں قرآن وحدیث اور کلام عرب میں بلکہ ہر زبان میں ملتی ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس کی واضح مثال ہے۔

---

[1] ۔ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ امت محمدؐ کے دلوں کو مہدی (علیہ السلام) کے ذریعہ بے پروائی کی صفت سے بھر دے گا اور اُن کو آپ کا عدل شامل ہوگا۔۱۲

[2] ۔دنیا کو عدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم سے بھری ہوگی۔۱۲

www.khalifatullahmehdi.info

انا مدینة العلم و علی بابھا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس (علم کے شہر) کا دروازہ ہیں۔

پس لفظ مدینہ جب علم کی طرف مضاف کر دیا گیا ہے تو اس کا معنی یہی ہوگا کہ علم کو مدینہ سے استعارہ کیا گیا ہے اور نفس علم مراد ہے یہاں متعارف اور حقیقی شہر کا تصورت نہیں آ سکتا۔ اگر یہاں مدینہ سے اس کا متعارف معنی یعنی حقیقی شہر لیا جائے تو معاذ اللہ یہ کہنا ہوگا کہ آنحضرت صلعم کی ذاتِ اقدس علم کا شہر نہیں بلکہ متعارض اور حقیقی شہر ہے۔ ایسا ہی حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ قدسی صفات علم کا دروازہ نہیں بلکہ متعارف و حقیقی شہر کا دروازہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کہنا صریح غلط اور کھلی جہالت ہے۔ اسی طرح ''حصون الضلالة'' سے بھی حقیقی قلعے مراد لینا خلاف ظاہر اور غیر صحیح ہے۔ مولف ہدیہ نے خلافِ ظاہر توجیہ کرنے کی نسبت حضرت مصنف صاحب سراج الابصارؒ کی جناب میں جو بدگوئی و بدزبانی کا طومار باندھا ہے دوسب خود انھیں پر عود کر رہا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ خود مولف ہدیہ نے اعتراف کیا ہے کہ ایک آیت کا معنی دوسری آیت سے اور ایک حدیث کے معنی دوسری حدیث سے سمجھے جاتے ہیں۔

چہ جائیکہ اسی حدیث میں اسی روایت و سند سے ایک کلام مبین دوسرے کلام کا موجود ہووے اس کو نظر انداز کر ڈالنا اور اس کے خلاف محض اپنی رائے سے ایک معنی ٹھہرانا سخت جرم و خیانت ہے۔

پس جناب مصنف صاحب سراج الابصارؒ نے ابونعیم کی مذکورہ حدیث کا معنی امام احمد حنبلؒ کی روایت کردہ حدیث سے مطابق کر کے دکھایا ہے تو اس اعتراف کے پہلے جز کے یہ عین مطابق ہوا پھر اس سے انکار اور اس پر اعتراض کیسا؟ اسی اعتراف کے موافق حدیث کے دوسرے اجزا سے اس مطابقت کی اور بھی تائید ہوتی ہے جس کی تفصیلی بحث تیسرے اعتراض کے جواب کے ضمن میں معلوم ہوگی۔

تیسرے اعتراض کا اولاً جواب یہ ہے کہ ابونعیم کی روایت کا آخری فقرہ جس کو مولف ہدیہ نے حذف کیا جانا بتایا ہے وہ سراج الابصار کے بعض نسخوں میں موجود ہے۔ ان نسخوں کے لحاظ سے مولف ہدیہ کا اس فقرہ کو محذوف بتانا اور اس کو اس تاویل کی تردید سمجھنا غلط ہے۔ ممکن ہے کہ جو نسخہ مولف صاحب ہدیہ نے دیکھا ہوگا اس میں شاید وہ فقرہ نہ ہو مگر اس صورت میں بھی اس فقرہ کو صاف کرنے کی جو وجہ سمجھی اور بیان کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر وہ فقرہ رہتا بھی تو اس سے مقصود بہ تاویل کو کیا ضرب پہنچ سکتا تھا جو اس کے حذف کرنے کی حاجت ہوتی اس لئے کہ حدیث یملأ الارض قسطا و عدلا الخ تو برملا کئی مباحث میں متعدد موقعوں پر ذکر ہوتی ہی رہی ہے۔ خود اس موقع پر بھی اس حصۂ حدیث کو ذکر کیا گیا ہے جب وہ حصۂ حدیث قابل حذف سمجھا گیا تو یملأ الدنیا کے الفاظ کیوں قابل حذف سمجھے جاتے یملأ الارض کی جو توجیہ حسن ہو سکتی ہے ''یملا الدنیا'' کے متعلق بھی صحیح توجیہات ہو سکتی ہیں پھر مولف ہدیہ کے زعم باطل میں دنیا کے لفظ میں کیا بات تھی جس کی وجہ سے انہوں نے اس کو لائق حذف خیال کر لیا۔

ثانیاً۔''دنیا'' کی تحقیق باعتبار لغت و اصطلاح یہ ہے کہ دنیا نو سے مشتق ہے جس کا معنی قریب و نزدیکی ہے اسی مناسبت سے حیوۃ

دنیا اِس حیات فانی کو کہتے ہیں جو موت سے قبل تک ہے اور آخرت اس عالم کو کہتے ہیں جو موت کے بعد سے ہے چنانچہ امام غزالیؒ نے دنیا وآخرت کی یہ مختصر تعریف کی ہے۔

ان الدنیا والاٰخرة عبارة عن حالتین فالقریب الدانی منھا یسمی دنیا وھو کل ماقبل الموت المتراخی المتاخر یسمی آخرة وھو مابعد الموت (احیاء العلوم)

دنیا اور آخرت دو حالتوں سے مراد ہے ان میں سے قریبی حالت کو دنیا کہتے ہیں اور وہ موت سے پہلے تک ہے اور بعد میں آنے والی حالت آخرت ہے جو موت کے بعد سے ہے۔

اس لحاظ سے عموماً دنیا کا اطلاق آخرت کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسے ان آیات واحادیث میں اسی تقابلی حیثیت سے دنیا کا ذکر کیا گیا ہے۔

اولٰئک الذین حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرہ ومالھم من ناصرین (۱۳۔۱۱۔ال عمران)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں حبطہ ہو گئے ہیں اور کوئی بھی ان کا مددگار نہیں ہے۔

من کان یرید حرث لاٰخرة نزولہ فی حڑثہ و من کان یرید حرث الدنیا نوتہ منھا ومالہ فی الاٰخرة من نصیب (۲۵۔۴۔شورہ)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس میں ترقی دے گا اور جو دنیا کی کھیتی چاہئے تو ہم اس میں سے اس کو کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے۔

منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاٰخرہ (جزء۴۔رکوع ۷۔سورۂ آل عمران)

تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا چاہتے ہیں اور بعض آخرت۔

من احب دنیاہ اضر اٰخرتہ و من احب اٰخرتہ اضرّ بدنیا فاثروا ما یبقی علی ما یفنی (کنز العمال)

جس نے دنیا سے محبت رکھا اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچالیا اور جس نے آخرت سے محبت رکھا اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچالیا پس تم باقی رہنے والی (آخرت) کو فنا ہو جانیوالی (دنیا) پر ترجیح دو۔

کہیں دنیا کا لفظ دین کے مقابلہ میں استعمال کیا گیا ہے جیسے ان آیتوں اور حدیث وغیرہ میں ہے۔

وذروا الذین اتخذوا دینھم لعباد لھواً و غرتھم الحیوٰة الدنیا الایة (۷۔۱۴۔انعام)

ان لوگوں کو (ان کے حال پر) چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو لہوولعب سمجھا اور ان کو حیوۃ دنیا نے مغرور کر دیا۔

قالوا ان اللّٰہ حرمھما علی الکافرین الذین اتخذوا دینھم لھواً والعباد غرتھم الحیوٰة الدنیا الایة (۸۔۱۳۔اعراف)

اہل جنت کہیں گے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی نعمتیں ان کافروں پر حرام کر دی ہیں جنھوں نے اپنے دین کو لہوولعب سمجھا اور جن کو حیوۃ دنیا نے مغرور کر دیا۔

www.khalifatullahmehdi.info

اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منه هیة الاسلا (کنزل العمال) جب میری امت دنیا کی عظمت کرنے لگے گی اس سے اسلام کی ہیبت نکل جائے گی۔

کسی شاعر نے کہا۔

ترکت للناس دینهم و دنیا هم شغلاً بذکرک یا دینی و دنیائ

(اے میرے دین دنیا میں نے تیرے ذکر (یاد) میں مصروفیت کی وجہ سے لوگوں کے دین و دنیا کو اُنھی کے لئے چھوڑ دیا ہے)

اس سے ثابت ہے کہ دین اور آخرت کے سوا جو کچھ ہے وہ دنیا ہے۔

بعض محققین نے دنیا کی یہ توجیہ کی ہے کہ دنیا چونکہ دنو سے ہے اس لئے ماسوی اللہ سے قرب ونزدیکی کا نام دنیا ہے جو اللہ سے بُعد ودوری کو متلزم ہے۔

بعض نے خودی ونفس پروازی کو دنیا کہا ہے چنانچہ سہل تستری کا قول ہے۔

الدنیا نفسک اذا افنیشها فلا دنیالک تیرا نفس دنیا ہے جب تو نفس کو فنا کردے تو پھر تیرے لئے دنیا نہیں ہے۔

بعض عارفین نے اللہ سے غافل ہونے کو دنیا کہا ہے چنانچہ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چیست دنیا از خدا غافل بُدن نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے قماش ونقرہ وفرزند وزن کے عین دنیا ہونے کی جو نفی کی ہے وہ صحیح ہے کیونکہ یہ تمام اعیان موجودہ عین دنیا نہیں بلکہ اسباب غفلت ومتاع دنیا ہیں چنانچہ خود قرآن شریف ناطق ہے۔

زین للناس حب الشهوات من النساء والنبین والقناطیر المقنطره من الذهب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث ذالک متاع الحیٰوۃ الدنیا واللّٰه عنده حسن الماب الآیة۔ اچھی معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (جیسے) عورتیں۔ بیٹے (اولاد) سونے چاندی کے ڈھیر نشان لگے ہوے گھوڑے مویشی۔ زراعت یہ سب (چیزیں) متاع حیٰوۃ دنیا ہیں اور انجام کار کی خوبی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

حاصل یہ کہ دنیا کے حقیقی مفہوم کی خواہ کچھ بھی تعبیر کی گئی ہو وہ سب مذموم ہی ہے اور قرآن کی اکثر آیتیں دنیا کی مذمت کرنے اور خلایق کو اس سے مختلف اور متعدد طریقوں سے نفرت دلانے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور دین وآخرت کی برتری جتانے پر مشتمل ہیں بلکہ تمام انبیاء وخلفاء اللہ کی بعثت کا اصل مقصد یہی رہا ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

الاٰیات الواردة فی ذمم الدنیا کثیرہ واکثر القرآن مشتمل علٰی ذم الدنیا وصرف الخلق عنھا و دعوتھم الٰی الاٰخرة بل ھو مقصود الانبیاء علیھم السلام ولم یبعثوا الالذلک (احیاء العلوم)

دنیا کی مذمت میں بہت زیادہ آیتیں وارد ہیں قرآن کا اکثر حصہ دنیا کی مذمت کرتا اور لوگوں کو دنیا سے پھرانے اور آخرت کی طرف بلانے پر مشتمل ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کا اصل مقصود یہی ہے اور وہ سب محض اسی لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

ثالثاً گاہے مجازاً دنیا کا اطلاق ''عالم وجہاں'' پر بھی ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ''دنیا'' کا لفظ کئی معنی میں مشترک ہے لیکن اس کو مشترک تسلیم کرنے کے باوجود حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

متعدد معانی محتملہ میں سے کوئی محتمل معنی مراد لینا کبھی تحریف۔تفسیر بالرائے یا سرقہ وخیانت نہیں کہلاتا اور ایسا سمجھنا یا کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایک معنی محتمل کو سرقہ یا تحریف وغیرہ کہا جائے تو دوسرے معنی محتمل پر بھی جو تم نے مراد لی ہے ضرور سرقہ وتحریف کا اطلاق جائز ہوگا۔البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی معنیٔ محتمل کسی موقع کی مناسبت یا دوسرے احکام خدا اور رسولؐ کے مذکورہ احکام اور ان کے سوا جتنے بھی احکام دنیا کی مذمت اور اس سے پرہیز کرنے کے متعلق وارد ہیں وہ دنیا کے معنی ''عالم وجہاں'' لینے سے متعلق نہیں ہوسکتے کیونکہ نفس عالم وجہاں مذموم نہیں بلکہ اہل عالم کے حالات اور ان کے نتائج مذموم یا محمود ہوسکتے ہیں۔دنیا کے وہ سب مفہوم ومعانی جو پہلے ذکر کی گئی ہیں اور جو''عالم وجہاں'' کے معنی کے سوا ہیں وہ سب اخلاقیات اور روحانیات وتہذیب نفس سے تعلق رکھتی ہیں اور تمام خلفاءاللہ کی ہدایت وارشادرہا ہے نکہ عالم وجہاں کا انتظام۔پس اس قرینہ سے جب یملأ الدنیا سے''عالم جہاں'' مراد لینا کوئی مناسبت و موزونیت نہیں رکھتا تو دنیا کے دوسرے معنی ہی مراد ہونا اور ان متعدد معانی میں سے ہر معنی ومفہوم کی مناسبت ہی سے ظلم وجور اور قسط و عدل کا مفہوم ومعنی کرنا چاہیئے۔

رابعاً۔اگر مولف صاحب ہدیہ نے''دنیا'' کے ان تمام واضح اور روشن مفہوم ومعانی سے جو آیات واحادیث سے مستفاد اور ٹھیک مطابق ہیں آنکھیں بند کرلے کر اسکا معنی صرف عالم وجہاں ہی سمجھ کر حضرت امامنا علیہ السلام پر وہ صادق نہ آنے کا نتیجہ نکالا اور جناب مصنف سراج الابصارؒ پر اس فقرہ کو اسی وجہ سے حذف کردینے کا غلط اعتراض کیا ہے تو یہ اعتراض تب بھی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر اس موقع پر دنیا سے مراد عالم وجہاں لی جائے تو پھر بھی تمام روئے زمین عدل سے بھر جانے کا مطلب اس لئے برآید نہیں ہوسکتا کہ ''الدنیا''میں جو الف ولام ہے وہ قواعد نحوی کے نظر کرتے یا تو بدل مضاف ہوگا کہ آیت واسئل القریہ التی کنافیھا میں مضاف یعنی''اھل الدنیا عدلا مراد ہوگا ورنہ عین قریہ سے سوال جس طرح متعذر ہے اسی طرح نفس عالم وجہاں عدل سے پُر ہوجانا مقصود بالذات نہیں بلکہ اہل دنیا کا عدل سے مملو ہونا صحیح ہوسکتا ہے پس اس صورت میں جس طرح تمام اہل قریہ سے سوال کرنا ضروری نہیں بلکہ بعض اہل قریہ سے سوال کرنا غرض کلام پوری ہونے کے لئے کافی ہے ایسا ہی یہاں بعض اہل دنیا عدل سے مملو ہوجانا کافی ہوگا اور مقصودِ کلام اس سے پورا ہوجائے گا۔

www.khalifatullahmehdi.info

یا ''الدنیا'' کا الف ولام عہد ذہنی وعہد خارجی کے لئے یا بمعنی جنس یا بمعنی استغراق ہوسکتا ہے لیکن ان صورتوں میں سے صرف ایک استغراقی معنی کے سوا باقی سب احتمالات سے ''بعض الدنیا'' ہی کا مفہوم مستفاد ہوتا ہے اور دوسری سب معنی محتملہ کو نظر انداز کر کے فقط ایک معنی استغراقی ہی لینا ترجیح بلا مرجح ہوگی۔ یہی نہیں بلکہ معنی استغراقی جب دوسری دلایل شرعیہ وعقلیہ کے صاف وصریح مخالف بھی ہے تو ایسی صورت میں وہ معنی لینا خود غلط ہوگا۔

خامساً۔ مولف صاحب ''ہدیہ'' نے اس موقع پر ''دنیا'' کے معنی عالم جہاں ہی سمجھنے کی غلطی کی بنا پر ایک اور غلط رائے یہ بھی قایم کر لی ہے کہ ''دنیا کو عدل سے بھر دینا اس کے تمام یا اکثر حصے مراد لئے بغیر کلام درست نہیں ہوتا ہے'' اس قول کے نظر کرتے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تیرہ سوسال قبل کا واقعہ آنحضرت صلعم نے عالم کو ایمان وعمل صالح سے منور کر دیا (شرح عقاید وغیرہ) یہ بھی صحیح نہ ہوگا کیونکہ اگر اس کا معنی بقول مولف ہدیہ تمام عالم یا اکثر عالم کو بالفعل ایمان وعمل صالح سے منور کرنا لیا جائے تو آنحضرت صلعم پر صادق نہیں آئے گا حضرت نے تمام عالم ویا اکثر عالم کو ایمان اور عمل صالح سے کہاں منور فرمایا بلکہ بعض علماے اسلام جیسے صاحب تفسیر البحر المواج کے قول کے مطابق تمام عالم کے سوا سو (۱۲۵) حصوں سے ایک سو چوبیس حصے کافر ہیں اور ایک حصہ مسلمان۔ پھر حسب صراحت حدیث ابن ماجہ اس سے پہلے نقل ہوئی ہے اس ایک حصے کے بھی تہتر فرقے ہیں جن میں بہتر فرقے ہالک اور صرف ایک فرقہ ناجی یعنے نجات پانے والا ہے۔ پس تمام عالم میں ایمان وعمل صالح کا نور پھیلنا صادق نہیں ہے اور مولف ہدیہ کی رائے کے مطابق جب تک تمام عالم یا اکثر عالم مراد نہ لیں کلام درست نہونا چاہیئے اس سے ثابت ہے کہ مولف ہدیہ کی یہ توجیہ بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ''نورالعالم'' کی نسبت بھی وہی توجیہ احسن اور صحیح ہے جو یملأ الدنیا عدلا کی ہوسکتی ہے یا اس سے حضرت پیغمبر اسلام (ارواحنا فداہ) کی تعلیمات اور فیضان کی برکات مراد ہیں جو تمام اہل عالم کے لئے ایمان وعمل وصالح کی نورانی مشعل ہیں جس کے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم اقوام کے بڑے بڑے فلاسفر بھی قایل ہیں غرض حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ''نور العالم بالایمان والعمل الصالح'' جن اعتبارات کے لحاظ سے صحیح ہے حضرت خلیفۃ اللہ امام مہدی علیہ السلام کی نسبت بھی ''یملاء الدنیا عدلا'' انہی اعتبارات سے صحیح وصادق ہے۔

اس تحقیق کے بعد اس اصول سے بھی بحث کرنے کی ضرورت ہے جس کا مولف ہدیہ نے بھی اس شد ومد سے اعتراف کیا ہے کہ ایک آیت کے معنی دوسری آیت سے اور ایک حدیث کے معنی دوسری حدیث سے سمجھے جاتے ہیں چہ جائیکہ اسی حدیث میں اسی روایت و سند سے ایک کلام مبین (بیان کرنے والا) دوسرے کلام کا موجود ہو تو اس کو نظر انداز کر ڈالنا اور اس کے خلاف محض اپنی رائے سے ایک معنی ٹھیرا لینا سخت جرم وخیانت ہے اسی کو تفسیر بالرائے اور تحریف معنوی کہتے ہیں'' الخ (ہدیہ صفحہ۔۱۳۳)

پس حافظ ابونعیم اصفہانی کی روایت کردہ حدیث میں غور کیا جائے جو اس وقت مابہ البحث ہے تو امام مہدی علیہ السلام کا ضلالت کے قلعوں اور غلاف دار دلوں کو کھولنا اور دین کو آخر زمانہ میں ایسا قایم کرنا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول زمانہ میں قایم کیا تھا یہ سب مضامین ایک ہی حدیث میں جمع ہیں تو گویا ہر دوسرا فقرہ پہلے فقرہ کا بیان واقع ہوتا گیا ہے قلوب غلف بھی حصون الضلالۃ کا

www.khalifatullahmehdi.info

بیان واقع ہوئے ہیں کیونکہ اگر حصون الضلالۃ سے حقیقی قلعے مراد لی جائے تو اس مفہوم کو قلوب غلف کو کھولنے سے کوئی ربط اور مناسبت نہوگی خصوصاً اس لئے بھی کہ یہ دونوں ''حصون الضلالۃ'' اور قلوب غلف ایک ہی فعل ''یفتح'' کے مفعول واقع ہوئے ہیں تو ایک مفعول کے لئے شاہانہ فتوحات کا تصور کرنا اور دوسرے مفعول کے لئے پیغمبرانہ ارشاد و ہدایت کا مفہوم لینا ایک دوسرے سے کوئی ربط اور میل نہیں رکھتا۔ البتہ یفتح حصون الضلالۃ سے نفس ضلالت کو دفع کرنا مراد ہو تو قلوب غلف کو کھولنا اور ضلالت کو رفع کرنا دونوں میں کامل ربط اور مناسبت قایم رہتی ہے پس جناب مصنف سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ کا غلف کو حصون الضلالۃ کا بیان کہنا اس اصول کے ٹھیک مطابق ہے اور مولف ہدیہ کا اس پر اعتراض کرنا اور حصون الضلالۃ سے مٹی پتھر کے بنے ہوئے قلعے مراد لینا سراسر تفسیر بالرائے اور تحریف معنوی اور خود انہی کے قول کے مطابق ''سخت جرم وخیانت ہے''۔

اس کے علاوہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آخر زمانہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا دین کو قایم کرنا حقیقی قلعوں کو فتح کرنے سے مطابق نہیں ہوتا البتہ قلوب غلف کو کھولنا اس کے ٹھیک مطابق ہے کیونکہ نبیؐ آخر الزماں صلعم کی متعلقہ بشارات میں بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف قلوبِ غلف کو کھولنا ہی بیان ہوا ہے چنانچہ سیر کی مشہور کتاب ''مواہب لدنیہ'' میں وہب بن منبہ سے یہ روایت لکھی ہے۔

قال اوحی اللّٰہ تعالٰی الٰی شعیب علیہ السلام انی باعث نبیا امیا افتح بہ اذناً صما و قلوباً غلفاً و اعینا عمیا مولدہ مکۃ و مہاجرہ طبیۃ۔	اللہ تعالٰی نے شعیب علیہ السلام پر وحی کی کہ میں ایک امی نبیؐ کو مبعوث کرنے والا ہوں جس کے ذریعہ میں بہرے کانون۔ غلاف دار دلوں۔ اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا جس کی پیدایش کا مقام مکہ اور ہجرت کا مقام طیبہ ہوگا۔

دیکھو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بھی قلوب غلف (غلاف دار دلوں) کو کھولنا ہی بیان کیا گیا ہے حقیقی قلعے فتح کرنے کا ذکر نہیں ہے اس روایت سے بھی اس حدیث کے یہی معنی سمجھے جار ہے ہیں کہ حصون الضلالۃ کی فتح سے نفس ضلالت کا دفع مراد ہے اور قلوبِ غلف کی ہدایت اس کا بیان واقع ہوئی ہے اسی سے امام مہدی علیہ السلام کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کے جیسا ہونا صادق آتا ہے اور اگر حصون الضلالۃ سے حقیقی قلعے فتح کرنے کا مفہوم نکالا جائے تو یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قلوب غلف کو کھولیں گے اور امام مہدی علیہ السلام ظاہری بادشاہوں کی طرح حقیقی قلعے فتح کرتے رہیں گے۔ دونوں کے وصف وعمل میں مشابہت ومماثلت نہوگی۔ حالانکہ حدیث شریف تو مماثلت پر علانیہ دلالت کر رہی ہے۔ اس اعتبار سے بھی حصون الضلالۃ سے حقیقی قلعے مراد لینا جیسا کہ مولف ہدیہ نے سمجھا ہے صاف تحریف معنوی ہے جو اس حدیث کے مطابق نہیں ہے۔ اور جناب مصنف صاحب سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ کا قلوبِ غلف کو حصون الضلالۃ کا بیان قرار دینا صحیح ہے۔

آخر زمانہ میں مہدیؑ مثل رسول اللہؐ دین کو قایم کریں گے:۔ ابونعیم اصفہانی کی روایت کردہ حدیث کے آخری حصہ میں

www.khalifatullahmehdi.info

ایک اور واضح قرینہ ایسا موجود ہے جو اس حدیث کے دوسرے حصوں کا بلکہ اور دوسری احادیث کے مندرجہ مضامین کا بھی بیان واقع ہوا ہے چنانچہ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

فیبعث اللّٰہ عند ذالک منھما من یفتح حصون الضلالة و قلوباً غلفا یقوم بالدین فی اٰخر الزمان کما قمت بہ فی اول الزمان۔	پس اس وقت اللہ تعالیٰ ان دونوں سے ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو گمراہی کے قلعوں اور غلاف دار دلوں کو کھولے گا دین کو آخر زمانہ میں ایسا ہی قایم کرے گا جیسا میں نے اس کو اول زمانہ میں قایم کیا۔

اس سے ثابت ہے کہ امام مہدی علیہ السلام دین کو آخر زمانہ میں ایسا قایم کریں گے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول زمانہ میں قایم کیا۔اس تشبیہ ومماثلت کو باعتبارِ وسعت حدود اقامتِ دین دیکھا جائے تو ''یملا الدنیا عدلا'' جو امام مہدی علیہ السلام کی شان میں وارد ہے اس کا مفہوم ومعنی صاف واضح ہوجاتا ہے کہ اس سے تمام عالم وجہاں کو عدل سے پُر کردینا مراد ہوسکتا ہے یا نہیں۔چونکہ اِس حدیث کے اُس حصہ کی رو سے امام مہدی علیہ السلام کا دین کو قایم کرنا مشبَّہ ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کو قایم کرنا امام مہدی علیہ السلام کے قیام دین کے لئے مشبَّہ بہ اور معیار قرار دیا گیا ہے لہذا مشبَّہ اور مشبَّہ بہ میں مماثلت پائی جانا ضروری ہے۔ظاہر ہے کہ حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عالم وجہاں کے سب قلعے کب فتح کئے؟ تمام روئے زمین کے حاکم کب ہوئے؟ حضرت کی حیاتِ طیبہ میں جملہ عالم وجہاں کے چپہ چپہ میں کہاں عدل پھیل سکا؟ پس اگر ''یملاء ادنیا عدلا'' یا ''یملاء الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا و ظلما'' کا معنی دنیا بھر کے حقیقی قلعے فتح کرنا۔تمام عالم وجہاں کو عدل سے پُر کرنا۔تمام ربع مسکوں میں ایک دین ہوجانا سمجھا جائے تو اس معنی کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو قایم کرنے سے کوئی مشابہت ومماثلت اور مناسبت ومطابقت نہ رہے گی اور ان احادیث کا ایسا مفہوم ومعنی بیان کرنا صریحاً غلط ہوگا۔

اسی حدیث میں اسی روایت اور اسی سند سے ایک ضروری قید بھی درج ہے جو اس حدیث کے بلکہ دوسری احادیث کے مندرجہ مضامین کی بھی مبین یعنی بیان کرنے والی واقع ہوی ہے وہ ''اول الزمان'' کی قید ہے یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول زمانہ میں قایم کئے ہوے دین سے امام مہدی علیہ السلام کے قیامِ دین کو تشبیہ دی گئی ہے پس اول زمانہ سے یا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدایش سے پہلے کا کوئی زمانہ مراد ہوگا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا ابتدائی زمانہ جو آنحضرت صلعم کی بعثت یعنی وحی نازل ہونے سے پہلے گزرا ہے یا بعثت کے بعد سے رحلت تک جو زمانہ ہے اس کا ابتدائی حصہ مقصود ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اس سے وہ زمانہ کسی طرح مراد نہیں ہوسکتا جبکہ آنحضرت صلعم کا وجود باجود اس عالم میں موجود ہی نہیں تھا اور حضرت سے اس وقت اقامتِ دین کا فعل ظہور میں آیا ہی نہ تھا۔ایسا ہی آنحضرت صلعم کی عمر شریف کا وہ زمانہ بھی مراد نہیں ہوسکتا جو بعثت سے پہلے ہے کیونکہ اس زمانہ میں بھی اقامتِ دین کا تصور صادق نہیں آتا۔حالانکہ حضرت نے اس زمانہ میں اقامتہِ دین کی نسبت یا اسناد اپنی ذات اقدس کی طرف

www.khalifatullahmehdi.info

کی اوصاف فرمایا ہے ’’کماقمت به في اول الزمان (یعنی) جیسا میں نے دین کواول زمانہ میں قایم کیا)۔پس وہ زمانہ مراد نہیں ہوسکتا جس میں اقامتِ دین کا وجود نہ پایا جائے۔اب باقی رہ گیا بعثت سے بعد کا زمانہ ہونہواول زمانہ سے مراداول زمانۂ اسلام ہی ہوسکتا ہے اس لئے کہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں آنحضرت صلعم کا دین کو قایم کرنا صادق اور متحقق ہے چنانچہ بعض روایتوں میں ’’کماقمت به في اول الزمان ‘‘ کی بجائے ’’کماقمت به في اول الاسلام ‘‘ کے الفاظ ہی ہیں پس اسی اصول کے مطابق کہ ایک حدیث کے معنی دوسری حدیث سے سمجھے جاتے ہیں جس کا مولف ہدیہ کوبھی اعتراف ہے یہ روایت ’’اول الزمان ‘‘ کا بیان واقع ہونے کے باعث ’’اول الزمان‘‘ سے اول زمانۂ اسلام مراد ومقصود ہونا صحیح ہے۔

تاریخ اسلام سے ثابت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یعنی آپ پر وحی نازل ہونے کے بعد سے حضرت کی دوعت وتبلیغ دینِ اسلام کی جملہ مدت مسلسل تیئیس (۲۳) سال رہی ہے اوراس مدت میں اقامتِ دین کے رونمایاں حصے پائے جاتے ہیں ایک وہ حصہ جونزولِ وحی کے بعد سے مکہ معظّمہ میں گزرا جس کی مدت تیرہ (۱۳) سال رہی دوسرا وہ حصہ جوہجرت کے بعد سے آنحضرت صلعم کی آخر حیات تک مدینہ طیبہ میں گزرا جس کی مدت دس سال رہی ان دونوں زمانوں کی تبلیغ اسلام یا اقامتِ دین کے حالات باہم مختلف اور جدا جدا رہے ہیں۔جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ اس ابتدائی زمانہ میں جہاد کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کو بڑی بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑی ہیں اور انتقام کی طاقت نہیں تھی۔ یہ تمام زمانہ صبر وشکر سے مصائب برداشت کرنے اور مظالم وشداید سہنے میں گزرا ہے۔

ہجرت کے بعد کا زمانہ اس کے برعکس رہا۔جہاد کے احکام اس زمانہ میں نازل ہوگئے تھے۔مسلمانوں کوکفار کے مظالم اوران کی دست درازیوں کا انتقام لینے کی اجازت مل گئی تھی مسلمانوں کی حفاظت اوردین کی حمایت کے لئے غزوات کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ خراج۔غنائم سبایا آنے لگے تھے۔اطراف وجوانب کے قبائل اوررؤسا کی طرف سے وفود آتے اوراپنے قبیلہ کے اسلام سے مشرف ہونے کی شہادت دیتے تھےاس طرح ’’يدخلون في دين الله افواجا‘‘ کاظہور ہوکرلوگ جوق جوق دینِ اسلام میں داخل ہورہے تھے۔

جب امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ کوابتدائی زمانۂ اسلام سے تشبیہ دی گئی ہے تو اس تشبیہ کے مطابق عمل ہونا چاہیئے اس زمانہ میں جیسا کہ جہاد وقتال نہیں تھا اوراس زمانہ میں حقیقی قلعے فتح نہیں ہوے تھے ایسا ہی امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں بھی نہ ہونا چاہیئے۔پس ’’يفتح حصون الضلالة ‘‘ سے حقیقی قلعے فتح کرنے کا۔سنگ وخشت کے مفہوم ومعنی سمجھنا اس تشبیہ کے مغائر ہونے کی سبب سے بھی غلط ہے۔

مولف ہدیہ ہرجگہ یہ بھی اعتراض کرتے آرہے ہیں کہ امامنا علیہ السلام نے دعوئ مہدیت کرنے کے بعد سے سنت جہاد پر عمل نہیں کیا اس اعتراض کے اس سے پہلے جو جوابات ادا کئے گئے ہیں ان کے علاوہ ایک حقیقی جواب اس حدیث کے مدنظر یہ بھی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ امام علیہ السلام اول زمانۂ اسلام کی طرح دین کوقایم کریں گے تو

www.khalifatullahmehdi.info

بعد دعویٰ مہدیت جہاد نہ کرنا ہی صدق مہدیت کی بڑی علامت ہے کیوں کہ اس ابتدائی زمانۂ اسلام یعنی مکۂ معظّمہ کے قیام کی تیرہ سالہ وسیع مدت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ سیف وسنان سے کب جہاد وقتال کیا تھا بلکہ اس زمانہ میں تو جہادا کبر ہی پر عمل تھا یعنی مظلومیت اورنفس کشی میں بسر ہوتی تھی۔

پس امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کی پاک زندگی بھی اسی کا نمونہ تھی اور یہی آپ کے دعویٔ مہدیت کی صداقت وحقیت کی ایک اوربیّن دلیل ہے۔

مولف ہدیہ کا جناب مصنف صاحب سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ پر یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کہ جناب ممدوح نے روایتِ امام احمد بن حنبل کا ماقبل و مابعد حصہ حذف کر دیا ہے کیونکہ اس موقع پر وہ تمام روایت مقصود بہ نہیں تھی جو پوری روایت نقل کرنا ضروری ہوتا۔ جناب مصنف صاحبِ سراج الابصار کو صرف اس جزء کی تائید پیش کرنا مقصود تھا کہ ابونعیم اصفہانی کی روایت میں جو حصونا لضلالۃ مذکور ہے قلوب غلف اس کا بیان اورتفسیر ہے اس قرینہ سے کہ امام احمد بن حنبل کی روایت کردہ حدیث میں بھی امام مہدی علیہ السلام کا وصف خاص **یملاء قلوب امه محمد غنیً و یسعهم عدله** بیان ہوا ہے (یعنی امت محمدیہ کے قلوب کرغنا ولا پروائی سے پُر کردے گا اوراس کا عدل ان کوشامل ہوگا) اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ امام مہدی (علیہ السلام) کی تعلیمات سے اصلاح قلوب عمل میں آئے گی۔اسی لئے جس حصۂ حدیث سے مقصود بہ مضمون کی تائید ہوتی تھی جناب ممدوح نے فقط اسی کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا نہ یہ تحریف ہے نہ تبدیل ہے نہ تغیر ہے۔

مولف ہدیہ نے یہ بھی شبہ ظاہر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد حنبل کی روایت میں جو باتیں مذکور ہیں وہ امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نہیں پائی جاتی تھیں اسی لئے مصنف سراج الابصار نے ان کو ذکر نہیں کیا یہ شبہ بھی کئی وجوہ سے غلط ہے۔

اولاً کیا بقول مولف ہدیہ اس روایت ہی کو صحتِ دعویٔ مہدیت کا معیار قرار دینا اصولِ حدیث کی رو سے صحیح ہے جبکہ مولفِ ہدیہ نے یہ نہیں بتایا کہ یہ روایت کس سے مروی ہے اوراس کا سلسلۂ روایت کیا اور کیسا ہے؟ جس کے بغیر روایت کی صحت وعدمِ صحت اوراس کی قوت وضعف کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً بر تقدیر صحتِ روایت اُن امور کے علاوہ جو متواتر اور مشہور طور پر ثابت ہیں اور جن کو ائمہ محققین متقدمین نے علاماتِ مہدیت قرار دیا ہے اِس روایت کے بعض وہ اجزا جو خبر واحد کے طور پر زاید درج ہیں اُن کو بھی متواتر ومشہور کی طرح صحتِ دعویٰ مہدیت کے لئے معیار وموقوف علیہ قرار دینا کیا محدثینِ اہل سنت کے اصول کے خلاف نہیں ہے؟

ثالثاً۔ جناب مصنفِ صاحبِ سراج الابصارؒ نے اس روایت کے کسی جز کو بطورِ تائید مزید پیش کیا ہے تو اس سے تمام روایت کو مبنیٔ استدلال یا معیارِ صحت وموقوف علیہ تسلیم کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ امر کی تائید مزید تسلیم کرنے اوراس کے بنائے صحت یا موقوف علیہ ماننے میں اصولاً بڑا فرق ہے۔

رابعاً۔اگر ان اصولی امورِ تنقیح طلب سے جن کا بارِ ثبوت مولفِ ہدیہ کے ذمہ ہے اوراس کے بغیر اُن کے سب اعتراضات و

www.khalifatullahmehdi.info

بیانات ہباءً منثورا ہیں فرضاً وتقدیراً قطع نظر کرلیا جائے اور مولف صاحب ہدیہ نے اس روایت کو جس طرح ہدیہ میں درج کیا ہے اُسی پر غور کیا جائے تو اس کو بھی ہم امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر منطبق پاتے ہیں چنانچہ اس روایت کا متن اور اس کا ترجمہ جو ہدیہ میں درج ہے مولف ہدیہ ہی کے الفاظ وعبارت میں یہ ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم بشریکم بالمهدی رجل من قریش من عترتی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس وزلازل فیملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت جوراً و ظلما و یرضٰی عنه ساکن السماء و ساکن الارض و یقسم المال صحاحاً بالسویة بین الناس و یملأ قلوب امة محمد غنی و یسعهم عدله حتٰی انه یا مرمناد یا ینادی من له حاجة الی فما یاتیه احدا لا رجل واحد یاتیه یسئله فیقول ایت السادن حتی یعطیک فیاتیه انا رسول المهدی الیک لیعطینی مالاً فیقول احث فیحثی ولا یستطیع ان یحملة فیلقی حتی یکون قد رما یستطیع ان یحمله فیخرج به فیندم فیقول انا کنت اشجع امة محمد نفسا کلهم دعی الٰی هذالمال فترکه غیری فیرده علیه فیقول انا لا نقبل شیئا اعطیناه فیلبث فی ذٰلک ستا اوسبعا اوثمانیا اوتسع سنین ولا خیر فی الحیٰوة بعده۔

فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت ہو تم کو ساتھ مہدی کے کہ ایک مرد ہے قریش سے اولاد سے میری اٹھایا جائے گا میری امت میں وقت اختلاف آدمیوں کے اور زلزلوں کے پس بھر دے گا زمین کو عدل وانصاف سے جیسا کہ بھر گئی ہو گی ظلم وستم سے اور راضی ہونگے اس سے رہنے والے آسمان کے اور رہنے والے زمین کے اور تقسیم کرے گا مال کو برابر آدمیوں میں اور بھر دے گا امت محمدیہ کے دلوں کو غنا سے اور شامل ہو گا انکو عدل اس کا یہاں تک کہ وہ حکم کرے گا ایک منادی کو پس ندا کریگا کہ کس شخص کو حاجت ہے طرف میرے پھر نہ آوے گا اس کے پاس کوئی مگر ایک مرد کہ امام موصوف کے پاس آ کر سوال کرے گا پس کہیں گے کہ جا خادم کے پاس تا کہ دیوے وہ تجھ کو پس آوے گا اس کے پاس کہ میں بھیجا ہوا مہدی کا ہوں تیری طرف تا کہ دیوے تو مجھ کو مال پس کہے گا کہ بھر لے پھر بھرے گا اور نہ اٹھا سکے گا پس ڈال دے گا یہاں تک کہ رہ جائے گا۔ بقدر طاقت اٹھانے کے پھر لے کر نکلے گا پس نادم ہو گا پس کہے گا کہ میرا نفس سب امت محمدیہ سے زیادہ حریص ہے کہ سب بلائے گئے طرف اس مال کے پس سب نے چھوڑ دیا اس کو سوائے میرے پھر پھیر دے گا اس کو مہدی پر پس کہیں گے کہ ہم نہیں لیتے ہیں اس چیز کو کہ دیتے ہیں پس ٹھرے گا امام اس حال میں چھ یا سات یا آٹھ یا نو برس اور نہیں خیر ہے حیات میں بعد اس کے۔

اس روایت میں امام مہدی علیہ السلام کے یہ حالات مذکور ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

امام علیہ السلام کا بلحاظ نسل وخاندان قریشی اور عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا۔لوگوں میں مال علی السویہ یعنی برابر تقسیم کرنا امت محمدیہ کے دلوں کو غنا ولا پروائی سے مملوکر دینا اور ان کو امامؑ کا عدل شامل ہونا۔زمین کو عدل سے بھر دینا جیسی وہ ظلم سے بھری ہوگی۔

آسمان والوں اور زمین والوں کا آپ سے راضی رہنا۔

ان حالات واوصاف کے ساتھ جو امام علیہ السلام کی ذات اقدس سے تعلق رکھتے ہیں امام علیہ السلام کے ظہور کے وقت زمانہ کی جو حالت ہوگی وہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس وقت لوگوں میں اختلافات اور زلزلے برپا رہیں گے۔

امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترۃ سے ہونا ثابت ومتحقق ہے جس کی تحقیق دلیل اول کی بحث میں ہو چکی ہے یعنی مولف ہدیہ نے صرف ایک ''عمدۃ المطالب'' کے بیان پر امامنا علیہ السلام کی سیادت کی نسبت شبہ ظاہر کر کے جو غلط بیانی اور جس قدر بیہودہ گوئی کی تھی اس کی کافی تردید۔تواتر۔اہل تاریخ وسِیَر کے بیانات۔شجرہ جات۔دوسری کتبِ انساب وغیرہ سے جو ناقابل انکار ذرایع ہیں کر دی گئی ہے اور امامنا علیہ السلام کا عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا اور اس سلسلہ نسب کے واسطہ سے قریشی ہونا صادق ہے۔

مال بالسویہ تقسیم کرنا بھی امامنا علیہ السلام کا ایسا دوامی طریقہ وآئین رہا ہے کہ جس کے دوست۔دشمن اپنے بیگانے سب مقرر ومعترف ہیں۔

امت محمدیہؐ کے قلوب کو غنا سے معمور کر دینا اور ان کو آپ کا عدل شامل ہونا بھی صادق ہے چنانچہ اس کا کسی قدر بیان اس سے پہلے جو ہوا ہے وہ اس کا شاہد عدل ہے کہ امامنا علیہ السلام کے مقبلین مال وزر سے کس مافوق الفطرۃ حد تک مستغنی اور کس قدر اعلیٰ صفت قناعت سے متصف تھے اور یہ تو ظاہر ہے کہ کسی کا دل بجز قناعت کے مال ودولت کی بہتات سے ہرگز غنی نہیں ہوتا جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہے جو اس سے پہلے لکھی گئی ہے کہ۔

لو کان لا بن آدم و ادیان من مال لا بتغٰی و ادیاً ثالثا الخ	اگر آدمی کے لئے مال سے بھرے ہوئے دو وادی بھی ہوں تو وہ تیسرے وادی کا طالب رہے گا۔الخ

خود مضمون حدیث کے اُسی حصہ سے جو بزعم مولف ہدیہ طلب مال وعطاے مال سے متعلق ہے ''یملأ قلوب امۃ محمد غنیً '' کا مفہوم کالشّمس فی نصف النہار ظاہر ہے کہ جہاں منادی یہ ندا کرے گا کہ جس کو حاجت وضرورت ہو وہ آئے اور مال لیجائے وہاں صرف ایک شخص کے سوا اور کوئی شخص مال کا طالب نہ ہونا اور نہ آنا۔پھر وہ خود بھی مال پھینک دینا خود کو امت محمدیہ میں سب سے زیادہ حریص سمجھ کر نادم ہونا کہ سب اس مال کی طرف بلائے گئے تھے مگر مجھ ایک کے سوائے سب نے اس کو چھوڑ دیا۔پھر لیا ہوا مال واپس کر دینا یہ سب اجزائے کلام اسی حقیقی غنا ولا پروائی کی تجلیات ہیں جو امام مہدی علیہ السلام کے نورانی زمانہ کے لوازمات وبرکات

www.khalifatullahmehdi.info

ہیں۔مگر مولف ہدیہ اس موقع پر بعض لایعنی شبہات اور جزئیات میں تو اولجھ گئے ہیں کہ امامنا علیہ السلام کے ظہور کے وقت زلزے کہاں تھے اور منادی نے ندا کب کیا۔لیکن یہی روحِ کلام جو امام علیہ السلام کی روایات کے الفاظ وعبارت سے ظاہر ہو رہی ہے اور دل دانا و دیدۂ بینا رکھنے والوں کو صاف نظر آرہی ہے اس سے مولف نے کیوں آنکھیں بند کرلیں حالانکہ انہوں نے امام علیہ السلام کی پاک سیرت اور حالات کی کتابیں مثلاً انصاف نامہ۔شواہد الولایت وغیرہ دیکھی ہیں ان کے اقتباسات اور حوالے بھی دئے ہیں انصاف نامہ میں لکھا ہے۔

''آواز در دایرہ بلند کردند کہ ہرکس مضطر باشد بیگرد'' دایرہ میں بلند آواز سے کہتے تھے کہ جو مضطر ہو وہ لیوے۔یہ ندا نہیں تو کیا ہے۔شواہد الولایت میں ہے۔

بجمیع مرد ماں وزناں گفتند کہ حضرت میراں فرمودند ہر کہ را مال درکار باشد برویدو بگیرید ہمہ کساں مرد ماں وزناں بیک بار گفتند کہ مارا بجز ذاتِ باریِ تعالیٰ ہیچ درکار نیست۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام کے حکم کے موافق میاں سید سلام اللہؒ نے سب صحابہ ومہاجرین امام علیہ السلام سے کہا کہ فلاں جگہ امام علیہ السلام کے تصرف اور کرامت سے مال از قسم زر و جواہرات پڑا ہوا ہے جس کو ضرورت ہو جا کر لے لے تو سب مرد اور مستورات بالاتفاق کہیں کہ ہم کو خدا کی ذات کے سوا کچھ درکار نہیں ہے یہ حقیقی غنا نہیں تو کیا ہے۔ایسا ہی زلزلوں سے ظاہری زلزلے ہی مراد لئے جائیں تو یہ بھی ثابت ہے چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی کے رسالۂ زلازل کے دیکھنے سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اور دوسری تاریخوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ امامنا علیہ السلام کی بعثت کے قبل و بعد قریبی زمانہ میں زلزلے ہوے ہیں۔

غرض امامنا علیہ السلام کے عہد میں امت کے قلوب حقیقی غنا سے معمور ہو جانا بھی ثابت ہے۔مولف ہدیہ کی پیش کردہ صورتیں بھی صادق ہیں کیونکہ اختلافات۔ندا۔اور زلزلوں کا وجود بھی ثابت ہے۔مولف ہدیہ نے اس موقع پر اس حدیث میں ایک تحریف معنوی یہ کی ہے کہ لوگ امام مہدی علیہ السلام کی تعلیم وصحبت کی برکت اور قناعت کی دولت سے مالا مال ہو کر مستغنی نہیں ہوں گے بلکہ امام مہدی علیہ السلام کی سابقہ تقسیم مال کی وجہ سے مستغنی ہو چکے ہوں گے حالانکہ سیاق کلام صاف بتارہا ہے کہ یہ استغنا کی ایک مثال دی گئی ہے سابقہ تقسیمِ مال کا حدیث میں کوئی ذکر ہی نہیں ہے مال برابر برابر تقسیم کرنا امام مہدیؑ کا مخصوص وصف بتایا گیا ہے تو اس سے سابقہ تقسیم اور اس کی وجہ سے لوگوں کا مستغنی ہونا کہاں مستفاد ہوتا ہے۔

یملأ الارض قسطاً و عدلاً کا مفہوم بھی صادق ہے جس کی تفصیلی بحث اُس کے موقعوں پر پہلے ہو چکی ہے۔

آسمان اور زمین والوں کا آپ سے راضی رہنا بھی ثابت اور صادق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے تا ایندم جس کو اپنا خلیفہ بنا کر خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور محبوب ترین بندے ہوے ہیں۔ابو ہریرہؓ [1] سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو جبرئیلؑ کو فرماتا ہے کہ میں فلاں کو محبوب رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت رکھو پس جبرئیلؑ

[1] مسند امام احمد رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ

www.khalifatullahmehdi.info

آسمان والوں (ملایکہ) کو کہتے ہیں کہ تمہارا پروردگار فلاں کو محبوب رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پس اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں اور اس بندہ کو زمین میں بھی عام مقبولیت دی جاتی ہے۔

امام مہدی علیہ السلام بھی فرمانِ رسول اللہ صلعم سے خلیفۃ اللہ ہیں اور اس جہت سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ سے محبت کرنا ضروری ہے کیونکہ آسمان والوں کی شان یہ ہے کہ حسب فرمان" **لا یعصون اللّٰہ ما امرھم و یفعلون ما یومرون** "وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

اسی روایت سے زمین والوں میں بھی خلفاء اللہ کو مقبولیت حاصل ہونا ثابت ہو رہا ہے اور واقعات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے اس کی بہترین مثال حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین صلعم کی موجود ہے کہ جو لوگ آپؐ پر ایمان لائے ان کے دلوں میں آپؐ کی محبت اور مقبولیت تو کس قدر تھی اس کے بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں کہ "عیاں راچہ بیاں" آپؐ کے منکرین و معاندین بھی جو اگرچہ آپؐ کے نبی و رسول ہونے کا انکار کرتے تھے مگر آپؐ کے امین ہونے اور اخلاق حسنہ اور فضائل و کمالات سے مزین ہونے کے قائل و معترف تھے جو عام مقبولیت کا بیّن ثبوت ہے۔

پس ایسا ہی امامنا علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے اُن اہل زمین کا حضرت سے راضی رہنا اور آپ کی انتہائی محبت میں سب کچھ چھوڑ کر آپ ہی کے ہو رہنا تو اظہر من الشّمس ہے لیکن جو لوگ آپ کے مہدیٔ موعود ہونے میں مشتبہ ہیں وہ بھی آپ کے ولیٔ کامل ہونے کے قایل اور آپ کے فضائل و کمالات کے معترف ہیں اور یہی آپ کی مقبولیت عامہ کا بین ثبوت ہے۔

ان حقایق کے موجود ہوتے ہوئے مولف ہدیہ اپنے جیسے معدودے چند معاندین کی اس حرکت کو کہ وہ اپنے دنیاوی مفاد کے تحت اپنے ملک سے حضرت امامنا علیہ السلام کا اخراج کرنے کے درپے رہے عام لوگوں کی ناراضی کا نتیجہ نکالا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ "زمین کے رہنے والے ان سے کب راضی ہوئے ہر زمین والا اپنی اپنی زمین سے نکالتا رہا" لیکن ہر قابض زمین کو مالک زمین قرار دینے کی غلطی کے قطع نظر جو فرمانِ الٰہی **ان الارض لِلّٰہ یورثھا من یشا لِلّٰہ ملک السماوات و الارض** کے خلاف اور عقائد اسلامی کے مغائر ہے۔ مولف ہدیہ کو یہ سمجھنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ اگر ان معدودے چند معاندین کے اس نامعقول ارادہ سے تمام رُوے زمین کے رہنے والوں کی ناراضی کا نتیجہ نکالنا صحیح سمجھا جائے تو پھر ان زمین والوں کی عقیدت کی وجہ سے جو اپنی زمین پر حضرت کے تشریف رکھنے کے آرزومند اور ملتجی تھے اور ان بیشمار مصدقین کی محبت و رضا جوئی سے جو ہر ملک و دیار میں ان گنت رہے تمام زمین پر رہنے والے آپ سے رضامند رہنے کا نتیجہ کیوں نہ نکالا جائے جبکہ ان کی تعداد اول الذکر معاندین سے ہزاروں درجے زیادہ ہے۔

حضرت امامنا علیہ السلام کا اختلافات و زلازل کے وقت مبعوث ہونا بھی بلا خدشہ صادق ہے کیونکہ اختلافات سے باطل عقائد اور فاسد خیالات و آرا کا شیوع مراد ہے چنانچہ خلافت عباسیہ کی تباہی کے پہلے اور اس کے بعد کے تاریخی حالات سے اس کی تصدیق ہوتی [1] ہے اور یہی زمانہ حضرت امامنا علیہ السلام کی ولادت و بعثت کا ہے۔

---

[1] ۔امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کی بعثت سے پہلے متعدد فتنے برپا ہوتے رہے ہیں جن میں حسن صباح کا فتنہ مذہبی نوعیت وحیثیت سے بڑا فتنہ تھا۔

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

زلازل سے ظاہری زلزلے مراد لئے جائیں تو جیسا کہ قبل ازیں معلوم ہو چکا ہے یہ بھی بالکلیہ صادق ہے اور اگر زلازل سے باطنی زلزلے مراد ہوں یعنی حقیقی دین سے برگشتہ ہو جانا اور بدعات وضلالت کا پھیل جانا وغیرہ جو ہادئ برحق کے زمانہ سے دوری کا نتیجہ ہوتا ہے تو یہ بھی صحیح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بعض قوموں کی نسبت ارشاد فرمایا ہے۔

ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم (۲۷۔۱۸۔حدید)

مسلمان کہیں ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر طویل مدت گزر گئی پس ان کے دل سخت ہو گئے۔

تفسیر معالم التنزیل میں فطال علیھم الامد کے معنی یہ لکھا ہے۔

ای الزمان بینھم و بین انبیاء ھم فقست قلوبھم. قال ابن عباس مالوا الی الدنیا واعرضوا عن مواعظ اللہ ۔الخ

یعنی ان اہل کتاب کے اور ان کے انبیاء کے درمیان زمانہ طویل ہو گیا پس ان کے دل سخت ہو گئے ابن عباسؓ کا قول ہے کہ وہ دنیا کی طرف مائل اور اللہ تعالیٰ کی نصائح واحکام سے روگرداں ہو گئے۔

امامنا علیہ السلام سے بھی یہی منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اس وقت مبعوث کیا ہے جبکہ حقیقی دین وایمان لوگوں سے سلب ہو چکا تھا اور ایمان صرف مجذوبوں میں باقی رہ گیا تھا یعنی بقول ابن عباسؓ وہ تمام دنیا کی محبت میں مبتلا اور قست قلوبھم

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) حسن صباح ابتداءً دیار بکر۔حلب۔خوزستان۔بغداد۔اصفہان وغیرہ پھرتا اور مذہب اسمٰعیلیہ کی تبلیغ کرتا رہا جب اپنے موفقین کی تعداد زیادہ ہوگئی قلعہ الموت کو اپنا مستقر بنایا جو اصل میں ''آلہ آموت'' تھا جس کا معنی ویلمی زبان میں آشیانہ عقاب ہے۔اور بعد میں اس نے اور کئی قلعے فتح کئے اور شاہانہ جاہ وجلال قایم کیا۔

حسن نے قلعہ الموت میں ایک باغ بنایا تھا جس میں مختلف اقسام اقسام کے میووں اور پھولوں کے درخت تھے۔اس باغ میں خوبصورت عورتیں موجود رہتی تھیں جو ہر قسم کے باجے بجا کر ناچتی اور گاتی تھی اس باغ کو بہشت کہتے تھے۔اس میں داخل ہونے کا ایک ہی راستہ تھا جن لوگوں کو بہشت دیکھنے کا شوق ہوتا وہ حشیش (بھنگ) پینے پر راضی ہوتے انھیں حشیش پلا کر مدہوش کر کے باغ میں پہنچا دیا جاتا تھا۔جب ان کو باغ اور نازنین عورتوں کو دیکھ کر بہشت کا یقین ہو جاتا اور دوبارہ مدہوش کر کے باہر نکال دیا جاتا تھا۔جو لوگ بہشت دیکھ کر آتے ان کو فدائی کا لقب دیا جاتا تھا۔

حسن اور اس کے متبعین کے عقائد واعمال اسلامی عقائد واعمال کے خلاف اور ارتداد عن الاسلام کی حد کو پہنچے ہوے تھے۔یہ لوگ قیامت۔حشر ونشر کے قائل نہ تھے۔تناسخ کو صحیح مانتے تھے۔شریعت اسلامیہ کے اصطلاحی الفاظ کے معنی بالکل بدل دئے تھے۔مثلاً حج امام کی زیارت کرنا۔طواف کعبہ،امام کے گھر کا طواف کرنا۔نماز،امام کو یاد کرنا روزہ امام کے اسرار کی حفاظت کرنا۔اذان واقامت امام کی اطاعت پر لوگوں کو آمادہ کرنا زنا دین کے اسرار کو ظاہر کرنا۔وغیرہ وغیرہ (اقتباس از''نظام الملک'' مولفۂ عبدالرزاق صاحب) اسی سے مولف ہدیہ کے اس بیان کی غلطی ثابت ہوتی ہے جو انھوں نے مہدویہ کو فرقہ باطنیہ کے مشابہ ہونے کا افترا کیا ہے۔کیونکہ مہدویہ کا اصول مذہب کتاب وسنت کی پیروی شریعت اسلامیہ کی پابندی اور زہد واتقا وریاضت میں سنت قولی وفعلی کی کامل اتباع ہے۔

شہاب بن نصرت غفر لہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

کے موردو مصداق بن گئے تھے۔

مولف ہدیہ کا یہ خیال بھی باطل ہے کہ ''اختلاف وزلازل کے وقت امام مہدیؑ کو مبعوث کرنے سے مقصود یہ تھا کہ مہدیؑ کے سبب سے وہ اختلاف وزلزلے موقوف ہوجائیں گے مگر وہ اختلاف موقوف نہ ہوا'' اولاً یہ مقصود روایت کے کسی حصہ میں بھی مذکور نہیں ہے یہ مولف ہدیہ کی تفسیر بالرائے ہے۔ثانیاً۔اس کا جواب یہ ہے کہ بحث اس سے پہلے بھی مفصل طور پر ہوچکی ہے اور آئندہ بھی برموموقع ہوگی جس اختلاف کی نسبت مشیت ایزدی جاری ہوگئی ہے وہ عام طور پر نہ کبھی رفع ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لایزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقھم۔	وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے رہیں گے اور اسی لئے ان کو پیدا کیا ہے سوائے ان لوگوں کے جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے۔

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے۔

قال الحسن و عطاء للاختلاف خلقھم۔	حسن اور عطا کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اختلاف ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔

پھر مشیت و مصلحت ایزدی کے خلاف تمام دنیا بھر کے لوگوں سے اختلافات بالکلیہ کس طرح رفع ہوسکیں گے۔البتہ اس آیت میں ''الا من رحم ربک '' کا جو استثنا موجود ہے اس کے موافق وہی لوگ اس اختلاف سے محفوظ رہیں گے جن پر اس کا رحم اور فضل ہوگا اور وہ مومنین ہی ہوسکتے ہیں نہ علی العموم تمام منکرین ومعاندین۔چنانچہ واقعہ یہی ہوا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق پر ایمان لائے وہی مومنین اختلاف سے محفوظ اور آپس میں بھائی بھائی جیسے رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی مخصوص جماعت کو اپنے فضل ورحمت کے احسان وامتنان کے طور پر مخاطب کر کے فرمایا ہے۔

اذکر وانعمة اللّٰہ علیکم اذکنتم اعداءً افالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا الأیة۔	اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ تم (آپس میں) دشمن تھے پس تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کردی اور تم بھائی بھائی ہوگئے۔

پس اسی طرح امامنا مہدیؑ موعود علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے وہ اگرچہ متعدد ممالک کے اور مختلف طبقات کے تھے لیکن وہ بھی ''الا من رحم ربک '' کے مظہر ہونے کی وجہ سے ان سے سب اختلافات رفع ہوکر آپس میں بھائی بھائی جیسے ہوگئے اور ''اصبحتم بنعمته اخونا '' کا کامل ظہور ہوا۔مولف ہدیہ کا یہ کہنا کہ امامنا علیہ السلام کے عہد میں اختلاف موقوف نہ ہوا سراسر خلاف واقعہ ہے۔البتہ بنائے فساد یہ ہے کہ مولف ہدیہ ہرجگہ مقبلین کے احکام منکرین پر بھی عاید کرنے کی فاحش غلطی کرتے رہتے ہیں۔

روایت میں جو مدت بیان ہوئی ہے وہ بھی امامنا علیہ السلام پر منطبق ہے کیونکہ حضرت کا دعویٰ جو کعبۃ اللہ میں رکن ومقام کے

درمیان ہوا ہے وہ ۹۰۱ھ میں ہوا ہے اور حضرت کی رحلت ۹۱۰ھ میں ہے اس حساب سے روایت میں بیان شدہ آخری مدت نو سال بھی منطبق ہے۔

حاصل کلام امام احمد بن حنبلؒ کی مذکورہ روایت بھی امامنا علیہ السلام کی تکذیب نہیں کرتی بلکہ وہ اور اس کا ہر جز وامامنا مہدیؑ موعود علیہ السلام پر بالکل منطبق اور صادق ہے۔ مولف ہدیہ خود آیات واحادیث اوران کی تصریحات سے آنکھیں بند کر لے کر ''یومنون ببعض و یکفرون بعض'' کے مورد ومصداق بنے ہوئے ہیں اور الٹے اُن مہدوی بزرگوں کی جناب میں بدگوئی کا طومار باندھتے ہیں جن کی آنکھیں کھلی ہوی ہیں اور آیات اللہ واحادیث رسول اللہؐ کے ہر جز کو دیکھتے اور سمجھتے اور ہر حکم کو اس کے محل وموقع پر رکھتے ہیں اور مولف ہدیہ کی طرح خلط مبحث نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہی مولف ہدیہ کی اس بدگوئی کا انہیں بدلہ دینے والا ہے۔

ازالہ وہدم بدعات کی تحقیق:۔ مولف ہدیہ کو سراج الابصار کی جن احادیث وآثار پر اعتراض ہے ان میں چھٹی روایت یہ ہے مولف صاحب ہدیہ نے اس روایت کا اور صاحب سراج الابصارؒ نے جو استدلال کیا ہے اس کا ترجمہ نہیں کیا ہے بعد میں مختصر تلخیص کردی ہے ہم ناظرین کی سہولت فہم کی غرض سے اس کا ترجمہ اول درج کردیتے ہیں۔

منها ماروی عن عبداللّٰہ بن عطاء قال سالت ابا جعفر محمد بن علی فقلت اذا اخرج المهدی بای سیر قال یهدم ما قبله کما صنع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم ویستانف الاسلام جدیداً کذافی عقد الدرر ای یهدم البدع وما اخطاء المجتهدون فیه من العملیات والاعتقادیات وهذا من خصایصه کما ذکرنا قبل و یدل علیه قوله علیه السلام یقوم بالدین فی آخر الزمان کما قمت به فی اول الزمان اذلو لم یحکم تجطیة المخطین لا یقوم بالدین کما قام به النبی صلی اللّٰه علیه و سلم فعلم ان المهدی یکون حاکما بین المذاهب کما ذکرت قبل۔

انہی روایتوں میں سے وہ بھی ہے جو عبداللہ بن عطا سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر بن علی سے پوچھا کہ مہدیؑ جب خروج کریں گے تو کس سیرت پر عمل کریں گے تو کہا کہ اپنے سے پہلے کی چیزوں کو منہدم کردیں گے جیسے کہ رسول اللہ صلعم نے کیا اور اسلام کو از سر نو تازہ کریں گے عقد الدرر میں ایسا ہی ہے یعنی بدعتوں اور عملیات واعتقادیات میں مجتہدین کی خطاؤں کو منہدم کردیں گے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یہ مہدی علیہ السلام کی خصوصیات سے ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان دلالت کرتا ہے جو فرمایا ہے کہ مہدیؑ آخر زمانہ میں اسی طرح دین کو قایم کریں گے جس طرح میں نے اول زمانہ میں اس کو قایم کیا۔ اِس لئے کہ اگر غلطی کرنے والوں کی غلطیوں کو نہ بتائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دین کو قایم نہیں کرسکیں گے پس معلوم ہوا کہ امام مہدیؑ مذاہب میں حاکم رہیں گے جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

مولف ہدیہ نے اس کا خلاصہ صرف یہ لکھا ہے۔

روایت ششم کا حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیرت مہدی یہ ہوگی کہ قبل کی بدعات کو ڈھادے گا جیسا کہ رسول خداؐ نے کیا اور اسلام کو از سرنو تازہ کردے گا۔

صاحب سراج الابصار نے کہا کہ بدعات وخطایان مجتہدین کو تعلیمات واعتقادیات میں ڈھادے گا اور حاکم ہوگا درمیان مذاہب کے انتہی۔(ہدیہ صفحہ۔۱۳۵)

مولف ہدیہ کو جناب مصنف صاحب سراج الابصارؒ پر جو اعتراضات ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعات کو ڈھانے سے مراد یہ ہے کہ بالکل موقوف ونابود کردینا نہ کہ اس کے ترک کا زبانی امر کرنا اور یہ تو وقوع میں نہ آیا۔

خطایائے مجتہدین کے حکم بننے کے واسطے بہت بڑا علم چاہیئے کہ ماخذ استنباط وطریقہ استنباط وشرایط اجتہاد وغیرہ پہچانناالخ

مولف ہدیہ نے جناب مصنف صاحب سراج الابصارؒ کے قول کا جو خلاصہ لکھا ہے اس میں ان دلائل کو ذکر نہیں کیا جو جناب ممدوح نے اپنے قول کی تائید میں پیش کئے ہیں۔چونکہ ان دلائل ہی میں مولف ہدیہ کے ان حالیہ اعتراضات کا جواب موجود تھا اور ان کے نظر کرتے یہ اعتراض ہی وارد نہیں ہوسکتے تھے اس لئے مولف ہدیہ نے ان کو ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا لیکن یہ خیال نہیں کیا کہ خلاصہ میں ان کا ذکر نہ کرنے سے صرف انہی ناظرین کو ان پر غور کرنے کا موقع نہیں ملے گا جو عربی عبارت پڑھنے اور سمجھنے سے قاصر ہیں مگر جب وہ دلائل سراج الابصار کی اصل عبارت میں جو ہدیہ میں نقل کی گئی ہے موجود ہیں تو ان زی علم ناظرین سے جو اس کے سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں وہ دلایل کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں۔ان دلایل میں جو صاحب سراج الابصارؒ نے پیش کی ہیں حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان بھی ہے جو ابونعیم اصفہانی کی روایت کردہ حدیث کا جز ہے کہ ’’امام مہدی (علیہ السلام) آخر زمانہ میں دین کو ایسا ہی قایم کریں گے جیسا میں نے اول زمانہ میں اس کو قایم کیا‘‘ پس اس فرمان میں جو تشبیہ موجود ہے وہی سب کا جواب ہے اور یہ سوال کہ امام مہدی علیہ السلام بدعات کو کس طرح اور کن لوگوں سے مٹادیں گے اسی تشبیہ سے خود حل ہوگیا ہے کہ اسی طرح اور کن لوگوں سے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹایا تھا‘‘۔ایسا ہی امام مہدی علیہ السلام کو کونسا اور کس قدر علم ہونا چاہیئے؟ یہی تشبیہ اس سوال کا بھی جواب ہے کہ ’’جو علم اور جس قدر علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا‘‘۔

دلیل پنجم کے ضمن میں اُس حدیث شریف اور اُس کی متعلقہ روایتوں کی نسبت جو اُس حدیث کی شواہد ہیں کسی قدر شرح وبسط کے ساتھ بحث ہوچکی ہے اُس سے بھی مولف ہدیہ کے ان حالیہ اعتراضات کے حقیقی جوابات پہلے ہی ادا ہوگئے ہیں اور یہاں مکرر جواب ادا کرنے کی ضرورت باقی نہیں ہے۔تاہم مختصر طور پر مولف ہدیہ کے ان اعتراضات پر بھی باندازِ دگر ایک نظر ڈالی جاتی ہے تاکہ ناظرین کرام کو مزید معلومات حاصل ہوں۔

پہلا اعتراض ان آیات واحادیث اور تمام خلفاء اللہ یعنی انبیاء علیہم السلام کی سنت جاریہ کے صریح خلاف ہے جو تبلیغ ودعوت احکام الٰہی سے تعلق رکھتی ہے۔تمام خلفاء اللہ یعنی انبیاء علیہم السلام خلق کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی صرف دعوت وتبلیغ کرنے کے لئے

www.khalifatullahmehdi.info

مبعوث ہوئے ہیں سب خلایق کو جبراً وعملاً ان احکام الٰہی کے پابند بنادینا ان کا کام نہیں رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر نبی و رسول (علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام) اپنے اپنے زمانہ میں جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے تو ان کی تمام قوم ایمان سے مشرف نہیں ہوسکی بلکہ اس قوم کا بڑا حصہ ان کی ہدایت سے روگردان اور کفر وشرک ہی میں بدستور مبتلا رہا۔ چنانچہ مثال کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ ودعوت اوراس کے نتائج قرآن شریف ہی کی روشنی میں دیکھو جن کی مدت تبلیغ دوسرے پیغمبروں کی نسبت زیادہ رہی ہے۔

قال رب انی دعوت قومی لیلاً و نھارا. فلم یزدھم دعائی الافراراً وانی کلمادعوتھم لتغفرلھم جعلوا اصابعھم فی آذانھم واستغشوا ثبابھم واصروا و استکبروا استکباراً. ثم دعوتھم جھاراً. ثم انی اعلنتُ لھم واسررت لھم اصرارا فقلت استغفروا ربکم انه کان غفاراً. (۲۹۔۹۔نوح)

(نوح) نے کہا میرے پروردگار میں اپنی قوم کورات دن دعوت کرتا رہا لیکن میری دعوت سے وہ اور بھی زیادہ بھاگتے رہے میں نے جب کبھی ان کو تیری طرف بلایا تاکہ تو ان کو مغفرت عطا کرے انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں (تاکہ میری آواز اُنہیں نہ سنائی دے سکے اور اپنے کپڑے (منہ پر) لپیٹ لئے (تاکہ میری صورت انہیں نظر نہ آئے) اور (اپنے کفر پر) اصرار اور غرور کی وجہ سے سرکشی کرتے رہے۔پھر میں نے ان کو پکار کر بلایا پھران کو علی الاعلان اور پوشیدہ سمجھایا اوران سے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہوں کی مغفرت چاہو کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔الخ

اس ضمن میں نوحؑ نے ان کو اللہ کی قدرت اور رحمت کی بہت سی کھلی نشانیاں بھی بتائیں مگران پر کچھ اثر نہ ہوا۔سالہا سال تبلیغ و دعوت کی یہ جدوجہد جاری رہنے کے باوجود جو نتیجہ نکلا وہ یہ تھا۔

قال نوح رب انھم عصونی واتبعوا من لم یزدہ مالہ و ولدہ الاخسارا. و مکروا مکرا کبارا۔

نوحؑ نے کہا پروردگار انہوں نے میری بات نہ مانی اور انہی لوگوں کی پیروی کی جن کا مال اور جن کی اولاد ان کے لئے اور زیادہ نقصان کا باعث بنی ہوئی ہے اور انہوں نے بڑا مکر کیا۔ (اور انہوں نے آپس میں کہا کہ تم اپنے خداوں یعنی فلاں فلاں بتوں کو ہرگز مت چھوڑو۔)

آخر میں ان سب حالات کے مدنظر نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کے لئے یہ بددعا کرنی پڑی کہ یا اللہ زمین پر کسی بسنے والے کافر کو مت چھوڑ کیونکہ اگر تو انکو چھوڑ دے گا تو وہ تیرے نیک بندوں کو گمراہ کریں گے اوران سے فاجر اور کٹّے کافر ہی پیدا ہوں گے۔

www.khalifatullahmehdi.info

حضرت نوح علیہ السلام کی طرح دوسرے پیغمبروں کی بھی یہی حالت رہی کہ وہ دعوت و تبلیغ کا فرض انجام دیتے رہے مگر جبراً و عملاً کفروشرک کو تمام دنیا سے یا کم از کم اپنی تمام قوم سے نہیں مٹا سکے۔

خود افضل الانبیاء والمرسلین صلعم کو اللہ تعالیٰ کا صاف ارشاد ہوا ہے۔

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء (اے محمدؐ) تم جس کو پسند کریں اس کو ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے رسول پر سوائے تبلیغ کے
ما علی الرسول الا البلاغ ( ) کچھ (ذمہ داری) نہیں ہے (اے محمدؐ) تم ان (کافروں) پر
لست علیھم بمصیطر (مسلط نہیں بنائے گئے ہو (جو ان پر ایمان کے لئے جبر کریں)۔
فانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین ( ) کیا تم (اے محمدؐ) لوگوں کو مجبور کروگے کہ وہ مومن ہو جائیں۔

ان صاف وصریح فرامین الٰہی کے خلاف مولف ہدیہ کا یہ کہنا کس قدر مغالطہ دہانی ہے کہ۔

’’بدعات کو ڈھانے سے مراد ان کو بالکل موقوف و نابود کر دینا ہے اس کے ترک کا زبانی امر کرنا نہیں ہے۔

گویا مولف ہدیہ کے خیال میں احکام الٰہی کی تبلیغ و دعوت کے متعلق تمام خلفاء اللہ یعنی انبیاء علیہم السلام کی جو سنت جاری رہی ہے امام مہدی علیہ السلام کا عمل اس کے خلاف ہونا اور جو بات تمام خلفاء اللہ یعنی انبیاءؑ اور خود افضل الانبیاء والمرسلین صلعم سے نہ ہو سکی وہ امام مہدی علیہ السلام سے ظہور میں آنا چاہیئے کہ آپ جبراً و عملاً تمام روئے زمین بلا لحاظ امتیاز مقبلین و منکرین سب سے بدعات کو بالکل موقوف و نابود کر دیں آخر یہ مراد کس نے بیان کی ہے اور کس دلیل سے بیان کی ہے؟ حالانکہ ابونعیم اصفہانی کی روایت کردہ حدیث کے مطابق اس روایت میں بھی جس کی یہ مراد مولف ہدیہ بیان کر رہے ہیں حضرت امام مہدی علیہ السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا بدعات کو ڈھانے کی صراحت موجود ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

یھدم ما قبلہ کما صنع رسول اللہ صلعم۔ پہلے کی بدعتوں کو امام مہدی علیہ السلام ڈھا دیں گے جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے کیا ہے۔

پس اس تشبیہ کا صاف اقتضا یہی ہے کہ جیسا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض صرف تبلیغ و دعوت تھا حضرت امام مہدی علیہ السلام کا فرض بھی صرف تبلیغ و دعوت رہے گا۔ جن لوگوں نے حضرت رسول اللہ صلعم پر ایمان لایا اور حضرت کی تبلیغ و دعوت احکام پر عمل کیا انہی اہل اسلام سے کفروشرک و بدعتیں موقوف و متروک ہوئیں لیکن جمیع فرقہائے یہود و نصاریٰ اور تمام مشرکین جو حضرت کی نبوت و رسالت کے منکر رہے ان سے کفروشرک و بدعت کو حضرت رسول اللہ صلعم نے محو نہیں فرمایا۔

ایسا ہی امام مہدی علیہ السلام پر جو لوگ ایمان نہ لائے اور جو حضرت کی تبلیغ و دعوتِ احکام پر عمل پیرا نہ ہوئے ان سے بدعتیں بھی موقوف و نابود نہیں ہونا چاہیئے اور نہیں ہوئیں اور تشبیہ و اتباع کے بھی ٹھیک مطابق یہی ہے۔ البتہ زمرۂ مقبلین سے جنہوں نے امام علیہ

السلام پر ایمان لایا اور حضرت کے احکام پر عمل پیرا رہے تمام بدعتیں بالکلیہ موقوف و نابود ہوگئیں اور اسلام از سرنو تازہ ہوگیا اور یہ ہدم بدعات کا مفہوم صادق آنے کے لئے کافی ہے۔

چنانچہ اس بیان کی دلیل اور واضح مثال یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان لی خمسة اسماء انا احمد و انا محمد و انا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر و انا الحاشر و انا العاقب۔

میرے پانچ نام ہیں میں احمد ہوں میں محمد ہوں اور میں وہ ماحی (محو کرنے والا) ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو محو کرے گا میں حاشر ہوں اور میں عاقب ہوں۔

یہاں دوسرے اسما سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اسم مبارک ''ماحی کفر'' بھی ہے لیکن آنحضرت صلعم کے ذریعہ کفر کا وجود دنیا سے بالکلیہ محو و نابود نہ ہوا بلکہ جہان کے بہت بڑے حصہ میں موجود ہی رہا اس لئے علمائے اسلام نے اسکا معنی یہی کیا ہے کہ اس سے مومنین اور حضرت کے مقبلین و متبعین کے سینوں سے کفر کو محو کرنا مراد ہے نہ کہ تمام عالم سے چنانچہ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے۔

> اگر محو کفر از سینۂ مومناں و آنہا کہ گرویدہ اند بہ وے و در ربقۂ اطاعت و انقیاد آمدند مراد دارند برائے اطلاق ایں اسم کافی ست و موافق ست بایں معنی انچہ قاضی عیاض ایں را در حدیث نقل کردہ کہ ماحی آنکہ محو کردہ شد بوے سیئات کسیکہ اتباع کردہ انداورا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ماحی (محو کرنے والے) سے مراد مومنین اور جو لوگ آپ کو قبول کئے اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کی بندھن سے بندھے ہوے ہیں ان کے سینہ سے کفر کو محو کرنے کے لئے جائیں تو اس نام کا اطلاق صحیح ہونے کے لئے یہ کافی ہے قاضی عیاض نے حدیث میں جو نقل کیا ہے وہ بھی اسی کے مطابق ہے کہ ''ماحی وہ ہے جس کے ذریعہ ان لوگوں کے گناہ محو ہو جائیں جنھوں نے اس کی اتباع کی ہے''۔

پس امام مہدی علیہ السلام بھی اسی معنی سے ماحی بدعات ہیں کہ آپ نے اپنے متبعین سے بدعتوں کو محو فرمایا ہے اور آپ کی ذات اقدس پر اس روایت کا مفہوم صادق آنے کے لئے یہی کافی ہے۔

> ''مواہبِ لدنیہ سے ہم نے وہب بن منبہ کی روایت سے اس سے پہلے نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔
>
> اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام پر وحی کیا کہ میں ایک امی نبیؐ کو مبعوث کرنے والا ہوں جس کے ذریعہ میں بہرے کانوں۔ غلاف دار دلوں۔ اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا۔ اس کا مقام ولادت مکہ اور مقام ہجرت طیبہ ہوگا۔

اس پیشین گوئی کے مطابق اس نبیِ امی (فداہ ابی و امی) صلعم کا ظہور ہوا جن کو اللہ تعالیٰ نے اس نبیِ امی پر ایمان لانے اور اسکی اتباع کرنے کی ہدایت کی صرف انہی مومنین کے کان اور دل اور آنکھیں کھل گئیں ان کے سوا تمام دنیا بھر کے کان کب کھلے تمام اہل

ضلالت کے غلاف دار دلوں سے غلافِ ضلالت کہاں دور ہوا۔ سب دل کے اندھوں کی آنکھیں کب بینا ہوئیں۔ بلکہ مولف ہدیہ کی طرح مومنین کے سوا باقی سب لوگ کلمۂ حق کے سننے سے بہرے نور ہدایت کو دیکھنے سے اندھے خفی وجلی رموز الٰہی کے فہم وتعقل کی صفت سے معرا ہی رہے۔ اسی سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس قسم کے الفاظ مومنین ومصدقین سے مختص ہوتے ہیں منکرین ومکذبین کے لئے عام نہیں ہوتے اگر ایسے الفاظ کا مفہوم عام سمجھا جائے جیسا کہ مولف ہدیہ کا خیال فاسد ہے تو مولف ہدیہ کو تسلیم کرنا ہوگا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر معاذ اللہ ماحیٔ کفر کا نام صادق نہیں ہے اور آپ مذکورہ پیشین گوئی کے مصداق نہیں ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ''مجتہدین کے حُکم بننے کے لئے بڑا علم چاہیئے'' یہ تو صحیح ہے کہ واقعی اس فرض کو انجام دینے کیلئے بڑا علم ہی درکار ہے چھوٹے علم والے سے یہ فرض نہیں انجام پا سکے گا لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ مولف ہدیہ کی بڑے علم سے کیا مراد ہے؟ اگر ان کے خیال میں بہت کتابیں پڑھ لینا اور شرایط اجتہاد کے جامع ہونا بڑا علم ہے تو علم کی یہ تعریف اس ہادیٔ امی لقب (صلعم) پر صادق ومنطبق نہ ہوگی جو بظاہر امی اور درحقیقت **وعلمک**[1] **مالم تکن تعلم و کان فضل اللّٰہ علیک عظیما** کا موردو مصداق اور **علم ماکان و مایکون** کا سب سے بڑا عالم متبحر ہے اور تمام مجتہدین اسی ہادیٔ امی لقب صلعم کے فرامین واحکام کے خوشہ چین ہیں۔ پس بڑے علم سے علم وہبی نہیں بلکہ یہ علم اکتسابی کی غایۃ الامر یہی ہوگی کہ وہ شخص بھی مجتہدی ہوگا اور جو مجتہد ہوگا خواہ بڑا ہو یا چھوٹا مخطی ومصیب ہوگا اور جو خود خطا وصواب کا محتمل ہو وہ دوسرے مجتہدین کی خطا وصواب کا قطعی فیصلہ کس طرح کر سکے گا۔ چنانچہ ائمۂ اربعہ جو اس معنی سے بڑا علم رکھتے اور علوم اجتہادیہ کے بڑے ماہر تھے ایک نے دوسرے پر بعض مسائل میں خطا وغلطی کا حکم کیا ہے مگر یہ حکم پایۂ اعتبار کو اسی لئے نہیں پہنچ سکا کہ خود حکم کرنے والے محتمل الخطا ہیں پس احتمال ہے کہ خطا کا حکم خود حکم کرنے والے پر ہی عاید ہو اسی جہت سے یہ اعتقاد مقرر ہوا کہ **الحق دائر بین المذاھب الا ربعۃ**۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ علم اکتسابی خواہ کتنا ہی بڑا واعلیٰ ہو وہ چھوٹا علم ہی کہلاتا ہے۔

اس کے مقابل بڑا علم وہ ہے جس کی تعلیم ہر روز آناً فاناً خدائے تعالیٰ سے ہوتی ہو اور رائے وقیاس واجتہاد سے پاک وصاف ہو۔ اس میں خطا وغلطی کا احتمال نہ ہو جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا علم ہے۔ حقیقت میں یہی علم بڑا علم ہے اور ایسے علم والا ہی مجتہدین کی خطا وصواب کا فیصلہ کرنے والا ہو سکتا ہے کہ وہ جس کو صواب کہے وہی صواب اور جس کو خطا کہے وہی خطا۔

امام مہدی علیہ السلام کی ذات اقدس بھی باتفاق شیعہ واہل سنت معصوم عن الخطا اور اس علم خاص میں ملحق بالانبیا ہے جس پر حدیث ''**یقفو اثری و لا یخطی**'' شاہد عدل ہے چنانچہ اس کی دلائل عقیدۂ ہفتم میں بیان ہوئی ہیں کہ منصب مہدیت فوق الاجتہاد ہے اور امام مہدی علیہ السلام معصوم عن الخطا ہیں اور مجتہدین کو یہ مقام حاصل نہیں ہے۔

سراج الابصار کی روایتوں میں سے ساتویں روایت جو مولف ہدیہ کے زعم میں قابل اعتراض ہے یہ ہے۔

---

[1] اس آیت شریفہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ آپ جو نہ جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے وہ سب آپ کو معلوم کردیا آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

ومنھا ماروی عن علی بن ابی طالب فی قصة المھدی قال ولایترک بدعة الا ازالھا ولا سنة الاقامھا کذافی عقد الدرر۔

انہی روایتوں میں سے وہ روایت بھی ہے جو علی بن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) سے مہدی علیہ السلام سے متعلق مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مہدیؑ کسی بدعت کو زائل کئے بغیر اور کسی سنت کو بغیر قائم کئے نہ چھوڑیں گے عقدالدرر میں یہ روایت ایسی ہی لکھی ہے۔

جناب مصنف صاحب سراج الابصار نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''ومعنی ھذا القول انه یکون فاعلا لنفسه وآمراً لغیره و ھذا المعنی موید بما ذکر الشیخ سعدی بالفارسیة۔

یتیمیکہ نا کردہ قرآں درست کتب خانۂ چند ملت بشست

ای حکم بنسخھا فصدّق المومنون بانھا منسوخة لا ان الکتب السماویة مغسولة بالماء بل مغسولة من قلوب من آمن به ای عملھا[1] ۔

اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام مہدی علیہ السلام) خود ترک بدعت و اقامت سنت پر عمل کریں گے اور دوسروں کو یہی حکم دیں گے۔اس معنی کی تائید شیخ سعدیؒ کے فارسی قول سے ہوتی ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں کہا ہے کہ ''وہ یتیم جس نے ابھی قرآن پورا نہیں کیا تھا کئی ملتوں کے کتب خانوں کو دھوڈالا'' یعنی آنحضرت صلعم نے ان کے منسوخ ہونے کا حکم فرمایا پس مومنین نے ان کتابوں کے منسوخ ہونے کی تصدیق کی۔اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ تمام آسمانی کتابیں واقعی پانی سے دھوڈالی گئیں بلکہ مومنین کے دلوں سے دھودی گئیں یعنی ان پر عمل منسوخ ہوگیا۔

ناظرین کرام چھٹی روایت کے ضمن میں ملاحظہ کیا ہے کہ مولف ہدیہ نے آیات واحادیث اور تمام خلفاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت جاریہ کے صریح خلاف ازالۂ بدعات کی یہ غلط توجیہ کی ہے کہ ''بدعات کو ڈھا دینے سے مراد ان کو بالکل موقوف ونابود کردینا ہے اس کے ترک کا صرف زبانی امر کرنا نہیں ہے'' گویا جناب مصنف صاحب سراج الابصارؒ نے کرامت کے طور پر ہدیہ کی تالیف سے بہت پہلے ہی اس غلط توجیہ کی تردید کردی ہے کہ کبھی کوئی کج فہم ازالۂ بدعات کا یہ غلط معنی کرے تو وہ صحیح نہ ہوگا اس پر سعدی علیہ الرحمتہ کا یہ قول تائید ومثال کے طور پر پیش کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ملتوں کے کتب خانوں کو دھوڈالا لیکن جبکہ وہ کتابیں آج دنیا میں موجود ہیں تو ان کو پانی سے واقعی دھوڈالنا مراد نہیں بلکہ ان کے منسوخ ہونے کا حکم دینا مراد ہے اسی طرح جبکہ دنیا میں آج بھی بدعتیں موجود ہیں تو امام مہدی علیہ السلام کے ازالۂ بدعات سے اُن کے ترک کرنے کا حکم دینا مراد ہے ان کو دنیا سے بالکلیہ محو ونابود کردینا مقصود نہیں۔

[1] اصل سراج الابصار میں ''ای عملھا'' ہے مگر ہدیہ میں ''ای علمه منسوخة'' لکھا ہے جو غلط اور مولف ہدیہ کی تحریف ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

ترک سنت جہاد کا اعتراض اور اس کا جواب:۔ مولف ہدیہ کو جناب مصنف صاحب سراج الابصارؒ کی اس معقول و مدلل توجیہ پر تو کچھ چوں و چرا کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور قصہ مختصر کرنے کا بہانہ کر کے چپ چاپ گزر گئے ہیں مگر چند بیہودہ اعتراضات یہ کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

> امامنا علیہ السلام سے بہت سی سنتیں ترک ہوئی ہیں جہاد کہ بڑی سنت اور عمدہ سیرت حضرت رسالت ہے اس پر کبھی عمل نہیں کیا۔ زیارت قبر اطہر حضرت رسالت اور اسی کے ضمن میں مسجد قبا کو جانا مسجد نبوی میں نماز اور شہدائے احد اور بقیع کی زیارت وغیرہ سنتوں کے تارک ہوے بدعات کو زائل کرنے کے بدلے تازہ تازہ بدعتیں اختراع کیں تیس فرض تازہ نکالے اور چھٹی نماز وعشر فرض ٹھہرائے (ہدیہ صفحہ۔۱۳۶)

مولف صاحب ہدیہ کے یہ باطل اعتراضات یا لاطائل شکوک وشبہات اس سے پہلے بھی پیش ہوے ہیں اور جہاں وہ پیش ہوے ہیں وہاں ان کی تغلیط وتردید کردی گئی ہے چنانچہ کبھی جہاد نہ کرنے کا اعتراض جن وجوہ سے غلط ہونا ثابت ہے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

اولاً۔ مہدوی مورخین اور اہل سیر کا متفقہ بیان ہے اور دوسرے مورخین کے بیانات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ راجہ دلپت والی گوڑ کی لڑائی میں حضرت امامنا علیہ السلام بنفس نفیس اپنے پندرہ سو پیرووں کے ساتھ شریک تھے اور سلطان حسین شرقی کو اس لڑائی میں جو فتح حاصل ہوئی وہ حضرت ہی کے عزم واستقلال اور حضرت ہی کی کرامت واعجاز کا اثر تھا۔ اس سے سنتِ جہاد پر کبھی عمل نہ کرنے کی تردید کافی طور پر ہو جاتی ہے۔

ثانیاً۔ اس تاریخی واقعے کے قطع نظر معلوم ہوتا ہے کہ مولف ہدیہ کے خیال باطل میں جہاد کا مفہوم صرف جہاد بالسیف والسنان یعنی قتال ہی کی صورت میں منحصر ہے حالانکہ یہ جہاد اصغر کہلاتا ہے اور اس کے مقابل میں جہاد مع النفس والشیطان اور جہاد بالدلیل والبرہان بھی جہاد کی ایک قسم ہے جس کو جہاد اکبر کہتے ہیں جس کے طرف فرمانِ واجب الاذعان۔ ''**قد رجعنا عن الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر**''۔ مشعر ہے (یعنی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع ہوئے ہیں) حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس چونکہ صفات متعلقہ نبوت وولایت دونوں کی جامع ہے ان دونوں صفات کا کامل ظہور حضرت کی پاک سیرت میں پایا جاتا ہے لیکن منصبِ ولایت کا لازمہ جہاد اکبر یہی وجہ ہے کہ حضرات اولیاے کرام علیہم الرحمہ سے جو عام مومنین سے بہت زیادہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے پابند تھے جہاد بالسیف والسنان کا بہت کم ظہور ہوا ہے۔ کیا مولف ہدیہ بتائیں گے کہ وہ مشہور اولیاء اللہؒ جن کے بیشمار اہل سنت اور خود آپ معتقد ہیں جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی۔ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء۔ بایزید بسطامی۔ سید الطائفہ جنید بغدادی وغیرہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین جہاں جہاد اکبر میں اپنی عمریں صرف کردیں اس کے مقابل سنت جہاد بالسیف والسنان پر عمل کرنے میں اپنی عمر کا کس قدر حصہ مصروف ہے اور کونسے ملک فتح کئے؟ کیا ان حضرات پر بھی آپ تارک سنت جہاد ہونے کا اعتراض والزام عاید کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں اور کیا کبھی آپ نے ایسی جرأت کی ہے؟

پس یہاں بھی چونکہ سراسر کمالِ ظہورِ ولایت ہے جہادِ اکبر ہی پر عمل رہا ہے۔

ثالثاً۔ جہاد بالسیف والسنان بھی ضرورت کے لحاظ سے فرض عین ہوتا ہے۔مگر ہر وقت ایسا لازمی نہیں ہے کہ کوئی آن اس سے خالی ہی نہ رہے۔خلفائے راشدین حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم خلیفہ ہونے کے بعد سے اپنے اپنے دورِ خلافت میں بذاتِ خود ہر غزوہ و ہر سریہ میں شریک نہیں رہتے تھے۔

خود حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتدائے اسلام کی تیرہ سالہ مدت میں جب تک آپ مکہ معظّمہ میں تشریف فرما رہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہوا قتال کا ظہور نہیں ہوا۔البتہ ہجرت کے بعد جب یہ آیت اوراسی نوعیت کی اور آیتیں نازل ہوئیں تو قتال کا سلسلہ جاری ہوا۔

وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعدوا (۲۔ا۔بقرہ)	اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہوں اور حد سے تجاوز نہ کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے جولکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

کان امر اللّٰہ فی ابتداء الاسلام رسولہ بالکف عن قتال المشرکین ثم لما ھاجر الی المدینۃ امرہ بقتال من قاتلہ منھم بھذہ الاٰیۃ۔	ابتدائے اسلام میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ و سلم) کو مشرکین کی لڑائی سے باز رہنے کا حکم دیا تھا پھر جب رسول اللہؐ نے مدینہ کو ہجرت کی تو اس آیت کے ذریعہ ان مشرکین سے لڑنے کا حکم دیا گیا جو آپ سے لڑیں۔

ربیع بن انسؓ کا قول ہے۔

ھی اول اٰیۃ نزلت فی القتال بالمدینہ فکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم یقاتل من قاتل ویکف عمن کف۔(تفسیر کشاف)	یہ سب سے پہلی آیت ہے جو قتال کے متعلق مدینہ میں نازل ہوئی۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی لوگوں سے لڑتے تھے جو (مسلمانوں سے) خود لڑیں اور ان سے تعرض نہیں کرتے تھے جو لڑائی سے باز رہیں۔

قتال کے احکام نازل ہونے کے بعد مدینۂ طیبہ کی دس سالہ مدت اقامت میں بھی بعض غزوات کے سوا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر غزوہ و ہر سریہ میں بنفس نفیس شریک نہیں رہے ہیں۔ان ذوات مقدسہ پر اس عرصہ میں ترکِ جہاد کا اعتراض کرنے کی معاذ اللہ کوئی مسلمان بے ادبی نہیں کرسکتا کیونکہ یا تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہی نہیں ہوا تھا یا جہاد فرض عین ہونے کے اسباب پیدا نہ تھے۔پس امامنا علیہ السلام کو بھی اللہ کی طرف سے حکم قتال نہیں ہوا تھا یا جہاد فرض عین ہونے کے اسباب وشرائط پیدا نہ تھے۔

www.khalifatullahmehdi.info

رابعاً۔جب حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی علیہ السلام کی شان میں۔''**یقوم [1] بالدین فی آخر الزمان کما قمت به فی اول الزمان**'' کی خبر مغیب دی ہے اور ابتدائے اسلام کا وہ زمانہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد بالسیف والسنان کا ظہور نہیں ہوا ہے تو امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کا دعویٰ مہدیت کرنے کے بعد سے جہاد بالسیف والسنان نہ کرنا ہی مخبر صادق کی پیشین گوئی کے عین مطابق ہے بلکہ امامنا علیہ السلام کی صداقت کی یہ بھی ایک بیّن دلیل ہے۔

قبر اطہر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دوسرے مشاہد کی زیارتیں کرنے کے اشکال کی تفصیلی تحقیق انشاء اللہ دلیل اخلاق کے ضمن میں کی جائے گی جہاں مولف صاحب ہدیہ نے بھی ذرا مفصل طور پر ان اشکال کو پیش کیا ہے اور اپنی کج فہمی و غلط فہمی کی زیادہ داد دی ہے۔

یہ تو ترک سنت سے متعلقہ اشکال کی بحث ہے۔تازہ تازہ بدعات اختراع کرنے کی غلط بیانی جو افترا و بیدینی کی حد تک پہنچ گئی ہے اس کی نسبت اولاً مولف ہدیہ کو یہ بتانا چاہیئے کہ ان کے خیال فاسد میں بدعت کی کیا تعریف ہے اور وہ بدعت کس کو کہتے اور سمجھتے ہیں۔ثانیاً بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور واقعہ کتب احادیث میں درج ہے کہ جب آپؓ نے نماز تراویح پڑھانے کے لئے امام مقرر کئے نماز تراویح ہوتے دیکھ کر''**نعمت البدعة**''(اچھی بدعت ہے) فرمایا چنانچہ اس وقت سے آج تک یہی بدعت تمام ملت اسلامیہ میں عام طور پر رائج ہے اور بدعت حسنہ یا بدعت ہدیٰ سمجھی جاتی ہے۔بعض علمائے اہل سنت نے تصریح کی ہے کہ بعض بدعات واجب اور بعض مندوب اور بعض مباح ہیں (مجمع الجار وغیرہ کتب) اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہر بدعت سیئہ ہی نہیں ہے پس مولف صاحب ہدیہ نے مہدویہ کے جن امور کو بدعت کہا ہے انہیں یہ بتایا اور ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ بدعت کی کونسی قسم میں داخل ہیں۔ثالثاً اسی سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت میں امام علیہ السلام کی شان میں جو بدعتوں کو مٹانے کی پیشین گوئی وارد ہے اس سے کونسی بدعتوں کو مٹانا مراد ہے۔بدعات حسنہ کو؟ یا بدعات سیئہ کو؟ پہلی صورت بالبداہتہ باطل ہے کیونکہ وہ تو عین عبادت و طاعت و کرامات و حسنات ہیں اور خلیفہ اللہ کا کام تو خلق کو طاعات و عبادات اور تعمیل احکام خدا و رسولؐ کی طرف بلانا اور ان کے پابند بنانے کی کوشش کرنا ہے نہ کہ ان کو مٹانا۔

اگر ازالۂ بدعات سے بدعات سیئہ کو مٹانا مراد ہے تو یہ حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام پر پورے طور پر صادق ہے کیونکہ حضرت ایسی تمام بدعات سیئہ کو جو دین حقیقی کے منافی ہوں ترک کرنے کے احکام دئے اور خاص مقبلین و مصدقین سے ان کا عملاً ایسا ازالہ فرمادیا کہ ان کے طور وطرایق''**ماانا علیه الیوم واصحابی**'' کا کامل مظہر بن گئے اور''**لا یبقٰی الاالدین الخالص**'' کا کمال ظہور ہوا۔

چنانچہ اسی ہادم بدعات علیہ افضل السلام والصلوٰۃ کے ہدم بدعات کی ایک دلیل ونشانی ہے کہ مولف صاحب ہدیہ اور ان کے کئی

---

[1] یعنی مہدی (علیہ السلام) آخر زمانہ میں دین کو ایسا ہی قایم کریں گے جیسا ہی میں نے اس کو ابتدائی زمانہ میں قایم کیا۔

www.khalifatullahmehdi.info

ہم مشرب اصحاب میں بتقرر معاوضہ قرآن خوانی خدمت موذنی و امامت نماز کی ادائی۔ اعراس کے موقع پر غیر شرعی لوازمات وغیرہ مختلف نوعیّتوں اورصورتوں کی بدعات جو پائی جاتی ہیں وہ مہدویہ میں نہیں پائی جاتیں۔ الحمد لِلّٰہ الذی ھدانا لھذا و ما کنا نھدی لو لا ان ھدانااللّٰہ۔

یہ تمام صورتیں مولف صاحب ہدیہ کے ایجاد و اختراع بدعات کے اعتراض کے ایسے لوازمات ہیں کہ جب تک وہ ان صورتوں کو حل نہ کریں ان کا ایجادِ بدعات کا بے سروپا اعتراض ہی وارد نہیں ہوسکتا لیکن اس موقع پر ہم عام ناظرین کی معلومات کے لئے نفس بدعت کے حقیقی مفہوم و معنی کو بھی مختصراً واضح کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تا کہ یہ معلوم ہوسکے کہ یہاں بدعت کا اطلاق ہی صحیح ہے یا نہیں۔

باعتبار لغت بدعت کے معنی نو پیدا کے ہیں اور اصطلاح میں اس امر کو بدعت کہتے ہیں جس کی اصول دین کتاب وسنت وغیرہ میں کوئی سند نہو۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث اس پر واضح دلالت کرتی ہے جو مشکوٰۃ میں درج ہے اور متفق علیہ ہونے کی صراحت کی گئی ہے۔

قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو مردود۔	جو شخص ہمارے اس دین میں وہ بات نکالے جو اُس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

حاشیہ مشکوٰۃ میں۔''مرقاۃ'' کے حوالہ سے لکھا ہے۔

والمعنی انہ من احدث فی الاسلام رایالم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاھر اوخفی ملفوظ اومستنبط فھو مردود علیہ۔	معنی یہ ہے کہ جو شخص اسلام میں کوئی نئی رائے نکالے جس کی کتاب وسنت میں ظاہر۔ یا خفی۔ صاف لفظی۔ یا استنباط کی ہوی سند موجود نہو تو وہ مردود ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ جس دینی امر کی کتاب اللہ وسنت رسول اللہؐ میں ظاہر یا خفی۔ صاف لفظی یا مفہوم و معنی وغیرہ سے استنباط کی ہوئی سند موجود ہو وہ بدعت نہیں۔ پس مہدویہ کے وہ تمام امور جن کو مولف ہدیہ نے بدعت کہا ہے اُن کی سند کتاب وسنت سے ثابت ہے یعنی وہ سب کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قولی وسنت فعلی سے ماخوذ و مستنبط اور ان کے ٹھیک مطابق ہیں جیسے ذکر اللہ۔ توکل علی اللہ۔ ہجرت۔ انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ کے صاف و واضح احکام اور ان کے فضائل اور ان کے ترک کے وعیدات وغیرہ سب متعلقات وضروریات کتاب وسنت میں بکثرت وارد ہیں پس ایسے امور خود اہل سنت کے اصول پر نو پیدا اور بدعت نہیں بلکہ عین دین کے مسایل واحکام اور واجبات وضروریات ہیں۔ اگر ان کو بدعت کہنا بقول مولف ہدیہ درست ہو تو پھر ان تمام احکام و مسایل کو جو کتاب وسنت سے اسی طرح مستنبط ہیں بدعت کہنا ہوگا حالانکہ ایسا کہنا صریح بیدینی ہے۔ چنانچہ ان احکام کے متعلق اس کے موقع پر بحث وتحقیق کی گئی ہے اور ان کی مزید تفصیلی بحث اور ان کی وجہ موافقت کتاب وسنت وغیرہ اصول دین سے باب ہشتم میں بیان ہوئی

www.khalifatullahmehdi.info

ہے ملاحظہ کی جائے۔

اگر کسی امر کو صرف فرض قرار دینا جس کو دوسروں نے مستحب و معذوب کہا ہو مولف ہدیہ کے نزدیک بدعت ہے تو جن آئمہ مجتہدین اور جن اکابر اہل سنت نے جن جن امور کو فرض کہا ہے جو دوسروں کے نزدیک مستحب و مندوب تھے ان سب کو بدعت کہنا ہوگا جن کی بہت سی مثالیں اجتہادی مسایل میں ملتی ہیں اور ایسا کہنا گویا تمام شریعت اجتہادکو بدعات سے مملو تسلیم کرنا ہوگا۔

الحمدللہ والمنۃ مولف صاحب ہدیہ نے دلیل یازدہم بقیہ احادیث ''سراج الابصار'' کی ابتدائی بحث میں عموماً حضرات مہدویہ اور خصوصاً جناب مصنف ساحب سراج الابصار رحمتہ اللہ علیہ کی جناب میں جو غلط بیانی اور بدگوئی کی تھی وہ سب خود مولف ہدیہ کی غلط فہمی نکلی اور جن روایتوں کو مولف ہدیہ نے امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات سے غیر منطبق ہونے کا دعویٰ کیا تھا اگرچہ وہ روایتیں خود اہل سنت محدثین کے اصول پر موجب قطع و یقین نہیں قرار پاتیں اور نہ ان کا مطابق ہونا ضروری ثابت ہوتا ہے اس کے باوجود وہ روایتیں بھی امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات سے پوری منطبق ثابت ہوئیں۔

مولف ہدیہ اب یہاں سے اپنی کج فہمی و نادانی کا ایک نیا باب یہ پیش کررہے ہیں کہ حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کے بعض فرامین پر زباں درازی شروع کی ہے اور اس سے غافل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ ''یریدون لیطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ مستم نورہ ولو کرہ المشرکون'' ہمیشہ صادق آتا رہا ہے اور یہاں بھی صادق ہے اللہ تعالیٰ کا نور معاندین کے پھونک مار کر بجھانے کی کوشش سے نہ کبھی بجھا ہے اور نہ اب بجھ سکتا ہے۔

مولف ہدیہ نے حضرت امامنا علیہ السلام کے زمانۂ اقامتِ شہر فرہ کے اُس واقعہ کو ''دلیل شانزدہم'' قرار دیا ہے جبکہ بادشاہِ خراسان کی طرف سے مشہور علمائے ہرات کا ایک بااختیار وفد شہر فرہ آیا اور ارکانِ وفد نے مسئلہ مہدیت کی تحقیق کرنے اور حضرت کا بیان قرآن سننے کے بعد حضرت امامنا علیہ السلام کے ''مہدیٔ موعودؑ'' ہونے کی تصدیق کی چنانچہ مولف ہدیہ لکھتے ہیں۔

> یہ واقع بتفصیل مطلع الولایت میں لکھا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب ان کے مہدی ملک خراسان کے شہر فرہ میں پہنچے وہاں کے علماء خبر دعویٔ مہدیت کی سنکر ایک سال تک مباحثہ کرتے رہے جب عاجز ہوگئے وہاں کے حاکم امیر ذوالنون نے تمام ماجرا بادشاہِ خراسان میرزا حسین کی خدمت میں دارالسلطنت ہرات کو لکھ کر روانہ کیا بادشاہ مذکور نے اپنے ملک میں سے چار عالم یعنی ملا علی فیاضی اور ملا محمد شروانی اور ملا علی گل اور ملا مخدوم کو انتخاب کر کے تمام کتابیں اپنے کتب خانے اور تمام شہر کے علما کے کتب خانوں کی مع ایک جماعت علما کے ان کے حوالے کیں ان سب نے بکمال جانفشانی دو مہینے تک ان تمام کتابوں کو اولٹ پلٹ کر کے چار سوال انتخاب کر کے چاروں عالم چار سو سواروں کے ساتھ فراہہ کو روانہ ہوے۔ بعد پہنچنے مقام مذکور کے میراں کی خدمت میں آکر سوال شروع کئے۔
>
> سوال اول۔تم اپنے تیئں مہدیٔ موعود کہتے ہو کس دلیل سے اور کہاں سے کہتے ہو۔
>
> جواب۔ بندہ نہیں کہتا فرمان حق تعالیٰ کا ہوتا ہے کہ اے سید محمد تو مہدیٔ موعود ہے۔

سوال دوم۔تم کونسا مذہب رکھتے ہو۔

جواب۔ہم مذہب مصطفیؐ رکھتے ہیں کسی مذہب پر مقید نہیں ہیں۔

سوال سوم۔تم کس تفسیر سے بیان کرتے ہو۔

جواب۔ہم مراد اللہ بیان کرتے ہیں اور جو تفسیر وغیرہ کہ اس بندہ کے بیان کے موافق ہووے وہ صحیح ہے ورنہ غلط۔

سوال چہارم۔کہ تمام امت میں محال ہے پیش کر کے پوچھے کہ تم دعویٰ رویت الٰہی کا کرتے ہو اور خلق کو اس کی طرف دعوت کرتے ہو۔

جواب۔میراں نے آیاتِ قرآنی ''فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ''اور''ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ ''اور''الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الاانہ بکل شئی محیط ''اور''لا تدرکہ الابصار وھویدرک الابصار ''اور''لن ترانی ''وغیرہ سے روایت دار دنیا میں ثابت کر کے پوچھا قاضی بچند گواہ راضی علمانے کہا کہ بدو گواہ معتبر۔میراں نے کہا ایک ہم دوسرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیتے ہیں رویت باری کی۔اور سیدھے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ دیکھو حاضر ہیں جو چاہو سو پوچھ لو۔مل اعلی فیاض بار بار کہتا کہ اے میر ہم کو تمہیں ایک گواہ بس ہو۔جب سب اشکال حل ہو چکے تصدیق کر کے برخاست کی۔الخ (ہدیہ صفحہ۔۱۳۶ اور ۱۳۷)

مولف صاحب ہدیہ نے اس واقعہ کی نسبت جو اشکال پیش کئے ہیں ان کو ہم بعد میں ترتیب وار درج کر کے ہر ایک کے مالہ و ماعلیہ سے بحث کریں گے لیکن پہلے ناظرین کرام کو مولف ہدیہ کی چند فروگزاشتوں کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے جو مولف ہدیہ سے واقعہ کے لکھنے اور اشکالات پیش کرنے میں ہوئی ہیں۔

''مطلع الولایت'' کا جو خلاصہ لکھا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔مثلاً ''مطلع الولایت'' میں رویت دنیوی پر دلالت کرنے والی آیتوں اور اُن آیتوں کو جن سے منکرین رویت نفی رویت پر استدلال کرتے ہیں علیحدہ علیحدہ تلاوت کر کے ان میں تطبیق فرمانے کی تصریح موجود تھی مگر مولف ہدیہ نے خلاصہ نویسی میں دونوں نوعیت کی آیتوں کو خلط ملط کر کے پیش کیا اور تطبیق کا ذکر نہیں کیا ہے۔

واقعات کے بعض ضروری حصے ذکر نہیں کئے ہیں جو مطلع الولایت میں موجود تھے جیسے امیر ذوالنون کی تحریر پر بادشاہ خراسان کا خود تحقیق کے لئے فرہ جانے کا ارادہ کرنا اور ارکان سلطنت کا بادشاہ کی علامت کا عذر پیش کر کے اول چند علما کو بھیجنے کا مشورہ دینا مطلع الولایت میں تھا اور خلاصہ نویسی میں اس کو چھوڑ دیا ہے۔

چار سوالات انتخاب کرنے کے بعد اُن کو بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کرنا اور بادشاہ بھی ان سوالات کو پسند کرنا مطلع الولایت میں درج ہے اور خلاصہ نویسی میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

جناب مولف صاحب مطلع الولایت رحمتہ اللہ علیہ نے ہر سوال و جواب نقل کرنے کے بعد ہر جواب کی معقولیت اور وہ جن اصول

www.khalifatullahmehdi.info

پر مبنی ہے اس کے وجوہ و دلایل مختصر طور پر ذکر کرتے گئے ہیں۔ اور ارکان وفد کی اس سے تشفی ہو کر اس کو تسلیم کرتے جانے کی صراحت کی ہے مگر مولف ہدیہ نے ان توجیہات پر بالکل پردہ ڈال دیا ہے۔ اگر وہ ذکر کر دی جاتیں تو اُن کی روشنی میں ناظرین خود فیصلہ کر سکتے کہ مولف ہدیہ کے پیش کردہ اشکالات کہاں تک واجبی ہیں۔

جبکہ بعض بزرگان مہدویہ کی اس قسم کی تلخیص۔ تضمین۔ اقتباس میں کوئی حصہ ذکر ہونے سے کہیں رہ گیا ہے تو مولف ہدیہ بڑے شدومد سے اسکو تحریف۔ تبدیل۔ تغیر۔ اخفا۔ سرقہ قرار دیتے آئے ہیں تو اُن کو خود اپنا یہ عمل بھی تحریف۔ تغیر۔ سرقہ ہونے کا اعتراف کرنا ہوگا اور نہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان بزرگانِ مہدویہ پر بھی یہ اعتراضات صحیح نہیں ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ نے مطلع الولایت میں یہ قصہ بتفصیل درج ہونا بیان کر کے تمام واقعہ کی اور اپنے اشکالات کی بنا مطلع الولایت ہی کی روایت پر رکھی ہے حالانکہ جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کی متعدد کتابیں ہیں اور کسی کتاب میں کوئی واقعہ مجمل ذکر کیا گیا ہے تو دوسری کتاب میں دوسری روایتوں سے اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے اور ان دونوں کے ملانے سے پوری تفصیل معلوم ہو جاتی ہے۔

امامنا علیہ السلام کی سیرت کی بھی کئی کتابیں ہیں ان کی بھی یہی حالت ہے کہ کسی میں کوئی واقعہ اجمالاً بیان ہوا ہے تو دوسری کتابوں میں دوسری روایتوں سے اس کی تفصیل ملتی ہے مطلع الولایت کی مندرجہ بعض راویتیں بھی واقعات کی تفصیل سے ساکت ہیں۔ مولف صاحب ہدیہ نے یہی غلطی کی ہے کہ دوسری روایتوں کی مندرجہ تفصیلات سے بالکل آنکھیں بند کر لی ہیں۔ حالانکہ وہ تفصیلات جن کتابوں میں درج ہیں وہ کتابیں بھی مولف صاحب ہدیہ کے زیر مطالعہ رہی ہیں اور ان کے حوالہ جات بھی انہوں نے کئی موقعوں پر دئے ہیں تو پھر ان تفصیلات کو نظر انداز کر دینے کی کوئی وجہ نہیں تھی اگر ان تفصیلات سے آنکھیں بند نہ کر لی جاتیں تو وہ اشکال ہی پیدا نہ ہوتے اور اس کے پیش کرنے کی ضرورت داعی نہ ہوتی مثلاً مولف ہدیہ نے یہ اشکال پیش کیا ہے کہ۔

کیا یہ سوال اس قابل تھے کہ تمام علمائے ہرات دو مہینے کی دردسری کر کے انتخاب کریں'' لیکن شواہد الولایت کی روایت سے اس واقعہ کی یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ امیر ذوالنون کی عرضداشت پہنچنے کے بعد بادشاہ خراسان نے شیخ الاسلام کو جب مسئلہ مہدیت کی تحقیق کرنے کا حکم دیا تو شیخ الاسلام نے اپنے تمام شاگردوں اور دوسرے علما کو دعوت دیکر مجلس مناظرہ منعقد کی اور تمام حاضرین کو دو گروہ میں تقسیم کر کے یہ قرار دیا کہ ایک گروہ اثبات مہدیت کے دلایل پیش کرے اور دوسرا گروہ اس کی تردید کرے خود شیخ الاسلام اس گروہ میں تھے جو درپے اثبات تھا کئی روز تک مناظرہ جاری رہنے کے بعد اس گروہ کے دلایل قوی ثابت ہوئے جو دلائل اثبات مہدیت پیش کر رہا تھا۔

شیخ الاسلام نے اس موقع پر بڑی دیانت سے کام لیا اور یہ خیال کیا کہ ان علما میں اکثر میرے شاگرد ہیں اور کئی میرے ماتحت ہیں چونکہ میں اثبات کا حامی تھا ممکن ہے کہ انہوں نے میری رعایت کر کے یا مجھ سے مرعوب ہو کر خاطر خواہ تردیدی دلائل پیش نہ کئے ہوں۔ لہذا ایک اور مرتبہ از سرنو اس طرح بحث کی جائے کہ جو فریق تردید کر رہا تھا وہ اثبات کے دلایل پیش کرے اور جو درپئے اثبات

تھا وہ تردید کرے۔اس طرح اب شیخ الاسلام تردید کرنے والے گروہ میں شامل ہو گئے اور کئی روز تک یہ بحث مباحثہ بھی جاری رہا۔آخر میں پھر بھی اثبات ہی کے دلائل پیش کرنیوالے یعنی شیخ الاسلام کے مقابل گروہ کا غلبہ رہا۔اس سے شیخ الاسلام کو کامل اطمینان حاصل ہو گیا کہ دونوں صورتوں میں اثبات کے دلائل راجح ہیں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہو رہا ہے کہ دو مہینے کی مدت اس تحقیق میں گزری اس تفصیل کے موجود ہوتے انتخابِ سوالات کے لئے دو مہینے کی مدت صرف ہونے کا اشکال ظاہر کرنا مبنی بر دیانت وحقیقت نہیں ہے۔

ایسا ہی شواہد الولایت میں یہ بھی درج ہے کہ وفد علمائے ہرات جس وقت حضرت امامنا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ہے حضرت آیت ’’و ذرانا لجھنم کثیراً من الجن و الانس الآیة‘‘ کا بیان فرما رہے تھے۔ارکانِ وفد مجلس بیان میں شریک رہے اور بیان سنکر ہی حضرت کے کمالات وفضائل علمی کے ایسے معترف اور معتقد ہو گئے کہ بعد میں انہوں نے شیخ الاسلام کو اطلاع دی کہ ہمارے علم کو حضرت کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ کو دریا سے ہو سکتی ہے۔

ختم بیاں پر ملا علی فیاضی صدر وفد نے عرض کیا کہ حضرت کا بیان سننے ہی سے ہمارے دل میں جو اشکال تھے وہ سب حل ہو گئے ہیں کچھ پوچھنے کی حاجت نہیں رہی ہے لیکن اجازت ہو تو شیخ الاسلام نے جو سوالات بھیجے ہیں وہ عرض کر دئے جاتے ہیں۔حضرت نے اجازت دی اور انہوں نے وہ سوالات عرض کئے اور حضرت نے ان سوالات کے جو جوابات ادا فرمائے ان سے صدر وارا کان وفد کی مزید تشفی ہو گئی اور وہ تصدیق مہدیت سے مشرف ہو گئے۔

واقعہ کی اس تفصیل کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ وفد علمائے ہرات صدر وارکان کا اپنے ضمیر کے موافق ہر سوال و جواب میں کامل ربط اور جوابات کی معقولیت تسلیم کر کے دعویٰ کی تصدیق کر لینا ایک تاریخی واقعہ ہے جو تمام مہدوی اہل سیر کا متفق علیہ ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اب یہاں جو سوال حل طلب ہے وہ یہی ہے کہ کوئی واقعہ جس کا وقوع تاریخی اعتبار سے ثابت ومتحقق ہو۔اس واقعہ کے کئی سو سال بعد اس کے متعلق کوئی شخص تاریخی حیثیت سے نہیں بلکہ اپنی ذاتی رائے اور خیال کی بنا پر کچھ قیاس آرائی کرے تو کیا وہ واقعہ غلط قرار دیا جائے گا؟ جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے باب دوم میں اشارہ کیا ہے اس کی صحیح مثال حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے مشرف باسلام ہونے کا واقعہ ہے جو یہود کے بڑے اور مشہور علما میں تھے جب حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور مدینہ کے لوگ حضرت سے ملنے کے اشتیاق میں جوق جوق آرہے تھے عبداللہ بن سلامؓ بھی ملنے کے لئے حاضر ہوئے۔حضرتؐ کے چہرۂ انور پر نظر پڑتے ہی اُن کے ضمیر نے یہ فیصلہ کیا ’’ماھٰذا وجہ کذّاب‘‘ (یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے) وہ خود کہتے ہیں اس کے بعد میں گھر آ گیا اور پھر دوبارہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت سے تنہائی میں ملا دو تین سوال حضرتؐ سے کئے۔

اول۔ قیامت کی سب سے پہلی علامت کیا ہوگی؟

دوم۔ مومنین کے لئے جنت میں سب سے پہلے کیا غذا دیجائے گی؟

www.khalifatullahmehdi.info

سوم۔ بچہ کبھی باپ کے اور کبھی ماں کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟

ا۔ قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانک کرلے جائے گی۔

۲۔ اہل جنت مومنین کی پہلی غذا زیادہ تر مچھلی کا جگر ہوگا۔

۳۔ ماں باپ میں سے جس کا نطفہ پہلے اور زیادہ رحم میں ٹپکے بچہ اس کی شکل اختیار کرتا ہے۔

عبداللہ بن سلامؓ اپنے سوالات کے جوابات سنکر پکار اٹھے **اشھد ان لا الٰہ الااللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ**۔(مدارج النبوۃ جلد دوم)

عبداللہ بن سلامؓ کا حضرت رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہونا سوالات پیش کرنا حضرت کے جوابات سے ان کو اطمینان اور تشفی ہوجانا اور ان کا مشرف باسلام ہونا ایسا تاریخی واقعہ ہے جس پر سب اسلامی مورخین واہل سیر کا اتفاق ہے۔

اگر آج بارہ سو سال بعد کوئی یہودی اس تاریخی واقعہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے تاریخی اصول پر نہیں بلکہ اپنی ذاتی رائے وخیال کی بنا پر قیاس آرائی کرے کہ یہ واقعہ اور وہ سوالات جو اسلامی مورخین نے بیان کئے ہیں عبداللہ بن سلامؓ کی فضیلت کے مناسب و موزوں نہیں ہیں اور ان کے جوابات بھی جو پیغمبر اسلام نے دئے ہیں وہ بھی اس قابل نہیں ہیں کہ نبوت کی آزمائش کا معیار ہوسکیں۔تو ظاہر ہے کہ اس کی قیاس آرائی سے عبداللہ بن سلامؓ کا یہ واقعہ غلط نہیں ہوجائیگا۔

پس ملا علی فیاضیؒ اور دوسرے ارکان وفد کا حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان قرآن سن کر سوالات کے جوابات سے مطمئن ہوکر اپنے ضمیر کے فیصلہ کے مطابق اپنی کم مائیگی اور حضرت امامنا علیہ السلام کے نامحدود کمالات وفضائل علمی کا اعتراف کر کے تصدیق مہدیت سے مشرف ہوجانا بھی متفقہ تاریخی واقعہ ہے۔

اس یہودی کی طرح مولف ہدیہ کا اُس واقعہ سے کئی سو سال بعد اس پر آج اشکالات پیش کرنا سراسر بے نتیجہ ولا حاصل ہے اس سے نہ وہ واقعہ غلط ہوسکتا ہے اور نہ اس کے کسی حصہ کہ صحت وواقعیت پر کوئی اثر پڑسکتا ہے کیونکہ جن سائلین کو اپنی تشفی مقصود تھی ان کی کامل تشفی اسی وقت ہوگئی۔ جو لوگ آج اشکال پیش کررہے ہیں یہ ان کی خبث باطنی کے مظاہرے ہیں۔ظاہر ہے کہ آج کے پیش کردہ اشکالات کی وجہ سے چارسو سال قبل کی اس تشفی واطمینان قلبی کی ایمانی وروحانی فضا کی نفی کسی طرح لازم نہیں آسکتی۔صرف اس واقعہ کا ثابت ومتحقق ہونا ہی ان تمام اشکالات کے غلط ہونے کا کافی ثبوت اور ان کا شافی جواب ہے اور کسی تازہ جواب کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن ہم تفصلاً ناظرین کو ان اشکالات کی فی نفسہ غلطی ظاہر کرنے کے لئے ترتیب وار اُن کے مالہ وماعلیہ سے بھی بحث کرتے ہیں۔

امامنا علیہ السلام کی مدت اقامتِ فرہ کی تحقیق:۔ اس واقعۂ وفد علمائے ہرات پر مولف ہدیہ کو جو پہلا اشکال ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

ایک برس تک علمائے فرہ مباحثہ کرتے رہے پھر دو مہینے تک علمائے ہرات سوالات اربع انتخاب کرتے رہے

www.khalifatullahmehdi.info

یہ چودہ مہینے ہوتے ہیں حالانکہ کل قیام شیخ کا فرہ میں نو مہینے ہے جیسا کہ تمام کتب مہدویہ سے ثابت ہے پس نو میں اتنے مہینے کیونکر داخل ہو گئے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ امامنا علیہ السلام کی اقامت فرہ میں تقریباً ڈھائی سال رہی ہے۔ باب دوم میں بھی مولف ہدیہ نے یہی غلط بیانی کی ہے اور پھر یہاں اس کا اعادہ کیا ہے اور لطف خاص یہ ہے کہ تمام کتب مہدویہ پر یہ افترا کیا ہے کہ ان سے امامنا علیہ السلام کی اقامت فرہ میں جملہ نو مہینے ثابت ہے حالانکہ کسی کتاب سے فرہ کی جملہ اقامت صرف نو مہینے ثابت نہیں ہوتی۔ تمام کتب سِیَر و موالید میں یہ صراحت موجود ہے کہ امامنا علیہ السلام فرہ تشریف لائے تو اولاً بیرون شہر ملک سکندر حاجی کی سرائے میں نزول فرمایا اور پھر بہت عرصہ کے بعد اندرون شہر تشریف لے گئے چنانچہ شواہد الولایت میں لکھا ہے کہ۔

''حضرت امام درفرہ کہنہ قدم سعادت فرمودند در سرائے ملک سکندر حاجی فرود آمدند''۔

معراج الولایت میں لکھا ہے کہ۔

''آنحضرت در فرہ بیرون شہر فرکش شدہ بودند شاہ بسیار خواست کہ اندرون شہر بیایند امام حضرت اندرون شہر نرفتند وچوں سیدین مخصوصینؓ و بندگی میاں شاہ نعمتؓ وغیرہ از گجرات آمدند در شہر رفتند''

بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰن نے اپنے مولود میں لکھا ہے کہ۔

''مقام آں سرور در فرہ بیرون شہر در باغ بود میر ذوالنون ہر چند سعی کرد کہ درون شہر بیایند نیامدند تا زمانیکہ میرانسید محمود و بندگی میاں سید خوندمیر و بندگی میاں نعمت ومیاں عبدالمجید ومیاں ابومحمد ومیاں شیخ محمد کبیر ومیاں یوسف رضی اللہ عنہم کہ بہ گجرات رواں شدہ بودند بیامدند بعد از آمدن ایشاں در شہر آمدند''۔

ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام جب فرہ تشریف لاے ہیں تو بیرون شہر فرہ جس کو فرہ کہنہ کہتے ہیں ملک سکندر حاجی کی سرائے میں اقامت فرمائی اگرچہ کہ میر ذوالنون گورنر فرہ نے بہت کوشش اور درخواست کی کہ حضرت اندرون شہر تشریف لائیں لیکن حضرت شہر میں تشریف نہیں لے گئے جب سیدین اور دوسرے مہاجرین رضی اللہ عنہم گجرات سے واپس ہوے تو امامنا علیہ السلام بیرون شہر فرہ یعنی ملک سکندر کی سرائے سے اٹھ کر اندرونِ شہر فرہ تشریف لائے ہیں۔

بیرونِ شہر کتنی مدت اقامت رہی اور اندرونِ شہر کس قدر عرصہ تک حضرت تشریف فرما رہے اس کے متعلق صاحب تاریخ سلیمانی کا قول ہے کہ۔

سکونت میراںؑ در فرہ دو سال شدہ است۔ و بعد از آمدن میرانسید محمود در فرہ امام علیہ السلام مدت شش ماہ۔ روزینہ در حجرۂ میرانسید محمودمی ماندند وشبانہ در حجرۂ بندگی میاں۔

یعنی امامنا علیہ السلام کی ظاہر فرہ یعنی حوالی ومضافات فرہ میں بقول مولف شواہد الولایت فرہ کہنہ میں دو سال سکونت رہی اور سیدین کی واپسی کے بعد خاص فرہ میں چھے مہینے تشریف فرما رہے جہاں دن کو میراں سید محمود کے اور رات کو بندگی میاںؓ کے کمرے میں رہتے تھے، البتہ مولف شواہد الولایت کی تحقیق یہ ہے کہ امامنا علیہ السلام سیدینؓ کی واپسی سے تین مہینے قبل ہی اندرون شہر فرہ تشریف لا

www.khalifatullahmehdi.info

چکے تھے اور سیدین کی واپسی کے بعد چھ مہینے حضرت کی حیات ہوئی اس طرح نو مہینے خاص شہر فرہ میں حضرت مقیم رہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ۔

الغرض بعد از آمدن میرانسید محمود و بندگی میانسید خوندمیر حضرت ولایت پناہ را حیات شش ماہ شدہ است و سہ ماہ قبل ہذا در فرہ حضرت امام آمدہ بودند منجملہ نو ماہ حیات شاہنشاہ در ینجا شدہ است''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نو ماہ خاص اندرونِ شہر فرہ کی اقامت کی مدت ہے جس میں ظاہر فرہ یعنی حوالی ومضافات شہر فرہ کی مدت اقامت شامل نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مولف شواہد الولایت نے ظاہر فرہ یا فرہ کہنہ نہیں لکھا بلکہ صرف فرہ لکھا ہے جس سے اندرون شہر فرہ مراد ہے۔ اندرون و بیرون شہر کی جملہ اقامت کے بارے میں تاریخ سلیمانی کا قول اوپر گزر چکا ہے ''در ظاہر فرہ دو سال'' و در فرہ شش ماہ'' اس کے علاوہ قدیم اور مستند موالید میں بھی یہی لکھا ہے کہ۔

''حضرت میراں علیہ السلام در فرہ دو سال و پنج ماہ ماندند'' (معارج الولایت) بعد از داخل شدن در فرہ دو سال و پنج ماہ حیاتِ آنحضرت ماند (مولود شاہ عبدالرحمٰن)

پس مولف ہدیہ نے ان تمام تصریحات سے چشم پوشی کر کے جو ان کے پیش نظر تھیں انتہائی غلط بیانی سے کام لیا ہے کہ امامنا علیہ السلام کا کل قیام فرہ میں نو مہینے رہا ہے حالانکہ آنحضرت کی اقامت فرہ میں تقریباً ڈھائی سال رہی ہے۔ اس لحاظ سے مولف ہدیہ کی وہ تمام ہرزہ سرائی باطل و ناقابل التفات قرار پاتی ہے جو انہوں نے لکھا ہے کہ ''نو مہینے میں اتنے مہینے کیونکر داخل ہو گئے''۔

مولف ہدیہ کا دوسرا اشکال یہ ہے کہ

خراسان میں مہدویہ کی موجودگی:۔ سرزمین ہند میں کہ چند غربا و رعایا معتقد ہوئے اور سلاطین ہمیشہ نکال نکال کرتے رہے جس پر اب تک مذہب واہل مذہب باقی ہیں۔ خراسان میں اگر بادشاہ وعلما مصدق ہوئے تھے چاہیئے تھا کہ وہاں یہاں سے زیادہ یہ مذہب باقی ہوتا۔ الخ

یہ دلائل اثبات کا باب ہے نہ رزایل و واہیات کا۔ ایسے عامیانہ اشکال سے کیا کام نکلتا ہے جو کئی طرح سے مخدوش ہے۔

اولاً مولف ہدیہ نے فرض کر لیا ہے کہ آج خراسان میں مہدوی نہیں ہیں پھر اس مفروضہ نظریہ پر سے ایک اور نظریہ یہ قایم کر لیا ہے کہ خراسان کے بادشاہ اور علما مذہب مہدویہ قبول نہیں کئے تھے اگر قبول کئے ہوتے تو وہاں ہند سے زیادہ مہدوی رہتے۔ حالانکہ کسی مقام پر اس وقت کوئی صورت حال نہ ہونے سے گزشتہ زمانہ میں بھی اس کا نہ ہونا ضروری نہیں ہوتا ممکن ہے کہ۔ پہلے وہ حالات ہوں اور اب نہ ہوں۔ ان حالات کی بہترین مثال یہ ہے کہ آج اسپین میں مسلمانوں کی کثرت تعداد اور حکومت نہیں ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا نری جہالت ہوگی کہ گزشتہ زمانہ میں بھی وہاں مسلمانوں کی کثرت وحکومت نہیں تھی اگر ہوتی تو وہاں زیادہ تعداد مذہب اسلام کے پیروں کی باقی رہتی۔ ظاہر ہے کہ ایسا نظریہ قایم کرنا صریحاً غلط اور اس سے مسلمانوں کی کئی سو سالہ شاندار حکومت کے وجود سے انکار یا

ےمیں کہتا ہوں کہ مولوی زماں خاں صاحب نے خراسان میں کسی مصدق کے موجود ہونے کا جو انکار کیا وہ غلط ہے (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

اس کی نفی لازم نہیں آسکتی فلذا ہنا (یعنی یہاں بھی ایسی ہی صورت ہے)۔

ثانیاً۔ یہ تقریر تو مولف ہدیہ کے ان دو مفروضہ نظریوں میں لزوم نہ ہونے سے متعلق تھی۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ خراسان وغیرہ اور ممالک کے بادشاہ و حکام ورعایا اور علما وعوام تمام بھی امامنا علیہ السلام کی پُر صدق وصفا ذات اقدس کی تصدیق سے بالکل محروم ہی رہے تو حضرت امام علیہ السلام کے دعویٰ مہدیت کی صداقت میں تب بھی کوئی خلل عائد نہیں ہوسکتا اور اعلیٰ مرتبہ امامت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ان طبقاتِ خلائق کا تابع ہونا جو حصولِ قہر وغلبہ کی ایک صورت ہے اس کا وجود نبوت کے لوازمات سے ہی نہیں ہے تو وہ امامت وولایت کے لوازمات وشرائط سے کس طرح ہوگا جیسا کہ تمہید میں لکھا ہے۔

طاعة الامام فرض علىٰ الناس فان لم يكن القهر من تمرد الناس وهو لا يعزله عن الامامة فلو لم يطيعوا الامام فالعصيان حصل منهم و عصيانهم لا يضر بالامامة الاترى ان النبى صلى الله عليه و سلم ماكان مطاعاً فى اول الاسلام و ما كان له القهر علىٰ اعدائه من طريق العادة والكفرة قد مردوا عن امر دينه وقد كان هذا لا يضره و لا يغرله عن النبوة. وكذا الامام خليفة النبى صلعم لا محالة وكذالك علىٰ ماكان مطاعاً من جميع المسلمين و مع ذالك ماكان معزولا فصح ما قلنا۔

امام کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے اگر امام کو قہر وغلبہ حاصل نہ ہو تو یہ لوگوں کی سرکشی ہے اور اس سے امام امامت سے معزول نہیں ہو جائے گا۔ اگر لوگ امام کی اطاعت نہ کریں تو یہ لوگوں کی نافرمانی ہے اور ان کی نافرمانی سے امامت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابتداے اسلام میں نبی صلعم کی بھی اطاعت نہیں کی جاتی تھی اور عادتاً آپؐ کو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل نہیں تھا اور کفار آپؐ کے حکم اور آپؐ کے دین سے سرکشی کئے ہوے تھے اور ان کی یہ سرکشی آپؐ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکی اور نہ آپؐ کو نبوت سے معزول کرسکی ایسا ہی امام بھی نبی صلعم کا ضرور خلیفہ ہے۔ ایسا ہی علی کرم اللہ وجہہ کے تمام مسلمان مطیع ومنقاد نہیں تھے اس کے باوجود آپ معزول نہیں تھے پس ہم نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے۔

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) کیونکہ مولوی صاحب نے کیا سب خراسان کی سیر کی ہے جو وہاں کسی مصدق کا وجود آپ کو معلوم نہیں ہوا۔ اس انکار سے مولوی صاحب کا مقصد کیا ہے وہ بھی ظاہر نہیں ہوا ہے اگر آپ کے خیال میں مصدقین کی کثرت ہی حقیت مذہب کی دلیل ہوتی ہے تو حضرت شعیب وصالح ولوط وغیرہ انبیاء علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کی نبوت حق ہونے کا آپ کو انکار کرنا پڑے گا اس لئے کہ ان کی امت کثیر نہیں تھی اگر آپ کے خیال میں غربا وفقرا کے ایمان لانے سے حقیت مہدیت باطل ہوتی ہے تو اس کا کیا جواب ہے کہ رسول اللہ صلعم پر اول اول جو لوگ ایمان لائے تھے وہ سب غربا وفقرا ہی تھے ان میں سے ایک بھی بادشاہ وعالم نہیں تھا چنانچہ بخاری نے ہرقل شہنشاہ روم کی جو روایت لکھی ہے اس سے بھی یہی امر واضح ہے کہ انبیاء پر غربا وفقرا ہی زیادہ ایمان لاتے ہیں۔ پس یہ امر ظاہر ہے کہ وہ مسلمان جنھوں نے پہلے آنحضرت صلعم کی نبوت کی شہادت دی تھی جب وہ سلاطین نہیں تھے تو اسلام کی بقا اور ترقی کس طرح ہوگئی اور کیا وجہ ہے کہ مذہب اسلام سلاطین اور علما مسلمان ہوے بغیر باقی رہا۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

ثالثاً۔ یہاں تو یہ صورت ہی نہیں ہے بلکہ مولف ہدیہ کے یہ دونوں نظریے بالکل غلط ہیں۔گزشتہ زمانہ میں خراسان کے صدہا علماو فضلا اور حاکم قندھار شاہ بیگ اور صوبہ دار فرہ امیر ذوالنون اور بادشاہ خراسان سلطان میرزا حسین کا بصدق دل جناب امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہونا اہل سیر کے متفقہ بیان سے ثابت ہے جیسا کہ باب دوم میں خود مولف ہدیہ نے بھی اس کا کسی قدر ذکر کیا ہے۔

ملکِ خراسان میں مہدوی موجود نہ ہونے کا نظریہ بھی غلط ہے کیونکہ جو مہدوی زایرین سنین ماضیہ میں حضرت امام علیہ السلام کے روضۂ منورہ کی زیارت کے لئے گئے ہیں ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اثنائے سفر میں ان کا گزر جن دیہات پر سے ہوتا تھا وہاں کے مہدوی جوق جوق آ آ کر ان زایرین سے اسی تعلق سے ملتے تھے کہ یہ اہل دیہات بھی مہدوی اور حضرت کے معتقدین و مصدقین ہیں۔

حال ہی کا واقعہ ہے کہ چند خراسانی بہ لباس فقیرانہ وارد حیدرآباد ہوئے جو اُردو زبان سے بالکل ناآشنا تھے۔اتفاقاً ان کا گزر راس فقیر محرر اوراق کے محلّہ میں ہوا اور فقیر سے ملاقات ہوگئی بزبان فارسی سلسلۂ گفتگو عرصہ تک جاری رہا جیسی کہ عادت ہے طرفین کے حالات وواقعات ایک دوسرے سے دریافت اور بیان ہوتے رہے۔سرسری واقفیت ہونے کے بعد انہوں نے کہا کہ ہمارے آغا خاں (اپنے قبیلہ کے رئیس) نے تم کو سلام کہا ہے فقیر نے پوچھا تمہارے آغا خاں ہم کو کیا پہچانتے ہیں جو سلام کہے ہیں جواب دیا کہ ہم جناب آقا سید محمد مہدیٔ موعودؑ کے مصدق ہیں۔آغا خاں نے کہا ہے کہ جناب آقا سید محمد مہدیٔ موعودؑ کے جو مصدق تم کو ملیں ان کو ہمارا سلام پہنچانا۔غرض خراسان کے اکثر شہر و دیار میں امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باصدق وصفا مصدقین موجود ہیں۔

مولف ہدیہ کا یہ کہنا بھی صریح غلط اور کہنے والے کی کج فہمی اور اہل تاریخ وسیر کے متفقہ اصول اور حالات زمانہ کی علانیہ خلاف ورزی ہے کہ۔

> الملک والدین توامان اور الناس علی دین ملوکہم مشہور قول ہے اور ایسی دستور ہے کہ جس ملک کا بادشاہ وحکام جس مذہب کو قبول کرتے ہیں رعایا بھی اس پر قدم رکھتے ہیں۔الخ اور کسی تاریخ عجم میں مذکور نہیں ہے کہ سلطان میرزا حسین اور میرذوالنون اور علمائے خراسان نے تصدیق کی تھی۔الخ

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) غرض کہ مذہب کی ترقی اور بقا اس بات پر موقوف نہیں ہے کہ بادشاہان اور علما اس میں داخل ہوں۔جو لوگ اقوام عالم کی تاریخ اور جغرافیا سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ بہت زمانہ پہلے سے اج تک یہود میں کوئی عظیم الشان بادشاہ موجود نہیں ہے۔اور پارسیوں میں بھی کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو صاحب تخت وتاج ہو پھر کیا وجہ ہے کہ بغیر سلاطین کے ان کا مذہب موجود ہے۔غرض خلاصہ بحث یہ ہے کہ مذہب کی حقیت کی دریافت من جانب اللہ ہے اور اس کی بقاو ترقی بھی اسی کی مشیت ازلی پر موقوف ہے پس یقین ہے کہ خراسان میں اب بھی ہمارے مذہب کے لوگ موجود ہیں یا منکرین کے اغوا سے مرتد ہوگئے ہوں ارتدادامت سے بھی صاحب امت کو نقصان نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہزاروں آدمی مرتد ہوگئے جن سے صدیق رضی اللہ عنہ نے ؟؟؟ کیا تھا۔خلاصہ یہ کہ غربا کا ایمان لانا اور امرا کا اڑے رہنا اس بات کی دلیل نہیں کہ مدعی مہدیت کی ذات اقدس دراصل مہدیٔ موعودؑ نہیں۔۱۲ اشرف غفرلہٗ

www.khalifatullahmehdi.info

کسی ملک کی رعایا اپنے بادشاہ کے مذہب وملت کے موافق ہوجانا کوئی قاعدۂ کلیہ نہیں ہے۔نجاشی بادشاہِ ملک حبش کا اسلام سے مشرف ہونا تاریخ اسلام میں مشہور ہے لیکن تمام اہل حبش مسلمان ہوجانے کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں ہے اس کے علاوہ بہت سے ملک ایسے ہیں جہاں ہزاروں لاکھوں رعایا اپنے حکام کے مخالف مذہب رکھتے ہیں۔خود اقلیم ہند آپ کے لئے تمام شاہ گاہ ہے کہ حاکم ومحکوم میں کس قدر اختلافِ مذہب ہے۔شہر حیدرآباد ہی کی طرف نظر ڈالئے کہ حاکم۔وزرا۔امرا اور عام رعایا میں کس قدر مخالفتِ مذہبی موجود ہے عیاں راچہ بیاں۔

مورخین عجم نے سلطان میرزا حسین۔امیر ذوالنون اور علمائے خراسان کے تصدیق کرنے کا ذکر نہیں کیا ہے تو اس سے اصل واقعہ غلط نہیں ہوسکتا۔اگر یہی اصول صحیح تصور کرلیا جائے تو پھر تمام اسلامی تاریخ کے ان واقعات کو غیر صحیح قرار دینا ہوگا جنہیں اسلامی مورخین ہی نے بیان کیا ہے اور یہود ونصاریٰ ومشرکین ودیگر اقوام کے مورخین نے ذکر نہیں کیا ہے چنانچہ اس کتاب کی جلد اول حصہ دوم میں اس موضوع بحث کے تحت وضاحت کی گئی ہے کہ ہر قوم کی تاریخ کا ماخذ اسی قوم کی معلومات ہوتی ہیں اور دوسری اقوام کو ان تاریخی واقعات کا علم اسی قوم کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔اگر کسی قوم کی تاریخ کی صحت کا مدار دوسری قوموں کے بیان پر رکھا جائے تو اسلامی تاریخ کا بہت بڑا حصہ غیر صحیح اور ناقابلِ اعتماد ہوجائے گا۔سبحان اللہ مولف صاحب ہدیہ نے مہدویہ کی کاوش میں ایک تازہ ضابطہ اچھا تراشا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے تو تمام اسلامی تاریخ وسِیَر کا صفایا ہوجاتا ہے کیونکہ معاندین اسلام بھی یہی کہہ سکتے ہیں کہ ''نجاشی'' بادشاہِ حبش کے مشرف باسلام ہونے کا واقعہ جو مسلمان مورخین واہل سیر نے لکھا ہے جب تک اس کو حبش کی تاریخ سے ثابت نہ کیا جائے وہ صحیح نہیں سمجھا جاسکتا۔حضرت سرورِ کائنات علیہ الف الف تحیات کے حالات ومعجزات خصوصاً حضرت کی ولادت باسعادت کے وقت قصر کسریٰ میں تزلزل ہونا۔کنگرہائے قصر گر پڑنا۔غزوات اسلامی اور خصوصاً مسلمانوں کے ملک فارس پر حملہ کرنے کی تفصیلات وغیرہ جو تاریخ اسلام میں مذکور ہیں مگر تاریخ عجم میں جن کا ذکر نہیں ہے اس لئے وہ صحیح نہیں ہونا چاہیئے۔لیکن اُصولاً نہ معاندین اسلام کا یہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے اور نہ مولف ہدیہ کا یہ اشکال صحیح ہے۔مگر خدا کی قدرت اور امامنا علیہ السلام کی کرامت واعجاز دیکھئے کہ امامنا علیہ السلام کے یہ واقعات کسی قدر دوسری تاریخوں مثلاً مرآۃ العالم اور منتخب التواریخ وغیرہ میں بھی ملتے ہیں پس اس سے انکار کرنے کے لئے مولف ہدیہ کو اس حیلہ وبہانہ کی بھی گنجایش باقی نہیں ہے۔

مولف ہدیہ کے اشکالِ سوم کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

وفد علماے ہرات کے سوالات پر اعتراضات کے جوابات:۔ یہ چار سوال اس قابل تھے کہ تمام علمائے ہرات دو مہینے کی دردسری کرکے انتخاب کریں کیا ان کے دلوں پر پردہ پڑ گیا تھا کہ تمام علامات وخصائص مہدی جو صحیح احادیث میں مذکور ہیں بھول گئے اور یہی چار باتیں لے کر چلے۔

یہ اشکال بھی کئی وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

اولاً اس سے پہلے تفصیلی واقعات کے ضمن میں لکھا گیا ہے کہ اول علماے ہرات شیخ الاسلام کے حکم سے ثبوت مہدویت اور

علامات وخصائص امام مہدی علیہ السلام کی تحقیق کے درپے رہے اور یہ دومہینے کی مدت باہمی بحث ومباحثہ میں گزری۔ فقط یہ چار سوال انتخاب کرنے کے لئے دومہینے صرف نہیں ہوئے جیسا کہ مولف ہدیہ نے ناظرینِ کرام کو مغالطہ دینے کے لئے ظاہر کیا ہے۔

ثانیاً سوالات کی نوعیت و ماہیت کے لحاظ سے یہ سوالات بیشک اسی قابل تھے کہ مظہر خلافت الٰہی یعنی مہدیٔ موعود حقیقی ہونے کے مدعی ہی سے پوچھے جائیں لیکن ان سوالات کی ماہیت پر غور کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ کسی خلیفۃ اللہ پر ایمان لانے اور دعویٰ خلافت الٰہی کی تصدیق کرنے کے لئے اس قسم کے سوالات کو کس حد تک دخل ہوتا ہے اور کیا وہ سوالات ایمان کے ایسے مدار وموقوف علیہ ہیں کہ ان کے ہونے اور بہتر ہونے سے ایمان درست ہوگا نہ ہوں تو نہ ہوگا۔ خلفائے راشدین اور قریباً کل صحابۂ رسول اللہ آنحضرت صلعم پر ایمان لانے کے لئے نہ کوئی سوالات کر کے جواب کے طالب ہوے اور نہ ان علامات کی چھان بین کی جو توریت وانجیل اور صحفِ انبیاء میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذکور ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سوالات ایمان کے موقوف علیہ نہیں ہیں۔

عبداللہ بن سلامؓ کا واقعہ اس سے پہلے لکھا گیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر نظر پڑتے ہی نورِ ایمان نے ان کے دل کو منور کرڈالا اور ان کے ضمیر نے کوئی سوال پیش کرنے سے پہلے ہی ''ماھٰذا وجہ کذاب'' کا فیصلہ کردیا اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ نے بعد میں جو سوالات میں بھی نہ علامات کا ذکر تھا اور نہ عبداللہ بن سلام نے ان علامات کی تحقیق کی ضرورت سمجھی۔ کیا مولف صاحب ہدیہ بتائیں گے کہ ان صحابۂ رسول اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان درست تھا کہ نہیں جنہوں نے کوئی سوال ہی نہیں کیا اور توریت وانجیل میں مذکورہ علامات کی تحقیق کے درپے نہیں ہوے اور کیا معاذ اللہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قلب منور پر پردہ پڑ گیا تھا جو وہ ان تمام علاماتِ توریت کو بھول گئے اور صرف وہی تین باتیں لے کر چلے جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

ثالثاً۔ علماے ہرات کا واقعہ بھی اسی کے مشابہ ہے شواہد الولایت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

جب وفد ہرات کے چاروں علما وغیرہ حضرات امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پہنچے ہیں اس وقت حضرت اس آیت شریفہ کا بیان فرمارہے تھے۔

لقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئک کالانعام بل هم اضل اولئک هم الغافلون۔	ہم نے بہت سے جن وانس کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے جنہیں دل ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں انھیں آنکھیں ہیں مگر ان سے وہ دیکھتے نہیں انھیں کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کے جیسے بلکہ ان سے زیادہ گمراہ اور غافل ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور مراد کے موافق آیت کی تفسیر پوری پوری اور بیان ختم ہوا تو حضرت کا بیان سن کر ہی وہ چاروں علما معہ ساتھیوں کے حضرت کے ایسے معتقد ہوگئے کہ وفد کے رکن ملا درویش ہروی نے منہ میں تنکا پکڑ کر حضرت سے عرض کیا کہ ہم اپنے علم و معرفت کے باوجود حضرت کے روبرو انعام کے جیسے ہی ہیں اب اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت کے قدم مبارک کے صدقہ سے انعام کی صفات

سے نکال کر انسانوں کے زمرہ میں داخل فرمائے۔

ملا علی فیاضی صدر وفد نے عرض کیا کہ میرانجی ہمارے دل میں جو کچھ اشکال تھے وہ سب حل ہو گئے ہیں کوئی بات پوچھنے کی حاجت نہیں رہی ہے۔لیکن اجازت ہو تو چار سوال جو شیخ الاسلام کی طرف سے بھیجے گئے ہیں عرض کئے جاتے ہیں حضرت نے اجازت دی اور انہوں نے وہ سوالات پیش کئے۔الخ

اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ان علما کو بھی امامنا علیہ السلام کی صداقت کا ایقان وایمان حضرت کے بیانِ قرآن کی سماعت اور حضرت کی ملاقات کے ساتھ ہی حاصل ہو گیا تھا اور سوالات کا پیش کرنا صرف پیام رسانی اور تکمیلِ حجت ظاہری تھی۔

رابعاً علامات وخصائص امام مہدی علیہ السلام کو بھول جانے کا الزام جو مولف ہدیہ نے علمائے ہرات پر عائد کیا ہے وہ بھی اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ ہرات کے شیخ الاسلام اپنے شاگردوں اور دوسرے علمائے ہرات کو جمع کر کے عرصہ تک جو بحث مباحثہ کرتے رہے جس کا کسی قدر مفصل ذکر اس سے قبل ہوا ہے وہ انہی علامات وخصائص ہی کی تحقیق تھی اور اس تحقیق میں ثبوت کے دلائل قوی ثابت ہو چکے تھے۔

اس کے علاوہ جب سے امامنا علیہ السلام خراسان کے حدود میں داخل ہوئے ہیں اس کے بعد سے علمائے خراسان سے اسی تحقیق کا سلسلہ جاری رہا ہے چنانچہ علمائے قندہار وفرہ وغیرہ نے عرصہ تک بحث مباحثہ کرنے کے بعد وہ تمام علامات جو صحیح احادیث میں مذکور ہیں وہ سب آپ کی ذاتِ والاصفات میں موجود پائے اور حضرت کی تصدیق سے مشرف ہو گئے۔فرہ میں تو میر ذوالنون نے ایک علامت پیش کر کے ایک ایسا انتہائی امتحانِ صداقت لینے کی حضرت سے اجازت چاہی اور حضرت نے بکمال کشادہ پیشانی اجازت دی جو بہت کم خلفاء اللہ وہداۃ الی سبیل اللہ کو پیش آیا ہوگا۔چنانچہ مطلع الولایت میں یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے۔

دراں حال (امیر ذوالنون) سوال کرد کہ در حدیث نبوی دیدہ ام کہ تیغ بر مہدی کار نہ کند۔می گویند کہ آنحضرت شمشیر خود را دادہ فرمودند کہ بیازمائید۔میر ذوالنون در حال ایستادہ تیغ بیدریغ کشیدہ دست برداشت وہر چند قصد کرد کہ بزند امادستش چناں ماند برضرب نیامد وروئیش زرد و سبز گشت واو بیہوش شدہ افتاد حضرت میراں دست گرفتہ ہوشیار کردند بہوش آمدہ باز شمشیر برداشت بار دیگر ہمچناں اتفاد۔ہمیں نوع مرۃ بعد اخریٰ ایں کار سہ (۳) بار تکرار کرد آخر الامر شمشیر انداختہ پابوس گشت۔حضرت امام فرمودند اے میر ذوالنون کارِ آتش سوختن است کارِ آب غرق کردن است وکار تیغ بریدن ست وغرضِ فرمودن

اس حالت میں (میر ذوالنون نے) سوال کیا کہ میں نے حدیث نبوی میں دیکھا ہے کہ مہدیؑ کو تلوار نہیں کاٹے گی راوی کہتے ہیں کہ حضرت امام علیہ السلام نے اپنی تلوار دیکر فرمایا کہ آزمالو میر ذوالنون نے اسی وقت اٹھکر اور تلوار کھینچ کر ہاتھ اُٹھایا ہر چند مارنے کا ارادہ کیا لیکن ان کا ہاتھ ویسا ہی رہ گیا اور مارا نہ گیا ان کا چہرہ ہرا پیلا ہو گیا اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑے حضرت نے ہاتھ پکڑ کر ان کو ہوشیار کیا انہوں نے ہوش میں آکر پھر تلوار اٹھائی پھر دوبارہ ویسا ہی گر پڑے اسی طرح وہ تین مرتبہ بار بار کرتے گئے آخر میں تلوار پھینک کر قدموں پر گر پڑے حضرت نے فرمایا میر ذوالنون آگ کا کام جلانا اور پانی کا کام ڈبونا اور

www.khalifatullahmehdi.info

آنحضرت رسالت پناہؐ آنست کہ کسے برمہدیؑ قادر نشود ونتاوند کشت۔ بعدہ میر ذوالنون رو بتصدیق آوردہ گفت کہ مانوکر مہدی ایم و ما ناصر مہدی ایم پیش مہدیؑ تیغ زنیم آنحضرت فرمودند ناصر مہدی خدائے تعالیٰ ست تیغ بر نفس خود بزنید۔

تلوار کا کام کاٹنا ہے حضرت رسالت پناہؐ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مہدیؑ پر کوئی شخص قادر نہ ہوگا اور قتل نہ کر سکے گا بعد میں میر ذوالنون نے تصدیق کر لی اور کہا کہ ہم مہدی علیہ السلام کے نوکر اور معاون ہیں آپ کے روبرو تیغ زنی کریں گے حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مہدی کا ناصر خدا ہے تم یہ تلوار اپنے نفس پر مارو (تاوہ تم کو گمراہ نہ کر سکے)۔

شواہد الولایت میں اس واقعہ کے نتیجہ کے طور پر لکھا ہے کہ۔

پس یکے از علما کہ ناش مولانا نور کُوزہ گر رحمۃ اللہ علیہ بود گفت کہ اگر مہدی آمدن ست ہمیں ذات ست و گرنہ نخواہد آمد۔ میر ذوالنون و اکثر علما کہ در مجلس بودند بر مہدیتِ آن ذاتِ پیغمبر صفات ایمان آوردند۔

پس علما میں سے ایک صاحب نے جن کا نام مولانا نور کوزہ گر تھا کہا کہ اگر مہدیؑ کا آنا حق ہے تو یہی ذات مہدیؑ ہے ورنہ کوئی اور نہ آئے گا میر ذوالنون اور اکثر علما جو مجلس میں موجود تھے اس ذات پیغمبر صفات کے مہدیؑ ہونے پر ایمان لائے۔

غرض یہ تمام واقعات اور یہ سب کیفیت میر ذوالنون کے ذریعہ علمائے ہرات کو معلوم ہو چکی تھی پس انہوں نے علمی امتحانات و سوالات اور انہی علامات کی تحقیقات پھر سے کرنا تحصیل حاصل خیال کیا اور ایسے اصولی سوالات تجویز کئے کہ ان کے جواب ہی سے دعویٰ مہدیت کا حق ہونا ظاہر ہو جائے۔

خامساً۔ اس تمام تقریر سے ناظرین کرام پر یہ حقایق منکشف ہو چکے ہیں کہ سوالات وجوابات اور علامات کی تحقیق پر ایمان موقوف نہیں ہے اس کے بغیر بھی ایمان حاصل ہو جاتا ہے۔

ایمان حاصل ہونے پر بھی اطمینان قلبی کے لئے سوال کرنا جائز ہے۔ بعض انبیاء علیہم السلام سے بھی ایسا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا واقعہ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ حضرت نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

رب ارنی کیف تحیی الموتٰی قال اولم تومن قال بلٰی ولکن لیطمئن قلبی۔

یعنی اے میرے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردہ کو کیسا زندہ کرتا ہے فرمایا کیا تو اس پر ایمان نہیں رکھتا ابراہیمؑ نے کہا ہاں ایمان رکھتا ہوں لیکن (یہ عرض اس لئے ہے کہ) میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

اسی سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اطمینانِ قلبی کے لئے صرف ایک یا چند امور پوچھ لینا کافی ہوتا ہے۔ تمام امور کی نسبت سوال کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

www.khalifatullahmehdi.info

اسی اصول پر ان چار سوالات کے ذریعہ خاص خاص امور کی وضاحت چاہنا جو اطمینانِ قلبی کے لئے کافی ہوں صحیح ہے۔

پس مولف ہدیہ کا سوالات کے ناقص ہونے اور علامات کی تحقیق نہ کرنے کا اعتراض محض عَبَث و لاطائل ہے بلکہ یہ چار سوال واقعی اس قابل تھے کہ مظہرِ خلافتِ الٰہی اور مہدئ موعود حقیقی ہونے کے مدعی ہی سے پوچھے جائیں۔

خود ارکینِ وفدِ علمائے ہرات کے بیان سے بھی ہمارے اس بیان کی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے ہرات سے فرہ کو روانہ ہونے سے پہلے بادشاہِ خراسان میرزا حسین سے کہا اور اسی سے ان کو علمائے فرہ کی تحقیقات پر بھروسہ ہونا ظاہر ہوتا ہے اور ان سوالات کی ماہیت و حقیقت بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ وہ کس مصلحت پر مبنی تھے چنانچہ مطلع الولایت ہی میں لکھا ہے کہ۔

ہر چہار کس با حضرتِ بادشاہ عرض داشتند کہ علمائے فرہ افضل علماے جہانیا نند و قتیکہ ایشاں تصدیق کردہ اند البتہ موافق احایث وقرآن وروایات علماے سلف دیدہ اند مانیز جز ایں سہ چیز علمی نداریم با تامل سیار و تفکر بے شمار چیزے حجت قطعی بریم نا معیار دعوی او باشد هو من امر الله او من غیر الله امن قوة انواع العلوم او مغالطة الشیطحیات۔

ان چار و علما نے بادشاہ سے عرض کیا کہ فرہ کے علما دنیا کے افضل ترین علما ہیں جبکہ انہوں نے تصدیق کر لی ہے البتہ احادیث اور قرآن اور علمائے سلف کی روایتوں کے موافق دیکھا ہے ہم بھی ان تین چیزوں کے سوا کچھ نہیں جانتے ہیں بہت تامل و فکر کے ساتھ ہم ایسی قطعی حجت پیش کریں جو آپ کے دعویٰ کی معیار ہو سکے کہ آپ اللہ کے حکم سے دعویٰ کرتے ہیں یا غیر اللہ کے حکم سے یا قوت علمی سے کرتے ہیں یا شطحیات کے مغالطہ سے۔

اس سے ظاہر ہورہا ہے کہ ان سوالات سے حالاتِ جذبہ [۱] وسکر میں دعویٰ ہونے کی بھی تحقیق مقصود تھی اور حضرت کے جوابات

۱۔ اگر دقیق نظروں سے ملاحظہ کیا جاے تو وہ چار سوالات جو علماے ہرات نے مرتب کئے تھے دراصل وہ بہت ہی مطلب خیز ہیں اور ان میں بہت سے نکتے چھپے ہوے ہیں اور ان کی طبعی ترتیب ایک خاص حالت پر ہوئی ہے جن میں سے ایک سوال دوسرے پر موقوف ہے۔ مختصر طور پر ہر ایک سوال کے فوائد اور ان کی وقت کو میں بیان کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔

پہلا سوال یہ تھا کہ دعویٰ مہدیت آپ اپنی ذات سے کرتے ہیں یا کیا۔ اس سوال میں چند امور مخفی ہیں پہلا یہ کہ بعض دعاوی حالت سکر میں ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کہ سالک مجذوب کا خیال تجلیات کے سطوات سے متحیر ہو جاتا ہے جس سے اس کو رموز غیبی میں تمیز و افتراق کا موقع نہیں ملتا اس صورت میں اس کے دعاوی شطحیات کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ دعوئ مہدیت اگر آپ اپنی ذات سے فرماتے اور اس دعوی میں حکم الٰہی کی مداخلت نہ ہوتی تو اس کا تسلیم کرنا فرض نہ ہوتا۔ تیسرا یہ کہ علمائے مذکور کے خیال میں وہ علاماتِ مہدیت جو احادیث احاد سے استخراج کئے گئے ہیں اُن سے تعرض نہیں کیا گیا اور صرف مدعیٔ مہدیت سے اس کا استفسار ضروری سمجھا گیا کہ آپ کا دعوی خدا کے حکم سے ہے یا نہیں کیونکہ خلفاے راشدین رسول اللہ صلعم نے بھی تصدیق نبوت کے وقت ان علاماتِ رسول اللہ صلعم سے بے اعتنائی کی جو توریت وانجیل میں مذکور اور ذرا بھی علامات کے متعلق دریافت نہیں کیا۔ اسی طرح علمائے مذکور نے بھی علامات مہدی سے بحث نہیں کی اور صرف دعوی کی نسبت استفسار فرمایا تو حضرت نے جواب دیا کہ خدا کے حکم سے دعویٰ کرتا ہوں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ تم کونسا مذہب رکھتے ہو۔ اس سوال کی اشد ضرورت تھی کیونکہ جو شخص اس بات کا مدعی ہو کہ میں خدا کے حکم سے دعویٰ کرتا ہوں۔ تو بالضرور کسی مجتہد کے مذہب کا تابع نہ ہوگا لہذا آپ نے یہ جواب دیا کہ ہم مذہب رسول اللہ صلعم رکھتے ہیں اور کسی مذہب کے مقید نہیں ہیں (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا۔

مولف ہدیہ کہتے ہیں کہ یہ ''چار باتیں ایسی آسان ہیں کہ ہر شخص کہہ سکتا ہے''۔اس کے دو پہلو ہو سکتے ہیں یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ چار سوالات ایسے آسان ہیں کہ ان کے جوابات ہر شخص دے سکتا ہے یا یہ کہ حضرت نے جو ارشاد فرمایا ہے وہی ہر شخص کہہ سکتا اور دعویٰ کر سکتا ہے۔

شق اول کا جواب یہ ہے کہ ہر مشکل سوال کا حقیقی جواب ظاہر ہو جانے کے بعد وہ آسان ہو جاتا ہے یہاں بھی یہی صورت ہے یا یہ ہوتا ہے کہ کوئی اپنی نا قابلیت کی وجہ سے کسی کلام کی حقیقی خوبیوں کو نہیں سمجھتا اور فیصلہ کر لیتا ہے کہ یہ معمولی کلام ہے جیسا کہ جن کفار کی سمجھ قرآن شریف کے حقیقی معانی کی خوبیوں اور گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکی انہوں نے اس کو سطحی نظر سے دیکھ کر یہی فیصلہ کر لیا کہ **ماھذا الا اساطیر الاولین** (یہ فقط گزشتہ لوگوں کے قصے کہانیاں ہی ہیں) اس موقع پر بھی یہی ہوا ہے کہ مولف ہدیہ نے ان سوالات کے عمیق مضامین ومطالب کو نہیں سمجھا ہے اس لئے ان کو آسان سمجھ لیا ہے بہر حال مولف ہدیہ کا ان کو آسان سمجھنے اور کہنے سے منشا یہ ہے کہ یہ سوالات اور جوابات ثبوت مہدیت کے معیار ہونے کے قابل نہیں ہیں۔تقریر ما سبق سے اس اشکال کا اچھی طرح رد ہو گیا ہے۔ عبداللہ بن سلامؓ کا واقعہ اس کی نظیر ہے۔ایک اور واقعہ دیکھو مدارج النبوۃ وغیرہ کتب سیر میں لکھا ہے کہ قبیلۂ قریش کے بعض لوگوں نے علماء یہود سے پوچھا کہ محمد کو نبی ہونے کا دعویٰ ہے نبوت کی علامات کیا ہیں۔علماء یہود نے کہا محمد سے تین سوال کرو اگر ان کا جواب دے تو نبی ورسول ہے اگر نہ دے تو مرد مفتون ہے۔

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) اس جواب سے یہ امر واضح ہو گیا کہ آپ کا دعویٰ سکر کی حالت میں نہیں ہے کیونکہ ان کے فلسفیانہ اغراض جو ان کے سوال میں موجود تھیں اگر چہ پہلے جواب سے دفع ہو چکی تھیں مگر اس جواب نے ان کے دفع شبہات میں اور بھی مدد دی جس سے ان کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ سوالات کے دقایق کو سمجھ کر جواب دینا بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ مجیب حالت سکر میں نہ بلکہ حالتِ صحو میں ہو۔

تیسرا سوال یہ کہ تم کس تفسیر سے بیان کرتے ہو۔اس سوال کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ جو شخص خدا کے حکم سے دعویٰ کرے اور اس کا مذہب بعینہٖ رسول اللہ صلعم کا مذہب ہو تو اس کا بیان کسی تفسیر پر نہ ہوگا کیونکہ جتنی تفسیریں ہیں وہ ظنّی ہیں اور جب مدعی مہدیت خدا کے حکم سے دعویٰ کر رہا ہے تو اس کا ہر ایک قول قطعی ہوگا۔اس صورت میں حضرت امام علیہ السلام کا جواب ان کی پیش بندیوں کے بالکل موافق تھا۔

چوتھا سوال یہ کہ آپ رویت الٰہی کا دعویٰ کرتے ہیں یہ سوال اس واسطے ہوا تھا کہ رویت کا مسئلہ ایک معرکۃ الآرا تھا اور اس میں تین فرقے تھے ایک وہ کہ رویت کا مطلق قایل نہیں تھا۔دوسرا وہ کہ رویت کا قایل دار آخرت میں تھا تیسرا وہ فرقہ کہ دارین میں رویت کا قایل تھا۔اور یہ فرقے اس قدر آپس میں اختلاف رکھتے تھے کہ ہر ایک دوسرے کو تکفیر کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا پس اس مسئلہ کے تصفیہ کی اشد ضرورت تھی۔اور دوسرا یہ کہ یہ سوال حقایق سے متعلق تھا اور مہدی علیہ السلام بھی ولایتِ محمدیہؐ کے خاتم ہیں اور حقایق کا بیان آپ سے متعلق تھا لہذا علماء نے اس کا استفسار کیا۔غرض سارے سوالات فلسفیانہ اصول پر مبنی تھے اور ان کے جوابات کی اشد ضرورت تھی۔ جب مہدی علیہ السلام نے ان کے نفس الامری جوابات ادا فرمائے تو علما نے جن کی طبیعتیں انصاف وعدالت سے خمیر ہوئی تھیں امامؑ کے جوابات کو تسلیم فرمایا اور تصدیق کے شرفِ کرامت سے مشرف ہوئے۔

خلاصہ یہ کہ مولوی صاحب چونکہ علمائے نکتہ رس اور انصاف پسند لوگوں سے نہیں ہیں لہذا ان سوالات کے رموز کو نہیں سمجھا اور بچوں کی طرح اعتراض کر دیا۔

اشرف غفرلہٗ۔

www.khalifatullahmehdi.info

اول یہ کہ چند جوانمرد زمانۂ سابق میں خدا کی طلب میں نکلے تھے وہ کون ہیں؟

دوم وہ مرد جو ربع مسکون کی گشت کیا ہے کون ہے۔

سوم روح کی حقیقت کیا ہے۔

جب ان قریشیوں نے حضرتؐ سے یہ سوالات کئے حضرت نے پہلے اور دوسرے سوال کا جواب ادا فرمایا کہ وہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین ہیں۔تیسرے سوال کا جواب نزول وحی پر موقوف رکھا اور وحی نازل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ روح خدا کا امر ہے۔

حاصل کلام اگر آسان سوالات اور ان کے جوابات مولف ہدیہ کے زعم باطل میں ثبوتِ مہدیت کے معیار نہیں ہو سکتے ہیں تو ضرور ثبوت نبوت ورسالت کے بھی معیار نہیں ہونا چاہیئے۔پس یقین ہے کہ مولف ہدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بھی قائل نہ ہوں گے کیونکہ حضرت نے آسان سوالات کے جوابات ادا فرمائے ہیں جو اور لوگ بھی ادا کر سکتے ہیں۔**اللّٰھم احفظنا عن الفھم السؤ و عمن کان غیباً و غوّیا** (یا اللہ تو ہم کو بُری سمجھ اور دیر فہم اور کج فہم شخص سے محفوظ رکھ)

اب رہی شق ثانی یعنی حضرت امامنا علیہ السلام نے جو کچھ علما کے سوالات کے جواب میں فرمایا ہے ہر شخص وہی کہہ سکنا اور دعویٰ کر سکنا مراد ہو تو ایسا کہنا اور خیال کرنا مولف ہدیہ کی کم فہمی اور بیدینی کا ایک مزید پروانہ ہوگا۔کم فہمی اس لئے کہ مولف ہدیہ نے یہ نہیں سمجھا کہ ہر شخص کو یہ طاقت کہاں کہ وہ وہی دعویٰ کر سکے جو خلیفۃ اللہ کر سکتا ہے اور کیا ہر شخص وہ امتحان بھی دے سکتا ہے جس کی حضرت امامنا علیہ السلام نے میر ذوالنون کو اجازت دی۔اور تو اور ہم خود مولف ہدیہ سے پوچھتے ہیں کہ ہر شخص کے مفہوم میں آپ بھی داخل ہیں کیا آپ یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ میں کسی مذہب کا پابند نہیں ہوں یا میں امرالٰہی سے کہتا ہوں یا جو تفسیر میرے بیان کے خلاف ہو وہ غلط ہے۔یقیناً آپ نے نہ کبھی ایسا کہا ہوگا اور نہ اب کہہ سکتے ہیں۔

بیدینی اس لئے کہ اگر کسی کا ایسا دعویٰ کرنا فرض بھی کر لیا جائے تو اس سے خلیفۃ اللہ کے دعویٰ پر کوئی اثر مترتب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ جھوٹی نقالی سمجھی جائے گی۔اگر مولفِ ہدیہ اس طرح کسی کے بڑھا نکلنے سے خلیفۃ اللہ کے دعویٰ صادق کا متاثر ہو جانا تسلیم کریں تو ان کو مسیلمۃ الکذاب اسودِ عنسی وغیرہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کے دعویٔ نبوت کرنے سے حضرت افضل الانبیاء والمرسلینؐ کے دعویٰ صادق کے متاثر ہونے کے قائل ہونا پڑے گا جو کھلی بیدینی ہے۔

مولف ہدیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سب دعویٰ ہائے بے دلیل ہیں۔نہیں معلوم مولف ہدیہ کس قسم کی دلیل چاہتے ہیں ورنہ تمام خلفاء اللہ نے اپنے دعویٰ ہائے خلافت الٰہی یعنی نبوت ورسالت کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیل پیش کرتے آئے ہیں اور مومنین باصدق و اخلاص جن دلائل کو دیکھ کر ایمان لاتے گئے ہیں یہاں اسی قسم کے دلائل موجود ہیں چنانچہ ان علمائے کرام نے اُنہی دلایل کو دیکھ کر اطمینان قلبی حاصل کیا اور ایمان سے مشرف ہوے اس وقت مولف ہدیہ کی یہ لایعنی بکواس سراسر بے نتیجہ ہے۔نہ اس قسم کے خلجان و وساوس اُن مومنین راسخین کے ایمان میں پیدا ہوے اور نہ اب مولفِ ہدیہ کی اس ہرزہ سرائی سے ان کا ایمان متزلزل ہونے کا امکان ہی ہے۔

اشکال چہارم بھی کئی وجوہ سے غلط ہے:۔ مولف ہدیہ کے چوتھے اشکال کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سوال و جواب ایسا ہے کہ سوال از آسماں جواب از ریسمان الخ

مولف ہدیہ کا یہ اشکال اور یہ دریدہ دہنی کئی وجوہ سے غلط ہے جن میں سے صرف چند وجوہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

اولاً خود مولف ہدیہ نے جو سوال و جواب لکھے ہیں وہ کس حدتک صحیح اور اصل کے مطابق ہیں یا نہیں یہی امر تصفیہ طلب ہے کیونکہ انہوں نے جس کتاب سے یہ نقل کئے ہیں اس کی اصل عبارت نہیں لکھی ہے اپنے الفاظ و عبارت میں اس کا مضمون بیان کردیا ہے۔اور مولف ہدیہ کی تضمین وتخلیص پر اس لئے اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ اکثر موقعوں پر انہوں نے اس قسم کی مضمون نویسی میں دیانت سے کام نہیں لیا ہے اور اس میں کمی وبیشی کردی ہے چنانچہ اس موقع پر بھی انہوں نے مطلع الولایت سے یہ مضمون لینا بیان کیا ہے لیکن مطلع الولایت میں ''کس دلیل سے کہتے ہو'' مذکور نہیں ہے۔

ثانیاًاس سے قطع نظر کر کے مولف ہدیہ نے جو کچھ لکھا ہے اسی عبارت کو دیکھا جائے تو وہ یہ ہے۔

سوال۔تم اپنے تئیں مہدیٔ موعود کہتے ہو کس دلیل سے کہتے ہو اور کہاں سے کہتے ہو۔

جواب بندہ نہیں کہتا ہے فرمانِ حق تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے سید محمد تو مہدیٔ موعود ہے ۔

سوال کی اصلی غرض اس سے صاف ظاہر ہورہی ہے کہ صرف یہ معلوم کرنا مقصود ہے کہ مسئول عنہ جو مدعی خلافتِ الٰہی ہے وہ خلافت الٰہی (یعنی اپنی مہدیت) کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف؟

ثالثاً وہ علما متدین وحق شناس تھے جن کا علم مولفِ ہدیہ کے علم کے جیسا جہل مرکب سے ملوث نہیں تھا انہوں نے غرضِ سوال پوری ہونے اور اپنے منشا کے مطابق جواب ملنے کے سبب جواب کو تسلیم کرلیا اور کوئی چوں وچرا نہیں کیا۔اگر غرض سوال یہ نہ ہوتی یا جواب سے ان کی تشفی نہ ہوتی تو وہ مکرر سوال کرتے۔

رابعاً مولف ہدیہ کہتے ہیں کہ ''جب مہدیٔ موعود ہونے پر دلیل پوچھی حقیقت میں مہدی بامر الٰہی ہونے پر دلیل پوچھی سوال دلیل کے جواب میں عین دعویٰ کا اعادہ کردیا ہے''۔یہ قول بھی اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اصل کتاب میں جس سے آپ نے یہ مضمون نقل کیا ہے طلبِ دلیل کا سوال ہی نہیں ہے پھر دعویٰ عینِ دلیل یا دلیل عین دعویٰ ہونے کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔سوال میں مہدی بامراللہ ہونے یا بامراللہ ہونے پر دلیل پوچھنے کا بھی کوئی ذکر تذکرہ نہیں ہے یہ گویا مولف ہدیہ کی تحریف ہے کہ وہ سوال کی اصل غرض بدل دے رہے اور اپنا طبعزاد سوال کررہے ہیں جواُن علمانے نہیں کیا تھا۔

خامساً بامراللہ ہونے پر دلیل پوچھنا خودسرے سے مہمل سوال ہے کیونکہ یہ تو ٹھیک ایسا ہی ہے کہ کوئی معاندِ اسلام یہ پوچھے کہ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا کا حکم ہونے یا جبرئیل آپ پر خدا کے احکام لانے کی کیا دلیل ہے؟ ظاہر ہے کہ مخبر صادق کے قول کے سوا اس کی خارجی دلیل وشہادت کیا ہوسکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ نزول جبرئیل کا دعویٰ کرنے ولای مقدس ہستی کے اخلاق ومعجزات اس کی

دلیل ہو سکتے ہیں کہ آپ کے اس بیان میں خطاو غلطی کا احتمال نہیں ہے۔

پس یہاں بھی یہی صورت ہے وہ علمائے حق شناس اس قسم کا مہمل سوال کیسا کرتے اگر ان کو مہدی بامر اللہ ہونے کی تحقیق مقصود ہوتی تو وہ اخلاق کا امتحان یا معجزات بتانے کی درخواست کرتے۔ اس تمام تقریر سے ثابت ہے کہ سوال و جواب میں کامل ربط ہے جواب غرض ومنشائے سوال کو پورا حاوی ہے۔ اس کو سوال از آسماں و جواب از ریسماں سمجھنے کی بے ادبی کرنا سمجھنے والے کی محض جہالت وابلہی ہے۔

خلیفۃ اللہ مقلد مجتہد ہونے کی بحث:۔ اشکال پنجم کا خلاصہ یہ ہے۔

''سوال دوم بھی ایک دعویٰ محض ہے فقط ترکِ تقلید سے اگر کوئی مہدی ہو جائے تو ہزاروں لامذہب مہدی ہو جائیں ترک تقلید کے لئے ایک مقام علمی ہے جب تک وہ مقام ثابت نہ کریں ترکِ تقلید حرام ہے۔

یہ بھی مولف ہدیہ کی ایک مہمل تقریر ہے اس لئے کہ ترکِ تقلید کچھ علامات مہدیت میں داخل نہیں ہے بلکہ یہ خلافتِ الٰہی کا لازمہ ہے یہ کون کہتا ہے کہ جو ترک تقلید کرے وہ مہدی ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں اور اہل سنت کا بھی متفقہ مسئلہ ہے جس کی کسی قدر تفصیلی بحث اس کتاب کی جلد اول حصہ اول میں امام مہدی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس آئمۂ مجتہدین سے ارفع و اعلیٰ ہونے کے بیان میں کی گئی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی ذات خلیفۃ اللہ [1] اور معصوم اور معصوم عن الخطا ہے اور آئمۂ مجتہدین معصوم عن الخطا نہیں ہیں پس معصوم غیر معصوم کی پیروی نہیں کر سکتا۔ البتہ معصوم معصوم کا پیرو ہو سکتا ہے اسی حقیقت کا انکشاف کرنا اس سوال کی اصلی غرض معلوم ہوتی ہے اسی لئے یہ پوچھا گیا ہے کہ ''تم کونسا مذہب رکھتے ہو''۔ گویا سوال دوم سوال اول کی مزید توضیح اور ایسا امتحانی سوال ہے کہ اس کے جواب سے ہی دعوئ مہدیت کی حقیت و بطلان ظاہر ہو جائے۔ جب اس سوال کا یہ جواب ملا کہ ''ہم مذہب مصطفیٰؐ رکھتے ہیں کسی مذہب پر مقید نہیں ہیں۔ تو ان علمائے حق شناس پر اصل حقیقت اور شانِ خلیفۃ اللٰہی منکشف ہوگئی اور ان کو دعویٰ کی حقیت کا اطمینانِ قلبی حاصل ہو گیا۔ پس مولفِ ہدیہ نے جو فقط ترکِ تقلید سے ہزاروں لامذہبوں کے مہدی ہو جانے کا نتیجہ نکالا ہے وہ صریح غلط ہے۔ کیا مولفِ ہدیہ کے اعتقاد میں یہ ہزاروں لامذہب خلیفۃ اللہ بھی ہیں؟

مولفِ ہدیہ کا یہ کہنا کہ ''ترک تقلید کے لئے ایک مقام علمی ہے جب تک وہ مقام ثابت نہ کریں ترکِ تقلید حرام ہے''۔ اس دعویٰ میں بھی مولف ہدیہ بہت خود سرانہ غلو کر گئے ہیں۔ یہ نہیں بتایا کہ اس مقام علمی کا معیار کیا ہے؟ اس کے ثابت کرنے کا کیا طریقہ اور کیا

---

[1] ثوبانؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ مہدی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں بس جو خلیفۂ خدا ہیں وہ کسی مجتہد کے مقلد نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ کے خلیفہ کا علم قطعی ہے اور مجتہد کا علم ظنی۔ اگر مولوی زماں خاں صاحب اس جگہ حدیث مذکور خیال میں رکھے ہوتے تو یہ سوال نہ کرتے۔

مولوی صاحب کا یہ قول کہ اگر ترک تقلید سے کوئی مہدی ہو جائے تو ہزاروں لامذہب مہدی ہو جائیں گے غلط ہے کیونکہ ترک تقلید سے یہ مراد نہیں ہے کہ اپنی نفسانی خواہش سے تقلید چھوڑ دی جائے۔ امام مہدی علیہ السلام کی ترک ایسی نہیں ہے بلکہ آپ نے اس جہت سے کہ خدا کے خلیفے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تقلید ترک کی ہے اور عام لوگ جو تارکان تقلید ہیں انہوں نے اپنی نفسانی خواہش سے کام لیا ہے وہ اس بحث سے خارج ہیں۔۲۱ اشرف کان اللہ لہٗ۔

www.khalifatullahmehdi.info

صورت ہے؟ ترک تقلید حرام ہونے کی دلیل کیا ہے؟ جو علمائے مجتہدین ایک دوسرے کی تقلید نہیں کرتے بلکہ خود اپنی رائے وقیاس سے مسائل کا استخراج کرتے ہیں ان کا اس مقام علمی پر فائز ہونا کس طریقہ اور کس صورت سے ثابت ہوا ہے تا کہ معلوم ہو کہ بقولِ مولفِ ہدیہ کون کون اس حرمت میں مبتلا ہیں؟

اس ابہام کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جو مقامِ علمی بیان کیا گیا ہے وہ علم ظاہری کا مقام ہے یا علمِ لدنی کا۔ اگر اس سے علم ظاہری کا کوئی مقام مراد ہو تو وہ مقام حضرت نبیٔ امی لقب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو حاصل ہے یا نہیں؟ اگر حاصل ہونا تسلیم کیا جائے تو ایسا تسلیم کرنا ''نبی امی'' کی نص صریح اور حدیث ''انا امۃ امیون'' کے صریح خلاف ہے۔ نیز اہل سنت کے معتقدات ومسلمات کے مطابق کسی روایت سے عیسیٰ بن مریم کا بعد نزول علم ظاہری کی تحصیل واکتساب کرنا ثابت نہیں ہے لہذا ان ذوات مقدسہ کی طرف نہ علم ظاہر کو منسوب کرنا درست ہے اور نہ علم ظاہر کا کوئی مقام حاصل ہونے کا اطلاق صحیح ہے۔ پس مولفِ ہدیہ کے اس دعویٰ کے مطابق جب ان ذوات مقدسہ کو یہ مقام حاصل نہیں ہے تو انکو معاذ اللہ مجتہدین کے مقلد ماننا ہوگا اور یہ قلب موضوع ہے کیونکہ جس نبیٔ امی (فداہ ابی وامی) کے احکام وفرامیں تمام مجتہدین کا ماخذ ہیں اسی کو ان کا مقلد ماننا کھلی گمراہی ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ بن مریم کی نسبت بھی اکابر اہل سنت کا قول ہے کہ آپ بعد نزول کسی مجتہد کی پیروی نہیں کریں گے اور علم ظاہری کا مقام حاصل نہ ہونے کی وجہ سے بقولِ مولفِ ہدیہ آپ کو مقلد ماننا اس امر مسلمہ کے خلاف ہے۔ حاصل یہ کہ اس مقام علمی سے علم ظاہر مراد لینا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

اگر اس مقامِ علمی سے علمِ لدنی مراد ہو تو یہ درست ہے کیونکہ یہ وہ علم ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے اور حضرت نبیٔ امی لقب علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی شان وعظمت تو اس علم کے لحاظ سے فرمانِ ایزدی ''علمک [۱] مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما'' اور حدیث نبویؐ ''اعطیت [۲] علم الاولین و الآخرین'' سے نمایاں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ مقام علمی جس سے ترکِ تقلید درست ہے وہ علم لدنی کا مقام بے خلش ہوسکتا ہے۔

جب اس مقام علمی سے علم لدنی مراد ہونا ثابت ہے تو مولف ہدیہ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ علم تو امام مہدی علیہ السلام کا مخصوص علم ہے جس میں آپ کی ذاتِ اقدس معصوم عن الخطا اور ملحق بالانبیاءؑ ہے اور آپ کی حقیقی شان یہ ہے۔

یقول ما یفعل و یفعل ما یعلم و یعلم مایشھد من اللہ تعالیٰ۔	آپ وہی کہتے ہیں جو کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو جانتے ہیں اور وہی جانتے ہیں جو اللہ کی طرف سے مشاہدہ کرتے ہیں

مزید براں مولفِ ہدیہ کے جیسے معاندین پر اتمام حجت کے لئے اللہ تعالیٰ نے علم ظاہری کی دولت بھی عطا کی ہے اور آپ کی ذات اقدس علمِ لدنی وعلم ظاہری دونوں کی جامع ہے۔ پس یہ مقام علمی امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کے لئے یقیناً ثابت ہے اور آپ

---

[۱] ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ معلوم کیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔۱۲

[۲] ۔ مجھے اولین وآخرین کا علم دیا گیا ہے۔۱۲

www.khalifatullahmehdi.info

کے لئے ترکِ تقلید لازمی وضروری ہے اور ''ہم مذہب مصطفیٰؐ رکھتے ہیں کسی مذہب پر مقید نہیں ہیں'' سے یہی حقیقت آشکار ہے۔حاصل یہ کہ مولف ہدیہ کا ترکِ تقلید کی نسبت یہ اشکال بھی بہر تقدیر مہمل ہے۔

تفاسیر عین بیان خدا ورسول ہونے کی تردید:۔ مولف ہدیہ کے اشکالِ ششم کا خلاصہ یہ ہے کہ سوال سوم کا جواب بھی دعویٰ محض ہے اور بدتر از دوم اس واسطے کہ تفاسیر علما نے اپنی ہوائے نفسانی سے نہیں لکھی ہیں مدار تفسیر کا روایت پر ہے بروایات صحیحہ ثابت ہوا ہے کہ فلانی آیت کی مراد حضرت رسالت پناہؐ نے اس طرح بیان فرمائی ہے اس کو مفسروں نے نقل کیا ہے اور بعضے جاے معنی ایک آیت کے دوسری آیت سے سمجھے گئے ہیں پس وہ تفسیر خود رب العزت کی طرف سے ہوئی۔اب یہ کہنا کہ جو تفسیر بندہ کے بیان کے موافق بیان کریں وہ صحیح ہے وگرنہ غلط ایسا کہنا ہوا کہ خدا ورسول جو معنی بندہ کے بیان کے موافق بیان کریں وہ صحیح ہے وگرنہ غلط الخ۔

تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث تو مسلمہ اصول ہیں جن آیتوں کا بیان دوسری آیتوں یا صحیح حدیثوں سے ہوا ہے وہ البتہ خدا ورسول کا بیان ہوسکتا ہے۔لیکن بقولِ مولفِ ہدیہ یہاں یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ۔

''کیا مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے وہ عین خدا اور رسول کا بیان اور ان کا صرف نقل کلام ہی ہے؟

اور کیا تمام آیات قرآنی کی مرادات صحیح روایات سے ثابت ہوئی ہیں؟ امر اول کے متعلق اس کتاب کی جلد اول حصہ اول میں عقیدۂ ہفتم کے تحت جہاں مولف صاحب ہدیہ نے مسلمانوں کو احادیثِ رسول اللہؐ اور تفاسیر سے اپنے احوال کو مطابق کرنا اہل سنت کا اعتقاد بیان کیا ہے یہ توضیح کی گئی ہے کہ احادیث قول وفعل رسول اللہؐ کو کہتے ہیں اور تفسیر مفسرین کے اقوال وآرا کا نام ہے دونوں کا ایک حکم نہیں ہے۔مفسرین معصوم عن الخطا نہیں ہیں۔تفاسیر میں بہت اختلافات بھی ہیں ہر فرقہ کی تفسیر جدا جدا ہے مفسرین کے مختلف بیانات میں سے مسلمانوں کو کس بیان سے اپنے احوال کو مطابق کرنا چاہیئے ایک کی مطابقت دوسرے کی مخالفت کو متلزم [۱] ہے وغیرہ وغیرہ۔

---

[۱] علامہ مجیب نے تفاسیر کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس اجمال کی مختصر توضیح یہ ہے کہ مولوی زماں خاں صاحب کا یہ قول کئی وجوہ سے باطل ہے۔

اول یہ کہ مفسرین کا لفظ مطلقاً ذکر کیا گیا ہے کسی مفسر یا کسی فرقہ کی تصریح نہیں کی گئی ہے۔اگر سارے مفسرین کے اقوال خدا ورسولؐ کا بیان ہیں تو فرقۂ معتزلہ اور فرقہ شیعہ کی تفسیریں بھی عین بیان خدا ہونگی اس صورت میں اہل سنت کو ان اقوال کا تسلیم کرنا فرض ہوگا۔کیونکہ ان کا قول عین بیانِ خدا ہے۔

دوم یہ کہ اگر تمام مفسرین کے اقوال عین بیان خدا ہیں تو ان کے باہمی معارضات ومخالفات کس بنا پر ہیں گویا بیان خدا باہم مختلف ہونا لازم آتا ہے اور اس صورت میں عمل کس قول پر کرنا صحیح ہوگا۔

سوم یہ کہ اقوال مفسرین آحاد اور ظنی ہیں۔پس اقوال ظنی کیونکر عین بیانِ اللہ جل شانہ ہونگے۔چہارم یہ کہ فرقۂ شیعہ ومعتزلہ کی تفسیریں دنیا وآخرت دونوں میں دعم رویت باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہیں اور نیز دوسرے مسایل جیسے لوح محفوظ ونامۂ اعمال وصراط وجنت ودوزخ کی عدم تخلیق پر دلالت کرتی ہیں اور اہل سنت کی تفاسیر ان امور کے ثبوت پر۔مولوی صاحب جب خود کو اہل سنت بتاتے ہیں تو کن امور پر اعتقاد رکھتے ہیں عدم ونفی پر یا ثبوت پر غرض مولوی صاحب نے بلا تحقیق یہ تقریر کی ہے جس کی خود بھی پابندی نہیں کر سکتے ہیں۔۱۲ اشرف غفرلہٗ۔

www.khalifatullahmehdi.info

مولف ہدیہ یہاں غلو کر کے ایک اور قدم آگے بڑھ گئے ہیں اور مفسرین کا بیان عین بیانِ خدا اور رسول ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مفسرین کا بیان خلیفۃ اللہ کے بیان سے موافق ہونے نہونے کا مطلب ومعنی یہ بیان کیا ہے کہ خدا ورسول جو معنی خلیفۃ اللہ (امامؑ) کے بیان کے موافق بیان کریں وہ صحیح ورنہ غلط۔ ناظرین کرام غور فرمائیں کہ مفسرین کی تفسیر کی صحت وعدم صحت کا مدار خلیفۃ اللہ کے بیان کی موافقت ومخالفت پر ہونا روایت مذکورہ سے صاف ظاہر ہے۔ خدا اور رسول کے بیان کی صحت خلیفۃ اللہ کے بیان کی موافقت پر ہونا کہاں کہا گیا ہے یہ مولفِ ہدیہ کی ایجاد وتحریف ہے انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ یہ معنی اُس ذاتِ اقدس کی طرف کس طرح منسوب کیا جا سکتا ہے جس کا علی الاعلان دعویٰ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہؐ '' ہے اسی سے مولفِ ہدیہ کی اصول تفسیر اور تفاسیر کے حالات سے لاعلمی وبے خبری بھی ثابت ہوتی ہے۔

مفسرین کے اقوال کی صحت وغلطی خلیفۃ اللہ امام مہدیٔ موعود علیہ السلام کے بیان کی موافقت ومخالفت پر ہونا اس لئے بھی صحیح ہے کہ باتفاق اہل سنت مفسرین معصوم عن الخطا نہیں ہیں اور امام مہدی علیہ السلام کی ذات معصوم عن الخطا ہے۔ پس غیر معصوم کے اقوال کی صحت معصوم کے فرامین کی مطابقت پر موقوف ہونا اصول اہل سنت کے ٹھیک مطابق ہے۔

مولف ہدیہ کی اس غلطی سے قطع نظر جو انہوں نے مفسرین کے بیان کو عین بیانِ خدا اور رسولؐ کہہ دیا ہے کس قدر تعجب کی بات ہے کہ خود مولف ہدیہ اپنے اس دعویٰ کے خلاف مفسرین کے بیان سے علانیہ انکار بھی کر جاتے ہیں۔ چنانچہ مولف ہدیہ کو مہدیٔ موعود علیہ السلام کے خاتم ولایتِ محمدیہؐ ہونے کا انکار ہے اور کہتے ہیں کہ یہ لفظ متاخرین کی مخترعات سے ہے متقدمین کے نزدیک اس کا وجود ثابت نہیں۔ حالانکہ مفسرین نے آیت ''**عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً**'' کی تفسیر میں یہ تحقیق کی ہے کہ مہدیٔ موعود علیہ السلام خاتم الولایت ہیں۔ پس مولف ہدیہ کے اس مذکورہ قول کے مطابق لازم آیا کہ یہ ''بعینہٖ خدا اور رسول کا بیان ہے اور بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ اس آیت کی مراد حضرت رسالت پناہؐ نے اسی طرح بیان فرمائی ہے اس کو مفسرین نے فقط نقل کیا ہے''۔ پھر باوجود اس اقرار کے مولف ہدیہ کا مفسرین کی اس تحریر کے ہوتے خاتم ولایت کے لفظ سے انکار کرنا گویا خدا اور رسولؐ کے فرمان سے انکار کرنا ہے جو بجز جہالت وعناد کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

ایسے ہی اکثر مقامات اور بھی ہیں جہاں مولف ہدیہ مفسرین کی تفسیر کو نہیں مانتے ہیں تو گویا وہ خدا و رسولؐ کے فرمان سے انکار کر رہے ہیں۔ اگر چہ یہاں گفتگو کی گنجایش بہت ہے مگر بخوف طوالت قصہ مختصر کیا گیا ہے۔ جہاں ضرورت ہوگی ہم ان کے اس قول کا اعادہ کریں گے سامعین وناظرین کرام مولف ہدیہ کی اس تقریر کو ذہن نشین رکھیں۔

امر دوم یعنی تمام آیات قرآنی کی مراد بروایات صحیحہ ثابت ہونا جو مولف ہدیہ نے بیان کیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے بلکہ بوجوہ عدیدہ محل بحث ہے۔

اوّلاً تمام آیات قرآنی کی مراد بروایات صحیحہ ثابت نہیں ہوئی ہے۔ اگر ثابت ہوتی تو تمام مفسرین کے بیانات یا تفسیریں متحد ہوتیں حالانکہ مفسرین صحابہ ومسفرین تابعین وتبع تابعین جو اولین مفسرین ہیں ان کے بیانات میں بھی باہم اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس

www.khalifatullahmehdi.info

اختلافِ بیان سے خود ثابت ہے کہ ان مفسرین کو جو خیر القرون ہیں تمام آیات قرآنی کی تفسیر حضرت رسول اللہ صلعم سے نہیں پہنچی ہے ورنہ وہ تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح عدل کرتے۔

ثانیاً یہ حقیقت اس واقعہ سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اکثر محدثین نے حدیث کی کتابوں میں ایک باب تفسیر کا بھی لکھا ہے مگر مشہور مشہور کتب حدیث مثلاً بخاری و مسلم وغیرہ کے باب تفسیر میں بھی تمام آیات قرآنی کی تفسیر نہیں بلکہ صرف بعض آیات کی مراد یا بیان درج ہے۔اس سے مولف ہدیہ کے اس قول کی تغلیط و تردید ہوتی ہے جو انہوں نے مطلق اور عام طور پر لکھا ہے کہ مدار تفسیر کا روایت پر ہے بروایت صحیحہ ثابت ہوا ہے کہ فلانی آیت کی مراد حضرت رسالت پناہؐ نے اس طرح بیان فرمائی ہے اور مفسرین صرف ناقل ہیں''۔

ثالثاً بعض مفسرین نے اپنی تفسیروں میں آیاتِ قرآنی کی تفسیر میں احادیث رسول اللہؐ پیش کرنے کا التزام کیا ہے۔لیکن وہ بھی تمام آیات کی تفسیر بالحدیث پیش نہیں کئے ہیں بلکہ صرف بعض آیتوں کی توضیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے اور اکثر آیتوں کی تفسیر میں تو ان کا شان نزول پیش کر دیا ہے اور بعض آیتوں کے متعلق ان کی ہم معنی و ہم مضمون کوئی حدیث لکھدی ہے جو عام حکم پر مشتمل ہے اور اس آیت سے مخصوص نہیں ہے۔درحقیقت تفسیر القران بالحدیث کی حقیقی صورت یہی ہے۔

شان نزول سے متعلق بھی اکثر مفسرین اہل سنت کا قول ہے کہ کوئی آیت کسی خاص موقع پر نازل ہونے کی وجہ سے وہ اپنے مورد ہی سے مخصوص نہیں ہو جاتی بلکہ اس کا مفہوم اور حکم عام ہوتا ہے پس اس قول کے نظر کرتے کسی آیت کا شان نزول بیان کر دینا اُس آیت کی مخصوص تفسیر یا خاص مراد نہیں ہو سکتی۔

ان وجوہ سے ثابت ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام آیات قرآنی کی مراد یا تفسیر مفسرین کو نہیں پہنچی ہے پس مفسرین نے تمام آیاتِ قرآنی کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب عین بیان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و سلم) کے بیان کی بعینہٖ نقل نہیں ہے۔اسی لئے اس میں خطا و غلطی کا احتمال ہے۔اور یہی احتمال خطا و صواب کی وجہ سے خلیفۃ اللہ امام مہدیؑ موعود علیہ السلام کے بیان کی موافقت ان کے بیان کی صحت کے لئے محکِ امتحان ٹھہری کیونکہ آپ کو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ اور روح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معلومات حاصل ہیں جو عام مفسرین کو حاصل نہیں ہیں۔

یہ حقیقت جو اہل سنت کی بھی مسلمہ و متفقہ ہے اس کی یہ تعبیر یا یہ معنی کبھی صحیح نہیں کہ۔''خدا اور رسولؐ جو معنی بندے کے بیان کے موافق بیان کریں وہ صحیح اور اگر بندے کے مخالف بیان کریں وہ غلط ہیں''۔

یہ مولف ہدیہ کی کج فہمی یا عمداً تحریف معنوی ہے کہ وہ مفسرین کے قول کی صحت و غلطی کو خدا و رسولؐ کے بیان کی صحت و غلطی بتا رہے ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ کے اشکال ہفتم کا بیان یہ ہے کہ۔

رویت اللہ کے محال یا ممکن ہونے کی تحقیق:۔ صاحب مطلع الولایت نے سوال چہارم میں خود لکھا ہے کہ

رویت دنیاوی تمام امت میں محال ہے'' الخ

صاحب مطلع الولایت نے سائلوں کے خیالات کی ترجمانی کی ہے یعنی چوتھا سوال رویت دنیاوی سے متعلق تھا جس کو تمام امت کے خیال میں محال سمجھا جاتا ہے۔اس کو صاحب مطلع الولایت کا ذاتی قول کہنا صاف بہتان وافترا ہے۔صاحب مطلع الولایت اس طرح کیسا لکھیں گے جبکہ وہ دارِ دنیا میں رویت اللہ جائز بلکہ مومن کے لئے اس کا وقوع ضروری ہونے کے معتقد ہیں اوراس باب میں قوی دلایل و براہین پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ علمائے سائلین کے خیالات کا بیان ہونے اور صاحب مطلع الولایت کا ذاتی قول نہ ہونے کی وضاحت خود صاحب مطلع الولایت کے اس قول سے ہوتی ہے جو آپؒ نے اس واقع کے نتیجہ کے طور پر لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

> امامنا علیہ السلام نے ان دونوں قسم کی آیتوں کو جو رویت پر دلالت کرتی ہیں اور اُن آیتوں کو جنہیں مخالف رویت گروہ نفی رویت پر دلالت کرنے کا گمان کرتا ہے قواعد علمی سے اس طرح کامل تطبیق دیکر از روے شرع رویت اللہ کو دار دنیا میں ثابت فرمادیا کہ ان علماء کو کوئی اشکال باقی نہیں رہا اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس ذات عالی درجات کے فیضان کی برکت سے دنیا میں رویت اللہ محال ہونے کے گمان کو ان کے ساحت سینہ سے ہباءاً منثورا کی طرح زایل فرمادیا“۔

اس سے صاف طور پر ظاہر ہورہا ہے کہ جو علما رویت اللہ کو دار دنیا میں محال ہونا گمان کرتے تھے حضرت کے فیضان کی برکت سے ان کا گمان دور ہوگیا یہ صاحب مطلع الولایت کا گمان کہاں ہے۔

کسی مصنف کے ایک صاف وصریح قول سے آنکھیں بند کرلے کراس کے دوسرے قول کا غلط معنی کر کے ناظرین کرام کو غلط فہمی میں مبتلا رکھنے کی کوشش کرنا اہل دیانت کا طریقہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ مولف ہدیہ کو اس سے رجوع کی توفیق عطا فرمائے۔

اشکال ہشتم کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

کشفی والہامی امور میں گواہی کی بحث وتحقیق:۔ میراں (امامنا علیہ السلام) نے رویت پر دو گواہ ٹھہرائے ایک آپ اور ایک نسبت حضرت رسالت پناہؐ کی طرف کی اور یہ نہ سمجھے کہ آپ اس دعویٰ میں مدعی ہیں گواہ کیونکر ہوسکتے ہیں۔

صاحب شواہدالولایت کہ اس کی تصنیف مطلع الولایت سے متاخر ہے اسی قباحت کے بندوبست کے واسطے حضرت ابراہیم کا نام بڑھا کر دو گواہ کر دئے معلوم ہوا کہ جیسا حضرت

> ابراہیم علیہ السلام پر افترا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی افترا ہے کیونکہ ان حضرات کا نہ کلام کسی نے سنا اور نہ ان کو کسی نے اس مجلس میں دیکھا الخ

مولف ہدیہ کا یہ اشکال اس خوبی سے بیان ہوا ہے کہ کسی کو ان کی قابلیت کی نسبت کچھ حسن ظن بھی تو وہ زائل ہوگیا اس لئے کہ مشہور ضرب المثل ۔”مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید“۔کے مطابق پایۂ علمی خود کلام سے ظاہر ہوجاتا ہے کسی کے کہنے پر موقوف نہیں ہوتا۔چنانچہ ہم ناظرین کرام کے منصفانہ غور وفکر کے لئے اس اشکال کے ہر تاریک پہلو پر کسی قدر روشنی ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ نے اپنی بدگوئی کی عادت کے موافق اختلاف روایت کے پہلو کو یہاں بالکل نظر انداز کردیا ہے اور محض مدعی کے گواہ بننے کی قباحت کو دور کرنے کی غرض سے صاحب شواہد الولایت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام بڑھادینے کی بدگمانی ظاہر کی ہے حالانکہ اس قباحت کا خیال بھی خود بے اصل ہے جیسا کہ آگے واضح ہوگا۔کیا مولف صاحب ہدیہ کو اصولِ حدیث کا یہ ضابطہ یاد نہیں رہا یا عمداً اس سے آنکھیں بند کرلی ہیں جو۔''زیادۃ اشقاۃ معتبرہ''۔ہے (یعنی ثقہ راویوں کی روایت میں دوسری روایتوں کی بہ نسبت کچھ زیادتی ہو تو وہ معتبر ہے) چنانچہ احادیث میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ کسی ایک محدث کی روایت میں خواہ وہ دوسرے محدثین کا ہم طبقہ ہو یا بلحاظ زمانہ متقدم یا متاخر ہو ایسی زیادتی یا تفصیل و وضاحت پائی جاتی ہے جو دوسرے محدثین کی روایتوں میں نہیں ہوتی لیکن اس روایت کے راوی ثقہ ہونے کی وجہ سے ان کی وہ زیادتی معتبر سمجھی جاتی ہے اور وہ تمام اختلاف روایت جو کتب احادیث میں بکثرت پایا جاتا ہے اسی ضابطہ پر صحیح تصور کیا جاتا ہے۔خود مولف ہدیہ نے''ہدیہ''میں کئی مقام پر اس ضابطہ کو استدلالاً لکھا اور تسلیم کیا ہے احادیث میں ایسا ہونا جائز ہے تو امامنا مہدئ موعود علیہ السلام سے منقولہ روایتوں میں یہی ضابطہ کیوں ملحوظ نہیں رہ سکتا۔

اسی طرح مشہور اولیاء اللہ کے واقعات۔حالات۔اقوال۔اعمال سے متعلقہ روایتوں اور خود عام تاریخی روایات میں بھی اختلافِ روایات کا وجود پایا جاتا ہے اور ان میں سے کسی اختلافی روایت پر بغیر وجہ موجّہ کے من گھڑت ہونے کی بدگمانی نہیں کی جاتی تو پھر اس معمولی اختلاف روایت پر مولف صاحب ہدیہ کی بلاوجہ موجہ اس بدگمانی کو ان کی خبث باطنی کے سوا اور کیا سمجھا جائے۔

مولف صاحب ہدیہ نے ایک اور فاحش غلطی یہ کی ہے کہ واقعہ کو اس لئے افترا بتایا ہے کہ۔''کسی نے ان حضرات کی آواز نہیں سنی اور ان کو مجلس میں کسی نے نہیں دیکھا''۔مشہور اولیاء اللہ کے تمام کشفی معاملات اور خود حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ وحی پر معاندین اسلام اور منکرین کمالات ولایت یہی شبہات پیش کرتے ہیں۔مولف ہدیہ اس موقعہ پر مہدویہ کی کاوش میں ٹھیک انہی معاندین کے نقش قدم پر چلے ہیں۔پس مولف ہدیہ بیان وحی کو بھی جبرئیلؑ پر افترا قرار دیکر علی الاعلان اسلام سے مرتد ہوجانا چاہیئے کیونکہ وہی وجہ یہاں بھی پائی جارہی ہے کہ نہ کسی نے جبرئیلؑ کی آواز سنی اور نہ کبھی کسی نے دیکھا۔

کسی کا حکیمانہ کلام ہے۔

عیب پسندند برغم ہنر	بے ہنرے چند ز خود بے خبر
بادشوند ار بچراغی رسند	دود شوند ار بدماغی رسند

مولف صاحب ہدیہ کی حقایق و معارف اسلامی سے بے خبری اور ہنر و کمال کی قدرت و عظمت کے عوض عیب چینی اسی کا نمونہ ہے۔شواہد الولایت کی روایت تو صاف صاف تھی اس پر نصاب شہادت کا کوئی شبہ پیش کرنے کی گنجایش نہ تھی تو اس کو افترا قرار دیکر خود اسلام سے خارج اور مرتد ہوجانے کے سامان فراہم کرلئے۔اب اختلافِ روایات کے پہلو سے اسی طرح آنکھیں بند کرلے کر مطلع الولایت کی روایت پر مدعی اور گواہ کی حیثیت کے بے اصل اعتراض تراش کر ناظرین کے ذہنوں میں خلجان پیدا کرنے کی سعی لاحاصل جارہی ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

لیکن مولف ہدیہ نے یہ بھی کچھ سمجھا کہ جو معاملات بین اللہ و بین العبد ہوتے ہیں ان میں شرعی شہادت کی گنجایش کہاں ہے۔ خلفاء اللہ کے فرامین ودعاوی پر خود ان کے حالات ومعجزات گواہ ہوتے ہیں اور معجزات شرعی وظاہری شہادت سے بالاتر ہیں [1]۔

حاکم نے مستدرک میں باسناد جید ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ایک اعرابی (بدوی عرب) آنحضرت صلعم کے پاس آیا آپ نے پوچھا کہاں جاتا ہے عرض کیا اپنے اہل وعیال کے نزدیک۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تجھ کو اپنے لئے نیکی وسعادت حاصل کرنے کی رغبت ہے اس نے کہا وہ کیا ہے فرمایا **لاالٰہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ** '' کی گواہی دینا۔ اعرابی نے کہا اس دعویٰ پر گواہ بھی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ جھاڑ گواہ ہے چنانچہ حضرت نے اشارہ فرمایا اور جھاڑ نے حضرت کے پاس آکر گواہی دی۔ الخ

مدارج النبوۃ میں یہ بھی روایت لکھی ہے کہ حضرتؐ کے حکم سے کنکریوں نے بھی گواہی دی۔

اسی قسم کے واقعات احادیث میں بکثرت آئے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی صداقت پر خوارق عادات و معجزات گواہی دیتے رہے ہیں ورنہ یہاں کوئی آدمی کیسے گواہی دے سکتا ہے کہ خدائے عالم نے میرے روبرو محمد صلعم کو خلعت رسالت عطا کر کے زمرۂ انام کو خدا کی طرف بلانے کے لئے مقرر کیا ہے اور مجھ کو اس پر گواہ رکھا ہے۔

بزعم مولف صاحب ہدیہ شرعی لحاظ سے مدعی کی حیثیت گواہ ہونے کی مانع ہے تو شجر وحجر کی گواہی بھی بریں قیاس شرعاً نامقبول ہے۔ مولف صاحب ہدیہ اس کے متعلق کیا رائے ظاہر کریں گے۔

معجزات کے علاوہ روحانی وکشفی معاملات کی بھی یہی حالت ہے کہ ان کا علم بھی صاحب کشف کے بیان کئے بغیر دوسرے کو نہیں ہوسکتا کوئی شخص یہ گواہی نہیں دے سکتا کہ صاحب کشف پر یہ معاملہ منکشف ہوتے ہوئے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا یا اپنے کانوں سے سنا ہے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے **انی اعلم من اللّٰہ مالا تعلمون** (یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ معلوم ہے وہ تم نہیں جانتے)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خدائے تعالیٰ کے حکم سے ایک اور بزرگ کے پاس پہنچے جن کی شان یہ بیان کی گئی ہے۔

فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما۔	موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھی نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جس کو ہم نے اپنی رحمت عطا کی اور علم لدنی سکھایا تھا۔

---

[1] میرے خیال میں شق القمر ہونا یا درختوں اور کنکریوں کا شہادت دینا میزان شرعی میں داخل نہیں ہوسکتے کیونکہ امور شرعی وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلائق کی ہدایت کے لئے جبرئیلؑ کے واسطہ سے نبی صلعم پر اتارے ہیں۔ پس خوارق ان امور میں داخل نہیں ہیں بلکہ یہ امور محض اس غرض سے انبیاء علیہم السلام سے صادر ہوئے ہیں کہ منکرین نبوت کو عجز ہوجائے۔

خلاصہ یہ کہ امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام نے بھی بطور معجزے کے علما سے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلعم اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اس وقت حاضر ہیں ان سے رویت کے مقدمہ کا تصفیہ کرلو حاصل یہ کہ یہ امور معجزے کے متعلقات سے ہیں شرعی بحث کے قابل نہیں ہیں۔۱۲ اشرف غفرلہٗ

www.khalifatullahmehdi.info

مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ بزرگ خضرؑ تھے غرض اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور وہ بزرگ ساتھ ساتھ چلے اور اثنائے سفر میں اس بزرگ نے ایک کشتی کو توڑ ڈالا۔ایک لڑکے کو قتل کر دیا۔اور ایک گاؤں میں ایک دیوار توڑ کر پھر از سرنو تعمیر کی۔موسیٰ علیہ السلام اس کی وجہ نہ جان سکے اور اعتراض کر کے وجہ پوچھی آخر میں اس بزرگ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس کی یہ وجہ بتائی کہ کشتی اس لئے توڑی کہ ایک ظالم بادشاہ جو اُدھر تھا اس کو (اچھی حالت میں دیکھ کر) چھین نہ لے۔لڑکے کو اس لئے قتل کیا کہ وہ آگے چل کر اپنے مومن ماں باپ کو اپنی سرکشی سے ایذا نہ دے۔دیوار اس لئے اٹھائی کہ اس کے نیچے دو یتیم لڑکوں کا خزانہ تھا تا کہ بڑے ہونے کے بعد وہ اس نشانی سے اپنا خزانہ حاصل کر سکیں۔اور میں نے یہ اپنی رائے سے نہیں کیا۔پر خدا کے حکم سے ایسا کرنے پر کون گواہ تھا اور موسیٰ علیہ السلام اس جواب کو کافی وشافی جان کر کیسے چپکے ہو رہے؟ اس کی بھی وجہ یہی تھی کہ کشفی معاملہ میں کوئی گواہ نہیں ہوسکتا بلکہ صاحب کشف کا بیان ہی اس کی شہادت کے بمنزلہ ہوتا ہے وہی مدعیٔ کشف بھی ہے اور وہی اس کا گواہ بھی۔

اس واقعہ کے علاوہ اسی قسم کے اور بھی بہت سے واقعے قرآن وحدیث میں ملتے ہیں۔پس یہاں بھی معجزہ وکرامت کا پہلو بھی ہے اور روحانی وکشفی صورت بھی نمایاں ہے اور ان دونوں اعتبارات سے صاحب معجزہ صاحب کشف کا قول خود کافی ہوتا ہے۔یہی وجہ تھی کہ جب حضرت امامنا علیہ السلام نے علمائے ہرات سے یہ فرمایا کہ دائیں بائیں حضرت محمد مصطفیؐ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ موجود ہیں جو چاہیئے پوچھ لو تو وفد علمائے ہرات کے صدر ملا علی فیاضی بار بار یہی کہتے تھے۔

اے میر ما را شما یک گواہ ہمیں بس است

(یعنی) ہم کو آپ ہی ایک گواہ بس ہیں۔

یہ ساری بحث تو منصب خلافت الٰہی کی موزونیت ومناسبت سے تھی اس کے سوا خالص شرعی اعتبار سے بھی اس اشکال کا واضح جواب یہ ہے کہ از روئے شرع شریف ایک ہی شخص کا ایک حیثیت سے مدعیٔ رویت اور وہی شخص دوسری حیثیت سے گواہ بھی ہونا جائز ہے اُن تمام معاملات میں جن میں گواہ کا اپنی آنکھوں سے واقعہ کو دیکھنا شرط ہے اُسی شخص کی گواہی معتبر ہوتی ہے جس نے واقعہ کو دیکھا ہو اور دیکھنے کا دعویٰ اور اقرار کرتا ہو۔بن دیکھے شخص کی یا اندھے کی گواہی قبول نہیں ہوتی تو ثابت ہوا کہ مدعی رویت ہونا اور گواہ بننا دونوں لازم وملزوم ہیں پھر اس پر تعجب کا اظہار اور معاندانہ انکار کیسا؟ اس کی ایک اور صاف اور واضح مثال دیکھو جو آئے دن پیش آتی ہے اور ہر ادنیٰ اعلیٰ عالم تو عالم جاہل بھی جانتا ہے کہ جو شخص چاند دیکھتا ہے وہ رویت ہلال کا مدعی ہوتا ہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور شرعاً رویت ہلال کا گواہِ معتبر بھی وہی ہے جس کی گواہی پر روزہ کے جیسا فرض رکھا اور کھول دیا جاتا ہے۔پس خدائے ذوالجلال کی قدرتِ کاملہ سے دنیا میں رویتِ ہلال بلا کیف وتشبیہ رویت باری تعالیٰ کی نورانی مثال موجود ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مولف ہدیہ کے اشکال نہم کا خلاصہ یہ ہے کہ

www.khalifatullahmehdi.info

رویت اللہ پر دلالت کرنیوالی آیتوں کی معانی کی تحقیق:۔ میراں نے جو آیات مذکور الصدر اثبات رویت دنیاوی کے واسطے نقل کی ہیں ہرگز ان سے رویت دنیوی پر استدلال نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ آیت اول **فمن کان یرجو لقاء ربه فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادة ربه احدا** میں مراد لقاء رب سے رجوع طرف اللہ کے دار آخرۃ میں ہے کہ تمام اعمال وعبادات اسی دن کے واسطے ہیں یا دیدار خداوند عالم کا اُس عالم میں کہ اس سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے۔

اصل بحث شروع کرنے سے پہلے اصول مناظرہ کے مطابق چند امور یہاں قابلِ لحاظ ہیں۔

اولاً۔ جو آیات قرآنی جن لوگوں کی افہام وتفہیم کے لئے جس نا محدود تبحر علمی کے ساتھ پیش کی گئی تھیں ان لوگوں کی اس سے پوری تشفی ہوگئی اور انہوں نے اس حجت کو تسلیم کرلیا چنانچہ اس واقعہ کو مولف ہدیہ نے جس کتاب ''مطلع الولایت'' سے نقل کیا ہے اسی میں یہ صراحت موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

امامنا علیہ السلام نے اپنے علم کامل سے ان آیتوں میں مطابقت کر کے رویت اللہ کو دار دنیا میں اس طرح ثابت فرمادیا کہ ان داناؤں کے دل میں کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔

تو اب اس واقعہ سے کئی سو سال بعد آپ ایک نہیں ہزار معاند بھی اپنی جگہ اپنی ناقص سمجھ کے موافق کچھ بھی ردوقدح کرلیں تو اس سے ان متبحر علمائے ہرات کے حصول ایقان وایمان کا واقعہ غلط نہو جائے گا جنھوں نے اپنے تبحر علمی کے باوجود شیخ الاسلام ہرات کو یہ اطلاع دی تھی کہ ''ہماری عمر بھر کی تحصیل علم کو حضرت کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ کو دریا سے ہوسکتی ہے''۔

اس اعتبار سے بحث کا ایک تازہ پہلو یہ حل طلب قرار پاتا ہے کہ قرآن شریف کے معانی ومطالب کی وسعت جو اس کا معجزہ ہے اور جس کا کسی قدر بیان اس سے پہلے بیانِ قرآن کی بحث کے ضمن میں کیا گیا ہے اس کے نظر کرتے باختلافِ مدارج ہر شخص اپنی اپنی قابلیت کے موافق ہی قرآن کے معانی سمجھ سکتا ہے۔لیکن حضرت خاتم الرسلؐ اور حضرت خاتم الاولیاءؑ کو وہ انتہائی درجۂ علم حاصل ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے مدارج اس کے تحت درج ہیں چنانچہ محققین صوفیا کا قول ہے کہ

وانبیاء علیہم السلام مظہر امہات اسماء حق تعالیٰ اند وایں امہات داخل اسم اعظم اند ومظہر اسم اعظم خاتم الرسل و خاتم الاولیاء الخ (شرح فصوص الحکم)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام حق تعالیٰ کے امہات اسما کے مظہر ہیں اور یہ تمام اسما اسم اعظم میں داخل ہیں اور اسم اعظم کے مظہر خاتم الرسلؐ اور خاتم الاولیاءؑ ہی ہیں ایسی صورت میں ان آیات کے حقائق ومعارف کو جس انتہائی واعلیٰ سے اعلیٰ معیار پر حضرت خاتم الاولیاء علیہ السلام نے بیان فرمایا ہوگا اُن تک اِن ردوقدح کرنے والوں کے ذہن نارسا کی رسائی بھی ہوسکی ہے کہ نہیں اور جب رسائی ممکن نہیں تو ان کی ردوقدح کس شمار وقطار میں ہے۔

لہذا ہم بھی ان لاہوتی تحقیقات کو معرض بحث میں لانے کے عوض ظاہری اور عام فہم مباحث ہی سے معترضین کے شکوک و شبہات کو رفع اور دیدار دنیوی کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ثانیا۔ مولف ہدیہ نے رویت دنیاوی کو بڑے شد و مد سے مدار صدق مہدیت ظاہر کیا ہے لیکن یہ مسئلہ دعویٰ مہدیت کی علامات مختصہ سے نہیں ہے جو دعوئ مہدیت کی صحت اس مسئلہ کے تحقق و ثبوت پر موقوف ہونا خیال کیا جائے اور یہ حکم خارجی دلائل کا محتاج رہے۔ بلکہ منصب خلافتِ الٰہی کی حیثیت سے بحکم رب العزت آپ نے جو بھی احکام دئے ہیں وہ لائق ایمان و واحب التعمیل ہیں۔ دیدار دنیاوی کا مسئلہ بھی انہی احکام میں داخل اور واجب الایمان والتعمیل ہے۔

ثالثاً مولف ہدیہ نے جن آیتوں سے رویت دنیاوی پر استدلال نہ ہونے کا زعم باطل کیا ہے ہم اول انہی آیتوں کے متعلق مختلف پہلوؤں سے بحث کرتے ہیں اور بعد میں اس مسئلہ کے تحقیقی مباحث پیش کریں گے۔

لقاء رب کے معنی کی تحقیق:۔ چنانچہ مولف ہدیہ نے ''**فمن کان یرجو لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربه احدا**'' (پس جو شخص اپنے پروردگار کے دیدار کی آرزو رکھتا ہو پس چاہیئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے پروردگار کی عبارت میں کسی کو شریف نہ کرے) کے متعلق لکھدیا ہے کہ لقاء رب سے مراد دیدار نہیں بلکہ دار آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا ہے۔ یہ قول کئی وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

اولاً آیت میں تو عدم شرک و عمل صالح اور لقاء رب بطور شرط و جزا ذکر ہوے ہیں یعنی لقاء رب کی آرزو عدم شرک و عمل صالح پر موقوف ہے۔ اس کے مقابل آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا تو ہر نیک و بد۔ مومن و کافر۔ زاہد و فاجر ہر شخص کے لئے بلا شرط لازمی ہے۔ اس رجوع کے لئے عمل صالح اور عدم شرک کی مشرط کہاں ہے۔ پس اس سے خود ثابت ہے کہ اس آیت شریفہ میں لقاء رب سے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا مراد نہیں ہے بلکہ کوئی بڑی نعمت ہے جس کے حصول کے لئے عدم شرک اور عمل صالح شرط واقع ہوے ہیں اور ان کے بغیر وہ نعمت حاصل نہیں ہوسکتی۔ ظاہر ہے کہ وہ نعمت لقاء رب کا حقیقی معنی دیدارِ رب ہی ہوسکتا ہے جس سے بہتر کوئی اور نعمت نہ ہونے کے مولفِ ہدیہ خود بھی معترف ہیں مگر تعجب ہے کہ سیاق آیت سے آنکھیں بند کرلیکر اس لقاء رب کا معنی آخرت میں رجوع ہونا کس طرح بیان کررہے ہیں جو ہر کس و ناکس کو لازماً پیش آنے والا ہے۔

ثانیاً۔ مفسرین اہل سنت نے بھی ''لقاء رب'' کا معنی دیدارِ رب ہی بیان کیا ہے چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے۔ **واصحابنا حملوا القاء الرب علی رویته والمعتزلة حملوا علی لقاء ثواب الله**۔ یعنی ہمارے اصحاب نے لقاء رب کو رویت رب پر محمول کیا ہے اور معتزلہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قایل ہی نہیں ہیں۔ (نہ دنیا میں نہ آخرت میں) اس لئے انہوں نے لقاء رب کو لقاء ''**لا تدرکه الابصار**'' کے تحت رویت باری کے اثبات کی جو حجتیں قائم کی گئی ہیں ان کے ضمن میں لکھا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

الحجة الخامسة التمسک بقوله تعالیٰ فمن کان یرجولقاء ربه. وکذا القول فی جمیع الآیات المشتملة علی اللقاء۔

پانچویں حجت اللہ تعالیٰ کا قول ہے جوفرمایا ہے کہ اللہ کے دیدار کی جوآرزوکرے اس کو چاہیئے کہ عمل صالح کرے اوراپنے رب کی عبادت میں کسی کوشریک نہ کرے۔ان تمام آیتوں میں بھی جولقاءرب پر مشتمل ہیں ہمارا یہی قول ہے۔

مگر یہاں مولف ہدیہ اہل سنت کے اس مسلک سے گریز کرکے معتزلہ کے مسلک پر چلے ہیں اورلقاء کا معنی دیدارنہیں لیتے ہیں۔

ثالثاً۔ناظرین کرام نے بھی ابھی اشکال پنجم کے تحت دیکھا ہے کہ مولف ہدیہ بڑے شدومد سے مفسرین کے بیان کوعین خداو رسولؐ کا بیان ہونا تفسیر مدار روایت پر ہونا۔بروایت صحیحہ ثابت ہونا کہ فلاں آیت کی مرادحضرت رسالت مآبؐ نے اس طرح بیان فرمائی ہےاور مفسرین صرف اس کے ناقل ہونا تسلیم کرآئے ہیں۔

پس انہی کے قول کے موافق جبکہ مفسرین نے لقاءرب سے رویت رب مراد لی ہے تو یہ عین اللہ ورسولؐ کا بیان ہوا۔اور یہی معنی بروایت صحیحہ ثابت ہوتا اور مفسرین فقط اس کے ناقل ہونا ثابت ہوگیا۔پھر مولف ہدیہ کا مفسرین کے اس بیان سے انکارکرنا گویا روایتِ صحیحہ اوراللہ ورسولؐ کے بیان سے انکارکرنا ہے۔

رابعاً تعجب ہے کہ مولف ہدیہ لقاءرب کا معنی دیداررب ہونے سے انکارکرکے اس سے مرادآخرت میں اللہ کی طرف رجوع ہونا بیان کرنے کے بعد ہی پھرلقاءرب کا معنی دیداررب بھی مانتے ہیں چنانچہ مولف ہدیہ اپنے اسی قول کے ساتھ ہی جس میں انہوں نے لقاءرب سے مرادآخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا بیان کیا ہے یہ بھی اقرارکرتے ہیں کہ ''یا اس سے مرادخداوند عالم کا دیدار ہےاس عالم میں کہ اس سے بہتر کوئی نعمت نہیں''۔

گویا مولف ہدیہ بمصداق عادالی مافرعنه (جس سے وہ بھاگے تھے پھراسی کی طرف عود کئے ہیں)لقاءرب کا معنی دیدار رب تسلیم کرلئے ہیں۔فرق صرف رہ گیا ہے تو دیداراخروی اور دیداردنیوی کا ہم کہتے ہیں کہ آیت فمن کان یرجولقاء ربه مطلق بلاقید دنیاوآخرت وارد ہوئی ہے اس کوآخرت سے مقید کردینا ترجیح بلامرجح ہے کیونکہ اہل شرع کے اصول پر بھی مطلق اپنے اطلاق پر قایم رہتا ہے جب تک شارع کی طرف سے کوئی قیدوارد نہ ہووہ مقیدنہیں ہوجاتا۔

پس حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تعلیم الٰہی اس عام اور مطلق کواس کے عموم واطلاق ہی پرمحمول فرمایا ہے۔اگر بالفرض کسی مفسر کے اقوال اس کے خلاف ہوں بھی تو عام مفسرین اور حضرت امام معصوم علیہ السلام کے مابین جوفرق وامتیاز ہے اس کے نظر کرتے امام علیہ السلام کا فرماں مرجح ہوگا جس کی کسی قدرتفصیل اوردلایل بعدمیں ذکرکئے جائیں گے۔پس مولف ہدیہ کا یہ کہنا کہ ان آیتوں سے رویت دنیاوی پراستدلال نہیں ہوسکتا محض لغو ہے بلکہ یہ آیت جس طرح دیدارِاخروی کی دلیل ہوسکتی ہے دیداردنیاوی کی بھی دلیل ہے۔

آیت من کان فی ھذہ اعمیٰ کی تحقیقی تفسیر:۔ مولف ہدیہ نے آیت دوم من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلا کا ترجمہ تو یہ کیا ہے

اور جو کوئی رہا اندھا اس جہان میں وہ پچھلی جہان میں اندھا ہے اور زیادہ دور پڑا راہ سے۔

لیکن اس آیت کا معنی و مطلب بیان کرنے میں اللہ کی رویت سے اندھا بتانے کے عوض دنیا میں اللہ کی قدرت اور اس کی معرفت اور اس کی نعمتوں کے دیکھنے سے اندھا رہنا مراد بتایا ہے۔ لیکن مفسرین اہل سنت کی توجیہات تو رویت باری تعالیٰ کی طرف مشعر ہیں۔ پھر مولف ہدیہ مفسرین کے اقوال سے اپنے سابقہ اعتراف کے خلاف کیسے انکار کر سکتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

ان العلم بالشئی یجلی لذٰلک الشئی و الابصار ایضاً یجلی لذٰلک الشئی الا ان الابصار فی کونہ مجلیا اکمل من العلم بہ۔	کسی چیز کو جاننا اس چیز کو روشن و ظاہر کر دیتا ہے اور اس چیز کو دیکھنا بھی اس کو روشن و ظاہر کرتا ہے مگر اس کو دیکھنا اس کے جاننے سے زیادہ اکمل ظاہر کرنے والا ہے۔
ایضاً۔ ان القلوب الصافیۃ مجبولۃ علیٰ معرفۃ اللّٰہ علیٰ اکمل الوجوہ و اکمل طرق المعرفۃ ھو الرویۃ.	صاف قلوب اللہ تعالیٰ کی معرفت اکمل وجہ پر حاصل کرنے کے لئے طبعاً راغب ہیں اور معرفت کا اکمل طریقہ رویت ہے۔

اس آیت من کان فی ھذہ اعمیٰ کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے۔

القول الثانی ان یحمل العمیٰ الثانی علی اعمی العین و البصر فمن کان فی ھٰذہ الدنیا اعمیٰ القلب حشر یوم القیامۃ اعمی العین و البصر۔	دوسرا قول یہ ہے کہ دوسرے عمی کو آنکھ اور بصارت کے اندھے پن پر محمول کیا جائے پس جو شخص اس دنیا میں دل کا اندھا ہے وہ قیامت کے دن آنکھ اور بصارت کا اندھا محشور ہوگا۔

علامہ روز بہان نے تفسیر عراس البیان میں آیت نحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ کے تحت لکھا ہے۔

یعنی جاھلا بوجود الحق کما کان جاھلاً فی الدنیا کما قال علی بن ابی طالب من لم یعرف اللّٰہ فی الدنیا لا یعرفہ فی الاٰخرۃ۔	یعنی وہ حق کے وجود سے ایسا ہی جاہل رہے گا جیسا وہ دنیا میں جاہل تھا جیسا کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب نے فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کو دنیا میں نہ پہچانا ہو وہ آخرت میں اس کو نہیں پہچانے گا

اسی تفسیر میں آیت من کان فی ھذہ اعمیٰ کے تحت لکھا ہے۔

من سمع فی الدنیا ذکرہ ولم یرہ بنعت ظھور الصفات فی الاٰیات لن یراہ یوصف کشف الذات۔	جس نے دنیا میں اللہ کا ذکر سنا اور اس کو ظہور صفات فی الاٰیات کی نعت سے نہیں دیکھا اس کو کشف ذات کے وصف سے بھی نہیں دیکھے گا۔

www.khalifatullahmehdi.info

ذرا سے غور وتامل سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت میں اعمٰی کا لفظ دوبار آیا ہے ایک دنیا سے متعلق۔دوسرا آخرت سے متعلق۔سیاق کلام خود بتا رہا ہے کہ پہلا اعمٰی دوسرے اعمٰی کے لئے بطور شرط مذکور ہوا ہے۔

پس جبکہ دنیا کا اندھا پن آخرت کے اندھے پن پر موثر ہے تو آخرت کا دیدار بھی دنیا کے دیدار پر موقوف ہے چنانچہ حضرت عطار رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت کی زیادہ واضح طور پر یہی تفسیر کی ہے۔فرماتے ہیں۔

رمزِ من کان ھذہ اعمٰی — بشنوید اے خرانِ کودن سار

ہر کہ اینجا ندید محروم است — در قیامت زلذت دیدار [1]

پس یہ آیت بھی دنیا میں رویت باری ممکن اور واقع ہونے کی بلکہ آخرت میں حصول رویت دنیا میں رویت حاصل ہونے پر موقوف ہونے کی واضح دلیل ہے۔

دوسری آیتوں کے معنی کی تحقیق:۔آیت سوم الا انھم فی مریة من لقاء ربھم الا انه بکل شئی محیط کی نسبت بھی لقاء رب سے رب کی ملاقات مراد ہونے کا خیال مولف ہدیہ ظاہر کر رہے ہیں۔لیکن ابھی پہلی آیت کے بیان میں تفسیر کبیر کا قول پیش کیا گیا ہے کہ جن جن آیتوں میں لقاء کا لفظ آیا ہے اس سے اہل سنت مفسرین نے اللہ کی رویت مراد لی ہے۔

تفسیر مدارک میں لکھا ہے فیجازیھم علی کفر ھم و مریتھم فی لقاء ربھم ان کو اللہ تعالیٰ ان کے کفر اور اپنے پروردگار کے دیدار میں شک کرنے کی سزا دے گا۔تفسیر تاویلات میں لکھا ہے۔

انھم فی مریة من لقاء ربھم لا حتجابھم بالکون عن المکون و الخلوق عن الخالق۔یعنی رب کے دیدار میں ان کو اس لئے شک ہو گیا ہے کہ وہ کائنات اور مخلوقات میں مشغولی کی وجہ سے خالق ومکون سے حجاب اور پردہ میں ہیں۔

یہی معنی بہت صاف ہے اس میں تاویل وتوجیہ کی کچھ حاجت نہیں ہے بعض نے لقاء سے مراد قیامت وآخرت اور بعث ونشر بیان کیا ہے لیکن یہ معنی ظاہر لفظ کے خلاف ہے۔مولف ہدیہ نے چوتھی آیت لاتدرکه الابصار کی نسبت خود تصریح کی ہے کہ ”معتزلہ دنیا اور آخرت دونوں میں دیدار نہ ہونے کی اسی آیت کو دلیل قرار دیتے ہیں۔مگر اہل سنت کہتے ہیں کہ ادراک کسی شئی کے احاطہ کرنے اور اس کی کنہ کو جان لینے کو کہتے آنکھیں واقعی ادراک نہیں کر سکتیں لیکن ادراک کی نفی سے دید کی نفی لازم نہیں آتی اس لئے وہ آخرت میں دیدار ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں ابن عباس اور مقاتل نے کہا کہ اس آیت میں دنیا کی رویت کی نفی ہے“ انتہا ملخصاً۔

یہاں ناظرین کرام کو دعوت غور وفکر ہے کہ مولف ہدیہ نے اہل سنت کا جو اعتقاد بیان کیا ہے وہ صرف بعض اہل سنت کا ہے نہ کہ کل اہل سنت کا۔کیونکہ محققین صوفیہ اور بعض متکلمین بھی جو اہل سنت ہی ہیں رویت دنیاوی کے معتقد ہیں۔خود مولف ہدیہ کے بیان سے متبادر ہے کہ جب اہل سنت کے نزدیک ادراک کی نفی سے دید کی نفی لازم نہیں آتی اس لئے آخرت میں دیدار حق ہو سکتا ہے تو بعینہٖ یہی

---

[1] ۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت من کان فی ھذہ اعمٰی کے رمز کو اے نادانو سنو جس شخص نے اس جگہ (دنیا میں) نہیں دیکھا وہ قیامت میں دیدار کی لذت سے محروم ہے۔

حجت رویت دنیاوی کے لئے بھی ہوسکتی ہے کہ نفی ادراک سے دید کی نفی لازم نہیں آتی ۔ چنانچہ امام رازیؒ یہی فرماتے ہیں کہ **فلم یلزم من نفی الادراک من اللّٰہ تعالیٰ نفی الرویۃ عن اللّٰہ تعالیٰ** یعنی ادراک کی نفی سے رویت اللہ کی نفی لازم نہیں آسکتی ۔ پس اس آیت سے اہل سنت کے پاس دیدار اخروی کی نفی نہیں ہوتی تو اسی آیت سے دار دنیا میں بھی دیدار حق کی نفی لازم نہیں آسکتی کیونکہ آیت شریفہ میں جبکہ دنیا وآخرت کی قید نہیں ہے تو وہ دنیا وآخرت دونوں کو شامل ہے ۔ بلکہ ایک جہت سے یہ آیت خاص ہماری ہی دلیل ہے یعنی اس سے رویت اخروی نہیں بلکہ رویت دنیاوی ہی مستفاد ہوتی ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ابصار جمع کا صیغہ ہے اس پر الف لام استغراقی داخل ہوا ہے لہذا یہ سلب عموم کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ عموم سلب کا یعنی اس کا معنی یہ ہوگا ’’**لایراہ جمیع الابصار**‘‘ (اس کو تمام ابصار نہیں دیکھ سکتیں لیکن اسی کے ساتھ یراہ بعض الابصار‘‘ کا فائدہ حاصل ہوگا ۔ جیسے کوئی کہے ’’زید کو سب نے نہیں مار‘‘ تو خود اسی سے معلوم اور ثابت ہوتا ہے کہ بعض نے مارا ہے ۔ ایسا ہی کسی نے کہا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام آدمیوں نے ایمان نہیں لایا تو اس کا یہ معنی ہوا کہ بعض نے لایا ہے اور بعض نے نہیں لایا ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ’’**لاتدرکہ الابصار**‘‘ یعنی تمام آنکھیں اس کو نہیں پاسکتیں بعض پاسکتیں ہیں غرض یہ استدلال دیدار دنیاوی ہی سے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دار دنیا میں بعض آدمی دیکھیں گے اور بعض محروم و بے فصیب رہیں گے ۔ بخلاف دار آخرت کے کہ وہاں تو مومنین اہل بہشت اپنے اپنے مراتب ومدارج کے موافق سب دیکھیں گے وہاں بعض کی تخصیص دون البعض نہیں ہے تو گویا **لاتدرکہ الابصار** دیدار دنیاوی ہی کی دلیل ہے نہ اخروی کی ۔ کفار کا نہ دیکھنا تو قطعی دلایل سے ثابت ہے نہ دیکھنے والے بعض سے وہ کبھی مراد نہیں ہوسکتے پس اس آیت سے بھی دیدار دنیاوی پر استدلال قطعاً صحیح ہے ۔

پانچویں آیت **لما جاء موسٰی لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی الآیۃ** اس کے ضمن میں مولف ہدیہ نے موسیٰ علیہ السلام کا تمام قصہ بالتفصیل بیان کیا ہے جس میں کوئی بحث نہیں ہے یہاں صرف اسی سے بحث ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا سوال دیدار اور اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں جو ارشاد فرمایا ہے اس کا مسئلہ دیدار پر کیا اثر ہے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا **رب ارنی انظر الیک** (اے میرے پروردگار (تو مجھے نظر آ میں تجھے دیکھوں گا) کا سوال اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد **لن ترانی** (تو مجھے نہیں دیکھے گا) یہ تمام واقعہ بھی کئی وجوہ سے دیدار دنیوی کے امکان وجواز پر دلالت کرتا ہے ۔

اولاً دیدار الٰہی اِس عالم میں اگر ممکن نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جہالۃً یا سفاہتہً طلب دیدار کرنا لازم آتا ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام اس سے منزہ ومبرا ہیں تمہید میں لکھا ہے ۔

قال اھل السنۃ والجماعۃ الرویۃ علی الباری تعالیٰ جاءۃ وقالت المعتزلۃ والجھمیۃ الیھود بانھا لاتجوز. دلیلنا قولہ تعالیٰ فی قصۃ موسٰیؑ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی	اہل سنت والجماعت کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت جائز ہے معتزلہ ۔ جہیمہ ۔ یہود کہتے ہیں کہ ناجائز ہے ہماری دلیل موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے جو فرمایا کہ موسیٰؑ نے کہا اے میرے پروردگار تو مجھے نظر آ میں تجھے دیکھوں گا اللہ

www.khalifatullahmehdi.info

الجبل فان استقر مکانه فسوف ترانی والاستدلال بهٰذه الآیة ان موسٰی علیه السلام سئال الله تعالٰی الرویة ولو علم انه لا یجوز لکان لا یسئال الله تعالٰی لانه کان رسول الله وکان اعلم بذالک من غیره (تمہید۔القول السادس عشر)

تعالیٰ نے فرمایا تو مجھے نہیں دیکھے گا لیکن پہاڑوں پر نظر کر اگر وہ اپنی جگہ قایم رہے تو مجھے دیکھے گا اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رویت کا سوال کیا۔ اگر آپ یہ جانتے کہ رویت ناجائز ہے تو سوال نہ کرتے کیونکہ آپ اللہ کے رسول تھے اور اس امر کو دوسروں سے زیادہ جاننے والے تھے۔

نودی شرح مسلم میں لکھا ہے۔

رویة الله جائزة وسوال موسٰی علیه الصلوٰة ایاها دلیل علی جوازها اذلا یجهل نبی مایجوزا و یمنع علٰی ربه (نودی جلد اول باب قول الله ولقد راه انزلة اخرٰی)

اور اللہ تعالیٰ کی رویت جائز ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا رویت کا سوال کرنا اس کے جواز کی دلیل ہے اس لئے کہ کوئی نبی اس سے لاعلم نہیں ہوتا کہ کونسی بات جائز ہے اور کونسی محال ہے۔

ثانیاً۔ اگر یہ امر محال کا سوال ہوتا تو خود رب العزت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سوالِ محال پر زجر و توبیخ فرماتا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے فرزند کی نجات کا سوال کرنے پر خطاب باعتاب ہوا تھا کہ۔

انی اعظک ان تکون من الجاهلین (۲۸۔۹۔صف)

میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلین میں سے نہ ہو۔

ثالثاً۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت کو پہاڑ کے استقرار پر معلّق فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

لکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه فسوف ترانی (۹۔۷۔اعراف)

لیکن پہاڑ کی طرف نظر کرو اگر وہ اپنی جگہ قائم رہے تو تم مجھے دیکھو گے۔

چونکہ استقرار جبل فی نفسہ امر ممکن ہے اس لئے جو چیز ممکن پر معلق ہو وہ بھی ممکن ہوگی اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ دیدار الٰہی اس عالم میں ممکن ہے۔

رابعاً شرحِ عقاید نسفی وغیرہ میں لکھا ہے کہ اللہ عزوجل کا رب ارنی انظر الیک کے جواب میں لن ترانی (تو مجھے نہیں دیکھے گا) فرمانا دلیل جواز ہے اس لئے کہ لن ترانی کا معنی یہ ہے کہ میں نظر آ سکتا ہوں لیکن قدرے نقصان کی وجہ سے جو تجھ میں ہے تو مجھے نہ دیکھے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں جائز و ممکن نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ لن اُریٰ (میں نظر نہیں آ سکتا) فرماتا جیسا کہ تفسیر مدارک وغیرہ میں لکھا ہے۔ حسب عادت بھی یہی انداز کلام رائج ہے مثلاً کسی کے ہاتھ میں پتھر ہو اور دوسرا شخص کہے کہ یہ مجھے کھلاؤ تو اس کا جواب یہ دیا جائے

گا کہ یہ چیز کھائی نہیں جاتی یعنی یہ ماکولات کی قسم سے نہیں ہے اگر اس کے ہاتھ میں بجائے پتھر کے سیب ہو اور وہ شخص کہے کہ یہ مجھے کھلاؤ تو کہا جائیگا تو نہیں کھائے گا یعنی یہ ماکولات کی قسم سے تو ہے مگر کسی علت یا نقص کی وجہ سے جو تیرے مزاج میں ہے تو نہیں کھائے گا علیٰ ہذا القیاس ''لن ترانی'' کا معنی بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں جائز الرویت تو ہے مگر تو کسی مانع کی وجہ سے جو تیری طبیعت اور حالت میں ہے تو نہ دیکھے گا۔ایک لطف اور عمدگی یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی درخواست ''ارنی انظر الیک'' کے جواب میں رویت کی نفی کلمہ ''لن'' سے فرمائی گئی ہے جس کے معنی میں نہ تو کید نفی ہے اور نہ تابید نفی۔چنانچہ معنی اللبیب میں لکھا ہے۔

لا تفیدلن توکید النفی خلافاً لن مخشرعی فی کشافی و لا تابیده خلافاً له فی انمو زجه و کلاهما دعوی بلادلیل. قیل ولو کانت للتابید لم یقید بالیوم فی ''فلن اکلم الیوم انسیا'' ولکان ذکرا لابد فی ''ولن یتمنوه ابداً تکراراً و الاصل خلافه۔

حرف ''لن'' تاکید نفی کا فائدہ نہیں دیتا زمخشری نے (جو معتزلی ہیں) اپنی تفسیر کشاف میں اس کا خلاف کیا ہے اور وہ معنی دوام کو بھی مفید نہیں ہے زمخشری نے اپنی تالیف انموذج میں اس کا بھی خلاف کیا ہے یہ دونوں دعوے بلا دلیل ہیں ان کے دعویٰ کی تردید میں کہا گیا کہ اگر مکرر ہے وہ معنی دوام کے لئے ہوتا تو آیت ''فلن اکلم الیوم انسیا'' میں یوم کی قید نہ لگائی جاتی اور ''لن یتمنوھا بدا'' میں ابد کا ذکر تکرار لا حاصل ہوتا حالانکہ اصل اس کے خلاف ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں جو توجیہ بیان کی ہے وہ اسی کی موید ہے کہ دیدار فی نفسہ ممکن ہے اور اس کے حصول میں ناکامی بعض عوارض وموانع کے سبب ہوئی۔

مانع دیدار موسیٰ راطلب انبساط شدگاہے ناخواستہ می دہند واگر خواہند خواستہ ہم نہ دہند۔غریب آنست کہ قومے می گویند کہ چوں موسیٰ علیہ السلام از وباز ماند وبیہوش شد دیدانچہ دید ولن ترانی جزاے شتابی و بیتابی بود۔تحقیق آنست کہ سبب ناکامی موسیٰ علیہ السلام آں بود کہ ہنوز سید المحبوبین ندیدہ وبایں دولت نہ رسیدہ دیگرے راچہ مجال کہ بطلبد وبہ بیند وعلما خود ہمہ متفق اند برامکانِ رویت در دنیا وبعد از امکان چہ مانع باشد۔

پس جو لوگ اس کے قایل ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے بیہوش ہوجانے کے بعد جو دیکھنا تھا دیکھا اس سے تو رویت کا وقوع بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ قاضی ابوبکر کا یہی قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دیدار رب العزت سے مشرف ہوے ہیں جیسا کہ نووی نے لکھا ہے۔اگر اس سے قطع نظر کرلیا جائے تو دار دنیا میں رویتِ باری تعالیٰ ممکن ہونے پر تمام علما جب متفق ہیں تو اس کے وقوع کو ناممکن و محال تو نہیں کہا جاسکتا البتہ عدم وقوع کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوسکتی ہے خواہ طلبِ انبساط ہو یا جزاء بیتابی وشتابی ہو یا سید المحبوبین کا ابھی نہ دیکھنا ہو یا بقول صوفیائے محققین بقائے اثنینیت یعنی رائے ومرئی میں دوئی باقی رہنا ہو وغیرہ وغیرہ۔

پس جہاں یہ وجوہ یا عوارض نہ ہوں وہاں رویت کا وقوع بھی بیشک وشبہ ہوسکتا ہے جیسا کہ محققینِ صوفیا کا قول ہے اور جس کی توضیح

www.khalifatullahmehdi.info

بعد میں کی جائے گی۔

خود مولف ہدیہ کو بھی یہ اعتراف ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال رویت امکانِ رویت پر دلالت کرتا ہے لیکن مولف ہدیہ کا کلام کئی وجوہ سے باہم متضاد و مضطرب ہے کیونکہ وہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا جائے دیدار نہیں ہے اور موسیٰ علیہ السلام یہ جانتے ہوئے کہ دنیا جائے دیدار نہیں ہے رب ارنی کا سوال کیا گویا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی معلومات کے خلاف عمل کیا حالانکہ ایسا خیال کرنا درست نہیں ہے۔تمہید میں لکھا ہے۔

ولا جائز ان يقال بانه علم ان الروية على البارى لا يجوز ثم سئال لانه يكون سوالاً عن المحال والسوال عن المحال محال۔

یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت جائز نہیں ہے اور پھر بھی آپ نے سوال کیا ہو اس لئے کہ یہ محال کا سوال ہوگا اور محال کا سوال محال ہے۔

مولف ہدیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا جائے دیدار بھی نہیں ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا سوال دیدار جو دنیا ہی میں ہوا ہے دنیا میں امکانِ دیدار کی دلیل بھی ہے۔''لن ترانی کا معنی یہ لکھا ہے کہ جناب باری نے فرمایا کہ تو مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا کیونکہ کسی بشر کو طاقت نہیں کہ دنیا میں مجھ پر نظر کرے۔جو دنیا میں میری طرف نظر کرے گا مر جائے گا''(ہدیہ صفحہ ۱۴۲)

لن ترانی کے دو لفظی جملہ میں دنیا کی قید کہاں ہے؟ اور جو نظر کرے وہ مر جائے گا کا معنی و مطلب کن الفاظ سے مستخرج ہوا ہے اس پر دلالت کرنے والا تو کوئی جملہ نہیں ہے۔''لن ترانی'' صیغۂ واحد حاضر ہے اور اس کے مخاطب خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اس کا صحیح معنیٰ ''تو مجھے نہیں دیکھے گا'' ہے اس میں کسی بشر کو نظر کرنے کی طاقت نہ ہونے کی تعمیم کہاں ہے۔''لن ترانی'' کے مختصر اور باعتبار خطاب خاص جملہ میں یہ حکم تمام افرادِ بشر کے لئے عام ہونے پر دلالت کرنے والے کوئی الفاظ نہیں ہیں۔

مولف ہدیہ کا یہ بھی قول ہے کہ ''لن ترانی'' صاف نفی وقوع پر دال ہے اور یہاں کلام فقط وقوع میں ہے نہ امکان میں۔ دوسرے مقام پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا میں سوائے حضرت رسالتؐ کے اور وہ بھی صرف شب معراج میں ہونے اور کسی کے واسطے نہ ہونے پر امت کا اتفاق ہونا بیان کیا ہے جو کئی وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

اولاً۔اتفاق امت کا دعویٰ بلا دلیل ہے اتفاق کب اور کہاں ہوا ہے۔جبکہ محققین صوفیہ کا مذہب وقوع رویت فی الدنیا کا ہے۔ عقاید سنیہ میں ماتریدیہ کا بھی یہی مذہب ہونا لکھا ہے پھر امت کے اتفاق کا دعویٰ بداہتہً غلط ہے چنانچہ اس کی مزید تحقیق و تفصیل معہ دلایل بعد میں پیش کی جائے گی۔

ثانیاً۔عدم وقوع پر اتفاق فرض بھی کر لیا جائے تو اس سے رویت فی الدنیا کے جواز و امکان ذاتی پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا[1]۔

[1] اس سے پہلے جو حواشی لکھے گئے ہیں ان سے ثابت ہو گیا ہے کہ رویت باری تعالیٰ جب ممکن ہے تو اس کے حصول یا وقوع میں امتناع نہیں ہے ورنہ ممکن بالذات کا انقلاب امتناعِ ذاتی کی طرف لازم آئے گا اور یہ امر محال ہے۔۱۲ اشرف غفرلہٗ۔

www.khalifatullahmehdi.info

ثالثاً۔ ولو بالفرض عدم وقوع پر اتفاق تسلیم کرلیا جائے تو جب کسی کا بھی خدا کو دنیا میں دیکھنا ثابت ہو جائے خواہ بقول بعض موسیٰ علیہ السلام نے بیہوش ہونے کے بعد دیکھا ہو۔ خواہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج ہی میں دیکھا ہو۔ خواہ سلفِ صالحین میں سے کسی نے رد یا میں یا دل کی آنکھوں سے دیکھا ہو تو عدم وقوع کا فرض کردہ ضابطہ ٹوٹ گیا اور دنیا جائے دیدار اثابت ہوگئی دوسرے کے لئے واقع نہ ہوسکنے کا بے دلیل دعویٰ ان واقعات کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد خود بخود باطل ہو گیا۔

حاصل یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کا سوال ''رب ارنی انظر الیک ''اور خداوند کریم کا جواب ''لن ترانی ''اور اس کا واقعہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے دیدار خدا دنیا میں ممکن ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور ''لن ترانی ''کو عدم امکان رویت پر محمول کرنا معتزلہ اور شیعہ کا قول ہے اہل سنت اس کے قایل نہیں ہیں۔ مہدویہ کی کاوش میں مولف ہدیہ معتزلہ بھی بن جاتے ہیں اور مفسرین اہلِ سنت کے قول سے بھی روگردان ہو جانے سے نہیں جھجکتے حالانکہ وہ مفسرین کے بیان کو خدا اور رسول کا بیان ہونا اور مفسرین فقط اس کے ناقل ہونا تسلیم کرآئے ہیں اور خود کو اہل سنت بھی کہتے ہیں۔

مولف ہدیہ نے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں حصول دیدار الٰہی کا مسئلہ اس طرح بیان کیا ہے۔

اور اتفاق ہے امت کا کہ رویت اللہ تعالیٰ کی دنیا میں واقع نہی ہے کسی کے واسطے سوائے حضرت رسالتؐ کے شب معراج میں بلکہ بعضوں کا اس میں بھی اختلا ہے'' (ہدیہ صفحہ۔۹ و ۱۴۴) اس کتاب کے باب اول دیدار الٰہی کی بحث کے ضمن میں یہ بتایا گیا ہے کہ مولف ہدیہ کے اس قول میں کس قدر اضطراب ہے۔ اگر حضرت رسالت مآب صلعم کو شبِ معراج میں دیدار حاصل ہونے پر صرف اہلِ سنت کا نہیں بلکہ تمام امت کا اتفاق ہے تو پھر اس میں اختلاف کا تصور ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ اختلاف کرنے والے بھی تو داخل امت ہی ہیں۔ اور اگر یہ مسئلہ دراصل اختلافی ہے تو اس پر امت کا اتفاق نہ ہوا یہ دونوں ضدین کا اجتماع کیسا۔

اس کے علاوہ مولف ہدیہ کے اس قول میں دو امر قابل بحث ہیں ایک حضرت کو دیدار حاصل ہونے کا اختلاف۔ دوسرا کسی اور کے لئے دنیا میں دیدار الٰہی واقع نہونے میں امت کا اتفاق۔ امر دوم کا صحیح نہ ہونا اس سے قبل واضح ہو گیا ہے۔ حضرت کو دیدار حاصل ہونے میں اختلاف کی تحقیق یہ ہے کہ جو آیاتِ قرآنی کیفیتِ معراج و مقام قرب و دونو اور وقوع دیدار الٰہی پر دلالت کرتی ہیں جیسے۔

۱ . ثم دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ.	۱۔ پھر نزدیک آیا اور پھر اور نزدیک آیا پس تھا دو کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی نزدیک۔
۲ . ولقد رای من ایات ربه الکبریٰ .	۲۔ اور البتہ دیکھا اپنے پروردگار کی بڑی نشانیاں
۳. مازاغالبصر و ماطغی	۳۔ نہ نظر کج ہوئی اور نہ اچٹ گئی
۴. ماکذب الفواد مارایٰ افتمارونه علی مایریٰ۔	۴۔ جو کچھ دیکھا اس کو دل نے نہیں جھٹلایا جو کچھ (آپؐ نے)

www.khalifatullahmehdi.info

دیکھا اس میں تم جھگڑتے ہو؟

ان آیتوں کی تفسیر کرنے میں علمائے متکلمین و محققین اپنے اپنے اصول کے مطابق کسی قدر مختلف القول نظر آتے ہیں لیکن معراج سے متعلق جس قدر کثرت سے احادیث وارد ہیں اُن میں سے متعدد احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہونا ثابت ہوتا ہے ان احادیث سے تفسیر القران بالحدیث کے اصول پر ان آیات کی تفسیر ہو جاتی ہے چنانچہ یہ حدیثیں عبداللہ بن عباس جابر بن عبداللہ۔انس بن مالک و معاذ بن جبل ابوعبیدہ بن الجراح وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں ان احادیث کی روایت کئی مشہور محدثین امام احمد بن حنبل۔مسلم۔ابوداؤد۔حاکم۔ترمذی۔طبرانی۔دیلمی۔ذہبی۔منادی۔خطیب وغیرہ نے کی ہے اور کئی محدثین ان احادیث کے صحیح ہونے کے قایل ہیں شارحین حدیث نووی وغیرہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام میں حضرت ابوذر۔ابوہریرہ۔عکرمہ۔عبیداللہ ابن الحارث۔انس بن مالک۔حسن۔ربیع۔کعب۔جابر بن عبداللہ۔معاذ بن جبل وغیرہ رضی اللہ عنہم اس کے قایل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے چنانچہ مسلم۔ترمذی۔نسائی۔حاکم طبرانی وغیرہ نے ابن عباسؓ سے جو حدیثیں روایت کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

انه صلی اللّٰه علیه و سلم رایٰ ربه بعینه و بفواده۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو اپنی آنکھوں اور اپنے دل سے دیکھا ہے۔

غرض حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہونا متکلمین اہلِ سنت کا بھی مسلمہ ہے جو حیوۃ دنیا میں دیدار الٰہی ممکن اور واقع ہونے کی سب سے زیادہ واضح اور قوی دلیل ہے۔اور محققین اہلِ سنت یعنی صوفیا کرام اس شرف کو شب معراج سے مخصوص نہیں کہتے بلکہ حسب فرمانِ رسول اللہ صلعم '' لی مع اللّٰه وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب و لا نبی مرسل '' مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وقت حاصل ہے جس میں کوئی ملک مقرب اور نبی مرسلؑ کی گنجایش نہیں ہے) کوئی آن اس سے خالی نہیں جانتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف دیدار حاصل ہونے میں جو اختلاف بیان کیا گیا ہے اس کی بھی حقیقت یہ ہے کہ خلاف بین الامرین خود دلیل جواز و امکان ہے جیسا کہ شرح عقائد کے قول سے جو اس سے پہلے لکھا گیا ہے ثابت ہے۔اس کے علاوہ اختلاف بین الامرین جب معتبر سمجھا جاتا ہے کہ وہ دونوں قول قوت و ضعف میں برابر اور درجۂ مساوات میں ہوں اور کسی ایک کو دوسرے پر وجہ ترجیح نہ پائی جائے۔فقہاء کا ضابطہ ہے کہ جب اختلافی اقوال میں سے کسی ایک پر فتویٰ ہو جاے اور کوئی ایک قول صحیح و قوی قرار دیا جائے یا ایک طرف جمہور کا متفقہ قول ہو اور اس کے مقابل کسی کا شخصی قول ہو تو وہاں اختلاف موثر نہیں سمجھا جاتا۔اس ضابطہ پر اس اختلاف کو بھی دیکھا جائے کہ جناب رسالت مآب صلعم نے اللہ تعالیٰ کو شبِ معراج دیکھا ہے یا نہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ دیکھا ہے چنانچہ نودی شارح مسلم نے لکھا ہے۔ذهب الجمهور من المفسرین ان المراد انه صلعم رایٰ سبحانه و

www.khalifatullahmehdi.info

تعالٰی ثم اختلف ھؤ لاء فذھب جماعة الٰی انّه صلعم رایٰ ربه بفواده دون عینه و ذھب جماعة الٰی انه راٰہ بعینه (نووی شرح مسلم جلداول۔باب لقدراہ نزلة اخریٰ) ترجمہ(جمہومفسرین کامذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے پھران میں اختلاف یہ ہے کہ ایک جماعت کا مذہب ہے کہ آپ نے اپنے پروردگار کو دل سے دیکھا ہے۔ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ آپؐ نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے) اورعدم وقوع رویت عایشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کا قول ہے اور عایشہؓ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سننے کا ادعانہیں کیا ہے بلکہ وہ خود اپنے قیاس واجتہاد کے طور پر کہی ہیں اسی لئے نووی شارح مسلم نے لکھا ہے کہ۔

وقد قال معمر بن راشد حین ذکر اختلاف عائشة وابن عباس. ثم ان ابن عباس اثبت شیئا نفاہ غیرہ والمثبت مقدم علٰی النافی ھذا کلام صاحب التحریر۔

معمر بن راشد سے جب عائشہ اور ابن عباس کا اختلاف ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا ہمارے پاس عائشہؓ ابن عباس سے زیادہ جاننے والی نہیں ہیں۔پھر (ان دونوں میں یہ بھی فرق ہے کہ) ابن عباسؓ نے اس امر کو ثابت کیا ہے جس کی دوسروں نے نفی کی ہے اور ثابت کرنے والوں کا قول نفی کرنے والوں پر مقدم ہوتا ہے یہ صاحب ''تحریر'' کا قول ہے۔

نووی ہی نے بیان اختلاف کے بعد قول راجح یہ لکھا ہے کہ۔

فالحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول اللّٰه رای ربه بعینی راسه لیلة الاسراء لحدیث ابن عباس وغیرہ مماتقدم واثبات ھذا انھم لا یاخذونه الا بالسماع من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم ھذا مما لا ینبغی ان لا یتشکک فیه۔

حاصل یہ کہ اکثر علما کے پاس یہی قول راجح ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے پروردگار کو اپنے سر کی آنکھوں سے شب معراج میں دیکھا ہے ابن عباس وغیرہ کی وہ حدیث جو پہلے گزری اس کی دلیل ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ سے سنکر ہی کہا ہے اور یہ مسئلہ اس قبیل سے ہے کہ اس میں شک نہ کرنا چاہیئے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی فرماتے ہیں کہ۔

نومن بان النبی صلی اللّٰه علیه و سلم رای ربه عزوجل لیلة الاسراء بعینی راسه و بفوادہ ولا فی المنام (غنیہ)

ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار عزوجل کو شب معراج میں دیکھا ہے اپنے سر کی آنکھوں سے اور اپنے دل سے خواب میں نہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

حضرت جامی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔

دید محمد نہ بچشم دگر　　　　بلکہ ہمیں چشم سرو چشم سر

حاصل کلام حضرت رسول اللہ صلعم کو شرف دیدار الٰہی حاصل ہونا قول راجح ہے اور انکارِ دیدار کا قول مرجوح ہے چونکہ یہ شرف اسی عالم میں حاصل ہوا ہے اس لئے دیدار دنیوی کے امکان و وقوع کی یہ سب سے زیادہ واضح اور قوی دلیل ہے۔

الحمدللہ جن آیتوں سے مولف ہدیہ نے دیدار دنیوی پر استدلال درست نہ ہونے کا ادعاے باطل کیا تھا ان کے اس دعویٰ کی خود مفسرین وعلمائے اہلِ سنت کے اقوال سے تغلیط ہوگئی اور انہی آیتوں سے دیدار دنیوی پر استدلال کرنا صحیح و درست ثابت ہوا۔

اب اس کے بعد دیدار دنیوی کے اثبات اور منکرین دیدار دنیوی کے شبہات کی تردید میں کچھ تحقیقی مباحث پیش کئے جاتے ہیں ناظرین کرام کی یاد تازہ کرنے کے لئے دیدار باری تعالیٰ کی نسبت جو اختلاف ہے اول اس کو پھر ذکر کر دیا جاتا ہے۔

فرقہ شیعہ و معتزلہ وغیرہ دیدار الٰہی کے مطلق قایل نہیں ہیں ان کے نزدیک دیدارِ الٰہی نہ دنیا میں جائز ہے اور نہ آخرت میں بلکہ وہ دیدار کو محال جانتے ہیں اور اس کے محال ہونے پر کئی حجتیں پیش کرتے ہیں۔

اہلِ سنت متکلمین اور دوسرے اہلِ شرع دیدار کے منکرین فرقوں کی تمام حجتوں کی تردید کرتے ہیں اور آخرت میں مومنین اہلِ جنت کو دیدار حاصل ہونے پر متفق ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک دیدار الٰہی کو محال کہنا کفر ہے فتاوی ہندیہ (فقہ حنفی) میں ہے۔

من قال باستحاله الرویه فهو کافر۔	جو شخص رویت الٰہی کو محال کہے وہ کافر ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی فقہ اکبر میں ہے۔

واللّٰه تعالٰی یُری فی الاخرة ویراه المومنون وهم فی الـجنة باعین روسهم بلا تشبیه ولا کیفیة ولا تکون بینه و بین خلقه مسافة۔	اللہ تعالیٰ آخرت میں نظر آئے گا اور مومنیں اللہ تعالیٰ کو جنت میں اپنے سر کی آنکھوں سے بلا تشبیہ اور بلا کیفیت دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کے اور مخلوق کے مابین مسافت نہ ہوگی۔

محققین اہلِ سنت یعنی صوفیاے کرام دنیا میں بھی دیدار باری تعالیٰ کو ممکن الوقوع اور جائز کہتے ہیں مہدویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

یہ اختلاف تو نفس دیدار اور مقام دیدار کے متعلق ہے۔ کیفیت دیدار کی نسبت بھی جو اختلاف ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں دیدار الٰہی تین طرح ہوسکتا ہے خواب میں۔ دل کی آنکھوں سے یعنی بمشاہدۂ قلبی۔ سر کی آنکھوں سے۔ متکلمین اہلِ سنت دار دنیا میں خواب کی حالت اور دل کی آنکھوں سے یعنی بمشاہدۂ قلبی دیدار الٰہی ہونے کے قایل ہیں۔ شرح مواقف میں جو علم کلام کی مشہور کتاب ہے لکھا ہے۔

قال الامدی اجتمعت الایمه من صحابنا علٰی ان رویة اللّٰه تعالٰی فی الدنیا والاٰخرة جائزة عقلاً واختلفوا فی جوازها سمعاً فی الدنیا فاثبته بعضهم ونفاه اٰخرون و هل یجوزان یری فی المنام فقیل لا وقیل نعم والحق انه لا مانع من هذه الرویا وان لم تکن رویة حقیقة ولا خلاف بتیافی انه تعالٰ یری ذاته [1]۔

آمدی کا قول ہے کہ ہمارے آیمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا و آخرت میں عقلاً جائز ہے اور نقلاً اس کے دنیا میں جائز ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے بعض علما نے اس کو ثابت کیا ہے اور بعض نے اس کی نفی کی ہے کیا اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا جائز ہے یا نہیں پس بعض نے جائز اور بعض نے ناجائز کہا ہے حق یہ ہے کہ اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے اگرچہ حقیقت میں یہ رویت نہیں ہے اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔

''یواقیت والجواہر'' میں فتوحات مکیہ سے نقل کیا ہے۔

اعلم انه لا ینبغی لمسلم ان یتوقف فی رویة اللّٰه تعالٰی فی المنام لانه لا شئی فی الاکران اوسع من عالم الخیال۔

یہ معلوم رکھو کہ خواب میں اللہ کی رویت حاصل ہونے میں کسی مسلمان کو تامل نہ کرنا چاہیئے کیونکہ جہاں میں عالم خیال سے زیادہ وسیع کوئی شئی نہیں ہے۔

شرح عقاید میں لکھا ہے۔

واما الرویة فی المنام فقد حکیت عن کثیر من السلف ولا خفاء فی انها نوع مشاهدة یکون بالقلب دون العین۔

خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اکثر اسلاف سے منقول ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ ایک طرح کا مشاہدہ ہے جو قلب سے ہوتا ہے نہ کہ آنکھ سے۔

درالمختار میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اللہ تعالیٰ کو سو بار (۱۰۰) خواب میں دیکھا ہے اور اس کا ایک واقعہ بھی مذکور ہے کہ کچھ سوال و جواب بھی ہوئے ہیں۔

سورۂ طٰہٰ و یٰسین کی قراءت اللہ تعالیٰ کے روبرو کی اور خداوند عالم نے کئی مقام پر ان کی اصلاح فرمائی کہ میں نے اس طرح نازل کیا ہے۔

[1] میں کہتا ہوں کہ علامہ سید شریف نے شرح مواقف میں بیان کیا ہے کہ علماء کلام کو رویت کے مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے بلکہ سب علماء اہل سنت نے جواز رویت کا اعتراف کیا ہے اگر خلاف ہے تو صرف وقوع رویت میں ہے یعنی بعض کا یہ مقولہ ہے کہ رویت دار آخرت میں ہوگی اور بعض کا یہ قول ہے کہ رویت دار دنیا میں بھی ہوسکتی ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رویت امر ممکن ہے اور جو ممکن ہے اس کے وقوع میں استحالہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر وقوع مستحیل ہو تو وہ ممکن نہ رہے گا۔ میں نے اس مسئلہ کو تحریر العقاید اور شرح عقیدہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے فان نشئت فان فظرته۔۱۲ اشرف غفرلہٗ

www.khalifatullahmehdi.info

چونکہ یہ روایت اس دار دنیا اور اسی حیٰوۃ دنیا میں واقع ہوئی ہے اس لیے یہ ضرور دنیاوی رویت ہی ہے۔
ان متکلمین کے مقابل محققین اہلِ سنت یعنی صوفیاے کرام دارِ دنیا اور حالتِ بیداری میں دل کی آنکھوں اور سر کی آنکھوں سے دونوں طرح دیدارِ الٰہی حاصل ہونے کے قایل ہیں مہدویہ کا بھی یہی مذہب ہے۔
ان اقوال سے ثابت ہے کہ آخرت میں دیدار الٰہی ہونے پر سب متفق ہیں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ متکلمین اہلِ سنت کے نزدیک دار دنیا میں بحالتِ خواب اور بمشاہدہ قلبی دیدار الٰہی ہونا بھی جائز ہے اور کئی بزرگان سلف کو حاصل ہوا ہے پس محققین صوفیا اور متکلمین اہل شرع کے مابین جو اختلاف رہ جاتا ہے وہ صرف حالتِ بیداری اور رویتِ عینی یعنی بچشم سر دیدار واقع ہونے میں ہے۔
مولف ہدیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ ''مذہب اہلِ سنت کا یہ ہے کہ رویت اللہ کی دنیا میں ممکن ہے عقلاً اور امکان سمعی میں اختلاف ہے'' (ہدیہ صفحہ ۔۱۴۴) لیکن ان کے اقوال میں خود بڑا اختلاف واضطراب ہے کہیں یہ کہا ہے کہ ''دنیا جائے دیدار نہیں ہے'' کہیں لکھا ہے کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور وہ بھی شب معراج میں کسی کو دنیا میں دیدار واقع نہ ہونے پر امت کا اتفاق ہے۔ کہیں لکھا ہے کہ کوئی شخص دنیا میں اللہ کو دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا۔ (ہدیہ صفحہ ۔۱۴۲) حالانکہ ان کے یہ اقوال نہیں ہیں۔ پس مسئلہ دیدار میں مولف ہدیہ کے اقوال بہت مضطرب ہیں۔
ناظرین کرام کے لئے حسبِ ذیل مزید وجوہ قابلِ غور وتعمق نظر ہیں۔[

بحث دیدار کے متعلق قابل غور مزید وجوہ:۔ اولاً۔ امکانِ سمعی یعنی منقولی اعتبار سے بھی دنیاوی دیدار جائز ہے یا نہیں اس میں متکلمین اہلِ سنت اگر چہ اختلاف ہونا ظاہر کرتے ہیں لیکن متکلمین ہی کا ایک ضابطہ ہے کہ کسی امر میں اختلاف ہونا خود دلیل جواز ہے پس سمعاً دیدار دنیوی کے جواز میں بین العلما اختلاف ہونا اس ضابطہ کے موافق اُس کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔
ثانیاً۔ اس کے علاوہ جبکہ اختلاف مذاہب کی بنا اختلاف دلایل پر موقوف ہے تو سب سے پہلے یہاں یہ امر تحقیق طلب قرار پاتا ہے کہ کیا کوئی دلیل شرعی دیدار دنیوی کی نفی پر نصاً دلالت کرنے والی پائی جاتی ہے یعنی کسی آیت وحدیث میں کیا یہ وضاحت وصراحت ملتی ہے کہ دیدارِ الٰہی آخرت میں تو ہوسکتا ہے لیکن دنیا میں نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ دنیا میں دیدارِ الٰہی کا انکار کرتے ہیں نہیں معلوم وہ آخر کس دلیل کی بنا پر کرتے ہیں دیدار دنیوی کی نفی کرنے والی ایسی کوئی صحیح روایت نہیں پائی جاتی۔ البتہ آخرت میں مومنین کو دیدار الٰہی ہونے کی جو روایتیں ملتی ہیں ان سے آخرت میں مومنین کو دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہونا ثابت ہوتا ہے مگر ان سے دیدار دنیوی کی نفی لازم نہیں آتی۔ بلکہ آیت شریفہ ''من کان فی هٰذه اعمٰی فهو فی الاخرة اعمٰی وضل سبیلا'' سے تو یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ آخرت میں دیدار ہونا دنیا میں دیدار ہونے پر موقوف ہے چنانچہ خود مفسرین وعظمائے اہلِ سنت کے اقوال سے اس کی تحقیق پہلے ہوگئی ہے۔
ثالثاً۔ وہ سب آیتیں جن سے اہل سنت دیدار اخروی پر استدلال کرتے ہیں وہ مطلق ہیں اُن میں آخرت کی قید نہیں ہے وہ دنیا و آخرت دونوں کو شامل ہیں انھی سے دیدار دنیوی بھی مستفاد ہے۔ پس دیدار دنیوی کے ثبوت میں سمعی دلائل تو پائی جاتی ہیں اور اس کی

نفی پر کوئی دلیل سمعی نہیں ہے اس سے اختلاف کی حقیقت پر شنی پڑتی ہے کہ اس سے جواز وعدم جواز کے ہر دو پہلو میں سے جواز کا پہلو زیادہ راجح ہے۔

رابعاً۔ مولف ہدیہ یا جولوگ بھی آخرت کو محل دیدار الٰہی تسلیم کرتے ہیں اور وقوع دیدار فی الدنیا کو نہیں مانتے ان سے پوچھا جاتا ہے کیا دار آخرت عام طور پر سب کے لئے محل دیدار ہے یا مخصوص اشخاص کے لئے یعنی آخرت میں اہل نار کو بھی دیدار الٰہی نصیب ہوگا یا نہیں۔ اگر یہ کہیں کہ ان کو بھی نصیب ہوگا تو جیسا کہ ظاہر ہے اس سے نصوص قطعیہ کی مخالفت لازم آئے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت صاف طور پر ''انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون'' فرمایا ہے اور اگر اہل نار کو دیدار نصیب ہونے سے انکار کریں تو ثابت ہوا کہ آخرت بذاتہ عام طور پر محل دیدار نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ صفت رویت کو اہل جنت کی آنکھوں میں پیدا کرے گا اور اہل نار کی آنکھوں میں نہیں پیدا کرے گا پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب مدار کار اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے پر ٹھہرا تو دنیا وآخرت کا فرق وامتیاز اٹھ گیا آخرت کی تخصیص کیا ہے وہ مختار ہے جب اور جہاں چاہے صفت دیدار پیدا کرے۔ جس طرح آخرت میں جس کو چاہے یہ قابلیت دے اور جس کو چاہے نہ دے اسی طرح وہ قادر اور مختار ہے کہ دار دنیا میں بھی جس کو چاہے یہ صلاحیت عطا کرے اور جس کو نہ چاہے نہ عطا کرے۔

خامساً۔ مولف ہدیہ یا جولوگ دنیا میں دیدار الٰہی کے واقع ہونے کا انکار کرتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ رویت دنیاوی کے قایل ہونے سے ذات باری تعالیٰ کے لئے جسم۔ جہت۔ زمان ومکان کا اختصاص لازم آجاتا ہے۔ اگر ایسا خیال کرتے ہیں تو یہ ان کے سمجھ کی غلطی ہے کیا وہ باوجود دعویٰ فہم وفراست کے اتنا بھی نہیں جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات جو واجب الوجود ہے کئی اعتبارات سے تمام مخلوقات کے مغایر ہے جو ممکنات سے ہیں اور بالبداہتہ معلوم ہے کہ جو حکم کسی شئی کے لئے ثابت ہو وہی حکم اس کی ضد کے لئے ثابت نہ ہوگا ورنہ وہ ضد ضد نہ رہے گا۔ پس ممکنات کی رویت کے وقت جہت ومکان وزمان کی جو تقلید ہوتی ہے وہ خالق ممکنات کی رویت کے لئے نہ ہوگی۔ پس ممکن کا قیاس واجب پر کرنا باطل ہے بلکہ اس کی رویت بغیر مقابلہ ومحاذات کا خود رائی ہے اور بغیر محاذات وزمان ومکان کے تمام مخلوقات وموجودات کو دیکھتا ہے۔ اگر اس کو اپنی ذات اور تمام کائنات کا رائی نہ کہیں تو اس کے لئے صفت رویت سے عجز کے قابل ہونا لازم آئے گا وہذا باطل قطعاً۔

چونکہ رویت رائی ومرئی کے درمیان ایک نسبت خاصہ ہے کہ اگر ان میں سے ایک کسی جہت میں ہوگا تو بالضرور دوسرے کے لئے بھی جہت لازم آئے گی اور جب یہ بات ثابت ہوجائے کہ ان میں سے کسی ایک کو رویت میں جہت کا لزوم نہیں ہے تو یقیناً دوسرے کی رویت سے بھی جہت کا ارتفاع ہوجائے گا۔ پس جب حق تعالیٰ بالاتفاق اپنی مخلوقات وکائنات کا بغیر مقابلہ ومحاذات کے رائی ہے تو اس کی مخلوقات بھی بغیر مقابلہ ومحاذات اور بغیر لزوم جہت کے اس کو دیکھنا ممکن ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس پشت بغیر مقابلہ کے ملاحظہ فرماتے تھے اور سبحانہ تعالیٰ خود اپنی ذات اور کائنات کا بغیر قید جہت وزمان ومکان رائی ہے **فثبت ان روية اللّٰه بغير اعتبار الجهة والمحاذات ممكنة بل واقعة فى الدنيا** (پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رویت جہت ومحاذات کے اعتبار کے

بغیر ممکن ہے بلکہ دنیا میں واقع ہے۔)

سادساً۔ یا وہ لوگ جو دیدار دنیاوی کا انکار کرتے ہیں کیا یہ سمجھتے ہیں کہ حاسئہ حادثۂ فانیہ کس طرح ذات پاک قدیم ازلی کا ادراک کر سکے گا اس شبہ کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

ا۔ ادارک اور رویت میں جو فرق ہے اور نفی ادراک سے نفی رویت لازم نہیں آتی یہ بحث پہلے ہو چکی ہے۔

۲۔ تفسیر کبیر میں آیت **لا تدرکہ الابصار** کے تحت ضرار بن عمر کوفی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ۔

ان اللّٰہ لا یری بالعین وانمایری بحساسة سادسة یخلقها اللّٰه تعالیٰ یوم القیامة۔	اللہ تعالیٰ آنکھ سے نہیں نظر آئے گا بلکہ ایک چھٹے حاسہ سے نظر آئے گا جس کو اللہ تعالیٰ روز قیامت پیدا کر دے گا۔

پس جس حاسہ سادسہ سے کہ مومنین قیامت میں دیدار الٰہی پر قادر ہوں گے خدائے تعالیٰ قادر ہے کہ اسی سادسہ کو دنیا میں مومنین کو عطا کرے اور وہ نعمت دیدار سے دار دنیا میں مشرف ہو جائیں **ذالک فضل اللّٰه یوتیه من یشاء۔**

حاسئہ تازہ پیدا کرنا جیسا کہ ضرار بن عمر کوفی کا قول ہے۔ یا اسی حاسہ بصر میں نئی کیفیت وصلاحیت پیدا کر دینا جیسا کہ محققین اور مہدویہ کا مذہب ہے ایک ایسی بات ہے جس کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی اس کو ناظرین کرام ایک مثال سے قیاس کر سکتے ہیں وہ یہ کہ جنگ بدر میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سو سے کچھ زیادہ صحابہ تھے اور اس کے مقابل ابوجہل وغیرہ روسائے قریش کے ہمراہ ہیں کی تعداد ہزار کے قریب تھی چونکہ مومنین کو فتح ونصرت ہونے کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اس لئے مشرکین میں ایسی بینائی قدرتِ کاملہ سے پیدا کر دی گئی کہ وہ مسلمانوں کو جو حقیقت میں تین سو سے کچھ زیادہ تھے اپنے دو چند دیکھنے لگے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قدکان لکم اية فی فئتين التقا فئة تقاتل فی سبيل اللّٰه واخری کافرة ترونهم مثليهم رای العين (۳۔۱۰۔ال عمران)	ان دو گروہوں میں تمہارے لئے اللہ کی قدرت کی نشانی ہے جو باہم گتھ گئے ایک گروہ اللہ کے راستہ میں لڑ رہا ہے دوسرا گروہ کافر ہے جو ان (مسلمانوں) کو اپنے دو چند دیکھ رہا ہے۔

دوسری طرف مسلمانوں کی آنکھوں میں بھی ایسی بینائی پیدا کر دی کہ مشرکین جو بہت زیادہ تھے انھیں کم دکھلائی دئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اذیریکموهم اذا التقيتم فی اعينکم قليلاً (۱۰۔ا۔انفال)	جب تمہاری کافروں سے مڈبھیڑ ہوئی تمہاری نظروں میں ان (کافروں) کو قلیل دکھایا۔

باوجودیکہ رویت حقیقی کی شرطیں یہاں پوری تھیں خدائے قادر نے طرفین میں ایسی رویت پیدا کر دی کہ ہر دو فریق نے برای العین خلافِ واقعہ حسبِ مصلحت الٰہی دیکھا۔

www.khalifatullahmehdi.info

پس وہ بینائی جس سے ذاتِ باری تعالیٰ کی رویت حاصل ہوتی ہے اسی قسم کی پیدائش تازہ ہے جو خدائے کریم کی محض عطا ہے جو بغیر مقابلہ و مواجہت کے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پس پشت بغیر مقابلہ و مواجہت کے معائنہ فرماتے تھے اور خدائے عالم بغیر مقابلہ و جہت اپنی ذات کو اور تمام مخلوقات کو دیکھتا ہے اور یہ سب کا اتفاقی مسئلہ ہے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔شرح مواقف میں اسی حقیقت کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے کہ لاخلاف بیننا انہ تعالیٰ یریٰ ذاتہ (ہم میں کسی کو اس میں خلاف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو دیکھتا ہے)۔

۳۔ جواب یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ حادث من حیث ہو حادث مع بقاء کثافتِ حدوث و امکان و آلایشِ تجدد و نقصان رویت سبحانہ کے لائق نہیں ہوتا ہمارا تو قول یہ ہے کہ رویتِ رب بعینِ رب ہوتی ہے نہ بعین عبد۔یعنی جب اس کی ذات و صفت اللہ تعالیٰ کی ذات و صفت میں فنا ہو جاتی ہے تو حق ہی حق رہ جاتا ہے اور حق ہی اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔

بے فنائے خود میسر نیست دیدار شما ؎ می فروشد خویش را اول خویدار شما

تفسیر عرائس البیان میں آیت ''سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا'' کے تحت لکھا ہے۔

ای اسریٰ من محل الا رادۃ الیٰ محل المحبۃ و من محل المحبۃ الیٰ محل المعرفۃ و من محل المعرفۃ الیٰ محل التوحید و من محل التوحید الی محل التفرید و من محل التفرید الیٰ محل الفناء و من محل الفناء الیٰ محل البقاء و من محل البقاء الیٰ محل التصاف و من محل الاتصا الیٰ محل الاتحاد فلم یبق منہ شئی من رسوم الحدوث و اسریٰ من رویۃ فعلہ و ایاتہ الیٰ رویۃ صفاتہ و من رویۃ صفاتہ الیٰ رویۃ ذاتہ و اشھدہ مشاھدۃ جمالہ فرای الحق بالحق وصارھناک موصوفا بوصف الحق فکان صورتہ روحہ و روحہ عقلہ و عقلہ قلبہ و قلبہ سرہ فرای الحق یحمیع و جودہ لان وجودہ صٓربجمیعہ عینا من عیون الحق فرای الحق بجمیع العیسون و سمع خطابہ بجمیع الاسماع و عرف الحق بجمیع القلوب حتی فنیت عیونہ و اسماعہ و قلوبہ و ارواحہ

یعنی سیر کرایا (اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو) محل ارادت سے محل محبت کی طرف اور محل محبت سے محل معرفت کی طرف اور محل معرفت سے محل توحید کی طرف اور محل توحید سے محل تفرید کی طرف اور تفرید سے محل فنا کی طرف اور محل فنا سے محل بقا کی طرف اور محل بقا سے محل اتصاف کی طرف اور محل اتصاف سے محل اتحاد کی طرف پس حدوث پر قدم کے مستولی ہو جانے کی وجہ سے حدوث کی نشانیوں سے کوئی چیز باقی نہ رہی اور اسی کے افعال اور اس کی آیتوں کے دیکھنے سے اس کی صفات کی رویت کی طرف سیر کرایا اور صفات کی رویت سے اس کی ذات کی رویت کی طرف سیر کرایا اور اپنے مشاہدۂ جمال کا مشاہدہ کرایا پس حق کو حق ہی نے دیکھا اور حق کے وصف سے موصوف ہو گیا اس کی عقل اور اس کی عقل اس کا قلب اور اس کا قلب اس کا سر ہو گیا پس حق کو اس کے جمیع وجود کے ساتھ دیکھا کیونکہ اس کا تمام وجود حق کی نہ آنکھوں میں سے ایک آنکھ بن گیا پس حق کو جمیع عیون سے دیکھا اور اس کے خطاب کو تمام اسماع سے سنا اور

www.khalifatullahmehdi.info

و عقوله فی الحق فنظر الحق الیٰ الحق لا جله نیابة عنه لان عیون الحدوثیة فنیت فی عیون الحق و عیون الحق رجعت الی الحق فرای الحق الحق وعرف الحق الح الخ

حق کو جمیع قلوب کے ستھ پہچانا تا آنکہ اس کے عیون و اسماع و قلوب و ارواح وعقول سب حق میں فنا ہوگئیں پس اس کی وجہ سے حق نے حق کو اس کی نیابت کے طور پر دیکھا اس لئے کہ حدوث کے عیون حق کے عیون میں فنا ہوگئے اور حق کے عیون کی طرف رجوع ہوگئے پس حق نے حق کو دیکھا اور حق ہی نے حق کو پہچانا۔

علامہ روز بھانؒ کے اس محققانہ قول سے واضح ہے کہ بندہ کی آنکھ حق کو نہیں دیکھتی بلکہ جب اس کی ذات وصفات اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں فنا ہوجاتی ہیں تو حق ہی حق رہ جاتا ہے اور حق ہی اپنے آپ کو دیکھتا ہے اس لئے تفسیر تاویلات میں ''لن ترانی'' کی یہی توجیہ بیان کی گئی ہے۔لن ترانی فی حالة الاثنینیة و بقاء الانیه وفی درجة الوجود الفانی یعنی دوئی کی حالت اور بقاء خودی کے ہوتے اور وجود فانی کے درجہ میں رہکر تو مجھے نہ دیکھے گا۔

تفسیر تاویلات کے قول کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ جب سالک فنا ہوکر بقاباللہ میں پہنچ گیا یعنی تنگنائے تقید سے نکل کر وسعت آباد اطلاق میں جا پہنچا اور وجود دنیوی کے لباس کو سانپ کی کینچلی کے مثل پھینک دیا یعنی فنائے الفنا کے ذریعہ وجود موہوبہ حقانی سے سرفراز ہوا وہاں بجز ترانہ ''ترانی'' کے ''لن ترانی'' کا کہاں گزر ہے بلکہ مقدمہ بالعکس ہوجاتا ہے کہ ''ارنی انظر الیک'' کی پر اشتیاق آواز طرف ثانی سے آتی ہے۔

بلے ہر جا کہ باشد عشق صادق ||| کند معشوق را مانند عاشق
بصدق آنکس کہ زد در عاشقی گام ||| بہ معشوقی برآید آخرش نام

تفسیر مدارک میں جو لکھا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے۔

لن ترانی بعین فانیة بل بالعطاء والنوال بعین باقیة۔

یعنی فانی آنکھ سے تو مجھے نہیں دیکھے گا بلکہ عطا اور بخشش سے باقی آنکھ سے (دیکھے گا)۔

تفسیر کبیر کا قول بھی اسی اظہار مطلب کے لئے بہت صاف ہے ونحن نقول بموجبه (ہم بھی اسی کے مطابق کہتے ہیں)

قال هذه الابصار وهذه الاحداق مادامت علی هٰذه الصفات التی هی موصوفة بها فی الدنیا لا تدرک

یہ آنکھ اور یہ حدقے (گوشہ چشم) جب تک انکی وہ صفات باقی رہیں جن سے وہ دنیا میں موصوف ہیں تو اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں

اللّٰہ تعالیٰ وانما تدرک اللّٰہ تعالیٰ اذا تبدلت صفاتھا وتغیرت احوالھا فلم قلتھم ان عند حصول ھذہ التغیرات لا تدک اللّٰہ۔	کر سکتیں وہ جب ہی خدا کو پاسکتی ہیں جبکہ ان کی صفات بدل جاتی اور ان کے حالات متغیر ہوجاتے ہیں۔ پس یہ تغیرات حاصل ہوجانے کے بعد پھر تم کیوں کہتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پاسکتیں۔

حضرت امامنا علیہ السلام کا یہ فرمان واجب الاذعان اسی حقیقت کی پردہ کشائی اوران اقوال سے جو حقیقت ظاہر ہورہی ہے اس پر مہر صداقت ثبت کرتا ہے جو حضرت نے صدیق ولایت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا جبکہ آپ نے کہا کہ میری آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے مہدیؑ کو دیکھا ہو میں نے خدا کو دیکھا۔

''آرے برادر سید خوندمیر انچہ دیدید تحقیق ست خدائے راخدامی بیند''

بعض ظاہر بین اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس سے تین خدا ہونا لازم آتا ہے لیکن یہ ان کی سمجھ کی غلطی ہے۔ زیادہ تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے مختصر یہ کہ یہ اسی فنا فی اللہ کے مقام کی طرف اشارہ ہے جس کی توضیح ان مذکورہ اقوال سے ہورہی ہے بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے اس قول کی ایک ظاہری مثال آئینہ اور آفتاب کی ہے کہ آئینہ آفتاب کے سامنے رکھ کر اس کو دیکھو تو آفتاب ہی آفتاب نظر آتا ہے آئینہ درمیان میں نظر نہیں آتا۔

سابعاً۔ اس تمام تحقیق سے دیدار عینی یعنی بچشم سر دیدار ہونے کا مسئلہ بھی حل ہوگیا ہے۔ اگر کوئی دیدار منامی اور مشاہدۂ قلبی یعنی خواب میں اور بچشم دل دیدار ہونے کے تو قایل ہوں اور دیدار عینی کو تسلیم کرنے میں انھیں تامل ہو تو بقولِ محققین صوفیا اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ یہ دیدارِ منامی دو حال سے خالی نہیں یا مشاہدۂ قلبی ہوگا یا مشاہدۂ عینی اگر مشاہدہ بالعین کہیں تو وہ ہمارا عین مطلوب و مقصود ہے اور بداہتہ بھی اسی کی شاہد ہے کہ رویت منامی میں مبصر فی المنام مثل مبصر فی الیقضہ کے ہوتا ہے۔

اور اگر اس کو مشاہدۂ قلبی قرار دیں جیسا کہ بعض محققین کا قول ہے تو اس سے بھی ہمارا مطلب ثابت ہے کیونکہ جس عجز و قصور کا اطلاق آنکھ کی طرف عاید ہوسکتا ہے وہی قلب کے لئے بھی ہوسکتا ہے اس لئے کہ یہ دونوں آلائش حدوث و تجدد میں متحد میں اس اعتبار سے جس طرح آنکھ قاصر ہے قلب بھی عاجز ہے۔ تفسیر ''عرائس البیان'' میں آیت **لا تدرکه الابصار وھو یدرک الابصار** کے تحت حضرت بائزیدؒ کا قول نقل کیا ہے۔

ان اللّٰہ احتحب عن القلوب کما احتجب عن الابصار فان اوقع نتجلیاً فالبصر والفواد واحد۔	اللہ تعالیٰ جس طرح ابصار سے پوشیدہ ہے قلوب سے بھی پوشیدہ ہے اگر وہ تجلی ڈالے تو بصر (آنکھ) اور فواد (دل) یکساں ہیں۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ فتوحات کے (۶۴) ویں باب میں رویت فی المنام صحیح ہونے کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

www.khalifatullahmehdi.info

فعلم انه کلما جاز وقوعه فی المنام والدار الاخرة جاز وقوعه و تعجیله فی الیقظة والحیٰوة الدنیا۔

پس معلوم ہوا کہ جب (دیدار الٰہی) خواب میں اور دار آخرت میں واقع ہونا جائز ہے تو اس کا بیداری اور حیات دنیاوی میں بھی واقع ہونا جائز ہے۔

ایضاً باب (۳۶۹) میں لکھتے ہیں۔

واذا صح ان العقل یدرک الحق تعالیٰ جازان یدرکه بالبصر من غیر احاطة لانه لا فضل لمحدث علیٰ محدث من حیث الحدوث۔

جب یہ صحیح ہے کہ عقل خدائے تعالیٰ کو پاسکتی ہے تو آنکھ بھی اس کو بغیر احاطہ کے پانا جائز ہے اس لئے کہ یہ دونوں حادث ہیں اور ایک حادث کو دوسرے حادث پر حدوث کی حیثیت سے کوئی فضیلت نہیں ہے۔

ایضاً من قال ان الحق تعالیٰ یدرک عقلاً ولا یدرک بصراً فمتلاعب لا علم له بحکم العقل وبحکم البصرولا بالحقائق علیٰ ما ھی علیه۔

جس نے یہ بات کہی کہ حق تعالیٰ کا ادراک عقل سے ہوسکتا ہے اور آنکھ سے نہیں ہوسکتا وہ کھیل۔ بازی۔ کرنے والا ہے اس کو حکم عقل اور حکم بصر کا اور حقایق کا جس طرح کہ وہ نفس الامر میں ہیں علم نہیں ہے۔

پس دار دنیا میں بچشم سر دیدار الٰہی ہونے سے انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

ثامناً۔ آخرت میں دیدار الٰہی ہونے پر اہل سنت متکلمین اور محققین سب متفق ہیں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ پس یہ دیکھنا چاہیئے کہ آخرت کس کو کہتے ہیں اور دنیا کیا ہے عالم آخرت کا اطلاق بعد موت پر ہوتا ہے اور عالم دنیا قبل موت تک ہے چنانچہ امام غزالیؒ نے دنیا وآخرت کی مختصر تعریف یہ کی ہے۔

ان الدنیا والآخرة عبارة عن حالتین فالقریب الدانی منهما یسمی دنیا وھو کل ماقبل الموت والمتراخی المتاخر یسمی آخرة وھو ما بعدالموت (احیاء العلوم)

دنیا اور آخرت دو حالتوں سے مراد ہے ان میں سے قریبی حالت کو دنیا کہتے ہیں اور وہ موت سے پہلے تک ہے اور بعد میں آنے والی حالت آخرت کہلاتی ہے جو موت کے بعد سے ہے۔

پس ثابت ہوا کہ عالم آخرت بعدِ موت کو کہتے ہیں اور دیدارِ الٰہی آخرت میں بعد موت ہوسکتا ہے لیکن موت دو قسم کی ہے ایک موت حیوانی جس کو موت ظاہری کہتے ہیں دوسری موت انسانی جس کو موت معنوی کہتے ہیں۔ ان دونوں کے حالات ونتائج جدا جدا ہیں۔ جو لوگ بموت حیوانی مرتے ہیں ان کے حق میں آخرت بھی دنیا کا حکم رکھتی ہے یعنی ان کے لئے جو محرومی وبے نصیبی دنیا میں لاحق ہے وہی آخرت میں بھی لاحق حال رہے گی کہ ’’من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرة اعمیٰ واضل سبیلا‘‘۔

www.khalifatullahmehdi.info

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے۔

من لم یعرف اللّٰہ فی الدنیا لا یعرفه فی الآخرة (تفسیر عرائس البیان)

جس نے اللہ تعالیٰ کو دنیا میں نہیں پہچانا وہ آخرت میں نہیں پہچانے گا۔

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا یہ فرمان گویا آیت ''من کان فی هذه اعمٰی الآیة '' کی تفسیر ہے کہ جو حالت قرب وکمال ہے اگر وہ دنیا میں حاصل نہ ہو تو آخرت میں بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

اس کے مقابل جو شخص حسب فرمان ''موتوا قبل ان تموتوا '' (یعنی تم مرنے سے پہلے مرجاؤ) بموتِ انسانی مرجاتا ہے تو یہی دنیا اس کے حق میں آخرت کا حکم پیدا کرتی ہے اور جو امور آخرت میں ہونے والے ہیں اسی عالم میں جاری ہوتے ہیں۔ یواقیت کے مبحث (۶۱) میں لکھا ہے۔

ان من مات الموت المعنوی بمخالفة النفسی حتی لم یبق له مع اللّٰه اختیار ولا اراده لا یعظم تالمه عند طلوع روحه لانه عجل بموت نفسه حین قتلها بسیف المجاهدة وامامن وافق نفسه فی هوا هاوشهواتها فیشتد علیه الالم عندالموت لا جتماع تلک الالام التی فاتته حین لم یجاهد وایضاح ذالک ان اهل اللّٰه لما علموا ان لقاء اللّٰه لا یکون الابالموت وعلموا معنی الموت استعجلوه فی الحیواه الدنیا فما توافی حین الحیات عن جمیع حرکاتهم و اراداتهم فلما ظهر علیهم الموت فی فی حیاتهم التی لا زوال لهم عنها حین و رد علیهم حیث کانوالقوا اللّٰه تعالیٰ فلقیهم وکان لهم حکم من یلقاه محباً للقائه والیٰ هذا الموت لاشارة بقولهؑ من ارادان ینظر الیٰ میت یمشی علیٰ وجه الارض فلینظر الی ابی بکر لانه کان میتافی حیاته عن

موت سے مرجائے تا آنکہ اس کا کوئی اختیار اور ارادہ باقی نہ رہے اس کو اس کی روح نکلنے کے وقت زیادہ رنج والم نہ ہوگا کیونکہ وہ مجاہدہ کی تلوار سے اپنے نفس کو پہلے ہی سے قتل کر کے مرگیا ہے لیکن جس نے خواہشات وشہوات نفسانی میں اپنے نفس کی موافقت کی اس پر موت کے وقت رنج والم شدید ہوگا کیونکہ وہ تمام آلام جو مجاہدہ نہ کرنے کی وجہ سے اسے حاصل نہیں ہوئے ہیں وہ سب جمع ہوجائیں گے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ اہل اللہ نے جب یہ جان لیا کہ اللہ کا دیدار موت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور انہوں نے موت کا معنی بھی معلوم کرلیا تو انہوں نے دنیاوی زندگی ہی میں موت کو جلد پالیا اور حیات ہی میں اپنے تمام حرکات اور ارادوں کو چھوڑ کر مرگئے۔ پس جب ان پر موت ظاہر ہوگی جس سے انھیں گریز نہیں ہے اور وہ جہاں کہیں رہیں ان پر وارد ہونے والی ہے تو وہ ان کو اس طرح ملائے گی کہ وہ اس سے ملنے کو پسند کرنے والوں کے حکم میں ہوں گے رسول اللہ صلعم کے فرمان میں اسی موت کی

www.khalifatullahmehdi.info

حرکاته وسکناته النفسانیه کلها۔ طرف اشارہ ہے کہ جو شخص میت کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھنا چاہے ابوبکرؓ کو دیکھ لے یعنی وہ اپنی حیات ہی میں اپنے کل نفسانی حرکات وسکنات کو چھوڑ کر میت ہو گئے ہیں۔

ہر چند دل تو چاہتا ہے کہ اس مقام پر صاف صاف گفتگو کی جائے لیکن یہ خوف ہے کہ کم استدادوں کے قدم جادۂ اعتدال سے نہ پھسل جائیں کیونکہ ان کی حالت تو اس کے مماثل ہے جو کسی نے کہا ہے۔

نگجذ نور خورشید ازل در ظرف ہر دیدہ　　　بآب دیدہ مرداں نگرنا عکس آں بینی

تو خفاشی زنور سہ قیاس نور خورمی کن　　　ترا سودایں بود گر نور خور بینی زیاں بینی

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص آفتاب کو نہیں دیکھ سکتا اگر کسی برتن میں پانی ڈال کر آفتاب کے سامنے رکھدو تو اس میں آفتاب کا عکس دیکھو۔ تمہاری حالت شپر کے جیسی ہے تم چاند کے نور پر ہی آفتاب کے نور کا قیاس کر لو تمہارے لئے یہی بہتر ہے آفتاب کا نور دیکھوگے تو نقصان ہوگا۔

تاسعاً۔ دیدار کا مسئلہ ولایت کے متعلقات سے ہے لوازمات نبوت سے نہیں ہے۔ چنانچہ ''نقد النصوص'' شرح فصوص میں ہے کہ ''الولایة لا تنقطع ابداً'' کی شرح میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

علم رویت حقایق ولایت سے ہے لوازم نبوت سے نہیں ہے اور ولایت کے مظاہر میں اکمل ترین مظہر خاتم الاولیاء ہے جس کا عہدہ رویت کا دعویٰ کرنا ہے۔

پس اس مسئلہ میں حضرت خاتم الاولیاء کا فرمان قطعی حجت ہے کسی دوسری دلیل کی حاجت نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو لوازماتِ نبوت و شریعت سے سمجھنا یا محض اصول شرعی پر جانچنا موضوع ہوگا۔

یہ بحث تو علم حقایق ومعارف سے تعلق رکھتی ہے۔ شرعی اصول پر بھی حضرت خاتم الاولیاء مہدی علیہ السلام نے دیدار دنیوی کا جو دعویٰ فرمایا ہے وہ امر ممکن کا دعویٰ ہے کسی امر محال کا نہیں ہے کیونکہ متکلمین اہل شرع کے نزدیک بھی دنیا میں دیدار الٰہی ممکن اور جائز ہے۔ متکلمین اہل سنت خواب میں اور دل کی آنکھوں سے (بمشاہدہ قلبی) دار دنیا میں دیدار حاصل ہونے کے قایل ہیں چنانچہ شرح عقائد اور شرح مواقف کے ان اقوال سے جو اس سے پہلے پیش کئے گئے ہیں یہ ثابت ہے۔

اس سے پہلے یہ بھی تحقیق ہو چکی ہے کہ یہ دونوں صورتیں دیدار دنیوی ہی کی ہیں اور جب یہ جائز ہیں تو بحالت بیداری اور بچشم سر دیدار حاصل ہونے کا انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

متکلمین اہل سنت میں سے کسی کو اس کا انکار ہو بھی تو اس سے حضرت خاتم الاولیا کے فرمان سے تعارض لازم نہیں آ سکتا کیونکہ تعارض کے لئے دونوں قول مساوی الحیثیت ہونا شرط ہے اور یہاں مساوات مفقود ہے اس لئے کہ یہ دونوں قول قوت وضعف میں برابر

www.khalifatullahmehdi.info

نہیں ہو سکتے ایک قوی اور قطعی ہے اور دوسرا ضعیف اور محتمل الخطا ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس بالاتفاق معصوم عن الخطا ہے خود علمائے اہل سنت متکلمین و محققین دونوں فریق امام مہدی علیہ السلام کے معصوم اور لا یخطی ہونے پر متفق ہیں۔

صاحب فتوحات شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فتوحات کے (۳۶۶) باب میں لکھا ہے۔

مانص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم علی امام من ائمۃ الدین یکون بعدہ یرثہ و یقفو اثرہ ولا یخطی الا المہدی خاصۃ فقد شھد بعصمتہ فی احکامہ کما شھد الدلیل العقل بعصمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فیما یبلغہ من ربہ من الحکم المشروع لہ فی عبادہ۔

حضرت رسول اللہ صلعم نے ائمہ دین میں سے کسی امام کی نسبت جو آنحضرت صلعم کے بعد ہونے والا ہے یہ تصریح نہیں فرمائی ہے کہ وہ آپ کا وارث ہوگا اور قدم بقدم آپ کی پیروی کرے گا مگر خاص مہدی علیہ السلام کے لئے یہ صراحت فرمائی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ (مہدی علیہ السلام) کے لئے اپنے احکام میں معصوم ہونے کی شہادت دی ہے جیسا کہ دلیل عقلی رسول اللہ صلعم کے اپنے احکام میں معصوم ہونے کی گواہی دی ہے جو آپ خدا کی طرف سے اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔

ایضاً۔ قد اخبر علیہ السلام عن المہدی انہ لا یخطی و جعلہ ملحقاً بالانبیاء علیہم السلام فی ذالک الحکم۔

حضرت رسول اللہ صلعم نے مہدیؑ کی نسبت یہ خبر دی ہے کہ آپ خطا نہیں کریں گے اور اس حکم میں حضرت نے مہدیؑ کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملحق فرمایا ہے۔

امام شعرانی نے کتاب ''میزان'' میں لکھا ہے۔

المسائل المستخرجۃ من اقوال العماء فی کل دور من ادوار الزمان الیٰ ان یخرج المہدی علیہ السلام فیبطل فی عصرہ التقئید بالعمل نقول من قبلہ من المذاھب۔

ہر زمانہ میں علما کے اقوال سے جو مسائل نکالے گئے ہیں ان پر عمل کرنا حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور تک صحیح ہے۔ حضرت کے زمانہ میں حضرت سے پہلے لوگوں کے مذہب پر عمل کرنا باطل ہے جیسا کہ اہل کشف نے اس کی صراحت کی ہے

ملا معین الدین نے ''دراسات اللبیب'' میں لکھا ہے جس کا ملخص یہ ہے۔

صدور الخطاء عن المہدی مستحیل لضرورۃ صدّق المخبر صلعم فالرسول والمہدی اشتر کافی

مہدیؑ سے خطا صادر ہونا محال ہے کیونکہ مخبر صادق صلعم کا سچا ہونا ضروریات سے ہے۔ پس رسول صلعم اور مہدی علیہ السلام سے

www.khalifatullahmehdi.info

اسحالة الخطاء و امتناع صدوره عنهما عقلاً و خبراً و نقلاً و مثل هذا لا يوجد فى غيره من الاولياء۔

خطا صادر ہونا محال و ممتنع ہونے میں دونوں باعتبار عقل و نقل و حدیث مشترک ہیں اور اس کی مثال دوسرے اولیا میں نہیں پائی جاتی۔

امام طحطاوی نے حاشیہ درالمختار میں لکھا ہے۔

المهدى ليس بمجتهد لان المجتهد يخطى وهو لا يخطى قط فانه معصوم فى احكامه بشهادة النبى صلعم وهو مبنى على عدم جواز الاجتهاد حق۔

مہدیؑ مجتہد نہیں ہیں اس لئے کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور آپؑ سے کبھی خطا نہیں ہوسکتی کیونکہ آپؑ رسول اللہ صلعم کی شہادت کی بناء پر اپنے احکام میں معصوم ہیں اور یہ بات انبیاء علیہم السلام کے حق میں اجتہاد جائز نہ ہونے کے مسئلہ پر مبنی ہے۔

ملک العلماء نے شرح مسلم الثبوت میں تحریر کیا ہے۔

يكون قول الامام محمد المهدى حجة يخطى مخالفه۔

امام مہدیؑ کا قول حجت ہے اور آپؑ کے خلاف جو اقوال ہوں وہ خطا ہوں گے۔

تفسیر تاویلات اور نقد النصوص شرح فصوص کے اقوال کا خلاصہ اس سے پہلے نقل کیا گیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام احکام کو اس معدن سے اخذ کرتے ہیں جہاں سے ملک وحی لیتا ہے۔

خود مولف ہدیہ کو بھی اعتراف ہے کہ

لا یخطی بالاتفاق مہدی کی شان ہے یعنی ہرگز خطا نہیں کرے گا (ہدیہ صفحہ)

غرض حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عظمت و بزرگی اور معصومیت اور عدم صدور خطا کے باب میں ان مسطورہ اقوال و دلایل کے سوا اور بہت سی عقلی و نقلی وجوہ و دلایل ہیں جن میں سے بعض اس کتاب کے مختلف موقعوں پر درج ہوئی ہیں سب کا استیعاب یہاں خلے دشوار ہے۔

اس کے مقابل جو مفسرین و متکلمین اہل سنت دیدار دنیوی کا انکار کریں ان میں سے کسی کی نسبت بھی معصوم ہونے کی شہادت نہیں ملتی۔ان کا مدار رائے وقیاس واجتہاد پر ہوگا پس جو حکم "قد يخطى و يصيب" "آئمہ مجتہدین کے لئے ہے وہ بدرجۂ اولی ان کو بھی شامل ہوگا اور ان کا مجرد قول موجب قطع و یقین نہ ہوگا اس صورت میں ان کے اقوال کو حضرت امام مہدی علیہ السلام کے فرمان واجب الاذعان کے مقابلہ میں کوئی فروغ نہیں ہوسکتا۔کیونکہ ان کے اقوال قول غیر معصوم اور محتمل الخطا ہیں اور امام علیہ السلام کا فرمان قول معصوم اور موجبِ قطع و یقین ہے لہذا ان دونوں میں تعارض کا تصور ہی صحیح نہیں ہے۔

مولف ہدیہ کا شیخ عبدالحق کے قول سے استدلال درست نہیں:۔ مولف صاحب نے دیدار الٰہی کی بحث کے ضمن میں ترجمہ مشکوٰۃ کے حوالہ سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول لکھا اوراس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

سلف وخلف میں سے کسی شخص سے دیکھنا حق سبحانہ کا صحت کو نہ پہنچا اور الیا ومشائخ طریقت سے کوئی اس کا قایل نہیں ہے اور کسی نے اس امر کا دعویٰ نہ کیا الخ

اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ شیخ عبدالحق کے نزدیک دنیا میں رویت بصری سوائے حضرت رسالتؐ کے کسی کے واسطے شدنی نہیں ہے (ہدیہ صفحہ۔۱۴۵)

ہم کو یہاں اس سے بحث نہیں کہ مولف ہدیہ نے جن الفاظ وعبارت میں شیخ کا قول بیان کیا ہے وہ اصل کے کس حد تک مطابق ہے یا نہیں مطابقت کی ذمہ داری مولف ہدیہ پر ہے۔اس کے دیکھنے سے چند امور قابل غور وتامل ثابت ہوتے ہیں۔

اولاً۔شیخ عبدالحق کا یہ قول خود شیخ ہی کے دوسرے اقوال سے ناموافق وغیر مطابق ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار ہوا یا نہیں اس کی کچھ توجیہات بیان کرکے شیخ نے لکھا ہے کہ۔

''وعلا خود ہمہ متفق اند برامکان رویت در دنیا وبعد از امکان چہ مانع باشد''

جناب مولوی سید عیسیٰ صاحب نے استفتائے کبیر کے حاشیہ پر اسی باب کی فصل ثالث سے شیخ کا یہ قول لکھا ہے جس کو خود مولف ہدیہ ''ہدیہ'' میں نقل کیا ہے کہ۔

درامکان رویتِ حق در دنیا خود ہیچکس را خلافے نیست واگر دریں مقام انچہ ممکن ست اورا از غایت قرب و کمال نشدہ باشد دیگر کجا وکے حاصل خواہد شد یا دیگر رویت بصری را لخصوص بدارِ آخرت وموقوف بآں نشاۃ داشتہ باشد ونیست براں دلیل قطع۔وباوجود حصول رویت بصری دریںجا بوجہے کہ مناسب ایں نشاۃ باشد تواند کہ بعضی تفاصیل وجود وحالات موقوف بہ نشاۃ آخرت بودہ باشد تا آخر۔

مولف ہدیہ نے اس قول سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ اس کو تسلیم کرکے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کا ذکر ہے اس سیاق کلام سے اس میں سرورِ کائنات صلعم کی رویت کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ تو عام ہے خصوصاً اس قول کے یہ حصے کہ۔

دنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہونے میں کسی کو خلاف نہیں ہے دیدار جو ممکن ہے وہ قرب وکمال کے باوجود دنیا میں اگر حاصل نہ ہو تو پھر کہاں اور کب حاصل ہوگا۔

رویت بصری دار آخرت ہی پر موقوف ہونے پر کوئی دلیل قطع نہیں ہے۔

ہوسکتا ہے کہ رویت بصری اس نشاۃ دنیوی کے مناسب یہاں حاصل ہو اور بعض وجوہ وحالات کی تفصیلات نشاۃ آخرت پر موقوف رہے۔

یہ وجوہ ایسے عام ہیں جن سے دیدار دنیوی کا صاف اثبات ہوتا ہے اور ہر اس شخص پر منطبق ہیں جس کو بطفیل آنحضرت قرب و

www.khalifatullahmehdi.info

کمال حاصل ہو۔

ثانیاً۔دیدار کا مفہوم رویت منامی اور مشاہدۂ قلبی کو حاوی اور شامل ہے ان صورتوں کا استثنا اور ان میں فرق و امتیاز کئے بغیر مطلق دیدار کسی کو بھی حاصل نہ ہونے کا دعویٰ شیخ سے کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔جبکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ (جن کے شیخ مقلد اور پیرو ہیں) اللہ تعالیٰ کو خواب میں سو (۱۰۰) مرتبہ دیکھنا حنفیہ کے نزدیک ثابت ہے (درالمختار)۔

امام اعظمؒ کے علاوہ اور بہت سے اسلاف کو اسی طرح دیدار منامی حاصل ہونا متکلمین اہل سنت کا مسلمہ مسئلہ ہے جیسا کہ شرح عقائد میں لکھا ہے۔

امام [1] الرویة فی المنام لقد حکیت عن کثیر من السیف ولا خفاء انها نوع مشاهده تکون بالقلب دون العین۔

پس خواب میں یا مشاہدہ قلبی سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جبکہ دیدار ہی کی ایک قسم ہے اور اکثر اسلاف کو حاصل ہونا منقول ہے تو یہ کہنا کہ سلف وخلف میں سے کسی شخص کا حق سبحانہ کو دیکھنا صحت کو نہ پہنچا کبھی صحیح نہیں۔

ثالثاً۔اولیاء ومشائخ طریقت سے کوئی بھی دیدار کے قایل نہ ہونے کا ادعا تو شیخ سے نہایت تعجب خیز ہے کیونکہ تمام اہل سنت دنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہونے کے قایل ہیں البتہ شیعہ اور معتزلہ وغیرہ دنیا وآخرت کہیں بھی دیدار ہونے کے قایل نہیں ہیں۔

اہل سنت میں محققین صوفیہ دنیا میں دیدار منامی دیدار قلبی دیدار بصری سب کے قایل ہیں۔بعض متکلمین اہل شرع کو صرف دیدار بصری کے وقوع میں تامل ہے۔وہ اولیاء مشائخ طریقت جو دیدار بصری کے قایل ہیں ان متکلمین کی تردید میں معقول حجتیں پیش کرتے ہیں پھر بغیر استثنا کے اولیا ومشائخ طریقت میں سے کوئی دیدار کا قایل نہیں ہے کہنے سے اس اختلاف مذاہب سے شیخ کی لاعلمی لازم آتی ہے جس کی جوابدہی مولف ہدیہ کے ذمہ عاید ہوتی ہے جو اس قول کے بایں الفاظ وعبارت خود شیخ نے اسی کتاب میں اسی باب کی فصل ثالث میں رویت کے وجوہات بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ۔

چوں کلام دریں مقام بر طریقۂ علم ونقل بود ہم بریں قدر اقتصار نمودہ آمدہ ونزدیک اہل معرفت وتحقیق دریںجا کلامے دیگر ست۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اہل ظاہر کے مسلک کے موافق کہا گیا ہے کہ اہل معرفت وتحقیق کا یہ قول نہیں ہے چنانچہ نزدیک اہل معرفت وتحقیق دریںجا کلامے دیگر است'' کا اشارہ اسی طرف ہے کہ وہ اس مسئلہ میں اہل ظاہر کے موافق نہیں ہیں۔

یہ تو خود شیخ کے اقوال سے تقابل کی بحث تھی کہ مولف ہدیہ نے شیخ کا جو قول بیان کیا ہے وہ قول خود شیخ کے دوسرے اقوال سے منطبق نہیں ہے۔اب اولیاء ومشائخ طریقت کے اقوال دیکھنے سے یہ حقیقت منکشف ہوسکتی ہے کہ وہ دیدار کے قایل ہیں یا نہیں۔اس

[1] ترجمہ:۔خواب میں اللہ کو دیکھنا اکثر اسلاف سے منقول ہوا ہے۔یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ ایک طرح کا مشاہدہ ہے جو قلب سے ہوتا ہے نہ کہ آنکھ سے۔۱۲

www.khalifatullahmehdi.info

مختصر میں ہر زمانہ کے تمام اولیاء ومشائخ طریقت کے نام گنانا اوران کے بے شمار اقوال کا پورا جائزہ لینا ناممکن ہے اس لئے معدودے چند اولیاء ومشائخ طریقت کے جو اقوال واحوال اس مختصر مین اُنکے موقعوں پر لکھے گئے ہیں ان میں سے مثال کے طور پر یہ اقوال دیکھو۔

حافظؒ

۱ ایں جانِ عاریت کہ بحافظ سپرد دوست ۔۔۔ روزے رخش بہ بینم وتسلیم وے کنم

عبداللہ بلیانیؒ

۲ تا حق بدو چشم سر بہ بینم ہردم ۔۔۔ از پائے طلب من نہ نشینم ہردم

گویند بچشم سر خدا نتواں دید ۔۔۔ آں ایشانند ومن چنینم ہردم

حضرت عطارؒ

۳ رمز من کان ھذہ اعمٰی ۔۔۔ بشنو یدائے خرانِ کودن سار

ہر کہ ایں جا ندید محروم است ۔۔۔ در قیامت ز لذت دیدار

مولف صاحب ہدیہ سے پوچھا جاتا ہے کہ ان اقوال کے قائلین کا دیدار الٰہی کے قایل ہونا اوراس کا دعویٰ کرنا ثابت ہورہا ہے یا نہیں۔پھر اولیاء ومشائخ طریقت سے کوئی بھی اس کے (دیدار الٰہی) قایل نہیں ہیں کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟

یہ تمام بحث تو شیخ کے قول سے متعلق تھی کہ وہ کس حد تک صحیح اور خود شیخ کے دوسرے اقوال سے کہاں تک مطابق ہے۔ایسا مولف ہدیہ نے اس قول سے جو نتیجہ نکالا ہے کہ ’’شیخ کے اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ شیخ کے نزدیک دنیا میں رویت بصری سوائے حضرت رسالتؐ کے کسی کے واسطے شدنی نہیں ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ مولف ہدیہ نے شیخ کا قول جن الفاظ وعبارت میں بیان کیا ہے اس میں رویت بصری کا ذکر ہی نہیں ہے اور رویت بصری کی یہ نعمت حضرت ختم المرسلین صلعم ہی کے لئے مخصوص ہونے کی بھی صراحت نہیں ہے نتیجہ اصل سے زاید ہے۔اگر یہ نتیجہ شیخ کے کسی اور قول سے ماخوذ ہے تو وہ یہاں مذکور نہیں ہے۔

ان سب مباحث سے قطع نظر اگر مولف ہدیہ نے اس قول کا جو معنی سمجھا ہے اس کو صحیح فرض کیا جائے تو اس سے شیخ کی معلومات کا نقص اور شیخ کا یہ قول آیات واحادیث اور محققین صوفیائے کرام کے قول سے صریح مخالف ہونا لازم آئے گا اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ شیخ کے اس قول سے وہ تمام دلایل تو جن سے دیدار کا مسئلہ اوراس کے سب متعلقات ثابت ہیں کبھی ساقط نہیں ہوسکتے بلکہ خود شیخ

---

۱ ۔یہ مستعار جاں جو دوست نے حافظ کو دی ہے ایک روز اس کو دیکھ کر اس جان کو تسلیم بحق کردونگا۔

۲ ۔میں جب تک سر کی آنکھوں سے حق کو ہردم نہ دیکھوں اس کی طلب چھوڑ بیٹھ نہ جاوں گا۔لوگ کہتے ہیں کہ حق کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے وہ کہنے والے ایسے ہی ہوں تو ہوں مگر میں ہردم دیکھنے والا ہوں۔

۳ ۔ من کان فی ھذہ اعمٰی (جو یہاں اندھا ہے) اس فرمان حق کے رمز کو اے نادانو سن لو کہ جو شخص یہاں دنیا میں اس کو نہ دیکھے وہ قیامت میں اس کے دیدار کی لذت سے محروم ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

کا یہ قول ان کے خلاف ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا۔

دلیل ہفد ہم اخلاق:۔ مولف صاحب ہدیہ نے اخلاق کو سترھویں دلیل قرار دیا ہے اس ضمن میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تقسیم اس طرح ہو سکتی ہے کہ یا تو وہ تمہیدی مباحث ہیں یا اصل اعتراضی مباحث جن کو انہوں نے (خاکش بدہاں) بد خلقی سے تعبیر کیا ہے تمہیدی مباحث میں بھی کئی مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ ہم بھی انہی کی ترتیب کے مطابق پہلے ان کے تمہیدی مباحث کے مختلف مسائل سے ترتیب وار بحث کرتے رہیں چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

> یہ دلیل مہدویوں کی عمدہ شواہد اور طرۂ دلائل ہے کہ اسی پر مہدویت شیخ جونپور کا بڑا مدار و قرار ہے اور سب سے اول عبدالملک سجاوندی کو یہ تدبیر سوجھی کہ جب احادیث نبویہ شیخ کے سراسر مخالف ہیں ان سے استدلال مشکل ہے تو اخلاق سے استدلال کیا جائے۔ (ہدیہ صفحہ۔۱۴۵)

مولف صاحب ''ہدیہ'' کا یہ قول بھی کئی وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

اولاً۔ احادیث نبویہ امامنا مہدئ موعود علیہ السلام کے سراسر مخالف ہونے کا دعویٰ خود صریح غلط ہے کیونکہ اس سے پہلے جو تحقیق کی گئی ہے اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ علامات جو تواتر معنوی کی حد کو پہنچی ہوئی احادیث سے ثابت ہیں وہ سب امامنا علیہ السلام پر پوری صدق ہیں جیسے امام مہدی علیہ السلام کا فاطمی النسب ہونا امام علیہ السلام کا ہمنام رسول اللہؐ اور آپ کے والد ماجد کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ہمنام ہونا وغیرہ۔

جن روایتوں کو مولف ہدیہ امام علیہ السلام کے حالات سے غیر مطابق ہونا سمجھے اور بیان کر رہے ہیں وہ یا تو مولف ہدیہ کی غلط فہمی ہے کہ انہوں نے اصل روایت کا مفہوم و معنی غلط سمجھا ہے یا وہ روایتیں خود اہل سنت محدثین کے اصول پر غیر صحیح اور نا قابل استدلال ہیں چنانچہ مولف ہدیہ کی پیش کردہ بعض روایتوں کی یہی صورت ہے کہ وہ قول نبی صلعم نہیں ہیں بلکہ وہ حدیثِ موقوف و مقطوع ہیں۔ اور اصول حدیث کے نظر کرتے قابل حجت اور موجب وثوق و یقین نہیں ہیں۔ اس کے باوجود ہم نے اُن روایتوں کو بھی امامنا علیہ السلام کے حالات سے مطابق کر دکھایا ہے جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے ناظرین کرام ان کے موقعوں پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ثانیاً۔ امام مہدی علیہ السلام کی مہدیت کا مدار و قرار صرف اخلاق ہی پر منحصر ہونا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ثبوت مہدیت کی جو علامات و شرایط مخبر صادق صلعم سے امام مہدی علیہ السلام کی شان میں صحیح ذرایع سے وارد ہوئی ہیں ان میں امام مہدی علیہ السلام کا اوصاف و اخلاق محمدیؐ سے متخلق و متصف ہونا بھی ایک علامت ہے۔ جیسا کہ ابو نعیم اور طبرانی نے حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً امام مہدی علیہ السلام کی نسبت ''خلقه خلقی'' (مہدیؑ کے اخلاق میرے اخلاق ہوں گے) روایت کی ہے اور اس کے علاوہ اسی کے ہم معنی اور بھی روایتیں ضرور ہیں لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ صحت دعوئ مہدیت کا انحصار صرف اخلاق ہی پر ہے اور دوسری علامتیں قابل لحاظ ہی نہیں ہیں۔

ثالثاً ''سب سے اول حضرت عبدالملک سجاوندیؒ'' ''مصنف سراج الابصار'' کو یہ تدبیر سوجھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے

www.khalifatullahmehdi.info

حضرت رسالت مآب محمد مصطفیٰ صلعم کی نبوت ورسالت ثابت کرنے کے لئے یہی تدبیر اختیار کی ہے چنانچہ سراج الابصار میں شرح عقائد نسفی ۔تفسیر رحمانی ۔طوالع ۔نیشاپوری ۔کاشف المعانی وغیرہ متعدد کتابوں سے جو اقوال نقل کئے گئے ہیں ان سب کا جز مشترک یہی ہے کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم بھی حضرت کی نبوت ورسالت کی دلیل ہیں انہی اقوال میں سے جو مولف ہدیہ نے بعض اقوال کا خلاصہ ہدیہ میں نقل کیا ہے مثلاً قول طوالع کا یہ خلاصہ لکھا ہے۔

> اخلاق عظیمہ صدق حضرت رسالت مآبؐ پر شاہد تھے جیسا کہ ملازمۂ صدق اعراض دنیا سے تمام عمر اور سخاوت اس درجہ پر ایک روز کے قوت سے زیادہ کبھی نہ رکھا اور شجاعت اس حد پر کبھی قدم نہ ہٹا اگر چہ مثل احد کے واقعہ ہولناک سامنے آیا اور فصاحت اس درجے پر کہ تمام بلغا وفصحائے عرب عربا کو ساکت کر دیا اور اصرار دعویٰ پر باوجود تحمل مصائب سخت کے اور ترفع اغنیا سے اور تواضع سات فقرا کے اجتماع ان صفات کا اس ذات اطہر میں اعظم معجزات اور قوی دلالت نبوت ورسالت سے ہے (ہدیہ صفحہ۔۱۴۶)

جناب مصنف سراج الابصار نے ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد بطور نتیجہ لکھا ہے۔

فانظر ایها المنصف اذاکان استدلال ارباب البصائر بالاخلاق الحمیدة والاوصاف المحمودة فی اثبات النبوة فای مانع لک من الأهاد الظنیة فی اثبات امر دونها بالاخلاق لشخص بها قضها و قضیضها الخ

منصفو! دیکھو جب کہ ارباب بصیرۃ کا اخلاق حمیدہ اور اوصاف محمودہ سے اثبات نبوت کے لئے استدلال کرنا صحیح ہے تو ایک ایسے شخص کے لئے جو انہی اخلاق سے پورے پورے متصف ہو ایک ایسے امر کو ثابت کرنے میں جو نبوت سے کم ہو تمھیں کون امر مانع ہے۔

ایضا فانظر ایها المنصف اذا و جد شخص یدعی امراً ممکنا دون امر النبوة متصفا باوصاف توجب تصدیق مدعی النبوة فی زمانها توجب تصدیقه و ترک المعارضة بالأحاد الطنیة۔

منصفو! دیکھو کہ جب کوئی شخص ایک امر ممکن کا دعویٰ کرے جو امر نبوت سے کم ہو اور وہ شخص ان اوصاف سے متصف ہو جن سے زمانہ نبوت میں ایک مدعیٔ نبوت کی تصدیق کرنا واجب ہو جاتا ہو تو ایسے شخص کے دعویٰ کو سچا جاننا اور احادیث کو (جو مفید ظن ہیں) پیش کر کے اس سے معارضہ نہ کرنا بھی واجب ہے۔

پس ثابت ہوا کہ جب مصنف صاحب سراج الابصارؒ سے بہت پہلے متقدمین علمائے اہل سنت نے اخلاق حمیدہ کو اثبات نبوت و رسالت کے لئے بہترین دلیل گنا ہے اور جناب ممدوح نے جہاں احادیث متواترۃ المعنی اور آثار صحیحہ اور علامات معتبرہ عندالائمہ سے حجت لی ہے وہیں ان علمائے متقدمین کی تتبع ومطابقت میں اخلاق حسنہ کو بھی امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کے صدق دعویٰ کی دلیل قرار دیا ہے تا کہ کسی جہت سے بھی کسی کو شک وشبہ باقی نہ رہے۔

مولف ہدیہ نے سراج الابصار کے ان مباحث کا ہدیہ میں اقتباس کرنے کے بعد بہت طول کلامی کی ہے مثلاً علم اخلاق کے بعض

www.khalifatullahmehdi.info

مسائل کی تلخیص کی ہے۔اسی طرح اخلاق مذموم بن جانا وغیرہ لاطائل بحثیں کی ہیں جن میں کوئی بحث ہی نہیں ہے اور ایسے احتمالات پیش کئے ہیں جو کسی معاند ومخالف کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کے اخلاق کی نسبت بھی عاید کئے جا سکتے ہیں اور ان کا جواب دیا جائے بعینہٖ وہی جواب یہاں بھی منطبق ہوسکتا ہے غرض ہم مولف ہدیہ کے ایسے لاطایل بیانات پر کوئی تنقید وتبصرہ کرنے سے اعراض کر کے انہوں نے اسکے بعد ''آمدم برسر مطلب'' کہہ کر جو بحث شروع کی ہے اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے۔

مدار واصل ومحک ومقیس علیہ واسطے تمیز وشناخت اخلاق حسنہ کے اخلاق وسیرت محمدیؐ اور شریعت آنحضرت کی ٹھہری کہ اول یہ بات ثابت ہوجائے کہ اخلاق اس شخص کے موافق کتاب وسنت کے ہیں تب وہ اخلاق اس کی ولایت کی دلیل ہوں گے۔پس کتاب وسنت کے مطابق اخلاق ہونے پر ولایت کا ثبوت موقوف ہوا۔

اب شیخ جونپور کو دیکھو وہ بولتے ہیں کہ جو حدیث اس بندے کے حال کے موافق ہو وہ صحیح ہے اور جو حکم وبیان کہ تفاسیر وغیرہ میں مخالف بیان اس بندہ کے ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

جو بیان واعمال اس بندے کے ہیں وہ تعلیم خدا اور اتباع مصطفیؐ سے ہیں۔اگر کوئی چاہے کہ ہمارا صدق معلوم کرے چاہیئے کہ کلام خدا اور اتباع رسول علیہ السلام سے ہمارے احوال واقوال میں ڈھونڈے اور فہم کرے۔ انتہیٰ (ہدیہ صفحہ۔۱۵۳)

مولف ہدیہ نے حضرت امامنا مہدی علیہ السلام کے اخلاق حسنہ سے انکار کرنے کی گویا یہی ایک وجہ قرار دی ہے کہ حضرت نے احادیث اور تفاسیر کی صحت اپنے احوال وبیان کی موافقت پر موقوف رکھی ہے اور بزعم خود اس کو اپنی تقاریر میں بہترین حجت سمجھا اور ہدیہ کے متعدد مقامات پر اس کو مکرر مکرر ذکر کیا ہے اور یہاں بھی کسی قدر تفصیل وتشریح کے ساتھ اس کا اعادہ کیا اور یہ اضافہ کیا ہے۔

''کہ یہ دور محال کی صورت ہے اس لئے آپ کے اخلاق حسنہ ثابت نہیں ہوسکتے''۔

اس سے پہلے جہاں مولف ہدیہ نے یہ بحث چھیڑی ہے ہم نے اس مسئلہ کے بعض پہلو واضح کئے ہیں جن سے اس تقریر میں جو فروگزاشتیں اور غلط فہمیاں اور غلط بیانیاں مولف ہدیہ سے ہوی ہیں (صفحہ ۳۵۵ تا صفحہ ۳۵۸) پر روشنی پڑتی ہے ہم یہاں اولاً انہی توضیحات کا خلاصہ پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو امامنا علیہ السلام کے اس فرمان سے تعلق رکھتی ہیں اور بعد میں مولف ہدیہ کے دور محال کے دعویٰ باطل سے بحث کریں گے۔

۱۔مولف ہدیہ نے حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ اصل فرمان نقل نہیں کیا ہے جس پر ان کے یہ شکوک وشبہات مبنی ہیں بلکہ اصل فرمان میں تحریف لفظی ومعنوی کر کے اس کو اپنے الفاظ وعبارت میں بیان کیا ہے اور خود انہی کا ایک بیان دوسرے بیان سے کچھ مختلف بھی ہے۔

۲۔ حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اصل فرمان جو رسالہ ''عقیدہ'' میں روایت کیا گیا ہے اور جس پر مولف ہدیہ کی یہ سب تقریر اور یہ تمام شکوک وشبہات مبنی ہیں یہ ہے۔

ہر کسیکہ وے را با حادیث پیش حجت آمد فرمود کہ دو احادیث اختلاف بسیا است وایں صحیح شد مشکل است

www.khalifatullahmehdi.info

ہر حدیثیکہ موافق با کتاب خدا وحالِ ایں بندہ باشد آں صحیح است ۔

یعنی جن لوگوں نے امامنا علیہ السلام سے کچھ حدیثیں پیش کر کے حجت کی تو آپ نے فرمایا کہ احادیث میں اختلاف بہت ہے اور یہ صحیح ہونا مشکل ہے جو حدیث اللہ تعالی کی کتاب اور اس بندے کے حال سے مطابق ہو وہ صحیح ہے۔

یہ اصل فرمان کا آئینہ ناظرین کرام کے سامنے موجود ہے مولف صاحب ہدیہ کی فروگزاشتوں وغلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کو اس آئینہ کے مقابل رکھ کر ان کے خدوخال دیکھ سکتے ہیں۔

۳۔ اصل فرمان میں احادیث کے مختلف ہونے کی اور ان کی صحت مشکل ہونے کی قید اور صراحت موجود ہے جس سے یہ فرمان خاص مختلف فیہ اور غیر صحیح احادیث سے متعلق ہونا اور جو احادیث صحیح اور متفق علیہ ہوں جیسے احادیث متواتر المعنی وہ احادیث اس فرمان سے مستثنیٰ ہونا ثابت ہو رہا ہے لیکن مولف ہدیہ نے اس فرمان کا مفہوم صحیح وغیر صحیح اتفاقی واختلافی سب احادیث کے لئے عام بتایا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ۔

عقیدہ ہفتم یہ کہ جو احادیث رسول خدا اور تفاسیر قرآن اگر چہ کیسی ہی روایات صحیحہ سے مروی ہوں لیکن شیخ جونپور کے بیان واحوال سے مقابل کر کے دیکھنا اگر مطابق ان کے احوال کے ہوویں صحیح جاننا ورنہ غلط جاننا (ہدیہ صفحہ۔۵)

اصل فرمان میں ''کیسی ہی صحیح روایات سے مروی ہونا'' کہاں مذکور ہے یہ مولف ہدیہ کی ایجاد ہے جس سے اصل فرمان کی گویا تحریف معنوی کردی گئی ہے ایسا ہی ''ورنہ غلط جاننا'' بھی نہیں ہے یہ بھی مولف ہدیہ کی ایزاد ہے جو تحریف لفظی کو پہنچ گئی ہے۔

۴۔ جس فرمان کا مولف ہدیہ نے خلاصہ لکھا ہے اس میں صراحت ہے کہ جو حکم وبیان کہ تفاسیر وغیرہ میں مخالف بیان اس بندہ کے ہے وہ صحیح نہیں ہے۔گویا اقوال مفسرین اور بیان امامؑ کا تقابل ہے۔

لیکن مولف ہدیہ نے یہی حکم کتاب اللہ سے متعلق کر دیا ہے جو اصل بہتان ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

کتاب وسنت کو اپنے مطابق ہونا چاہتے ہیں (ہدیہ صفحہ۔۱۵۳) ایضاً کلام خدا کو اپنی خواہش کے تابع چاہتے ہیں (ہدیہ صفحہ۔۱۵۳)۔

کتاب اللہ یا کلام اللہ کا اپنے بیان کے موافق ہونا کہیں نہیں کہا گیا ہے بلکہ تفاسیر وغیرہ کی صحت اپنے بیان کی موافقت پر موقوف قرار دی گئی ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ تفسیر مفسرین کے اقوال ہیں اور اہل سنت کے نزدیک تمام مفسرین غیر معصوم ہیں اور امام مہدیؑ موعود علیہ السلام کی ذات اقدس باتفاق اہل سنت ومہدویہ معصوم عن الخطا اور خلیفۃ اللہ ہے اور قول معصوم۔غیرہ معصوم کے قول کی صحت کا معیار ہونا کئی وجوہ سے اصول مسلمہ ہے۔اس کے علاوہ حضرت امام علیہ السلام نے اپنے قول وفعل کی صحت بھی کتاب اللہ کے موافق ہونے پر موقوف رکھی ہے جس کا بیان آگے ذرا شرح وبسط سے کیا گیا ہے۔

۵۔مولف ہدیہ نے تفسیر یا اقوال مفسرین کی نسبت کئی طرح سے غلط فہمی وغلط بیانی کے مظاہرے کئے ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

کہیں مسلمانوں کو احادیث کے جیسا تفسیر پر بھی عمل کرنا ضروری کہا ہے حالانکہ احادیث صحیح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو کہتے ہیں لیکن تفاسیر مفسرین کی ذاتی رائے و بیان ہیں دونوں کا ایک حکم کسی طرح نہیں ہے۔

کہیں مولف ہدیہ نے مطلق تفسیر کو عین بیان خدا اور رسولؐ ہونا کہہ دیا ہے اور کسی مفسر یا کسی فرقہ کی تخصیص نہیں کی ہے حالانکہ ایسا کہنا کئی وجوہ سے صحیح نہیں ہے کیونکہ تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث تو عینِ بیان خدا و رسولؐ ضرور ہیں لیکن تمام مفسرین کی تفسیروں کو بلا تخصیص مطلقاً عین بیان خدا اور رسول کہنا کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ مفسرین اہلِ سنت کے نزدیک معصوم عن الخطا نہیں ہیں اس لئے ان کے بیان میں خطا و غلطی کا احتمال ہے ان کے بیان کو عین بیان خدا اور رسولؐ کہیں تو بیان خدا اور رسولؐ محتمل الخطا ہونا لازم آئے گا۔

تفاسیر میں بہت اختلافات بھی پائے جاتے ہیں ایسا کہنے سے بیان خدا اور رسول باہم مختلف ہونا لازم آئے گا۔

ہر فرقہ کی تفسیریں جدا جدا ہیں ایک کی مطابقت دوسری کی مخالفت کو متلزم ہے ایسی صورت میں اول یہ فیصلہ کرنا ہوگا کس فرقہ کی کونسی تفسیریں عین بیان خدا اور رسولؐ ہیں اور کس فرقہ کی نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر اس صورت میں فرقہ معتزلہ و شیعہ کی تفسیروں کو بھی عین بیان خدا اور رسول کہنا ہوگا اور اہل سنت کو ان کا قول بھی تسلیم کرنا فرض ہوگا کیونکہ وہ بھی تفسیر ہونے کی جہت سے عین بیان خدا اور رسول ہونا مولف ہدیہ کے اس مطلق قول سے لازم آتا ہے خود اہل سنت کی تفاسیر میں بھی بہت اختلاف ہے۔

غرض مولف ہدیہ خود اہل سنت کے اصول مسلّمہ کو چھوڑ کر مہدویہ کی کاوش میں دور بھٹک گئے ہیں۔

۶۔ مولف ہدیہ نے اس فرمان کا شان نزول کیا ہے یہ بھی نہیں بیان کیا اور اس سے کوئی بحث نہیں کی ہے حالانکہ شان نزول سے بھی کلام کے منشا و فحویٰ کی توضیح ہوتی ہے۔

جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے اس فرمان کے شان نزول کے لحاظ سے اس کی تحقیق یہ ہے کہ بعض معاندین نے امام مہدی علیہ السلام کے مقام ظہور و زمان ظہور وغیرہ علامات سے متعلق بعض غیر صحیح احادیث پیش کر کے حجت کی تو حضرت نے اِس موقع پر ارشاد فرمایا کہ

''احادیث میں اختلاف بہت ہے ان کا صحیح ہونا مشکل ہے جو حدیث کتاب خدا اور بندہ کے حال سے مطابق ہو وہ صحیح ہے''۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی علامات کے متعلق جس قدر احادیث محدثین نے جمع کی ہیں ان میں بعض غیر صحیح اور بعض بلحاض مضمون و مفہوم باہم متضاد بھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ غیر صحیح احادیث کا اور دو یا کئی متضاد مضامین کا صحیح ہونا مشکل ہے کیونکہ دو متضاد باتوں میں سے کوئی ایک صحیح ہوگی اور ایک غلط۔ دونوں صحیح نہیں ہوسکتیں۔ ایسی صورت میں نبیؑ مبشر یا امام موعودؑ کے ظہور کے وقت اس کے حال سے جو خبر مغیب مطابق ہوگی وہی صحیح ثابت ہوگی اور جو مطابق نہ ہوگی وہ غیر صحیح سمجھی جائے گی۔ جس کی مثالیں ان اخبار مغیب میں بھی ملتی ہیں جو حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت توریت اور دوسرے انبیاء کی کتابوں میں موجود ہیں اُن میں آپ کے مقام بعثت ''فاران'' کے تعین میں اختلاف ہے یا نبیؑ مبشر اولادِ اسحاق علیہ السلام یا اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام

سے ہونے میں اہل اسلام اور یہود و نصاریٰ مختلف القول ہیں علمائے اہل اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت وظہور کے حالات کی مطابقت ہی کو اس اختلاف کا صحیح فیصلہ تصور کرتے ہیں [۱]۔

اسی طرح امام مہدی علیہ السلام کے مقامِ ظہور و زمانۂ ظہور کی نسبت جو اختلاف روایات ہے یا آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہونے اور اس کے مقابل اولاد عباس رضی اللہ عنہ سے ہونے کی متضاد روایتیں وارد ہیں ان کی صحت کا فیصلہ بھی امام مہدیٔ موعود کے حال کی مطابقت سے ہوسکتا ہے چنانچہ امامنا علیہ السلام نے جو بنی فاطمہ سے ہیں امام مہدیٔ موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے اور بنی عباس سے کوئی شخص مہدیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ پس ثابت ہوا کہ مہدیؑ فاطمی ہونا ہی صحیح عباسی ہونا صحیح نہیں ہے۔ اس فرمانِ مذکور میں اس مطابقت وموافقتِ احوال کی طرف اشارہ ہے کہ جو روایت بندہ کے احوال سے مطابق ہو وہ صحیح ہے اور جو مطابق نہ ہو وہ صحیح نہیں۔

۷۔ ایسا ہی کتاب خدا سے حدیث کا مطابق ہونا علامات امام مہدی علیہ السلام سے بھی متعلق ہے کیونکہ بعض لوگوں نے بعض احادیث کا غلط معنی کر کے یا بعض غیر صحیح احادیث کی بنا پر تمام خلایق کا ایمان لانا امام مہدی علیہ السلام کی علامات میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ قرآن شریف کے صریح خلاف ہے اس لئے یہ صراحت فرمادی گئی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی علامات کی احادیث بھی کتابِ خدا کے مطابق ہونا شرط ہے۔

غرض اس روایت کے شان نزول کے نظر کرتے جو خود سیاقِ کلام سے صاف متبادر ہے امام علیہ السلام کے حال سے مطابق احادیث صحیح ہونے کا مضمون علاماتِ مہدی علیہ السلام سے مخصوص ہونا ثابت ہو رہا ہے لیکن مولف ہدیہ نے اس کو عام سمجھا اور عام بیان کیا ہے جو شانِ نزول کے نظر کرتے صحیح نہیں ہے ان کو اصل فرمان کے شان نزول اور اصل فرمان کے سیاق کلام کا لحاظ کرنا ضروری تھا۔

۸۔ ان تمام وجوہ واسباب کے علاوہ امام مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معصومیت اور شان خلیفۃ اللّٰہی کے اعتبار سے بھی اس اہم مسئلہ کو اہل سنت کے اصول پر جانچا جائے تو یہ صورت قوی وضعیف روایت کی سی ثابت ہوتی ہے یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ

---

[۱] علامہ مجیب کے اس بیان کی مختصر توضیح یہ ہے کہ توریت میں ان (بنی اسرائیل) کیلئے ان کے بھائیوں سے موسیٰ علیہ السلام کے جیسا نبیؐ مبعوث کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور اسی میں نبیؐ کے ظہور کا مقام فاران ہونے کا اشارہ ہے۔ علمائے اکرام کا قول ہے کہ بنی اسرائیل اسحاق کی اولاد ہیں اس لئے بنی اسرائیل کے بھائی اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں لہذا وہ نبی بنی اسمٰعیل سے ہونا چاہیئے۔ اور فاران مکہ کے اطراف وجوانب کی پہاڑیوں کا نام ہے۔

علماء یہود و نصاریٰ کا قول ہے کہ وہ نبیؐ بنی اسرائیل سے ہوگا اور فاران سے مراد کوئی اور مقام ہے علمائے اسلام اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ تم جس کو فاران کہتے ہو اُس مقام سے ان بنی اسرائیل سے اب تک موسیٰ علیہ السلام کے جیسا کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ انبیاء بنی اسرائیل میں سوائے عیسیٰؑ کے کوئی صاحب شریعت نہیں ہے اور عیسیٰؑ نہ ذاتی حالات میں موسیٰؑ سے مشابہ ہیں اور نہ آپ کی شریعت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی جیسی معاملات اور حدود و کفارات وغیرہ کے احکام پر مشتمل ہے جبکہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے اور مکہ سے حضرت محمد صلعم کا ظہور ہوا جو باعتبار شریعت اور ذاتی حالات کے موسیٰؑ سے پورے مشابہ ہیں تو اس سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے اسمٰعیلؑ کی اولاد ہی مراد ہے اور فاران سے مکہ اور اس کے اطراف وجوانب ہی متعین ہونا صحیح ہے۔ اور محمد صلعم ہی اس بشارت کے مصداق ہیں۔۱۲ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

علیہ وسلم کی احادیث بوسایط کثیرہ ہم تک پہنچی ہیں اور جن راویوں کے ذریعہ پہنچی ہیں وہ سب کے سب بقول اہل سنت غیر معصوم ہیں اسی لئے احادیث متواترہ کے سوا باقی تمام حدیثیں مفید ظن ہیں اور ان سے قطع ویقین کا فایدہ حاصل نہیں ہوتا۔

ان راویوں کے مقابل مہدی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس بالاتفاق خلیفۃ اللہ اور معصوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور روح رسول اللہ صلعم سے بلاواسطہ معلومات حاصل ہیں۔ یہ بھی سب کا متفقہ مسئلہ ہے کہ غیر معصوم کی روایتوں کی صحت معصوم کی روایت کی مطابقت سے ہوگی بصورت مخالفت معصوم کی روایت کے مقابل میں غیر معصوم کی رویتیں مرجوح ہوں گی۔ اگر قولِ معصوم کی صحت کا معیار غیر معصوم کی روایت کو قرار دیا جائے تو یہ قلبِ موضوع ہو جائے گا۔

گویا اس مسئلہ کی صورت قوی وضعیف روایتوں کے مقابلہ کی سی ہے یعنی جس طرح ضعیف اور مطعون راویوں کی روایات قوی اور ثقہ راویوں کی روایت کے مقابلہ میں غیر صحیح قرار دی جاتی ہیں اسی طرح عام راویوں کی روایت جو غیر معصوم ہیں امام مہدی علیہ السلام کی تحقیق کے مقابلہ میں غیر صحیح ٹھہرے گی۔ مولف ہدیہ نے اس کو توہین حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا ہے اور ناظرین کو بھی یہی باور کرانے کی لاحاصل کوشش کی ہے جو ان کی غلطی ہے۔

خبر معصوم غیر معصوم اشخاص کی روایت کے مقابلہ میں مرجح ہونے کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ اسرائیلیات یعنی انبیائے سابقین یا سابقہ امتوں کے حالات وواقعات یا عقائد واعمال جو قرآن واحادیث میں مذکور ہیں وہ مسلمانوں کے پاس قابل وثوق ہیں اور جو بلاواسطۂ رسول اللہ صلعم صرف اہل کتاب کی روایتوں سے منقول ہوئے ہیں وہ ویسے مفید قطع ویقین نہیں ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ جن ذرایع سے وہ روایتیں منقول ہوتی آئی ہیں وہ محرفین ووضاعین کے تصرف سے محفوظ نہیں ہیں اس کے مقابل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ملہم من اللہ اور مہبط جبرئیلؑ ہے اس جہت سے حضرت کے ذریعہ سے دی ہوئی خبر واطلاع ضرور قابل وثوق ہے۔

یہ صورت بھی ایسی ہی ہے کہ آئمہ محدثین نے اگرچہ احادیث کی تحقیق وتحفظ میں بقدر طاقت بشری کچھ کوتاہی نہیں کی لیکن پھر بھی وہ خود اہل سنت کے نزدیک سہو وخطا سے معصوم نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ احادیث میں وضاعانِ حدیث کے تصرف سے جو اختلاف عظیم واقع ہوا وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے اس کے مقابل امام مہدی علیہ السلام کو خلافت الٰہی کی جہت سے اللہ تعالیٰ اور روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ جو معلومات حاصل ہیں وہ اس نقص سے پاک اور قابل وثوق ہیں چنانچہ اس مسئلہ پر عقیدۂ ہفتم میں اور دوسرے موقعوں پر تشریح وتوضیح کے ساتھ بحث ہو چکی ہے۔ حاصل یہ کہ مطابقت احادیث کی نسبت مولف ہدیہ کے سب شکوک وشبہات کی اس تحقیق سے تردید ہوگئی ہے اور دَورِ محال کا دعویٰ باطل بھی جس سے ہم نے بعد میں بحث کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ خود بخود باطل ثابت ہوگیا ہے کیونکہ دور محال کی تعریف توقف الشئی علی نفسہ یعنی کسی شئی کا خود اپنی ہی ذات پر موقوف ہونا ہے۔

دوسری تعریف یہ کی گئی ہے کہ کوئی شئی دوسری شئی پر موقوف ہو اور دوسری شئی پھر اسی شئی پر موقوف رہے جیسے زید اخوک اور اخوک زید یعنی زید کون ہے تو کہے تیرا بھائی۔ پھر پوچھے تیرا بھائی کون ہے تو کہے زید۔

غرض قوف اور موقوف علیہ من کل الوجوہ ایک ہی ہونا دَور ثابت ہونے کے لئے ضروری اور ان دونوں میں کسی جہت سے بھی غیریت ہونے یا دونوں جدا جدا ثابت ہونے سے دَور باطل ہو جاتا ہے بلکہ انتفاے دَور کے لئے تغایر اعتباری بھی کافی ہے۔

پس اس موقع پر زیادہ باریکیوں میں جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے جیسا کہ مولف ہدیہ نے اپنی طرف سے ولایت کا ایک موقوف علیہ بھی قرار [1] دے لیا اور دَور محال کی صورت بھی فرض کر لی جس کا اصل فرمان میں کوئی ذکر یا اشارہ تک نہیں ہے اور اس پر بنائے فاسد علی الفاسد کے طور پر فرضی سوالات اپنی طرف سے گھڑ لئے اور چھ اشکال بھی قایم کر لے کر دو ایک صفحے کالے کئے ہیں۔ حالانکہ یہاں دَورِ محال کا احتمال کسی طرح بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ مفسرین کی تفسیر عین کتاب وسنت نہیں ہیں پس مفسرین کے جو بیانات خلیفۃ اللہ کے بیان کے خلاف ہوں ان کو غیر صحیح کہنے سے معاذ اللہ کتاب وسنت کو غیر صحیح کہنا لازم نہیں آتا۔

احادیث رسول اللہؐ میں بھی غیر صحیح اور مختلف فیہ احادیث کا حکم اور ہے اور متفقہ وصحیح احادیث کا اور یہ دونوں باہم متمایز اور متغایر ہیں اس لئے غیر صحیح واختلافی احادیث کو غیر صحیح قرار دینے سے صحیح اور متفقہ احادیث جیسے متواتر المعنیٰ کا بھی غیر صحیح ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ دور کہلاتا ہے۔

ایسا ہی علامات وشرایط مہدی علیہ السلام سے متعلقہ احادیث احکام واخلاق سے تعلق رکھنے والی احادیث کے غیر اور اُن سے جدا ہیں۔ پہلی قسم کی احادیث کی صحت مہدی علیہ السلام کے حالات کی مطابقت پر موقوف ہونا تسلیم کیا جائے تو اس سے اختلافی احادیث کی صحت بھی امام مہدی علیہ السلام کے حالات کی مطابقت پر موقوف ہونا ضروری نہیں اور یہ صورت بھی دَور محال کی ہرگز نہیں۔

اصولِ حدیث کے ضوابط میں قوی وضعیف روایتوں کا تقابل بہت رائج ہے لیکن اس میں بھی دَور کا قطعاً احتمال نہیں ہے اور یہاں چونکہ قوی وضعیف روایت ہی کی صورت ہے یہ بھی قطعاً دَور نہیں ہے۔

اہل سنت متکلمین اور محققین صوفیا اپنے اپنے اصول پر امام مہدی علیہ السلام کو خاص طور پر حضرت رسول اللہ صلعم کے ساتھ تبعیت تامہ کی نسبت حاصل ہونے کے قایل ہیں اور اس صورت میں باستثنا خصوصیات منصبی کے تابع ومتبوع کا حال وعمل ایک ہوتا ہے۔ متبوع کے عمل پر تابع کے عمل کو قیاس کیا جاتا اور تابع کا عمل متبوع کے عمل کی کامل نظیر ومثال سمجھا جاتا ہے مگر اس کے باوجود یہ دَور نہیں کہلاتا۔

اِن معقولی ومنطقی اصول کی بنا پر دَور محال کے لزوم کی اس واضح تردید کے علاوہ منقولی اصول پر انتفاء دَور محال کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام نے حدیث کی صحت کو فقط اپنے ہی احوال کی مطابقت وموافقت پر موقوف نہیں رکھا ہے بلکہ احادیث کی صحت کا

---

[1] مولف صاحب ہدیہ نے اخلاق محمدیؐ اور شریعت محمدیؐ کو اخلاق حسنہ کی دلیل اور کتاب وسنت کے موافق ہونا ولایت کا موقوف علیہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے (دیکھو ہدیہ صفحہ۔۱۵۳) لیکن اس دعویٰ کا دوسرا جز صحیح نہیں کیونکہ مجاذیب جن میں اخلاق وشریعت محمدیؐ کی پابندی مفقود ہوتی ہے ولی مجذوب مانے جاتے ہیں پس مولف ہدیہ کے اس قول سے یا تو مجاذیب ولی نہ ہونا یا کتاب وسنت کی موافقت ولایت کا موقوف علیہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بغیر دلیل کے مدلول کا اور بغیر موقوف علیہ کے موقوف کا وجود کس طرح ہوسکتا ہے اول مولف صاحب ہدیہ کو یہ سوال حل کرنا چاہیئے ۱۲۔ شہاب بن نصرت غفر لہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

سب سے مقدم معیار کتاب خدا سے موافق ہونے کو فرمایا ہے کہ ''ہر حدیثے کہ موافق با کتاب خدا باشد آں صحیح ست'' اور یہ مضمون ان احادیث اور انہی کے ہم مضمون احادیث کے ٹھیک مطابق ہے کہ۔

تکثر لکم الاحادیث بعدی فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علیٰ کتاب اللّٰہ فما وافق فاقبلوہ وما خالف فردوہ (اصول الشاشی)

میرے بعد احادیث زیادہ ہوں گی پس ان کو کتاب اللہ پر پیش کرو جو اس کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو اس کے خلاف ہو اس کو رد کردو۔

ایضاً۔ اعرضوا حدیثی علی کتاب اللّٰہ فان وافقہ فھو منی وانا قلتہ (کنز العمال۔جلد اول بحوالۂ طبری بروایت ثوبانؓ)

ایضاً میری حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس اگر اس کے موافق ہو تو وہ میری ہے اور میں نے کہا ہے۔

امامنا علیہ السلام کے فرمان کا یہ حصہ جو کتاب اللہ سے احادیث کے مطابق ہونے سے تعلق رکھتا ہے صحت احادیث کے جانچنے کا اصل اصول ہے اس سے مولف ہدیہ نے بالکل آنکھیں بند کرلی ہیں اور اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔اُنھیں جو کچھ بحث ہے وہ اس فرمان کے دوسرے حصہ کے متعلق ہے کہ امام علیہ السلام نے صحتِ احادیث کو اپنے احوال کی موافقت پر موقوف رکھا ہے اور یہ دَور محال ہے اور اسی کو مولف ہدیہ نے بہانہ بنا کر یہ ثابت کرنے کے لئے بڑا زور طبیعت دکھایا ہے کہ امامنا علیہ السلام کے اخلاق سے بحث نہیں ہوسکتی اور آپ کے اخلاق ثابت نہیں ہوسکتے حالانکہ ان تمام وجوہ مذکورہ میں سے ایک ایک وجہ مولف ہدیہ کی اس دَورِ محال کی توجیہ کے غلط ثابت کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔

ان سب مباحث کے دیکھنے اور سمجھنے اور اس سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی مولف ہدیہ کو توفیق نہیں ہوئی کہ حضرت نے اپنے حال و قال کی صحت بھی کتاب اللہ کی موافقت پر موقوف رکھی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

اگر کسے از بندہ نقل کند باید کہ آں نقل را بہ بیند کہ موافق کلام خدائے تعالیٰ ہست یا نہ اگر موافق ہست آں از بندہ است واگر موافق نیست از بندہ نیست ویا آنکس کہ نقل نمودہ سخن ما رافہم نہ کردہ است۔

جب حدیث نبوی اور نقل مہدی دونوں کی صحت مطابقت قرآن پر موقوف ہے تو یہ دَور کہاں ہے؟ سب سے بڑھکر یہ بات تعجب خیز ہے کہ مولف ہدیہ ایک منطقی اصطلاح ''دَورِ محال'' کا آصرا لیکر حضرت امام علیہ السلام کے اخلاق ثابت نہ ہونے کی خیال آفرینی و قیاس آرائی پر تو کئی کاغذ سیاہ کئے لیکن بلاچوں وچرا امامؑ کے ان دونوں فرامین کو بالکل صحیح تسلیم کرکے منطق ہی کی اس شکل بدیہی الانتاج پر عمل کرکے صحیح نتیجہ پر کیوں نہیں پہنچے جس کی صورت یہ ہے کہ۔

حدیث صحیح وہ ہے جو صحیح نقل مہدی علیہ السلام کے موافق ہو صحیح نقل مہدیؑ وہی ہے جو کتاب خدا کے موافق ہو
پس خدا وسط کو ساقط کرنے کے بعد یہی نتیجہ برآمد ہوگا کہ ''حدیث صحیح وہی ہے جو کتاب خدا کے موافق ہو''

آخر وہی احادیث رسول اللہؐ کا خدا کی کتاب کے موافق ہونا صحت احادیث کے جانچنے کا معیار ثابت ہوا اور مولف صاحب ہدیہ

کی دَور محال کی نسبت سب لن ترانیاں بیکار ثابت ہوگئیں اور امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے عین مطابق ثابت ہوا۔

یہ بحثیں جو اس وقت تک ہوئی ہیں مولف صاحب ہدیہ کی اس طرز استدلال کی تردید و تعاقب میں تھیں کہ ’’دور محال کی وجہ سے حضرت امامنا علیہ السلام کے اخلاق کے جانچنے کا صحیح معیار واقعات وحالات ہوتے ہیں جو بدیہیات ہیں چنانچہ آپ نے ہدیہ کے صفحہ (۱۴۶) پر طوالع وغیرہ کتب کے خلاصہ کے طور پر حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند خلق عظیم جو نقل کئے ہیں وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے حالات کا لب لباب ہی ہیں ان کے ثابت کرنے کے لئے معقولی و منطقی دلایل کی حاجت ہی نہیں ہے۔

آپ نے ہدیہ میں یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ اخلاق و سیرت محمدیؐ اور آنحضرتؐ کی شریعت اخلاق حسنہ کی تمیز و شناخت کی محک و مقیس علیہ ہے (ہدیہ صفحہ ۔۱۵۳)

پس امامنا مہدی علیہ السلام کے اخلاق حسنہ کے جانچنے کا سب سے آسان اور صحیح طریقہ یہی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاق عظیمہ سے ہر خلق کو دیکھا جائے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مغیب ’’خلقہ خلقی‘‘ کے مطابق امامنا علیہ السلام میں کہاں تک پایا جاتا ہے یہی اجلی البدیہیات ہے یہاں بھی معقولی و منطقی دلایل کی حاجت ہی نہیں ہے خود مولف ہدیہ نے صفحہ (۱۴۶) پر جن خلق عظیم کا خلاصہ طوالع کے حوالے سے پیش کیا ہے ان کو صدق حضرت رسالت مآب صلعم کا شاہد اور ان صفات کا اجتماع اقوی دلالات نبوت سے ہونے کا اقرار و اعتراف کیا ہے پس ہم اول مولف ہدیہ کا قول اور وہ اخلاق یہاں بھی نمایاں طور پر نقل کردیتے ہیں جو یہ ہیں۔

’’اخلاق عظیمہ صدق حضرت رسالت مآبؐ پر شاہد تھے جیسا کہ‘‘

’’ملازمۂ صدق‘‘

’’اور اعراض دنیا سے تمام عمر‘‘

’’اور سخاوت اس درجہ پر کہ ایک روز کے قوت سے زیادہ کبھی نہ رکھا‘‘

’’اور شجاعت اس حد پر کہ کبھی قدم نہ ہٹا اگرچہ مثل احد کے واقعہ ہولناک سامنے آیا۔‘‘

’’اور فصاحت اس درجہ کہ تمام بلغا و فصحائے عرب عربا کو ساکت کردیا‘‘

’’اور اصرار دعویٰ پر باوجود تحمل مصائب کے‘‘

’’اور ترفع اغنیا سے۔‘‘

’’اور تواضع سات فقرا کے‘‘

’’کہ اجتماع ان صفات کا اس ذاتِ اطہر میں اعظم معجزات اور‘‘

www.khalifatullahmehdi.info

''اقوی دلالات نبوت سے ہے۔انتہیٰ

اب حضرت امامنا مہدئ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک سیرت اور حیوٰۃ طیبہ کے حالات و واقعات میں ان اخلاق عظیمہ کی تحقیق کی جاتی ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ۔

ملازمۂ صدق یعنی ہمیشہ سچ بولنے کا وصف بدرجۂ کمال موجود ہے کہ کبھی آپ سے کلمۂ دروغ و باطل سرزد نہیں ہوا۔

تمام عمر دنیا سے اعراض:۔ایسی خصوصیت ہے جس سے حضرت امامنا علیہ السلام اپنی عمر کے ہر حصہ میں پورے متصف رہے اسی طرح دنیا کے ادنیٰ اعلیٰ ہر درجہ کا رسوخ و حکومت مال و دولت حتٰی کہ بادشاہت بھی آپ کو پیش کی گئی مگر آپ نے اس سے اعراض فرمایا اور اس کو قبول نہیں کیا۔

سخاوت:۔اس انتہائی درجہ کی کہ جو کچھ فتوح و غنیمت آتی وہ سب کی سب اسی وقت اس کے مستحقین پر تقسیم کردی جاتی اور خود کے لئے دوسروں کے برابر ایک ہی سویت سے زیادہ کبھی نہ لی۔اگر احیاناً کبھی ''پیہم سویتیں تقسیم ہونے کا موقع آجاتا تو پہلی سویت میں جو شئی جس قدر آئی ہوتی وہ بھی دوسروں کو ایثار کردی جاتی۔

شجاعت:۔ اس اعلیٰ درجہ کی کہ بڑے بڑے ہولناک اور مہیب سے مہیب موقعوں پر نہ کبھی قدم پیچھے ہٹا اور نہ کبھی استقلال میں ذرہ برابر تزلزل آیا۔رائے دلپت کی لڑائی میں ایسے وقت میں جب کہ شاہی فوج شکست فاش کھا گئی اور سلطان حسین شرقی نے خود میدان جنگ سے ہٹ جانے کا ارادہ کرلیا اور حضرت کو بھی میدان سے نکل چلنے کا مشورہ دے رہا تھا حضرت کا قدم پیچھے نہ ہٹا بلکہ بہ نفس نفیس اپنے تھوڑے ہمراہیوں کے ساتھ غالب فوج پر حملہ کردیا اور جوانمردانہ مقابلہ کرکے رائے دلپت کو قتل کرکے فتح حاصل کی۔

حج کے سفر میں سمندر میں ایسا طوفان آیا کہ جہاز کے ڈوبنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ تھا۔سفر خراسان کے اثنا میں دریائے سندھ کو عبور کرتے وقت بادشاہ سندھ کے اشارے سے کشتیوں کے تمام ملاح کشتیوں کے مستول توڑ کر اور طنابیں کاٹ کر منجدھار میں کشتیوں کو بے پناہ حالت میں چھوڑ کر دریا میں کود کر نکل جاتے ہیں دونوں موقعوں پر ہمراہی گھبرا کر کیفیت عرض کرتے ہیں تو بڑے اطمینان سے ارشاد ہوتا ہے کہ خشکی میں ہمارا جو محافظ ہے دریا میں بھی ہمارا وہی محافظ ہے۔

غرض شجاعت و استقلال کے بہت سے واقعے حضرت کی حیوٰۃ طیبہ میں موجود ہیں جن سے یہ وصف مافوق الفطرت حد تک آپ میں ہونا ثابت ہوتا ہے اور کسی کٹر معاند کو بھی اس سے انکار کرنے کی مجال نہیں ہوسکتی۔

فصاحت و تبحر علمی:۔اس قدر کہ منجانب اللہ و من امر اللہ مہدئ موعودؑ ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد سے ۲۳ سال ہجرت ہی میں گزرے اور ہند۔سندھ۔عرب۔افغانستان خراسان کے بے شمار مقامات پر گزر ہوا اور ہر مقام کے ان گنت لائق فاضل۔علمائے ظاہر و باطن سے بحث و مناظرے ہوئے لیکن کسی نے بھی تاب مقابلہ نہیں لایا اور ان میں سے اکثروں نے آپؑ کے دعویٰ کی تصدیق کرلی۔ارکان وفد علمائے ہرات نے جس میں خراسان کے منتخب علما شریک تھے حضرت کا بیانِ قرآن سن کر ہی آپ کے فضایل علمیہ کا

اعتراف کرلیا۔صدر وفد نے ہرات کے شیخ الاسلام کو حضرت کا بیانِ قرآن سننے کے بعد ہی یہ خط لکھا کہ ہماری عمر بھر کی تحصیل علم کو حضرت کے علم سے وہ بھی نسبت نہیں ہے جو قطرہ کو دریا سے ہوتی ہے۔

اصرار دعویٰ پر باوجود تحمل مصائب کے۔اس سے بھی تمام سیرت بھری ہوئی ہے وہ سب مصائب ومظالم جو ابتدائی زمانہ اسلام میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین اولین کو کفار ومشرکین کی طرف سے پیش آئے قریباً اسی نوعیت کے ابتلا امامنا علیہ السلام اور آپؑ کے متبعین کو پیش آتے رہے مگر کبھی اور کہیں بھی دعوت الی اللہ اور تبلیغ حق وصداقت میں ان مشکلات کی وجہ سے ذرہ برابر فرق نہیں آیا اور ہمیشہ ہر جگہ اسی استقلال اور مستعدی کے ساتھ تبلیغ ودعوت کا فرض ادا ہوتا رہا۔اور کسی بندہ کی امداد واعانت کبھی قبول نہیں کی۔

اغنیا سے ترفع:۔ ایسا دوامی عمل درآمد رہا کہ فقرا کے ساتھ تواضع اور حکام وروسا سے استغنا نیز فقرا کے ساتھ ہمدردی ومواساۃ کے کارناموں سے حیوٰۃ طیبہ معمور ہے انتہا یہ کہ وہ فقرائے مہاجرین جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز رہی ہے اور جو ہمیشہ حضرت کے ہمراہ رہتے تھے،حضرت کے ساتھ ان کی اجتماعی حیثیت ایک خاندان اور بزرگ خاندان کی سی معلوم ہوتی تھی۔

پس ناظرین کرام دیکھیں کہ حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کے اخلاق حسنہ حضرت رسول اللہ صلعم کے اخلاق حسنہ کی اتباع ومطابقت کے اعتبار سے کس قدر طابق النعل بالنعل ہیں اور امام مہدی علیہ السلام کی شان میں **یقفو اثری و لا یخطی** جو وارد ہے امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام کے اخلاق کے لحاظ سے بھی اس کے پورے مصداق اور''**خلقه خلقی**'' کے کامل مظہر ہیں۔اور یہ حالات اجلی البدیہیات ہیں جن کے ثابت کرنے کے لئے معقولی ومنطقی دلایل اور مباحث کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اسی لئے ہم مولف ہدیہ کے اس نوعیت کے باقی تمام مباحث سے بحث کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

ناظرینِ کرام دیکھیں کہ مولف ہدیہ کے قول کے موافق جب یہی اخلاق عظیمہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کے شاہد ہیں اور ان صفات کا اجتماع حضرت کی ذات اقدس میں حضرت کی نبوت کے اقویٰ دلالات سے ہے تو امامنا مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس میں بھی دوسری علامات صحیحہ کے ساتھ ان اخلاق عظیمہ واوصاف حمیدہ کا اجتماع آپ کے صدق ودعویٰ کا شاہد اور آپ کے مہدیٔ موعود ہونے کی اقویٰ دلالات سے ضرور ہے۔

بحث اخلاق کے ضمن میں مولف ہدیہ نے ایک دعویٰ یہ بھی کیا ہے کہ۔

> اس تین سو پچاس برس میں ہفت اقلیم میں اہلِ سنت وجماعت میں صدہا بلکہ ہزارہا ایسے کاملین صاحب اخلاق حمیدہ گزرے ہیں کہ تمام قطعیات وظنیات احادیث پر عمل کر کے کوئی دقیقہ اخلاق واجبہ اور مسنونہ بلکہ مستحبہ و مندوبہ سے بھی فروگذاشت نہ کیا (ہدیہ صفحہ۔۱۵۶)

مولف ہدیہ کا یہ قول بچند وجوہ مخدوش ہے اول یہ کہ مولف ہدیہ نے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد گن دی مگر ان کے نام یا ان میں سے کسی ایک کا بھی نام نہیں بتا سکے اور نہ ان کے حالات سے اس دعویٰ کو جو مجذوبانہ بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ثابت ہی کر سکے ہیں۔

ثانیاً یہ ایک محال عادی کا دعویٰ ہے اس لئے کہ کسی عام فرد بشر سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ مرسلین کے اخلاق حاصل کر سکے چہ جائیکہ

وہ سید المرسلین کے سارے اخلاق سے متصف ہوجائے کیونکہ خود خداوند عالم نے علی وجہ التخصیص حضرت رسول اللہ صلعم کو خطاب کر کے آپؐ کی مدح وثنا کے طور پر ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلق عَظِیم آپؐ خلق عظیم پر فائز ہیں کیونکہ تمام پیغمبروں کے اخلاق حسنہ کے جامع ہیں۔

اسی نص قطعی کے نظر کرتے محی الدین ابن عربیؒ نے فتوحات میں فرمایا ہے کہ۔

ولا یکون احد مثل رسول اللّٰہ فی اخلاقہ۔	یعنی رسول اللہؐ کا اخلاق میں کوئی شخص (جو غیر معصوم ہو) مماثل نہیں ہے۔

لیکن وہ ہوسکتا ہے جس کی خود رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے۔اور ظاہر ہے کہ اخلاق کی بشارت بھی امام مہدی علیہ السلام کے لئے ہی وارد ہے۔پس تمام اخلاق رسولؐ سے کوئی ولیٔ کامل بھی موصوف نہ ہوگا مگر امام مہدی علیہ السلام جو بفرمان رسول اللہ صلعم ''المھدیؑ منی یقفو اثری ولا یخطی'' (مہدیؑ مجھ سے ہیں میرے قدم بقدم چلیں گے اور خطا نہیں کریں گے) رسول اللہ صلعم کے تابع تام ہیں اور معصوم عن الخطا ہیں چنانچہ آیت ''قُل [1] ھٰذِہٖ سَبِیلِی اَدْعُوا اِلَی اللّٰہ عَلٰی بَصِیرَۃ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِی'' کی تفسیر میں فتوحات میں ذکر کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔''المراد [2] بمن ھو المھدی بدلیل قولہ علیہ السلام فی حق المھدی انہ یقفو اثری ولا یخطی ''۔غرض صاحب فتوحات ''من اتبعنی'' میں جو ''مَنْ'' ہے اس سے مہدی علیہ السلام مراد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرنا اور خطا سے معصوم ہونا آپؑ کی شان ہے۔چنانچہ فتوحات کے باب (۳۶) میں اس کی مزید یہ توضیح کر دی ہے۔

مانص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم علی امام من ائمۃ الدین یکون بعدہ یرثہ ویقفو اثرہ ولا یخطی الا المھدی خاصۃ فقد شھد بعصمتہ فی احکامہ کماشھد الدلیل العقلی بعصمۃ رسول اللّٰہ صلعم۔	یعنی رسول اللہ صلی نے ایمہ دین میں سے کسی امام کی نسبت یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ میرے بعد وہ میرا وارث ہوگا اور میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہ کرے گا یہ بات خاص مہدی علیہ السلام کی شان میں فرمائی ہے پس رسول اللہ صلعم نے مہدیؑ کے اپنے احکام میں معصوم ہونے کی شہادت دی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم کے معصوم ہونے کی عقلی دلیل شاہد ہے۔

خاص طور پر اخلاق محمدی سے متصف ہونے کی بشارت بھی رسول اللہ صلعم نے مہدیؑ کے حق میں فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے خلقہ خلقی (رواہ الطبرانی وابونعیم عن حذیفہؓ وابن مسعودؓ) اس کے سوا خود مولف ہدیہ نے ہدیہ کے صفحہ ۲۷۴ پر یہ حدیث لکھی ہے

[1] ۔اے محمدؐ کہہ دو کہ یہ میرا راستہ ہے میں بصیرت پر اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور وہ شخص بصیرت پر اللہ کی طرف بلائے گا جو میرا تابع ہے۔۱۲

[2] ۔ من سے مراد مہدی علیہ السلام ہیں کیونکہ رسول اللہ صلعم نے مہدیؑ کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ میرے قدم بقدم چلیں گے اور خطا نہیں کریں گے۔۱۲

کہ ''یشبھہ فی الخُلق ولا شبھہ فی الخلق ''اوراس کا یہ ترجمہ کیا ہے یعنی امام مہدی مشابہ ہوں گے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق محمدیؐ میں اور مشابہ نہوں گے بیچ شکل وصورت کے۔اگرچہ مولف ہدیہ کا یہ ترجمہ اور روایت کے الفاظ وعبارت بھی دوسرے محدثین کی روایت کے خلاف ہے جن کی روایت میں یشبھنی فی الخَلق و الخُلق کے الفاظ ہیں جن سے شکل وصورت اوراخلاق دونوں میں امام مہدی علیہ السلام مشابہ رسول اللہ صلعم ہونا ثابت ہوتا ہے مگراس موقع پر مولف ہدیہ کی صرف یہ خلاف بیانی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے اخلاقی مشابہت کا یہاں تواعتراف کیا ہے اوراس جگہ اپنی اس تقریر کو بھول کر یہ کہہ دیا ہے کہ ہزاروں اولیائے کاملین رسول اللہؐ کے اخلاق سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے اور یہ نہیں خیال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہزاروں کاملین کی نسبت اپنے تمام اخلاق سے متصف ہونے کی بشارت بھی دی ہے یا نہیں [۱]۔

مولف ہدیہ نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ ان کاملین نے جب کہ بقول آپ کے قطعیات وظنیات احادیث سب روایات پر عام ازینکہ وہ ضعیف ہوں یا قوی عمل کئے ہیں تو ایسا کرنے سے ان کے نیک اخلاق ثابت ہونے کے عوض ان میں شبہ لاحق ہوجاتا ہے کیونکہ احادیث صحاح کے سوائے دوسری حدیثیں مختلط ہیں یعنی ان میں ضعیف وموضوع اور صحیح وسقیم ہیں اگرساری حدیثوں پرعمل ہوتو ظاہر ہے کہ کوئی شخص جہاں حدیثوں کا نام دیکھے بے تحقیق اس پر عمل کرتا جائے تو وہ احادیث موضوعہ پر بھی عمل کرلیگا اور بالضرور اس کا عمل خلاف عمل رسول صلعم ہوگا تو اس کے عاصی ہونے میں شبہ نہیں ہے۔غرض بے تحقیق حدیثوں پرعمل کرنا دلیل بدخلقی ہوگی۔

> مولف ہدیہ نے ایک اورنئی غلطی یہ کی ہے کہ صحابہ کرامؓ سے لیکرآج تک کسی امام ومجتہد نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میرے اخلاق ایسے ہیں کہ جوحدیث میرے حسب حال ہووہ صحیح ہے اور باقی غلط۔پس یہ دعویٰ بدعت ہوا اور بدعت بلاشبہ اخلاق سیئہ سے ہے نہ حسنہ سے انتہی ملخصاً۔

احادیث کی مطابقت کے مسئلہ کی کافی تحقیق ہوگئی ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہم مولف ہدیہ کے اس ابلہانہ اعتراض پرغورکرتے ہیں کہ کسی نے اب تک یہ دعویٰ نہیں کیا یااس قسم کے دعویٰ کو بدعت سیئہ سے تعبیر کیا ہے۔

اس اعتراض کی صورت ونوعیت ٹھیک ایسی ہے کہ کوئی معاند اسلام کہے کہ آدم علیہ السلام سے پیغمبر اسلام کے زمانہ تک سینکڑوں مرسلین ہزاروں انبیاءؑ اور لاکھوں کروروں حکماء عرفا عباداللہ الصالحین گزرے ہیں مگر کسی نے ''انا سید ولد اٰدم '' یا ''لی مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل '' کے جیسے دعوے نہیں کئے مسلمانوں کی طرف سے اس کا یہی جواب ہوگا کہ پیغمبر اسلام صلعم کو جو فضائل اللہ تعالیٰ نے دئے ہیں وہ کسی کو حاصل نہیں تھے تو یہ دعویٰ کوئی کس طرح کرسکتے تھے۔

پس مولف ہدیہ کے اس طفلانہ اعتراض کا بھی جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام مہدیؑ موعود علیہ السلام کو جو فضیلتیں عطا فرمائی

---

[۱] کوئی شخص ان کاملین میں اخلاق محمدیہ کا اس لئے جامع نہیں ہوسکتا کہ اخلاق جامعۂ رسول اللہؐ سے ایک وصف عصمت عن الخطا بھی ہے جوامت محمدیہ میں سوائے مہدیؑ وعیسیٰؑ کے کوئی ولی اہل سنت کے نزدیک صفت معصومیت سے متصف نہیں ہے پھر کوئی غیر معصوم ایک حقیقی معصوم عن الخطا (رسول اللہ صلعم) کے اخلاق حسنہ کی ایسی پیروی کس طرح کرسکتا ہے کہ ان کا کوئی دقیقہ فروگزاشت ہو جبکہ وہ عصمت جیسے اہم خلق سے عاری ہو۔۱۲ اشرف کان اللہ لہٗ۔

www.khalifatullahmehdi.info

ہیں اور رسول اللہ صلعم نے آپ کے جو فضایل اور خصوصیات بیان فرمائی ہیں وہ ان بزرگان مذکور الصدر میں سے کسی کو حاصل نہیں تھیں مختصر یہ کہ وہ مہدیٔ موعود نہیں تھے اس لئے انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہیں کر سکتے تھے حقیقت تو یہ ہے کہ اس قسم کے دعاوی تفاخر و تعلّی پر مبنی نہیں ہیں بلکہ فرمان الٰہی اما بنعمة ربک فحدث کی تعمیل ہیں۔

مولف صاحب ہدیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ’’مہدویوں کی کتاب انصاف نامہ میں مضمرات سے نقل کیا ہے کہ جو شخص خبر واحد اور قیاس کا انکار کرے اور کہے کہ وہ حجت نہیں ہے وہ کافر ہے۔

بقول مولف ہدیہ انصاف نامہ میں یہ قول مضمرات سے نقل کیا گیا ہے مصنف صاحب انصاف نامہؒ کا ذاتی قول نہیں ہے یہ بھی تحقیق نہیں ہے کہ مصنف صاحب نے کس موقع پر اور کس غرض سے نقل کیا ہے۔

نفس مسئلہ کو دیکھا جائے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خبر واحد اور قیاس حدیث متواتر اور آیت کتاب اللہ کے مقابل قابل حجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ حدیث متواتر اور آیت کتاب اللہ قطعی ہیں اور خبر واحد اور قیاس یہ دونوں ظنی ہیں۔ قطعی سے ظنی کا مقابلہ باطل ہے اور چونکہ خبر واحد اور قیاس میں ظن کا احتمال موجود ہے لہذا ان کا منکر کافر نہ ہوگا چنانچہ اہل سنت کی مذہبی کتب مثلاً فتاوی عالمگیری اور حواشی تہذیب الکلام اور دیگر کتب معتبرہ میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ احادیث متواتر ہی کا منکر کافر ہے پس مضمرات کا قول جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے۔

الحمد للہ بعونہ تعالیٰ مسئلہ اخلاق کے تمہیدی مباحث کے اہم اور ضروری حصوں پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور مولف ہدیہ کے غلط شکوک وشبہات کی معقول تردید ہوگئی ہے۔ اب یہاں سے اصل بحث اخلاق سے متعلق مولف ہدیہ نے جن امور کو بزعم فاسد خاکش بدہاں بدخلقیوں سے تعبیر کر کے بدگوئی اور عیب چینی کے غلط کرشمے دکھائے ہیں ان سے بحث کی جاتی ہے چنانچہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

> اب بعد اس کے بعض احوال وافعال شیخ جونپور کے جن کا منشا اور مبدأ اخلاق بدواقع ہوئے ہیں اس واسطے ہر ایک کی تعبیر بدخلقی سے کی گئی ہے تاکہ ناظرین باانصاف پر ظاہر ہوئے کہ باوجود دعویٰ انا ولا غیری کے مقدمہ اخلاق میں کس قدر ان کے اقوال وافعال مخالف قطعیات قرآن اور احادیث کے ہیں۔

مولف ہدیہ نے حضرت امامنا علیہ السلام کی جناب میں جو بدگوئی وعیب چینی کا ارادہ کیا ہے وہ نئی بات نہیں ہے بلکہ قدیم سے ہوتی ہوی آئی ہے جو شخص بزرگان پیشین کے حالات و واقعات پر ذرا بھی غور کرے تو واضح ہوگا کہ اس عالم میں جو ذوات مقدسہ گزرے ہیں وہ بدگویوں اور عیب جویوں کی ناحق وناروا عیب چینی سے محفوظ نہیں رہے ہیں۔ ہر زمانہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام اپنے زمانہ کے جہل ومعاندین کے ہاتھوں ستائے گئے اور ان کے طعن وتشنیع کے آماجگاہ رہے ہیں مثلاً یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ناگفتنی طعن کیا۔ یہود ونصاریٰ نے حضرت پیغمبر اسلام صلعم کی جناب میں بہت سے غلط مطاعن کئے۔

فرقۂ معتزلہ نے انبیاءؑ کی معصومیت ہی کا انکار اس قدر مبالغہ سے کیا کہ ابتداء زمانۂ آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء علیہ السلام

تک کسی نبی کو صغائر و کبائر کی نسبت کئے بغیر نہ چھوڑا انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے قابل احترام بزرگوں کی جناب میں بھی یہی سلوک ان کے معاندین ومخالفین کی طرف سے جاری رہا ہے۔ چنانچہ خوارج نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت کرام پر ناسزا حملے کئے۔ فرقہ شیعہ نے خلفاے راشدین اور بعض امہات المومنین کو مطعون کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ بعض متعصب متکلمین نے حضرات صوفیائے کرام کی عیب چینی اور بدگوئی کی ہے۔ بعض جہلا نے اولیاے کرام کی جناب میں بدگوئی کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔

غرض بے جا عیب چینی و بدگوئی ایک عادت قدیم چلی آرہی ہے فی الجملہ شیطان نے مولف ہدیہ کی بھی راہ ماری ہے وہ امام معصوم علیہ السلام کی عیب جوئی کے درپے ہیں۔ **نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔**

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میل او در طعنۂ پاکاں برد

حضرت امامنا علیہ السلام کی تمام حیوٰۃ طیبہ احیاے دین اور اتباع آیات قرآنی وسنت قولی و فعلی کی روشنی پھیلانے میں گزری ہے اور مولف ہدیہ اپنی خبث باطنی سے عناداً حضرت اقدس کی عیب چینی کے درپئے ہیں اس کی مثال یہی ہے۔

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند — سگ را بپرس خشم تو با مہتاب چیست

سچ پوچھا تو امامنا علیہ السلام کو اعدا و معاندین کی بدگوئی میں بھی انبیاء و مرسلین اور حضرت ختم المرسلین ؐ کی اتباع و مطابقت کا شرف حاصل ہے۔

ایک اور لحاظ سے غور کیا جائے تو یہ بھی حضرت امامنا علیہ السلام کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے عمداً جان بوجھ کر اغماض کر کے انتہائی تلاش وجستجو کے باوجود حضرت امام علیہ السلام کی تیئیس (۲۳) سالہ مدت دعوتِ مہدیت میں صرف اکیس بدخلقیاں پیش کر سکے ہیں جن میں سے مکررات خارج کر دیں تو اکیس بھی نہیں رہتیں۔ اور جو باقی رہیں گی وہ بھی ایسی ہیں کہ اصول اخلاق اور کتاب وسنت کی مطابقت کے معیار پر جانچی جائیں تو ان کے عین مطابق ثابت ہوتی ہیں اور مولف ہدیہ کا ان کو بدخلقی کہنا خود انہی کی جہالت کا راز فاش کرتا ہے۔ چنانچہ انشاء اللہ عنقریب ہر ایک کا حال بالتفصیل معلوم ہوگا۔

لیکن ہر قول و فعل پر جس کو مولف ہدیہ نے اپنے خیال فاسد میں بدخلقی سے تعبیر کیا ہے تفصیلی بحث تو بعد میں آئے گی۔ اول ان تمام امور پر مختلف گوشہ ہائے خیال سے ایک سرسری و اجمالی تبصرہ کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ مولف ہدیہ بحث اخلاق کی تمہید میں جس شد و مد سے جو دم و دعوے کئے تھے اس کے نظر کرتے خیال ہوتا تھا کہ انہوں نے حضرت امامنا علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں خاص اخلاقی معیار سے ہٹی ہوئی نئی نئی کیا کیا باتیں تلاش وجستجو کر کے پیش کی ہوں گی۔ مگر ناظرین کرام یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ مولف ہدیہ کوئی اہم اور نئی بات جس کو بدخلقی سے تعبیر کیا جا سکے پیش کرنے میں سراسر ناکام اور عاجز رہے ہیں اور بدخلقیاں جتانے میں ان سے بہت سی لغزشیں سرزد ہوئی ہیں مثلاً اکثر انہی امور کو جو اس سے پہلے عقاید وغیرہ کے ضمن میں ذکر کر آئے ہیں بدخلقیوں کے ضمن میں پھر وہی دہرائے ہیں فرق یہ ہے کہ وہاں ان کو عقائد بتایا گیا تھا اور یہاں انہی کو بدخلقیوں کا نام دیدیا گیا ہے جیسے۔

بدخلقی دہم مرتکب معاصی کو کافر کہنا وغیرہ وغیرہ۔

www.khalifatullahmehdi.info

بدخلقی پانزدہم اپنی مہدیت کے انکار کے سبب سب مسلمانوں کو کافر کہنا۔

بدخلقی شانزدہم اپنے مقبلین کو کافر کہنا۔

حالانکہ عقیدۂ سوم عقیدۂ دوازدہم عقیدہ سیزدہم وغیرہ انہی مباحث پر مشتمل ہیں اوران کی کافی تحقیق ہو چکی ہے کہ تمام خفاء اللہ (انبیاء علیہم السلام) اورافضل الانبیاء والرسل (صلعم) اپنی اپنی خلافت الٰہی (نبوت) کے منکرین کو کافر کہتے آئے ہیں وہ تمام اسلامی فرقے جووجودمہدی علیہ السلام کے قائل و معتقد ہیں وہ اپنے اپنے معتقدعلیہ مہدی کی تصدیق فرض اورانکارکفرہونے کے بھی قایل ہیں۔خودمولف ہدیہ بھی اس بدخلقی کے موردومصداق ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے معتقدعلیہ مہدی کا انکارکفر کہتے ہیں۔

اگران اطلاقات کو بقول مولف ہدیہ بدخلقی کہا جائے تو خودمولف ہدیہ کو بتانا ہوگا کہ اس بدخلقی میں معاذ اللہ کون کون مبتلا ہیں۔

ثانیاً۔مولف ہدیہ نے اپنے اس مذکورہ قول میں حضرت امامنا علیہ السلام کی جناب اقدس میں بدزبانی کر کے دعویٰ تو یہ کیا ہے۔

''تاکہ ناظرین پرظاہرہووے کہ باوجوداس دعویٰ اناو الاغیری کے مقدمہ اخلاق میں کس قدر''ان کے اقوال وافعال مخالف قطعیات قرآن اوراحادیث کے ہیں''

لیکن اس دعویٰ کے خلاف اس ضمن میں جہاں خاص حضرت امام علیہ السلام کے اقوال وافعال سے بحث ہونا چاہیئے تھا بعض خلفاء اللہ وصحابۂ امام علیہ السلام کے افعال واقوال بھی درج کردئے ہیں حالانکہ اہل سنت کے اعتقادمیں جن کے مولف ہدیہ خودکو علمبردار سمجھے ہوئے ہیں آنحضرت صلعم کے خلفاوصحابہؓ میں کوئی بھی معصوم عن الخطانہیں ہے۔اس اصول اعتقادی کے نظر کرتے اگرکسی صحابی رسول اللہ صلعم میں ولو بالفرض کوئی اخلاقی کمزوری پائی بھی جائے تو کوئی بدباطن اس کوآنحضرت صلعم کے خلق عظیم پرحرف گیری کا سبب نہیں قراردے سکتا۔

ایسا ہی مہدویہ کے اعتقاد میں بھی حضرت امامنا علیہ السلام کے خلفا وصحابہؓ میں کوئی معصوم عن الخطا نہیں ہے اوراس اصول اعتقادی کے لحاظ سے کسی صحابی امام علیہ السلام سے کوئی اخلاقی کمزوری ظاہرہونا فرض بھی کرلیا جائے تواس سے امام علیہ السلام کے اخلاق کریمہ پرکسی بدباطن کا حرف گیری کرنا کبھی صحیح نہیں ہوسکتا۔

پھرمولف ہدیہ کی اس نادانی کو کیا کہا جائے کہ انہوں نے حضرت امام علیہ السلام کے اقوال وافعال سے بحث کرنے کے دعویٰ کے تحت صحابہ وخلفاے امام علیہ السلام کے اخلاق پرزبان طعن درازکی ہے چنانچہ بدخلقی سوم۔بدخلقی نوازدہم۔بدخلقی بستم۔بدخلقی بست ویکم وغیرہ یہی نوعیت رکھتی ہیں کہ وہ کسی نہ کسی صحابی امام علیہ السلام سے متعلق ہیں۔

تحقیق وتعمق کی نظرسے دیکھا جائے تو وہ طعن بھی خودغلط ہیں اُن سے ان صحابہ کا دامن تقدس بھی بدخلقی کی گردسے گردآلودنہیں ہوسکتاان سے امام علیہ السلام کے اخلاق کریمہ متاثرہونے کا بےادبانہ تصورتو''ایں خیال ست ومحالست وجنوں'' کا مصداق ہے۔

ثالثاً۔بدخلقیاں بعض صحابۂ امام علیہ السلام سے متعلق بتائی گئی ہیں وہ بھی ان کے اقوال وافعال نہیں ہیں بلکہ ان کے خواب اور کشف کے معاملات اوراخبارمغیبات یعنی پیشین گوئیاں ہیں حالانکہ اہل سنت کے اعتقادمیں غیرمعصوم کا کشف قطعی نہیں کہلاتا اورنہ

www.khalifatullahmehdi.info

ان کا ہر خواب رویاے صادقہ ہونا ضروری ہے عموماً خواب اور کشفی معاملات مبہمات ہوتے ہیں جن کے مفہوم ومعانی قطعی طور پر ظاہر نہیں ہوتے اور ان پر احکام مترتب نہیں ہوسکتے ایسا ہی اخبار مغیب کے ظہور کا کوئی زمانہ یا وقت معین نہیں کیا جاتا۔

مولف ہدیہ نے ان اصول کے خلاف بعض خواب اور کشفی معاملات کے خلاف ہونے کو بدخلقی اور پیشین گوئی کا اب تک ظہور نہ ہونے کو اللہ تعالیٰ پر کذب وافترا کہدیا ہے چنانچہ۔

بدخلقی دوم۔ بدخلقی سوم۔ بدخلقی نوازدہم۔ بدخلقی بستم۔ بدخلقی بست ویکم کی بعض ضمن اسی نوعیت کی ہیں۔ حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض خواب اور بعض مکاشفات صحابہؓ کے روبرو بیان فرمانے کا ذکر بعض احادیث میں مذکور ہے جن کو صحابہؓ نے نہیں سمجھا اور حضرت سے دریافت کیا کہ آپ نے ان کی کیا تعبیرات فرمائی ہیں پھر حضرت کے ان کی تعبیرات فرمانے سے صحابہ کو یہ معلوم ہوا کہ ان کا مفہوم ومعنی یہ ہے۔

اسی طرح حضرت نے اپنی دو انگلیاں سبابہ اور وسطی ملا کر صحابہ کو بتایا اور یہ فرمایا کہ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَہ کَھَاتَین (میں اور قیامت اس طرح مبعوث ہوے ہیں جیسے یہ دو انگلیاں ہیں)۔

قرآن شریف میں ارشاد ہوا ہے۔

وما امر الساعة الا کلمح البصر او ھو اقرب۔ قیامت کا معاملہ آنکھ جھپکنے کے جیسا یا اس سے بھی قریب تر ہے۔

حضرت کے اس فرمان اور قرآن شریف کی اس آیت کے نزول کو تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے اور ابھی تک قیامت کا ظہور نہیں ہوا مگر کوئی مسلمان اس تاخیر کو اللہ تعالیٰ پر کذب وافترا نہیں کہتا جیسا کہ مولف ہدیہ نے کہا ہے۔

رابعاً۔ کہیں اختلاف مذہب ومسالک کو بدخلقی کہا گیا ہے جیسے بدخلقی پنجم آیات قرآنی کو منسوخ نہ ماننا بدخلقی میں شمار کیا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی کہ صرف آیات قرآنی کو منسوخ نہ ماننا بدخلقی کیوں ہے اور دوسرے بہت سے اختلافات مثلاً خلق قرآن کے مسئلہ کا اختلاف وغیرہ کو بدخلقیوں میں کیوں نہ شمار کیا گیا حالانکہ سب اختلافات کی طرح آیات قرآنی کا منسوخ مانتے ہیں پھر نسخ کے قایل علما منسوخ آیتوں کی تعداد اور ان کے تعینی میں بھی مختلف القول ہیں۔ کسی نے منسوخ آیتوں کی تعداد دوسو بتائی ہے۔ کسی نے اس سے بہت کم یعنی صرف پانچ آیتیں منسوخ مانی ہیں۔ پھر منسوخ آیتیں خواہ دوسو ہوں یا پانچ ہی ہوں وہ کونسی ہیں اس میں بھی اختلاف ہے بعض علما نے جن آیتوں کو منسوخ کہا ہے دوسرے علما ان کو منسوخ نہیں مانتے۔ ان کے مقابل بعض علما قرآن کی کسی آیت کو بھی منسوخ نہیں مانتے ان کے نزدیک قرآن ناسخ ہی ناسخ ہے اس کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے جن آیتوں کے مضامین بظاہر متضاد معلوم ہوتے ہیں اور جس کی وجہ سے کسی ایک متضاد حکم کو منسوخ ماننا لازم آتا ہے وہ علما ان آیتوں کے مضامین میں تطبیق دیکر تضاد کو دفع کردیتے ہیں اور ہر حکم بجائے خود صحیح مانتے ہیں۔ مہدویہ بھی عدم نسخ کے قایل ہیں غالباً اس لئے مولف ہدیہ نے مہدویہ کی کاوش میں کسی بھی آیت

www.khalifatullahmehdi.info

قرآنی کو منسوخ نہ ماننا بدخلقی پنجم کہا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ کس نے اور کس دلیل سے اس اختلافِ مسلک کو بدخلقی گنا ہے اور یہ نہیں خیال کیا کہ ایسے کہنے سے مہدویہ کے ساتھ ان تمام علما کو بداخلاق ماننا لازم آگیا جو کسی آیت قرآنی کو منسوخ نہیں مانتے۔ اور جب آیات قرآنی کو منسوخ نہ ماننا بدخلقی ہوسکتی ہے تو عدم نسخ کا قایل فریق نسخ کے قایلین کو بھی بدخلقی کا مرتکب قرار دینے کا کیوں حق نہیں رکھتا جبکہ قرآن کو منسوخ ماننے اور غیر منسوخ ماننے والے دونوں بدخلقی کے مورد ہوں گے کوئی بھی بدخلقی سے بچ نہ سکے گا۔

خامساً۔ علمائے اسلام حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کے متعلق عموماً اصول اخلاق سے بحث کرتے ہیں مثلاً حضرت کے خلق عظیم کے متعلق عموماً اصول اخلاق سے بحث کرتے ہیں مثلاً حضرت کا ''حلم'' کیسا تھا؟ سخاوت وشجاعت کیسی تھی؟ وغیرہ وغیرہ انہوں نے کسی مخصوص اور اتفاق واقعہ کو جو کسی مصلحت وحکمت پر مبنی ہو اور ہماری فہم نارسا اس تک نہ پہنچ سکتی ہو بحث اخلاق کی بنا قرار نہیں دی ہے کیونکہ وہ حقیقت میں خاص مصالح تنبیہ وقصاص پر مبنی تھے۔ اس کے برعکس مولف ہدیہ نے بعض اتفاقی وجزی واقعات ہی کو بحث اخلاق کی بنیاد قرار دی ہے اور اسی کو بدخلقی سمجھا اور بتایا ہے مثلاً بدخلقی اول جس کی تفصیلی بحث بعد میں اس کے موقع پر آئے گی۔ بی بی شکر خاتون وغیرہ کا خاص واقعہ پیش کیا ہے اور اس کو امامنا علیہ السلام کی خصلت کہا ہے حالانکہ خصلت اس فعل کو کہتے ہیں جو عادت کے طور پر بمقتضائے طبیعت بار بار سرزد ہو اور یہاں اس ایک واقعہ کے سوا کوئی اور واقعہ مولف ہدیہ نے پیش نہیں کیا ہے اور وہ پیش نہیں کرسکتے۔ پھر وہ بھی ترک ہجرت کی تنبیہ کے طور پر حسب احکام قرآنی ''**والذین امنو ولم یھاجروا مالکم من ولا یتھم من شئی حتیٰ یھاجروا** '' وغیرہ آیات کی تعمیل میں ہوا ہے ناظرین خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ احکام قرآنی کی تعمیل کو کیا کوئی مسلمان بدخلقی شمار کرسکتا ہے۔

سادساً بعض بدخلقیاں محض افترا ہیں گویا خود غلط افترا کیا ہے اور اپنی افترا کی کوئی صورت کو بدخلقی کہا ہے جیسے بدخلقی ہژدہم جس کا خلاصہ یہ ہے۔

> ''امامنا علیہ السلام لوگوں کو حج بیت اللہ سے باوجود فرضیت واستطاعت کے منع کرتے تھے اور اپنے خلیفۃ اللہ میاں دلاور کے حجرے کو بمنزلہ کعبے کے ٹھرایا تھا اس کے تین شوط (طواف) کعبہ کے ساتھ شوط بلکہ تمامی ارکان حج کا قایم مقام جانتے تھے''

خود حضرت امامنا علیہ السلام نے خلفا وصحابہ کی کثیر جماعت کے ساتھ جس کی تعداد تین سو سے متجاوز تھی حج کعبۃ اللہ کو تشریف لے گئے اور حج ادا فرمایا ہے۔ جس کا مولف ہدیہ کو بھی اعتراف ہے۔

حضرت کے بعد بھی حضرت کے خلفا وصحابہ وتابعین وتبع تابعین جن کسی کو حج کے شرایط وجوب وادا میسر ہوئے وہ حج ادا کرتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ اب تک برابر جاری ہے۔

مولف صاحب ہدیہ کو یاد ہوگا کہ وہ خود جب ارکان حج ادا کرنے کے لئے گئے تھے عمائدین مہدویہ ہی کے قافلہ میں شریک اور انہی کے ہم نوالہ وہم پیالہ تھے۔

www.khalifatullahmehdi.info

یہ بھی یاد ہوگا کہ مدینہ کے منازل میں سے ایک منزل میں کسی سے یہ افواہ سنی گئی کہ یہاں کوئی صاحب ''مہدی'' ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں تو آپ نے میر قافلہ تا تار خاں صاحب جمعدار مہدوی سے بطور تفنن کہا تھا کہ ''جمعدار صاحب یہاں بھی ایک مہدی ہیں جائیے'' تاتار خاں صاحب جمعدار نے جواب میں کہا تھا کہ ہم مرحلہ تصدیق طے کر چکے ہیں ہم کسی مہدی کے منتظر نہیں ہیں جو منتظر ہیں وہ جائیں ان سب واقعات ہی سے مولف ہدیہ کے بیان کی صاف تردید ہو جاتی ہے کہ امامنا علیہ السلام باوجود فرضیت واستطاعت کے لوگوں کو حج بیت اللہ سے منع کرتے تھے الخ'' اگر حضرت امامنا علیہ السلام حج سے منع فرماتے تو خود کیوں تشریف لے جاتے؟ خاص متبعین کو حج ادا کرنے کے احکام کیوں دیتے اور حج ادا کرنے کا یہ سلسلہ کیوں جاری رہتا؟ اسی سے ثابت ہے کہ مولف ہدیہ کا یہ سارا بیان بہتان وافترا ہے مولف ہدیہ پر تصحیح النقل کی بڑی ذمہ داری عاید ہے ان کو ثابت کرنا ہوگا کہ انہوں نے یہ بات کن کتابوں سے نقل کی ہے اور ان میں یہ کہاں ہے کہ حضرت نے باوجود فرضیت واستطاعت کے لوگوں کو حج سے منع فرمایا اور میاں دلاورؓ کے حجرہ کے تین شوط کو کعبہ کے ساتھ شوط بلکہ تمامی ارکان حج کا قایم مقام کب قرار دیا تھا؟

اصل واقعہ صرف اس قدر ہے جس پر مولف ہدیہ نے بہتان وافترا کا یہ طومار باندھا ہے ایک نا کتخدا پارسا بی بی نے حضرت امامنا علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کی مجھے زاد مہیا ہے مجھے حج کو جانے کا بہت اشتیاق ہے اجازت ہو چونکہ ان کے ساتھ کوئی محرم نہیں تھا جن کے ساتھ وہ سفر کر سکتیں اور اس وجہ سے ان پر حج فرض ہی نہ تھا حضرت نے انھیں حکم دیا کہ اپنا زاد مستحقین پر نفقہ کر دو اور تم بھائی دلاور کے حجرہ کا طواف کر لو مقصد حاصل ہو جائے گا۔

ان بی بی نے حکم کی تعمیل کی اور تیسری ہی چکر میں تجلیات ربانی سے مدہوش ہو گئیں حضرت نے پسخوردہ عنایت کیا اور ان کی مدہوشی محو سے مبدل ہوگئی اس طرح ان کا مقصد حج حاصل ہو گیا اس واقعہ سے خود مولف ہدیہ کے بیان کئے ہوئے کئی حصے غلط ثابت ہو رہے ہیں۔

اولاً جن کو منع کیا گیا ہے ان پر حج فرض نہیں تھا لہذا مولف ہدیہ کا باوجود فرضیت کے کہنا غلط ہے۔

ثانیاً اس واقعہ کے سوا کوئی اور واقعہ امامناؑ کی حیٰوۃ طیبہ کا اس نوعیت کا مولف ہدیہ نے پیش نہیں کیا ہے اور نہ وہ پیش کر سکتے ہیں اس لئے لوگوں کو منع کرتے تھے کہنا غلط ہے۔

ثالثاً حجرہ کے تین شوط (چکر یا طواف) کو کعبۃ اللہ کے سات شوط بلکہ تمامی ارکان حج کا قایم مقام جانتے تھے کہنا بھی غلط اور صریح بہتان ہے کیونکہ تین شوط کو کعبہ کے ست شوط یا تمام ارکان حج کا قایم مقام جاننا بھی کسی روایت میں مذکور نہیں ہے۔

رابعاً امامنا علیہ السلام کے بعد بندگی میراں سید محمودؓ کے جو دو واقعے لکھے ہیں ان بزرگوں کو بھی زاد سفر نہیں تھا اور حج کا بہت اشتیاق رکھتے تھے اس لئے باوجود استطاعت کے کہنا بھی غلط ہے ان پر بھی حج فرض نہیں تھا۔

خامساً اس واقعہ کی مثال حضرت بایزیدؒ کا واقعہ ہے جو مولانا رومیؒ نے مثنوی میں لکھا ہے اور حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کا واقعہ ہے (جو حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے سلسلہ شیوخ میں ہیں) اور جس کو مولانا رومیؒ نے نفحات الانس میں بیان کیا ہے بایزیدؒ کے واقعہ کا

www.khalifatullahmehdi.info

خلاصہ یہ ہے کہ

حضرت بایزیدؒ حج وعمرہ کے ارادہ سے مکہ کو جارہے تھے اثنائے سفر میں بایزیدؒ کسی خضر وقت کی تلاش میں تھے انہوں نے ایک بوڑھے بزرگ کو دیکھا جس میں خاص بندگانِ خدا کی شان نمایاں تھی بایزیدؒ نے ان کو قطب پایا اوران کی خدمت میں عجز وانکساری کے ساتھ گئے۔ پوچھا بایزیدؒ کہاں کا ارادہ ہے کہا کعبہ کا اِرادہ رکھتا ہوں۔کہا اپنے ساتھ زادراہ کیا رکھتے ہو کہا دوسو درہم اس بزرگ نے کہا میرے اطراف سات مرتبہ طواف کرلواوراس کو حج کے طواف سے بہتر جانو۔وہ درہم میرے سامنے رکھ دواور سمجھ لو کہ تم نے حج کرلیااور مراد حاصل ہوگئی عمرہ ادا کرلیااور عمرباقی پالی صفا پردوڑلیااور صاف ہوگئے۔حق کی قسم کہ حق نے مجھ کواپنے بیت سے برگزیدہ کیا ہے کعبہ اگرچہ خانہ سیر ہے لیکن میری خلقت بھی اس کا خانہ سر ہے تو نے مجھے دیکھا خدا کو دیکھا میری خدمت خدا کی اطاعت ہے تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ حق مجھ سے جدا ہے تو یہ سمجھ کہ تو نے کعبہ کے گرد چکر لگایا۔اچھی طرح آنکھ کھول کر مجھ کو دیکھ تاکہ بشر میں تو نورحق دیکھے۔کعبہ کو اللہ نے یکبار ''بیتی'' (میرا گھر) کہاہے اور مجھے ''یاعبدی'' (اے میرے بندے) (۷۰) ستر بار کہا ہے۔اے بایزیدؒ تو نے کعبہ کو پالیا صدعزت وصد بہا پالیا بایزیدؒ نے ان نکتوں کو سنا اور زریں حلقوں کی طرح کان میں رکھ لیا ان سے بایزیدؒ کو اور ترقی ہوی منتہی منتہی کو پہنچ گیا''۔

مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ ''شیخ ابوسعید ابوالخیر ہر مریدے را اندیشہ حج بودے ویرا بر سر خاک پیر ابوالفضل فرستادے وگفتے کہ آں خاک رازیارت کن و ہفت بار گرد آن خاک طواف کن تا مقصود حاصل شود''۔اولیاے امت مرحومہ کے اسی قسم کے واقعات اور بہت سے موجود ہیں لیکن شرعاً اثبات مدعا کے لئے دو گواہ معتبر کافی ہوتے ہیں اس لئے اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے اور مولف ہدیہ کی اُس زباں درازی کی نسبت جواس موقع پر انہوں نے کی ہے پوچھا جاتا ہے کہ وہ سب زباں درازیاں جو میاں دلاورؓ کے حجرے کے متعلق کی گئی ہیں وہ سب پیر بایزیدؒ اور پیر ابوالفضل کی قبر کی نسبت شیخ ابوسعید ابوالخیر کے عمل پر بھی پوری صادق ہیں کہ نہیں بلکہ میاں دلاورؓ کے حجرے کے واقعہ میں آداب شرعی اور عذر شرعی موجود ہے زادسفر مستحقین کو نفقہ کردینے کا حکم دیا گیا ہے خود نہیں لیا ہے اس عمل کو عین حج وعمرہ ادا ہونا اور حج سے بڑھکر نہیں بتایا ہے مقصد حج حاصل ہونا کہا گیا ہے ظاہر ہے کہ عین حج ادا ہونے اور مقصد حج حاصل ہونے میں آداب شرعی کے نظر کرتے بڑا فرق ہے۔

سابعاً ایسا ہی بدخلقی دوازدہم کہ ''امامنا علیہ السلام علم سیکھنے سے منع شدید کرتے تھے۔مطلق علم سے منع کرنا بھی ایک بہتان ہے کیونکہ حضرت کے یہ فرامین بھی موجود ہیں کہ۔

علم لابدی می باید تا نماز روزہ و مانند ایں افعال در دیں رسول خدا درست شود (انصاف نامہ)	یعنی ضروری علم چاہیئے تاکہ نماز، روزہ اور اسی کے مانند تمام افعال رسول خداؐ کے دین میں درست ہوں۔
ایضاً میراں علیہ السلام میاں نظام را فرمودند کہ چیزے علم حدیث بخوانید	حضرت مہدی علیہ السلام نے میاں نظامؓ کو فرمایا کہ کچھ علم حدیث پڑھو۔

www.khalifatullahmehdi.info

ایضاً۔آپ کا ارشاد ہے

علمے بطلب کہ با تو ماند　　　آں علم تراز تو رہاند

وغیرہ (وہ علم طلب کرو جو تمہارے ساتھ رہے اور وہ علم تم کو تمہاری خودی سے رہائی دے)۔

ان واضح اور صریح فرامین سے ثابت ہے کہ آپؐ نے علم فقہ اور علم حدیث اور علوم باطنی سیکھنے کا حکم دیا ہے۔پس ممانعتی احکام غیر ضروری مفہوم مفید علم سے مخصوص ہوں گے اور وہ مطلق علم سے اس لئے متعلق نہیں ہیں کہ مطلق علم کا مفہوم دنیا بھر کے تمام علوم سیکھنے کو کوئی بھی نہ ضروری قرار دیتا اور نہ اُن سب سے منع کرتا ہے بلکہ علوم کی تقسیم کی جاتی ہے اور ان اقسام میں سے کوئی کسی علم کو ضروری اور کوئی کسی علم کو غیر ضروری سمجھتا ہے مثلاً اہل دین دینی علوم کو ضروری اور علوم دنیوی کی غیر ضروری سمجھتے اور ان سے منع کرتے ہیں علم دین کو بھی کسی نے صرف تفسیر و فقہ و حدیث میں حصر کر دیا اور ان کے سوا دوسرے علوم سیکھنے کی مذمت کی ہے چنانچہ کہا ہے۔

علم دیں تفسیر و فقہ است و حدیث　　　ہر کہ خواند غیر ازین گرد و خبیث

ان علوم دین میں سے بھی فقہا علم فقہ کو نہایت ضروری کہتے ہیں اور اہل حدیث علم فقہ کے قائل ہی نہیں ہیں اور علم حدیث ان کے پاس سب سے زیادہ اہم ہے متکلمین علم کلام کو اہم جانتے ہیں۔صوفیائے کرام علوم باطنی کو سب سے زیادہ ضروری کہتے اور علم فقہ کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں کہ ''حق را نشناسی تو بایں کنز و قدوری''۔اور متکلمین کے متعلق ان کا یہ فیصلہ ہے کہ

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اس سے ثابت ہے کہ تمام اہل مذہب کسی نہ کسی علم کو غیر ضروری اور غیر مفید کہتے اور اس سے منع کرتے ہیں پس کسی بھی علم سے منع کرنے کو اگر مطلق علم سے منع کرنا کہا جائے تو مولف ہدیہ ان تمام کو مانع علم ہونے کی بد خلقی میں مبتلا ماننا ہوگا۔

ثامناً مولف ہدیہ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی عین سنت جاریہ کی پیروی کو بد خلقی کہا ہے جیسے ترک کسب حلال کو بد خلقی نہم قرار دیا ہے حالانکہ کسب حلال یعنی اسباب معیشت کو اگر قبل عطائے نبوت و نزول وحی اختیار کئے بھی تھے تو بعد نبوت چھوڑ دینا ہی انبیا علیہم السلام کا آئین رہا ہے چنانچہ امام فیلسوف احمد بن عبداللہؒ نے رسالۂ ماہیۃ الایمان میں لکھا ہے۔

وذالک ان الانبیاء قبل یوحیٰ الیھم یکونون کاحد من ابناء الدنیا فی طلب المعیشته حتی اذا جاء ھم الوحی والنبوۃ ترکوالمعاش واشتغلوا لتبلیغ الرسالۃ و یتکلون علی اللہ فیما یحتاجون الیه من عرض الدنیا الخ (۲۸۔۹۔صف)	انبیاء علیہم السلام وحی آنے اور نبوت ملنے سے پہلے تک طلب معیشت میں دوسرا ابنائے دنیا کے جیسے ہوتے ہیں جب ان پر وحی نازل ہوتی اور انھیں نبوت ملتی ہے وہ طلب معاش چھوڑ دیتے اور رسالت کے احکام کی تبلیغ میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اپنے مایحتاج ضروریات دنیوی کیلئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے رہے ہیں۔

www.khalifatullahmehdi.info

خود افضل الانبیاء والمرسلین صلعم کے عمل سے اس کی توضیح اور تصدیق ہوتی ہے کہ حضرتؐ نے وحی نازل ہونے سے پہلے تک بی بی خدیجہؓ کے تجارتی کاروبار فرماے ہیں مگر جب وحی نازل ہوی اور منصب رسالت پر فائز ہوے تو یہ سب کاروبار چھوڑ دیئے اور نبوت و رسالت کے احکام کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہوگئے بلکہ خود کو اس کیلئے وقف فرمادیا اور اپنے ذاتی کاروبار کو خدا پر سونپ دیا اب آپ کے اوقات عزیز طلب معیشت میں صرف نہیں ہوتے تھے کیا مولف ہدیہ بتائیں گے کہ آنحضرت صلعم اس زمانہ سے آخر حیوٰۃ طیبہ تک تجارت یا زراعت یا کسی کی ملازمت یا اور کونسا کسب حلال کا پیشہ اختیار فرماے ہوئے تھے۔

مولف ہدیہ نے کسب حلال کو فریضہ اور فقرائے مہدویہ کو تارک فرض کہا ہے تو کیا انبیاء اور افضل الانبیاء علیہم السلام کی جناب اقدس میں جبکہ آپؐ نے نبوت عطا ہونے کے بعد کسب حلال چھوڑ دیا تھا مولف ہدیہ یہی بے ادبی یعنی تارک فرض ہونے کا الزام عائد کرنے کی جرأت بے جا کریں گے؟

تاسعاً دعویٰ تو یہ کیا گیا تھا کہ قطعیات قرآن وحدیث کے مخالف اقوال وافعال بدخلقیوں کے ثبوت میں پیش کریں گے لیکن کئی ایک ایسی باتیں پیش کردی ہیں جن کا قطعیت قرآن وحدیث کے خلاف ہونا اول ثابت نہیں کیا گیا اور وہ عمل مستحب ومندوب کی حیثیت رکھتا ہے مثلاً بدخلقی بست ونکم کی ضمن میں بعد نماز دعا نہ کرنا اور بعد نماز دعا میں ہاتھ نہ اٹھانا بدخلقی قرار دیا گیا ہے مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ اس کو کس نے بدخلقی کہا ہے۔ اگر مطلق دعا میں ہاتھ نہ اٹھانا چاہیئے۔ نماز میں دعا کی جاتی ہے مگر ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے۔ مثلاً دعائے قنوت دعا ہے دعائے ماثورہ دعا ہیں جو قیام اور قاعدۂ نماز میں پڑھی جاتی ہیں قرآن شریف کی بے شمار آیتیں معنی دعا پر مشتمل ہیں ان سب کی قراءت نماز میں یا خارج از نماز کی جاتی ہے اور ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے۔

مولف ہدیہ کے اس بے اصل بیان کو مختلف نقاط نظر سے جانچا جائے تو اس کو بدخلقی کہنا غلط ہے قرآن شریف کا قطعی حکم دعا کی نسبت ''ادعوا ربکم تضرعاً و خفیه'' ہے پس اس حکم قرآنی کے مطابق جو دعا تضرعاً اور خفیۃً ہو وہ خلاف قرآن ہوگی۔ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے سے دعا خفیہ نہ رہے گی اور جو شخص اس مخالف قرآن صورت سے بچے بقول مولف ہدیہ وہ بدخلقی ہے گویا قرآنی حکم کے موافق عمل کرنا بدخلقی ہے؟ العجب ثم العجب۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''واسجد واقترب'' بعض مفسرین نے اس آیت کا معنی سجدہ میں جاؤ اور دعا کرو بتلایا ہے متعدد احادیث میں بھی حالت سجدہ میں دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے ''اقرب مایکون العبد من ربه اذا سجد'' (تفسیر کبیر) پس سجدہ میں دعا کرنا حکم قرآن وحدیث سے ثابت ہوا اور یہی صورت تضرع وخفیہ کی بہترین صورت ہے۔ مہدویہ کا یہی عمل ہے جو قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے اور بقول مولف ہدیہ یہ بدخلقی ہے کیونکہ سجدہ میں حسب حکم قرآن وحدیث دعا کرتے وقت ہاتھ نہیں اٹھائے جاسکتے اور ان کے پاس بغیر ہاتھ اٹھائے دعا بدخلقی ہے۔

عاشراً۔ بدخلقی سیزدہم مدینۂ طیبہ کو نہ جانا اور قبر نبی صلعم کی زیارت نہ کرنا لیکن روایات سے یہ واقعات ثابت ہیں کہ ارکان حج ادا فرمالینے کے بعد مدینۂ طیبہ جانے کے لئے اونٹ کرائے پہ پر لئے گئے تھے مگر امام علیہ السلام کو روح مبارک رسول اللہ صلعم سے حکم ہوا

www.khalifatullahmehdi.info

کہ میں تمہارے پاس ہی ہوں مدینہ آنے کی ضرورت نہیں فوراً ہند کو واپس ہو جاؤ کیونکہ دعویٰ موکد اور حدود خراسان میں داخلہ کا وقت قریب رہ گیا تھا۔ پس بتعمیل حکم مدینہ طیبہ کا ارادہ فسخ کر دیا گیا۔ اونٹوں کا کرایہ واپس لیا گیا۔ اور ہند کو فوراً واپسی ہوگئی۔ مولف ہدیہ کو سمجھنا چاہیے کہ تعمیل حکم کی بنا پر جو عمل ہو وہ بدخلقی کیسی عین خلق ہے۔ نیز یہ غور طلب ہے کہ جس کو عیاناً و مشافہۃً خود نبی صلعم کی زیارت کا شرف حاصل ہو اس کو قبر نبی صلعم کی زیارت کی کیا حاجت ہے اس کی حقیقی نظری معراج کا واقعہ موجود ہے تمام اہل سیر کا اتفاق ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی ابتدا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو ہوی خود قرآن ناطق ہے۔

سبحان الذی اسرای بعبده لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ ''بیت المقدس کی نسبت بارکنا حولہ جوارشاد فرمایا ہے وہ واقعہ ہی ہے تمام زیارتگاہیں مسجد اقصیٰ کے اطراف و جوانب دور ونزدیک واقع ہیں۔ بی بی مریمؑ کا گنبد مسجد اقصیٰ سے باہر قریب واقع ہے بیت اللحم عیسیٰ علیہ السلام کا مقام ولایت دوسری طرف کسی قدر فاصلہ پر ہے۔ ابراہیم خلیل اللہؑ اور آپ کے خاندانی پیغمبروں حضرت اسحاقؑ حضرت یوسفؑ وغیرہ کی مزارات مسجد اقصیٰ سے چالیس میل پر ہیں جس مقام کا نام خلیل الرحمٰن ہی ہے دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کا مزار تیس میل پر ہے جس کو موسیٰ نبی ہی کہتے ہیں۔

تمام اہل سیر متفق ہیں کہ شب معراج تمام انبیاء مسجد اقصیٰ میں جمع تھے اور حضرت خاتم الانبیاءؐ نے تمام پیغمبروں سے ملاقات کی اور دو رکعت نماز سب کو پڑھائی مسجد صحرہ میں محراب محمدؐ اس کی یادگار ہے جہاں یہ دوگانہ ادا فرمایا گیا اور جس کی سمت ٹھیک کعبۃ اللہ کی طرف ہے۔

تمام واقعات معراج میں کہیں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء علیہم السلام نے مقام خلیل الرحمان یا موسیٰ نبی وغیرہ مقامات پر جاکر ان انبیاء کے تربتوں کی زیارت بھی کی تھی جس کی وجہ یہی یقینی ہے کہ جن انبیاءؑ سے آپؐ نے مشافہۃً ملاقات فرمائی ہو ان کی تربتوں کی زیارت کی ضرورت کیا رہی۔ یہاں بھی بعینہٖ یہی صورت ہے۔

بدخلقی چہارم خبر مغیب یا پیشین گوئی کی نوعیت رکھتی ہے جو بدخلقی کی تعریف میں داخل نہیں ہو سکتی اس کے علاوہ جس روایت کو بناء بدخلقی کی بنا قرار دیا گیا ہے وہ مختلف فیہ ہے اور وہ شاذ روایت ہے کسی شاذ روایت کو بدخلقی کی بنا قرار دینا خلاف اصول ہے اگر شاذ روایتوں کو بنا قرار دینا جائز ہو تو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں شاذ روایتوں کو بنائے کذب و بدخلقی معاندین اسلام قرار دے سکیں گے۔

بدخلقی ہفتم احادیث بے اصل روایت کرنا لکھا ہے۔ مولف ہدیہ نے اس کو اس قدر مبالغہ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ خود دروغ و افترا میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے'' پیر و مرید۔ شیخ و شاب سب اس کام میں مبتلا ہیں اور ان کی کتابیں مثل شواہد الولایت و انصاف نامہ وغیرہ اس قدر احادیث باطلہ سے لبریز ہیں کہ حساب و شمار اس کا دشوار ہے۔

اولاً اس قدر مبالغہ آمیز جھوٹے دعویٰ کے نظر کرتے کم از کم سو پچاس حدیثیں تو پیش کئے ہوتے تعجب ہے کہ مہدویہ کی کتابوں میں تو چند حدیثیں ایسی درج ہونگی جن کو مولف ہدیہ نے بے اصل سمجھا ہے اس کے مقابل محدثین اہل سنت کی کتابوں میں ہزاروں سے متجاوز موضوع حدیثیں ملتی ہیں پس بے اصل حدیث لکھنا بدخلقی ہو تو محدیث اہل سنت کو بہت زیادہ اس میں مبتلا تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ

بقول مولف ہدیہ مہدوی مصنفین کی اتنے بے حساب و بے شمار حدیثوں میں سے صرف ایک حدیث **الولایة افضل من النبوۃ** سے کچھ بحث کی ہے جو صوفیائے محققین کی مسلمہ حدیث ہے۔

ثانیاً صوفیہ کرام اور محدثین کی روایت کا طریقہ اور اصول علیحدہ علیحدہ ہے اور ہر ایک اپنے طریقۂ راویت کو مستند سمجھتا ہے۔

ثالثاً مصنفین مہدویہ نے جو احادیث استدلال پیش کی ہیں وہ محدثین اور صوفیاے کرام سے نقل کی ہیں خود ان احادیث کی تخریج نہیں کی ہے۔

رابعاً محدثین کا قول ہے کہ کسی روایت کو جھوٹی جان کر یا گمان کر کے روایت کرنا گناہ ہے لیکن جس روایت کو وہ جھوٹی نہ جانتا یا گمان نہ کرتا ہو اس کی روایت کرنے میں گناہ نہیں ہے چنانچہ مشہور محدث نووی شارح مسلم نے لکھا ہے۔

لم یاثم الا بروایة مایعلمه او یظمنه کذبا واماما لا یعلمه ولا یظنه فلا اثم علیه فی رویته۔

جس کو جھوٹ جانتا یا گمان کرتا ہو اس کی روایت کرنے سے گنہتار ہوگا لیکن جس کو جھوٹ نہیں جانتا یا گمان نہ کرتا ہو اس کی روایت میں گناہ نہیں ہے۔

پس مصنفین مہدویہ نے اپنی کتابوں میں جو حدیثیں سنداً درج کی ہیں وہ ان کو صحیح و مستند جان کر درج کی ہیں۔ اگر وہ ان کے ضعیف وسقیم ہونے کے قایل ہوتے ان سے استناد نہ کرتے اور اس صورت میں ان پر کوئی وبال نہیں ہے۔

خامساً یہاں ایک اور بوالعجبی مولف ہدیہ کی زیادہ غور طلب ہے کہ بد خلقی ہفتم مولفین و مصنفین مہدویہ سے تعلق رکھتی ہے امامنا علیہ السلام کی ذاتِ اقدس سے ہرگز تعلق نہیں ہوسکتی کیونکہ بقول مولف ہدیہ جن مصنفین نے بالفرض چند بے اصل حدیثیں اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں تو ان کا یہ عمل امام علیہ السلام کی بد خلقی کے ضمن میں کبھی نہیں شمار ہوسکتا اور جس حدیث کی نسبت امام علیہ السلام نے نبی صلعم کی طرف فرمائی ہو وہ بے اصل نہیں کہلاسکتی اس لئے آپ کی ذات معصوم اور خلیفۃ اللہ ہونے کی جہت سے آپؑ کو آناً فاناً خدائے تعالیٰ اور روح رسولؐ سے صحیح علم حاصل ہے آپؑ کے بیان معجز نشان پر ہر شئی کی صحت و غلطی موقوف ہے [1]۔

بعض بد خلقیاں تکرار لا حاصل ہیں یعنی کسی خلق حسن کی مختلف صورتوں کو بد خلقی کی تعداد زیادہ بتانے کے لئے علیحدہ علیحدہ بد خلقی گنا گیا ہے جیسے تعین کو لعین کہنا بد خلقی ہشتم اور ترک کسب حلال کو بد خلقی نہم اور ترک اجابت دعوت کو بد خلقی یازدہم قرار دیا گیا ہے حالانکہ یہ سب توکل علی اللہ کی صورتیں ہیں اور توکل علی اللہ اسلامی فرائض میں وہ اہم فرض ہے جو کتاب وسنت کی رو سے مدار ایمان ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

---

[1] معصوم کا بیان منتہائے دلیل ہونا قریب قریب سب کا متفقہ مسئلہ ہے۔ اختلاف ہے تو اس میں ہے کہ معصوم کون ہے اور کون نہیں ہے۔ جس کو جو طبقہ معصوم مانتا ہے اس کے نزدیک اس معصوم کے قول کو ثابت کرنے کے لئے کوئی اور دلیل لانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

تمام مسلمان رسول اللہ صلعم کے فرمان کو منتہائے دلیل سمجھتے ہیں جس کے ثابت ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

www.khalifatullahmehdi.info

وعلی اللّٰہ فتوکلوا ان کنتم مومنین۔ اللہ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہیں۔

اور بہت سی قرآنی آیتیں ہیں جن میں توکل علی اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور جن میں توکل علی اللہ کی فضیلت بیان کی گی ہے ہدیہ نے اس خلق حسن کو خلاف قرآن بدخلقی کہا ہے چنانچہ ترک کسب حلال تمام انبیاء اور افضل الانبیاء علیہم السلام کا آئین ہونے کا کسی قدر بیان آ گیا ہے جس کو مولف ہدیہ انبیاء کے اس عین آئین کو بدخلقی کہدینے کی بے ادبی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

تعین لعین کا مختصر بیان یہ ہے کہ رزق اور ضروریات مایحتاج میں تعین کی کوئی معین اور مقررہ صورت ہو تو بندۂ مومن کی نظر اللہ تعالٰی پر سے اُٹھ جاتی اور اس کو اس معین اور مقررہ صورت پر بھروسہ ہو جاتا ہے مولف ہدیہ نے خلفائے راشدین اور بعض امہات المومنین کی صورت تعین اختیار کرنے پر زور دیا ہے اس کی تفصیلی بحث بعد میں آئے گی لیکن یہ تو کھلی حقیقت ہے کہ حضرت سرورِ کائنات صلعم سے خود اپنی ذاتِ اقدس کے لئے تعین کی صورت قبول فرمانا کہیں ثابت نہیں ہے۔حدیث میں آیا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے ایک روز روزہ رکھا تھا اور کچھ روٹی کے ٹکڑے افطار کیلئے اٹھا رکھے تھے حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔

انفق یا بلاولا تخش من ذی العرش اقلالاً۔ اے بلال یہ ٹکڑے للہ خرچ کردے اور صاحب عرش سے کمی کرنے کا خوف نہ کر۔

ترک اجازت دعوت کو مولف ہدیہ نے بدخلقی میں شمار کیا ہے حالانکہ دعوت کی بھی کئی قسمیں ہیں۔بعض دعوت کا قبول کرنا واجب بعض کا مستحب اور بعض کا مکروہ ہے چنانچہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لکھا ہے۔

ویکرہ حضور طعام الولایم ماعدا العرس اذا کان علی الصفة التی وصفنا رسول اللّٰہ صلعم یمنع منه المحتاج و یحضرہ المستغنی عنه وھذہ الجملة تکرہ اھل العلم و الفضل۔ نکاح کے سوا ولیموں کے کھانے کے لئے جانا مکروہ ہے جبکہ اس صورت پر ہو جس کو حضرت رسول اللہ صلعم نے ہم سے بیان فرمایا ہے محتاج اس سے روکے جاتے ہیں اور مستغنی اس پر حاضر ہوتے ہیں یہ سب صورتیں ایسی ہیں کہ اہل علم وفضل کے پاس مکروہ ہیں۔

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) فرقہ اثنی عشریہ جن آئمہ اہل بیت کو معصوم مانتا ہے کسی خبر وحدیث کی سند کسی معصوم تک پہنچ جانا اس کی صحت کیلئے کافی سمجھتا ہے اور بلا تحقیق رواۃ اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

بعض محققین صوفیہ نے اہل اللہ کی تنقید حدیث کا جو طریقہ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انہیں حدیث میں شک ہوتا ہے تو وہ روح رسول اللہ صلعم سے تحقیق کر لیتے ہیں اور حضرت عالم مکاشفہ میں معلوم فرماتے ہیں۔

اس معصومیت اور باطنی حالت کے علاوہ کسی مشہور محدث یا کسی مشہور ثقہ راوی کے نام سے حدیث بلاسند تلقی امت بالقبول کی بنا پر کسی حدیث کی صحت پر اعتماد کر لیا جاتا ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کو تو معصومیت اور خلیفۃ اللّٰہی شان حاصل ہے آپ کے معصوم ہونے پر شیعہ سنی قریباً سبھی متفق ہیں۔شہاب بن نصرت غفر لہما۔

پس ترک دعوت مکروہ عین خلق ہوگا یا بدخلقی ؟ مولف ہدیہ کا ترک اجازت دعوت کو بدخلقی کہنا عین بدخلقی ہے۔

بعض معمولی باتیں ایسی ہیں کہ اگران کی شرایط پائی جائیں تو تب بھی مندوب ومستحب سے زیادہ نہیں ہیں ان کی خلاف ورزی کو بدخلقی بتایا گیا ہے جیسے بدخلقی ہفدہم کتا پالنا وغیرہ اس کی نسبت مولف ہدیہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کلہ گوسفند یا زراعت کی حفاظت یا شکار کے لئے کتا پالنا جائز ہے۔امام علیہ السلام کے پاس یہ تینوں صورتیں بھی نہ تھیں اور آپؑ کتا پالتے تھے۔

مولف ہدیہ کا یہ شبہ بچند وجوہ مخدوش ہے۔

اولاً وہ کتا پالا ہوا نہیں تھا بلکہ اتفاقاً سگِ اصحاب کہف کی طرح قافلۂ فقرائے مہاجرین کے ساتھ ہو گیا تھا۔

مولف ہدیہ پر خوب ظاہر ہے کہ بعض کتا ایسا ہوتا ہے کہ بغیر پالے پالے پڑ جاتا ہے اور ہر چند ٹالنا چاہو نہیں ٹلتا۔

ثانیاً یہ کتا پالنا جس طرح شکار وغیرہ کے لئے جائز ہے اسی طرح حفاظت خانہ واسباب وباغ وغیرہ کے لئے بھی پالنا درست ہے چنانچہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ کے باب چہارم میں لکھتے ہیں کہ نگاہ داشتن سگ برائے شکار وحراست خانہ وکشت وباغ جائز است (یعنی شکار اور گھر۔زراعت اور باغ کی حفاظت کیلئے کتا پالنا جائز ہے)۔جب گھر وغیرہ کی حفاظت کیلئے حضر میں کتا پالنا جائز ہے تو حالت سفر میں بدرجۂ اولیٰ درست وجائز ہوگا۔

ثالثاً مولف ہدیہ کا قول ہے کہ تمام امت اسلامیہ کو اس جانور سے انکار ہے اور صحابہ وائمہ اہل بیت اور اولیائے کاملین سے کسی کی یہ عادت نہ تھی حالانکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مولف ہدیہ کے اعتقاد میں سر دفتر اولیا ہیں ہمیشہ آپؒ کی خانقاہ پر ایک کتا رہتا تھا اور کوئی عذر شرعی بھی موجود نہ تھا چنانچہ مناقب غوثیہ میں لکھا ہے جب شیخ احمد باگ سوارؒ آپ کی ملاقات کے لئے آئے آپؒ نے ایک گائے ان کے شیر کی ضیافت کے لئے بھیجی تھی جب حضرتِ غوثؒ کے فقرا گائے کو لیکر چلے تو وہ کتا بھی ان کے ہمراہ ہو گیا شیر سے مقابلہ کیا اور بالآخر شیر کو پھاڑ دیا اسی واقعہ کی طرف اس مصرعہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ع۔کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہِ جیلانی۔

رابعاً ارواح مجردہ کا اشکال بدلنا اور جانوروں کی شکل وصورت اختیار کرنا بھی احادیث سے ثابت اور اہل سنت وغیرہ کا مسلمہ مسئلہ ہے جس کی تائید اس سے ہوتی ہے امامنا علیہ السلام کی حرم محترم بی بی ملکانؓ نے اس کتے کو مارنے کا ارادہ کیا تو بندگی میراں سید محمود ثانیِ مہدیؓ نے بی بی سے یہ کہا جو بڑا پُر معنی فرمان ہے ''اگر وہ کتا ہو تو مارو''۔

مولف ہدیہ نے نوبت ازواج کو جو حقوق ازواج کی ادائی سے متعلق ہے جس کی حضرت امامنا علیہ السلام انتہائی پابندی فرماتے تھے بدخلقی چہاردہم قرار دیا ہے۔جو واقعہ انہوں نے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام اپنی رحلت کے روز اپنی حرم محترم بی بی بونؓ کے گھر میں تھے۔عادت یہ تھی کہ زمین میں وقت کی شناخت کے لئے میخیں گاڑ رکھی تھیں جب ان میخوں پر سایہ پہنچتا تھا ایک بی بی کے گھر سے دوسری بی بی کے یہاں منتقل ہونے کی نوبت آتی تھی۔

اس روز بھی جب میخ پر سایہ پہنچا فرمایا کہ مجھ کو بی بی ملکانؓ کے گھر لے چلو۔بی بی ملکانؓ وہاں حاضر تھیں انہوں نے عرض کیا کہ آپ کو زحمت بہت ہے میں نے اپنی نوبت آپ کو بخشدی ہے آپ یہیں تشریف رکھیں دوسرے اصحاب نے بھی کمال اصرار کیا مگر آپ

نے بی بی سے فرمایا تم نے اپنا حق بخشا لیکن شرعِ محمدیؐ کی حدود جو خدائے تعالیٰ کے حکم ہیں کون بخش سکتا ہے اور اصحاب سے فرمایا کہ برادراں ہماری رعایت کرتے ہیں مگر شرع محمدیؐ کی رعایت نہیں کرتے غرض بہر طور بی بی ملکانؓ کے گھر خود کو پہنچایا۔

ناظرین غور کریں کہ یہ واقعہ حدود شرعی کی انتہائی پابندی اور عین اخلاق کریمہ اور متبعین کو اتباعِ شرع کی اعلیٰ عملی تعلیم ہے یا بد خلقی ؟۔ اسی سے مولف ہدیہ کی خبث باطنی و بدنفسی کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو بدنما شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی اور اس پر چند لاطایل اشکال پیش کئے ہیں جن پر مفصل بحث بعد میں کی جائے گی۔

اسی طرح بد خلقی اول بی بی شکر خاتون وغیرہ کے چند امانتی ڈوکرے (اس زمانے کا سکہ) ان کو نہ دینا۔ یا بدخلقی بست و یکم کی ایک ضمن کہ بندگی میاں شاہ نعمتؓ نے ایک متوفی مہاجر کا متروکہ فقرائے مہاجرین میں تقسیم کر دیا اور اس مہاجر کے وارثوں کو نہیں دیا یہ دونوں صورتیں ترک ہجرت کے متعلقات اور اس قرآنی صاف وصریح حکم کی تعمیل ہیں۔

ان الذین آمنوا وھاجروا و جاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ والذین اٰودا والضروا اولئک بعضھم اولیاء بعض والذین امنوا ولم یھاجروا مالکم من ولا یتھم من شئی حتی یھاجروا (۱۰۔۶۔انفال)	جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کئے اور خدا کی راہ میں جان و مال سے جہاد کئے ہیں اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) پناہ اور مدد دی وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی ولایت سے کوئی سروکار نہیں۔

تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

فقد دلت الآیۃ علی ایجاب الھجرۃ بعد الاسلام وانھم ان اسلموا لم یکن بیننا و بینھم موالات الابعد الھجرۃ ونظیرہ قولہ تعالیٰ و مالکم من ولا یتھم من شئی حتی یھاجروا۔	یہ آیت اسلام کے بعد ہجرت واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ جو لوگ اسلام لائیں ان کے اور ہمارے درمیان ہجرت کے بعد ہی موالات ہوگی اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی کچھ بھی ولایت حاصل نہیں ہے۔

پس اس نص صریح سے ثابت ہے کہ مہاجرین اور تارکین ہجرت میں موالات منقطع ہو جاتی ہے اسی لئے تارکین ہجرت کا مال غیر مہاجرین ورثاء کے عوض مہاجرین میں تقسیم کر دیا گیا اور اسی لئے بی بی شکر خاتون کے ڈوکرے جو ہجرت سے منہ موڑ کر جارہی تھیں واپس نہیں کئے گئے۔

دوسرے واقعہ کی بھی یہی صورت ہے کہ متوفی بزرگ مہاجر تھے اور ان کے ورثا، مہاجر نہ تھے لہذا مہاجر کا متروکہ مہاجرین میں تقسیم کر دینا ''بعضھم اولیاء بعض'' کی تعمیل تھی۔ اس واقعہ کا ایک پہلو اتباع سنت رسولؐ بھی تھی۔ سیرت کی کتابوں میں باغ فدک کا واقعہ مشہور ہے کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ رسول اللہؐ ہوئے حضرت عباسؓ اور حضرت

www.khalifatullahmehdi.info

فاطمۃؓ الزہرا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے آئے اور مطالبہ کیا کہ باغ فدک رسول اللہ صلعم کا تھا ہم آپؐ کے وارث ہیں وہ ہم کو دیدیا جائے۔ابوبکرؓ نے کہا حضرت رسول اللہ صلعم نے اپنی حیات ہی میں فرمادیا ہے کہ۔

نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ماترکنا لا صدقۃ۔ ہم جماعت انبیاءؑ ہیں نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔جو کچھ ہم نے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

اس لئے وہ کسی کو نہیں دیا جاسکتا۔اس کی آمدنی حضرت کی حیات میں جن کو دیجاتی تھی اب بھی ان کو دیجائے گی۔

یہ مسئلہ اہلِ تشیع اور اہلِ سنت کے مابین اختلافی ہے اہلِ سنت ابوبکر صدیقؓ کے اس عمل کو صحیح کہتے ہیں اور اہلِ تشیع کو اس پر اعتراض ہے۔جس کی بحث کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔لیکن یہاں غور طلب بات صرف یہ ہے کہ کیا کوئی اہلِ سنت یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ عمل احکام قرآنی کے خلاف تھا کیونکہ آپؓ نے رسول اللہ صلعم کے جایز ورثاء چچا اور بیٹی کو حضرت کا متروکہ نہیں دیا۔

اسی طرح خدا کے وہ خاص بندے جنھوں نے اپنے رسول کریمؐ کی اتباع میں اپنی حیات ہی میں "**ماترکناہ صدقۃ**" کہدیا ہو اور اپنے عشایر اور خانوادہ واہل قرابت کو چھوڑ کر اور اپنے ہم مشرب فقرائے مہاجرین سے عہد مواخات کے پابند ہو کر دایرہ کی بود و باش اختیار کرلی ہو جو خانقاہوں کی طرح دنیا سے یکسو اور خاص فقرائے مہاجرین و گوشہ نشین کا مقام ہوتا تھا ایسے بزرگ کا جو کچھ بھی ترکہ تھا وہ رسول کریمؐ کی اتباع میں صدقہ تھا اور صدقہ فقرائے مہاجرین کا حق ہوتا ہے ورثا کو نہیں دیا جاتا۔

بعض مولفین نے بھی بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے اس واقعہ کو دیکھ کر یہ غلط رائے قایم کرلی ہے کہ مہدویہ میں آیت توریث کی پابندی نہیں پائی جاتی اور اس کی حقیقت پر غور نہیں کیا جو ان کی سہو نظری ہے کیونکہ یہ شاذ اور خاص صورت تھی جہاں یہ صورت نہ ہو وہاں عام طور پر متروکہ ورثا ہی میں تقسیم کیا جاتا ہے کیونکہ مہدویہ دوسرے تمام احکام شرعی کی طرح آیت توریث کے پورے عامل اور تقسیم ترکہ کے متعلقہ تمام فقہی احکام کے کامل پابند ہیں۔مولف ہدیہ نے اس کو جو بدخلقی بتایا ہے یہ ان کی فاحش غلطی اور ناواقف ناظرین کو دھوکہ دہی ہے وہ اصل حقیقت کو نہیں جانتے اور عین اتباع شریعت وسنت کو بدخلقی شمار کرتے ہیں۔

ان واقعات کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ مولف ہدیہ نے جن واقعات کو بدخلقیوں میں شمار کیا اور جن پر اعتراض کیا ہے ان کے خود اہل واقعہ کو اس عمل پر کوئی اعتراض نہ تھا اور وہ خود اس عمل سے راضی تھے اور اس عمل کو واجبی خیال کرتے تھے۔بی بی شکر خاتون اپنی ہجرت اور امام علیہ السلام کی صحبت ترک کرنے پر خود نادم تھیں اور بعد میں امام علیہ السلام کے ایک خاص صحابی کے ہاتھ پر اس سے توبہ و رجوع کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کو اپنے امانتی ڈوکروں کے واپس نہ کرنے پر اور ان متوفی مہاجر کے ورثا کو ترکہ مہاجران نہ دینے پر شکایت ہونا کسی روایت میں مذکور نہیں ہے ایسی صورت میں یہ عمل قانوناً ان کی رضامندی اور اجازت بھی متصور ہوگا۔اگر مولف ہدیہ کو اس سے انکار ہو تو وہ ثابت کریں کہ انہوں نے یا ان متوفی مہاجر کے کون سے وارث نے کب اس عمل پر اعتراض کیا یا اس سے ناراضی ظاہر کی اور آپ کو اس پر اعتراض کرنے کے لئے اپنا وکیل مقرر کیا ہے۔

www.khalifatullahmehdi.info

مولف ہدیہ نے یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ جو آیت ترک ہجرت سے مہاجرین وتارکین میں موالات منقطع ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ منسوخ آیت ہے حدیث ''لا ھجرۃ بعد الفتح'' سے منسوخ ہوگئی ہے۔لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً اس آیت کا منسوخ ہونا اختلافی امر ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

اختلف المفسرون فقال بعضهم الاية منسوخة بآية السيف وقال قوم انها غير منسوخة۔	مفسرین کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت آیتِ سیف سے منسوخ ہے ایک جماعت غیر منسوخ کہتی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کا منسوخ ہونا امر اختلافی ہے

ثانیاً امام نووی شارح مسلم نے لکھا ہے کہ علمانے حدیث ''لا ھجرۃ بعدالفتح'' کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ بعد فتح مکہ خاص مکہ سے مدینہ کو ہجرت نہیں ہے نہ کہ کل بلاد سے۔

تفسیر لباب التاویل میں لکھا ہے۔

قال الحسن الهجرة غير منقطعة و يجاب عن هذا بان المراد ته الهجرة المخصوصة من مكة الٰى المدينة امامن كان من المومنين فى بلديخاف على اظهار دينه من كثرة الكفار وجب عليه ان يهاجر الى بلدلا يخاف فيه على اظهار دينه۔	حسن کا قول ہے کہ (مطلق) ہجرت غیر منقطع ہے ہجرت منقطع کی نسبت جواب دیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ ہجرت مخصوص ہے جو مکہ سے مدینہ کی طرف ہوگی۔لیکن جو مومنین ایسے شہروں میں ہوں جہاں کثرت کفار کی وجہ سے اپنے دین کے اظہار کا خوف کیا جائے تو ان کو ایسے شہروں کی طرف ہجرت واجب ہے جہاں اپنے دین کے اظہار میں خوف (کفار) نہ ہو۔

ثالثاً خود مولف ہدیہ نے آیت ہجرت منسوخ نہ ہونے کا دوسرے مقام پر اس طرح اقرار کرلیا ہے کہ حسب تحریر شاہ ولی اللہ کے قرآن میں کل پانچ آیتیں منسوخ ہیں اور باقی ناسخ۔حالانکہ ان پانچ میں یہ آیت ہجرت نہیں ہے۔پس ثابت ہوا کہ آیت ''مالكم من ولايتهم من شئى حتى يهاجروا'' کا مضمون اور تارکین ہجرت کے متعلق ''فلا تتخذوا منهم اولياء حتى يهاجروا'' کا حکم بحال خود ہر زمانہ میں بحال ہے اور خصوصاً جن علما کے نزدیک قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے اور ہر حکم بجائے خود قایم ہے ان کے پاس تو نسخ کا تصورت ہی کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

بدخلقیاں قایم کرنے میں مولف ہدیہ نے جو غلطیاں کی ہیں ان کی ایک مثال یہ ہے کہ عاصی کو کافر کہنا بدخلقی دہم اور مقبلین کو کافر کہنا بدخلقی شانز دہم قرار دیا ہے اور ان کو مہدویہ سے مخصوص سمجھا اور بتایا ہے۔

اولاً ان دونوں کا مال ایک ہی ہے کیونکہ عاصی وہی مقبل ہے جو خلیفۃ اللہ کا اقبال کرنے کے باوجود نافرمانی کرے۔جو مقبل ہی نہ

www.khalifatullahmehdi.info

ہواس کو عاصی نہیں بلکہ کافر کہا جاتا ہے۔

ثانیاً کفر کے کئی درجے ہیں اور اس کا اطلاق اس کے وسیع معانی اور مدارج کے لحاظ سے قرآن وحدیث اور علم کلام اور علم فقہ وغیرہ میں مقبلین پر بھی بعض خلاف ورزیوں پر کثیر الاستعمال ہے قرآن کی مثال جیسے ''فمن لم یحکم بما انزل اللّٰہ اولئک ھم الکافرون '' (خدا نے جو احکام نازل کئے ہیں ان کا جو لوگ حکم نہیں کرتے وہ کافر ہیں) اللہ تعالیٰ کے منزلہ احکام کے مطابق حکم نہ کرنے پر کفر کی وعید اُنھی مقبلین سے متعلق ہے جو ان احکام کو اللہ تعالیٰ کے منزلہ ہونے کا اقبال رکھتے ہوں۔ جو ان احکام کو اللہ تعالیٰ کے منزلہ ہونے کا مقبل نہ ہو بلکہ انکار کرتا ہو اس پر ان احکام منزلہ کی تبلیغ کی ذمہ داری عاید ہی نہیں ہے۔اور حدیث کی مثال جیسے ''من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر '' (جو شخص عمداً نماز چھوڑ دے وہ کافر ہوگیا) عمداً نماز ترک کرنے پر کفر کی وعید رسول صلعم اور دینِ رسولؐ کے مقبل ہی کے لئے ہے۔ کیونکہ مقبل ہی حکماً نماز کی ادائی کا محکوم اور مامور ہے اور حکم شارع کی خلاف ورزی کرنے کا عاصی ہو رہا ہے۔ جو رسولؐ کا اور دینِ رسولؐ کا مقبل ہی نہ ہو وہ نماز کا محکوم و مامور بھی نہیں ہے اور جو شخص جس عمل کا شارع کی طرف سے محکوم ہی نہ ہو وہ اس عمل کے عمداً ترک کرنے پر وعید کا مستحق کیسے ہوگا۔

پس ثابت ہوا کہ عاصی اس مقبل ہی کو کہتے ہیں جو کوئی نافرمانی کرے اور مقبل ہی کو کسی معصیت یا نافرمانی کی وجہ سے عاصی کہتے ہیں اور مقبل ہی عاصی کہلاتا ہے نہ کہ منکر۔

جب عاصی اور مقبل پر قرآن وحدیث میں کفر کا اطلاق جائز و رائج ہے تو مہدویہ سے یہ خاص کہاں ہے اور ایسا کرنے کا اعتراض فقط مہدویہ سے متعلق کیسا ہوگا۔اور یہ بدخلقی کسی ہوگی؟ یہ تو قرآن وحدیث کی عین اتباع و مطابقت ہوئی۔اس کو بدخلقی کہنا کہنے والے کی غلطی ہے۔

انبیاء واولیاء خود افضل الانبیاء علیہم السلام اپنے ہدایت یافتہ خلفاء واصحاب کرامؓ وغیرہ میں جو جو فضیلتیں اور قابلیتیں پائی گئیں ان کے مناسب ان کے حق میں منقبتیں فرمائی ہیں اور یہ ایک آئیں ہی چلا آیا ہے۔

امامنا مہدیٔ موعود علیہ السلام نے بھی اسی آئین اصول کے مطابق اپنے اصحاب وخلفا میں جو فضائل پائے ہیں ان کے مناسب ہر ایک کی منقبتیں فرمائی ہیں چنانچہ آپ سے منقولہ روایتوں میں مناقب وفضایل کا ایک وسیع باب موجود ہے۔

حضرت نے اپنے خلیفۂ اول بندگی میراں سید محمود صدیق اکبرؓ کی منقبت کے منجملہ آپ کو سورۂ والنجم کی مبینہ نوصفتوں کا مظہر فرمایا ہے۔اور اپنے خلیفۂ ثانی بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ کی منقبت کے منجملہ آپ کو آیت ''اللّٰہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح '' وغیرہ آخر رکوع تک کی آیات اور کئی دوسری آیتوں کا مصداق فرمایا ہے۔

مولف ہدیہ نے بدخلقیوں کے ضمن میں مہدویہ پر ایک غلط اعتراض تحریفات آیات قرآنی کا بڑے مبالغہ کے ساتھ عاید کیا ہے جو دروغ وافترا کی حد تک پہنچ گیا ہے اور جس سے مولف ہدیہ کی رموز وحقایق سے ناواقفیت اور قلت معلومات کا ثبوت ملتا ہے اور یہ کہ مولف ہدیہ نے شائد ''تفسیر تاویلات'' ''تفسیر عرایس البیان'' ''تفسیر بطن'' وغیرہ نہیں دیکھی ہیں جو رموز وحقایق اور صوفیائے محققین

www.khalifatullahmehdi.info

کی اصطلاحات اور مخصوص مباحث سے مملو ہیں۔

چونکہ ان مواقع پر مولف ہدیہ نے غلط طور پر جو بد خلقیاں سمجھی اور بیان کی ہیں اُنہی پر ایک سرسری و اجمالی تبصرہ مقصود ہے اس لئے تحریف آیات کے اعتراضات کا جواب بعد میں ادا کیا گیا ہے ناظرین کرام اس کے مقام پر ملاحظہ کریں گے۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ مولف ہدیہ نے ان دونوں منقبتوں کو بد خلقی ششم اور تحریف آیات میں کس طرح شمار کیا ہے۔ حالانکہ قرآن شریف اخلاق حسنہ کے بیان اور ان کے فضائل اور ان کے اجر و ثواب کے ذکر سے مالا مال ہے اور تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ اِن اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے متصف ہوں۔

ان کے مقابل بعض صفات ذمیمہ کا بھی ذکر ہوا ہے اور ان کی مذمت کی گئی اور ان کے بُرے نتایج و عواقب سے متنبہ کیا گیا اور ان سے احتراز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مفسرین نے ان دونوں قسموں کی بعض آیتوں کا بعض خاص افراد انسانی کو مورد و مصداق بتایا ہے بلکہ کئی آیتوں کا خاص اُنہی کے حق میں نازل ہونا بیان کیا ہے لیکن اہل سنت مفسرین کا یہ بھی مسلمہ مسئلہ ہے کہ جو آیتیں خاص موقعوں اور خاص اشخاص کے متعلق نازل ہوئی ہیں اگرچہ ان کا شان نزول خاص ہے مگر ان کے معانی عام ہیں اور وہ صفات جن میں بھی پائی جائیں وہ بھی ان کے مورد و مصداق ثابت ہونگے۔

تفسیر کبیر میں سورۂ واللیل کے متعلق لکھا ہے۔

قال القفالؒ نزلت هذه السورة فی ابی بکرؓ و انفاقه علی المسلمین وفی امية بن خلف و بخله و کفره باللّٰه الا انها و ان کانت کذالک لکن معاینها عامة اللناس۔	قفالؒ کا قول ہے کہ یہ سورہ ابوبکرؓ کی شان میں اور آپ نے مسلمانوں پر جو انفاق کیا ہے اس کے بیان میں اور امیہ بن خلف کے بخل اور اللہ سے کفر کرنے کے بیان میں نازل ہوا ہے مگر وہ اگرچہ ایسا ہی خاص ہے لیکن اس کے معنی لوگوں کے لئے عام ہیں۔

تفسیر معالم اور تفسیر کبیر وغیرہ میں مذکور ہے کہ سورۂ دہر کی یہ آیتیں

یوفون بالنذر و یخافون یوماً کان شره مستطیرا و یطعمون الطعام علیٰ حبه مسکینا و یتیما و اسیرا الیٰ اخر الایات۔	وہ نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی عام ہوگی اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھلاتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت فاطمۃ الزہرا و حسنین رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ ان آیتوں میں جو واقعات و حالات بیان ہوئے ہیں وہ بعینہٖ انہی حضرات کے حالات و واقعات سے پورے مطابق ہیں کیونکہ مفسرین اور اہل سیر نے اسکا جو شانِ

www.khalifatullahmehdi.info

نزول بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک وقت حسنینؓ علیل ہوگئے تھے حضرت رسول اللہ صلعم نے حکم فرمایا کہ کچھ نذر قبول کریں حسب الحکم تین روزوں کی نذر کی گئی۔ بفضل الٰہی حسنینؓ صحت یاب ہوگئے نذر کا پورا کرنا ضروری تھا ایک یہودی سے کچھ قرض لیکر کھانے کا انتظام کیا گیا افطار کے وقت پہلے روز ایک مسکین نے آکر مانگا اور دوسرے روز ایک یتیم نے اور تیسرے دن ایک اسیر نے مانگا اور خود بھوکے رہکر تین روز پیہم ان کو دیدیا۔

اس قسم کی اور بہت سی آیتیں ہیں جن کا شان نزول یا ان کا مصداق یا مظہر خاص خاص اشخاص ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کسی آیت کا مصداق یا مظہر بتانا نہ بدخلقی ہے نہ تحریف۔

بعض صحابۂ رسول اللہ صلعم سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی مناسبت سے بعض الفاظِ قرآنی کو بھی بدل کر پڑھا اور دوسرے کسی صحابیٔ رسول اللہؐ پر اس آیت کو چسپاں کیا ہے۔

''استیعاب'' اور ''مدارج النبوۃ'' میں لکھا ہے کہ مسروق کہتے ہیں کہ ہم جلیل القدر صحابی ابن مسعودؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ ابن مسعودؓ نے پڑھا ''ان معاذاً کان امة قانتاً للّٰه حنیفا '' فروہ بن نوفل نے کہا یا اباعبدالرحمٰن اللہ تعالیٰ کا قول ''ان ابراهیم کان امة قانتاللّٰه حنیفا '' ہے۔ ابن مسعودؓ نے پھر ''ان معاذا کان ان ابراهیم کان امة قانتا للّٰه حنیفا ''۔ پڑھا ہم نے سمجھ لیا کہ ابن مسعودؓ نے بھول کر نہیں بلکہ عمداً پڑھا تھا۔

اس کے بعد ابن مسعودؓ نے کہا جاننا چاہیئے کہ امت کس کو کہتے ہیں اور قانت کیا ہے ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ جانتا ہے۔ کہا امت وہ ہے جو نیکی کی تعلیم دے اور اس کی اقتدا کی جائے قانت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا مطیع ہو۔ معاذؓ بن جبل عمل میں ایسے ہی تھے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں بھول نہیں گیا بلکہ معاذؓ کو حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ تشبیہ کے طور پر کہا ہوں۔ گویا آپ نے معاذؓ کو ابراہیمؑ کے بعض اوصاف وفیوض سے متصف ومستفیض پایا ہے۔ اس لئے یہ تشبیہ ہے تحریف نہیں ہے۔

صوفیائے محققین کے پاس دورنبوت میں جتنے انبیاءؑ گزرے ہیں ان میں سے ہر نبی جن فیوض سے فیضیاب ہے دورنبوت ختم ہونے کے بعد زمانۂ ولایت میں امت محمدیہؐ کا ایک ایک ولی ایک ایک نبی کے انہی فیوض سے بہرہ ور اور ان کا مظہر ہے۔

گلشن راز میں اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا گیا ہے۔

ز نورش شد ولایت سایہ گستر[1]   مشارق با مغارب شد برابر

کنوں ہر عالمی باشد ز امت   رسولے را مقابل در نبوت

---

[1] طلوع آفتاب کے بعد سے ہر چیز کا سایہ مغرب میں پڑتا ہے اور اس کے طولانی کے درجے مختلف ہی ہوتے ہیں۔ زوال آفتاب کے بعد ہی سایہ مشرق میں پڑتا ہے اور اس کی طولانی کے بھی اتنے ہی درجے قایم ہوتے ہیں صاحب گلشن راز نے حضرت خاتم الانبیاء صلعم کے زمانہ کو استوار سے تشبیہ دی ہے اس لئے حضرت کے ظہور سے پہلے زمانہ یعنی دورنبوت کو مغارب سے اور بعد کے زمانہ کو مشارق سے تعبیر کیا ہے یعنی اولیاء وعلمائے امت محمدیہ گو انبیاء علیہم السلام کے مقابل ہونا بیان کیا ہے۔ شہاب بن نصرت غفرلہما۔

www.khalifatullahmehdi.info

یعنی آنحضرت صلعم کے نور سے ولایت سایہ گستر ہوی اور مشارق مغارب کے برابر ہو گئے اب امت کا ہر عالم دور نبوت کے ایک ایک رسول کے مقابل ہے۔ یہ حقیقت میں علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل کی شرح اور اس کا بیان ہے۔

جواہر السلوک میں ترقی روح انسانی کے نو مرتبے لکھے ہیں۔

یکے مومن۔ دوم عابد۔ سوم زاہد۔ چہارم عارف۔ پنجم ولی۔ ششم نبی۔ ہفتم رسول۔ ہشتم اولوالعزم۔ نہم خاتم۔

ان مقامات میں سے مقام نبی ورسول کی تعریف کر کے لکھا ہے کہ

بہ تبعیت ایشاں ظلے ازاں مقام نصیبہ بعضی عظام از اتباع انبیائے کرام می شود کہ ایشاں را در عرف قوم مفہمین می نامند و ایں مقام را قرب فرایض تعبیری فرمایند۔

اسی طرح اولوالعزم کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وایں مقام بالذات مقام انبیاء اولوالعزم است و بعضی از کبار بہ تبعیت آں اولوالایدی والابصار ظلے ازاں مقام و پرتوے ازیں افتخار بہرہ ور می شود کہ ایشاں را در عرف قوم حجج اللہ می خوانند و ایں مقام را قرب حکومت می نامند

اولوالعزم کے بعد ''خاتم'' کی تعریف کرتے ہوئے یہ تصریح کی گئی ہے۔

اعلیٰ وارفع ازیں مقام ریاست ادوار واطوار است وایں مقام بالذات مقام حضرت خاتم النبوۃ وفاتح الولایت ست علیہ الصلوٰۃ والسلام و بہ تبعیت ایشاں نمونہ ازیں مقام بہ بعضی کرام از اتباع او می بخشند کہ ایشاں را بفاتحین و خاتمین لقب می سازند یعنی بوجود آں شخص نہایت مآل دورۂ سابقہ و بدایت کمال دورۂ لاحقہ متحقق می گردد وایں مقام را در اصطلاح بمقام فردانیت ملقب می سازند

اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ نبی و رسول۔ اولوالعزم بلکہ خاتم کے فیوض و کمالات سے ظل و پرتو کے طور پر خاتم الانبیاءؑ کے خاص خاص متبعین آنحضرت صلعم کے اذواق و اطوار سے حصہ پاتے ہیں۔

جواہر السلوک میں ایک اور مقام پر اس حقیقت کی مکرر یہ صراحت کی ہے کہ

وطائفۂ از کمل اولیائے امت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام از اذواق واطوار او علیہ الصلوٰۃ والسلام نصیبے دارند وایشاں را انبیاء اولیا خوانند و ورثہ و اخوان آنحضرت مصطفیٰ علیہ السلام الحقیقۃ ایشانند و اشوقا الیٰ لقاء اخوانی اشارہ بدیں طائفہ مخصوص ست وعلماء امتی کانبیاء سائر الامم ایشانند۔

حضرت امامنا مہدی علیہ السلام نے اپنے جن عظیم المرتبت خلفا کو جن آیات قرآنی کا مصداق و مظہر فرمایا ہے وہ محققین کے اصول پر ہی مبنی ہے اس کی توضیح یہی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ بعض اولیاء و اقطاب امت محمدیہ بعضی انبیاء علیہم السلام کے قلب و قدم پر ہوتے ہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ جس نبی کے قدم یا قلب یا مقام پر کوئی ولی ہوتا ہے تو وہ ولی اس کے روحانی فیوض و کمالات کا مظہر ہوتا

www.khalifatullahmehdi.info

ہے۔ جو کمالات نبی سے اصالۃً صادر ہوتے ہیں اس ولی سے بھی وہی کمالات تبعاً صادر ہوتے ہیں۔ اور جن قدسی فیوض سے وہ نبی مستفیض ہوتا ہے وہ ولی بھی تبعاً ان سے مستفیض ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص متبعین حضرت کے قلب وقدم پر ہیں اور ظل و پرتو کے طور پر حضرت کے قدسی فیوض وکمالات سے مستفیض ہیں۔ پس جو آیتیں آنحضرت صلعم کی شان اقدس میں اصالتاً وارد ہیں یہ بھی ظل و پرتو کے طور پر تبعاً ان کے مورد ہیں کیونکہ یہ اس طائفہ مخصوص سے ہیں جن کی شان میں آنحضرت صلعم نے ''**علماء امتی کانبیاء سائر الامم**'' اور ''**واشوقا الیٰ لقاء اخواتی من بعدی**'' فرمایا ہے پس امامنا علیہ السلام کا اپنے عظیم المرتبت خلفا کو ان آیات کا مظہر ومصدق بتانا محققین صوفیا کے اس اصول کے مطابق بھی صحیح ودرست ہے۔ مولف ہدیہ کا اس کو تحریف آیات کہنا بقولِ اہلِ ظاہر تشبیہ ومماثلت اور بقولِ محققین امتیازِ ''اصالۃً وتبعاً'' کے رموز وحقائق سے لاعلمی ہے۔

اس سرسری واجمالی تبصرہ ہی سے ناظرین کرام پر واضح ہو گیا ہوگا کہ مولف ہدیہ سے بدخلقیاں قرار دینے میں کتنی غلطیاں اور لغزشیں سرزد ہوئی ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ یہاں جلد دوم ختم کی گئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکے بعد جلد سوم بھی پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی امید کہ اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا کریگا۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی للّٰہُ بِعَزِیز۔